اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ خَالِقِ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتِ

کہ

جلد سوم

از کتاب لاجواب مفید شیخ و شاب مسمی بہ

مرآۃ المناجیح

اردو ترجمہ و شرح

مشکوٰۃ المصابیح

تاریخی نام

ذوالمرات

مصنف حضرت حکیم الامت مولانا الحاج مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی اشرفی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبزادہ اقتدار احمد خاں مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الزَّكٰوةِ: اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَی الْيَمَنِ فَقَالَ اِنَّكَ تَاْتِيْ قَوْمًا اَهْلَ كِتَابٍ فَادْعُهُمْ اِلٰی شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوٰتٍ فِی الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا

زکوۃ کا بیان ۱ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف روانہ کیا ۲ تو فرمایا کہ تم اہل کتاب قوم کے پاس جا رہے ہو ۳ تو انہیں اس گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقینًا محمد اللہ کے رسول ہیں ۴ اگر وہ اس میں فرماں برداری کریں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے اُن پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائیں ۵ پھر اگر وہ یہ بھی مان جائیں

۱ زکوۃ کے لغوی معنے ہیں پاکی اور بڑھنا رب تعالٰے فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى چونکہ زکوۃ کی برکت سے نفس انسانی بخل کے میل سے پاک و صاف ہوتا ہے نیز اس کی وجہ سے مال میں برکت ہوتی ہے اس لیئے اسے زکوۃ کہتے ہیں زکوۃ کا سبب بڑھنے والا مال ہے، اور اس کے شرائط اسلام، آزادی، عقل، بلوغ اور قرض سے مال کا خالی ہونا ہے، لہذا کافر، غلام، بچے اور دیوانے پر زکوٰت فرض نہیں حق یہ ہے کہ زکوۃ کا اجمالی حکم ہجرت سے پہلے آیا، اور اس کی تفصیل سنہ ۲ھ میں بیان ہوئی۔ لہذا آیات قرآنیہ میں تعارض نہیں، تکم چار مالوں میں زکوۃ فرض ہے، سونا چاندی، مال تجارت، جنگل میں چرنے والے جانور، زمینی پیداوار (از مرقاۃ و اشعہ) تفصیل احکام کتب فقہ میں دیکھو۔ پیداوار کی زکوۃ دسواں یا بیسواں حصہ ہے، باقی مال تجارت و سونے چاندی کا چالیسواں حصہ ۲ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا، اور خود بنفس نفیس انہیں ثنیۃ الوداع تک پہنچانے گئے حضرت معاذ بحکم سرکار سواری پر تھے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پیدل، اُن سے جدا ہوتے وقت فرمایا کہ اب تم میری قبر پر آؤ گے اور مجھے نہ پاؤ گے، جس پر حضرت معاذ بہت روئے۔ خیال رہے کہ حضرت معاذ یمن پر جہاد کرنے نہیں جا رہے تھے، وہ تو پہلے ہی قبضہ میں آچکا تھا بلکہ وہاں کے حاکم بن کر۔ ۳ اگرچہ یمن میں اہل کتاب بھی تھے اور مشرکین بھی مگر چونکہ اہل کتاب مشرکین سے بہتر ہیں۔ اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا۔ ۴ یعنی صرف مشرکین کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ کی دعوت دو، اور تمام کفار کو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، کی کیونکہ مشرکین توحید کے منکر ہیں اور باقی موحد کفار و اہل کتاب توحید کے تو قائل ہیں مگر رسالت مصطفوی کے منکر، علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ہر کافر کو مسلمان بناتے وقت وہی چیز پڑھائی جائے جس کا وہ منکر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار شرعی احکام کے مکلف نہیں، اور یہ کہ کفار کو اسلام لانے پر مجبور نہ کیا جائے کہ لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّيْنِ اور یہ کہ تبلیغ نرمی و خوش اخلاقی سے چاہیئے، اور یہ کہ ذمی کفار کو تبلیغ اسلام کرنا سنت ہے، اور یہ کہ حکام اور افسران صرف ملکی انتظام ہی نہ کریں بلکہ دینی تبلیغ بھی کریں، حاکم مبلغ بھی ہونا چاہیئے۔ اور یہ کہ افسران و حکام خود بھی شرعی احکام سے واقف ہونے چاہئیں، ورنہ وہ تبلیغ نہیں کر سکتے۔ ۵ یعنی جب وہ مسلمان ہو جائیں تو انہیں نماز

ذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ
عَلٰى فُقَرَائِهِمْ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاِيَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ
الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ

تو انہیں سکھانا کہ اللہ نے اُن پر زکوٰۃ فرض کی ہے ۱؎ جو اُن کے مالداروں سے لی جائے گی اور اُنہیں کے فقیروں پر لوٹائی جائے گی ۲؎ پھر اگر یہ بھی مان لیں تو اُن کے بہترین مالوں سے بچنا ۳؎ اور ستم رسیدہ کی بددعا سے ڈرنا کہ اس کے اور رب کے درمیان کوئی آڑ نہیں ۴؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں

۱؎ یہاں ان بعض لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اسلام میں سارے احکام سے پہلے نماز کا حکم آیا، نیز یہ عبادت بدنی ہے، نیز یہ ہر مسلمان پر فرض ہے، اسی لئے کلمہ پڑھنے کے بعد ہی اس کا ذکر فرمایا، خیال رہے کہ یہاں نماز جنازہ، عیدین، وتر وغیرہ کا ذکر نہ فرمایا، صرف پانچ نمازوں کا فرمایا، یا تو اس وقت ان کا حکم نہ ہوا تھا یا وہ تمام چیزیں پانچ نمازوں کے تابع فرمادی گئیں یا یہاں تمام احکام شرعیہ کا ذکر نہیں ہے خاص حال کا ہے اسی لئے روزے کا ذکر نہیں زکوٰۃ کا ہے، حالانکہ روزہ زکوٰۃ سے پہلے فرض ہو چکا تھا، لہذا اس حدیث کی بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نماز عید یا وتر واجب نہیں اور نہ یہ حدیث حنفیوں کے خلاف ہے۔

۱؎ یہاں ان بمعنی اذا ہے یعنی جب وہ نماز کے احکام سیکھ لیں تو زکوٰۃ کے احکام سکھاؤ، آہستگی سے تبلیغ کرو کہ انہیں سیکھنا مقصود ہے نہ نفرت دلانا، حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ مسلمان ہونے کے بعد نماز کو فرض مان لیں تب تو زکوٰۃ سکھانا اور اگر نماز کی فرضیت سے انکار کردیں تو زکوٰۃ نہ سکھانا، کیونکہ مسلمان کا نماز سے انکار کرنا ارتداد ہے اور کسی کو مرتد ہو جانے کی اجازت نہیں، لہذا حدیث پر کوئی بھی اعتراض نہیں اور زکوٰۃ کے لئے نماز شرط ہے۔ ۲؎ یعنی ہم ٹیکس کی طرح تم سے زکوٰۃ وصول کرکے مدینہ منورہ نہ لے جائیں گے اور خود نہ کھائیں گے۔ تاکہ تم یہ سمجھو کہ اسلام کی اشاعت کمانے کے لئے ہے، بلکہ تمہارے مالداروں سے زکوٰۃ لے کر تمہارے ہی فقراء کو دے دی جائے گی۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ کافر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ دوسرے یہ کہ بلا سخت مجبوری ایک جگہ کی تمام زکوٰۃ دوسری جگہ منتقل نہ کی جائے۔ تیسرے یہ کہ مالدار صاحب نصاب زکوٰۃ نہیں لے سکتا، جیسا کہ لفظ فقراء اور ضمیر ھم سے معلوم ہوا۔ مروجہ زکوٰۃ کو منتقل کرنا بالکل جائز ہے جیسے کہ غنی کے اہل قرابت فقیر دوسرے شہر میں رہتے ہوں یا دوسری جگہ سخت فقر و تنگدستی ہو، یا دوسری جگہ صدقہ کا ثواب زیادہ ہو لہذا اپنی کچھ زکوٰۃ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ بھجوانا جیسا کہ آج کل رواج ہے بالکل جائز ہے۔ خیال رہے کہ یہاں اغنیاء سے مراد بالغ عاقل مالدار آدمی ہیں کیونکہ نماز کی طرح زکوٰۃ بھی بچے اور دیوانے پر فرض نہیں، یہ بھی خیال رہے کہ باطنی مال یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ خود غنی ہی ادا کریگا، اور ظاہری مال جانور پیداوار کی زکوٰۃ حاکم اسلام وصول کرکے اپنے انتظام سے خرچ کریگا یہاں تُؤْخَذُ میں دونوں صورتیں داخل ہیں۔ ۳؎ یعنی زکوٰۃ میں اُن کے بہترین مال نہ وصول کرو بلکہ درمیانی مال لو ہاں اگر خود مالک ہی بہترین مال اپنی خوشی سے دے تو ان کی مرضی ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ اس جملے سے اشارۃً معلوم ہوا کہ ہلاک شدہ مال

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَّلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ صُفِّحَتْ لَهٗ صَفَائِحُ مِنْ نَّارٍ فَاُحْمِيَ عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهٗ وَجَبِيْنُهٗ وَظَهْرُهٗ كُلَّمَا رُدَّتْ اُعِيْدَتْ لَهٗ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرٰى سَبِيْلُهٗ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْاِبِلُ قَالَ وَلَا صَاحِبُ اِبِلٍ لَا يُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا وَمِنْ

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی سونے چاندی والا نہیں جو اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرے ۱؎ مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو اس کے لئے آگ کے پترے بنائے جائیں گے پھر اُن پر دوزخ کی آگ میں دھونکا جائیگا ۲؎ جس سے اُس کے پہلو پیشانی اور پیٹھ داغی جائے گی ۳؎ جب بھی لائے جائیں گے تو لوٹائے جائیں گے ۴؎ یہ دن بھر ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے حتّے کہ بندوں میں فیصلہ کر دیا جائے ۵؎ تو یہ جنت یا دوزخ کا اپنا راستہ دیکھے ۶؎ عرض کیا گیا یا رسول اللہ تو اونٹ ۷؎ فرمایا ایسا کوئی اونٹ والا نہیں جو اُن کا حق ادا نہ کرے اور

کی زکوٰۃ نہ لی جائے گی کیونکہ اعداءلھم ارشاد ہوا ۱۲؎ یعنے معلوم ہوا کہ حاکم بن کر ہیں جب ہے جو وہاں کسی پر ظلم نہ کرنا، نہ بدنی ظلم نہ مالی، نہ زبانی، کیونکہ اللہ تعالٰے مظلوم کی بہت جلد سنتا ہے اس میں درحقیقت تاقیامت حکام کو عدل کی تعلیم ہے، ورنہ صحابہ کرام ظلم نہیں کرتے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی نے کہا تھا لا یحطمنکم سلیمان وجنودہ وھم لا یشعرون، کہیں تم اے چیونٹیو حضرت سلیمان اور اُن کے لشکر سے کچلی نہ جاؤ اور انہیں خبر بھی نہ ہو چیونٹی کا عقیدہ تھا کہ پیغمبر کے صحابہ چیونٹی پر بھی ظلم نہیں کرتے لہذا اس حدیث سے صحابہ کا ظالم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔

۱؎ ظاہر یہ ہے کہ حق سے مراد زکوٰۃ مفروضہ ہے، کیونکہ فطرہ، قربانی یا حقوق العباد ادا نہ کرنے پر وہ وعید نہیں جو یہاں مذکور ہے۔ ۲؎ یعنے اس کا سونا چاندی اولًا سخت گرم پتر بنائے جائیں گے جو گرمی کی وجہ سے گویا آگ ہی ہوں گے، پھر اُن گرم پتروں کو اور بھی گرم کرنے کے لئے دوزخ کی آگ میں رکھ کر دھونکا جائے گا، اس کی تشریح قرآن کریم میں یوں ہے یوم یحمی علیہا فی نار جہنم۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آگ کے پترے نہیں ہو سکتے، نیز آگ کے پتروں کو پھر آگ میں دھونکنا سمجھ میں نہیں آتا۔ ۳؎ چونکہ یہ بخیل فقراء سے منہ موڑ لیتا تھا، انہیں دیکھ کر پہلو پھیر کر چل دیتا تھا، اس لئے یہ دونوں مقام ہی پر داغ لگائے جائیں گے، جیسے چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں کہ اُس نے ان سے ہی چوری کی۔ ۴؎ یعنے یہ پترے جب بھی اس کا بدن داغ کر دوزخ میں پھر لائے جائینگے تو تپا کر پھر اُس کے بدن پر ہی لوٹائے جائینگے، بار بار گرم کر کے لگائے جائینگے۔ ۵؎ یعنے یہ داغا جانا قیامت کے دن، دن بھر ہوتا رہے گا، لوگ اپنے حساب و کتاب میں مشغول ہونگے اور یہ سزا بھگت رہا ہوگا، بعد قیامت سزا جزا علیحدہ ہے، اور اس تکلیف کی وجہ سے اُسے یہ دن پچاس ہزار سال کا محسوس ہوگا، نیک کاروں کو بقدر چار رکعت نماز۔ ۶؎ یعنے بعد قیامت اپنا راستہ جنت یا دوزخ کا دیکھے یا دکھایا جائے، یری معروف ہے یا مجہول یعنے یہ عذاب تو زکوٰۃ نہ دینے کا ہوا اب اگر اور گناہ نہ ہوں یا ہوں تو رب تعالٰے بخش دے تو جنت میں بھیجدے اور اگر نہ بخشے تو ان گناہوں کی سزا میں کچھ عرصہ کے لئے دوزخ میں بھیجدے اس جار کا۔ ہی

حَقِّهَا حَلَبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ اَوْفَرَ مَا كَانَتْ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيلًا وَّاحِدًا تَطَاءُهُ بِاَخْفَافِهَا وَتَعَضُّهُ بِاَفْوَاهِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ اُولٰهَا رُدَّ عَلَيْهِ اُخْرٰهَا فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهُ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ قَالَ وَلَا صَاحِبُ بَقَرٍ وَّلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ

اُن کا حق انہیں دوھنا بھی ہے ان کے گھاٹ پر لانے کے دن ۱؎ مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو یہ ان اونٹوں کے سامنے کھلے میدان میں اوندھا ڈالا جائیگا جن میں سے ایک بچہ بھی کم نہ ہوگا یہ اونٹ اسے اپنے سم سے روندھیں گے اور اپنے منہ سے کاٹیں گے ۲؎ جب اس پر پہلا اونٹ گذرے گا تو پچھلا اونٹ واپس ہوگا ۳؎ یہ اس دن ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے حتی کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے تو یہ اپنا راستہ جنت یا دوزخ کی طرف دیکھے عرض کیا گیا یارسول اللہ پھر گائے بکریاں ۴؎ فرمایا ایسا کوئی گائے اور بکریاں والا نہیں جو ان کا حق (زکوۃ) نہ دیتا ہو ۵؎ مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو اُن کے سامنے کھلے

توجیہ قوی ہے ۵؎ یعنے سونے چاندی تو بخیل کو تپا کر لگائے جائیں گے، اگر اونٹوں کی زکوۃ نہ دی ہو تو اُن کی سزا یہ ہے اونٹ تو تپائے نہیں جاتے ۔

۱؎ عرب میں دستور تھا کہ اونٹوں کو ہفتہ میں ایک دو بار پانی پلانے کے لئے گھاٹ یا کنوئیں پر لے جاتے تھے، اس دن فقراء کا وہاں مجمع لگ جاتا تھا، اونٹ والے اونٹنیاں دوھ کر اُن فقراء اور مسافروں کو دودھ پلا دیتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ یہ دودھ پلانا بھی ان اونٹوں کا حق ہے، خیال رہے کہ جانوروں کی زکوۃ تو فرض ہے مگر یہ دودھ پلانا مستحب ہے اور مستحب چھوڑنے پر عذاب نہیں ہوتا لہذا یا تو اس سے مضطر فقراء کو دودھ پلانا مراد ہے جن کی بھوک سے جان نکل رہی ہو یا پہلے یہ فرض تھا اب مستحب ہے جیسے تنگی کے زمانہ یعنے شروع اسلام میں قربانی کا گوشت صرف تین دن رکھنا جائز تھا مرقات نے فرمایا اس جملہ کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پیاسی اونٹنیوں کو نہ دوہو صرف گھاٹ پلانے کے دن پانی پلا کر دوھو یہ بھی خشک سالی کے زمانہ کے احکام میں سے ہے۔ ۲؎ یعنے اس بخیل کی سزا یہ ہوگی کہ اسے ہموار میدان میں اوندھا ڈال کر اس پر اس کے سارے اونٹوں کو گھمایا جائیگا، یہ سب بہت اونچے اور موٹے ہونگے اسے اپنے پاؤں سے روندیں گے۔ ۳؎ یعنے یہ روندنے والے اونٹ لمبی قطار میں نہ ہونگے کہ اس پر یہ قطار ختم ہو کر گذر جائے اور اس کا چھٹکارا ہوجائے بلکہ گول دائرہ کی شکل میں حلقہ باندھے ہونگے، اور آخری اونٹ کے گذرنے پر پھر پہلا اونٹ اس پر آجائیگا، اصل عبارت اس کے برعکس تھی یعنے آخری کا ذکر پہلے تھا اُولیٰ کا بعد میں، جیسا کہ مسلم کی بعض روایات میں ہے، مبالغہ کے لئے آخری کو اُولیٰ فرمادیا گیا یعنے اس طرح لگاتار ہو کر اس پر گھومیں گے کہ گویا پچھلا اونٹ پہلا ہوجائیگا اور پہلا پچھلا، چونکہ اس کا بخل بھی دائمی تھا اس لئے یہ سزا بھی دائمی ہوگی، درمیان میں وقفہ نہ ہوگا کہ اسے کچھ آرام مل جائے۔ ۴؎ ان کا کیا حکم ہے جو شخص بقدر نصاب ان کا مالک ہو پھر ان کی زکوۃ نہ نکالے تو اس کی سزا کیا ہے ۵؎ مِنْهَا میں مِنْ بمعنے اجل یا بمعنے لام ہے یعنے بکریوں کی وجہ سے جو زکوۃ فرض ہوئی وہ ادا نہ کرتا ہو لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ جانور کی زکوۃ میں جانور ہی دیا جائے بلکہ جانور کی قیمت بھی دے سکتے ہیں (مرقات)

قَرْقَرٍ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا شَيْئًا لَيْسَ فِيهَا عَقْصَاءُ وَلَا جَلْحَاءُ وَلَا عَضْبَاءُ تَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرَى سَبِيلُهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ فَالْخَيْلُ قَالَ فَالْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ هِيَ لِرَجُلٍ وِزْرٌ وَهِيَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ وَهِيَ لِرَجُلٍ أَجْرٌ فَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ وِزْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا رِيَاءً وَفَخْرًا وَنِوَاءً عَلَى أَهْلِ الْإِسْلَامِ فَهِيَ لَهُ

میدان میں ڈالا جائیگا ان میں سے کوئی جانور کم نہ ہوگا ان میں نہ تو کوئی ٹیڑھے سینگ والا ہو نہ بلا سینگ والا ہو نہ ٹوٹے سینگ والا[1] یہ اسے اپنے سینگوں سے گھونپیں اور کھروں سے روندیں گے[2] جب بچھلا گزر جائے گا تو پہلا واپس ہوگا یہ اس دن ہوتا رہیگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے حتی کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے[3] تو یہ اپنا راستہ جنت یا دوزخ کی طرف دیکھے عرض کیا گیا یا رسول اللہ تو گھوڑا فرمایا کہ گھوڑے تین طرح کے ہیں[4] ایک کے لیے گھوڑا گناہ ہے دوسرے کے لیے آڑ تیسرے کے لیے ثواب[5] جس کے لیے گھوڑا گناہ ہے وہ تو وہ شخص ہے جو دکھلاوے شیخی اور مسلمانوں کی عداوت کے لیے گھوڑا باندھے اس کے لیے

[1] یعنی اگرچہ دنیا میں اس کی بعض گائے بھینسیں ٹوٹے سینگ والی بھی تھیں اور بعض بالکل بنڈی، مگر قیامت میں سب کے نوکیلے سینگ ہونگے خیال رہے کہ قیامت میں ہر چیز اپنے دنیاوی حالت پر اٹھے گی، رب تعالٰے فرماتا ہے اول خلق نعیدہ پھر بعد میں اُن کے حالات بدلیں گے لہذا یہ جانور دنیا میں جیسے تھے ویسے ہی اٹھیں گے بعد میں سب کو سینگ ملیں گے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔ [2] عربی میں گائے بھینس کے کھر کو ظلف کہتے ہیں جمع اظلاف، اور گھوڑے کی ٹاپ کو سُم یعنی بخیل کے یہ جانور آ سے سینگ بھی گھونپیں گے اور کھروں سے بھی روندیں گے، غرضکہ قربانی کے جانور پر سخی خود سوار ہوگا اور بے زکوٰتے جانور بخیل پر سواری کریں گے، جیسے اچھے معدہ والا جو بقدر ضرورت کھانا کھائے تو وہ کھانے پر سوار ہوتا ہے اور زیادہ کھا جانے والے پر کھانا سوار ہو جاتا ہے جسے یہ اٹھائے پھرتا ہے۔ [3] اس کی شرح پہلے گذر چکی یعنی قیامت کے دن دوران حساب میں تمام مخلوق تو حساب و کتاب دیتی ہوگی۔ مگر یہ بخیل اس عذاب میں مبتلا ہوگا۔ [4] خیال رہے کہ احناف کے نزدیک سائمہ گھوڑوں میں بھی زکوٰۃ فرض ہے شوافع کے ہاں نہیں، لہذا ہمارے ہاں اس جواب کا مقصد یہ ہے کہ گھوڑے میں علاوہ زکوٰۃ کے اور بھی پابندیاں ہیں جو آگے مذکور ہیں یعنی ان میں فقط زکوٰۃ کا سوال نہ کرو بلکہ غیر سائمہ یعنی گھر کھانے والا گھوڑا سواری کے لئے بھی ہو جس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اُس کا بھی یہ حکم ہے، اگر گھوڑے میں زکوٰۃ فرض نہ ہوتی، تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم خچر گدھوں کی طرح یہاں بھی فرمادیتے کہ ان کے متعلق مجھ پر کوئی خاص حکم نہیں آیا۔ لہذا اس حدیث سے شوافع یہ دلیل نہیں پکڑ سکتے کہ گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب بطریق حکیمانہ ہے، جیسے صحابہ کرام نے سوال کیا تھا کہ ہم کیا خیرات کریں تو رب تعالٰے نے جواب دیا فلاں فلاں جگہ خیرات کرو (قرآن کریم) یعنی جواب سوال کے مطابق نہیں بلکہ سائل کے حال کے مطابق ہے۔ [5] یعنی پالتو گھوڑا جو تجارت کے لئے نہ ہو وہ کسی کے لئے ثواب کا باعث ہے کسی کے لئے عذاب کا اور کسی کے لئے نہ ثواب نہ عذاب یا ایک ہی گھوڑا ایک ہی شخص کے لئے اس کی نیت کے

وِزْرٌ وَاَمَّا الَّتِیْ هِیَ لَهٗ سِتْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِیْ ظُهُوْرِهَا وَلَا رِقَابِهَا فَهِیَ لَهٗ سِتْرٌ وَاَمَّا الَّتِیْ هِیَ لَهٗ اَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فِیْ مَرْجٍ وَّرَوْضَةٍ فَمَا اَكَلَتْ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرْجِ اَوِ الرَّوْضَةِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا كُتِبَ لَهٗ عَدَدَ مَا اَكَلَتْ حَسَنَاتٌ وَكُتِبَ لَهٗ عَدَدَ اَرْوَاثِهَا وَاَبْوَالِهَا حَسَنَاتٌ

گناہ ہے۱؎ اور جس کے لئے گھوڑا پردہ ہے وہ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں مسلمانوں کے لئے گھوڑا باندھے۲؎ پھر اس کی پیٹھ میں اللہ کا حق نہ بھولے۳؎ نہ ان کی گردنوں میں۴؎ وہ گھوڑے اس کا پردہ ہیں۵؎ لیکن وہ گھوڑے جو اس کے لئے ثواب ہیں وہ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں مسلمانوں کے لئے کسی چراگاہ یا باغ میں باندھے۶؎ تو وہ گھوڑے اس چراگاہ یا باغ میں کچھ نہیں کھاتے مگر جس قدر کھاتے ہیں اسی قدر اس کے حق میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ان کے لید و پیشاب کے برابر نیکیاں لکھی جاتی ہیں۷؎

اعتبار سے کبھی ثواب ہے کبھی عذاب اور کبھی کچھ نہیں، جیسی نیت ویسا پھل یہی حکم عمارتیں بنانے لمبے لباس پہننے کا ہے۔

۱؎ یعنی جو گھوڑا اس نیت سے رکھے کہ لوگوں پر میری بڑائی ظاہر ہو، دوسرے مسلمان میرے سامنے ذلیل و خوار نظر آئیں، اور اگر کسی مسلمان سے میری لڑائی ہو جائے، تو اس گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے خلاف جنگ کروں، چوری ڈکیتی اسی کے ذریعہ کروں، جیسا کہ عام متکبر حاکم، چوہدری اور چور ڈاکو گھوڑا اسی لئے رکھتے ہیں، ان کے لئے گھوڑا رکھنا سخت عذاب کا باعث ہے۔ ۲؎ یہاں اللہ کی راہ سے مراد جہاد نہیں، وہ تو تیسری قسم میں آئیگا بلکہ اللہ کی راہ سے مراد اپنی دنیاوی ضرورتیں پوری کرنا ہے، کیونکہ مسلمان کا دنیا کمانا بھی سبیل اللہ ہے یا تجارت کیلئے پالنا مراد ہے کہ تجارت بھی سبیل اللہ ہے، دوسرے معنے زیادہ ظاہر ہیں۔ ۳؎ اس طرح کہ ضرورت کے وقت کسی مسلمان بھائی کو چند روز کے لئے عاریۃً گھوڑا دیدے جس سے وہ اپنا کام نکال لے یا کسی کی گھوڑی پر اپنا گھوڑا بلا معاوضہ چھوڑ دے کہ اس میں مسلمان بھائی کا کام نکلتا ہے خیال رہے کہ نر گھوڑے، بیل، بھینسے اور بکرے کا اجرت لے کر مادہ پر چھوڑنا منع ہے، وہ اجرت ناجائز ہے جیسا کہ آئندہ آئیگا۔ ۴؎ گھوڑے کی پیٹھ کا حق تو وہ تھا جو اوپر ذکر ہوا، اس کی گردن کا حق یہ ہے کہ اگر تجارت کے لئے ہو تو اس کی قیمت میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ دے فی سیکڑہ ڈھائی روپے یہ جملہ امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے کہ سائمہ اور تجارتی گھوڑے میں زکوٰۃ ہے جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کی گردن کا حق فرمایا، دوسرے حقوق تو اس کی پیٹھ کے حق میں آگئے تھے، وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ مؤمن پر اس کے گھوڑے اور غلام میں صدقہ نہیں وہاں گھوڑے سے مراد یا تو غازی کا گھوڑا ہے یا وہ گھوڑا جو گھر میں گھاس چارہ کھاتا ہو، اس مسئلہ کی پوری تحقیق لمعات شرح مشکوٰۃ میں ملاحظہ کریں۔ خیال رہے کہ صرف گھوڑوں یا صرف گھوڑیوں میں زکوٰۃ نہیں بلکہ مخلوط میں زکوٰۃ ہے کہ یا تو ہر گھوڑے سے ایک دینار (اشرفی) دیدے یا اس کی قیمت لگا کر ہر سو روپے سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکال دے، چنانچہ حضرت عمر نے عبیدہ رضی اللہ عنہما کو جو خط لکھا تھا، اس میں یہ تھا کہ گھوڑے والوں کو یہ اختیار دو (ہدایہ کفایہ وغیرہ)۔ ۵؎ یعنی آج اس کے اور لوگوں کی حاجت کے درمیان پردہ ہیں کل قیامت میں اس کے اور آگ کے درمیان پردہ ہونگے یہ کلمہ دونوں کو شامل ہے۔ ۶؎ یعنی جہاد کی نیت سے بغرض ثواب گھوڑا پالے، چونکہ جہاد کا نفع مسلمانوں کو پہنچتا ہے اس لئے لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ بھی فرمایا

وَلَا تَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَدَدَ آثَارِهَا وَأَرْوَاثِهَا
حَسَنَاتٍ وَلَا مَرَّ بِهَا صَاحِبُهَا عَلٰى نَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَا يُرِيْدُ أَنْ يَسْقِيَهَا إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ
لَهٗ عَدَدَ مَا شَرِبَتْ حَسَنَاتٍ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْحُمُرُ قَالَ مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحُمُرِ شَيْءٌ
إِلَّا هٰذِهِ الْآيَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ
ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

اور ایسا نہیں ہوتا کہ وہ گھوڑے اپنی رسی توڑ کر ایک دو ٹیلوں پر چڑھ جائیں مگر اللہ ان کے نشان قدم اور لید کی بقدر نیکیاں لکھتا ہے[1] اور اسکا مالک انہیں کسی نہر پر نہیں گزرتا جس سے وہ کچھ پی لیں حالانکہ مالک پلانے کا ارادہ بھی نہ کرتا ہو مگر اللہ انکے پینے کی بقدر نیکیاں لکھتا ہے[2] عرض کیا گیا یارسول اللہ تو گدھے فرمایا گدھوں کے متعلق اس جامع آیت کے سوا کچھ حکم نازل نہ ہوا جو ذرہ بھر نیکی کریگا اسے دیکھے گا اور جو ذرہ بھر برائی کریگا وہ دیکھے گا[3] (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے

گیا، اس سے معلوم ہوا کہ عبادات میں بندگانِ خدا کی خدمت کی نیت کرنا عبادت کو ناقص نہیں کرتا بلکہ اسے کامل تر کر دیتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی صریح آیت سے ثابت ہے۔ عربی میں مرج اس وسیع میدان کو کہتے ہیں جس میں گھاس چارہ وغیرہ بکثرت ہو۔ کیونکہ اس کھانے اور پیشاب و لید وغیرہ سے ان گھوڑوں کی بقا ہے اور جیسے نیکی کے اسباب جمع کرنا عبادت ہے ایسے ہی ان کی حفاظت بھی عبادت ہے۔ نیز یہ چارہ و گھاس مالک نے اپنے مال سے کھلایا اور یہ لید پیشاب اسی چارہ سے بنا، معلوم ہوا کہ نیکی متغیر ہونے کے بعد بھی نیکی ہی رہتی ہے۔

[1] یہ گھوڑے کیل سے بندھے ہوئے جو حرکت کریں یا کھائیں پئیں، وہ تو اس مالک کے لئے نیکیاں ہیں ہی، اگر مالک کے بغیر ارادہ رسی کو توڑا کر بھاگ جائیں اور اس حالت میں زمین پر ان کے قدم پڑیں یا وہ لید پیشاب کریں تب بھی مالک کو ثواب ہے۔ خیال رہے کہ ثواب کے لئے اگرچہ نیت ضروری ہے مگر ہر آن نئی نیت لازم نہیں، مسجد بنانے والا مر بھی جائے تو اُسے قبر میں ثواب پہنچتا رہتا ہے، بنانے کے وقت کی نیت قیامت تک کام آتی ہے، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ خیال رہے کہ لید و پیشاب کا ذکر فرمانے میں اس جانب اشارہ ہے کہ جب آلۂ جہاد یعنی گھوڑوں کی گندی چیزیں بھی ثواب میں شامل ہو جاتی ہیں تو اصل گھوڑے کا کیا پوچھنا اور پھر مالک کے درجہ کا کیا کہنا، گھوڑا صرف مثال کے لئے ہے، اب گولی بارود، بندوق، توپ، ہوائی جہاز اور راکٹ جو جہاد کے لئے ہوں سب کا یہی حکم ہے۔ [2] یعنی یہ سب کام کرتا ہے گھوڑا اور نیکیاں پاتا ہے اس کا مالک، اگرچہ مالک نے ارادہ بھی نہ کیا ہو اس کی وجہ ابھی بیان ہو چکی۔ [3] یعنی گدھوں میں زکوٰۃ واجب نہیں بلکہ ایک قاعدہ کلیہ کے ماتحت ان میں ثواب ہے کہ اگر گدھے، خچر وغیرہ نیک نیتی سے پالے گئے تو ان میں ثواب ہے اور اگر بدنیتی سے پالے گئے تو عذاب، اور اگر دنیوی کاروبار کے لئے ہیں تو نہ ثواب نہ عذاب، چونکہ اس آیت کے الفاظ تھوڑے ہیں اور مضامین و احکام بہت زیادہ، اس لئے اسے جامعہ فرمایا گیا اور چونکہ اس مضمون کی یہ

آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ مَالُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ زَبِيْبَتَانِ يُطَوِّقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِيْ شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ الْاٰيَةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ◆ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُوْنُ لَهٗ اِبِلٌ اَوْ بَقَرٌ اَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّيْ حَقَّهَا اِلَّا اُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْظَمَ مَا يَكُوْنُ وَاَسْمَنَهٗ تَطَاهُ بِاَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهٗ بِقُرُوْنِهَا كُلَّمَا جَازَتْ

اللہ مال دے ۱؎ پھر وہ اس کی زکوٰۃ نہ دے تو اُس کا مال قیامت کے دن اس کے سامنے گنجے سانپ کی شکل میں ہوگا جس کے دو گیسو ہونگے ۲؎ قیامت میں اس کا طوق ہوگا پھر اُس کے دونوں جبڑے پکڑے گا پھر کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر حضور انور نے یہ آیت تلاوت کی جو بخل کرتے ہیں الآیہ ۳؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوذر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں ایسا کوئی شخص نہیں جس کے پاس اونٹ یا گائے یا بکریاں ہوں جن کا حق ادا نہ کرتا ہو ۴؎ مگر وہ جانور قیامت کے دن اتنے بڑے اور موٹے جتنے ہوسکتے ہیں کرکے لائے جائیں گے وہ اپنے کھروں سے اسے روندیں گے اور اپنے سینگ گھونپیں گے جب

ایک ہی بے مثال آیت ہے۔ اس لیے قائدہ فرمایا گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ ہے، گدھوں اور خچروں میں نہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، ہاں اگر گدھے و خچر تجارتی ہیں، تو ان میں زکوٰۃ تجارت ہوگی۔ ۱؎ وہ مال جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور بقدر نصاب جس میں وجوب زکوٰۃ کی ساری شرطیں موجود ہوں جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے، لہذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر مال پر زکوٰۃ واجب ہو۔ ۲؎ جب تیز زہریلے سانپ کی عمر زیادہ ہوجاتی ہے تو اس کے پھن پر قدرتی بال جم جاتے ہیں اور جب بہت زیادہ عمر ہوتی ہے تو اس کا زہر اتنا تیز ہوجاتا ہے کہ اس کی گرمی اور خشکی سے اس کے یہ بال جھڑ جاتے ہیں ایسے سانپ کو اردو زبان میں گنجا سانپ کہتے ہیں اور عربی میں شجاع اقرع۔ ان کی خبیث ترین وہ ہوتا ہے جس کی آنکھوں پر دو کالے داغ ہوتے ہیں اس کے زہر کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اس کی سانس سے گھاس جل جاتی ہے۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ زکوٰۃ کا مال قیامت کے دن اس سانپ کی شکل کا ہوگا، چونکہ یہ بخیل بھی اپنے مال پر سانپ کی طرح بیٹھ گیا تھا کہ کوئی غریب اس کے مال کی ہوا بھی نہ پاسکتا تھا اس لیے آج وہ مال اس کے لیے سانپ بن گیا، حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں دنیا میں بھی مال بشکل سانپ خواب میں نظر آتا ہے، بعض لوگ جب مال دفن کرتے ہیں تو اس میں سونے کا سانپ بناکر بٹھا دیتے ہیں مشہور یہ ہے کہ پھر اس میں قدرتی جان پڑجاتی ہے۔ ۳؎ قیامت کے مختلف حالات ہیں اور اُن کے مختلف حالات کبھی بخیل کا سونا چاندی اور سارا مال اس کے گلے کا سانپ ہوگا اور کبھی اس کا سونا چاندی آگ میں تپایا جائیگا جس سے اس کے پہلو اور پیشانی داغے جائیں گے یا بعض مال سانپ بنے گا اور بعض سے داغ لگے گا لہذا یہ حدیث اور مذکورہ آیت شریف داغ والی احادیث اور آیات کے خلاف نہیں۔ یہ خیال رہے کہ سانپ اس کے جبڑے چبائیگا اور اس میں اپنے زہر کا ڈنک دے گا جس سے اس بخیل کو تکلیف سخت ہوگی مگر جان نہ نکلے گی۔ ۴؎ یہاں حق سے مراد شریعت کا حق فرضی ہے یعنی زکوٰۃ، کیونکہ نفلی حق کے ترک پر عذاب نہیں ہوتا جو کبھی بھی زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کی بھی یہی سزا ہے اور گنڈے دار

أُخْرٰىهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ أُولٰهَا حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ
عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاكُمُ الْمُصَدِّقُ فَلْيَصْدُرْ عَنْكُمْ
وَهُوَ عَنْكُمْ رَاضٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ أَوْفٰى قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ فُلَانٍ فَأَتَاهُ أَبِيْ بِصَدَقَتِهٖ

بھی آخری گذر جائے گا تو پہلا لوٹایا جائیگا حتی کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے ۱ (بخاری و مسلم) روایت ہے حضرت جریر ابن
عبداللہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تمہارے پاس صدقہ وصول کرنے والا آئے ۲ تو وہ تم سے راضی ہو
کر لوٹے ۳ (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ سے ۴ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب
کوئی قوم اپنا صدقہ لاتی ۵ تو آپ فرماتے الٰہی فلاں کی اولاد پر رحمتیں نازل کر ۶ میرے والد اپنا صدقہ لائے

زکوٰۃ دیتا ہو کبھی نہ دی یا پوری نہ نکالی، اس کی بھی یہی سزا کیونکہ یہاں لَا يُؤَدِّيْ مطلق ہے ۔ ۱ اس کی شرح پہلے گذر چکی یہاں اتنا
اور سمجھ لو کہ یہ وہی دنیا کے جانور ہونگے مگر جو دُبلے تھے وہ موٹے ہوکر جو بے سینگ تھے وہ سینگ والے ہوکر اس بخیل پر مسلط ہونگے اور بخیل
کو یہ عذاب دوران حساب میں ہوگا کہ لوگ حساب دے رہے ہونگے اور یہ پڑا ہوا کچلا جارہا ہوگا دوزخ کا عذاب اگر ہوا تو اس کے علاوہ ہوگا۔ اس
حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ قیامت میں جن وانس کی طرح جانور بھی زندہ کئے جائیں گے مگر دوزخ یا جنت میں بھیجے جانے کے نہیں کیونکہ
دوزخ صرف جن وانس کیلئے ہے اور جنت صرف انسانوں کیلئے بلکہ انہیں میں ایک دوسرے کا بدلہ دینے کے لئے فاسق مالکوں کو سزا دینے اور متقی مالکوں کی
خدمت کرنے کے لئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ قربانی کا جانور مالک کی سواری ہوکر اسے پلصراط سے اُتارے گا اس کے بعد یہ جانور مٹی کردیئے جائیں گے۔ دوسرے
یہ کہ اگر ایک جانور چند شخصوں کی ملکیت میں رہا تھا اور وہ سب بخیل تھے تو ان تمام مالکوں کو اپنے قدموں سے روندیں گے اور اگر کوئی جانور پہلے بخیل کی ملکیت
میں رہا پھر دوسرے مالک کے پاس قربانی میں ذبح ہوا تو بخیل کو روندے گا اور اس کے بعد قربانی والے کی سواری بنے گا ۔ ۲ مال ظاہری یعنی جانور
اور پیداوار کی زکوٰۃ سلطان اسلام وصول کرتے اور اسے صحیح مصرف پر خرچ کرتے تھے، یہ زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بہت آدمی ملازم رکھے جاتے تھے انہیں
مصدق بھی کہتے تھے اور عامل بھی۔ سرکار فرماتے ہیں کہ ہمارے یا ہمارے بعد اسلامی عادل بادشاہوں کا زکوٰۃ وصول کرنے والا آدمی تمہارے
پاس آئے ۳ اس طرح کہ تم اس سے خندہ پیشانی سے ملو اور سارا ظاہری مال اسے دکھادو تاکہ وہ آسانی سے حساب
کرکے زکوٰۃ وصول کرے اسے دیکھ کر غمگین نہ ہو، مال چھپانے کی کوشش نہ کرو ٹال مٹول سے کام نہ لو بلکہ باطنی مال
یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ بھی خوشدلی سے دی جائے اور مسکین کو خوش کرکے دی جائے۔ خدا کا شکر کیا جائے کہ اس نے ہمیں
دینے کے قابل کیا نہ کہ لینے کے۔ ۴ یہ دونوں باپ بیٹے صحابی ہیں اور یہ عبداللہ کوفہ کے آخر صحابی ہیں جنہوں نے وہاں وفات پائی ۸۷ھ
۵ ظاہر یہ ہے کہ یہاں صدقہ سے مراد سونے چاندی وغیرہ باطنی مالوں کی زکوٰۃ ہے کیونکہ ظاہری مالوں کی زکوٰۃ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
کا عامل جاکر خود اُن کے گھروں سے لاتا تھا، صحابہ کرام کی عقیدت یہ تھی کہ ہمارے صدقات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست

فَقَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ اَبِىْ اَوْفٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ اِذَا اَتَى الرَّجُلُ النَّبِىَّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَتِهٖ قَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ
بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ عَلَى الصَّدَقَةِ فَقِيْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِيْلٍ وَّخَالِدُ
ابْنُ الْوَلِيْدِ وَالْعَبَّاسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيْلٍ اِلَّا اَنَّهٗ
كَانَ فَقِيْرًا فَاَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَاَمَّا خَالِدٌ فَاِنَّكُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ

تو آپ نے فرمایا الٰہی ابی اوفی کی اولاد پر رحمت کر[1] (مسلم، بخاری) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب کوئی شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا صدقہ لاتا تو آپ فرماتے الٰہی اس پر رحمت کر روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو صدقہ پر عامل بنا کر بھیجا عرض کیا گیا کہ ابن جمیل[2] اور خالد ابن ولید اور عباس نے نہ دیا[3] تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن جمیل تو صرف اس لئے انکار کرتا ہے کہ وہ فقیر تھا اللہ رسول نے اسے غنی کردیا[4] لیکن خالد پر تم زیادتی کرتے ہو انہوں نے تو اپنی زرہیں

مبارک حضرات فرمائیں تاکہ اس صالحہ کی برکت سے رب تعالٰی قبول فرمائے۔ اب بھی مسلمان ایصال ثواب کرتے وقت پہلے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا نام شریف لیتے ہیں اسکی اصل یہ حدیث ہے[1] اَللّٰهُمَّ صَلِّ درود ہے۔ حق یہ ہے کہ غیر نبی پر مستقلًا درود پڑھنا منع ہے حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد فرمانا آپ کی خصوصیات میں سے ہے کیونکہ درود شریف آپ کا حق ہے آپ جس کو چاہیں اپنا حق دیں۔ بعض نے فرمایا یہاں صلوۃ لغوی معنے میں ہے مگر پہلا قول قوی ہے (از مرقات ولمعات) حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا اس آیت پر عمل تھا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ سنت یہ ہے کہ زکوۃ وصول کرنے والا دینے والے کو دعائیں دے اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ زکوۃ دینے والا اس وقت [illegible] دعا کرانا اس صدقہ کا عوض نہ بن جائے دیکھو صحابہ اس وقت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے [illegible] نہیں کہتے تھے مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم دعائیں دیتے تھے، تو وہ ایسے کریم ہیں کہ کھلا کر کے دعا دیتے ہیں شعر

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا　　خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتے کا بھلا ہو

آل حضرت عبداللہ فخریہ طور پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ہیں اور ہمارے والد کو بھی مل چکی ہیں بعض نے فرمایا کہ یہاں لفظ آل زائد ہے مگر حق یہ ہے کہ آل اپنے معنی ہی میں ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم صرف ان لوگوں ہی کو نہیں بلکہ ان کے بال بچوں سارے گھر والوں کو بھی دعائیں دیتے تھے[2] مصنف نے فصل صحابہ میں فرمایا کہ ابن جمیل کا ذکر صرف کتاب الزکوۃ میں آیا اس کے نام کا پتہ نہیں، فتح الباری میں ہے کہ اس کا نام عبداللہ یا حمید تھا یہ پہلے [illegible] تھا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مالداری کی دعا کرائی پھر مالدار ہو کر منافق ہو گیا اور زکوۃ کا انکار کرنے لگا اسی کے بارے میں یہ آیت کریمہ آئی وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ یہ شخص [illegible] میں منافقت پر ہی فوت ہوا خیال رہے کہ ابن جمیل نے صراحۃً زکوۃ کا انکار نہ کیا تھا ورنہ مرتد اور واجب القتل ہو جاتا بلکہ حیلے بہانے بنائے جس سے اس کی کنجوسی ظاہر ہو رہی تھی[3] ابن جمیل نے تو بلا وجہ اور دو بزرگوں نے کسی

أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَأَمَّا الْعَبَّاسُ فَهِيَ عَلَيَّ وَمِثْلُهَا مَعَهَا ثُمَّ قَالَ يَا عُمَرُ
أَمَا شَعَرْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ
قَالَ اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنَ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ ابْنُ اللُّتْبِيَّةِ عَلَى
الصَّدَقَةِ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا أُهْدِيَ لِي فَخَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اللہ کی راہ میں وقف کردیں ۱؎ رہے عباس تو ان کی زکوۃ مجھ پر ہے اتنی اور میرے ذمہ ہے ۲؎ پھر فرمایا اے عمر کیا تمہیں خبر نہیں کہ انسان کا چچا اس کے باپ کے برابر ہوتا ہے ۳؎ (مسلم،بخاری) روایت ہے حضرت ابوحمید ساعدی سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ازد کے ایک شخص کو جنہیں ابن لتبیہ کہا جاتا تھا صدقہ پر عامل بنایا ۴؎ جب وہ واپس ہوئے تو بولے یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ۵؎ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا

مفت خوری ہے اس سے معلوم ہوا کہ حاکم یا استاد سے رعایا یا شاگردوں کی پس پشت شکایت کرنا جائز ہے یہ غیبت نہیں بلکہ اصلاح ہے ۲؎ یعنی جمیل کا زکوۃ نہ دینا محض کفران نعمت کی بنا پر ہے کسی مجبوری کی بناء پر نہیں اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے دلوں کا حال جانتے ہیں، دیکھو یہاں بظاہر تینوں صاحبوں سے ایک فعل واقع ہوا مگر بات صرف ایک پر کی گئی جس کے دل میں کھوٹ تھا، دوسرے یہ کہ یہ کہہ سکتے ہیں اللہ رسول غنی کرتے ہیں اللہ رسول دونوں جہان کی نعمتیں بخشتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ اور فرماتا ہے اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ شرک کہنے والے ان آیات و احادیث میں غور کریں ۔ ۳؎ یعنی خالد تو ایسے سخی ہیں کہ انہوں نے نفلی طور پر اپنا مال جنگ تک وقف کردیا ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ زکوۃ فرضی ادا نہ کریں، ان پر زکوۃ فرض ہوگی ہی نہیں تم نے غلطی سے ان سے مطالبہ کیا، یا یہ مطلب کہ انہوں نے اپنا سب کچھ حتی کہ سامان جنگ بھی وقف کردیا اور مال وقف میں زکوۃ نہیں ہوتی، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ کچھ وقف کردینے سے نصاب کی زکوۃ کیسے معاف ہوگئی ۔ اس جملے سے معلوم ہوا کہ منقول چیزوں کا وقف مطلقًا جائز ہے یہی امام محمد کا قول ہے شیخین کے نزدیک منقول چیز غیر منقول کے تابع ہو کر وقف ہوسکتی ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ واقف کا موقوف کو اپنے قبضہ میں رکھنا درست ہے جیسے بعض واقفین اپنی زندگی بھر تولیت اپنے لئے مقرر کرلیتے ہیں ۔ ۴؎ اس جملہ کی تفسیر میں بہت قول ہیں بعض نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دو سال کی زکوۃ پیشگی وصول فرما چکے تھے، بعض نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان سے وصول کرلیں گے ہم اس کے ضامن ہیں مگر یہ تفسیریں جملہ کے موافق نہیں، ظاہر یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زکوۃ اپنے ذمہ لی اور فرمایا ان سے مت مانگو ان کی زکوۃ ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اتنا ہی صدقہ نفلی ان کی طرف سے ہم ادا کریں گے، اس سے معلوم ہوا کہ مالی عبادتوں میں نیابت جاری ہے یعنی ایک دوسرے کی طرف سے ادا کرسکتے ہیں حضرت عباس حضور علیہ السلام کے احسانات کے پہلے ہی عادی تھے، نیز حق یہ ہے کہ حضور انور ہی ان کی زکوۃ ادا کریں گے ۔ ۵؎ لہذا حضرت عباس جو میرے چچا ہیں وہ میرے والد حضرت عبداللہ کی مثل ہیں اس لئے مجھ پر ان کی خدمت لازم ہے ان کی زکوۃ ادا کرنا یہ بھی ان کی خدمت ہے، اور اے عمر تم ان پر نہ تقاضا کرنا نہ طعن بلکہ میرے اس رشتہ کی وجہ سے ان کا ہمیشہ ادب کرنا لازم ہے ۔ ۵؎

وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّىْ اَسْتَعْمِلُ رِجَالًا مِّنْكُمْ عَلٰى اُمُوْرٍ مِّمَّا وَلَّانِيَ اللّٰهُ فَيَاْتِيْ اَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذِهٖ هَدِيَّةٌ اُهْدِيَتْ لِيْ فَهَلَّا جَلَسَ فِيْ بَيْتِ اَبِيْهِ اَوْ بَيْتِ اُمِّهٖ فَيَنْظُرَ اَيُهْدٰى لَهٗ اَمْ لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يَاْخُذُ اَحَدٌ مِّنْهُ شَيْئًا اِلَّا جَاءَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَحْمِلُهٗ عَلٰى رَقَبَتِهٖ اِنْ كَانَ بَعِيْرًا لَّهٗ رُغَاءٌ اَوْ بَقَرًا لَّهٗ خُوَارٌ اَوْ شَاةً تَيْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رَاَيْنَا عُفْرَةَ اِبْطَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ

اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا حمد و ثنا کے بعد سنو کہ ہم تم میں سے بعض کو ان چیزوں پر عامل بناتے ہیں جن کا اللہ نے ہمیں والی بنایا ۱؎ تو ان میں سے بعض آکر کہتے ہیں کہ یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ نذرانہ دیا گیا تو وہ اپنے باپ یا ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھ رہا پھر دیکھتا کہ اسے نذرانہ ملتا ہے یا نہیں ۲؎ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کوئی شخص اس میں سے کچھ نہ لے گا مگر قیامت کے دن اسے اپنی گردن پر اٹھا کر لائیگا ۳؎ اگر اونٹ ہے تو وہ بلبلاتا ہوگا یا گائے ہے تو وہ ڈکارتی ہوگی یا بکری کہ ممیاتی ہوگی ۴؎ پھر حضور نے اپنے ہاتھ اٹھائے حتی کہ ہم نے حضور کی بغلوں کی سفیدی دیکھی پھر عرض کیا الٰہی کیا میں نے تبلیغ کر دی

خیال رہے کہ صنو ایک جڑ کے دو دو تنوں کو کہتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ، چونکہ چچا اور والد دادا کی اولاد ہوتے ہیں اس لئے اس [illegible] سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صنو فرمایا۔ ۴؎ ان صاحب کا نام عبداللہ ہے قبیلہ بنی لتب سے ہیں جو قحطان کا مشہور قبیلہ ہے (مرقات و لمعات)۔ ۵؎ یعنی ان کے پاس وصول کردہ زکوۃ علیحدہ مال تھا جو زکوۃ دینے والوں نے انہیں بطور ہدیہ علاوہ زکوۃ دیا تھا، یہ ان صحابی کی انتہائی دیانتداری ہے کہ اس ہدیہ کو گھر نہ رکھ گئے سب کچھ بارگاہ شریف میں پیش کر دیا اور اصل واقعہ بیان کر دیا۔

۱؎ یعنی صدقات زکوۃ وصول کرنا ہمارے ذمہ ہے تم لوگ ہمارے نائب ہو کر جاتے ہو اور ہمیں تو صدقہ دینے والوں سے ہدیہ لینا منع ہے تو تمہیں کیسے جائز ہوگا۔

۲؎ یعنی یہ نذرانہ نہیں ہے بلکہ رشوت ہے کہ اس کے دینے والے نے خیال کیا کہ آئندہ اصل زکوۃ سے کچھ کم کرانے کی کوشش کریگا، نیز جب اس کام کی اجرت ہم دیتے ہیں تو ہدیہ کیا چیز ہے، فقہاء فرماتے ہیں کہ حکام کے نذرانے اور عامل کو ملنے والے تحفے رشوت ہیں، ہاں حاکم عام دعوت ولیمہ وغیرہ کھا سکتا ہے نیز جو نذرانے، ہدیہ اور ڈالیاں اس کے حاکم بننے کے بعد شروع ہوں وہ سب رشوتیں ہیں، ہاں جن لوگوں کے ساتھ اس کا پہلے ہی سے لین دین ہو اور اس کے معزول ہونے کے بعد بھی وہی لین دین رہے وہ رشوت نہیں، جیسے عزیز رشتہ داروں کی باہمی نیوتہ بہاجی وغیرہ ان مسائل کی اصل یہ حدیث ہے۔

۳؎ یعنی جو عامل زکوۃ میں چوری یا خیانت کرے یا زکوۃ دینے والوں سے رشوت وصول کرے خواہ بلاواسطہ یا بالواسطہ کسی طرح بھی خفیۃً و علانیۃً کچھ بھی لے لفظ مِنْهُ ان سب کو شامل ہے (مرقات) خیال رہے کہ یہاں زکوۃ کی چوری ہی مراد نہیں کیونکہ ان صاحب نے کوئی چوری نہ کی تھی۔ خیال رہے کہ یہاں تو گردن کے اٹھانے کا ذکر ہے مگر قرآن شریف میں پیٹھوں پر لادنے کا ارشاد ہوا وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ کیونکہ آیت میں کفار کا ذکر ہے اور یہاں گنہگار مسلمان کا چونکہ کفار کے گناہ زیادہ اور بھاری ہونگے اس لئے وہ پیٹھوں پر لادینگے اور مسلمان گنہگاروں کے گناہ ان سے کم اور

اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ قَالَ الْخَطَّابِيُّ وَفِي قَوْلِهٖ هَلَّا جَلَسَ فِي بَيْتِ اُمِّهٖ اَوْ اَبِيْهِ فَيَنْظُرَ اَيُهْدٰى اِلَيْهِ اَمْ لَا دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ كُلَّ اَمْرٍ يُتَذَرَّعُ بِهٖ اِلَى الْمَحْظُوْرِ فَهُوَ مَحْظُوْرٌ وَكُلُّ دَخِيْلٍ فِي الْعُقُوْدِ يُنْظَرُ هَلْ يَكُوْنُ حُكْمُهٗ عِنْدَ الْاِنْفِرَادِ كَحُكْمِهٖ عِنْدَ الْاِقْتِرَانِ اَمْ لَا هٰكَذَا فِي شَرْحِ السُّنَّةِ ۔ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ عُمَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اے مولیٰ کیا میں نے تبلیغ کردی ۱؎ مسلم، بخاری ۲؎ خطابی نے فرمایا کہ حضور انور کے اس فرمان میں کہ وہ اپنی ماں کے گھر یا باپ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھ رہا کہ دیکھتا کیا اسے ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں اس کی دلیل ہے کہ جسے ممنوع کام کا ذریعہ بنایا جائے وہ بھی ممنوع ہے ۳؎ اور جو چیز عقدوں میں داخل ہو اس میں غور کیا جائے کہ آیا اس کا علیحدہ کا حکم دوسرے سے ملنے کے حکم کی طرح ہے یا نہیں ۴؎ شرح سنہ میں یوں ہی ہے۔ روایت ہے حضرت عدی ابن عمیرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

کے جلد گے وہ اسے گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ پیٹھ کی انتہا گردن ہے لہذا گردن پر اٹھانا گویا پیٹھ پر ہی اٹھانا ہے مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے ۲؎ یعنی اگر خیانت یا رشوت اونٹ گائے بکری یا کوئی اور جانور بھی لیا ہوگا تو اسے بھی اپنی گردن پر اٹھائے پھرے گا وہ بولتے ہوں گے جن کی بولی آوازوں کی وجہ سے سارے میں بدنام بھی ہوگا۔ معلوم ہوا کہ نیکیوں پر قیامت میں انسان سوار ہوگا، اور برائیاں انسان پر سوار ہوں گی۔ خیال رہے کہ اللہ تعالٰی قیامت میں مسلمانوں کی مغفرت کرے گا، نہ گنہگاروں کی ستاری فرمائے گا مگر جو بے غیرت دنیا میں علانیہ گناہ کریں، اور ان پر فخر بھی کریں وہ رسوا کئے جائیں گے، لہذا یہ حدیث عیب پوشی کی احادیث کے خلاف نہیں۔ ۳؎ سبحان اللہ کیا پاکیزہ عرض و معروض ہے۔ رب تعالٰی سے کہہ رہے ہیں بندوں کو سنا رہے ہیں کہ میں اپنے فرض تبلیغ سے فارغ ہوچکا اب کسی مجرم کو یہ عذر نہ ہوگا کہ مجھے خبر نہ تھی تاقیامت ہر مسلمان پر بقدر ضرورت دینی مسائل سیکھنا فرض ہیں اب اگر کوئی خود نہ سیکھے اور بے خبر رہے تو اس کا اپنا قصور ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوتاہی نہیں ہے ۴؎ یعنی جو کام بذات خود تو اچھا ہو مگر اس کے ذریعہ سے حرام کا ارتکاب کیا جائے، تو یہ اچھا کام بھی حرام ہوجائے گا، کیونکہ عامل بن کر جانا یہ حاکم بننا اچھا کام ہے لیکن اگر رشوتیں لینے کے لیے کیا جائے تو حرام ہوگا، جیسے کسی غریب کو قرض دینا نیکی ہے، یا ضرورۃً کسی مقروض کی کوئی چیز رہن رکھ لینا اور کرایہ لینا بھلائی ہے، لیکن اگر قرض پر سود یا رہن سے نفع جیسے مکان سے نفع لیا جائے، تو یہ قرض بھی حرام ہوجائے گا ۵؎ یعنی جو عقد علیحدہ رہ کر حرام ہوگا وہ حلال سے مل کر بھی حرام ہوگا، اور جو علیحدہ ہو کر حلال ہوگا، وہ حلال سے مل کر بھی حلال رہے گا، یہ قاعدہ ان لوگوں کے نزدیک ہے جو شرعی حیلے ناجائز کہتے ہیں، مگر ہمارے ہاں ضرورۃً شرعی حیلے جائز ہیں، لہذا ہمارے ہاں یہ قاعدہ کلیہ نہیں، ہماری دلیل وہ حدیث ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ردی کھجوریں زیادہ دے کر کھری کھجوریں کم لیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ سود ہوگیا، تمہیں چاہیے تھا کہ یہ ردی کھجوریں روپیہ کے عوض بیچتے، پھر اس روپیہ کے عوض خرید لیتے کھری کھجوریں یہ لینے دیکھو حرام سے بچنے کا یہ حیلہ ہے، غرضکہ ناجائز عقد جائز عقد سے مل کر کبھی تو خود جائز بن جاتا ہے اور کبھی جائز کو ناجائز کردیتا ہے یہ قاعدہ خوب یاد رکھا جائے، ناپاک پانی پاک پانی میں مل کر کبھی خود پاک ہوجاتا ہے جیسے تالاب میں ڈالا جائے، اور کبھی اسے بھی ناپاک کردیتا ہے جیسے کنویں میں

اللہ علیہ وسلم من استعملناہ منکم علی عمل فکتمنا مخیطا فما فوقہ کان غلولا
یاتی بہ یوم القیمۃ رواہ مسلم۔ الفصل الثانی عن ابن عباس قال لما
نزلت ہذہ الایۃ والذین یکنزون الذہب والفضۃ کبر ذلک علی المسلمین
فقال عمر انا افرج عنکم فانطلق فقال یا نبی اللہ انہ کبر علی اصحابک ہذہ
الایۃ فقال ان اللہ لم یفرض الزکوۃ الا لیطیب ما بقی من اموالکم وانما فرض
المواریث وذکر کلمۃ لتکون لمن بعدکم فقال فکبر عمر ثم قال لہ الا اخبرک

علیہ وسلم نے کہ تم میں سے جسے کسی کام پر عامل بنائیں پھر وہ ہم سے سوئی یا اس سے زیادہ چھپالے تو یہ بھی خیانت ہے جسے وہ قیامت کے دن لائیگا ۱؎ (مسلم)
دوسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری کہ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں الآیہ تو مسلمانوں پر بہت بھاری پڑا ۲؎ تو حضرت
عمر بولے کہ تمہاری اس تنگی کو میں کھولتا ہوں ۳؎ آپ چلے عرض کیا یا نبی اللہ یہ آیت حضور کے صحابہ پر بھاری ہے حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے
زکوٰۃ اس لیے فرض فرمائی کہ تمہارے باقی مال کو پاک کردے ۴؎ اور میراثیں اسی لیے فرض فرمائیں اور کچھ کلام کیا تاکہ وہ پاک مال تمہارے
بعد والوں کا ہو ۵؎ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے تکبیر کہی ۶؎ پھر حضور نے فرمایا کہ کیا میں

۱؎ یعنی خیانت چھوٹی ہو یا بڑی قیامت میں سزا اور رسوائی کا باعث ہے خصوصًا جو خیانت زکوٰۃ وغیرہ میں کی جائے، کیونکہ یہ خیانت بھی خیانت ہے اور اس میں اللہ کا حق مارنا ہے اور فقیروں کو ان کے حق سے محروم کرنا، رب تعالٰی فرماتا ہے "ومن یغلل یات بما غل یوم القیمۃ" خیال رہے کہ "فما فوقہ" سے مراد یا سوئی سے کم چیز ہے یا سوئی سے زیادہ۔ ۲؎ کیونکہ مسلمانوں نے کنز کے لغوی معنی مراد لیے یعنی مطلقًا جمع کرنا اور یہ سمجھے کہ سونے چاندی کو جمع کرنا بہرحال حرام ہے اور قیامت کے دن داغ کا باعث ہے حالانکہ بغیر کچھ جمع کئے دنیوی کاروبار نہیں چل سکتے ۳؎ یعنی یہ تنگی ظاہری ہے حقیقی نہیں ہوسکتی کیونکہ اسلام آسان دین ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین، اور قرآن کریم میانہ روی سکھانے والی کتاب ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس دین میں مال جمع کرنا مطلقًا حرام ہو جائے، پھر جہاد کیسے ہوسکے اور زکوٰۃ کس چیز کی دی جائے گی، ہماری سمجھ میں غلطی ہے ۴؎ یعنی یہاں کنز کے اصطلاحی معنی مراد ہیں کہ مال جمع کرکے اس سے اللہ کے حق نہ نکالنا فقراء کے حقوق ادا نہ کرنا، خیال رہے کہ زکوٰۃ نکالنے سے مال ایسا ہی پاک ہوجاتا ہے جیسے جانور کا خون نکل جانے سے گوشت یا کیلے اور آم وغیرہ کا چھلکا علیحدہ کردینے سے مغز کھانے کے قابل ہوجاتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے "خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم وتزکیہم بہا"۔ ۵؎ یعنی اگر مال جمع کرنا مطلقًا حرام ہوتا تو اس میں سے زکوٰۃ کیوں دی جاتی، اور مالک کے مرنے کے بعد بطور وراثت دوسروں کو کیسے ملتا، ان احکام سے معلوم ہو رہا ہے کہ مال کا جمع کرنا منع نہیں بلکہ عبادت ہے، کیونکہ بہت سی عبادتوں کا موقوف علیہ ہے، اور عبادت کا موقوف علیہ بھی عبادت ہوتا ہے، زکوٰۃ جب ادا ہو جب سال بھر مال مالک کے پاس جمع رہے، اور میراث جب بٹے جب مرتے وقت تک مال مالک کے پاس جمع رہے، خیال رہے کہ وذکر کلمۃ راوی کا

بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَإِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ وَإِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيْكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَأْتِيْكُمْ رُكَيْبٌ مُبْغَضُوْنَ فَإِذَا جَاءُوْكُمْ فَرَحِّبُوْا بِهِمْ وَخَلُّوْا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَبْتَغُوْنَ فَإِنْ عَدَلُوْا فَلِأَنْفُسِهِمْ وَإِنْ ظَلَمُوْا فَعَلَيْهِمْ وَأَرْضُوْهُمْ فَإِنَّ تَمَامَ زَكٰوتِكُمْ رِضَاهُمْ وَلْيَدْعُوْا لَكُمْ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ۔ وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ

تمہیں وہ بہترین چیز بتاؤں جو آدمی جمع کرے وہ اچھی بیوی ہے کہ جب اُسے دیکھے تو اسے خوش کرے اور جب اسے حکم دے تو وہ فرماں برداری کرے اور جب مرد غائب ہو تو اس کی حفاظت کرے ۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جابر ابن عتیک سے ۲؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس غیر پسندیدہ سوار آیا کریں گے ۳؎ تو وہ جب آئیں تم انہیں خوش آمدید کہو اور جو وہ چاہتے ہوں اُن کے سامنے حاضر کردو ۴؎ پھر اگر وہ انصاف کریں تو اس میں اُن کا فائدہ ہے اور اگر ظلم کریں تو انہیں ضرر ہے تمہاری زکوٰۃ کی تکمیل اُن کا راضی ہونا ہے چاہیے کہ وہ تمہیں دعائیں دیں ۵؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ کچھ

۱؎ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ اور بھی فرمایا جو مجھے یاد نہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ دولت والوں کی لے لے گئے یعنی مسئلہ حل ہوجانے پر جناب فاروق اعظم کو خوشی ہوئی اور خوشی میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا، اس سے معلوم ہوا کہ دینی مسئلہ معلوم ہونے پر خوش ہونا اور خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ لگانا سنت صحابہ ہے۔ ۲؎ یعنی اے عمر اگرچہ مال جمع کرنا جائز ہے، مگر تم لوگ اسے اپنا اصل مقصود نہ بنالو، اس سے بھی بہتر مسلمان کے لئے نیک بیوی ہے کہ صورت بھی اچھی ہو اور سیرت بھی کہ اس کے نفعے مال سے زیادہ ہیں، کیونکہ سونا چاندی اپنی ملک سے نکل کر نفع دیتے ہیں، اور نیک بیوی اپنے پاس رہ کر نفع دے، سونا چاندی ایک بار نفع دیتے ہیں اور بیوی کا نفع قیامت تک رہتا ہے مثلاً رب تعالٰے اس سے کوئی نیک بیٹا بخشے جو زندگی میں باپ کا وزیر بنے اور بعد موت اس کا خلیفہ، حدیث شریف میں ہے کہ نکاح سے مرد کا دو تہائی دین مکمل و محفوظ ہوجاتا ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ نیک عورت کا چہرہ جمال الٰہی کا آئینہ ہوتا ہے اور اس کی نیک خصلت صفات الٰہی کا مظہر ہوتی ہے، سبحان اللہ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان کتنا جامع ہے عورت کی سیرت دو کلموں میں بیان فرمادی کہ جب خاوند گھر میں موجود ہو تو اس کی ہر جائز بات مانے اور جب غائب ہو یعنی سفر میں ہو یا مرجائے تو اس کے مال، عزت و آبرو کی حفاظت کرے یعنی امانت دار ہو۔ ۲؎ آپ انصاری ہیں مشہور صحابی ہیں، آپ کے جنگ بدر کی شرکت میں اختلاف ہے باقی سارے غزووں میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے، عمر شریف ۹۱ سال ہوئی، ۶۱ھ میں وفات پائی۔ ۳؎ یعنی آئندہ زمانہ میں کچھ سخت دل اور بداخلاق حکام بھی ہوں گے، تم ان کی بداخلاقی کی بنا پر زکوٰۃ کے انکاری نہ ہوجانا کہ تمہاری زکوٰۃ اللہ کے لئے ہے نہ کہ ان کے لئے بلکہ انہیں دیکھ کر خوش ہونا کہ ان کے ذریعہ تمہارا فریضہ ادا ہوگا، بعض دیندار غنی زکوٰۃ دیتے وقت فقیر کا احسان مانتے ہیں کہ اس کے ذریعہ ہمارا فرض ادا ہوا۔ ۴؎ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ خواہ مخواہ ظلم کریں کہ زکوٰۃ سے زیادہ لیں یا زکوٰۃ کے ساتھ رشوت مانگیں اور تم دے دو کیونکہ ظلم پر امداد بھی ظلم ہے بلکہ

نَاسٌ يَعْنِي مِنَ الْاَعْرَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّ نَاسًا مِّنَ الْمُصَدِّقِيْنَ يَأْتُوْنَا فَيَظْلِمُوْنَا فَقَالَ اَرْضُوْا مُصَدِّقِيْكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنْ ظَلَمُوْنَا قَالَ اَرْضُوْا مُصَدِّقِيْكُمْ وَاِنْ ظُلِمْتُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ۞ وَعَنْ بَشِيْرِ بْنِ الْخَصَاصِيَّةِ قَالَ قُلْنَا اِنَّ اَهْلَ الصَّدَقَةِ يَعْتَدُوْنَ عَلَيْنَا اَفَنَكْتُمُ مِنْ اَمْوَالِنَا بِقَدْرِ مَا يَعْتَدُوْنَ قَالَ لَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ۞ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دیہاتی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے بولے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے ہمارے پاس آتے ہیں تو ہم پر ظلم کرتے ہیں حضور نے فرمایا کہ اپنے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو راضی کرو وہ بولے یارسول اللہ اگرچہ وہ ہم پر ظلم کریں فرمایا انہیں راضی کرو اگرچہ تم ظلم کئے جاؤ[1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت بشیر ابن خصاصیہ سے[2] فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے ہم پر زیادتی کرتے ہیں تو کیا ہم ان کی زیادتی کی بقدر اپنے مال چھپالیا کریں فرمایا نہیں[3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

مطلب یہ ہے کہ اگر ان کا کوئی عمل تمہیں ظلم معلوم ہو مگر واقعہ میں ظلم نہ ہو، تو تم اپنی رائے پر عمل نہ کرو ان کے حکم پر عمل کرو مثلاً زکوٰۃ میں درمیانہ جانور لینا چاہیئے، ایک جانور کو تم اعلےٰ سمجھتے ہو وہ درمیانہ، یا پیداوار کا سواں حصہ دینا چاہیئے، تم ایک ڈھیر کو سو من سمجھتے ہو تو وہ سوا سو من ہے تو تم ان کی بات مان لو، اب اگر واقعی وہ زیادہ لے گئے ہیں، تو اس کے جواب دہ وہ ہوں گے نہ کہ تم یا یہ کلام بطریق مبالغہ ہے کہ فرض کرو کہ واقعہ میں وہ ظالم بھی ہوں تو بھی تم اُن کا مقابلہ نہ کرو کہ اس میں سلطانِ اسلام کی بغاوت ہوگی، جس کے دبانے کے لئے وہ قوت خرچ کریگا جس سے کشت و خون و فساد ہوگا بلکہ ان کے ظلم کی شکایت بادشاہ سے کرو اور ان کے خلاف قانونی کاروائی کرو لہذا حدیث بالکل ظاہر ہے، اس میں ظلم کی اجازت نہیں دی گئی اگرچہ پہلے معنے راجح ہیں، کیونکہ ان سے دعا لینے کا حکم دیا گیا، ظالم سے دعا کب لی جاتی ہے ۔

[1] اس کی شرح پہلے گزر چکی یہ بدوی حضرات شرعی مسائل سے پورے واقف نہ تھے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے عامل جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقرر ہوتے تھے وہ قریباً تمام مسائل سے خصوصًا زکوٰۃ کے مسائل سے پورے خبردار ہوتے تھے، یہ دیہاتی حضرات اپنی کم علمی کی وجہ سے سمجھتے تھے کہ عاملین ہم پر زیادتی کر رہے ہیں، اس لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگرچہ تم ان کے جائز عمل کو ظلم ہی سمجھتے ہو مگر ان کی بات مان لو احسان کرکے پرعمل کرو، انہیں راضی کرکے واپس کرو کیونکہ میرے صحابہ ظالم نہیں ہو سکتے، وہ میرے صحبت یافتہ و تعلیم یافتہ ہیں اور شہادتِ قرآن کریم وہ سب عادل ہیں، لہذا اس حدیث میں نہ تو حکام کو ظلم کی اجازت ہے اور نہ اس سے صحابہ کا ظالم و فاسق ہونا ثابت ہوسکتا ہے، خیال رہے کہ جو کسی صحابی کو ظالم مانے وہ چیونٹی سے بھی زیادہ بے وقوف ہے، قرآن کریم فرماتا ہے کہ چیونٹی نے اپنی بہنوں کو لشکر سلیمانی سے خبردار کرتے ہوئے یہ کہا لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ یعنے ایسا نہ ہو کہ تم لشکر سلیمانی یعنے حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابہ کے پاؤں تلے روندی جاؤ اور انہیں خبر نہ ہو مطلب یہ ہے کہ وہ حضرات جان بوجھ کر چیونٹی کچلیں ہیں

اَلْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلٰى بَيْتِهٖ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ إِلَّا فِيْ دُوْرِهِمْ رَوَاهُ أَبُوْ دَاؤُدَ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَفَادَ

زکوٰۃ کا سچا عامل اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے حتی کہ اپنے گھر واپس آجائے۱؎ (ابوداؤد،ترمذی) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی۲؎ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا نہ مال ایک جگہ کھینچنا جائز ہے نہ دور لے جانا لوگوں کے صدقات ان کے گھروں میں ہی لیے جائیں۳؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مال کمائے

بچائے صحابہ کرام کی آپس کی جنگیں دَمُّہُمْ لَا نَشْغَلُ مِنْہُ کے ماتحت ہوئیں، دیکھو یہاں حضور علیہ السلام نے ان لوگوں سے ظلم کی تفصیل نہ پوچھی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ وہ ظلم کرتے ہی نہیں۔ ۲؎ آپ کے والد کا نام سعد یا یزید ہے، ان کی کنیت ابو امیہ ہے، اسمٰعیل کی ماں کا نام تھا کیونکہ وہ قبیلہ خاص کی تھیں جو خاندان ازد کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ ۳؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عاملوں کی شکایت کرنے والوں کا منشا یہ تھا کہ انہیں کچھ نصاب چھپا لینے اور زکوٰۃ پوری ادا نہ کرنے کی اجازت دے دی جائے، اور اگر اجازت دے دی جاتی تو یہ سلسلہ ایسا بڑھ جاتا کہ دنیا سے زکوٰۃ ہی مٹ کر رہ جاتی، اس لیے فرمایا گیا چھپا دو، اگرچہ زیادہ مانگیں، قرآن سے مسئلہ شرعی پوچھتا یا غیر قرآن کے خلاف قانونی کارروائی کرو۔

۱؎ یعنی جیسے مجاہد جب تک آئے ہر حال میں عبادت کا ثواب پاتا ہے، ایسے ہی انصاف والا عامل ہر حال میں ثواب پائیگا، کیونکہ مجاہد اسلام کے پھیلانے کا ذریعہ ہے، اور یہ عامل اسلامی قانون پھیلانے، مالداروں کو ان کے فریضہ سے فارغ کرنے اور فقراء کو ان کا حق دلانے کا ذریعہ، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نیت خیر ہو تو دینی خدمت پر تنخواہ لینے کی وجہ سے اس کا ثواب کم نہیں ہوتا، دیکھو ان عاملوں کو پوری اجرت دی جاتی تھی مگر ساتھ ہی یہ ثواب بھی تھا چنانچہ مجاہد کو غنیمت بھی ملتی ہے اور ثواب بھی، حضرات خلفائے راشدین سوا حضرت عثمان غنی کے سب نے خلافت پر تنخواہیں لیں، مگر ثواب کسی کا کم نہیں ہوا، ایسے ہی وہ علماء یا امام و مؤذن جو تنخواہ لے کر تعلیم، اذان، امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں اگر ان کی نیت خدمت دین کی ہے تو ان شاء اللہ ثواب بھی ضرور پائیں گے۔ ہم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ شرعی مسئلہ بتانے کی اجرت لینا حرام ہے مگر فتوے لکھنے کی اجرت لینا جائز، رب تعالٰی فرماتا ہے "لَا یُضَآرَّ کَاتِبٌ وَّلَا شَہِیْدٌ"۔ ۲؎ خیال رہے کہ عمرو ابن شعیب کی اسناد والی احادیث مسلم بخاری نے ہرگز نہ لیں کیونکہ یہ ہر جگہ اسی طرح اسناد کرتے ہیں، حالانکہ ان کی ملاقات اپنے دادا محمد ابن عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے نہیں، اور نہ ان محمد کی ملاقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، لہذا یہ اسناد منقطع ہے متصل نہیں، یہ بحث پہلے بھی ہو چکی ہے (مرقات)۔ ۳؎ یعنی نہ تو عامل کو یہ جائز ہے کہ ایک جگہ بیٹھ جائے اور لوگوں سے کہے اپنے اپنے مال جانور وغیرہ یہاں لاکر مجھے دکھاؤ اور حساب سے زکوٰۃ دو، کیونکہ اس میں مال والوں کو سخت دشواری ہوگی اور نہ مال والوں کو یہ جائز کہ اپنے جانور وغیرہ بکھیر دیں دور دور بھیج دیں کہ عامل انہیں گننے کے لیے دوڑا پھرے کہ اس میں عامل کو بہت تکلیف ہے بلکہ عامل لوگوں کے مویشیوں اصطبلوں وغیرہ

مَالًا فَلَا زَكٰوةَ فِيْهِ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَذَكَرَ جَمَاعَةً اَنَّهُمْ وَقَفُوْهُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ الْعَبَّاسَ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ تَعْجِيْلِ صَدَقَتِهٖ قَبْلَ اَنْ تَحِلَّ فَرَخَّصَ لَهٗ فِيْ ذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ اَلَا مَنْ وَلِيَ يَتِيْمًا لَهٗ مَالٌ فَلْيَتَّجِرْ فِيْهِ وَلَا يَتْرُكْهُ حَتّٰى تَاْكُلَهُ الصَّدَقَةُ

تو اس میں زکوٰۃ نہیں ہے کہ اس پر سال گذر جائے ۱ (ترمذی) اور ایک جماعت نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر پر موقوف کیا ۲ روایت ہے حضرت علی سے کہ حضرت عباس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ فرض ہونے سے پہلے ادا کر دینے کے متعلق پوچھا تو حضور انور نے انہیں اس کی اجازت دی ۳ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا تو فرمایا کہ جو کسی یتیم کا والی ہو جس کے پاس مال ہو تو وہ اس میں تجارت کرے اُسے چھوڑے نہ رکھے کہ زکوٰۃ کھا جائے ۴

میں حاکم ہر ایک کی زکوٰۃ وصول کرے۔ سبحان اللہ کیا نفیس تعلیم ہے۔ ۱ یعنے ادائے زکوٰۃ اور وجوب زکوٰۃ کے لئے کوئی مہینہ یا تاریخ مقرر نہیں، جیسا کہ پنجاب میں ماہ رجب کو اور کاٹھیاواڑ میں ماہ رمضان کو زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا گیا ہے بلکہ جب مال پر سال گزرے گا زکوٰۃ واجب ہوگی خیال رہے کہ سال گزرنا زکوٰۃ کے لئے شرط وجوب ہے لہذا اگر کوئی مالک نصاب ہوتے ہی زکوٰۃ دینا شروع کردے اور سال پر حساب کرے یا چند سالوں کی زکوٰۃ یکدم ادا کردے تو جائز ہے اس حدیث کے خلاف نہیں۔ نیز اصل نصاب پر سال گزرنا ضروری ہے زائد پر ضروری نہیں۔ لہذا اگر کسی کے پاس گیارہ مہینے تک ہزار روپے رہے اور بارھویں مہینہ دس ہزار روپے اور آگئے تو یہ گیارہ ہزار کی زکوٰۃ دے گا اگرچہ ان دس ہزار پر تیس دن ہی گزرے ہیں، کیونکہ اصل نصاب یعنے ہزار پر سال گزر چکا۔ یہ مسئلہ بھی اس حدیث کے خلاف نہیں، اس کی پوری بحث فتح القدیر اور مرقات میں اسی مقام پر دیکھو اگر ہر پیسہ پر الگ سال گزرنا شرط ہو تو تاجروں کو مصیبت آجائے، کیونکہ ان کے پاس روزانہ سیکڑوں روپے آتے جاتے رہتے ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان مِنْ اسْتَفَادَ میں بڑی وسعت ہے۔ مال جیسے بھی حاصل ہو کما کر، وراثت سے یا کسی کے عطیہ سے بہرحال سال کے بعد اسی زکوٰۃ ہے کمانے ہی کی شرط نہیں ۲ یعنے خود ان کا قول نقل کیا، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہ کیا۔ اور ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ ایسی موقوف حدیثیں جن میں قیاس کو دخل نہیں مرفوع کے حکم میں ہیں، یعنے ان صحابی نے حضور علیہ السلام سے سن کر ہی کہی ہیں۔ ۳ یعنے اگر کسی کے پاس بقدر نصاب مال آگیا تو سال گزرنے سے پہلے اس کی زکوٰۃ دے سکتے ہیں، کیونکہ سال گزرنا زکوٰۃ کے لئے شرط وجوب ہے اس کا سبب مال ہے، اسی طرح فطرہ عید سے پہلے ادا کیا جاسکتا ہے، نماز کے لئے وقت وجوب کا سبب ہے، اس لئے وہ وقت سے پہلے نہیں ہوسکتی، امام مالک کے ہاں زکوٰۃ بھی سال گزرنے سے پہلے نہیں دے سکتے، یہ حدیث امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء کی دلیل ہے۔ ۴ اس

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ فِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ لِأَنَّ الْمُثَنَّى بْنَ الصَّبَّاحِ ضَعِيفٌ ○
اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِأَبِي بَكْرٍ
كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ

(ترمذی) فرمایا ترمذی نے کہ اس کی اسناد میں کچھ گفتگو ہے کیونکہ مثنیٰ ابن صباح ضعیف ہے تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے اور دیہاتیوں میں جو کافر ہونے وہ ہوئے ۱؎ تو حضرت عمر ابن خطاب نے حضرت ابوبکر سے عرض کیا کہ آپ ان لوگوں سے جنگ کیسے کرینگے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا

حدیث کی بنا پر امام شافعی و مالک و احمد نے فرمایا کہ نابالغ بچے کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے، دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یتیم کے ولی کو حکم دیا کہ یتیم کا مال تجارت سے بڑھاوے ایسا نہ ہو کہ ہر سال اس میں زکوٰۃ نکلتی رہے اور مال ختم ہو جائے۔ امام اعظم کے نزدیک بچے اور دیوانے کے مال میں زکوٰۃ نہیں، کیونکہ زکوٰۃ بھی نماز روزہ کی طرح محض عبادت ہے، جب ان پر نماز روزہ واجب نہیں، تو زکوٰۃ بھی نہیں۔ ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے باسناد صحیح روایت کی کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تین شخص مرفوع القلم ہیں، سونے والا حتی کہ جاگ جائے، بچہ یہاں تک کہ بالغ ہو جائے، دیوانہ تا آنکہ عاقل ہو جائے، امام محمد نے کتاب الآثار میں حضرت ابن مسعود سے روایت فرمائی، آپ فرماتے ہیں کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں، اسی طرح حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہے، رہی یہ حدیث وہ چند طرح مجروح ہے کیونکہ مدلس ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ نہ عمرو ابن شعیب نے اپنے دادا محمد ابن عمرو کو دیکھا اور نہ ان کے دادا نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، مگر طریقہ بیان ایسا ہے کہ معلوم ہوتا ہے دونوں ملاقاتی ثابت ہیں لہٰذا غیر متصل متصل معلوم ہوتی ہے اسی کو مدلس کہتے ہیں خیر امام ترمذی نے فرمایا کہ مثنیٰ ابن صباح راوی ضعیف ہیں اور امام احمد نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں دارقطنی نے اس کی دو اسنادیں نقل کیں اور دونوں کو ضعیف کہا، بہرحال یہ حدیث قابل حجت نہیں، مذہب حنفی نہایت قوی ہے خیال رہے کہ محض عبادت بچے پر فرض نہیں، لیکن ٹیکس و خراج بچے کے مال سے لئے جائیں گے، کیونکہ وہ محض عبادت نہیں ان پر زکوٰۃ کو قیاس نہیں کر سکتے ۔

۱؎ خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قبیلہ غطفان، فزارہ، بنی سلیم وغیرہم نے وجوب زکوٰۃ کا انکار کر دیا اور بولے کہ رب تعالٰے فرماتا ہے خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً یا رسول اللہ ان کے مال کی زکوٰۃ آپ وصول کریں جب وصول کرنے والے تشریف لے گئے تو زکوٰۃ بھی ختم، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ نے انہیں مرتد قرار دیا اور ان پر جہاد کی تیاری فرمائی، اسی طرف قرآن کریم نے اشارہ فرمایا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ الآیۃ صدیقی جماعت ہی وہ جماعت ہے، جو ان مرتدین کی سرکوبی کے لئے رب تعالٰے کی طرف سے مقرر ہوئی، یہ غدر کی بیماری، خدا اسے بیار ا خیال ہے کہ اسی عہد صدیقی میں بہت سے لوگ

حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمَ مِنِّىْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ فَاِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْمَنَعُوْنِىْ عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَاهُوَ اِلَّا رَاَيْتُ اَنَّ اللّٰهَ شَرَحَ صَدْرَ اَبِىْ بَكْرٍ

حتےٰ کہ وہ کہیں لا الٰہ الا اللہ تو جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا اس نے مجھ سے اپنی جان و مال بچالئے مگر حق اسلام کے ماتحت اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے[۱] تو حضرت ابوبکر نے فرمایا رب کی قسم میں اس پر جہاد کروں گا جو نماز و زکوٰۃ میں فرق کرے کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے[۲] اللہ کی قسم اگر وہ مجھے بکری کا بچہ نہ دیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس منع کرنے پر ان سے جہاد کروں گا[۳] حضرت عمر فرماتے ہیں خدا کی قسم میرا یہ حال ہوا کہ میں نے یہ یقین سے جان لیا کہ اس جہاد کے لئے ابوبکر

مسیلمہ کذاب کو نبی ماننے لگے اور مرتد ہوگئے، پہلے مرتدین پر آپ نے لشکر کشی کی ہی تھی کہ وہ توبہ کرگئے، اگرچہ ان دوسرے مرتدین سے بہت گھمسان کا رن پڑا جس میں اکثر قاری اور حافظ صحابہ شہید ہوگئے جس پر جمع قرآن کی ضرورت پیش آئی اور حضرت صدیق نے قرآن پاک جمع فرمایا، اس موقعہ کی قرآن کریم نے اس طرح خبر دی قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ الخ

[۱] فاروق اعظم اولاً منکرین زکوٰۃ پر جہاد کے مخالف تھے، ان کی دلیل اس حدیث کے ظاہری الفاظ تھے کہ کلمہ گو پر جہاد کیسا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری کلمہ پڑھنے والے منافقین پر جہاد نہ فرمایا، تو یہ مانعین زکوٰۃ تو دل سے کلمہ پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ کے سوا تمام فرائض کے معتقد ہیں ان پر آپ جہاد کیسے کرسکتے ہیں فاروق اعظم کی پیش کردہ حدیث کی پوری شرح مکمل بحث کے ساتھ کتاب الایمان کے شروع میں ہوچکی کہ یہاں حق سے مراد کیا ہے۔ [۲] صدیق اکبر کا یہ جواب نہایت جامع اور مختصر ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اے عمر تم نے اپنی حدیث میں یہ لفظ نہ دیکھا اِلَّا بِحَقِّهٖ یعنی کلمہ گو کو حق اسلام کی وجہ سے قتل کیا جاسکتا ہے، نماز بھی حق اسلام ہے اور زکوٰۃ بھی، جو ان دونوں میں فرق کرے کہ نماز کو مانے، زکوٰۃ کا انکار کرے وہ یقیناً مستحق جہاد ہے، اب رہے منافقین، ان کے متعلق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث میں فرمادیا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ یعنی ہم دل سے بحث نہ کریں گے جو کوئی بظاہر اسلام کے سارے ارکان کا اقرار کرے ہم اس پر جہاد نہ کریں گے دل میں اس کے کچھ بھی ہو منافقین کسی رکن اسلامی کے زبان سے منکر نہ تھے، سبحان اللہ کیا پاکیزہ استدلال ہے۔ [۳] یعنے وجوب زکوٰۃ کا انکار تو بڑی چیز ہے، اگر وہ لوگ ظاہری مال یعنی پیداوار اور جانوروں کی زکوٰۃ ہمارے بیت المال میں داخل نہ کریں تب بھی تو وہ سرکوبی کے مستحق ہیں کیونکہ اس میں ایک سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدہ دانستہ انکار ہے اس جگہ مرقات میں ہے کہ اگر کوئی قوم اذان دینا چھوڑ دے، تو سلطان اسلام ان سے بھی جنگ کریگا کیونکہ اس میں شعار اسلامی کا بند کرنا ہے، خیال رہے کہ اب چونکہ بادشاہ عموماً لاپرواہ اور احکام فاسق ہوگئے جن سے امید نہیں کہ زکوٰتوں کو ان کے مصرف پر صرف کریں لہذا اب انہیں کوئی زکوٰۃ نہ دی جائے اسی لئے صدیق اکبر نے مَنَعُوْنِىْ فرمایا یعنے مجھ اور مجھ جیسے عادل سلطان اسلام (جس کے سارے احکام منصفانہ ہوں) زکوٰۃ نہ دیں تو ان پر جنگ ہوگی، مرقات نے اس جگہ فرمایا کہ عثمان غنی کے زمانہ میں لوگوں کا حال بدل گیا تھا اس لئے آپ نے زکوٰۃ وصول کرنے میں سختی نہ فرمائی بلکہ مال

لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ كَنْزُ اَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ يَفِرُّ مِنْهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يَطْلُبُهُ
حَتّٰى يُلْقِمَهُ اَصَابِعَهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ؛ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ لَا يُؤَدِّيْ زَكٰوةَ مَالِهِ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْ عُنُقِهِ شُجَاعًا ثُمَّ قَرَاَ
عَلَيْنَا مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ

کا سینہ جنگ کھول دیا ہے میں پہچان گیا کہ یہ جہاد ہی حق ہے [1] (مسلم بخاری) اور روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے ہر ایک کا خزانہ قیامت کے دن گنجا سانپ ہوگا جس سے اس کا مالک بھاگے گا اور وہ اُسے ڈھونڈے گا [1] حتی کہ اس کی انگلیوں کو لقمہ کرے گا [2] (احمد) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا ایسا کوئی شخص نہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے مگر اللہ قیامت کے دن اس کے گلے میں اسے سانپ بنا کر ڈالے گا [3] پھر آپ نے ہم پر اس دلیل میں قرآن شریف سے یہ آیت پڑھی کہ جو لوگ اللہ کے دیے مال میں بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں الآیہ [4]

والے اپنی زکوٰتیں خود دیتے تھے اور کسی صحابی نے آپ کے اس عمل پر انکار نہ کیا خیال رہے کہ وجوب زکوٰۃ کا انکار کفر ہے ایسے لوگوں پر اسلامی جہاد ہوگا اور اس زمانہ میں خلیفۃ المسلمین کو زکوٰۃ نہ ادا کرنا بغاوت تھی جس پر ان کے خلاف [illegible] روائی [illegible] کہ جنگ بھی کی جاسکتی تھی، لہذا یہ حدیث بالکل واضح ہے اور اس کی شرح میں کَفَرَ مَنْ کَفَرَ فرمانا بالکل درست ہے۔ مرقات میں یہاں ہے کہ احناف کے نزدیک حاکم کو جبراً زکوٰۃ وصول کرنے کا حق نہیں شوافع کے ہاں ہے یہ حدیث چونکہ منکرین زکوٰۃ کے متعلق ہے اس لیے احناف کے خلاف نہیں۔ [1] یعنی میں نے حضرت صدیق کی رائے کی طرف رجوع کرلیا، اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ صدیق اکبر بعد نبی تمام مخلوق سے بڑے عالم اور بڑے سیاست دان تھے انہی کے علم پر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا دفن اپنے حجرے میں ہوا انہی کے علم پر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا چھوڑا ہوا مال وقف بنا انہی کے علم پر اس جہاد کی تیاری ہوئی، اگر آج آپ تھوڑی سی نرمی کرتے تو ارکان اسلامی کے انکار کا دروازہ کھل جاتا اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت آپ ہی کو جانشین امام نماز بنایا انہی کی سیاست سے حجاز بلکہ عرب میں امن وامان بحال ہوا اور عام فتوحات کے لیے راستہ صاف ہوا دوسرے یہ کہ ایک شعار اسلامی کا انکار بھی ایسا ہی کفر ہے جیسے سارے ارکان کا انکار، تیسرے یہ کہ مرتدین پر جہاد کیا جائے گا [2] اس کی پوری شرح ابھی کچھ پہلے ہوچکی، چونکہ زکوٰۃ ہاتھ سے ادا کی جاتی ہے جس سے یہ بخیل محروم رہا اس لئے وہ سانپ اس کی انگلیاں بھی چبا جائے گا [3] اس طرح کہ پہلے یہ مال سانپ بن کر اس کے پیچھے بھاگے گا، پھر اسے پکڑ کر اس کے گلے میں طوق بن کر پڑجائے گا، انگلیاں بھی چباتا رہے گا اور ڈستا بھی رہے گا، چونکہ گلے کا ہار ہر وقت نظر آتا ہے اور پیٹ کے اندر کی چیز ہر وقت نظر نہیں آتی اسی لیے یہ سانپ گلے میں پڑے گا تاکہ مالک دیکھ کر ہر وقت ڈرے، میدان محشر کے دوسرے لوگ پہچان جائیں کہ کنجوس ہے یہ واقعہ [illegible] عیب پوشی کے خلاف نہیں جیسے کہ ابھی عرض کیا جاچکا [4] محدثین کرام فرماتے ہیں کہ بخل صرف مال میں ہی نہیں ہوتا بلکہ مال، کمال، اعمال، اقوال، افعال سب میں ہوتا ہے۔ لفظ مِنْ فَضْلِهٖ سب کو شامل ہے۔ عالم اور صوفی کو چاہیے کہ

الْاٰیَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ، وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا خَالَطَتِ الزَّکٰوةُ مَالًا قَطُّ اِلَّا اَهْلَکَتْهُ رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ وَالْبُخَارِیُّ فِیْ تَارِیْخِهٖ وَالْحُمَیْدِیُّ زَادَ قَالَ یَکُوْنُ قَدْ وَجَبَ عَلَیْكَ صَدَقَةٌ فَلَا تُخْرِجُهَا فَیُهْلِكُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ وَقَدِ احْتَجَّ بِهٖ مَنْ یَرٰی تَعَلُّقَ الزَّکٰوةِ بِالْعَیْنِ هٰکَذَا فِی الْمُنْتَقٰی وَرَوَی الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ عَنْ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ بِاِسْنَادِهٖ اِلٰی عَائِشَةَ وَقَالَ

(ترمذی نسائی ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب بھی زکوٰۃ مال میں مخلوط ہوگی تو اسے ہلاک ہی کردے گی ۱؎ (شافعی و بخاری اپنی تاریخ میں و حمیدی) ۲؎ یہ زیادتی بھی کی کہ فرمایا ایسا ہوتا ہے کہ تم پر زکوٰۃ فرض ہو اور تم نہ نکالو تو حرام حلال کو ہلاک کردے ۳؎ اس حدیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے جو زکوٰۃ کو عین مال کے متعلق مانتے ہیں یوں ہی منتقی میں ہے

۴؎ اور بیہقی نے شعب الایمان میں امام احمد بن حنبل سے روایت کی ان کی اسناد حضرت عائشہ تک ہے

لوگوں میں علم و ہدایت پھیلائیں اور ان کی پکڑ مال کی بخیل سے زیادہ ہوگی۔ رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْکِتٰبِ

۱؎ مال میں زکوٰۃ مخلوط ہونے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ صاحب نصاب جس پر خود زکوٰۃ فرض ہو وہ فقیر بن کر لوگوں سے زکوٰۃ لے اور اپنے مال میں ملا کر بڑھائے، دوسرے یہ کہ آدمی زکوٰۃ نہ نکالے اور جو مال زکوٰۃ میں نکلنا چاہیے تھا وہ اپنے مال ہی میں رکھے۔ پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں اور دوسرے معنی زیادہ قوی۔ ہلاک کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ زکوٰۃ کے مخلوط ہونے کی وجہ سے صاحب مال کی برکت مٹ جائے اور کچھ دنوں میں مال ختم ہوجائے یا کوئی ناگہانی آفت آپڑے جس سے سارا مال برباد ہوجائے، جیسے بیماری، مقدمہ، چوری، ڈکیتی یا حرق و غرق یعنی جلنا ڈوبنا۔ دوسرے یہ کہ یہ سارا مال اگرچہ رہے تو مگر اس سے نفع لینا جائز نہ ہو کیونکہ حرام اور حرام سے مخلوط چیز ناقابل انتفاع ہے، دوسرے معنی ہی کی بنا پر صاحب مشکوٰۃ کا آئندہ کلام ہے۔ ۲؎ قال کا فاعل امام بخاری ہیں یعنی حمیدی لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اس حدیث کی یہ شرح فرمائی۔ ۳؎ خیال رہے کہ امام شافعی وغیرہم فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ مالک کے ذمہ میں واجب نہیں ہوتی بلکہ عین مال میں ہوتی ہے، لہذا ان کے ہاں ہر مال کی زکوٰۃ اسی سے ادا کرنا پڑے گی، اس کی قیمت یا اس قیمت کا دوسرا مال زکوٰۃ میں نہیں دیا جاسکتا، بکریوں کی زکوٰۃ میں بکری ہی دی جائے گی، اور سونے کی زکوٰۃ میں سونا اور چاندی ہی۔ یہ زکوٰۃ کو قربانی یا ہدی پر قیاس کرتے ہیں کہ ان کی قیمت نہیں دی جاتی (لمعات)۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مال کی زکوٰۃ مالک کے ذمہ میں ہوتی ہے، چاہے اس مال میں سے دے یا دوسرے مال میں سے یا قیمت جیسے کہ سونے چاندی کی زکوٰۃ میں خود سونا چاندی یا اس کی قیمت یا اس قیمت کی روٹیاں کوئی جانور کپڑا اسباب وغیرہ دے سکتا ہے، کیونکہ زکوٰۃ کا منشا فقیر کو رزق پہنچانا اور اس کی حاجت روائی ہے۔ ان بزرگوں کا اس حدیث سے دلیل پکڑنا کچھ ضعیف سا ہے، کیونکہ ان حضرات نے لفظ خلط سے استدلال کیا ہے

أَحْمَدُ فِي خَالَفَتْ تَفْسِيرَهُ أَنَّ الرَّجُلَ يَأْخُذُ الزَّكٰوةَ وَهُوَ مُوسِرٌ أَوْ غَنِيٌّ وَإِنَّمَا هِيَ لِلْفُقَرَاءِ ۔ بَابُ مَا يَجِبُ فِيهِ الزَّكٰوةُ ۔ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ ۔ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ

امام احمد نے مخالفت ہونے کے تفسیر کی کہ کوئی شخص زکوٰۃ لے حالانکہ وہ خود مالدار غنی ہو زکوٰۃ تو فقیروں کے لیے ہے باب کس چیز میں زکوٰۃ واجب ہے ۱؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ وسق چھوہاروں سے کم میں صدقہ واجب نہیں ۲؎ اور پانچ اوقیہ چاندی سے کم میں صدقہ واجب نہیں ۳؎ اور پانچ عدد

کہ صدقہ مال کا ہوتا ہے نہ کہ دوسرے کا، مگر یہ ظاہر کے خلاف ہے، اسی لئے خود صاحب مشکوٰۃ اگلا کلام فرماتے ہیں۔

۱؎ اس توجیہ نے حدیث کو بالکل واضح کردیا کہ جو مال زکوٰۃ بن کر امیر کے پاس سے نکل چکا اسے گو غیر مستحق زکوٰۃ کرلے اپنے مال سے ملائے اب خلط کے معنی بالکل واضح ہوگئے ۲؎ خیال رہے کہ جانور، سونا، چاندی اور تجارتی مالوں میں بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہے، البتہ سبزیاں میوے جو سال تک نہ ٹھہر سکیں ان میں اختلاف ہے، امام اعظم کے ہاں ان میں مطلقاً زکوٰۃ ہے، اور دیگر اماموں کے ہاں نہیں نیز کھجوروں اور چھوہاروں وغیرہ میں امام اعظم کے ہاں مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے خواہ کتنے ہی پیدا ہوں، اور صاحبین کے ہاں جب پانچ وسق ہوں ۳؎ وسق، صاع، رطل عرب کے پیمانوں کے نام ہیں، ایک وسق ساٹھ صاع کا ہے، اور ایک صاع ہمارے ۸۰ تولہ والے سیر سے قریباً ساڑھے چار سیر ہوتا ہے، تو اس حساب سے ایک وسق چھ من تیس سیر ہوا، اور پانچ وسق ۳۳ من ۳۰ سیر تقریباً ہوئے، تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ قریباً ۳۴ من سے کم میں زکوٰۃ نہیں، یہ حدیث امام شافعی وغیرہم کی دلیل ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مطلقاً پیداوار میں زکوٰۃ ہے کم ہو یا زیادہ، امام اعظم کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے مَا أَخْرَجَتِ الْأَرْضُ فَفِيهِ الْعُشْرُ اور بخاری کی وہ روایت ہے فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَفِيمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ اور مسلم شریف کی وہ روایت ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فِيمَا سَقَتِ الْأَنْهَارُ وَالْغَيْمُ الْعُشْرُ وَفِيمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ، اس آیت اور احادیث میں مطلقاً فرمایا گیا یعنی جو کچھ بھی زمین سے پیدا ہو اس میں دسواں یا بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے، نیز عبدالرزاق نے حضرت عمر ابن عبدالعزیز مجاہد اور ابراہیم رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ یہ سب حضرات فرماتے ہیں فِيمَا أَنْبَتَتِ الْأَرْضُ مِنْ قَلِيلٍ وَكَثِيرٍ الْعُشْرُ زمین کی ہر تھوڑی بہت پیداوار میں دسواں حصہ ہے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ غلہ وغیرہ کے تاجروں پر زکوٰۃ تجارت پانچ وسق سے کم میں نہ ہوگی، کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک وسق کھجور کی قیمت چالیس درہم تھی تو پانچ وسق کی قیمت دو سو درہم ہوئی، چاندی کا نصاب زکوٰۃ دو سو درہم ہی ہیں، اور اگر مان بھی لیا جائے کہ اس حدیث میں پیداوار کی ہی زکوٰۃ مراد ہے تو احادیث متعارض ہوں گی اور تعارض کے وقت

ذَوْدٍ مِنَ الْاِبِلِ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِىْ عَبْدِهٖ وَلَا فِىْ فَرَسِهٖ وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ لَيْسَ فِىْ عَبْدِهٖ صَدَقَةٌ اِلَّا صَدَقَةَ الْفِطْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهٗ هٰذَا الْكِتٰبَ لَمَّا وَجَّهَهٗ اِلَى الْبَحْرَيْنِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذِهٖ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ

اونٹوں سے کم میں صدقہ واجب نہیں لہ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان پر نہ تو اس کے غلام میں صدقہ واجب ہے نہ اس کے گھوڑے میں اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اس کے غلام میں زکوۃ تو نہیں مگر صدقہ فطر واجب ہے ۲ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے کہ حضرت ابوبکر نے جب انہیں بحرین بھیجا ان کو یہ فرمان نامہ لکھ کر دیا مہربان رحمت والے اللہ کے نام سے یہ زکوۃ کا فریضہ ہے

احناف کے ہاں ہے کہ کم کی بھی زکوۃ نکالی جائے۔ خیال رہے کہ کان تجارت اور بے زکوۃ پیداوار دونوں کی پوری تحقیق فتح القدیر میں اور اسی جگہ مرقات میں دیکھو۔ خیال رہے کہ ان اماموں کے نزدیک سڑ گل جانے والے پھلوں اور سبزیوں میں بھی زکوۃ نہیں جو سال بھر ٹھہر سکے اس میں زکوۃ ہے۔ امام اعظم کے نزدیک ان میں بھی زکوۃ ہے۔ ان کے دلائل وہی ہیں جو ابھی مذکور ہوئے۔ ۳ ایک اوقیہ ۴۰ درہم کا، پانچ اوقیہ ۲۰۰ درہم ہوئے، اور دس درہم سات مثقال کے، اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا، اس حساب سے دو سو درہم باون تولہ چھ ماشہ ہوئے یہ چاندی کا نصاب ہے، درہم کی قیمت کا اعتبار نہیں وزن کا ہی ہے۔

لہ جانوروں کی زکوۃ کی تفصیل آگے آرہی ہے کہ پانچ اونٹوں میں ایک بکری واجب ہوتی ہے جبکہ وہ سائمہ ہوں یعنی سال کا اکثر حصہ جنگل میں چریں مالک پر ان کے چارہ کا خرچ نہ ہو۔ خیال رہے کہ ذود کے معنی ہیں عدد یا لغویہ تین سے دس تک بولا جاتا ہے۔ ۲ مسلمان کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار پر زکوۃ فرض نہیں، اسی لئے کوئی کافر مسلمان ہو جائے پھر زمانہ کفر کی نہ نمازیں قضا کرتا ہے نہ زکوۃ دیتا ہے ہاں قیامت میں کفار کو عبادات نہ کرنے کی بھی سزا ملے گی رب تعالٰی فرماتا ہے کہ دوزخی کہیں گے قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ لہذا حدیث و قرآن میں تعارض نہیں۔ ۳ تجارتی گھوڑوں اور غلاموں میں تمام اماموں کے نزدیک زکوۃ ہے اور سواری کے گھوڑے اور خدمت کے غلام میں کسی کے ہاں زکوۃ نہیں، ہاں جو گھوڑے سواری و تجارت دونوں کے لئے نہ ہوں ان کی مادہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک زکوۃ ہے کہ مالک یا تو فی گھوڑی ایک اشرفی دیدے یا اس کی قیمت کا چالیسواں حصہ نکال دے، لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں کیونکہ یہاں سواری کا گھوڑا اور خدمت کا غلام مراد ہے۔ فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ گھوڑے اور غلام میں صاحبین کے مذہب پر فتوٰی ہے کہ ان میں زکوۃ نہیں، اسی طرح مرقات میں ہے۔ خیال رہے کہ خدمت کے غلام کا فطرہ مالک پر واجب ہے، اس کی زکوۃ نہیں، نوکر چاکروں کا فطرہ آقا پر نہیں، کیونکہ یہ اس کے غلام نہیں۔ ۴ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت انس کو بحرین کا حاکم بنا کر بھیجا، تو انہیں جو قوانین لکھ کر دیئے ان میں زکوۃ کا قانون حسب ذیل تھا۔ خیال رہے کہ بحرین عرب کا ایک صوبہ ہے جو بصرہ سے قریب ہے، چونکہ یہ علاقہ دو دریاؤں کے بیچ میں ہے اس لئے اسے بحرین کہتے ہیں۔

الَّتِیْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ وَالَّتِیْ اَمَرَ اللّٰهُ بِهَا رَسُوْلَهٗ فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی وَجْهِهَا فَلْیُعْطِهَا وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا یُعْطِ فِیْ اَرْبَعٍ وَّعِشْرِیْنَ مِنَ الْاِبِلِ فَمَا دُوْنَهَا مِنَ الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ فَاِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ اِلٰی خَمْسٍ وَّثَلٰثِیْنَ فَفِیْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ اُنْثٰی فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّثَلٰثِیْنَ اِلٰی خَمْسٍ وَّاَرْبَعِیْنَ

جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض فرمایا اور جس کا اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا ۱؎ تو جس مسلمان سے اس فہرست کے مطابق مانگا جاوے وہ دے دے اور جس سے زیادہ کا مطالبہ کیا جائے تو نہ دے ۲؎ چوبیس اور اس سے کم اونٹوں کی زکوٰۃ بکری ہے کہ ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری ۳؎ پھر جب یہ اونٹ پچیس کو پہنچیں تو پینتیس تک ایک یک سالہ مادہ اونٹنی ہے ۴؎ پھر جب چھتیس تک پہنچیں تو پینتالیس تک

۱؎ یعنی زکوٰۃ کا حکم اللہ نے دیا ہے اور اس کی تفصیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی۔ قرآنی حکم پر بغیر تفصیل معلوم ہوئے عمل نہیں ہو سکتا، یعنی بعد ہجرت زکوٰۃ دینا فرض ہوئی یہاں مرقات نے فرمایا کہ زکوٰۃ کا حکم ہجرت سے پہلے آیا مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل بعد ہجرت بیان کی جیسا کہ مکی آیتوں میں ملتا ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ حضرت صدیق کا منشا یہ ہے کہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں وہ اپنے اجتہاد یا قرآن و حدیث میں تاویل سے نہیں بلکہ اللہ کے صریح حکم اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے تفصیلی بیان سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرضیت اور حرمت کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف کی جا سکتی ہے یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے نماز و روزہ فرض کیا یا شراب و زنا حرام کیا ۲؎ یعنی اگر عامل یا حاکم مالک سے ظلمًا زیادہ مانگیں تو زیادتی نہ دی جائے بلکہ اس تحریر کے مطابق ادا کی جائے یا ایسے ظالم کو بالکل زکوٰۃ نہ دی جائے مالک خود فقراء کو دے، کیونکہ فاسق بادشاہ اور حاکم کا خلاف شرع حکم نافذ نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ناجائز قانون یا حاکم کے ناجائز حکم پر عمل کرنا شرعًا واجب نہیں، بلکہ اگر قدرت ہو تو ایسے قوانین اور احکام کو توڑ دے، وہ جو پہلے گزر چکا کہ عاملوں کو راضی کرو اگرچہ وہ ظلم ہی کریں اس کے تین چار مطلب پہلے بیان کئے جا چکے ہیں وہ یعنی جو چیز تمہیں ظلم معلوم ہو اور واقعہ میں ظلم نہ ہو تو اس میں عامل سے نہ جھگڑو قانونی کاروائی کرو وغیرہ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں ۳؎ یعنی پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں، پانچ سائمہ اونٹوں میں ایک بکری واجب ہے دس اونٹوں میں دو بکریاں پندرہ میں تین اور بیس میں چار۔ خیال رہے کہ اونٹ کا یہ نصاب پانچ ہے اور زیادتی معافی ہے، لہذا اگر کسی کے پاس نو اونٹ تھے اور زکوٰۃ دینے کے وقت چار ہلاک ہو گئے، تب بھی پوری بکری ہی دے گا، اس سے کچھ کم نہ کریگا، یہی حق ہے، اسی پر فتوٰی ہے ۴؎ یعنی چوبیس تک اونٹوں کی زکوٰۃ بکریاں سے دی جائے گی کہ ہر پانچ میں ایک بکری، اور اس کے بعد خود اونٹ سے ہی دی جائے گی، اور زکوٰۃ میں اونٹ کی مادہ لی جائے گی نہ کہ نر بنت مخاض وہ اونٹنی ہے جو ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں قدم رکھے، چونکہ اس وقت اس کی ماں دوسرے بچے سے حاملہ ہو جاتی ہے، اس لئے اسے بنت مخاض کہتے ہیں، یعنی حاملہ کی بچی، مخاض حمل کو بھی کہتے ہیں اور درد زہ کو بھی، رب تعالٰی فرماتا ہے فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰی جِذْعِ النَّخْلَةِ یعنی حضرت مریم کو ان کا حمل یا درد زہ درخت کھجور کے پاس لایا۔

فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ أُنْثٰى فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَأَرْبَعِينَ إِلٰى سِتِّينَ فَفِيهَا حِقَّةٌ طَرُوقَةُ الْجَمَلِ فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَسِتِّينَ إِلٰى خَمْسٍ وَسَبْعِينَ فَفِيهَا جَذَعَةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَسَبْعِينَ إِلٰى تِسْعِينَ فَفِيهَا بِنْتَا لَبُونٍ فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدٰى وَتِسْعِينَ إِلٰى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِيهَا حِقَّتَانِ طَرُوقَتَا الْجَمَلِ فَإِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ وَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِنَ

میں دو سالہ مادہ اونٹنی ہے ۱؎ پھر جب چھیالیس کو پہنچیں تو ساٹھ تک میں چار سالہ اونٹنی یعنی اونٹ کی جفت کے لائق ۲؎ پھر جب اکسٹھ کو پہنچیں تو پچھتر تک میں ایک پنج سالہ اونٹنی ۳؎ پھر جب چھہتر کو پہنچیں تو نوے تک میں دو عدد دو سالہ اونٹنیاں ۴؎ پھر جب اکیانوے کو پہنچیں تو ایک سو بیس تک دو چار سالہ اونٹنیاں نر اونٹ کی جفت کے لائق ۵؎ پھر جب ایک سو بیس سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس میں ایک دو سالہ اونٹنی ہے اور ہر پچاس میں چار سالہ ۶؎ اور جس کے پاس صرف چار ہی

۱؎ یعنی بکریوں کی حالت میں پانچ پر نصاب بڑھتا تھا اب دس پر بڑھے گا، بنت لبون وہ دو سالہ اونٹنی ہے جو تیسرے سال میں قدم رکھ دے چونکہ اس وقت اس کی ماں دوسرے بچے کو دودھ پلاتی ہوتی ہے، اس لئے اسے بنت لبون کہتے ہیں یعنی دودھ پلانے والی کی بچی لبون لبن سے ہے بمعنی دودھ۔ ۲؎ یعنی چھیالیس سے ساٹھ اونٹوں کی زکوۃ تین سالہ اونٹنی ہے جو چوتھے سال میں داخل ہوجائے چونکہ اس وقت اونٹنی بوجھ اٹھانے کے لائق بھی ہوجاتی ہے اور نر کی جفتی کی مستحق بھی، اس لئے اسے حقہ کہتے ہیں یعنی مستحق جفتی، اسی سے حقیق ہے بمعنی لائق، رب تعالٰی نے فرماتا ہے حَقِيقٌ عَلٰى أَنْ لَّا أَقُولَ عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ ۳؎ یعنی اس نصاب میں وہ اونٹنی واجب ہوگی جو پانچ کی ہوکر چھٹے سال میں قدم رکھ دے خیال رہے کہ جذع کے معنی ہیں اگنا، اسی لئے درخت کی جڑ کو جذع کہتے ہیں کہ اس پر شاخیں اگتی ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ چونکہ اس وقت اونٹنی کے سامنے دانت اگ آتے ہیں اس لئے اسے جذعہ کہا جاتا ہے ۴؎ ان عبارات سے پتہ لگ رہا ہے کہ دو نصابوں کے بیچ کی کسروں میں کچھ واجب نہیں، لہذا اگر ان میں سے کچھ گھٹ جائے، تو زکوۃ گھٹے گی نہیں ۵؎ فتح القدیر میں ہے کہ زکوۃ کے نصب نماز کی رکعتوں کی طرح توقیفی چیزیں ہیں جن میں عقل کو دخل نہیں، خیال رہے کہ اونٹ کی زکوۃ میں صرف مادہ یا اس کی قیمت لی جائے گی، گائے اور بکریوں کی زکوۃ میں مادہ اور نر دونوں لے جاسکتے ہیں۔ ۶؎ اس کے ظاہری معنی پر بعض علماء کا عمل ہے کہ وہ ایک سو بیس اونٹوں کے بعد چالیس تک زکوۃ میں کچھ زیادتی نہیں کرتے، چالیس پر ایک بنت لبون بڑھاتے ہیں مگر امام نخعی اور سفیان ثوری اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم ایک سو بیس اونٹوں کے بعد پھر پہلے کی طرح زکوۃ میں زیادتی کرتے چلے جاتے ہیں چنانچہ ان کے ہاں ایک سو پچیس اونٹوں میں دو حقے ایک بکری اور ایک سو تیس میں دو حقے دو بکریاں اسی طرح پہلی ترتیب کے مطابق زیادتی ہوگی، ان بزرگوں کی دلیل وہ حدیث ہے جو سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب اونٹ ایک سو بیس سے زیادہ ہوجائیں تو تُرَدُّ الْفَرَائِضُ إِلٰى أَوَّلِهَا اور وہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عمرو ابن حزم کو زکوۃ دیتوں وغیرہ کا فرمان نامہ لکھ کر دیا جس

الْإِبِلِ فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا فَفِيهَا شَاةٌ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا بِنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُونٍ وَيُعْطِي شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُونٍ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ

اونٹ ہوں تو اس میں زکوۃ نہیں ہاں اگر مالک چاہے ۱؎ جب پانچ کو پہنچیں تو اس میں ایک بکری ہے اور جس کے اونٹوں کی زکوۃ پنجسالہ اونٹنی تک پہنچے اور اس کے پاس پنجسالہ نہ ہو بلکہ چارسالہ ہو تو اس سے چارسالہ ہی لے لی جائے اور اس کے ساتھ دو بکریاں اگر میسر ہوں یا بیس درہم ۲؎ اور جس کے اونٹوں کی زکوۃ چارسالہ کو پہنچے اور اس کے پاس چارسالہ ہے ہی نہیں بلکہ پنجسالہ ہو تو اس سے پنجسالہ ہی وصول کر لی جائے اور زکوۃ وصول کرنے والا اسے بیس درہم یا دو بکریاں واپس دے ۳؎ اور جس کے اونٹوں کی زکوۃ چارسالہ کو پہنچے مگر اس کے پاس دوسالہ ہی ہو تو اس سے دوسالہ ہی وصول کر لی جائے اور مالک دو بکریاں یا بیس درہم بھی دے اور جس کی زکوۃ دوسالہ کو پہنچے مگر مالک کے پاس چارسالہ ہو تو اس سے چارسالہ ہی وصول کر لی جائے

ہر اونٹ کی زکوۃ کے بارے میں تحریر فرمایا اِنَّ الْاِبِلَ اِذَا زَادَتْ عَلٰی عِشْرِیْنَ وَمِائَةٍ اُسْتُؤْنِفَتِ الْفَرِیْضَةُ۔ فتح القدیر نے اس مقام پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم و حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کی بہت تحریریں نقل فرمائیں جن میں سے بحوالہ ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ حضرت عمر فاروق کی تحریر اور بحوالہ نسائی باب الدیات اور بحوالہ مراسیل ابوداؤد عمر ابن حزم کی تحریر نقل فرمائی۔ شرح کنز میں بہت سی احادیث جمع کی ہیں جن سب میں یہی ہے کہ ایک سو بیس کے بعد نئے سرے سے زکوۃ واجب ہوگی، یہ حدیث اگرچہ بخاری کی ہے مگر وہ احادیث بھی بہت سی اسنادوں سے مروی ہیں اور امام بخاری کی پیدائش سے پہلے ہی اجتہاد مجتہدین کی جا پڑتی ہو چکی تھیں اگر کسی کی اسناد میں بعد کو ضعف پیدا ہوا ہو تو ان مجتہدین کو مضر نہیں (از مرقات)

۱؎ یعنی اگر مالک چاہے تو چار اونٹوں سے ہی صدقہ نفلی ادا کرے۔ کتنا ادا کرے، یہ اسے اختیار ہے۔ ۲؎ کیونکہ چارسالہ اونٹنی کی قیمت کم ہوتی ہے پنجسالہ کی زیادہ، مالک نے چونکہ واجب سے کم زکوۃ دی ہے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے یا تو یہ دو بکریاں دے یا بیس درہم یعنی پانچ روپے۔ خیال رہے کہ اس زمانہ میں عموماً چارسالہ اور پنجسالہ میں اتنا ہی فرق ہوتا تھا اور بکری کی قیمت ڈھائی روپے ہی تھی اس لیے یہ فرمایا گیا، اب یہ حساب نہ ہوگا۔ اب تو ایک بکری چالیس پچاس روپے کی ہوتی ہے، اب آج کے حساب سے فرق لی جائے گی۔ ۳؎ اس کی وجہ پہلے بیان ہو چکی، یہ اس زمانہ کی قیمتوں کے حساب سے ہے۔

الحقة ويعطيه المصدق عشرين درهما او شاتين ومن بلغت صدقته بنت لبون وليست عنده وعنده بنت مخاض فانها تقبل منه بنت مخاض ويعطي معها عشرين درهما او شاتين ومن بلغت صدقته بنت مخاض وليست عنده وعنده بنت لبون فانها تقبل منه ويعطيه المصدق عشرين درهما او شاتين فان لم تكن عنده بنت مخاض على وجهها وعنده ابن لبون فانه يقبل منه وليس معه شيء وفي صدقة الغنم في سائمتها اذا كانت اربعين الى عشرين ومائة شاة فاذا زادت على عشرين ومائة الى مائتين ففيها شاتان فاذا زادت على مائتين الى ثلث مائة ففيها ثلث شياه فاذا زادت على ثلث مائة ففي كل مائة شاة فاذا كانت سائمة

اور اُسے عامل بیس درہم یا دو بکریاں واپس دے اور جس کی زکوٰۃ دو سالہ کو پہنچے اور وہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ اس کے پاس یکسالہ ہو تو اس سے یکسالہ ہی وصول کرلی جائے اور اس کے ساتھ مالک بیس درہم یا دو بکریاں دے ۱؎ اور جس کی زکوٰۃ یکسالہ کو پہنچے اور اس کے پاس یکسالہ نہ ہو بلکہ اس کے پاس دو سالہ ہو تو اس سے وہ ہی وصول کرلی جائے اور اس کو عامل بیس درہم یا دو بکریاں واپس دے اور اگر مالک کے پاس زکوٰۃ کے مطابق یکسالہ اونٹنی نہیں بلکہ اس کے پاس یکسالہ نر ہو تو اس سے وہ ہی لے لیا جائے اور اس کے ساتھ اور کچھ نہیں ۲؎ اور بکریوں کی زکوٰۃ میں ۳؎ یعنی جنگل میں چرنے والیوں میں ۴؎ جب چالیس ہوں تو ایک سو بیس تک ایک بکری ہے ۵؎ پھر جب ایک سو بیس سے بڑھ جائیں تو دو سو تک میں دو بکریاں ہیں اور جب دو سو سے زیادہ ہوں تو تین سو تک میں تین بکریاں ہیں پھر جب تین سو سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سیکڑے میں ایک بکری ہے ۵؎ پھر جب کسی کی جنگل میں چرنے والی

۱؎ خلاصہ یہ ہے کہ اگر عامل نے زکوٰۃ سے زیادہ قیمتی جانور وصول کرلیا ہے تو بقدر زیادتی مالک کو واپس کرے اور اگر اس سے کم لیا ہے تو کمی پوری کرنے کے لیے کچھ اور بھی ساتھ لے، مگر لین دین میں حساب برابر رکھا جائے گا کیونکہ وہ انصاف کرتا ہے ۲؎ یعنی اونٹ کی زکوٰۃ میں مادہ ہی واجب ہے لیکن اگر مادہ نہ ہو تو اس سے اونچی عمر کا نر لیا جائے گا تاکہ اونٹنی کا بدلہ زیادتی عمر سے پورا ہو جائے۔ خیال رہے کہ مادہ نہ ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ مادہ موجود ہی نہیں، دوسرے یہ کہ موجود ہے مگر بیمار یا دبلی ہے، تیسرے یہ کہ موجود ہے مگر بہت قیمتی نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے اور زکوٰۃ میں درمیانی لی جاتی ہے ان تینوں صورتوں میں زیادہ عمر کا نر لیا جائے گا (مرقات)

۳؎ عربی میں بکری کو غنم کہتے ہیں کیونکہ اس کے پاس دشمن سے بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہیں اس لیے ہر شخص غنیمت کی طرح آسانی سے لے لیتا ہے۔ بھیڑ اور دنبے بکریوں کے حکم میں ہیں ۴؎ جنگل میں چرنے والی وہ بکری ہے جو سال کا اکثر حصہ جنگل کی قدرتی پیداوار کھا کر جیے اگر زیادہ حصہ گھر کے چارے پر گذارے تو اُسے علوفہ کہیں گے اس میں زکوٰۃ نہیں ہاں اگر تجارت کی بکریاں ہیں تو ان میں تجارتی زکوٰۃ ہے گھر چریں یا جنگل میں۔ خیال رہے کہ اگر بکریوں کے دودھ کی تجارت کرتا ہو نہ کہ عین بکری کی، تو ان میں تجارت کی زکوٰۃ نہیں ۵؎ خلاصہ یہ ہے کہ بکری کا نصاب چالیس ہے خواہ خالص

الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِّنْ اَرْبَعِيْنَ شَاةً وَّاحِدَةً فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا وَ
لَا تُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَّلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَّلَا تَيْسٌ اِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ
مُتَفَرِّقٍ وَّلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَاِنَّهُمَا

بکریاں چالیس سے ایک بھی کم ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں لیکن اگر مالک چاہے تو (خیرات دیدے) لہ۔ اور زکوٰۃ میں نہ تو بڑھیا دی جائے نہ کانی ۲ہ اور نہ بکرا مگر یہ کہ عامل چاہے رقیے ہے) ۳ہ اور نہ تو متفرق مال کو جمع کیا جائے اور نہ زکوٰۃ کے ڈر سے جمع مال کو متفرق کیا جائے ۴ہ اور جو نصاب دو شریکوں کے درمیان ہو تو وہ آپس میں

بکریاں ہوں یا بکری بکرے مخلوط ہاں خالص بکروں میں زکوٰۃ نہیں، کیونکہ ان کی نسل نہیں چلتی پھر پہلی کسر ۸۰ ہے جس میں زکوٰۃ نہیں بڑھتی، یعنے ایک سو بیس تک ایک ہی بکری واجب ہوتی ہے، ایک سو بیس کے بعد پھر ۸۰ کسر ہے جس سے زکوٰۃ نہیں بڑھتی، دو سو تک دو بکریاں ہی واجب ہوتی ہیں پھر سو کسر ہے جن سے زکوٰۃ نہیں بڑھتی، تین سو تک تین ہی بکریاں رہتی ہیں، تین سو کے بعد بھی سو ہی کسر ہے چار سو پر ۴ بکریاں واجب ہوں گی، عام علماء کا یہی قول ہے، البتہ امام نخعی و حسن ابن صالح رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اگر تین سو پر ایک بکری بھی زیادہ ہو گی تو چار بکریاں واجب ہوں گی، مگر پہلا قول زیادہ قوی ہے، اخاری حدیث اسی کی تائید کر رہی ہے۔ لہ یہاں رجل سے مراد ہر بالغ عاقل مسلمان ہے مرد ہو یا عورت یعنے چونکہ بکری کا نصاب چالیس ہے لہذا اگر ۳۹ بکریاں بھی ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی، ہاں اگر مالک کچھ صدقہ نفلی دیدے تو اسے اختیار ہے۔
۲ہ بوڑھی میں بیمار بھی داخل ہے اور کانی میں ہر اس عیب والی جس سے قیمت کم ہو جائے، یہ حکم جب ہے جب مالک کے پاس جوان یا بے عیب بھی ہوں، لیکن اگر اسکے پاس ساری بوڑھی یا عیب دار ہی ہوں، تو انہی میں سے درمیانی بوڑھی یا عیب دار لی جائے گی (مرقات) ۳ہ صحیح یہ ہے کہ یہاں مصدق سے مراد صدقہ لینے والا عامل ہے نہ کہ دینے والا اور یہ استثناء صرف بکرے کی طرف لوٹ رہا ہے، یعنے زکوٰۃ میں بکرا نہ لیا جائے گا، ہاں اگر عامل بکرے ہی کو فقراء کے لیے مفید سمجھے تو لے لے، کیونکہ وہ فقراء کا وکیل ہے ان کی بھلائی کا لحاظ کرے، کبھی بکرا خصوصًا خصی قیمت میں بکری سے زیادہ ہوتا ہے اس جملہ کی اور بہت سی شرحیں کی گئی ہیں، لیکن فقیر کی یہ شرح بہت ہی صاف اور بے گرد و غبار ہے ۴ہ یہ جملہ بہت جامع ہے جس کے بہت معنے ہو سکتے ہیں، اگر اس میں عامل کی طرف روئے سخن ہے تو معنے یہ ہوں گے کہ نہ تو عامل زکوٰۃ لینے کے لیے چند شخصوں کا تھوڑا تھوڑا مال ملا کر نصاب بنائے، مثلاً دو شخصوں کے پاس بیس بیس بکریاں ہیں تو ان کو ملا کر چالیس بنائے اور زکوٰۃ لے لے یہ ناجائز ہے اور نہ زکوٰۃ بڑھانے کے لیے ایک شخص کے ایک مال کو متفرق کرے مثلاً کسی کے پاس ایک سو بیس بکریاں ہیں جن میں ایک بکری واجب ہوتی ہے عامل انہیں چالیس چالیس کے تین نصاب بنائے اور تین بکریاں لے لے یہ ناجائز ہے، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہی معنے کئے، اور اگر روئے سخن مالک کی طرف ہے تو مطلب یہ ہو گا کہ مالک تمام زکوٰۃ کم کرنے یا بچنے کے لیے متفرق مال جمع نہ کرے مثلاً دو شخصوں کے پاس چالیس چالیس بکریاں ہیں جن میں الگ الگ ایک بکری واجب ہوتی ہے، مگر یہ دونوں عامل کے سامنے اسے شرکت کا مال قرار دے کر ایک بکری دیں یہ جرم ہے یا دو آدمیوں کی شرکت میں چالیس بکریاں ہیں جن میں ایک بکری واجب ہوتی ہے مگر عامل کے سامنے یہ دونوں علیحدگی دیدیں کہ ہے

يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ وَفِي الرِّقَّةِ رُبْعُ الْعُشْرِ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِينَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

برابر برابر ایک دوسرے سے لیں ۱؎ اور چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور اگر صرف ایک سو نوے درہم ہوں تو ان میں کچھ زکوٰۃ نہیں مگر یہ کہ مالک چاہے ۲؎ (بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا اس زمین میں جسے آسمان یا چشمے سیراب کریں یا ہو عثری ۳؎ اس میں دسواں حصہ ہے اور جسے پانی کھینچ کر سیراب کیا جائے اس میں بیسواں حصہ ہے ۴؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جانور کا زخم باطل ہے ۵؎ اور کنواں باطل ہے ۶؎ اور کان باطل ہے اور دفینہ میں پانچواں حصہ ہے ۷؎ (مسلم، بخاری)

شرکت توڑ دیں اور الگ الگ بیس بیس بکریاں دکھا کر زکوٰۃ سے بچ جائیں، یہ توجیہ امام شافعی کی ہے، اور ہو سکتا ہے کہ صدقے سے مراد مالک اور عامل دونوں کی طرف ہو یعنی مالک تو صدقہ سے بچنے یا کم کرنے کے لیے مجتمع کو متفرق نہ کرے، اور عامل صدقہ بڑھانے یا واجب کرنے کے لیے متفرق کو جمع نہ کرے خوف صدقہ دونوں کو شامل ہے، مالک کو صدقہ واجب ہونے یا بڑھ جانے کا خوف ہوتا ہے، اور عامل کو صدقہ واجب نہ رہنے یا گھٹ جانے کا، اور بھی اس کی بہت شرحیں ہو سکتی ہیں، یہ ہے حسن اختصار کلام اور جامع الفاظ کہ دو لفظوں میں بہت صورتیں بیان فرما دیں صلے اللہ علیہ وسلم۔

۱؎ یعنی اگر ایک مال کے دو مشترک مالک ہوں اور ان پر بقدر حساب شرعی زکوٰۃ واجب ہو جائے، تو زکوٰۃ مشترک دے دیں، بعد میں حساب کر لیں، مثلاً دو شخص کی دو سو بکریاں مشترک ہیں اس طرح کہ چالیس ایک کی ہیں اور ایک سو ساٹھ ایک کی، جس کی دو بکریاں بطور زکوٰۃ دی گئیں تو چالیس والا بھی اپنے ذمہ ایک بکری سے گا اور ایک سو ساٹھ والا بھی ایک بکری، یہ نہ ہوگا کہ دو بکریاں کا ۵/۱ چالیس والا دے اور ۵/۴ ایک سو ساٹھ والا، برابری سے یہی مراد ہے (لمعات) وغیرہ، یہاں مرقات نے بہت بڑی بحث کی، مگر جتنا فقیر نے عرض کر دیا، وہ کافی ہے۔ خیال رہے کہ نصاب میں شرکت کی چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ ایک آدمی کے دو بیٹوں کو میراث ملی جو ابھی تقسیم نہیں ہوئی دوسرے یہ کہ دو شخصوں نے اپنے مال مخلوط کرکے ان سے شرکت کا روبار شروع کر دیا وغیرہ۔ ۲؎ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ چاندی سونے کی زکوٰۃ وزن پر ہوتی ہے نہ کہ قیمت پر، اور اس کا نصاب دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ ہے، چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے یعنی سو روپے پر ڈھائی روپے اور ہزار پر پچیس، اس کی پوری بحث کتب فقہ میں دیکھو۔ ۳؎ عربی میں عثری وہ زمین کہلاتی ہے جو پانی سے قریب ہونے کی وجہ سے خود بخود تر رہتی ہو اور اس کا مالک اسے پانی دینے سے فارغ ہو، حدیث شریف میں ہے کہ عثری آدمی برا ہے یعنی جو دین و دنیا سے فارغ ہو کر کوئی کام نہ کرے وہ برا ہے (از مرقات و اشعہ) غرض جس درخت کی جڑیں گہرائی میں پہنچ کر زمین کی قدرتی تری خود لے لیں، اسے بھی

الْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَفَوْتُ عَنِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ فَهَاتُوا صَدَقَةَ الرِّقَةِ مِنْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ وَلَيْسَ فِي تِسْعِيْنَ وَمِائَةٍ شَيْءٌ فَإِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوٗدَ عَنِ الْحَارِثِ الْأَعْوَرِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ زُهَيْرٌ أَحْسِبُهُ عَنْ

دوسری فصل روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ کی تو معافی دے دی لے مگر چاندی کی زکوٰۃ دو ہر چالیس میں ایک درہم ہے اور ایک سو نوے میں کچھ نہیں جب دو سو کو پہنچیں تو ان میں پانچ درہم ہیں ٹے (ترمذی و ابوداؤد) اور ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت حارث ابن اعور سے ہے تہ وہ حضرت علی سے راوی زہیر کہتے ہیں مجھے خیال ہے حضرت علی

سے تری کہتے ہیں ۳ے خلاصہ یہ ہے کہ جس کھیت میں پانی دینے پر مالک کا خرچ ہوا اس کی زکوٰۃ بیسواں حصہ ہے ورنہ دسواں، کھینچنے میں کنوئیں سے نہر سے دریا سے کھینچنا سب شامل ہے ۵ے یعنے اگر کسی کا کوئی جانور گھوڑا گدھا بھینس وغیرہ رسی تڑا کے چھوٹ جائے اور کسی کو زخمی کردے تو مالک پر اس زخم کا قصاص یا تاوان نہ ہوگا کیونکہ یہاں مالک بے قصور ہے، ہاں اگر مالک کی غفلت یا اس کے قصور سے جانور نے کسی کو جانی یا مالی نقصان پہنچایا تو مالک ذمہ دار ہے جیسے کوئی اپنا کٹ کھنا کتا دن میں کھلا چھوڑے اور وہ کسی کو زخمی کردے یا کسی کا جانور مار دے۔ ان شاء اللہ اس کی پوری تحقیق کتاب القصاص میں آئے گی ۶ے یعنے اگر کوئی شخص کسی کے کنوئیں یا کان میں گر کر مر جائے تو کنوئیں اور کان والے پر ضمان نہیں کہ وہ بے قصور ہے، ہاں اگر کوئی شخص راستہ میں کنواں یا گڑھا کھودے جس میں کوئی گر کر مر جائے، تو اب یہ ذمہ دار ہے، کیونکہ مجرم ہے ۷ے یعنے اگر کسی کی زمین میں سونے چاندی یا کسی دھات کی قدرتی کان نکل آئے تو وہ پانچواں حصہ حکومت اسلامیہ کو دیگا، اور چار حصے اپنے خرچ میں لائے گا خیال رہے کہ رکاز رکز سے بنا جس کے معنے ہیں چھپنا یا خفیہ ہونا، اسی لئے پاؤں کی آہٹ کو رکز کہتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے لَا تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا جانور کے لات مار دینے کو بھی رکز کہتے ہیں، اصطلاح میں رکاز کان کو بھی کہتے ہیں اور دفینہ یعنے گاڑے ہوئے خزانہ کو بھی، امام اعظم ابوحنیفہ کے ہاں رکاز سے کان مراد ہے اور امام شافعی کے ہاں دفینہ، امام اعظم کی دلیل وہ حدیث ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا رکاز کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ سونا جسے رب تعالٰی نے زمین میں قدرتی پیدا فرمایا (بیہقی عن ابی ہریرہ) نیز یہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے رکاز کا ذکر معدن کے ساتھ کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی معدن ہی ہے مرقات نے فرمایا کہ کان سے بعض چیزیں گل جانے والی پیدا ہوتی ہیں جیسے سونا چاندی، لوہا اور باقی دھاتیں، اور بعض تیل جیسے پانی تیل اور تارکول اور بعض چیزیں خشک نہ گلنے والی جیسے چونا ہڑتال ہر قسم کے پتھر یاقوت نمک وغیرہ امام اعظم کے ہاں صرف دھاتوں میں خمس واجب ہے اور امام شافعی کے ہاں صرف سونے چاندی میں، وہ باقی دھاتوں کو شکار کے جانور کی مثل مانتے ہیں جس کی کل جلد اسی کی رہنمات مرقات اشعہ ۱ے گھوڑے سے مراد سواری کا گھوڑا اور غلام سے خدمت کا غلام مراد ہے، یہاں گھوڑا اور غلام مثالاً بیان فرمایا گیا ورنہ حاجت اصلیہ میں گھرے ہوئے کسی مال کی زکوٰۃ نہیں لیتے ہیں میں نے ان چیزوں کی زکوٰۃ معاف کردی، یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ هَاتُوْا رُبُعَ الْعُشْرِ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ شَيْءٌ حَتّٰى تَتِمَّ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَاِذَا كَانَتْ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ فَمَا زَادَ فَعَلٰى حِسَابِ ذٰلِكَ وَفِي الْغَنَمِ فِيْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ شَاةً شَاةٌ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَاِنْ زَادَتْ وَاحِدَةٌ فَشَاتَانِ اِلٰى مِائَتَيْنِ فَاِنْ زَادَتْ فَثَلٰثُ شِيَاهٍ اِلٰى ثَلٰثِ

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ۱؎ کہ آپ نے فرمایا کہ چالیسواں حصہ دو ہر چالیس درہم میں ایک درہم ہے اور تم پر کچھ نہیں حتی کہ دو سو درہم پورے ہو جائیں تو جب دو سو درہم ہو جائیں تو ان میں پانچ درہم ہیں جو اس پر زیادہ ہو تو اسی حساب پر ہے ۲؎ اور بکریاں میں ہر چالیس بکریوں میں ایک بکری ہے ۳؎ ایک سو بیس تک کہ اگر ایک زیادہ ہو جائے تو دو بکریاں دو سو تک اگر زیادہ ہوں تو تین بکریاں تین سو تک

احکام شرعیہ کے مالک ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے معاف کر دی یعنی اگر چاہتا تو ان سب کی زکوۃ واجب کر دیتا ۲؎ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ چاندی کا نصاب دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ ہے جس سے کم میں زکوۃ واجب نہیں، پھر دو سو کے بعد چالیس درہم تک معافی چالیس پر ایک درہم اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ چاندی سونے کی زکوۃ میں دو نصابوں کے درمیان نصاب کے پانچویں حصہ سے کم معاف رہتا ہے اور پانچویں حصہ پر زکوۃ بڑھتی ہے، چنانچہ ساڑھے سات تولہ سونے کے بعد ڈیڑھ تولہ سے کم پر معافی ہوگی اور ڈیڑھ تولہ پر زکوۃ بڑھے گی، چاندی میں ساڑھے باون تولے کے بعد ساڑھے دس تولہ تک معافی اور ساڑھے دس تولہ پر زکوۃ بڑھے گی۔ ۲؎ ان کا نام حارث ابن عبداللہ ہمدانی ہے، کنیت ابو زہیر ہے، تابعی ہیں، مشہور یہ ہے کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں ہیں، بعض محدثین نے آپ پر جرح کی ہے، آپ نے حضرت علی سے کل چار حدیثیں روایت کی ہیں (مرقات وغیرہ)

۱؎ یعنی زبیر جو راوی حدیث ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھے یقین نہیں بلکہ گمان ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے موقوف نہیں، حضرت علی کا اپنا قول نہیں ہے بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ۲؎ اس کی شرح ابھی گزر چکی، خیال رہے کہ چاندی کی زکوۃ میں سکہ رائج الوقت کا اعتبار نہیں بلکہ وزن کا لحاظ ہے مگر تجارتی سامان کی زکوۃ میں سکہ رائج الوقت معتبر ہے، کیونکہ چاندی میں تو خود اس پر زکوۃ ہے مگر تجارتی مال میں اس کی قیمت پر ہے لہذا دو سو درہم کا لحاظ وزن سے ہے، ہندی کی سزا میں بھی مسروقہ مال کی قیمت کا اعتبار ہے (مرقاۃ) اس حدیث کی بنا پر صاحبین فرماتے ہیں کہ دو سو درہم کے بعد ہر درہم پر زکوۃ واجب ہے کیونکہ فمازاد عام ہے، مگر امام اعظم فرماتے ہیں کہ چالیس درہم سے کم میں زکوۃ نہیں، یہاں مازاد سے مراد چالیس درہم ہیں جیسا کہ اوپر کے جملہ سے معلوم ہوا اور دوسری احادیث نے اس کی تصریح فرمادی، نیز ابو داؤد کی اس دوسری حدیث کی اسناد میں حارث و عاصم ہیں، ان دونوں پر محدثین نے سخت جرح کی ہے لہذا یہ حدیث قابل سند نہیں غرضکہ فَمَا زَادَ فَعَلٰى ذٰلِكَ کی عبارت مجروح ہے لہذا حق یہ ہی ہے کہ دو سو درہم کے بعد چالیس درہم سے کم پر زکوۃ نہ ہوگی ۳؎ یہ جملہ بھی تمام احادیث صحیحہ کے خلاف ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چالیس بکریوں سے ایک بکری زکوۃ دی جائے تو ایک سو بیس میں تین بکریاں واجب ہوں، حالانکہ چالیس کے بعد ایک سو بیس تک زکوۃ نہیں بڑھتی، مرقات نے فرمایا کہ لفظ کل زائد

مِائَةٍ فَإِذَا زَادَتْ عَلٰى ثَلٰثِ مِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعٌ وَّثَلٰثُوْنَ
فَلَيْسَ عَلَيْكَ فِيْهَا شَيْءٌ وَفِي الْبَقَرِ فِيْ كُلِّ ثَلٰثِيْنَ تَبِيْعٌ وَّفِي الْأَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةٌ وَّلَيْسَ
عَلَى الْعَوَامِلِ شَيْءٌ، وَعَنْ مُعَاذٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّهَهٗ إِلَى الْيَمَنِ
أَمَرَهٗ أَنْ يَّأْخُذَ مِنَ الْبَقَرَةِ مِنْ كُلِّ ثَلٰثِيْنَ تَبِيْعًا أَوْ تَبِيْعَةً وَّمِنْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةً
رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

پھر اگر تین سو پر زیادہ ہوں تو ہر سیکڑے میں ایک بکری اگر بکریاں انتالیس ہوں تو آپ کا تم پر کچھ نہیں [1] اور گایوں میں ہر تیس میں ایک سالہ بچہ ہے [2] اور چالیس میں دو سالہ بچہ اور کام کاج کے جانوروں میں کچھ نہیں [3] روایت ہے حضرت معاذ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن میں بھیجا [4] تو حکم دیا کہ گائے میں ہر تیس سے ایک سالہ نر یا مادہ وصول کریں اور ہر چالیس سے دو سالہ [5] (ابو داؤد، ترمذی، نسائی، دارمی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

ہے بعض نے فرمایا کہ یہ کچھ زیادتی نہیں بکریاں مستحق ہے یعنی بکری، پھر اونٹ وغیرہ ان تمام میں چالیس پر زکوٰۃ ہے لہٰذا یہ آئندہ حدیث بھی خلاف حنفی اور دیگر احادیث کے بھی مخالف نہیں۔ [1] اس کی شرح پہلے ہو چکی ہے خیال رہے کہ بکریوں کی زکوٰۃ میں بکری کا چھوٹا بچہ نہ دیا جائے گا بلکہ جوان بکری یا بکرا جسے بکری کہہ سکیں مگر اس میں اونٹ و گائے کی طرح عمر مقرر نہیں کہ اتنے سال یا اتنے ماہ کی بکری [2] یعنی تیس گایوں میں یکسالہ بچھڑا یا بچھیا واجب ہے یکسالہ بچھڑے کو تبیع اس لئے کہتے ہیں کہ اس وقت بچہ اپنی ماں کے تابع ہوتا ہے اونٹ کی زکوٰۃ میں صرف مادہ ہی وصول کی جاتی ہے مگر گائے کی زکوٰۃ میں نر یا مادہ دونوں لئے جا سکتے ہیں، کیونکہ بعض لحاظ سے مادہ اچھی ہے کہ نسل دیتی ہے اور بعض وجوہ سے نر اچھا کہ کھیتی باڑی میں کام آتا ہے [3] اسی طرح اگر اونٹ کام کاج کے لئے ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں پھر علوفہ یعنی گھر چارہ کھانے والی میں زکوٰۃ نہیں [4] وہاں کا حاکم بنا کر، چونکہ اس زمانہ میں اسلامی حکام لوگوں کے ظاہری مال یعنی جانوروں، زمینوں کی زکوٰۃ بھی وصول کرتے تھے جو بعد میں اپنے مصرف پر بہت احتیاط سے خرچ کر دی جاتی تھی اسی لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ تلقین فرمائی [5] بقر کے معنی ہیں چیرنا پھاڑنا چونکہ بیل زمین میں ہل چلاتے ہیں جس سے زمین چر جاتی ہے اس لئے اسے بقر کہتے ہیں، البقرہ میں ت تانیث کی نہیں، وحدۃ نوعی یا جنسی کی ہے لہٰذا یہ لفظ بیل پر بولا جاتا ہے چونکہ عرب میں بھینس بہت تھوڑی ہوتی اس لئے ان کا ذکر نہ فرمایا ورنہ بھینس کی زکوٰۃ بھی گائے کی طرح ہے خلاصہ یہ کہ گائے بھینس کا نصاب تیس ہے تیس میں ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہے پھر چالیس تک زکوٰۃ نہ بڑھے گی، اور چالیس میں دو سالہ بچھڑا یا بچھڑی واجب ساٹھ میں دو تبیعے اور ستر میں ایک تبیعہ اور ایک مسنہ غرضکہ ہر تیس پر تبیعہ واجب ہوتا جائیگا یکسالہ اور ہر چالیس پر مسنہ دو سالہ، چالیس کے بعد ساٹھ سے کم میں بہت اختلاف ہے، صاحبین کے ہاں اس زیادتی سے زکوٰۃ نہ بڑھے گی، امام اعظم سے اس میں تین روایتیں ہیں، اس کی تحقیق ہدایہ کی شرح میں دیکھو، یہ حدیث اگرچہ منقطع ہے کیونکہ اس میں مسروق نے حضرت معاذ سے

اللہ علیہ وسلم المعتدی فی الصدقۃ کمانعہا رواہ ابوداؤد والترمذی ۔ وعن ابی سعید الخدری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس فی حب ولا تمر صدقۃ حتی یبلغ خمسۃ اوسق رواہ النسائی ۔ وعن موسی بن طلحۃ قال عندنا کتاب معاذ بن جبل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال انما امرہ ان یاخذ الصدقۃ من الحنطۃ والشعیر والزبیب والتمر مرسل رواہ فی شرح السنۃ ۔ وعن

نے کہ زکوٰۃ میں حد سے تجاوز کرنے والا زکوٰۃ نہ دینے والے کی طرح ہے ۱ (ابوداؤد و ترمذی) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دانوں اور کھجوروں میں زکوٰۃ نہیں حتے کہ پانچ وسق کو پہنچیں ۲ (نسائی) روایت ہے حضرت موسیٰ ابن طلحہ سے ۳ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت معاذ ابن جبل کی کتاب ہے جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے فرمایا کہ انہیں حضور نے حکم دیا کہ وہ گیہوں جو کشمش کھجور سے زکوٰۃ لیں ۴ (شرح سنہ) روایت ہے

روایت کی مگر انہوں نے معاذ سے ملاقات نہیں کی لیکن چونکہ بہت احادیث سے تقویت پہنچ چکی ہے اس لئے قابل عمل ہے، اسی لئے ترمذی نے اسے حسن فرمایا۔

۱ اس حدیث کے دو معنے ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ جو عامل زکوٰۃ وصول کرنے میں زیادتی کرے کہ یا زیادہ لے یا بہترین مال لے، وہ ایسا ہی گنہگار ہے جیسے زکوٰۃ نہ دینے والا، یا جو مالک زکوٰۃ دینے میں زیادتی کرے کہ یا تو کم دینے کی کوشش کرے یا ناقص یا ردی مال وصول کرے وہ ایسا ہی گنہگار ہے جیسے زکوٰۃ نہ دینے والا۔ علماء فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ خوشدلی سے دو، اسے جرمانہ یا ٹیکس نہ سمجھو، مستحق کو دو، جان بوجھ کر غیر مستحق کو نہ دو، دے کر احسان نہ جتاؤ، اگر اپنے عزیز فقیر کو دی ہے تو اسے طعنہ نہ دو بلکہ اس کا ذکر کبھی بھی نہ کرو کہ ان سے صدقہ باطل ہو جاتا ہے، رب تعالٰے فرماتا ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى اور یہ سب حد سے بڑھنے میں داخل ہیں ۲ اس حدیث کی مکمل شرح بھی کچھ پہلے ہو چکی کہ امام اعظم کے ہاں یہاں زکوٰۃ سے زکوٰۃ تجارت مراد ہے چونکہ اس زمانہ میں ایک وسق یعنی ساٹھ صاع چالیس درہم کا ہوتا تھا اور پانچ وسق دو سو درہم کے اس لئے پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہ تھی، زکوٰۃ پیداوار مراد نہیں کہ وہ تو ہر تھوڑے بہت زیادہ میں ہے ۳ آپ کا نام موسیٰ ابن طلحہ ابن عبداللہ ہے تیمی ہیں قرشی ہیں، تابعی ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا تو ہوئے مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر سکے، آپ کا نام موسیٰ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے رکھا، آپ کے والد طلحہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ۴ یہ حدیث ظاہری معنے سے امام اعظم کی دلیل ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں ان چیزوں کا وزن مقرر نہ کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیداوار میں مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے کم ہو یا زیادہ۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ فرماتے ہیں ہمارے پاس معاذ ابن جبل کی یہ مضمون کی کتاب بھی ہے اور ہمیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ خبر بھی پہنچی ہے اس صورت میں یہ حدیث مرسل ہے، کیونکہ تابعی نے بغیر ذکر صحابی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث نقل کردی، اسی معنی کی بنا پر مصنف نے اسے مرسل فرمایا اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت معاذ کی وہ

عَتَّابِ بْنِ اُسَیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ زَکٰوۃِ الْکُرُوْمِ اِنَّھَا تُخْرَصُ کَمَا
تُخْرَصُ النَّخْلُ ثُمَّ تُؤَدّٰی زَکٰوتُہٗ زَبِیْبًا کَمَا تُؤَدّٰی زَکٰوۃُ النَّخْلِ تَمْرًا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ
اَبُوْدَاؤُدَ۔ وَعَنْ سَھْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَۃَ حَدَّثَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ
یَقُوْلُ اِذَا خَرَصْتُمْ فَخُذُوْا وَدَعُوا الثُّلُثَ فَاِنْ لَّمْ تَدَعُوا الثُّلُثَ فَدَعُوا الرُّبُعَ رَوَاہُ
التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِیُّ۔ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
یَبْعَثُ عَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ رَوَاحَۃَ اِلٰی یَھُوْدَ فَیَخْرُصُ النَّخْلَ حِیْنَ یَطِیْبُ قَبْلَ اَنْ یُّؤْکَلَ

حضرت عتاب ابن اسید سے [1] کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انگور کی زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا کہ اس کا یوں ہی اندازہ لگایا جائے جیسے کھجور کا لگایا جاتا ہے پھر اس کی کشمش سے یوں ہی زکوٰۃ دی جائے جیسے کھجور سے چھوہاروں کی دی جاتی ہے [2] (ترمذی و ابوداؤد) روایت ہے حضرت سہل ابن ابی حثمہ سے انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ جب تم اندازہ لگاؤ تو تہائی چھوڑ دو اگر تہائی نہ چھوڑو تو چوتھائی تو ضرور چھوڑ دو [3] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ ابن رواحہ کو یہود خیبر کی طرف بھیجتے تو وہ کھجوروں کا اندازہ لگاتے تھے پکنے کے وقت، کھائے جانے سے پہلے

کہ آپ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو حضرت معاذ نے لکھ لیا تھا، اس صورت میں یہ حدیث مرسل نہیں بلکہ متصل ہے۔

[1] آپ قرشی ہیں، اموی ہیں، فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور آپ کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا حاکم بنایا، صدیق اکبر نے اپنی خلافت میں آپ کو اسی عہدہ پر بحال رکھا، صدیق اکبر کی وفات کے دن آپ کی مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی وہیں دفن ہوئے، کل پچیس سال عمر پائی بڑے صالح متقی تھے۔ [2] حدیث بالکل ظاہر ہے کہ انگور کے باغ کا مالک سارے انگور توڑ کر وقف کرکے زکوٰۃ نہ نکالے بلکہ پہلے تو یہ اندازہ لگائے کہ کل پھل کتنا ہوگا، پھر یہ کہ کشمش ہو کر کتنا رہے گا، اس کا دسواں یا بیسواں حصہ زکوٰۃ نکالے، چونکہ خیبر پہلے سے ہجری میں فتح ہو چکا تھا جہاں کھجور کے باغات ہیں وہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن رواحہ کو اندازہ لگانے کے لیے بھیجا تھا اور طائف بعد میں فتح ہوا جہاں انگور کے باغات بکثرت تھے، اس لیے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انگور کی زکوٰۃ کو کھجور کی زکوٰۃ سے تشبیہ دی (از مرقات) [3] یہ حکام کو حکم ہے یعنی اے حاکمو! جب تم باغوں یا کھیتوں کی زکوٰۃ لینے جاؤ تو خود بھی اور دوسرے واقف کاروں کی مدد سے بھی اندازہ لگاؤ کہ اس میں کل پھل یا دانہ کتنا ہے، اس کی زکوٰۃ کا حساب لگاؤ اور تہائی یا چوتھائی زکوٰۃ چھوڑ دو تاکہ وہ مالک خود اپنے ہاتھ سے اپنے عزیز قرابت دار وغیرہ کو دے اور دو تہائی یا تین چوتھائی خود لے آؤ۔ خیال رہے کہ امام شافعی و ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک یہ حکم خراج میں ہے زکوٰۃ پوری عامل وصول کرے گا، ان کے ہاں یہ حکم خیبر کے حکام کو تھا جو خیبر کے یہودیوں سے پیداوار کا نصف وصول کرنے جاتے تھے کیونکہ ان لوگوں سے اس پر صلح ہوئی تھی کہ پیداوار کا آدھا تمہارا ہوگا اور آدھا مسلمانوں کا، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے از راہ کرم حکم دیا کہ اپنے اندازے سے

مِنْهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَسَلِ فِي كُلِّ عَشْرَةِ أَزْقٍ زِقٌّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ فِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ وَلَا يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْبَابِ كَثِيْرُ شَيْءٍ ۔ وَعَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَتْ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ فَإِنَّكُنَّ

لہ (ابوداود) ۲ے روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شہد کے بارے میں کہ ہر دس مشک میں ایک مشک ہے ۳ے (ترمذی) اور فرمایا کہ اس کی اسناد میں کلام ہے اور اس بارے میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ زیادہ منقول نہیں ۴ے روایت ہے حضرت زینب زوجہ عبداللہ سے (ابن مسعود) فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب کیا فرمایا کہ اے بیبیو خیرات دو اگرچہ اپنے زیور ہی سے ہو کیونکہ

لہ کم کرنے کے لئے کہا کہ آدھا تاکہ ہماری طرف ان کا حق رہ جائے ہمارا ان کی طرف رہ جائے تو حرج نہیں ۔ ۱۲ے آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے کہ آپ مشہور صحابی ہیں ، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے شاعر ہیں غزوہ موتہ میں شہید ہوئے ، آپ کے ذمہ وہ خدمت تھی جو آگے آرہی ہے ۔

لہ گذشتہ حدیث میں عرض کیا گیا کہ یہود خیبر سے اس بات پر صلح ہوئی تھی کہ کھجوروں کے باغات مسلمانوں کے ہوں گے ، اور محنت ان یہود کی پیداوار آدھی آدھی ، حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پھل پکنے کے وقت حضرت عبداللہ ابن رواحہ کو اندازہ لگانے کے لئے خیبر بھیجتے تھے کیونکہ وہ اندازہ لگانے میں ماہر تھے ، چنانچہ آپ ان یہود سے فرما دیا کرتے تھے کہ اس باغ میں اتنے پھل ہیں ، تم یا اس کے آدھے پھل ہم سے لے لو اور باغ ہمیں چھوڑ دو یا آدھے پھل ہمیں دے دو اور باغ تمہارا اس فیصلہ پر یہود بہت خوش ہوتے اور کہتے تھے ، کہ یہ وہ عدل ہے جس سے آسمان و زمین قائم ہیں ، مسلمانوں کے عدل و انصاف کے کفار بھی قائل تھے ۲ے یہ حدیث ابوداؤد میں دو جگہ آئی ہے کتاب الزکوٰۃ میں اور کتاب البیوع میں پہلی کی اسناد میں ایک مجہول شخص ہے دوسری کی اسناد میں جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے ، تمام راوی ثقہ ہیں ، لہٰذا یہ حدیث حسن لغیرہ ہے ۳ے شہد کی زکوٰۃ کا مسئلہ بڑے معرکہ کا ہے ، بعض اماموں کے ہاں اس میں زکوٰۃ نہیں ، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس میں زکوٰۃ ہے ، پھر اس کے نصاب کے بارے میں خود امام صاحب سے کئی روایتیں ہیں ۔ ایک یہ کہ اگر شہد عشری زمین سے حاصل ہو تو اس میں مطلقاً زکوٰۃ ہے ، تھوڑا ہو یا زیادہ ، کیونکہ سرکار فرماتے ہیں مَا اَخْرَجَتْهُ الْاَرْضُ فَفِيْهِ الْعُشْرُ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ شہد کی قیمت پر زکوٰۃ ہے ایک روایت یہ ہے کہ اگر دس مشکیزے ہوں تو ایک مشکیزہ اس کی زکوٰۃ یہ حدیث اس تیسرے قول کی دلیل ہے امام شافعی کا بھی پہلا قول یہی تھا ۴ے یعنی محدثین کے نزدیک یہ صحیح نہیں ، خیال رہے کہ محدثین کی یہ جرح امام اعظم کو مضر نہیں کیونکہ یہ حدیث امام صاحب کو صحیح ملی تھی ، اس لئے کہ آپ کا زمانہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت قریب ہے ، ان محدثین کو ضعیف ہو کر ملی بعد کا ضعف امام صاحب کو مضر نہ ہوگا ، نیز یہ حدیث بہت روایتوں سے مروی ہے چنانچہ ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے روایت کی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے شہد سے عشر وصول فرمایا ہے بعض احادیث میں ارشاد ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شہد کا مر

إِلَى أَهْلِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ٭ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ أَتَتَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ أَيْدِيْهِمَا سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَهُمَا أَتُؤَدِّيَانِ زَكٰوتَهٗ قَالَتَا لَا فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتُحِبَّانِ أَنْ يُسَوِّرَكُمَا اللّٰهُ بِسِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ قَالَتَا لَا قَالَ فَأَدِّيَا زَكٰوتَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ قَدْ رَوَى الْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ نَحْوَ هٰذَا وَالْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ وَابْنُ لَهِيْعَةَ يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيْثِ وَلَا يَصِحُّ فِيْ هٰذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

قیامت میں پیادہ دوزخی ہوں گی ۱؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ دو عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے ان سے حضور انور نے فرمایا کہ تم ان کی زکوٰۃ دیتی ہو ۲؎ وہ بولیں نہیں تب ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم پسند کرتی ہو کہ اللہ تمہیں آگ کے کنگن پہنائے ۳؎ وہ بولیں نہیں فرمایا تو ان کی زکوٰۃ دیا کرو (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث مثنیٰ ابن صباح نے روایت کی عمرو ابن شعیب سے اس کی مثل اور مثنیٰ ابن صباح اور ابن لہیعہ حدیث میں ضعیف مانے جاتے ہیں اور اس باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح

جاتا تھا لہذا انہوں نے حدیث یوں نقل کی۔ کہ یہی شہاب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد کا عشر دیتے تھے۔ تعدد اسناد کی وجہ سے متن حدیث قوی ہوگیا۔

۱؎ یعنی پہننے کے سونے چاندی کے زیوروں میں بھی زکوٰۃ واجب ہے یہاں صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے جیسا کہ اگلی حدیث میں صاف آرہا ہے خیال رہے کہ پہننے کے ان زیوروں پر امام اعظم کے ہاں زکوٰۃ واجب ہے، امام شافعی کے قول جدید میں اور امام احمد کے ہاں اس میں زکوٰۃ نہیں، یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے اس کا کچھ ذکر اگلی حدیث میں آرہا ہے ۲؎ مرقات نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد بالکل صحیح ہے اور اس کے راوی سب قوی، نیز اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہے وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ الآیہ رب تعالٰی نے سونے چاندی میں تجارت کی قید نہ لگائی، معلوم ہوا کہ پہننے کا زیور بھی اسی حکم میں داخل ہے، لہذا سونے چاندی کے استعمالی زیور پر زکوٰۃ فرض ہے جبکہ ان کا وزن نصاب کو پہنچ جائے ۳؎ یہ سونے چاندی کے کنگن پہننے کے تھے، تجارتی نہ تھے، وزنی تھے کہ ساڑھے سات تولہ ان کا وزن تھا، اس لیے ان بیبیوں سے پوچھا گیا، یہ سوال فرمانا تنبیہ حکم کی تمہید ہے، جیسے رب تعالٰی نے موسیٰ علیہ السلام سے پہلے پوچھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے، کیوں پوچھا؟ آئندہ کلام کی تمہید کے لیے، لہذا اس سوال سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے علمی ثابت نہیں ہوسکتی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر ایک امتی کے ہر ایک عمل سے خبردار ہیں، دیکھو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے کسی امتی کے اعمال آسمان کے تاروں کے برابر ہیں، تو فرمایا عمر فاروق کے رضی اللہ عنہ معلوم ہوا کہ ہر امتی کے اعمال بلکہ ان کے تولنے کی بھی خبر ہے ۴؎ اس وعید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں زکوٰۃ سے مراد شرعی فرضی زکوٰۃ ہے نہ کہ نفلی صدقہ کیونکہ نفل ادا نہ کرنے پر سزا یا

اللہ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَیْءٌ۔ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَلْبَسُ اَوْضَاحًا مِّنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَكَنْزٌ هُوَ فَقَالَ مَا بَلَغَ اَنْ تُؤَدّٰى زَكٰوتُهٗ فَزُكِّیَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْ دَاوٗدَ۔ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُنَا اَنْ نُّخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِیْ نُعِدُّ لِلْبَيْعِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ۔ وَعَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ

حدیث ثابت نہیں۔[1] روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ میں سونے کے کنگن پہنا کرتی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ بھی خزانہ کرنا ہے[2] فرمایا جو جو ب زکوٰۃ کی حد کو پہنچے تو تم اس کی زکوٰۃ دیتی رہو تو خزانہ نہیں[3] (مالک و ابوداؤد) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم کو حکم دیتے تھے کہ اس مال کی زکوٰۃ دیں جو تجارت کے لئے رکھتے ہیں[4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ربیعہ ابن ابی عبدالرحمن سے وہ

[1] شاید امام ترمذی کو یہ حدیث صحیح ہو کر نہ ملی، تو وہ اپنے علم کی بنا پر یہ فرما گئے ورنہ اصل حدیث بہت صحیح اسنادوں سے مروی ہے چنانچہ ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ بلکہ خود ترمذی نے بھی حضرت علی سے روایت کی کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاندی کی زکوٰۃ ہر چالیس درہم سے ایک درہم ادا کرو، نیز ابوداؤد و نسائی نے روایت کی کہ ایک عورت اپنی لڑکی کو لے کر حاضر بارگاہ نبوی ہوئی جس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے، تو فرمایا کہ کیا ان کی زکوٰۃ دیتی ہو عرض کیا نہیں فرمایا کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ کل تم کو دوزخ میں آگ کے کنگن پہنائے جائیں، تو اس نے فورًا کنگن اتار کر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف پھینک دیئے اور بولی یا اللہ و رسول کے لئے صدقہ ہیں، یہ حدیث بالکل صحیح الاسناد ہے، نیز ابوداؤد نے عبداللہ ابن شداد ابن الہاد سے روایت کی کہ ہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے یہ واقعہ سنایا کہ میرے پاس ایک بار حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں ہاتھوں میں کنگن پہنے بیٹھی تھی تو فرمایا اے عائشہ کیا ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ میں بولی نہیں، تو فرمایا دوزخ میں جانے کے لئے یہ کافی ہیں، اسے حاکم نے بھی نقل فرمایا اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔ غرضکہ زیور پر زکوٰۃ واجب ہونے کی صحیح احادیث بہت ہیں اور قرآنی آیات بھی تائید میں ہیں اگلی حدیث بھی آرہی ہے، فتح القدیر و مرقات میں خیال ہے کہ ابن لہیعہ کو امام ترمذی نے ضعیف کہا، مگر امام احمد نے ان کی توثیق کی ہے۔ امام اعظم کا مذہب نہایت قوی ہے اور استعمالی زیوروں پر زکوٰۃ فرض ہے۔[2] خزانہ سے مراد وہ خزانہ ہے جس کی برائی قرآن کریم میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ الخ یہ سوال ظاہر ہے کہ اس زیور کی تجارت تو کرنا نہیں ہے صرف پہننے کے لئے ہے، تو کیا یہ بھی اس آیت کریمہ کی زد میں آیا ہے جو کبھی تقسیم کی جگہ پہننے کے کپڑوں میں زکوٰۃ نہیں تو ہو سکتا ہے کہ پہننے کے زیوروں میں بھی نہ ہو انہیں یہ خیال نہ رہا کہ کپڑا ضروریات زندگی کی چیز ہے، زیور ایسا نہیں۔[3] اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ استعمالی زیور پر زکوٰۃ ہے یہ حدیث بالکل صحیح ہے جیسا کہ شیخ نے فرمایا کہ اس کے راوی امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں، اسے حاکم اور ابن قطان نے بھی نقل فرمایا ابن قطان نے فرمایا کہ حدیث صحیح ہے (مرقات)۔ مطلب یہ ہے کہ اگر زیور کی زکوٰۃ نہ دی جائے تو یہ بھی کنز میں داخل ہے جس پر قرآن کریم میں سخت وعید آئی۔ اگر زکوٰۃ دی جائے تو کنز نہیں۔[4] یعنی سونے چاندی کے سوا جو مال تجارت کے لئے ہو یا پہننے کے لئے یا کسی اور مقصد کے لئے

غَيْرِ وَاحِدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ لِبِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ وَهِيَ مِنْ نَاحِيَةِ الْفُرُعِ فَتِلْكَ الْمَعَادِنُ لَا تُؤْخَذُ مِنْهَا اِلَّا الزَّكٰوةُ اِلَى الْيَوْمِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ٭ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِي الْخَضْرَاوَاتِ صَدَقَةٌ وَّلَا فِي الْعَرَايَا صَدَقَةٌ وَّلَا فِيْ اَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ صَدَقَةٌ

چند راویوں سے راوی ۱ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال ابن حارث مزنی کو ۲ قبلیہ کی کانیں جاگیر دیں ۳ قبلیہ مقام فرع کے اطراف میں واقع ہے تو ان کانوں سے آج تک زکوٰۃ کے سوا کچھ نہیں لیا جاتا ہے ۴ (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت علی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ تو سبزیوں میں زکوٰۃ ۵ ہے اور نہ عرایا (عاریۃ) میں ۶ اور نہ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ ۷ ہے

کے علاوہ دوسرے مالوں میں زکوٰۃ جب ہوگی کہ تجارت کیلئے ہوں اس قاعدہ کلیہ میں تمام مال داخل ہیں حتی کہ کپڑے زمین، غلہ جانور بھی، خیال رہے کہ جانوروں میں سائمہ کی زکوٰۃ اور ہے، تجارتی کی زکوٰۃ کچھ اور، سائمہ کی زکوٰۃ تو وہ ہے جو پہلے ذکر ہوئی کہ پانچ اونٹ میں ایک بکری اور دس میں دو لیکن تجارتی اونٹ کی قیمت اگر دو سو درہم تک پہنچے تو چالیسواں حصہ اسی طرح پیداوار کی زکوٰۃ اور ہے اگر دہ اہلیوں کی زکوٰۃ کچھ اور، پیداوار کی زکوٰۃ بیان ہو چکی کہ عشری یا نیم عشر زکوٰۃ واجب ہے دسواں یا بیسواں حصہ، اگر ان کی تجارتی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہوگی جبکہ دو سو درہم کو پہنچیں لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں کہ یہاں تجارتی زکوٰۃ مراد ہے ۱ یعنی حضرت ربیعہ ابن عبدالرحمن نے جو بڑے مشہور تابعی ہیں جن کا لقب ربیعہ رائے ہے بہت صحابہ سے یہ حدیث نقل فرمائی ۲ بلال ابن حارث صحابی ہیں، مزینہ کے وفد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر اسلام لائے، اسی سال عمر پائی، ۶۰ھ میں وفات ہوئی، ۳ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بلال کو مقام فرع کے پاس جو مکہ و مدینہ منورہ کے درمیان ایک جگہ ہے، مدینہ منورہ سے پانچ منزل پر ہے علاقہ قبلیہ کی کانیں بخشیں عطا فرمائیں بطریق معافی جاگیر کہ وہاں سے سونا چاندی نکالیں اور اپنا گزارہ کریں، قبلیہ بھی ایک جگہ کا نام ہے، معلوم ہوا کہ بادشاہ اسلام کسی کو کوئی زمین بطور جاگیر دے سکتا ہے ۴ یعنی کان سے نکلنے والی دھات میں پانچواں حصہ واجب ہوتا ہے یعنی خمس، اگر ان کانوں کے سونے چاندی پر خمس واجب نہیں ہوا بلکہ زکوٰۃ یعنی چالیسواں حصہ واجب ہوا، خیال رہے کہ حضرت امام شافعی کے ہاں جاگیر کی کان سے جو برآمد ہو اس میں چالیسواں حصہ واجب ہے مگر امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک خمس ہی واجب ہے، امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے، حضرت امام اعظم کی دلیل وہ گزشتہ حدیث کہ وفی الرکاز الخمس، یہ حدیث منقطع ہے لہذا اس سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی (مرقات) یا یہ حضرت بلال کی خصوصیات سے ہے ۵ امام اعظم کے نزدیک سبزیوں میں عشر یا بیسواں حصہ ہے صاحبین کے ہاں نہیں، یہ حدیث صاحبین کی دلیل ہے، امام اعظم قدس سرہ کے ہاں اس سے زکوٰۃ تجارت مراد ہے اس کی بحث پہلے ہو چکی، سبزیوں سے مراد تمام نہ ٹھہرنے والی چیزیں ہیں جیسے ترکاریاں پھول بینگن کدو وغیرہ ۶ عرایا عریہ کی جمع ہے عریہ وہ درخت ہے جو کسی کو ایک دو فصلوں کے لئے عاریۃً دے دیا جاوے کہ وہ اس کے پھل کھایا کرے اصل درخت مالک کا ہو، کبھی کسی سے خشک کھجوریں لے

وَلَا فِي الْعَوَامِلِ صَدَقَةٌ وَلَا فِي الْجَبْهَةِ صَدَقَةٌ قَالَ الصَّقْرُ الْجَبْهَةُ الْخَيْلُ وَالْبِغَالُ وَ
الْعَبِيْدُ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ ۔ وَعَنْ طَاؤُسٍ اَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ اُتِيَ بِوَقْصِ الْبَقَرِ فَقَالَ
لَمْ يَأْمُرْنِيْ فِيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَالشَّافِعِيُّ وَقَالَ
الْوَقْصُ مَا لَمْ يَبْلُغِ الْفَرِيْضَةَ ۔ بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنِ
ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا

نہ کام کاج کے جانوروں میں زکوٰۃ ہے [1] اور نہ جبہہ میں، امام صقر نے فرمایا کہ جبہہ سے مراد گھوڑے اور خچر اور غلام ہیں [2] (دارقطنی)
روایت ہے حضرت طاؤس سے کہ حضرت معاذ ابن جبل کے پاس نصاب سے کم گائیں لائی گئیں تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کے بارے میں نبی کریم صلے اللہ
علیہ وسلم نے کوئی حکم نہیں دیا [3] (دارقطنی شافعی) اور امام شافعی نے فرمایا کہ وقص وہ عدد ہے کہ نصاب کو نہ پہنچے [4] صدقہ فطر کا باب [5]
پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع چھوہارے یا ایک صاع [6]

کر اس کے عوض درخت کی تر کھجوریں دے دیتے ہیں اسے بھی عریہ کہا جاتا ہے، اس کی پوری بحث کتاب البیوع میں ہوگی، ان شاء اللہ، اسکی بحث
پہلے ہو چکی کہ امام اعظم کے نزدیک یہاں زکوٰۃ سے تجارتی زکوٰۃ مراد ہے، چونکہ اس زمانہ میں ایک وسق چالیس درہم کا ہوتا تھا تو پانچ وسق دو سو درہم کے
ہوئے اسلئے یہ ارشاد ہوا، ورنہ پیداوار کی زکوٰۃ ہر تھوڑی بہت پر ہوگی، دلائل اسی باب میں ابھی کچھ پہلے عرض کئے گئے۔ [1] یعنی کام کاج کے اونٹ
گائیوں وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں کیونکہ یہ تجارتی مال نہیں، اسی طرح علوفہ یعنی گھر کا چارہ کھانے والے جانوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں، یہ مسئلہ بھی پہلے
گزر چکا۔ [2] کہ جب یہ تجارت کے لئے نہ ہوں خدمت کے لئے ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں، ہاں اس غلام کا فطرہ آقا پر واجب ہوگا۔ [3] کیونکہ وجوب
زکوٰۃ کے لئے مال کا بقدر نصاب ہونا شرط ہے، اونٹ کا نصاب پانچ ہے، گائے کا تیس، بکریوں کا چالیس، اس کا ذکر پہلے ہو چکا۔ [4] اول ہی سے
نصاب کو نہ پہنچے وہ بھی وقص ہے اور دو نصابوں کے درمیان کی کسر بھی وقص ہے، یہاں پہلی صورت مراد ہے کیونکہ انہوں نے اس کی بالکل زکوٰۃ نہ لی اور قاف
ساکن و عین [5] فطرہ یا افطار سے ہے یا فطرت سے، چونکہ ماہ رمضان گزر جانے اور عید کے دن افطار کرنے پر واجب ہوتا ہے اسلئے فطرہ کہا جاتا ہے یا بچہ
پیدا ہوتے ہی اس کی طرف سے باپ پر ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے لہذا فطرہ ہے، اصطلاح شریعت میں عید کے دن جو اللہ کے لیے رمضان کا صدقہ واجب ہوتا ہے وہ
فطرہ ہے، احناف کے ہاں فطرہ واجب ہے، امام شافعی و احمد کے ہاں فرض، امام مالک کے ہاں سنت مؤکدہ، امام شافعی کے ہاں ہر اس امیر و غریب
پر جو ایک دن کی روزی پر قادر ہو فطرہ فرض ہے، امام مالک کے ہاں مالک نصاب پر فطرہ سنت مؤکدہ ہے نصاب نامی یعنی بڑھنے والا ہو یا نہ ہو
نصاب میں، احناف کا مذہب بھی یہی ہے، فطرہ کے تفصیلی مسائل کتب فقہ میں دیکھو۔ [6] صاع عرب شریف کا مشہور پیمانہ ہے دو قریبا ۴ ما
جس سے غلے ناپ کر فروخت ہوتے ہیں، جیسے ہمارے ہاں ہر علاقہ کا سیر مختلف ہے ایسے ہی عراق، حجاز اور یمن کے صاع بھی مختلف
ہیں، فطرہ میں وہی صاع جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مروج تھا معتبر ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ وہ صاع تین سو اکیاون (۳۵۱) روپیہ

مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ اَقِطٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ ٭ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

جو ہر غلام و آزاد، مرد و عورت، چھوٹے اور بڑے مسلمان پر مقرر فرمائے [1] اور حکم دیا کہ لوگوں کے عیدگاہ جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے [2] (مسلم و بخاری) روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہم صدقہ فطر ایک صاع غلہ [3] یا ایک صاع جو یا ایک صاع چھوہارے یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کشمش نکالتے تھے [4] (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے

ہے یعنی چاہیے پاکستانی اعشاری روپیہ کے سیر سے چار سیر ڈیڑھ پاؤ ایک تولہ، اگر فطرہ میں جو دے تو ایک شخص کی طرف سے اتنے دے اور اگر گیہوں دے تو آدھا صاع یعنی دو سیر تین چھٹانک چھ ماشہ، اس کی تحقیق فتاویٰ رضویہ شریف میں ملاحظہ کریں۔ [1] خیال رہے کہ صدقہ فطر ایک اعتبار سے بدنی عبادت ہے کہ ایک بدنی عبادت روزے کی تکمیل کے لئے ہے، اسی لئے غلام پر بھی واجب ہوا جیسے نماز روزہ اور دوسرے لحاظ سے مالی عبادت ہے کہ وہ مال سے ادا ہوتا ہے، اسی لئے غلام کا فطرہ اس کے مولیٰ پر واجب ہوا نہ کہ خود غلام پر، تیسری حیثیت سے یہ مالی ٹیکس کی حیثیت رکھتا ہے جیسے پیداوار کا خراج، اسی لئے یہ نابالغ بچے پر بھی واجب ہوا، مگر بچے کا فطرہ باپ دیگا، ہاں اگر بچہ خود غنی ہو تو اس کے اپنے مال سے دیا جائیگا لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب بچے پر روزہ، نماز، زکوٰۃ فرض نہیں تو فطرہ کیوں واجب ہوا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وجوب فطرہ کا سبب بدنی علم ہے نہ کہ مال، مسلم مال تو وجوب فطرہ کی شرط ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ کی طرف نسبت دی۔ [2] اس حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے دو مسئلے ثابت فرمائے ہیں ایک یہ کہ فطرہ فرض ہے کیونکہ یہاں لفظ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ہے، دوسرے یہ کہ ہر امیر و غریب پر فرض ہے جس کے پاس ایک دن کے کھانے سے بچا ہوا ہو کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں غنی کی قید نہ لگائی۔ امام اعظم ابوحنیفہ پہلے مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہاں فرض لغوی معنے میں ہے یعنی مقرر فرمائی، رب تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِىْ اَزْوَاجِهِمْ۔ اور اگر شرعی فرض ہی مراد ہو یعنی لازم کر دینا تب بھی حدیث ظنی ہے، اور فرضیت کے لئے دلیل قطعی چاہیے۔ لہٰذا اس فرض سے وجوب ثابت ہوگا نہ کہ فرضیت اور دوسرے مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس اطلاق سے تو یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے، کیونکہ یہاں ایک دن کی روٹی سے زائد ملکیت کا بھی ذکر نہیں، چاہیے کہ ہر آزاد و غلام پر فطرہ واجب ہو حتیٰ کہ فقیر بے نوا بے دست و پا بھیک مانگ کر فطرہ دے، پھر لطف یہ ہے کہ جب ہر فقیر پر فطرہ دینا فرض ہوا تو فطرہ لے گا کون۔ امام اعظم کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بخاری نے تعلیقاً بخاری شریف میں نقل فرمائی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا صَدَقَةَ اِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى صدقہ تو تونگری سے واجب ہوتا ہے، اب تونگری کی کوئی حد ہونا چاہیے وہ نصاب کی ملکیت ہے۔ [3] یہ حکم استحبابی ہے، بہتر یہ ہے کہ فطرہ عید کے دن نکالے اور عیدگاہ جانے سے پہلے دے، اگر نماز عید کے بعد دیا تب بھی جائز

قَالَ فِي آخِرِ رَمَضَانَ أَخْرِجُوا صَدَقَةَ صَوْمِكُمْ فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هٰذِهِ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ أَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ قَمْحٍ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ
ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْهُ قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِّلصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِّلْمَسَاكِينِ
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ

کہ آپ نے رمضان کے آخر میں فرمایا کہ اپنے روزوں کا صدقہ نکالو یہ صدقہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لازم فرمایا ہے ایک صاع کھجور یا جو یا آدھا صاع گندم [1] ہر آزاد یا غلام مرد یا عورت چھوٹے یا بڑے پر ہے [2] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر لازم فرمایا روزوں کو بیہودگی اور فحش سے پاک کرنے اور مسکینوں کو کھانا دینے کے لئے [3] (ابوداؤد)، تیسری فصل روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے

ہے اور اگر عید سے ایک دو دن پہلے دے دیا جب بھی درست ہے چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابن عمر کی ایک دراز روایت نقل کی، جس کے آخر میں ہے وکانوا یعطون قبل الفطر بیوم او یومین یعنے صحابہ عید سے ایک دو دن پہلے فطرہ دے دیتے تھے۔ مگر عید کے دن نماز سے پہلے دینا بہتر ہے تاکہ فقراء بھی عید منالیں (مرقات وغیرہ) [2] حق یہ ہے کہ یہاں طعام سے مراد گندم کے علاوہ دوسرا غلہ ہے جوار، باجرہ، مکئی وغیرہ کیونکہ گندم کا آدھا صاع فطرہ ہوتا ہے نہ کہ پورا صاع، اور اگر گندم مراد ہو تو آدھا صاع فطرہ ہوگا اور آدھا صدقہ نفلی، لہذا یہ حدیث نصف صاع گندم کی احادیث کے خلاف نہیں۔ شیخ نے اشعۃ میں فرمایا کہ اس زمانہ میں حجاز میں جوار کا زیادہ استعمال تھا [3] یا ذ اختیار دینے کے لئے ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دینے والے کا اختیار ہے کہ فطرہ ان میں سے کسی چیز سے دے لیکن اگر پیسے یا کپڑا یا صابن وغیرہ فطرہ میں دے، تو سوا دو سیر گندم کی قیمت کا اعتبار کرے اس قیمت کی یہ چیزیں دے۔

[1] اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ عید کے دن سے پہلے ہی فطرہ دے سکتے ہیں، دیکھو حضرت ابن عباس نے آخر رمضان میں ہی فطرہ نکالنے کا حکم دیا، دوسرے یہ کہ گندم کا آدھا صاع فطرہ میں دیا جائے نہ کہ پورا، لہذا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے [2] اس کی شرح پہلے ہو چکی کہ مملوک غلام کا فطرہ مولےٰ دیگا غلام مسلمان ہو یا کافر، اسی طرح چھوٹے بچے کا فطرہ باپ پر ہے، اگر بچے کے پاس اپنا مال نہ ہو ورنہ خود بچے کے مال سے دیا جائیگا [3] یعنے فطرہ واجب کرنے میں دو حکمتیں ہیں، ایک تو روزہ دار کے روزوں کی کوتاہیوں کی معافی اکثر روزے میں غصہ بڑھ جاتا ہے تو بلاوجہ لڑ پڑتا ہے، کبھی جھوٹ غیبت وغیرہ بھی ہو جاتے ہیں، رب تعالٰی اس فطرے کی برکت سے وہ کوتاہیاں معاف کردیگا کہ نیکیوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں، دوسرے مساکین کی روزی کا انتظام بچوں پر اگرچہ روزے فرض نہیں، مگر دوسری حکمت وہاں بھی موجود ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر بچوں پر فطرہ کیوں ہے، وہ تو روزہ رکھتے نہیں

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُنَادِيًا فِي فِجَاجِ مَكَّةَ أَلَا إِنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ صَغِيْرٍ أَوْ كَبِيْرٍ مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ أَوْ سِوَاهُ أَوْ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ٭ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ أَوْ ثَعْلَبَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ صُعَيْرٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعٌ مِّنْ بُرٍّ أَوْ قَمْحٍ عَنْ كُلِّ اثْنَيْنِ صَغِيْرٍ أَوْ كَبِيْرٍ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى أَمَّا غَنِيُّكُمْ فَيُزَكِّيْهِ اللّٰهُ وَأَمَّا فَقِيْرُكُمْ فَيَرُدُّ عَلَيْهِ أَكْثَرَ مِمَّا أَعْطَاهُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاؤدَ ٭ بَابُ مَنْ لَا تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ ٭

راوی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی گلیوں میں منادی بھیجا[1] کہ خبردار رہو صدقہ فطر واجب ہے ہر مسلمان مرد و عورت آزاد غلام، چھوٹے بڑے پر گیہوں وغیرہ سے دو مد[2] یا اس کے سوا غلہ کا ایک صاع[3] (ترمذی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ثعلبہ سے یا ثعلبہ ابن عبداللہ ابن ابی صعیر سے[4] وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک صاع گندم دو شخصوں کی طرف سے ہے چھوٹے یا بڑے آزاد یا غلام مرد و عورت لیکن[5] تم میں کا مالدار تو اسے اللہ پاک فرما دیگا اور لیکن تمہارا فقیر اللہ اسے دیئے سے زیادہ دے گا[6] (ابوداؤد) باب جن لوگوں کے لئے زکوٰۃ حلال نہیں[7]

[1] یہ اعلان فتح مکہ کے بعد ہوا کیونکہ اس سے پہلے وہاں اسلامی احکام کے اعلان کی کوئی صورت ہی نہ تھی، چونکہ مدینہ کے مسلمانوں کو ہر وقت صحبت محبوب میسر تھی اس لئے انہیں اس اعلان کی ضرورت نہ تھی۔ مکہ معظمہ کے اکثر مسلمان نو مسلم بھی تھے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے دور بھی، اس لئے یہ اعلان کرائے گئے۔ [2] ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے، تو دو مد کا آدھا صاع ہوا یعنی گندم سے فطرہ آدھا صاع فی کس واجب ہے، اور کل مسلم سے مراد ہر صاحب نصاب غنی مسلمان ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ صدقہ غنی کے بغیر واجب نہیں ہوتا، اور آزاد و غلام چھوٹے بڑے سے مراد بلاواسطہ اور بالواسطہ ہے، یعنی بالغ آزاد غنی تو اپنا فطرہ خود دے اور غنی کے غلام و چھوٹے بچوں کا فطرہ وہ غنی دے لہذا یہ حدیث نہ تو دیگر احادیث کے خلاف ہے نہ احناف کے مخالف۔ [3] یہاں طعام کو گندم کے مقابل فرمایا گیا معلوم ہوا کہ اس سے سوا گندم دوسرے غلے مراد ہیں لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کی گویا شرح ہے جہاں فرمایا گیا تھا کہ طعام کا ایک صاع واجب ہے۔ خیال رہے کہ فطرہ میں اصل گندم و جو چھوارے ہیں، اگر ان کے سوا کسی اور غلہ یا دوسری چیز سے فطرہ دیا گیا تو ان مذکورہ اقسام کی قیمت کا لحاظ ہوگا۔ لہذا چاول یا جوار آدھے صاع گیہوں کی قیمت کے دیئے جویں گے۔ [4] آپ عبداللہ ابن ثعلبہ ابن ابی صعیر ہیں آپ تابعی ہیں مگر آپ کے والد ثعلبہ صحابی ہیں جن سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے، صعیر کی وفات ۸۶ھ یا ۸۹ھ میں ہوئی، تقریباً ۹۳ سال عمر پائی۔ اور عبداللہ ابن ثعلبہ ہجرت سے چار سال پہلے پیدا ہوئے اور ۸۹ھ میں فوت ہوئے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے مگر کچھ سماعت ثابت نہیں (مرقات)۔ [5] یعنی چھوٹے بڑے، آزاد و غلام سب کا فطرہ یکساں ہے آدھا صاع گندم۔ [6] اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ فقیر پر بھی فطرہ واجب ہے مگر یہ حدیث قابل حجت نہیں کیونکہ اس کے اسناد میں نعمان ابن راشد ہے جو سخت

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَۃٍ فِی الطَّرِیْقِ فَقَالَ لَوْلَا اَنِّیْ اَخَافُ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الصَّدَقَۃِ لَاَکَلْتُہَا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ، وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ تَمْرَۃً مِّنْ تَمْرِ الصَّدَقَۃِ فَجَعَلَہَا فِیْ فِیْہِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کِخْ کِخْ لِیَطْرَحَہَا ثُمَّ قَالَ اَمَا شَعَرْتَ اِنَّا لَا نَاْکُلُ الصَّدَقَۃَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ، وَعَنْ

پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم راستہ میں ایک کھجور پر سے گزرے تو فرمایا کہ مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کا ہوگا تو میں اسے کھا لیتا[1] (مسلم، بخاری) اور روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت حسن ابن علی نے صدقے کے چھوہاروں میں سے ایک چھوہارا لے کر اپنے منہ میں ڈال لیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخ اخ تاکہ وہ اسے تھوک دیں پھر فرمایا کہ کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے

ضعیف ہے، امام بخاری نے فرمایا کہ یہ وہمی ہے، امام احمد نے فرمایا یہ حدیث صحیح نہیں، پھر ان راوی کے نام میں بہت گفتگو ہے، عبدالرزاق نے یہ حدیث بسند صحیح ابن جریج عن ابن شہاب عن عبداللہ ابن ثعلبہ روایت کی، تو اس میں فقیر و غنی کا ذکر نہیں، صرف یہ ہے کہ ایک صاع گندم ہر دو کی طرف سے ادا کرو۔ اس کی پوری اور نفیس تحقیق یہاں مرقات میں دیکھو، نیز اگر ہر فقیر و غنی پر صدقۂ فطر دینا واجب ہو جائے، تو پھر فطرہ لینے والا کون ہوگا، کیونکہ یہ تو اصول اسلام کے خلاف ہے کہ فقیر فطرہ دے بھی اور صدقہ فطر لے بھی، [2] یعنی کن شخصوں کو صدقہ واجبہ زکوٰۃ، ہدیہ، فطرہ نہیں دے سکتے، یہاں چند مسائل خیال میں رکھنے چاہئیں ایک یہ کہ صدقہ وہ مال ہے جو محض ثواب کے لیے کسی کو دیا جائے، اور ہدیہ وہ مال ہے جو کسی کے احترام و رضا کے لیے پیش کیا جائے، صدقہ میں دوسرے پر رحم ہے اور ہدیہ میں اس کی تعظیم، دوسرے یہ کہ چند شخصوں کو زکوٰۃ وغیرہ منع ہے، کافر، غنی مسلمان، بنی ہاشم، اپنی اولاد، اپنے اصولی یعنی صدقہ دینے والا جن کی اولاد میں ہے، شوہر یا زوجہ کو، تیسرے یہ کہ کافر ذمی کو صدقہ واجبہ نہیں دے سکتے، صدقہ نفلی دے سکتے ہیں، اگرچہ وہ بھی مسلمان فقیر کو دینا بہتر ہے چونکہ زکوٰۃ نہ لے سکنے والوں کے بتا دینے سے لے سکنے والوں کا پتہ خود بخود لگ جاتا ہے اس لیے نہ لینے والوں کا ذکر کیا کہ یہ تھوڑے ہیں، چوتھے یہ کہ ہدیہ کی تین قسمیں ہیں نذرانہ، جو چھوٹا بڑے کو دے، عطیہ جو بڑا چھوٹے کو دے، تحفہ جو برابر والا دے۔ [1] یعنی خطرہ ہے کہ یہ کھجور زکوٰۃ کی ہو جو مالک کے ہاتھ سے گر گئی ہو، اس لیے ہم اسے نہیں کھاتے، اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو ہم اسے کھا لیتے، اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد پر قیامت تک زکوٰۃ لینا حرام ہے، کیونکہ یہ لوگوں کے ہاتھ کا میل ہے، ان معصوموں کو کیونکر جائز ہو سکتا ہے جیسا کہ آگے عرض ہوگا، دوسرے یہ کہ لقطہ یعنی پڑی ہوئی چیز اگر معمولی ہو جس کی تلاش، یا کہ ذکر نہ کیا جائے اس کے مالک کو ڈھونڈنا ضروری، بعد اس کے سنبھالنے اور اعلان کرنے کی ضرورت ہے بلکہ خود اپنے استعمال میں لانا جائز ہے، لقطہ کی احادیث قیمتی چیز کے متعلق ہیں جن کی مالک تلاش کرے، تیسرے یہ کہ فتویٰ اور تقویٰ میں فرق ہے، فتویٰ محرمات سے بچنے کا ہے مگر تقویٰ یہ ہے کہ شبہات سے بھی بچے، مگر شبہ اور وہم میں فرق ہے، وہمیات کا اعتبار نہیں، ولایتی کپڑے کے تھان بازار میں فروخت ہوتے ہیں، ان سے بچنا کہ شاید یہ گندے پانی سے دھوئے گئے ہوں گے تقویٰ نہیں وہم ہے، صحابہ کرام غنیمت میں کفار کے پاس پاتے تھے اور استعمال

عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ سَأَلَ عَنْهُ أَهَدِيَّةٌ أَمْ صَدَقَةٌ فَإِنْ قِيْلَ صَدَقَةٌ قَالَ لِأَصْحَابِهِ كُلُوْا وَلَمْ يَأْكُلْ وَإِنْ قِيْلَ هَدِيَّةٌ ضَرَبَ

حضرت عبدالمطلب ابن ربیعہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ صدقات لوگوں کے میل ہیں ۱؎ یہ نہ حضور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور نہ آپ کی آل کو حلال ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی کھانا لایا جاتا تو اس کے متعلق پوچھتے کہ کیا یہ ہدیہ ہے یا صدقہ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو صحابہ سے فرماتے کھاؤ ۳؎ اور خود نہ کھاتے اور اگر عرض کیا جاتا کہ ہدیہ ہے تو ہاتھ شریف

استعمال کرتے تھے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار یا دشمنوں کے ہدیے لئے اور استعمال فرمائے، خیال رہے کہ یہاں تعلیم امت کے لئے یہ ارشاد ہے کہ امت ان سے بچے ورنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تو ہر ایک چیز کی حقیقت و اصلیت سے خبردار ہیں، جیسا کہ ہم بارہا اسی شرح میں اور اپنی کتاب جاء الحق حصہ اول میں ثابت کرچکے ہیں ۲؎ اس حدیث نے فیصلہ فرمادیا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو زکوۃ لینا حرام ہے آل فرما کر تا قیامت اپنی اولاد کو شامل فرمایا، یہی حق ہے اسی پر فتویٰ ہے، بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ یہ حکم اس زمانہ میں تھا اب سید زکوۃ لے سکتے ہیں یا سید کی زکوۃ سید لے سکتے ہیں یہ تمام مرجوح قول ہیں، فتویٰ اس پر نہیں، خیال رہے کہ بنی ہاشم سے مراد آل عباس، آل جعفر، آل عقیل، آل حارث ابن مطلب اور آل علی ہیں ابولہب کی مسلمان اولاد اگرچہ بنی ہاشم تو ہیں مگر یہ زکوۃ لے سکتے تھے اور لے سکتے ہیں کیونکہ زکوۃ کی حرمت کرامت و عزت کے لئے ہے، ابولہب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کی کوشش میں رہا اسی لئے وہ اور اس کی اولاد اس خلعت کی مستحق نہ ہوئی (از لمعات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی ناسمجھ اولاد کو بھی ناجائز کام نہ کرنے دے دیکھو حضرت حسن اس وقت بہت ہی کمسن اور ناسمجھ تھے جیسا کہ کخ کخ فرمانے سے معلوم ہورہا ہے مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی زکوۃ کا چھوہارا نہ کھانے دیا، فقہاء فرماتے ہیں کہ ناسمجھ لڑکی کو سونے چاندی کا زیور پہنانا حرام ہے اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث بھی ہوسکتی ہے یہ قاعدہ بہت مفید ہے (مرقات) ۱؎ اس طرح کہ زکوۃ وغیرہ نکل جانے سے لوگوں کے مال اور دل پاک صاف ہوتے ہیں جیسے میل نکل جانے سے جسم یا کپڑا، رب تعالٰی فرماتا ہے خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم و تزکیہم بہا، لہذا یہ مسلمانوں کا دھوون ہے ۲؎ یہ حدیث ایسی واضح اور صاف ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی یعنی مجھے اور میری اولاد کو زکوۃ لینا اس لئے حرام ہے کہ یہ مال کا میل ہے لوگ ہمارے میل سے ستھرے ہوں ہم کسی کا میل کیوں لیں، اب بعض کا یہ کہنا کہ چونکہ سادات کو خمس نہیں ملتا اس لئے اب وہ زکوۃ لے سکتے ہیں غلط ہے کہ خمس کے مقابل ہوتا تو یہ کیوں کہیں ملتا جاتا ۳؎ بعض صحابہ اپنے واجب و نفلی صدقہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے تاکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے غرباء میں تقسیم فرمادیں تاکہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے رب تعالٰی اسے قبول فرمالے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ وغیرہ فقراء و صحابہ پر تقسیم فرمادیتے

بِيَدِهٖ فَاَكَلَ مَعَهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِيْ بَرِيْرَةَ ثَلٰثُ سُنَنٍ اِحْدَى السُّنَنِ اَنَّهَا عُتِقَتْ فَخُيِّرَتْ فِيْ زَوْجِهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْبُرْمَةُ تَفُوْرُ بِلَحْمٍ فَقُرِّبَ اِلَيْهِ خُبْزٌ وَّاُدْمٌ مِّنْ اُدْمِ الْبَيْتِ فَقَالَ اَلَمْ اَرَ بُرْمَةً فِيْهَا لَحْمٌ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ ذٰلِكَ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهٖ عَلٰى

بڑھاتے اور ان کے ساتھ کھاتے ۱ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضرت بریرہ میں تین شرعی حکم ہوئے ۲ ایک حکم یہ کہ وہ آزاد کی گئیں تو انہیں اپنے خاوند کے متعلق اختیار دیا گیا ۳ حضور نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ولا آزاد کرنے والے کے لئے ہے ۴ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ ہانڈی گوشت سے ابل رہی تھی آپ کی خدمت میں روٹی اور گھر کا کوئی سالن پیش کیا گیا تو فرمایا کیا مجھے گوشت کی ہانڈی نظر نہیں آرہی عرض کیا ہاں لیکن یہ گوشت ہے جو بریرہ پر صدقہ کیا گیا

تھے، اور بعض لوگ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدیہ و تحفہ لاتے تھے، چونکہ دو قسم کے مال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے، اس لئے اگر لانے والا صاف صاف نہ کہتا، تو سرکار خود پوچھ لیتے تھے۔ ہدیہ سے خود بھی کھا لیتے تھے مگر صدقہ خود استعمال نہ فرماتے تھے۔ یہاں صحابہ سے مراد فقراء صحابہ ہیں جو صدقہ واجبہ لے سکتے ہیں، حضرت عثمان غنی وغیرہم غنی صحابہ مراد نہیں، صدقہ و ہدیہ کا فرق اسی باب کی شرح میں عرض کیا گیا ہے ۱ یعنی ہدیہ و نذرانہ کا کھانا خود بھی کھاتے تھے اور موجودہ صحابہ کو بھی اپنے ہمراہ کھلاتے تھے۔ خیال رہے کہ غنی اور سید کو صدقہ نفل لینا جائز ہے وہ صدقہ ان کے لئے ہدیہ بن جاتا ہے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ نفل بھی نہ لیتے تھے کیونکہ اس میں صدقہ دینے والا لینے والے پر رحم و کرم کرتا ہے جس کا ثواب اللہ سے چاہتا ہے سب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم کے خواستگار ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر کون انسان رحم کرتا ہے، ہاں صدقہ جاریہ جیسے کنوئیں کا پانی، مسجد و قبرستان کی زمین اس کا حکم دوسرا ہے کہ یہ ہر غنی و فقیر بلکہ خود صدقہ کرنے والے واقف کو بھی اس کا استعمال جائز ہے یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی مباح تھا (از مرقات وغیرہ) ۲ بریرہ بروزن کریمہ صحابیہ ہیں حضرت عائشہ صدیقہ کی آزاد کردہ لونڈی ہیں آپ سے حضرت ابن عباس، عروہ بن زبیر نے احادیث روایت کیں یعنی حضرت بریرہ کے ذریعہ ہم کو تین شرعی مسائل معلوم ہوئے ۳ حضرت بریرہ کے خاوند کا نام مغیث تھا جو پہلے غلام تھے حضرت بریرہ کے آزاد ہونے کے وقت آزاد ہو چکے تھے جب آپ آزاد ہوئیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ چاہیں نکاح باقی رکھیں یا فسخ کرادیں، معلوم ہوا کہ لونڈی کو آزادی پر خیار عتق ملتا ہے خاوند غلام ہو یا آزاد اس کی پوری بحث ان شاء اللہ کتاب النکاح اور کتاب العتق میں آئے گی ۴ حضرت بریرہ ایک یہودی کی لونڈی تھیں جس نے آپ کو مکاتب کر دیا تھا کہ اتنا مال دو تو تم آزاد ہو آپ مال دینے سے عاجز ہوئیں تو حضرت عائشہ صدیقہ سے عرض کیا آپ نے فرمایا تمہارا مال میں دے دیتی ہوں اپنے مالک سے کہو کہ تمہیں میرے ہاتھ فروخت کردے پھر میں تم کو آزاد کر دوں گی ان کے مالک نے کہا کہ ہاں ہم فروخت تو کر دیں گے مگر اس شرط سے کہ تمہاری ولاء یعنی آزاد کرنے کا حق ہم کو رہے یہ مسئلہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ولاء آزاد

بَرِيرَةَ وَأَنْتَ لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ قَالَ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَ
عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيبُ عَلَيْهَا رَوَاهُ
الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ دُعِيتُ إِلَى
كُرَاعٍ لَأَجَبْتُ وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ ذِرَاعٌ لَقَبِلْتُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ

اور حضور آپ صدقہ تو کھاتے نہیں تو فرمایا وہ اُن پر صدقہ ہے ہمارے لئے ہدیہ ہے ۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس کا بدلہ بھی عطا فرماتے تھے ۲؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر مجھے پائے (یعنی گائے بکری کے کھر وغیرہ) کی طرف دعوت دی جائے تو قبول کروں اور اگر مجھے دستی دی جائے تو منظور فرمالوں ۳؎ (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکین وہ نہیں جو لوگوں پر چکر لگاتا پھرے جسے ایک دو لقمے یا

کرنے والے کو ہے نہ کہ فروخت کرنے والے کو۔ یہ دوسرا مسئلہ حضرت بریرہ کے ذریعہ معلوم ہوا۔ ولاء کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اگر آزاد کردہ غلام لاوارث فوت ہو جائے تو میراث مولےٰ کو ملتی ہے اسی طرح اگر مولا لاوارث فوت ہو تو یہ غلام میراث لیتا ہے ۱؎ یعنی بریرہ سے کہو کہ اپنے اس گوشت میں سے جو انہیں صدقہ ملا ہے ہم کو بھی دیں کیونکہ صدقہ اُن پر ختم ہو چکا، اب ہم کو بریرہ کی طرف سے ہدیہ ہو کر پہنچے گا جو ہمارے لئے مباح ہوگا۔ اس سے تین مسائل معلوم ہوئے، ایک یہ کہ بنی ہاشم کا آزاد کردہ غلام زکوۃ نہیں لے سکتا، مگر دوسروں کا غلام زکوۃ لے سکتا ہے، چونکہ حضرت عائشہ قریشیہ تو تھیں مگر ہاشمیہ نہ تھیں اس لئے بریرہ کو صدقہ لینا درست ہوا۔ دوسرے یہ کہ اپنی بیوی یا بیوی کی لونڈی یا اولاد سے کچھ مانگنا جس میں ذلت نہ ہو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی جائز ہے چہ جائیکہ اور کوئی، جس سوال میں ممانعت ہے وہ ذلت والا سوال ہے۔ دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے گوشت طلب فرمایا۔ تیسرے یہ کہ ملکیت بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے لہذا اگر فقیر کو زکوۃ دی گئی اور پھر اس زکوۃ سے کسی غنی یا سید کی دعوت کر دی یا وہ زکوۃ کی رقم کسی مسجد سرائے یا کنوئیں پر خیرات کر کے لگادی تو جائز ہے کہ زکوۃ تو فقیر پر ختم ہوگئی اب یہ فقیر کی طرف سے ہدیہ ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ پر صدقہ کا گوشت کھالیا کہ اب یہ بریرہ کی طرف سے ہدیہ ہو چکا تھا۔ اس سے بہت سے فقہی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ حضرت ابن عمر کو تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا صدقہ دیا ہوا گھوڑا فقیر سے خریدنے کو منع فرمادیا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آپ کو اس لئے رعایۃً دینا چاہتا تھا کہ آپ نے اُسے صدقہ دیا تھا، یہ رعایت کرانا ممنوع تھا لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ۲؎ بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ دینے والے کو اپنی شان کے لائق بھاری عطیہ دیتے تھے۔ اب بھی جو اُمتی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایصال ثواب کرتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو دین و دنیا میں کہیں بہتر عوض فرماتے ہیں اور فرمائیں گے جس کا تجربہ بارہا ہوا اور ہو رہا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عطیہ تاقیامت جاری ہے ۳؎ یعنی ہم کو معمولی آدمی کی دعوت اور معمولی ہدیہ قبول فرمانے میں عار نہیں ضرور قبول فرمائیں گے، اس میں مالداروں بلکہ بادشاہوں کو تعلیم ہے کہ غریبوں اور اپنے نوکروں کے حقیر ہدیوں کو نہ ٹھکرائیں

وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ مَخْزُوْمٍ عَلَى الصَّدَقَةِ فَقَالَ لِاَبِيْ رَافِعٍ اِصْحَبْنِيْ كَيْمَا تُصِيْبَ مِنْهَا فَقَالَ لَا حَتّٰى اٰتِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْاَلَهٗ فَانْطَلَقَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ اِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لَنَا وَاِنَّ

ایک دو کھجوریں لوٹا دیں بلکہ مسکین وہ ہے جو غنا بھی نہ پائے جس کو لوگوں سے لاپرواہ ہو جائے اور اسے پہچانا بھی نہ جائے تاکہ اسے صدقہ دیدیا جائے اور نہ اٹھ کر لوگوں سے سوال کرے[1] (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابو رافع سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مخزوم کے ایک شخص کو صدقہ پر مقرر کر کے بھیجا اس نے ابو رافع سے کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو کہ تم بھی کچھ پاؤ[2] وہ بولے نہیں حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھ لوں[3] چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہم کو صدقہ حلال نہیں اور

کے اخلاص کی قدر کرو، اور ہم جو بعض کی ہمت افزائی ہے کہ جس قدر ہو سکے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی مال و اعمال کا تحفہ پیش کیا کرو جو نکہ ہدیہ کرتے ہیں بیان کر رہے ہیں مراد کھر ہے رگائے بکری کے پائے ایں مذکرا ہے نعیم منزل جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی فقیر صدقہ کا معمولی مال بھی لے کر ہماری دعوت کر دے تو ہم قبول فرمالیں گے کیونکہ صدقہ اس پر ختم ہو چکا اسی لئے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔

[1] یعنی جس مسکینیت پر ثواب ہے اور صابروں کے زمرہ میں داخل ہے وہ یہ بھکاری فقیر نہیں ہے بلکہ یہ تو عام حالات میں سوال پر گنہگار ہے کہ جب وہ بھیک مانگنے کے لئے آتی دوڑ دھوپ کر سکتا ہے تو کمانے کے لئے بھی کر سکتا ہے، ہاں صابر وہ مسکین ہے جو حاجتمند ہو مگر کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہ کرے، اپنے فقر کو چھپانے کی کوشش کرے، اسی مسکین کی رب تعالٰی نے قرآن پاک میں تعریف فرمائی ہے کہ فرمایا للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ الآیہ خیال رہے کہ جس مسکینیت کی دعا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہے وہ مسکینیت دل ہے یعنی دل میں عجز و انکسار ہونا، تکبر و غرور نہ ہونا ایسا شخص اگر مالدار بھی ہو تو مبارک مسکین ہے اور جن احادیث میں فقر و مسکینیت سے پناہ مانگی گئی ہے وہ ایسی تنگدستی ہے جو کفر میں مبتلا کر دے لہذا احادیث میں تعارض نہیں اور نہ یہ اعتراض ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مسکینیت کی دعا کی مگر رب تعالٰی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بادشاہ بنا دیا یہ دعا قبول نہ ہوئی۔ [2] ظاہر یہ ہے کہ کسی مخزومی کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ پر عامل بنایا جس کو زکوۃ سے ہی معاوضہ ملتا تھا، اس مخزومی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام جن کا نام اسلم ہے کنیت ابو رافع سے کہا کہ تم بھی میرے ساتھ چلو، جو اجرت مجھے ملے گی اس میں تمہارا حصہ ہوگا جس سے تمہارا کچھ کام چل جائے گا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں خود اجرت سے کر اپنی طرف سے تم کو ہدیۃً دے دوں گا۔ [3] ظاہر یہ ہے کہ یہاں مسئلہ پوچھنا مراد نہیں بلکہ ساتھ جانے کی اجازت حاصل کرنا مراد ہے۔ ابو رافع اگرچہ جسماً آزاد ہو چکے تھے مگر ان کا دل ہمیشہ کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہو چکا تھا حضور

مَوَالِي الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِيْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ۔ وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ رَجُلَانِ اَنَّهُمَا اَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

قوم کا غلام انہی میں سے ہوتا ہے۱ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ صدقہ نہ تو غنی کو حلال ہے نہ صحیح اعضاء والے کو۲ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) اور احمد و نسائی و ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی روایت ہے حضرت عبیداللہ ابن عدی ابن خیار سے فرماتے ہیں کہ مجھے دو شخصوں نے خبر دی کہ وہ دونوں نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم ... فقیر پر پیش بھی نہیں کرتے۔ ۱ یعنی اے ابورافع تم ہمارے غلام اور ہم ہیں بنی ہاشم سے تو بنی ہاشم زکوٰۃ کے عامل بن کر اس سے اجرت بھی نہیں لے سکتے، لہذا تم بھی یہ اجرت نہیں لے سکتے۔ اس حدیث سے دو مسئلے نہایت اہم حاصل ہوئے، ایک یہ کہ حضرات بنی ہاشم خصوصًا سید آل رسول کی شان اسلام میں بہت اعلیٰ ہے کہ غنی عامل زکوٰۃ سے اُجرت لے سکتا ہے، مگر یہ حضرات تو کیا ان کا زر خرید غلام یہ اُجرت بھی نہیں لے سکتا۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو آج کل سیدوں کو زکوٰۃ کھانا جائز کرنے کی دُھن میں ہیں، سادات کو زکوٰۃ لینا ہرگز جائز نہیں۔ دوسرے یہ کہ شان والوں کی نسبت سے ادنیٰ بھی شان والے بن جاتے ہیں، دیکھو سید کا غلام اگرچہ کسی قوم سے ہو زکوٰۃ نہیں لے سکتا بلکہ زکوٰۃ سے اجرت عمل بھی نہیں وصول کر سکتا۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں نسبت کیا چیز ہے صرف اپنے عمل اچھے چاہئیں۔ تیسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم احکام قرآنیہ کو عام و خاص فرماتے ہیں، دیکھو رب تعالٰی نے مطلقًا فرمایا والعاملین علیہا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت سے اپنی اولاد بلکہ ان کے غلاموں کو علیحدہ کر دیا، ورنہ قرآن کریم نے سید و غیر سید کا فرق مصرف زکوٰۃ کے بیان میں کوئی نہ کیا۔ چوتھے یہ کہ سچے پیغمبر نے دعوے نبوت کو ذریعہ معاش قرار نہ دیا، مرزائے قادیانی اس نبوت کے ذریعہ خوب مالا مال ہوگیا بلکہ اپنی اولاد کو ایسا کر گیا کہ ... کی قبر پر پیچ کر مزے اڑا رہا کر ونعوذ باللہ، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاقیامت اپنی اولاد کو زکوٰۃ کی آمدنی سے محروم فرما دیا، انہیں حکم دیا کہ تم زکوٰۃ دو مگر غریب ہو کر لو نہیں۔ ۲ یہ حدیث حضرت امام شافعی کی دلیل ہے، ان کے ہاں تندرست اور کمانے کی قدرت رکھنے والا زکوٰۃ نہیں لے سکتا، اگرچہ فقیر ہو۔ امام اعظم کے ہاں لے سکتا ہے۔ امام اعظم کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ الآیہ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل کہ سرکار اصحاب صفہ کو جو تندرست اور سب کمانے پر قادر تھے مگر انہوں نے اپنے کو علم دین سیکھنے کے لئے وقف کر دیا زکوٰۃ دیتے تھے، اس کا ذکر اسی آیت مذکورہ میں ہے یہ حدیث اس آیت اس عمل سے منسوخ ہے یا یہاں لاتحل کے معنے ہیں لائق نہیں، یعنی غنی کو صدقہ لینا لائق نہیں حرام ہے اور قدرت والے فقیر کو لائق نہیں (غیر مناسب ہے) یا صدقہ سے مراد بھیک مانگنا ہے، جیسا کہ اگلے باب کی احادیث سے ثابت ہے، وہ احادیث اس حدیث کی شرح ہیں۔ امام اعظم کا مذہب قوی ہے، کیونکہ رب تعالٰی نے زکوٰۃ کے آٹھ مصرف بیان فرمائے انما الصدقات للفقراء الآیہ ان میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ يَقْسِمُ الصَّدَقَةَ فَسَأَلَاهُ مِنْهَا فَرَفَعَ فِيْنَا النَّظَرَ وَخَفَضَهُ فَرَآنَا جَلْدَيْنِ فَقَالَ إِنْ شِئْتُمَا أَعْطَيْتُكُمَا وَلَا حَظَّ فِيْهَا لِغَنِيٍّ وَلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ ۞ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا لِخَمْسَةٍ لِغَازٍ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ أَوْ لِعَامِلٍ عَلَيْهَا أَوْ لِغَارِمٍ أَوْ لِرَجُلٍ اِشْتَرَاهَا بِمَالِهِ أَوْ لِرَجُلٍ كَانَ لَهُ جَارٌ مِسْكِيْنٌ فَتَصَدَّقَ

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ حجۃ الوداع میں تھے صدقہ تقسیم فرما رہے تھے ۱ ان دونوں نے بھی حضور سے صدقہ مانگا تو حضور نے ہم پر نظر اٹھائی پھر جھکائی ہم کو تندرست و توانا دیکھا تو فرمایا کہ اگر تم چاہو تو تم کو دے دوں مگر اس میں نہ تو غنی کا حصہ ہے نہ کمائی کے لائق تندرست کا ۲ (ابوداؤد و نسائی) روایت ہے حضرت عطاء ابن یسار سے مرسلاً ۳ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ کے سوا کسی غنی کو صدقہ حلال نہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ۴ اور صدقہ پر عامل ۵ اور مقروض ۶ یا وہ جو اسے اپنے مال سے صدقہ خریدے۔ یا وہ جس کا کوئی پڑوسی مسکین تھا تو مسکین پر صدقہ کیا گیا

اُن میں مجبوری بیمار یا تندرست کی قید نہ لگائی، معلوم ہوا کہ ہر فقیر تندرست یا بیمار زکوۃ لے سکتا ہے۔ ۱ ظاہر یہ ہے کہ یہ صدقہ فرض یعنی زکوۃ ہوگا اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حجاج نے اپنی زکوۃ تقسیم کے لئے پیش کی ہوگی، جیسا کہ صحابہ کا دستور تھا، آج بھی مسلمان اپنے صدقات حرمین شریفین جانے والوں کو دے دیتے ہیں کہ وہاں تقسیم کردینا، اسی عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے، اہل حرمین پڑوسیان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہاں صدقہ کا ثواب ایک لاکھ تک ہے اس لئے یہ عمل کرتے ہیں، یہ اس حدیث کے خلاف نہیں کہ قوم کا صدقہ یا کسی شہر کا صدقہ اسی قوم و شہر میں خرچ کیا جائے کہ وہاں مقصد یہ ہے کہ سب صدقہ باہر اور دوسری قوم میں نہ بھیجدو، وہاں شہر یا قوم کو بالکل محروم نہ کردو۔ ۲ اس میں ان دونوں کو تقویٰ و طہارت کی تعلیم ہے یعنی چونکہ تم دونوں اگرچہ فقیر ہو مگر تندرست اور کمانے کے لائق ہو اسلئے اس سے بچنا تمہارے لائق نہیں، اگر ان کو یہ صدقہ لینا حرام ہوتا جیسا کہ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ اگر تم چاہو تو تم کو دے دوں، اس آخری جملے سے معلوم ہوا کہ دینا جائز تو ہے مگر بہتر نہیں۔ ۳ آپ جلیل القدر تابعی ہیں حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں بڑے عالم و عابد تھے چونکہ اس اسناد میں صحابی کا ذکر نہیں اسلئے حدیث مرسل ہے اور احناف کے ہاں حدیث مرسل حجت ہے ۴ امام شافعی کے ہاں صاحب مال غازی زکوۃ لے سکتا ہے، یہ حدیث ان کی دلیل ہے مگر ہمارے ہاں غازی مسافر جس کے پاس مال ختم ہوچکا وہ عذر کی بنا پر لے سکتا ہے نہ کہ محض جہاد کی بنا پر، ہاں وہ مسافر غازی ہی مراد ہے امام شافعی کے ہاں حدیث مرسل حجت نہیں اسلئے وہ اس حدیث سے دلیل نہیں لے سکتے، نیز دیگر احادیث میں صراحۃً فرمایا گیا کہ مالداروں کی زکوۃ ان کے فقراء کو دو، وہاں غازی کا استثناء نہیں یا ارشاد فرمایا کہ صدقہ غنی کو حلال نہیں، فتح القدیر و مرقات نے فرمایا یہ حدیث ضعیف ہے ۵ عامل سے مراد وصولی زکوۃ کا کام کرنے والا ہے جیسے عاشر، محصل، کاتب وغیرہ یہ سب اپنی اجرت زکوۃ سے لیں گے ان کے لئے یہ اجرت ہوگی نہ کہ زکوۃ، مگر اللہ اکبر بنی ہاشم عامل ہوکر بھی زکوۃ سے اجرت نہیں لے سکتے۔ ۶ حق یہ ہے کہ مقروض سے وہ مراد ہے جو مالک نصاب

عَلَى الْمِسْكِيْنِ فَاَهْدَى الْمِسْكِيْنُ لِلْغَنِيِّ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاوٗدَ
عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَوِ ابْنِ سَبِيْلٍ ، وَعَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِيِّ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهٗ فَذَكَرَ حَدِيْثًا طَوِيْلًا فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اَعْطِنِيْ مِنَ الصَّدَقَةِ
فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَرْضَ بِحُكْمِ نَبِيٍّ وَّلَا غَيْرِهٖ فِي
الصَّدَقَاتِ حَتّٰى حَكَمَ فِيْهَا هُوَ فَجَزَّاَهَا ثَمَانِيَةَ اَجْزَاءٍ فَاِنْ كُنْتَ مِنْ تِلْكَ الْاَجْزَاءِ
اَعْطَيْتُكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ شَرِبَ

پھر مسکین نے اس غنی کو ہدیہ دیا لے (مالک، ابوداؤد) اور ابوداؤد کی ایک روایت میں جو حضرت ابوسعید سے ہے یہ ہے کہ یا مسافر روایت ہے حضرت زیاد ابن حارث صدائی سے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ سے بیعت کی ۲ انہوں نے ایک دراز حدیث سنائی کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا بولا کہ مجھے صدقے دیجئے ۳ اُن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے صدقات کے متعلق نبی وغیرہ کے حکم سے راضی نہ ہوا حتی کہ اس کا خود حکم آیا ۴ مصرف کی رب تعالے نے آٹھ قسمیں کیں اگر تم ان آٹھ قسموں سے ہو تو میں تم کو دے دوں ۵ (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت زید ابن اسلم سے ۶ فرماتے ہیں کہ

تو ہے کہ اس کا نصاب قرض میں ڈوبا ہوا ہے جیسا سو روپیہ کا مالک ہے مگر ڈیڑھ سو روپے کا مقروض ہے اُسے غنی میں داخل فرمانا ظاہری حال کی بنا پر ہے ورنہ درحقیقت وہ فقیر ہے۔ لے یہ جواز اس بنا پر ہے کہ ملک بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے، دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ گوشت کھا لیا جو بریرہ کو صدقہ دیا گیا تھا لہذا جب مسکین سے زکوۃ خرید لی یا اس نے ہدیۃً تمہیں کچھ دے دی، تو اب یہ زکوۃ نہ رہی، اس پر بہت سے شرعی احکام مرتب ہوں گے مگر خیال رہے کہ اس خرید و فروخت میں دھوکہ نہ ہو رب تعالے غیب جانتا ہے۔ لہذا صاحب نصاب فقیر سے اپنی زکوۃ دھوکے سے سستی نہ خریدے حضرت ابن عمر کو جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے صدقہ کا گھوڑا فقیر سے خریدنے کو منع فرما دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ فقیر حضرت ابن عمر کو اسے سستا دیتا تھا کہ انہیں کا صدقہ ہے لہذا یہ حدیث اس واقعہ کے خلاف نہیں ۲ یہ بیعت بیعت اسلام تھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو مسلمان کرتے وقت استقامت علے الدین کی بیعت، تو کبھی تقوی کی، کسی خاص حکم پر عمل کرنے کی بھی بیعت لی ہے، آجکل عموماً مرشدوں سے توبہ یا تقوی کی بیعت کی جاتی ہے، بیعت اسلام کا ذکر اس آیت میں ہے اِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ الایۃ ۳ صدقہ سے مراد زکوۃ ہے جیسا کہ خود جواب سے معلوم ہو رہا ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس غنی صحابہ اپنی زکوتیں خیرات کرنے جاتے تھے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر زکوۃ فرض نہ تھی، یہاں وہ زکوۃ ہی مراد ہیں ۴ یعنی رب تعالے نے براہ راست جس قدر تفصیل زکوۃ کے مصارف کی فرمائی اتنی تفصیل دیگر احکام کی نہ کی تھے کہ خود زکوۃ و نماز کا اجمالی ذکر ہی فرمایا، نبی کے بیان پر کفایت نہ فرمائی، عدم رضا سے مراد عدم کفایت ہے اس فقرے سے دھوکا نہ کھانا چاہیے، اللہ تعالے اپنے محبوب اور ان کے ماننے والوں کے احکام سے راضی ہے، ان کے غلاموں کے بارے میں فرماتا ہے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ان کی شان تو بہت اعلے

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَبَنًا فَأَعْجَبَهُ فَسَأَلَ الَّذِيْ سَقَاهُ مِنْ أَيْنَ هٰذَا اللَّبَنُ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ وَرَدَ عَلٰى مَاءٍ قَدْ سَمَّاهُ فَإِذَا نَعَمٌ مِّنْ نَعَمِ الصَّدَقَةِ وَهُمْ يَسْقُوْنَ فَحَلَبُوْا مِنْ أَلْبَانِهَا فَجَعَلْنَا فِيْ سِقَائِيْ فَهُوَ هٰذَا فَأَدْخَلَ عُمَرُ يَدَهُ فَاسْتَقَاءَ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ. بَابُ لَا تَحِلُّ لَهُ الْمَسْأَلَةُ وَمَنْ تَحِلُّ لَهُ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ • عَنْ

حضرت عمر ابن خطاب نے دودھ پیا تو آپ کو پسند آیا تو پلانے والے سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے لایا[۱] اس نے بتایا کہ وہ ایک گھاٹ پر گیا جس کا اس نے نام لیا تو وہاں صدقہ کے جانور تھے وہ پانی پلا رہے تھے اُنہوں نے اُن جانوروں کا دودھ دوہا تو میں نے اپنے مشکیزہ میں ڈال لیا[۲] یہ وہ دودھ ہے تو حضرت عمر نے منہ میں ہاتھ ڈالا اور قے کردی[۳] (مالک بیہقی شعب الایمان) باب مانگنا کسے حلال نہیں، اور کسے حلال ہے[۴] پہلی فصل روایت ہے

ہے[۵] اس کلام کا منشا یہ ہے کہ تم اُن آٹھوں سے ہیں ہو لہذا تم زکوٰۃ نہیں لے سکتے، یہ گفتگو قیافہ سے ہوتی ہے، لہذا اس کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاتا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کے اندرونی حالات سے بے خبر ہیں، عیسٰے علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم گھروں میں کھاتے بچاتے ہو میں تمہیں بتا سکتا ہوں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے دفن شدہ مردوں کے متعلق فرمایا یہ چغل خور تھا، یہ پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا تھا، خیال رہے کہ احناف کے ہاں زکوٰۃ تمام مصارف پر تقسیم کرنا ضروری نہیں، صرف ایک مصرف کو بھی دے سکتے ہیں، یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں[۶] آپ تابعی ہیں، حضرت عمر فاروق کے آزاد کردہ غلام ہیں، بڑے فقیہ عابد تھے، آپ کے درس میں چالیس فقہاء بیٹھتے تھے، حتے کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ آپ کے درس میں شرکت فرماتے تھے (اشعۃ اللمعات)[۱] مرقات نے فرمایا کہ یہ حضرت عمر کی فراست ہے کہ آپ نے محسوس فرمایا کہ روزانہ ہم دودھ پیتے تھے نفس اس قدر خوش نہ ہوتا تھا آج اتنا پسند کیوں کرتا ہے، نفس اس سے اتنا راضی و خوش کیوں ہوا اس میں کچھ راز ہے، حضور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے[۲] یعنی زکوٰۃ کے اونٹ کنوئیں یا گھاٹ پر پانی پینے آتے تھے اُن کا دودھ خیرات کیا گیا میں نے بھی وہ خیراتی دودھ لے لیا کیونکہ میں فقیر تھا، عرب میں جب جانور پانی پلانے کے لئے جمع ہوتے تھے تو فقراء جمع ہو جاتے تھے جن کو دودھ خیرات کر دیا جاتا تھا[۳] علماء فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قے کر دینا تقوٰی تھا کہ جائے پیٹ میں صدقہ کا دودھ نہ ہے ورنہ وہ جزو بدن نہ بنے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت بریرہ پر صدقہ کیا ہوا گوشت ہدیۃً قبول فرمالیا فتوٰی تھا یہ ہو کہ فقیر کا ہدیہ کیا ہوا مال کھا لینا شرعًا جائز ہے نہ کھانا احتیاط ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر کو شبہ ہوا کہ شاید دودھ دینے والا بکرے کا اختیار نہ رکھتا ہو یا پینے والا لینے کا مستحق نہ ہو اس شبہ کی بنا پر آپ نے یہ احتیاط کی ہو لطیفہ ایک عالم کے بیٹے کو کسی لونڈی نے یہ دودھ پلا دیا، انہوں نے اس کے حلق میں انگلی ڈال کر وہ دودھ نکال دیا اور فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ غیر عورت کا دودھ میرے بچے کا جزو بدن بنے اور اس کی عادت میں وہ آئے، تو پیدا ہوا ان جیسی احتیاطوں کی اصل یہ حدیث ہے[۴] یہاں مانگنے سے مراد ذلت و خواری کا مانگنا ہے یعنی بھیک مانگنا لہذا باپ کا اولاد سے یا آقا کا غلام سے یا اس کے برعکس یا اُن سے کچھ مانگنا جن سے مانگنے میں عادۃً ہو مطلقًا

قُبَیْصَۃَ بْنِ مُخَارِقٍ قَالَ تَحَمَّلْتُ حَمَالَۃً فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْہَا فَقَالَ اَقِمْ حَتّٰی تَاْتِیَنَا الصَّدَقَۃُ فَنَاْمُرَ لَکَ بِہَا ثُمَّ قَالَ یَا قَبِیْصَۃُ اِنَّ الْمَسْئَلَۃَ لَا تَحِلُّ اِلَّا لِاَحَدِ ثَلٰثَۃٍ رَجُلٌ تَحَمَّلَ حَمَالَۃً فَحَلَّتْ لَہُ الْمَسْئَلَۃُ حَتّٰی یُصِیْبَہَا ثُمَّ یُمْسِکُ وَرَجُلٌ اَصَابَتْہُ جَائِحَۃٌ اِجْتَاحَتْ مَالَہٗ فَحَلَّتْ لَہُ الْمَسْئَلَۃُ حَتّٰی یُصِیْبَ قِوَامًا مِّنْ عَیْشٍ اَوْ قَالَ سِدَادًا مِّنْ عَیْشٍ وَرَجُلٌ اَصَابَتْہُ فَاقَۃٌ حَتّٰی یَقُوْمَ ثَلٰثَۃٌ مِّنْ ذَوِی الْحِجٰی مِنْ قَوْمِہٖ لَقَدْ اَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَۃٌ فَحَلَّتْ لَہُ الْمَسْئَلَۃُ حَتّٰی یُصِیْبَ قِوَامًا مِّنْ عَیْشٍ اَوْ قَالَ سِدَادًا

حضرت قبیصہ ابن مخارق سے فرماتے ہیں کہ میں ایک قرض کا ضامن بن گیا تھا ۱؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کے لئے کچھ مانگنے کو حاضر ہوا ۲؎ تو حضور نے فرمایا ٹھہرو حتی کہ صدقہ آجائے تو ہم اس کا تمہارے لئے حکم دے دیں گے ۳؎ پھر فرمایا اے قبیصہ تین شخصوں کے سوا کسی کو مانگنا جائز نہیں ایک وہ جو کسی قرض کا ضامن ہوگیا ہو اُسے مانگنا جائز ہے حتی کہ بقدر قرض پالے پھر باز رہے ۴؎ ایک وہ جس پر آفت آجائے جو اس کا مال برباد کردے اُسے مانگنا حلال ہے ۵؎ حتی کہ زندگانی کا قیام پائے یا فرمایا کہ زندگی کی درستی پائے ۶؎ اور ایک وہ جسے فاقہ پہنچ جائے حتی کہ اس کی قوم کے تین عقل والے اُٹھ کر کہدیں کہ فلاں کو فاقہ پہنچا ہے تو اُسے مانگنا حلال ہے ۷؎ حتی کہ زندگی کا قیام یا زندگی کی درستی پالے

جائز ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت اور قیام القیامہ اور سائل کی عزتوں کی بھیک مانگنا بادشاہوں کے لئے فخر و عزت ہے اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ بلا ضرورت مانگنا ممنوع ہے اس میں اختلاف ہے کہ مکروہ ہے یا حرام حق یہ ہے کہ حرام ہے ضرورت سوال میں بہت تفصیل ہے جو آئندہ آرہی ہے خیال رہے کہ زکوۃ واجب ہونے کا نصاب اور ہے زکوۃ لینے کی حرمت کا نصاب اور، مگر سوال حرام ہونے کا نصاب کچھ اور ہی ہے جس کے پاس دو وقت کھانے کو ہو یا کمانے پر قادر ہو وہ بھیک مانگے الاما ھو حیی عن ترجیب ۱؎ حمالہ یعنی اس ضمانت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو قومیں دیت یا دوسرے مال قرض کی وجہ سے آپس میں لڑنے لگیں اور کوئی آن میں صلح کرانے اور دفع شر کے لئے مقروض کا قرض یا مقتول کی دیت اپنے ذمہ لے یعنی دفع فساد یا صلح کرانے کے لئے مال کا ضامن بن جانا یہ نہ مرے لینا از قرات ملمات وغیرہ ۲؎ تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مال عطا فرمادیں جس سے میں وہ قرض چکا دوں یا دیت ادا کردوں ۳؎ صدقہ سے مراد مال ظاہری جانوروں و پیداوار کی زکوۃ ہے جو حکومت اسلامیہ وصول کرتی تھی یا مال باطنی یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوۃ جو غنی صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے تھے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی خیرات کریں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خیرات قبول ہو یعنی اے قبیصہ تم توقف کرو کہ زکوۃ وصول ہو جائے تو اس سے تمہارا ضمانت ادا کر دیا جائیگا ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ ایسا ضامن اگرچہ مالدار بھی ہو تو صدقہ مانگ سکتا ہے کیونکہ یہ مانگنا اپنے لئے نہیں بلکہ مقروض کے لئے ہے جو فقیر ہے جس کا یہ ضامن ہے رب تعالٰی نے زکوۃ کے مصارف میں غارمین مقروضوں کا بھی ذکر فرمایا ہے وہ یہی مقروض ہیں ۵؎ یعنی جو شخص غنی تھا آفت ناگہانی نے مال برباد کر کے اسے فقیر کردیا اگرچہ تندرست کمانے پر قادر ہے مگر کمانے تک کیا کھائے، وہ اُسوقت تک کے لئے مانگ سکتا ہے جب کچھ گذارہ

مِنْ عَيْشٍ فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْئَلَةِ يَا قَبِيصَةُ سُحْتٌ يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتّٰى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ

اے قبیصہ ان کے سوا مانگنا حرام ہے کہ مانگنے والا حرام کھاتا ہے [1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مال بڑھانے کے لئے بھیک مانگے تو وہ انگارہ مانگتا ہے اب چاہے کم کرے یا زیادہ [2] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی لوگوں سے مانگتا رہتا ہے حتی کہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے چہرے میں گوشت کا پارہ نہ ہوگا [3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

کے لائق کمانے تو سوال سے باز آجائے ۵؎ سداد یا سِداد سین کے فتح سے بمعنی کافی وافی اور سِداد سین کے کسرے سے بمعنی درستی و اصلاح یعنی اتنا مال حاصل کرے جس سے فقر و فاقہ دور ہو کر زندگی درست ہو جائے غرضکہ بھیک مانگنا مردار کھانے کی طرح ہے جس کا جائز و حلال ہونا سخت ضرورت پر ہے ۶؎ یہ گواہی کی قید اس کے لئے ہے جس کے متعلق لوگوں کو شبہ ہو کہ یہ غنی ہے اور بلا ضرورت مانگ رہا ہے۔ قوم سے مراد اس کے حالات سے خبردار لوگ ہیں خواہ اس کی برادری کے ہوں یا اس پڑوس کے یعنی کم از کم تین واقف حال لوگ جنہیں غریبی امیری حاجت و غنا کی پہچان ہو وہ بتا دیں کہ واقعی یہ فاقہ زدہ ہے خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے اہل مدینہ قرض لیتے اور سوال کرنے میں عار نہیں سمجھتے تھے ان کے وہ عادی تھے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی عادتوں کو بدلنے کے لئے سوال پر تو یہ پابندیاں لگائیں اور مقروض کی نماز جنازہ خود نہ پڑھی تاکہ قرض پر جراءت نہ کریں اور عبرت پکڑیں اور قرض ختم ہونے کا امکان نہ ہو ۷؎ خیال رہے کہ تین کا یہ حصر اضافی ہے حقیقی نہیں ان تین کے علاوہ دو صورتیں اور بھی ہیں جن میں سوال درست ہوتا ہے جیسے وہ دست و پا جو کمانے پر قادر نہ ہو وہ۔ طالب علم جس نے اپنے کو طلب علم کے لئے وقف کر دیا ہو اور لوگ توجہ نہ کرتے ہوں بغیر طلب نہ دیتے ہوں مرقات نے فرمایا کہ فقراء ہوں کے وہ مجاہد جنہوں نے اپنے کو ریاضت و مجاہدات کے لئے حقیقی معنے میں وقف کر دیا ہو ان کے لئے ان ہی میں کا ایک سوال کر سکتا ہے اور روٹیاں کپڑے جمع کر سکتا ہے۔ مگر خیال رہے کہ رب تعالیٰ نیت سے خبردار ہے مانگنے کے لئے صوفی نہ بن جائے

۲؎ یعنی بلا سخت ضرورت بھیک مانگنے بقدر حاجت مال رکھتا ہو زیادتی کے لئے مانگتا پھرے وہ گویا دوزخ کے انگارے جمع کر رہا ہے چونکہ یہ مال دوزخ میں جلنے کا سبب ہے اسی لئے اسے انگارہ فرمایا۔ اس حدیث سے آج کل کے عام پیشہ ور بھکاریوں کو عبرت لینی چاہیئے۔ ابھی حال ہی میں راولپنڈی میں ایک بھکاری نے متروکہ مکان کے نیلام میں ۴۵ ہزار روپے کی بولی دے کر مکان خریدا بھیک ہی مانگتا تھا۔ افسوس ہے کہ آج مسلمانوں میں بھیک مانگنے کا مرض بہت زیادہ ہے اس گناہ میں وہ بھی شریک ہیں جو ان موٹے مشٹنڈے پیشہ ور بھکاریوں کو بھیک دیتے

صلی اللہ علیہ وسلم لا تلحفوا فی المسئلۃ فواللہ لا یسألنی احد منکم شیئا فتخرج له
مسئلته منی شیئا وانا له کارہ فیبارک له فیما اعطیته رواه مسلم۔ وعن
الزبیر بن العوام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان یأخذ احدکم حبله
فیاتی بحزمة حطب علی ظهره فیبیعها فیکف اللہ بها وجهه خیر له من ان یسأل
الناس اعطوه او منعوه رواه البخاری۔ وعن حکیم بن حزام قال سألت رسول

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مانگنے میں زاری (ضد) نہ کرو اللہ کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم میں سے کوئی مجھ سے کچھ مانگے اس کا مانگنا
مجھ سے کچھ نکلوائے حالانکہ میں ناخوش ہوں تو اسے میرے عطیہ میں برکت دی جائے ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت زبیر ابن عوام سے
فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی اپنی رسی لے پھر اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لائے اسے بیچے جس سے اللہ اس کی
عزت بچائے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگے لوگ اسے دیں یا نہ دیں ۳؎ (بخاری) روایت ہے حضرت حکیم ابن حزام سے ۴؎ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ

ہیں ۳؎ یعنی پیشہ ور بھکاری اور بلا ضرورت لوگوں سے مانگنے کا عادی قیامت میں اس طرح آئیگا کہ اس کے چہرے میں صرف ہڈی اور کھال ہوگی گوشت
کا نام نہ ہوگا جس سے محشر والے پہچان لیں گے کہ یہ بھکاری تھا یا یہ مطلب ہے کہ اس کے چہرے پر ذلت و خواری کے آثار ہوں گے، جیسے دنیا میں بھی
بھکاری کا منہ چھپا نہیں رہتا، لوگ دیکھتے ہی پہچان لیتے ہیں کہ یہ سائل ہے خیال رہے کہ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں رب تعالٰی نے
امت محمدی کی پردہ پوشی فرمائیگا، اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ ان کے دنیاوی چھپے عیب لوگوں پر ظاہر نہ کریگا اور بھیک چھپا عیب نہ تھا کھلا ہوا تھا جس
پر بھکاری شرم بھی نہ کرتا تھا، یا یہ مطلب ہے کہ جانے عیوب دوسری امتوں پر ظاہر نہ کریگا، بھکاری کا یہ واقعہ خود مسلمانوں ہی میں ہوگا، لہذا حدیثوں
میں تعارض نہیں، مرقات میں اس جگہ ہے کہ امام احمد ابن حنبل یہ دعا مانگا کرتے تھے الٰہی جیسے تو نے میرے چہرے کو غیر کے سجدے سے بچایا ایسے ہی میرے
منہ کو دوسرے سے مانگنے کی ذلت سے بچا۔ ۱؎ یعنی سوال پر اڑ نہ جاؤ کہ سامنے والا دینا نہ چاہے اور تم بغیر لئے ٹلنا نہ چاہو، مانگنا ایک عیب اور اس پر اڑنا دوسرا
عیب، رب تعالٰی فرماتا ہے لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا۔ ۲؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر تو اپنا فرمایا مگر قانون کلی فرمایا کہ جو بھکاری بھی ضد یا اڑ
سے بھیک وصول کرے اور دینے والا دینا نہ چاہے، تو اس بھیک میں سخت بے برکتی ہوگی، امام غزالی فرماتے ہیں جو فقیر یہ جانتے ہوئے بھیک لے
کر دینے والا محض شرم و ندامت کی وجہ سے دے رہا ہے اس کا دل دینے کو نہ چاہتا تھا تو یہ مال بھکاری کے لئے حرام ہے، خیال رہے
کہ بھکاری کی صدا اور بے چندہ کرنے والوں کا لحاظ کچھ اور، رشوت حرام ہے لحاظ یہ حکم نہیں، آج مسجدوں مدرسوں کے چندوں میں عموماً دیکھا گیا ہے
کہ شہر کا بڑا معزز مالدار آدمی زیادہ وصول کر سکتا ہے، بھیک اپنے لئے مانگنے اور دینی کاموں کے لئے چندہ کرنے کے احکام میں بھی فرق ہے۔
۳؎ خلاصہ یہ ہے کہ معمولی سے معمولی کام کرنا اور تھوڑے پیسوں کے لئے بہت سی مشقت کرنا بہتر ہے، اس سے عزت نہیں جاتی مگر بھیک مانگنا
برا ہے جس سے عزت جاتی رہتی ہے، برکت ہوتی نہیں اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ اگر کسی بڑے آدمی پر کوئی وقت پڑ جائے تو محنت مشقت کرنے

اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِيْ ثُمَّ سَاَلْتُهٗ فَاَعْطَانِيْ ثُمَّ قَالَ لِيْ يَا حَكِيْمُ اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ فَمَنْ اَخَذَهٗ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهٗ فِيْهِ وَمَنْ اَخَذَهٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهٗ فِيْهِ وَكَانَ كَالَّذِيْ يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى

صلے اللہ علیہ وسلم سے مانگا حضور نے دیا میں نے پھر مانگا حضور نے مجھے اور دیا[1] پھر مجھ سے فرمایا اے حکیم یہ مال خوش نما خوش ذائقہ ہے[2] جو سخاوت نفس لاپرواہی سے لے گا اسے اس مال میں برکت ہوگی اور جو اسے نفسانی طمع سے لے گا اسے برکت نہ ہوگی[3] اور وہ اس کی طرح ہوگا جو کھائے اور سیر نہ ہو[4] اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے[5]

میں شرم نہ کرے کیونکہ یہ سنت انبیاء ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے معمولی سے معمولی کام بھی اپنے ہاتھ شریف سے کئے ہیں، بلکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ بھکاری بھیک مانگنے میں بڑی محنتیں کرتے ہیں، اگر مزدوری کریں یا جھاڑی فروخت کریں، قرآن پڑھتے بھی کم پڑے اور آبرو سے بھی کھائیں۔ اس حدیث سے اشارۃً یہ معلوم ہوا کہ جنگل کے خودرو درخت مباح ہیں ان پر جو قبضہ کرکے کاٹ لے وہ اس کا مالک ہو جائیگا، جیسے جنگلی شکار یا عام کنوؤں کا پانی، کیونکہ اگر یہ لکڑی کاٹنے والا اس کا مالک نہ ہوتا تو اس کا بیچنا جائز کیونکر ہوتا اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اس کام کو خیر کیوں فرماتے۔ شعر

بدست آہک تفتہ کردن خمیر — بہ از دست بر سینہ پیش امیر

[2] آپ صحابی ہیں، حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے ہیں، آپ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی، ایک سو بیس سال عمر پائی، ساٹھ سال جاہلیت میں گزارے ساٹھ سال اسلام میں (اشعۃ اللمعات)[1] پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ مانگنے کو عیب نہ سمجھتے تھے بلا ضرورت بھی دست سوال دراز کردیتے تھے، نو مسلم حضرات اسی عادت کے مطابق اولاً مانگتے تھے، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اکثر انہیں دے کر سوال سے منع فرماتے تھے، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا گیا کہ آپ مسجد کے بھکاری کو پیسے دیتے، پھر مسجد میں مانگنے سے منع کرتے، آپ کے عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے[2] سبحان اللہ کیا بلیغ کلام ہے، خوش نما سبزے سے آنکھ سیر نہیں ہوتی اور لذیذ کھانے سے دل نہیں بھرتا لیکن اگر بے قاعدہ کھا جاؤ تو تکلیف دیتا ہے اسی طرح مال سے نہ آنکھ بھرے نہ دل لیکن ہوس کا انجام برا ہے[3] لاپرواہی سے مراد طمع اور ہوس کا مقابل ہے، یعنی جو مال لے تو لیکن صبر و قناعت کے ساتھ کہ ناجائز کی طرف نظر نہ اٹھائے اور جائز مال کی بھی ہوس نہ ہو تو اگرچہ اس کے پاس مال تھوڑا ہو مگر برکت ہوگی، کیونکہ اس میں اللہ رسول کی رضا شامل ہوگی، خیال رہے کہ مال کی زیادتی اور ہے، برکت کچھ اور، زیادتی مال کبھی ہلاک کردیتی ہے، مگر برکت مال دین و دنیا میں سب کی رحمت ہوتی ہے، برکت والا تھوڑا پانی پیاس بجھا دیتا ہے، بہت سا پانی ڈبو دیتا ہے، دیکھو طالوت کے جن ساتھیوں نے نہر سے ایک چلو پانی پر قناعت کی، وہ کامیاب ہوئے اور بہت سا پینے والے مارے گئے، کیونکہ چلو میں برکت تھی دریا میں محض کثرت۔ [4] جوع البقر بیماری والا کھانے سے سیر نہیں ہوتا اور استسقاء والا پانی سے، ان دونوں کی یہ بھوک اور پیاس کبھی ہلاکت کا باعث ہوجاتی ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے مال کی ہوس کو جوع البقر قرار دیا۔ [5] اوپر والے ہاتھ سے مراد دینے والا ہے اور نیچے والے سے مانگ کر لینے والا، خواہ دینے والا نذرانہ کے طور پر نیچا ہاتھ کرکے ہی دے اور لینے والا اوپر ہاتھ کرکے ہی اٹھائے، مگر پھر بھی دینے

قَالَ حَكِيمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى أُفَارِقَ الدُّنْيَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَذْكُرُ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْأَلَةِ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى هِيَ السَّائِلَةُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ إِنَّ أُنَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ

حضرت حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا کہ میں آپ کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگوں گا حتی کہ دنیا چھوڑ دوں[1] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا جبکہ آپ صدقہ کا اور مانگنے سے باز رہنے کا ذکر فرمارہے تھے[2] کہ اونچا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اونچا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچا ہاتھ مانگنے والا[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ کچھ انصاری لوگوں نے

والا ہی اونچا ہے، یہاں دینے اور لینے سے مراد بھیک دینا اور لینا ہے اولاد کا ماں باپ کو دینا، مرید صادق کا اپنے شیخ کامل کی خدمت میں کچھ پیش کرنا، انصار کا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نذرانے پیش کرنا اس حکم سے علیحدہ ہیں، اگر ہماری کھالوں کے جوتے بنیں اور وہ حضور جان کے تلے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اسے استعمال فرمائیں تو ان کے حق کا کروڑواں حصہ ادا نہ ہوا اس حدیث سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ غنا فقر سے بہتر ہے، اور غنی شاکر فقیر صابر سے افضل، مگر حق یہ ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہے، ہماری اس تقریر سے یہ حدیث غنی کے افضل ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتی، کیونکہ یہاں بھکاری فقیر کا ذکر ہے نہ کہ صابر کا بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہاں اوپر والے ہاتھ سے فقیر صابر مراد ہے اور نیچے والے سے بھکاری، اب تو سبحان اللہ بہت لطف کی بات ہے۔[1] یعنی کے معنے سوا بہت ہی مناسب ہیں جو شیخ نے اختیار کئے یعنی آپ سے تو یہاں بھی قبر میں حشر میں بھی مانگا ہی جو نگا کیوں نہ مانگوں میں بھکاری آپ داتا، رب تعالے فرماتا ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ اور فرماتا ہے أَغْنٰى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ اور فرماتا ہے وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ آپ سے مانگنے میں ہماری عزت ہے، ہاں آپ کے سوا کسی سے نہ مانگوں گا شعر

اُن کے در کی بھیک چھوڑیں سروری کے واسطے ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

کل قیامت میں ساری خلق حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے شفاعت وغیرہ کی بھیک مانگے گی، حضرت حکیم نے یہ وعدہ ایسا پورا کیا کہ اگر گھوڑے سے آپ کا کوڑا گر جاتا تو خود اتر کر لیتے کسی سے مانگتے نہیں، خیال رہے کہ اَرْزَؤُ رُزْءٌ سے بنا بمعنے کم کرنا ہوتا، مانگنے سے مانگنے والے کی عزت گھٹ جاتی ہے اور دینے والے کا کچھ مال بھی کم ہوتا ہے اس لئے یہ لفظ فرمایا۔[2] یعنے اللہ ورسول کو صدقہ دینے کی رغبت دے رہے تھے اور فقیروں کو بار بار مانگنے سے باز رہنے کا حکم دے رہے تھے۔[3] الحمد للہ اس حدیث نے فقیر کی گذشتہ شرح کی تائید فرمادی یعنے بھکاری دینے والے سے نیچا ہے امیر لینے والا نیچا نہیں، بہتر ہے دینے والا اقدام ہو تلیہ لینے والا معدوم ہے جس کی تاویلیں ابھی عرض کی جاچکیں بظاہر یہ ہے تفسیر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے یہ ذکر سیدنا ابن عمر کی جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا، مرقات نے یہاں فرمایا کہ بھکاری سے مقصود ہوا کہ وہ اس مانگنے سے ذلیل ہوتا ہے، اور سخی اسے افضل ہوا کہ وہ مائل بفقر ہے یعنے فقیر بالکل سے مدد لے ہے اور سخی مال دیکر کم کر دیتا

سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَأَلُوْهُ فَأَعْطَاهُمْ حَتّٰى نَفِدَ
مَا عِنْدَهٗ فَقَالَ مَا يَكُوْنُ عِنْدِيْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهٗ عَنْكُمْ وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ
وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً هُوَ خَيْرٌ وَّ
أَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُعْطِيْنِي الْعَطَاءَ فَأَقُوْلُ أَعْطِهِ أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّيْ فَقَالَ خُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ وَتَصَدَّقْ بِهٖ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا ۱؎ حضور نے انہیں دیا پھر مانگا حضور نے پھر دیا حتی کہ جو آپ کے پاس تھا ختم ہو گیا ۲؎ پھر فرمایا جو کچھ مال میرے پاس ہوگا وہ تم سے ہرگز بچا نہ رکھوں گا ۳؎ جو سوال سے بچنا چاہے اللہ اسے بچائے گا اور جو غنا چاہے گا اللہ اسے غنی کر دیگا اور جو صبر چاہے ۴؎ اللہ اسے صبر دیگا اور کسی کو صبر سے بہتر اور وسیع کوئی چیز نہ ملی ۵؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطیہ دیا چاہتے تو میں عرض کرتا کہ یہ مجھ سے زیادہ حاجتمند کو عطا فرمائیے ۱؎ تو آپ فرماتے یہ لے لو اسے مال بنا لو اسے صدقہ کرو

ہے لہذا اس حدیث سے یہی ثابت ہوا کہ غنی سے فقر افضل۔ ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ مانگنا بلاضرورت تھا جیسا کہ اگلے فرمان سے معلوم ہو رہا ہے ضرورۃً مانگنے والوں کو تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی دیتے تھے اور دوسروں سے بھی دلواتے تھے۔ ۲؎ یعنی وہ حضرات مانگتے رہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دیتے رہے انہیں سب کچھ دے کر مسئلہ بتایا اس میں تبلیغ بھی ہے اور سخاوت مطلقہ کا اظہار بھی معلوم ہوا کہ بلاضرورت مانگنے والوں کو دینا حرام نہیں اگرچہ انہیں مانگنا ممنوع ہے خیال رہے کہ جس کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ خوش ہو کر دیا ہے وہ بہت عرصہ تک ختم نہ ہوا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو تھوڑے تھوڑے جو عطا فرمائے تھے جو ان بزرگوں نے سالہا سال کھائے اور کھلائے، پھر جب تولے تو تولنے کی وجہ سے ختم ہو گئے۔ حضرت جابر کے ہاں ساڑھے چار سیر جو کی روٹی پر سینکڑوں آدمیوں کی دعوت فرمادی جیسا کہ باب المعجزات میں آئیگا۔ لہذا اس ختم ہونے سے کوئی دھوکا نہ کھائے دینے کے رنگ مختلف ہیں، جب خوشی سے دیں تو سب کچھ ہے، اور اگر کوئی ناخوش کر کے لے تو اس میں برکت نہیں ۳؎ خیر سے مراد مال ہے، چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مال حلال ہی لیتے تھے اس لئے اسے خیر فرمایا۔ اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مال جمع نہ کیا، وقت وفات کچھ زرہ گروی تھی باغ وغیرہ تھے وہ مسلمانوں پر وقف تھے ۴؎ یہ حدیث اس حدیث قدسی کی شرح ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ یعنی رب تعالٰی فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب رہتا ہوں اس کا ظہور آخرت میں تو یہ ہوگا کہ اگر بندہ معافی کی امید کرتا ہوا مر جائے تو ان شاء اللہ اسے معافی مل جائے گی اگر دنیا میں بھی ہوتا ہے کہ جو قرض نہ لینے یا نہ مانگنے کا خدا کے بھروسے پر پورا ارادہ کرے تو اللہ تعالٰی اسے ان سے بچا ہی لیتا ہے، اور جو یہ کوشش کرے کہ دنیا والوں سے لاپرواہ رہوں، تو بہت حد تک اللہ تعالٰی اسے لاپرواہ ہی رکھتا ہے، مگر یہ فقط زبانی دعوے نہ ہو عملی کوشش بھی ہو کہ کمانے میں مشغول رہے خرچ دو دیا نہ رکھے، گھر سے نہ اٹھائے اللہ رسول سچے ہیں ان کے وعدے حق ہیں غلطی ہم کر جاتے ہیں ۵؎ یعنی رب تعالٰی کی عطاؤں میں سے بہتر ہیں اور بہت گنجائش والی عطا صبر

فَمَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَاَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَّلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ۔ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَسَائِلُ كُدُوْحٌ يَّكْدَحُ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهٗ فَمَنْ شَاءَ اَبْقٰى عَلٰى وَجْهِهٖ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهٗ اِلَّا اَنْ يَّسْاَلَ الرَّجُلُ ذَا سُلْطَانٍ اَوْ فِيْ اَمْرٍ لَّا يَجِدُ مِنْهُ بُدًّا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

تمہیں جو مال بغیر طمع اور بغیر مانگے ملے اُسے لے لیا کرو اور جو نہ ملے اُس کے پیچھے اپنے کو نہ لگاؤ لے (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے ۲ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سوال کھرونچے ہیں جن سے آدمی اپنا منہ کھرچتا ہے تو جو چاہے اپنے منہ پر یہ کھرونچے رکھے اور جو چاہے اُسے چھوڑ دے ۳ مگر یہ کہ آدمی حکومت والے سے کچھ مانگے یا ایسی چیز کے بغیر چارہ نہ پائے ۴ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

ہے کہ رب تعالٰی نے اس کا ذکر نماز سے پہلے فرمایا اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اور صبر کے ساتھ اللہ ہوتا ہے، نیز صبر کے ذریعہ انسان بڑی بڑی مشقتیں برداشت کرلیتا ہے اور بڑے بڑے درجے حاصل کرلیتا ہے، رب تعالٰی نے ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ہم نے انہیں بہت صابر پایا، صبر ہی کی برکت سے حضرت حسین علیہ السلام سید الشہداء ہوئے ۱ صحبت پاک مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تاثیر تھی کہ حضرت عمر صرف غنی نہیں بلکہ غنی تر و غنی گر ہوگئے کہ مانگنا تو کیا بغیر مانگے آئی ہوئی چیز میں بھی ایثار ہی کرتے ہیں اور دوسروں کو اپنے پر ترجیح دیتے ہیں اپنے دور خلافت میں جب فارس اور روم کے خزانے مدینہ میں لائے گئے، تو اس وقت بھی خود ایک قمیص ہی دھو دھو کر پہنتے ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ ؎

۱ سبحان اللہ کیسی بے مثال تعلیم ہے مقصد یہ ہے کہ جو بغیر مانگے اور بغیر طمع کے ملے وہ رب تعالٰی کا عطیہ ہے لے لو نہ لینا گویا اس عطیہ کی بیقدری ہے دنیا داروں سے استغنا اچھا اور اللہ و رسول کا ہمیشہ محتاج رہنا اچھا، مشائخ کرام معمولی نذرانہ بھی قبول کرلیتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے پھر کیا خوب فرمایا کہ تم خود لے کر صدقہ کردو تاکہ تمہیں لینے کا بھی ثواب ہو اور دینے کا بھی **حکایت** حضرت بنان حمالی کا پیشہ کرتے تھے ایک بار امام احمد ابن حنبل کا کچھ سامان اُجرت پر گھر پہنچایا وہاں تنور سے روٹیاں نکلتی دیکھیں، امام احمد نے اپنے بیٹے سے کہا کہ دو روٹیاں بنان کو بھی دے دو، بنان نے انکار کردیا، جب چلے گئے تو امام نے پھر دو روٹیاں اُن کے پاس بھیجیں، بنان نے قبول کرلیں، کسی نے امام احمد سے بنان کے اس رویہ کی وجہ پوچھی کہ انہوں نے پہلے کیوں نہ لیں پھر کیوں لے لیں، امام نے فرمایا کہ دو روٹی دیکھ کر پہلے ان کے نفس میں انتظار پیدا ہوچکا تھا نہ لیں، لوٹ جانے کے بعد مایوس ہوگئے تھے پھر لے لیں اور آپ نے یہی حدیث پڑھی (مرقات) ۲ آپ مشہور صحابی ہیں آپ کے شاگردوں میں سے جیسے شاگرد ابن سیرین اور امام شعبی ہیں بصرہ میں قیام رہا ۵۹ھ میں وہیں وصال ہوا۔ ۳ منہ کے کھرونچے سے مراد ذلت کا اثر ہے کہ جیسے منہ کے زخم دور سے نظر آتے ہیں ایسے ہی بھکاری دور سے پہچانا جاتا ہے اس کے چہرے پر بے رونقی ہوتی ہے نہ وقار

اللہ علیہ وسلم من سأل الناس ولہ ما یغنیہ جاء یوم القیمۃ ومسئلتہ فی وجہہ خموش او خدوش او کدوح قیل یا رسول اللہ وما یغنیہ قال خمسون درھما او قیمتہا من الذھب رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ والدارمی وعن سہل بن الحنظلیۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سأل وعندہ ما یغنیہ فانما

علیہ وسلم نے کہ جو لوگوں سے مانگے حالانکہ اسکے پاس بقدر دفع حاجت ہے[1] تو قیامت میں اس طرح آئیگا کہ اسکے سوال اسکے چہرے میں زخم یا خراش یا زخم ہونگے[2] عرض کیا گیا یا رسول اللہ قدر غنا کیا ہے فرمایا پچاس درہم یا اس قیمت کا سونا[3] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت سہل ابن حنظلیہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مانگے حالانکہ اسکے پاس بقدر غنا ہو تو وہ

بلکہ یہ آثار ذلت قیامت میں بھی اس پر ہوں گے جیسا پہلے حدیث شریف میں آچکا۔ [2] یعنے یہ دو سوال جائز ہیں، ایک مستحق کا حاکم وقت سے اپنا وظیفہ مقرر کرانا کہ یہ بھیک نہیں بلکہ اپنے حق کا مطالبہ ہے، دوسرے سخت ضرورت کے وقت جب شرعاً مانگنا جائز ہو تو کچھ مانگ لینا۔ امام غزالی نے فرمایا کہ جس مالدار پر حج فرض ہو اور بلاوجہ حج نہ کرے، پھر غریب ہو جائے، تو اس پر واجب ہے کہ حج کا خرچہ مانگے اور حج کرے کہ اس میں اپنے کو فسق سے نکالنا ہے۔ جب مجبوراً بھوک یا برہنگی دفع کرنے کے لیے سوال واجب ہے تو یہ بھی ضروری ہے (مرقات) [1] یعنے اس کے پاس روزمرہ کی ضروریات کھانا کپڑا ہے اور کوئی خاص ضرورت درپیش نہیں، لہٰذا یہ حدیث گزشتہ اس حدیث کے خلاف نہیں جہاں فرمایا تھا کہ ضامن بن جانے والا سوال کر سکتا ہے کیونکہ ضمانت نے اسے سوال کی ضرورت ڈال دی۔ [2] ظاہر یہ ہے کہ یہ تینوں ہی الفاظ او کے ساتھ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے ہیں، راوی کا شک نہیں اور ان تینوں کے الگ الگ معنے ہیں، ہر دوسرے لفظ میں پہلے سے ترقی زیادہ ہے، جیسا کہ ہم نے ترجمہ میں ظاہر کر دیا، چونکہ بے ضرورت بھکاری تین قسم کے ہوتے ہیں کبھی کبھی مانگ لینے والے، اور ہمیشہ کے بھکاری، ضدی ڈھیٹ وحرام بھکاری، اسی لیے ان کے چہروں کے آثار بھی تین طرح کے ہوں گے جیسی بھیک ویسا اس کا اثر لہٰذا او تقسیم کے لیے ہے شک کے لیے نہیں۔ [3] خیال رہے کہ جس غنا سے سوال حرام ہوتا ہے اس کی مقداریں مختلف آئی ہیں، یہاں تو پچاس درہم یعنے تقریباً ساڑھے بارہ روپے ارشاد ہوئے، دوسری روایت میں ایک اوقیہ ارشاد ہوا یعنے چالیس درہم تقریباً دس روپے، تیسری روایت میں دن رات کا کھانا ارشاد ہوا، جیسا کہ آگے آ رہا ہے، لہٰذا بعض شارحین نے ان دونوں حدیثوں کو دن رات کے کھانے والی حدیث سے منسوخ مانا، لیکن چونکہ ہر شخص کی حاجت مختلف ہوتی ہے، بڑے کنبے والے کا روزانہ خرچ زیادہ ہوتا ہے درمیانی کنبے والے کا درمیانہ، اور اکیلے آدمی کا خرچہ بھی بہت معمولی، سرکار کے یہ تین ارشاد تین قسم کے لوگوں کے لحاظ سے ہیں، جیسا موقعہ ویسا مسئلہ، جیسا پوچھنے والا ویسا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا جواب، حکیم کی ہر بات حکمت سے ہوتی ہے، لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں، اور ممکن ہے کہ حرمت سوال کا حکم تدریجاً آہستگی سے وارد ہوا ہو، اولاً پچاس درہم والوں کو روکا گیا، پھر چالیس والوں کو آخر میں دن رات کے کھانے پر قدرت رکھنے والے کو، جیسے شراب کی حرمت کا حال ہوا، کیونکہ اہل عرب سوال کے عادی تھے، یکدم سوال چھوڑ نہ سکتے

يَسْتَكْثِرُ مِنَ النَّارِ قَالَ النُّفَيْلِيُّ وَهُوَ اَحَدُ رُوَاتِهِ فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ وَمَا الْغِنَى الَّذِيْ لَا يَنْبَغِيْ مَعَهُ الْمَسْئَلَةُ قَالَ قَدْرُ مَا يُغَدِّيْهِ وَيُعَشِّيْهِ وَقَالَ فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ اَنْ يَكُوْنَ لَهُ شِبَعُ يَوْمٍ اَوْ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ ۔ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِيْ اَسَدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَ مِنْكُمْ وَلَهُ اُوْقِيَّةٌ اَوْ عِدْلُهَا فَقَدْ سَاَلَ اِلْحَافًا رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَسْئَلَةَ لَا تَحِلُّ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِيْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ اِلَّا لِذِيْ فَقْرٍ مُدْقِعٍ اَوْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ وَمَنْ سَاَلَ النَّاسَ لِيُثْرِيَ بِهٖ مَالَهٗ كَانَ خُمُوْشًا فِيْ

آگ بڑھاتا ہے نفیلی نے فرمایا جو دوسری جگہ اس حدیث کے ایک راوی ہیں ۲ وہ غنا کیا ہے جس کے ہوتے سوال مناسب نہیں فرمایا اس قدر کہ صبح شام کھالے اور دوسری جگہ فرمایا کہ اس کے پاس ایک دن یا ایک دن و رات کی سیری ہو ۳ (ابو داؤد) روایت ہے حضرت عطا ابن یسار سے وہ بنی اسد کے ایک شخص سے راوی ۴ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے جو مانگے حالانکہ اس کے پاس ایک اوقیہ یا اس کے برابر ہو تو وہ زاری سے مانگتا ہے ۵ (مالک، ابو داؤد، نسائی) روایت ہے حضرت حبشی ابن جنادہ سے ۶ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ تو غنی کو سوال جائز ہے نہ درست اعضاء والے کو مگر زمین سے ملے ہوئے فقیر یا رسوائی والے مقروض کو ۷ اور جو لوگوں سے مال بڑھانے کے لیے مانگے تو یہ سوال

چہرہ زخمی کئے تھے اس لیے یہ ترتیب بدلی گئی ۱ اس سے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت سوال حرام ہے کیونکہ خصوصیت سے سخت عذاب کی وعید وارد ہوئی ہے آگ بڑھانے سے مراد آگ کی تیزی بھڑک، شعلہ بڑھانا ہے ۲ نفیلی کا نام عبداللہ ابن محمد ہے ابو داؤد سجستانی کے استاذ ہیں، نفیل ان کے کسی دادا کا نام ہے ۳ اس کی شرح ابھی گزر گئی کہ دن رات کی خوراک کی قدر ہر شخص کے لیے جداگانہ ہے، بڑے کنبہ والے کے لیے زیادہ مال ہے درمیانے کے لیے درمیانہ، ایک دو آدمیوں کے لیے معمولی، یہاں مفلس آفت زدہ مستثنیٰ ہے، مقروض، ضامن، جس کا مال ہلاک ہو گیا اس کے لئے سوال جائز ہے اگرچہ دن رات کے کھانے کا مالک ہو لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں خیال رہے کہ یہاں مانگنے کا ذکر ہے۔ زکوٰۃ لینا اس کے متعلق یہاں مرقات نے فرمایا کہ فقیر اپنے اور اپنے بال بچوں کے ایک سال کا خرچ زکوٰۃ سے جمع کر سکتا ہے خرچ سے مراد کھانا اور کپڑا دونوں ہی ہیں ۴ عطا ابن یسار تابعی ہیں اور ان کے شیخ جن کا انہوں نے نام نہ لیا صرف یہ کہہ دیا کہ بنی اسد کے ایک صاحب وہ صحابی ہیں چونکہ صحابہ سارے ہی عادل ہیں کوئی فاسق نہیں اس لیے ان کا نام یا حال معلوم نہ ہونا حدیث کی صحت کے لیے مضر نہیں، نہ ایسے صحابی کو مجہول کہا جا سکتا ہے نہ حدیث کو (مرقات) ۵ یعنی قرآن شریف میں جو وارد ہوا لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا اس الحاف میں بے ضرورت مانگنا بھی داخل ہے، اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، اس تعیین کی وجہ ابھی کچھ پہلے عرض کی جا چکی ہے ۶ ان کی کنیت ابو الجنوب ہے قبیلہ بنی بکر ابن ہوازن سے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع میں دیکھا

وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَرَضْفًا يَاْكُلُهٗ مِنْ جَهَنَّمَ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُقِلَّ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْثِرْ رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْاَلُهٗ
فَقَالَ اَمَا فِيْ بَيْتِكَ شَيْءٌ فَقَالَ بَلٰى حِلْسٌ نَلْبَسُ بَعْضَهٗ وَنَبْسُطُ بَعْضَهٗ وَقَعْبٌ نَشْرَبُ
فِيْهِ مِنَ الْمَاءِ قَالَ ائْتِنِيْ بِهِمَا فَاَتَاهُ بِهِمَا فَاَخَذَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ
وَقَالَ مَنْ يَّشْتَرِيْ هٰذَيْنِ قَالَ رَجُلٌ اَنَا اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ قَالَ مَنْ يَّزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ

قیامت کے دن اس کے چہرے کے کھرونچے ہوں گے اور دوزخ کے انگارے جنہیں وہ کھائیگا اب جو چاہے وہ کم کرے جو چاہے بڑھائے ۱ (ترمذی) روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک انصاری شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مانگنے کے لیے آیا ۲ آپ نے فرمایا کہ کیا تیرے گھر میں کچھ نہیں ۳ عرض کیا ہاں ایک ٹاٹ ہے جو ہم کچھ بچھالیتے ہیں کچھ اوڑھ لیتے ہیں ۴ اور ایک پیالہ جس میں پانی پیتے ہیں فرمایا وہ دونوں ہمارے پاس لے آؤ وہ یہ دونوں چیزیں حاضر لائے انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا یہ کون خریدتا ہے ۵ ایک شخص نے کہا ایک درہم میں میں لیتا ہوں آپ نے دو یا تین بار فرمایا ایک درہم سے

آپ کا شمار اہل کوفہ میں ہے ۔ یہ استثناء صحیح الاعضاء سے ہے یعنی تندرست آدمی ان دونوں صورتوں میں مانگ سکتا ہے، ایک سخت فقیری جو اسے خاک نشین بنادے جس سے وہ کہیں کا مددگار کرے کہ رب تعالٰی فرماتا ہے اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ یا ایسا مقروض جسکے قرضخواہ اسکی آبرو دبیے ہوئے ہوں، وہ اگرچہ تندرست ہو مگر ان مصیبتوں کے دفعیہ کے لیے مانگ سکتا ہے ۱ یہ آخری جملہ اختیار دینے کے لیے نہیں بلکہ اظہار غضب کے لیے ہے، جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ رَضْفٌ رَضْفَةٌ کی جمع ہے، رضفہ وہ تیز گرم پتھر ہے جس سے دودھ بالا جاتا ہے ۲ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری سے پہلے لوگ قرض و سوال میں گھرے ہوئے تھے، چنانچہ یہود کے ہاں کی بہت زمینیں جائدادیں، مال، مکان وغیرہ گروی پڑے تھے، سوال کرلینے کا عام رواج تھا کیونکہ اکثر لوگ بہت غریب و نادار تھے اسی سلسلہ میں یہ حضرات نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کرنے حاضر ہوئے ۳ سبحان اللہ یہ ہے بگڑی قوم کا بنانا، یہاں یہ ممکن تھا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اسے کچھ دے دیتے مگر وہ چند روز میں کھا کر برابر کردیتا، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ سے اس کی بلکہ اسکی نسل کی زندگی سنبھال دی فقیر کو دے دینا آسان مگر اس کی زندگی سنبھال دینا بہت مشکل ہے، تجربہ ہے کہ پہاڑ ڈھادینا اور دریا پاٹ دینا آسان مگر بگڑی قوم کو سنبھال دینا مشکل، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کام ایسی خوش اسلوبی سے انجام دیے جس کی مثال نہیں مل سکتی ۴ حلس یعنے کمرے ٹاٹ کو بھی کہتے ہیں اور موٹے کمبل کو بھی جو اونٹ کی پیٹھ پر پالان کے نیچے ڈالا جاتا ہے، یہاں دونوں معنے کا احتمال ہے بھلا غریبی کی حد ہوگئی کہ اس اللہ کے بندے کے سارے گھر میں کل کائنات یہ دو چیزیں ہیں، حالت یہ کہ ایک ہی کمبل کا آدھا بچھا کر خود بیوی بچے سب لیٹ جاتے اور اسی کا آدھا سب اوڑھ لیتے جیسا کہ نَبْسُطُ کے جمع متکلم سے معلوم ہوا ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان غریبوں کو تخت و تاج کا مالک بنادیا ۵ اگرچہ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ سرکار اس مسکین سے ہی فرمادیتے کہ یہ چیزیں بیچ دو

مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا قَالَ رَجُلٌ اَنَا اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ فَاَعْطَاهُمَا اِيَّاهُ فَاَخَذَ الدِّرْهَمَيْنِ فَاَعْطَاهُمَا الْاَنْصَارِيَّ وَقَالَ اشْتَرِ بِاَحَدِهِمَا طَعَامًا فَانْبِذْهُ اِلٰى اَهْلِكَ وَاشْتَرِ بِالْاٰخَرِ قَدُوْمًا فَاْتِنِيْ بِهٖ فَاَتَاهُ بِهٖ فَشَدَّ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُوْدًا بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ وَلَا اَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَذَهَبَ الرَّجُلُ يَحْتَطِبُ

زیادہ کون دیتا ہے ۱؎ ایک صاحب بولے کہ میں دو درہم میں لیتا ہوں آپ نے فرمایا یہ دونوں چیزیں انہیں دے دو ۲؎ اور دو درہم ان انصاری کو دیئے اور فرمایا ان میں سے ایک کا غلہ خرید کر اپنے گھر میں ڈال دو اور دوسرے کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ ۳؎ وہ حضور کے پاس کلہاڑی لائے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے اس میں دستہ ڈالا ۴؎ پھر فرمایا جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور اب میں تمہیں پندرہ دن نہ دیکھوں ۵؎ پھر وہ صاحب لکڑیاں کاٹتے

چونکہ کلہاڑی خرید دی جس سے لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور دیا کام چلاؤ، مگر اس صورت میں وہ اہمیت ظاہر نہ ہوتی جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل شریف سے ظاہر ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ صرف کہہ دینے سے قوم کی اصلاح نہیں ہوتی، اس کے لئے کچھ کرکے بھی دکھانا پڑتا ہے، مبلغین قولی تبلیغ پر کفایت نہ کریں بلکہ عملی تبلیغ بھی کریں۔ ۱؎ اس سے نیلام کا بھی ثبوت ہوا جسے عربی میں بیع من یزید کہتے ہیں، اور نیلام میں بار بار بولی لگانا بھی ثابت ہوا یہ دونوں چیزیں سنت سے ثابت ہیں۔ ۲؎ خیال رہے کہ جس حدیث میں دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ چڑھانا منع فرمایا گیا وہاں وہ صورت مراد ہے جہاں تاجر و خریدار راضی ہوچکے ہوں اور یہ چڑھا کر ان کا بھاؤ بگاڑ دے، یہاں یہ صورت نہیں، یہاں تو تاجر خود بھاؤ چڑھانے کا مطالبہ کررہا ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں، اس حدیث سے بیع معاطات (جسے بیع تعاطی بھی کہتے ہیں) ثابت ہوئی یعنی زبان سے ایجاب قبول نہ کرنا صرف لین دین سے بیع کردینا جیسا آجکل عام طور پر ہوتا ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں نہ تو ایجاب کرایا نہ خود قبول فرمایا صرف لے دے کر بیع کردی۔ ۳؎ یعنی ایک درہم کے جو خرید کر اپنی بیوی کو دے تاکہ وہ پیس پکا کر خود بھی کھائے تجھے اور بچوں کو بھی کھلائے، اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر مجھے دے جا اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ فقیر نادار پر بھی بیوی بچوں کا خرچہ واجب ہے، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ بیوی سے بھی کمائی کراؤ دوسرے یہ کہ کمانا صرف مرد پر لازم ہے نہ کہ بیوی پر، کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلہاڑی صرف مرد کو دی اور کھانا پکانا عورت و مرد میں تقسیم فرمایا۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو لڑکیوں سے کمائی کرانے کے لئے بی اے، ایم اے کراتے ہیں اور جو ضروری مسائل لڑکیوں کو سیکھنا فرض ہیں ان سے بالکل بے خبر ہیں۔ ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ جس سے کوئی کام کاج شروع کرایا جائے اس کی کچھ بدنی امداد بھی کی جائے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اس کی مالی امداد نہ کی بلکہ بدنی امداد فرمائی، کیونکہ مالی امداد سے اس کے مانگنے کی عادت نہ چھوٹتی، اب اسے عبرت ہوگئی کہ جب سرکار خود اپنے ہاتھ سے اتنا کام کرسکتے ہیں تو میں کیوں نہ محنت کروں۔ ۵؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ جنگلی لکڑیاں شکاری جانوروں کی طرح عام مباح ہیں جو قبضہ کرلے وہ اس کا مالک ہے کہ وہ ملے بیچ

وَيَبِيعُ فَجَاءَهُ وَقَدْ أَصَابَ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ فَاشْتَرٰى بِبَعْضِهَا ثَوْبًا وَبِبَعْضِهَا طَعَامًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تَجِيْئَ الْمَسْئَلَةُ نُكْتَةً فِيْ وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ الْمَسْئَلَةَ لَا تَصْلُحُ اِلَّا لِثَلٰثَةٍ لِذِيْ فَقْرٍ مُدْقِعٍ اَوْ لِذِيْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ اَوْ لِذِيْ دَمٍ مُوْجِعٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوٰى اِبْنُ مَاجَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَاَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهٗ وَمَنْ اَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ اَوْشَكَ اللّٰهُ لَهٗ بِالْغِنٰى اِمَّا بِمَوْتٍ

اور بیچے۔ یہ پھر حاضر ہوئے اور دس درہم کما چکے تھے اس نے کچھ درہموں سے کپڑا اور کچھ سے غلہ خریدا تب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ سوالات قیامت کے دن تمہارے منہ میں داغ بن کر آئیں ۲؎ تین شخصوں کے سوا کسی کو سوال جائز نہیں کرو فقیر خوار یا رسوا کن قرض یا تکلیف دہ خون سے ۳؎ (ابوداؤد) اور ابن ماجہ نے یوم القیامۃ تک روایت کی روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے فاقہ پہنچے وہ اسے لوگوں پر پیش کرے تو اس کا فاقہ بند نہ ہوگا ۱؎ اور جو اسے اللہ پر پیش کرے اسے بہت جلد غنی کردیگا یا فوری موت سے

بھی سکتا ہے، دوسرے یہ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم باذن الٰہی مالک احکام ہیں، دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے ان چند دنوں کی جماعت سے نماز معاف فرمادی، حتی کہ درمیان میں جمعہ بھی آیا وہ بھی ان کے لئے معاف رہا، اسی دوران میں مسجد نبوی میں آنا ممنوع ہوگیا کیونکہ ان کو فرمایا تھا کہ میں دیکھوں نہیں، اب اگر وہ مسجد میں حاضر ہوتے، تو اس ممانعت کے مرتکب ہوتے، انہوں نے اس زمانہ میں اپنی نماز جنگل میں ادا کی گھر پڑھیں ۱؎ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت چند دن تک مسجد میں قطعاً حاضر نہ ہوئے ورنہ اگر اس دوران میں جماعت عشاء کے لئے بھی کبھی آئے ہوتے، تو اس کا ضرور درمیان ذکر ہوتا اور سرکار صلے اللہ علیہ وسلم ان سے روزانہ کا حساب پوچھتے، یہ ان کی خصوصیت ہی ہے ہے، اب کسی تاجر یا پیشہ ور کو یہ جائز نہیں کہ کاروبار میں مشغول ہو کر جماعت ترک کرے ۲؎ یعنے حلال پیشہ خواہ کتنا ہی معمولی ہو بھیک مانگنے سے افضل ہے کہ اس میں دنیا و آخرت میں عزت ہے افسوس آج بہت سے لوگ اس تعلیم کو بھول گئے، مسلمانوں میں صدہا خاندان پیشہ ور بھکاری ہیں ۳؎ تکلیف دہ فقیری میں فاقہ اور فقیر کی معذوری کیلئے بے دست و پا ہونا دونوں شامل ہیں اور رسوا کن قرض سے وہ قرض مراد ہے جس میں قرضخواہ مہلت نہ دے مقروض کی آبروریزی پر تیار ہو، تکلیف دہ خون سے یہ مراد ہے کہ اس نے کسی کو قتل کردیا جس کی دیت اس پر لازم ہوگئی اس کے پاس نہ مال ہے نہ اہل قرابت، یہ تینوں آدمی بقدر ضرورت سوال کرسکتے ہیں، خیال رہے کہ یہ پابندیاں مانگنے کے لئے ہیں زکوٰۃ لینے کے لئے نہیں ۱؎ یعنے اپنی محتاجی کی شکایت لوگوں سے کرتا پھرے اور بے صبری ظاہر کرے اور لوگوں کو اپنا حاجت روا جان کر ان سے مانگنا شروع کردے، تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ اُسے مانگنے کی عادت پڑ جائے گی جس میں

عَاجِلٍ وَغِنًى اٰجِلٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ
ابْنِ الْفِرَاسِيِّ اَنَّ الْفِرَاسِيَّ قَالَ قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْاَلُ يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَاِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَسَلِ الصَّالِحِيْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ
وَالنَّسَائِيُّ۔ وَعَنِ ابْنِ السَّاعِدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَنِيْ عُمَرُ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْهَا وَ
اَدَّيْتُهَا اِلَيْهِ اَمَرَ لِيْ بِعُمَالَةٍ فَقُلْتُ اِنَّمَا عَمِلْتُ لِلّٰهِ وَاَجْرِيْ عَلَى اللّٰهِ قَالَ خُذْ مَا اُعْطِيْتَ

یا آئندہ غناء سے ۱؎ (ابوداؤد، ترمذی) تیسری فصل روایت ہے ابن فراسی ۲؎ سے کہ فراسی فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ میں مانگ سکتا ہوں تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اور اگر مانگنا پڑ ہی جائے تو نیکوں سے مانگو ۳؎ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابن ساعدی ۴؎ سے فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر نے صدقہ پر عامل بنایا ۵؎ جب میں اس سے فارغ ہوا اور صدقہ آپ کی خدمت میں ادا کردیا تو مجھے اُجرت کا حکم دیا میں نے عرض کیا کہ میں نے اللہ کے لیے کام کیا ہے میری اجرت اللہ پر ہے ۶؎ فرمایا جو تمہیں دیا جائے وہ لے لو

برکت نہ ہوگی اور ہمیشہ فقیری رہیگا۔ ۱؎ یعنی جو اپنا فاقہ لوگوں سے چھپائے، رب تعالٰی کی بارگاہ میں دعائیں مانگے اور حلال پیشہ میں کوشش کرے تو رب تعالٰی اسے مانگنے کی ضرورت پڑنے ہی نہیں دیگا، اگر اس کے نصیب میں دولتمندی نہیں ہے تو اسے ایمان پر موت نصیب کرکے جنت کی نعمتیں عطا فرمائیگا اور اگر دولتمندی نصیب میں ہے تو وہ جلدی یا کسی دیر سے ہی عطا فرمادیگا کہ اسکی کمائی میں برکت دیگا، ہماری اس تقریر سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ ہر صبر کرنے والے کو غنا کیسے حاصل ہوتی ہے، کیونکہ یہاں غناء سے مراد مالداری نہیں بلکہ لوگوں سے بے نیازی ہے خیال رہے کہ ادنٰی صبر کرکے لوگوں کے مال سے بے نیاز ہوجاتا ہے اگرچہ اسکے ایمان و ثواب کا مستحق ہے یہاں مال غناء مراد ہے ۲؎ آپ کے نام کا پتہ نہ چلا، آپکی نسبت فراس ابن غنم ابن مالک بن کنانہ کی طرف ہے آپکے والد فراسی صحابی ہیں
۳؎ مطلب یہ ہے کہ بلا سخت مجبوری کسی سے کچھ مانگو مت جب سخت مجبور ہو جاؤ جس سے تمہیں مانگنا درست ہو جائے تو اللہ کے متقی و نیک بندوں ہی سے مانگو کیونکہ انکی روزی حلال ہوگی نیز اس میں برکت ہوگی جو تمہیں بھی نصیب ہو جائے گی نیز وہ تمہیں لعنت ملامت نہ کرینگے جھڑکیں گے نہیں نیز وہ تمہارے حق میں دعا بھی کرینگے جس سے تمہاری فقیری دور ہو جائے گی، یہ حکم بھیک مانگنے کے متعلق ہے مگر برکت حاصل کرنے کے لئے ان کے تبرکات مانگنا بہت ہی بہتر ہے جس پر بادشاہوں کو فخر ہوتا ہے صحابہ کرام نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے بال شریف، تہبند، لعاب دہانی حضور انور علیہ السلام سے مانگے ہیں بال اور تہبند شریف اپنی قبروں میں لے گئے ہیں، حضور خواجہ اجمیری رضی اللہ عنہ کے لنگر کا دلیہ سلاطین دکن مانگ مانگ کر حاصل کرتے رہے ہیں، ہم کو اس پر فخر ہے ہم گدائے آستانہ غوثیہ ہیں رضی اللہ عنہ۔ ۴؎ آپ کو ابن سعدی بھی کہتے ہیں اپنی اسی کنیت میں مشہور ہیں صحابی ہیں، شام میں ۵۵ھ میں وفات پائی (اشعہ) ۵؎ یعنی حضرت عمر فاروق نے اپنے زمانہ خلافت میں مجھے لوگوں کے ظاہری مال (جانور، زرعی پیداوار) کی زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا۔ اس زمانہ میں وصولی زکوٰۃ کا باقاعدہ محکمہ ہوتا تھا جس میں ان لوگوں کو زکوٰۃ سے اجرت دی جاتی تھی انہیں عامل کہتے تھے ان کی اجرت کو عمالہ رب تعالٰی فرماتا ہے "وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا" ۶؎ حضرت ابن

فَاِنِّیْ قَدْ عَمِلْتُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِیْ فَقُلْتُ مِثْلَ قَوْلِكَ
فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُعْطِیْتَ شَیْئًا مِّنْ غَیْرِ اَنْ تَسْاَلَهٗ فَكُلْ
وَتَصَدَّقْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ۔ وَعَنْ عَلِیٍّ اَنَّهٗ سَمِعَ یَوْمَ عَرَفَةَ رَجُلًا یَّسْاَلُ النَّاسَ فَقَالَ
اَفِیْ هٰذَا الْیَوْمِ وَفِیْ هٰذَا الْمَكَانِ تَسْاَلُ مِنْ غَیْرِ اللّٰهِ فَخَفَقَهٗ بِالدِّرَّةِ رَوَاهُ رَزِیْنٌ ۔
وَعَنْ عُمَرَ قَالَ تَعْلَمُنَّ اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ الطَّمَعَ فَقْرٌ وَّاِنَّ الْاِیَاسَ غِنًی وَّاِنَّ الْمَرْءَ اِذَا
یَئِسَ عَنْ شَیْءٍ اِسْتَغْنٰی عَنْهُ رَوَاهُ رَزِیْنٌ ۔ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

میں نے بھی زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں یہ عمل کیا تھا مجھے حضور انور نے اجرت دی تھی تو میں نے بھی تمہارے جیسی عرض کی تھی تو مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو کچھ تمہیں بغیر مانگے ملے وہ کھاؤ اور صدقہ کرو[1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت علی سے کہ آپ نے عرفہ کے دن ایک شخص کو سنا کہ لوگوں سے مانگتا ہے تو فرمایا کہ کیا اس دن میں اور اس جگہ غیر خدا سے مانگتا ہے آپ نے اسے کوڑے لگائے[2] (رزین) روایت ہے حضرت عمر سے کہ آپ نے فرمایا اے لوگو یقین رکھو کہ طمع فقیری ہے اور نا امیدی غنا ہے اور انسان جب کسی چیز سے مایوس ہو جاتا ہے تو اس سے لاپرواہ ہو جاتا ہے[3] (رزین) روایت ہے حضرت ثوبان سے[4] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ

ساعدی کا خیال یہ تھا کہ اُجرت لینے سے ثواب جاتا رہے گا اور میں نے یہ کام ثواب کے لئے کیا ہے اس لئے قبول سے انکار کیا تھا[1] سبحان اللہ کیا پیاری تعلیم ہے مقصد یہ ہے کہ بغیر مانگے جو رب دے اُسے نہ لینا اللہ کی نعمت کا ٹھکرانا ہے جو اللہ تعالٰے کو سخت ناپسند ہے لہٰذا یہ ضرور لو اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ، ایک یہ کہ نیک اعمال کی اُجرت لینا جائز ہے ۔ چنانچہ علماء ، قاضی ، مدرسین حتّٰی کہ خود خلیفہ کی تنخواہ بیت المال سے دی جاوے گی سوائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے باقی تینوں خلفاء نے بیت المال سے خلافت کی تنخواہ وصول کی ہے ، دوسرے یہ کہ جب کام کرنے والے کی نیت خیر ہو تو تنخواہ لینے سے ان شاء اللہ ثواب کم نہ ہوگا ، صرف تنخواہ کے لئے دینی کام نہ کرے تنخواہ گزارے کے لئے وصول کرے اصل مقصد دینی خدمت ہو ، تیسرے یہ کہ غنی بھی یہ اُجرتیں لے سکتا ہے صرف فقیری کو لازم نہیں ، پھر اگر خود بھی کھا سکتا ہے اور خیرات بھی کر سکتا ہے خیال رہے کہ امام احمد کے ہاں ہدیہ قبول کرنا واجب ہے اس حدیث کی بنا پر باقی جمہور علماء کے ہاں یہ حکم استحبابی ہے ، مرقات نے اس جگہ فرمایا کہ سلطان اسلام پر واجب ہے کہ ایسے علماء ، مفتیوں ، مدرسوں کی تنخواہیں مقرر کرے جنہوں نے اپنے کو دینی خدمات کے لئے وقف کر دیا ہو[2] اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ بھیک مانگنا ہمیشہ اور ہر جگہ ہی بُرا ہے لیکن مبارک تاریخوں اور مبارک مقامات پر بندوں سے بھیک مانگنا بہت زیادہ بُرا ، مرقات نے فرمایا کہ اسی طرح مسجدوں میں اور جمعہ کے دن بھیک مانگنا بہت بُرا ہے ۔ کہ یہ جگہ عبادات کے لئے ہیں بھیک مانگنے کے لئے نہیں ، صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اللہ کی جگہ میں غیر اللہ سے مانگنا رحمت کے دروازے بند کر دیتا ہے[3] اسی لئے کہا جاتا ہے کہ مایوسی بھی ایک قسم کی راحت ہے ۔ کسی نے حضرت ابو الحسن شاذلی سے کیمیا پوچھی ، آپ نے فرمایا مخلوق سے امید توڑ دو اور تقدیر پر شاکر رہو سب سے بڑی کیمیا یہ ہے شعر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّكْفُلُ لِيْ اَنْ لَّا يَسْاَلَ النَّاسَ شَيْئًا فَاَتَكَفَّلُ لَهٗ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ ثَوْبَانُ اَنَا فَكَانَ لَا يَسْاَلُ اَحَدًا شَيْئًا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ دَعَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَشْتَرِطُ عَلَيَّ اَنْ لَّا تَسْاَلَ النَّاسَ شَيْئًا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَلَا سَوْطَكَ اِنْ سَقَطَ مِنْكَ حَتّٰى تَنْزِلَ اِلَيْهِ فَتَاْخُذَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ ۔

علیہ وسلم نے کہ جو مجھے اس کی ضمانت دے کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگے گا تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں ۱؎ حضرت ثوبان نے کہا میں تو کسی سے کچھ نہ مانگتے تھے ۲؎ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کے لئے بلایا کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگنا میں نے عرض کیا ہاں فرمایا اگر تمہارا کوڑا گر جائے تو وہ بھی نہ مانگنا حتی کہ خود اتر کر لینا ۱؎ (احمد)

آں گدا را بادشاہی کن گرچہ منصب طمع بلند بود

۱؎ آپ ثوبان ابن بجدد ہیں، آپ کی کنیت ابو عبداللہ یا ابو عبدالرحمن ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں مکہ معظمہ اور یمن کے درمیان مقام سرات میں خریدا، آپ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات تک سفر و حضر میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہے کبھی جدا نہ ہوئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ میں دل نہ لگا تو رملہ چلے گئے مقام اطراف میں کچھ دن رہے پھر مقام حمص میں رہے وہیں ۵۴ھ میں وفات پائی بہت مخلوق نے آپ سے احادیث لی ہیں ۲؎ یعنی جو مجھ سے بھیک نہ مانگنے کا عہد کرے تو میں اس کی چار چیزوں کا ذمہ دار ہوتا ہوں، زندگی تقویٰ پر، موت ایمان پر، کامیابی قبر میں، چھٹکارا حشر میں، کیونکہ جنت ان چار چیزوں کے بعد نصیب ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے جنت کا مالک و مختار بنایا ہے کیونکہ بغیر اختیار ضمانت کیسی، یہ بھی معلوم ہوا کہ سوال سے بچنے والے کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امان میں لے لیتے ہیں پھر اس پر نہ شیطان کا داؤ چلے، نہ نفس امارہ قابو پائے جسے وہ اپنے دامن میں چھپالیں اس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا تصرف اور حضور علیہ السلام کی امن و امان عالم میں قیامت تک جاری ہے کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ ضمانت صرف صحابہ کے لئے نہیں تا قیامت ہر سوال سے بچنے والے مومن کے لئے ہے شعر

ڈھونڈا ہی کریں صدر قیامت کے سپاہی وہ کس کو ملے جو ترے دامن میں چھپا ہو

یہاں شیخ نے فرمایا کہ انبیائے کرام کی یہ ضمانتیں باذن الٰہی ہیں اور برحق ہیں جیسے کہ ایک پیغمبر کا نام ہی ذی الکفل ہے کیونکہ وہ اپنی اُمت کے لئے جنت کے کفیل ہوگئے تھے ۳؎ یعنی سب سے پہلے اس حدیث پر خود حضرت ثوبان نے ایسا عمل کیا کہ وفات تک کسی سے کچھ نہ مانگا، معلوم ہوا کہ عالم پر لازم ہے پہلے خود عمل کرے ۴؎ یعنی مجھ سے اس پر بیعت لی کہ تھی صلے اللہ علیہ وسلم نے خاص خاص احکام پر بھی بیعتیں لی ہیں ان میں سے یہ بھی ہے ۵؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم ان ہی کے لئے خاص تھا ورنہ گرا ہوا کوڑا کسی سے اٹھوا لینا تو جائز نہیں، بعض بزرگوں کے لئے بعض جائز چیزیں ناجائز کردی جاتی ہیں، جیسے حضرت علی مرتضیٰ کے لئے فاطمہ زہرا کی موجودگی میں دوسرا نکاح، اور بعض بزرگوں کے لئے کچھ ناجائز چیزیں جائز کردی جاتی ہیں، جیسے صدیق اکبر کے لئے بحالت جنابت مسجد سے گزرنا، بعض نے فرمایا کہ مرکار

بَابُ الْاِنْفَاقِ وَكَرَاهِيَةِ الْاِمْسَاكِ ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ لِیْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا لَسَرَّنِیْ اَنْ لَّا يَمُرَّ عَلَیَّ ثَلٰثُ لَيَالٍ وَعِنْدِیْ مِنْهُ شَیْءٌ اِلَّا شَیْءٌ اُرْصِدُهٗ لِدَيْنٍ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْفِقِیْ وَلَا تُحْصِیْ فَيُحْصِیَ

باب خرچ کرنا اور بخل کی برائی [۱] پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ برابر سونا ہو تو مجھے یہ اچھا لگے گا کہ تین راتیں ایسی نہ گزریں کہ جن میں اس سونے سے کچھ بھی میرے پاس ہو بجز اس کے جسے اداء قرض کیلئے رکھوں [۲] (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کوئی دن نہیں جس میں بندے سویرا کریں اور دو فرشتے نہ اتریں جن میں سے ایک تو کہتا ہے الٰہی سخی کو زیادہ اچھا عوض دے اور دوسرا کہتا ہے الٰہی بخیل کو بربادی دے [۳] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت اسماء سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب خرچ کرو مت گنو ورنہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبالغۃً ہے، مگر پہلی بات زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے [۱] یعنی سخاوت کی تعریف اور بخل کی برائیاں اس باب میں بیان ہوں گی۔ سخی وہ ہے جو اپنے مال سے خود بھی کھائے اوروں کو بھی کھلائے جواد وہ ہے جو خود نہ کھائے اوروں کو کھلائے، اسی لئے رب تعالٰی کو سخی نہیں کہہ سکتے جواد کہتے ہیں۔ بخیل وہ ہے جو اپنا مال خود کھائے دوسروں کا حق نہ دے ممسک وہ ہے جو نہ خود کھائے اور نہ کسی کو کھانے دے جوڑے اور چھوڑ جائے۔ شیخ نے فرمایا کہ یہاں امساک سے مراد بخل ہے اور انفاق سے مراد فرائض سے زیادہ نوافل میں خرچ کرنا ہے، کیونکہ زکوۃ کے خرچ کا ذکر پیچھے ہو چکا [۲] حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے، یہ گفتگو ظاہر کے لحاظ سے ہے، ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے تو آپ کے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کرتے، جیسا کہ دوسری حدیث میں صراحۃً مذکور ہے۔ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ مقروض نفلی صدقہ نہ دے بلکہ پہلے قرض ادا کرے، نیز اتنی عظیم الشان سخاوت وہ کر سکتا ہے جس کے بال بچے بھی صابر شاکر ہوں ورنہ انہیں بھوکا مار کر نفلی خیرات نہ کرے حضرت صدیق اکبر نے جو سب کچھ خیرات کر دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے گھر والے بھی صابرین کے سردار تھے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ تم پر تمہاری بیوی کا حق بھی ہے اور تمہارے بچوں کا بھی، کیونکہ وہاں عام جلیوں کے قانون کا ذکر ہے اور یہاں ان حضرات کے خصوصی کرم کا۔ [۳] یعنی سخی کے لئے دعا اور کنجوس کے لئے بددعا روزانہ فرشتوں کے منہ سے نکلتی ہے جو یقینًا قبول ہے۔ خیال رہے کہ خلف مطلقًا عوض کو کہتے ہیں دنیاوی ہو یا اخروی، حسی ہو یا معنوی مگر تلف دنیوی اور حسی بربادی کو کہا جاتا ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ۔

اللهُ عَلَيْكَ وَلَا تُوعِيْ فَيُوعِيَ اللهُ عَلَيْكِ اِرْضَخِيْ مَا اسْتَطَعْتِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللهُ تَعَالٰى اَنْفِقْ يَا ابْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَيْكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللهُ تَعَالٰى يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنْ تَبْذُلِ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَّكَ وَاِنْ تُمْسِكْهُ شَرٌّ لَّكَ وَلَا تُلَامُ

اللہ تعالٰے بھی شمار فرمائے گا ۱ اور نہ بچاؤ ورنہ اللہ بھی تم سے بچائیگا جتنا کر سکتی ہو راہ خدا میں دو ۲ (مسلم و بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رب تعالٰے فرماتا ہے ۳ اے انسان خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا ۴ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رب تعالٰے فرماتا ہے ۴ اے انسان اگر تو بچا مال خرچ کرے تیرے لئے اچھا ہے اور اگر تو اسے روک رکھے تو تیرے لئے برا ہے ۵

کا تجربہ ہو رہا ہے کہ کنجوس کا مال حکیم ڈاکٹر وکیل یا نالائق اولاد برباد کرتی ہے۔ ۱ یعنے اے اسماء اپنے مال میں سے مطلقًا اور اپنے خاوند کے مال سے بقدر اجازت خرچ کرتی رہو، نفلی صدقہ کا حساب نہ لگاؤ ورنہ شیطان دل میں بخل پیدا کر دے گا، لہذا یہ حدیث زکوٰۃ کے حساب کے خلاف نہیں، بے حساب اللہ کے نام پر دو تو وہاں سے تمہیں اتنا دے گا کہ تم حساب نہ کر سکو گی، یہ مطلب نہیں کہ رب تعالٰے کے حساب سے باہر ہو گا کھیت میں پانی دیتے وقت ایک شخص کنوئیں سے پانی چھوڑتا ہے اور دوسرا کیاریوں میں پھیلاتا ہے، جب تک یہ پھیلاتا رہتا ہے وہاں سے پانی آتا رہتا ہے، دینی طلبے اللہ کی کیاریاں ہیں مالدار لوگ ان میں پانی پھیلانے والے ہیں اور روزی پہنچانے والے فرشتے پانی چھوڑنے والے۔ ۲ یعنے خیال نہ کرو کہ اتنی تھوڑی اور معمولی چیز اتنی بڑی بارگاہ میں کیا پیش کروں، وہاں مال کی مقدار نہیں دیکھی جاتی دل کا اخلاص دیکھا جاتا ہے خیال رہے کہ رب تعالٰے فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ جب تک کہ اپنی پیاری چیز خیرات نہ کرو بھلائی نہیں پا سکتے اور یہاں حکم دیا گیا کہ جو ہو سکے خیرات کرو، ان دونوں میں تعارض نہیں آیت کا منشا یہ ہے کہ ہمیشہ معمولی چیز ہی خیرات نہ کرو اچھی چیزیں بھی خیرات کرو اور اس حدیث کا منشا یہ ہے کہ بڑی چیز کی انتظار میں چھوٹی خیر و خیرات سے باز نہ رہو جو چیز کھانے پینے سے بچ رہی اس کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے فورًا کسی کو دے دو ورنہ برباد جائے گی ۳ سبحان اللہ کیسی نفیس کلام ہے مقصد یہ ہے کہ اے انسان ختم ہونے اور مٹ جانے والا مال تو میری راہ میں دے چل تجھے اس کے عوض زیادہ مال بھی دوں گا اور نہ مٹنے والا ثواب بھی، رب تعالٰے فرماتا ہے مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ روزمرہ کا خیال رہے کہ بھی فانی چیز کو رب تعالٰے قبول فرما کر باقی ہو جاتی ہے، دنیا صفر ہے یعنے خالی، سفاتے الٹی صدا صفر کیا ہے کچھ نہیں لیکن اگر عدد سے مل جائے تو دس گنا، اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ صدقہ سے تقدیر بدل جاتی ہے، بدنصیب نصیب ور ہو جاتے ہیں، تقدیر کی پوری بحث ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیے۔ ۴ مشکوٰۃ شریف کے عام نسخوں میں ورنہ تات میں بھی قال اللہ تعالٰی نہیں ہے مگر اشعۃ اللمعات میں یہ جملہ موجود ہے شیخ نے بھی فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث بھی قدسی ہے اگرچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی ابن آدم سے خطاب فرما سکتے ہیں ۵ یعنے اپنی ضروریات سے بچا ہوا مال خیرات کر دینا خود تیرے لئے ہی مفید ہے کہ اس سے تیرا کوئی کام نہ رکے گا اور تجھے دینا تو

عَلَى كَفَافٍ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ قَدِ اضْطُرَّتْ أَيْدِيهِمَا إِلَى ثُدِيِّهِمَا وَتَرَاقِيهِمَا فَجَعَلَ الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ انْبَسَطَتْ عَنْهُ وَجَعَلَ الْبَخِيلُ كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ وَأَخَذَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ بِمَكَانِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا الظُّلْمَ فَإِنَّ

اور بقدر ضرورت پر ملامت نہیں اور اپنے عیال سے ابتدا کرو (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کنجوس اور سخی کی کہاوت ان دو شخصوں کی سی ہے جن پر لوہے کی دو زرہیں ہوں جن سے ان کے دونوں ہاتھ ان کے پستانوں اور گلے سے باندھ دیئے ہوں سخی جب خیرات کرنے لگے تو زرہ پھیل جائے اور کنجوس جب خیرات کا ارادہ بھی کرے تو زرہ اور تنگ ہو جائے اور ہر کڑی اپنی جگہ چمٹ جائے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ظلم سے بچو کیونکہ

میں بوجھ بن جائے گا اور اسے صدقہ کے رکھنا خود تیرے لئے ہی بُرا ہے کیونکہ وہ چیز بیکار پڑی یا دوسری طرح ضائع ہو جائے گی اور تو ثواب سے محروم ہو جائیگا اگر وہ جمع سے کر لیا پڑا ہوا تو کپڑا بیکار پڑا خیرات کر دو دنیا جو رب تعالیٰ دے تو کھانا یا جو تمہاری ضرورت سے بچا ہے کسی فقیر کو دے دو کہ تمہارے گھر کا کچھ تو نکل جائے گا اور اس کا بھلا ہو جائے گا۔ ۲؎ اس میں دو حکم بیان ہوگئے ایک یہ کہ جو مال اس وقت زائد ہے کل ضرورت پیش آئے گی اسے جمع رکھو آج نفلی صدقہ دے کر کل خود بھیک نہ مانگو، دوسرے یہ کہ خیرات پہلے اپنے عزیز و قربوں کو دو پھر اجنبیوں کو، کیونکہ عزیزوں کو دینے میں صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی اس کا ذکر آئندہ بھی آئیگا۔ ۳؎ یہ تشبیہ مرکب ہے جس میں دو شخصوں کی پوری حالتوں کو دوسرے دو شخصوں کے پورے حال سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی کنجوس اور سخی کی حالتیں ان دو شخصوں کی سی ہیں جن کے جسم پر دو لوہے کی زرہیں ہیں، انسان کی خلقی اور پیدائشی محبت مال اور خرچ کرنے کو دل نہ چاہنے کو زرہوں سے تشبیہ دی گئی کہ جیسے زرہ جسم کو گھیرے اور چمٹی ہوتی ہے ایسی محبت مال انسان کے دل کو چمٹی ہوتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ بعض نسخوں میں جبتان ب سے ہے مگر جنتان صحیح ہے ن سے۔ ۴؎ تراقی ترقوۃ کی جمع ہے، ترقوہ وہ ہڈی ہے جو سینے سے اوپر اور گردن کے نیچے ہے، چونکہ یہ ہڈیاں گردن کے دو طرف ہوتی ہیں اس لئے دو آدمیوں کی چار ہڈیاں ہوں گی، اس لحاظ سے تراقی جمع ارشاد ہوا۔ ۵؎ قَلَصَتْ مجہول فرما کر اشارۃً یہ بتایا کہ انسان کا یہ بخل قدرتی ہے اختیاری نہیں بلکہ سبحان اللہ کیا نفیس تشبیہ ہے یعنی بخیل بھی کبھی خیرات کرنے کا ارادہ تو کرتا ہے مگر اس کے دل کی ہچکچاہٹ اس کے ارادہ پر غالب آجاتی ہے اور وہ خیرات نہیں کرتا، اور سخی کو بھی خیرات کرتے وقت ہچکچاہٹ تو ہوتی ہے مگر اس کا ارادہ اس پر غالب آجاتا ہے، اسی غلبہ پر سخی ثواب پاتا ہے، پھر سخاوت کرتے کرتے نفس امارہ اتنا دب جاتا ہے کہ اس کو کبھی خیرات پر ہچکچاہٹ پیدا ہی نہیں ہوتی، یہ بہت بلند مقام ہے جہاں پہنچ کر انسان کھلے دل سے صدقہ کرنے لگتا ہے، ہر عبادت کا یہی حال ہے کہ پہلے نفس امارہ روکتا ہے مگر

الظلم ظلمات يوم القيامة واتقوا الشح فان الشح اهلك من كان قبلكم حملهم على
ان سفكوا دماءهم واستحلوا محارمهم رواه مسلم وعن حارثة بن وهب قال
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تصدقوا فانه ياتي عليكم زمان يمشي الرجل بصدقته
فلا يجد من يقبلها يقول الرجل لو جئت بها بالامس لقبلتها فاما اليوم فلا حاجة
لي بها متفق عليه وعن ابي هريرة قال قال رجل يا رسول الله اي الصدقة

ظلم قیامت کے دن اندھیریاں ہوگا۱؎ اور کنجوسی سے بچو کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے والوں کو ہلاک کردیا کنجوسی نے انہیں رغبت دی کہ انہوں نے خون ریزی کی حرام کو حلال جانا۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت حارثہ ابن وہب سے۳؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرو کیونکہ تم پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ کوئی شخص اپنا صدقہ لے کر چلے گا تو کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ ملے گا آدمی کہیں گے کہ اگر تم کل لاتے تو میں لے لیتا آج تو مجھے اس کی ضرورت نہیں۴؎ (مسلم،بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ کون سے صدقہ کا

جب اس کی مانی جائے تو پھر رونا چھوڑ دیتا ہے۔ نفس کی مثال شیر خوار بچے کی سی ہے جو دودھ چھوڑتے وقت ماں کو بہت پریشان کرتا ہے۔ مگر جب ماں اس کی ضد کی پرواہ نہیں کرتی تو وہ پھر دودھ نہیں مانگتا۔ ۱؎ ظلم کے لغوی معنے ہیں کسی چیز کو بے موقعہ استعمال کرنا اور کسی کا حق مارنا، اس کی بہت قسمیں ہیں گناہ کرنا اپنی جان پر ظلم ہے، قرابت داروں یا قرض خواہوں کا حق نہ دینا ان پر ظلم، کسی کو ستانا ایذا دینا اس پر ظلم، یہ حدیث سب کو شامل ہے اور حدیث اپنے ظاہری معنے پر ہے یعنی ظالم پل صراط پر اندھیریوں میں گھبرا ہوگا، یہ ظلم اندھیری بن کر اس کے سامنے ہوگا، جیسے کہ مومن کا ایمان اور اس کے نیک اعمال روشنی بن کر اس کے آگے چلیں گے، رب تعالٰی فرماتا ہے "یَسْعٰی نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ" چونکہ ظالم دنیا میں حق ناحق میں فرق نہ کرسکا اس لیے اندھیرے میں رہا۔ ۲؎ عربی میں شح بخل سے بدتر ہے، بخل اپنا مال کسی کو نہ دینا ہے اور شح اپنا مال نہ دینا اور دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ کرنا ہے۔ غرضکہ شح بخل، حرص اور ظلم کا مجموعہ ہے، اسی لیے یہ فتنوں فساد خونریزی و قطع رحمی کی جڑ ہے، جب کوئی دوسروں کا حق ادا نہ کرے بلکہ ان کے حق اور چھیننا چاہے تو خواہ مخواہ فساد ہوگا۔ ۳؎ آپ صحابی ہیں، حضرت عمر ابن خطاب کے سوتیلے بیٹے حضرت عبداللہ ابن عمر کے اخیافی بھائی، کوفہ میں قیام رہا۔ ۴؎ لوگوں سے مراد ساری امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے نہ کہ صحابہ کیونکہ مال کی یہ فراوانی قریب قیامت حضرت امام مہدی کے زمانہ میں ہوگی، اور ہوسکتا ہے کہ صحابہ سے ہی خطاب ہو اور سیدنا خضر علیہ السلام اس میں داخل ہوں کہ وہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور وہ یہ زمانہ پائیں گے کہ ان کی وفات بالکل قیامت سے متصل ہوگی۔ ۵؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ قبول نہ کرنا غنی کی وجہ سے ہوگا کہ سارے لوگ اتنے مالدار ہوجائیں گے کہ آسانی سے کوئی زکوۃ لینے والا نہ ملے گا اس حدیث کی روشنی سے معلوم ہورہا ہے کہ اس وقت بھی فقیر ملیں گے تو مگر بہت تلاش اور دشواری سے ورنہ مالداروں پر زکوۃ فرض نہ رہتی، جیسے جس کے اعضائے وضو ایسے زخمی ہوں جن پر نہ پانی پہنچ سکے نہ تیمم کا ہاتھ پھر سکے، تو اس پر وضو اور تیمم دونوں معاف ہوجاتے ہیں

أَعْظَمُ أَجْرًا قَالَ أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنَى وَلَا تُمْهِلُ حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَلَمَّا رَآنِي قَالَ هُمُ الْأَخْسَرُونَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَقُلْتُ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي مَنْ هُمْ قَالَ هُمُ الْأَكْثَرُونَ أَمْوَالًا إِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ

بڑا ثواب ہے ۱؎ فرمایا یہ کہ تم اپنی تندرستی اور بخل کی حالت میں صدقہ کرو جبکہ تمہیں فقیری کا ڈر اور امیری کی امید ہو ۲؎ اور اتنی دیر نہ لگاؤ کہ جب جان گلے میں پہنچے تو تم کہو کہ فلاں کو اتنا دینا اور فلاں کو اتنا حالانکہ وہ فلاں کا ہو ہی چکا ۳؎ (مسلم، بخاری) اور روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضور کعبہ کے سایہ میں جلوہ گر تھے جب حضور نے مجھے دیکھا تو فرمایا رب کی قسم وہ لوگ بڑے خسارہ میں ہیں ۱؎ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا وہ کون لوگ ہیں فرمایا بڑے مالدار لوگ بجز ان کے جو ایسے ایسے دیں اپنے آگے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقراء کا ہونا بھی اللہ کی رحمت ہے کہ ان کے ذریعہ ہم بہت سے فرائض سے سبکدوش ہوتے ہیں، یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس زمانہ کے لوگ زاہد، صابر اور تارک الدنیا ہو جائیں گے جو زکوٰۃ لینا پسند کریں گے ہی نہیں، واللہ اعلم۔

۱؎ ظاہر یہ ہے کہ صدقہ سے مراد صدقہ نفلی ہے چونکہ یہ بہت سی قسم کا ہوتا ہے اور اس کے مختلف حالات ہوتے ہیں، اسلئے انہوں نے یہ سوال کیا یعنی کس وقت کی کونسی خیرات بہتر ہے مسجد بنانا کنواں یا سرائے تیار کرنا یا کسی کو کھانا یا کپڑا دینا وغیرہ۔ ۲؎ نہایت حکیمانہ جواب ہے یعنی تندرستی کا ہر صدقہ افضل ہے کیونکہ اس وقت خود اپنے کو بھی مال کی ضرورت ہوتی ہے، شحیح سے مراد فطری محبت مال ہے یعنی تندرستی میں جب تمہیں خود بھی ضرورت ہے اپنی ضرورت پر دینی یا فقیر کی ضرورت کو مقدم رکھنا بڑی ہمت ہے اور اس کی بارگاہ الٰہی میں بڑی قدر ہے شیطان بھی اسی وقت بہکاتا ہے کہ اپنے تیرے حاجت اتنے خرچ مت بہت خیرات کر۔ ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ فلاں سے مراد موصیٰ لہ ہے جس کے لئے وصیت کی جائے، اور اتنے سے مراد مال کی مقدار ہے یعنی تم وارثوں سے کہو کہ میرا اتنا مال میرے بعد فلاں فلاں جگہ خرچ کرنا اور ممکن ہے کہ فلاں سے مراد فقراء ہو یا وارث کیونکہ وارث کو وصیت جائز ہے جبکہ دوسرے ورثاء راضی ہوں (اشعہ وغیرہ)۔ ۴؎ یہاں فلاں سے مراد وارثین ہیں یعنی اب تم وصیت کر رہا ہے کرو تمہارے پاس سے مال چلا گیا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرض الموت کی حالت ہی میں بیمار کے مال میں وارثوں کا حق ہو جاتا ہے، اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ بیمار صرف تہائی مال کی وصیت کر سکتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ اس حالت کے صدقہ خیرات کا ثواب بہت کم ہے، کیونکہ اب خود اسے ضرورت نہ رہی، انسان کو چاہیے کہ تندرستی اور زندگی کو غنیمت سمجھے جو ہو سکے نیکیاں کرے۔ شعر

توشۂ اعمال اپنا ساتھ لے جاؤ ابھی　　کون پیچھے قبر میں بھیجے گا سوچو تو سہی
بعد مرنے کے نصیب اپنا پرایا بھول جائے　　فاتحہ کو قبر پر پھر کوئی آئے یا نہ آئے

خَلْفَهٗ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّخِيُّ قَرِيْبٌ مِّنَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ قَرِيْبٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِيْدٌ مِّنَ النَّارِ وَالْبَخِيْلُ بَعِيْدٌ مِّنَ اللّٰهِ بَعِيْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِيْدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِيْبٌ مِّنَ النَّارِ وَلَجَاهِلٌ سَخِيٌّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِيْلٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

آگے پیچھے دائیں بائیں اور وہ ہیں بہت تھوڑے ۷ (مسلم، بخاری) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سخی اللہ سے قریب ہے جنت سے قریب ہے لوگوں سے قریب ہے آگ سے دور ہے ۱ اور کنجوس اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے آگ کے قریب ہے اور یقیناً جاہل سخی کنجوس عابد سے افضل ہے ۲ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ

۵ حضرت ابوذر غفاری وہ ہیں جنہوں نے امیری پر لات مار کر فقیری اختیار کی تھی، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ہمت افزا کلام اُن کی عزت افزائی کے لئے فرمایا یعنے اے ابوذر تم خسارہ میں نہیں، خسارہ میں عموماً مالدار لوگ ہیں۔ ۶ یہاں بخالی بمعنی تحقق ہے اور فعل سے مراد صدقہ وخیرات، یہ محاورہ عربی میں بہت عام ہے (لمعات) یعنے وہ سخی جو بلاگنتی دونوں ہاتھ بھر بھر کر نیکیوں میں خرچ کرے خسارہ میں نہیں ۷ ان چار سمتوں سے مراد ہر نیکی ہر جگہ نیکی ہر حال میں نیکی کرنا ہے، اپنے وطن میں بھی خرچ کرے، حرمین شریفین میں بھی بھیجے جہاں مسلمانوں کو یا اسلام کو ضرورت ہو وہاں پہنچائے، واقعی ایسی توفیق والے تھوڑے مالدار ہیں، رب تعالٰے فرماتا ہے، وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ عموماً مالداروں پر فضول خرچیوں، بدکاریوں اور عیاشیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، اللہ تعالٰے عثمان غنی کے خزانہ کا پیسہ عطا فرمائے ۱ ہم سخی اور جواد کا فرق پہلے بیان کرچکے ہیں، یہاں مرقات نے فرمایا کہ حقیقی سخی وہ ہے جو غنی پر رب تعالٰے کی رضا کو ترجیح دے، اس کے تین قرب بیان ہوئے اور ایک دوری، اللہ تعالٰے تو ہر ایک سے قریب ہے لیکن اس کا قرب کوئی کوئی ہے شعر

یار نزدیک تر از من بمنی است　　　ویں عجب بیں کہ من از وے دورم

اس حدیث میں اشارۃً فرمایا گیا کہ سخاوت مال حسن مآل یعنے انجام بخیر کا ذریعہ ہے، سخی سے مخلوق خود بخود راضی رہتی ہے۔ حکایت کسی عالم سے پوچھا گیا کہ سخاوت بہتر ہے یا شجاعت، فرمایا خدا تعالٰے جسے سخاوت دے، اُسے شجاعت کی ضرورت ہی نہیں، لوگ خود بخود اُس کے سامنے چت ہو جائیں گے، چونکہ صدقہ غضب کی آگ بجھاتا ہے اسلئے سخی دوزخ سے دور ہے۔ ۲ یہاں عابد سے مراد عالم عابد ہے جیسا کہ جاہل کے مقابلے سے معلوم ہو رہا ہے، یعنے جو شخص عالم بھی ہو عابد بھی، مگر ہو کنجوس کہ نہ زکوٰۃ دے نہ صدقات واجبہ ادا کرے وہ یقیناً سخی جاہل سے بدتر ہوگا کیونکہ وہ عالم حقیقتاً بے عمل ہے بخل بہت سے فسق پیدا کردیتا ہے اور سخاوت بہت خوبیوں کا تخم ہے۔ بلکہ وہ

وسلم لان یتصدق المرء فی حیاته بدرهم خیر له من ان یتصدق بمائة عند موته رواه ابوداؤد وعن ابی الدرداء قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مثل الذی یتصدق عند موته او یعتق کالذی یهدی اذا شبع رواه احمد والنسائی والدارمی والترمذی وصححه وعن ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خصلتان لا تجتمعان فی مؤمن البخل وسوء الخلق رواه الترمذی وعن ابی بکر الصدیق قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا

وسلم نے کہ انسان کا اپنی زندگی میں ایک درہم خیرات کرنا مرتے وقت سو خیرات کرنے سے بہتر ہے ۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابودرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کی مثال جو مرتے وقت خیرات یا آزاد کرے اس کی سی ہے جو اپنے پیٹ بھر جانے پر کسی کو ہدیہ دے ۲؎ (احمد، نسائی، دارمی، ترمذی نے اسے صحیح کہا) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن میں دو خصلتیں کبھی جمع نہیں ہوتیں کنجوسی اور بدخلقی ۳؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق سے ۴؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ

وہ بھی کامل نہیں، کیونکہ عبادت مالی یعنی زکوٰۃ وغیرہ ادا نہیں کرتا صرف جسمانی عبادت ذکر و فکر پر قناعت کرتا ہے جس میں کچھ خرچ نہ ہو۔ ۱؎ زندگی سے مراد تندرستی کی زندگی ہے اور موت کے وقت سے مراد مرض الموت ہے جب زندگی کی آس ٹوٹ جاتی ہے، یعنی تندرستی میں تھوڑا مال خیرات کرنا مرتے وقت کے بہت مال کی خیرات سے بہتر ہے کیونکہ تندرستی کی خیرات میں نفس پر جہاد بھی ہے اور مرتے وقت کی خیرات میں اپنا نقصان نہیں بلکہ اپنے وارثوں کو نقصان پہنچانا ہے۔ ۲؎ اس کی پوری شرح ابھی پہلے ہو چکی کہ اگرچہ ہدیہ لینے والا غنی بھی ہو اور دینے والے کے اس بچے کھچے سے خبردار بھی تو وہ اس کی قدر نہیں کرتا وہ سمجھتا ہے کہ اس نے اپنے نفس کو مجھ پر مقدم رکھا اور سمجھا کہ یہ بچی چیز برباد جائے گی، لاؤ فلاں کو ہی بھیج دو، اسی طرح رب تعالٰی غنی بھی ہے اور ہماری نیتوں سے خبردار بھی صدقات اس کی بارگاہ میں ہدیے ہیں، اگر اس کی بارگاہ الٰہی میں قدر چاہتے ہو تو تندرستی میں بھیجو کہ وہاں اخلاص دیکھا جاتا ہے۔ شعر

ما بروں را ننگریم و قال را — ما دروں را بنگریم و حال را

۳؎ یعنی ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی کامل مومن بھی ہو اور ہمیشہ کا بخیل اور بدخلق بھی، اگر اتفاقًا کبھی اس سے بخل یا بدخلقی صادر ہو جائے تو فورًا پشیمان بھی ہو جاتا ہے۔ اس کے ایک معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ مومن نہ بخیل ہوتا ہے نہ بدخلق، جس دل میں ایمان کامل جاگزیں ہو تو اس دل سے یہ دونوں عیب نکل جاتے ہیں (لمعات)۔ خیال رہے کہ بدخلقی اور ہے غصہ کچھ اور، اللہ تعالٰی کے لئے غصہ کرنا عبادت ہے رب تعالٰی نے فرماتا ہے اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ ہماری اس شرح سے حدیث پر نہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ بعض مومن بخیل بھی ہوتے ہیں بدخلق بھی، کیونکہ وہ یا تو مومن کامل نہیں ہوتے یا ان کے یہ عیب عارضی ہوتے ہیں، اور نہ یہ اعتراض رہا کہ یہ حدیث قرآن کے

يَدْخُلُ الْجَنَّةَ خَبٌّ وَّلَا بَخِيْلٌ وَّلَا مَنَّانٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرُّ مَا فِي الرَّجُلِ شُحٌّ هَالِعٌ وَجُبْنٌ خَالِعٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ لَا يَجْتَمِعُ الشُّحُّ وَالْاِيْمَانُ فِيْ كِتَابِ الْجِهَادِ

جنت میں نہ تو فریبی آدمی جائے نہ کنجوس نہ احسان جتانے والا ؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آدمی کی بدترین خصلت گھبراہٹ والی کنجوسی اور ڈروالی بزدلی ہے ؎ (ابوداؤد) ہم حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث لا یجتمع الخ کتاب الجہاد میں بیان کریں گے

خلاف ہے کہ قرآن کریم نے بعض حضرات کی تعریف فرمائی ہے کہ آپ کا نام شریف عبداللہ ابن عثمان ابو قحافہ ابن عامر ابن عمرو ابن کعب ابن سعد ابن تیم ابن مرہ ہے، آپ ساتویں پشت میں مرہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مل جاتے ہیں، آپ کی کنیت ابوبکر اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عطا فرمائے ہوئے القاب صدیق اکبر اور عتیق ہیں، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزووں میں شریک رہے اسلام سے پہلے اور اسلام لانے کے بعد کبھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے، سب سے پہلے آپ ہی ہجرت میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے یار غار کہلائے، آپ ہی افضل الخلق بعد الانبیاء ہیں، عثمان غنی آپ کی تبلیغ سے ایمان لائے حضرت بلال اور عامر فہیرہ رضی اللہ عنہما جیسے شاندار صحابہ آپ کے آزاد کردہ غلام ہیں، آپ چار پشت کے صحابی ہیں، ماں باپ صحابی خود اور سارے گھر والے صحابی، ساری اولاد صحابی، پوتے نواسے صحابی، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ہی کی دختر نیک اختر ہیں، آپکے فضائل میں بہت آیات اتریں، رب تعالٰے نے آپ کو ثانی اثنین فرمایا یعنی زندگی وفات و قبر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ثانی شعر

یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل   ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

اسلام لانے والے رسول اللہ ہیں صلے اللہ علیہ وسلم اور پھیلانے والے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، فاروقی فتوحات کی بنیاد آپ ہی نے ڈالی آپ مکہ معظمہ میں واقعہ فیل سے دو سو پونے پانچ ماہ بعد پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ میں بائیس جمادی الآخرہ ۱۳ھ منگل کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان وفات پائی، آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس نے آپ کو غسل دیا، عمر فاروق نے نماز جنازہ پڑھائی ۶۳ سال عمر پائی دو سال کچھ مہینے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے عمر میں چھوٹے تھے وہی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پورے کئے اور پھر ہمیشہ کے لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں گنبد خضراء کے اندر آرام فرما ہو گئے، آپ کے فضائل آسمان کے تاروں اور ریگستان کے ذروں سے زیادہ ہیں، آپ سے بہت کم احادیث مروی ہیں (اکمال وغیرہ)

؎ یعنی جو ان عیبوں پر مر جائے وہ جنتی نہیں کیونکہ وہ منافق ہے، مومن میں اولاً تو یہ عیب ہوتے نہیں، اور اگر ہوں تو رب تعالٰے اسے مرنے سے پہلے توبہ نصیب کر دیتا ہے یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ایسا آدمی جنت میں پہلے نہ جائیگا احسان جتانے سے طعنہ دینا مراد ہے ورنہ بعض موقعوں پر احسان جتانا عبادت ہے جبکہ اس سے سامنے والے کی اصلاح مقصود ہو، رب تعالٰے فرماتا ہے بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ

اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی ۰ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۰ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ بَعْضَ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّنَا اَسْرَعُ بِكَ لُحُوْقًا قَالَ اَطْوَلُكُنَّ يَدًا فَاَخَذُوْا قَصَبَةً يَذْرَعُوْنَهَا وَكَانَتْ سَوْدَةُ اَطْوَلَهُنَّ يَدًا فَعَلِمْنَا بَعْدُ اَنَّمَا كَانَ طُوْلُ يَدِهَا الصَّدَقَةَ وَكَانَتْ اَسْرَعَنَا لُحُوْقًا بِهٖ زَيْنَبُ وَكَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ

انشاء اللہ تعالٰے تیسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم سب میں پہلے آپ سے کون ملے گی ۱؎ فرمایا تم میں لمبے ہاتھ والی ۲؎ انہوں نے بانس لے کر ہاتھ ناپنے شروع کردیئے ۳؎ تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سب سے لمبے ہاتھ والی تھیں بعد میں معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھ سے مراد صدقہ خیرات تھی ہم سب میں پہلے حضور کے پاس زینب سدھاریں وہ صدقہ و خیرات بہت پسند کرتی

لایمان ۱؎ یعنی انسان کے سارے عیبوں میں یہ دو عیب بدترین ہیں کہ جس سے صدہا عیب پیدا ہوجاتے ہیں، شرح کے شروع میں پہلے عرض کئے جاچکے ہیں کہ یہ بخل اور حرص کا مجموعہ ہے۔ بڑی بزدلی وہ ہے جو انسان کو کفار کے ساتھ جہاد سے اور ابرار جیسے اعمال سے روکے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے مرد کی قید اس لئے لگائی کہ عورت میں یہ عیب اتنے برے نہیں جتنے مرد میں، کیونکہ یہ سخاوت اور بہادری کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

۱؎ یہ سوال چند سوالوں کا مجموعہ ہے، ایک یہ کہ ہم میں سے ہر ایک کا وقت موت کب ہے دوسرے یہ کہ ہم سب کی موت کس حال میں ہوگی ایمان پر اور ایمان کے کس درجہ پر، تیسرے یہ کہ ہماری بقیہ زندگی تقوے کے کس درجہ پر گزرے گی، چوتھے یہ کہ بعد وفات ہمارا مقام کہاں ہوگا، کیونکہ بعد وفات حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے وہی مل سکتا ہے جس کا خاتمہ ایمان پر ہو زندگی اعلٰے درجہ کے تقوے اور طہارت پر گزرے، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ ازواج مطہرات کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالٰے نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو علوم خمسہ عطا فرمائے ہیں کہ سرکار بعطائے الٰہی ہر ایک کا وقت موت بھی جانتے ہیں اور ہر ایک کی سعادت و شقاوت سے بھی خبردار ہیں اور ہر ایک کے درجہ ایمان و مرتبہ تقوے سے بھی واقف ہیں، بلکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ بعد موت کس کا کیا درجہ ہوگا اور کون کہاں رہے گا کیوں نہ ہوتا کہ ان بیبیوں نے یہ دیکھا تھا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر سے ایک دن پہلے زمین پر خط کھینچ کر بتادیا تھا کہ کل فلاں کافر یہاں مارا جائے گا اور فلاں یہاں، دوسرے یہ کہ ازواج پاک حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد موت کی ایسی مشتاق تھیں جیسے عروس برات کی کیونکہ ان کے لئے موت لقائے حبیب کا ذریعہ تھی شعر

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں عاصی ہے گی جو یاں جیتے ہے اس گل کی ملاقات کی رات
جان تو جاتے ہی جائیگی قیامت یہ ہے کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

۲؎ یعنی اے پاک بیبیو! تم سب ہی اعلٰے تقوے پر جیو گی، کمال ایمان پر وفات پاؤ گی اور تم سب میرے ساتھ رہو گی، مگر سب سے پہلے میرے پاس تم میں سے وہ پہنچے گی جو زیادہ سخی ہوگی، اس جواب سے معلوم ہوا کہ مومن کامل مرتے ہی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے، وصال

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَعُكُنَّ
لُحُوْقًا بِيْ أَطْوَلُكُنَّ يَدًا قَالَتْ فَكُنَّ يَتَطَاوَلْنَ أَيَّتُهُنَّ أَطْوَلُ يَدًا قَالَتْ فَكَانَتْ أَطْوَلَنَا
يَدًا زَيْنَبُ لِأَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ بِيَدِهَا وَتَتَصَدَّقُ ؞ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِيْ يَدِ
سَارِقٍ فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى سَارِقٍ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى

ترجمہ: (بخاری) مسلم کی روایت میں ہے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے پہلے مجھ سے وہ ملے گی جو لمبے ہاتھ والی ہو فرماتی ہیں کہ ازواج پاک جھگڑتی تھیں کہ کس کے ہاتھ لمبے ہیں فرماتی ہیں ہم سب میں لمبے ہاتھ والی زینب تھیں کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں اور خیرات کرتی تھیں ۲؎ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی بولا میں خیرات کرونگا ۳؎ وہ اپنا صدقہ لیکر نکلا تو کسی چور کے ہاتھ میں دے دیا ۴؎ لوگ صبح کو چرچا کرنے لگے کہ آج رات چور کو خیرات دی گئی وہ بولا الٰہی تیرا شکر ہے

بعد قیامت پر موقوف نہیں، تیسرا معلوم ہوا کہ جو بعد موت حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ملنا چاہے وہ زندگی میں نیک اعمال و صدقہ و خیرات زیادہ کرے ۲؎ یہ جھگڑا خلافِ اجتہادی ہے، بیبیاں یہ سمجھیں کہ ہاتھ سے جسم کا ہاتھ مراد ہے ان بیبیوں نے اپنے ہاتھ خود ناپے تھے مگر تعظیم و احترام کے لئے اَطْوَلُکُنَّ مذکر فرمایا جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ اور شاعر کہتا ہے اِنْ شِئْتِ حَرَّمْتُ النِّسَاءَ سِوَاكُمْ قانتین بھی مذکر ہے اور کم بھی ۳؎ یعنی جسم کا ہاتھ تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا دراز تھا مگر سخاوت کا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا لمبا تھا، حضرت زینب کی وفات ۲۰ھ میں ہوئی آپ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی ہیں، اور حضرت سودہ کی وفات ۵۴ھ میں اور عائشہ صدیقہ کی وفات ۵۸ھ میں ہے (مرقات و لمعات) ۱؎
۴؎ چنانچہ آپ اپنے ہاتھ سے کھالیں رنگتی تھیں، بیچتی تھیں اور قیمت خیرات کردیتی تھیں، یہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ ازواج مطہرات کا نان نفقہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے ذمہ ہے، کیونکہ وہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہیں لہذا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا یہ محنت کرنا اپنے خرچ کے لئے نہ تھا بلکہ راہِ خدا میں خیرات کرنے کے لئے تھا، ان کا خیال تھا کہ اپنی محنت کا پیسہ خیرات کرنا زیادہ لائق ثواب ہے ۵؎ یعنی تم سے پہلے ایک نبی اسرائیلی نے اپنے دل میں کہا یا اپنے دوستوں یا گھر والوں پر اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا یا رب تعالٰی کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آج میں خیرات دونگا، ظاہر یہ ہے کہ خیرات سے نفلی صدقہ مراد ہو ممکن ہے اس نے کوئی نذر مانی ہو جس کے پورا کرنے کا ارادہ کیا ۶؎ یعنی رات کے اندھیرے میں اکیلے میں ایک شخص کو فقیر جان کر وہ خیرات دے دی، اس نے لوگوں میں پھیلا دیا کہ مجھے ایک آدمی خیرات دے گیا، جیسا کہ آوارہ لوگوں کا طریقہ ہے کہ دھوکا دینے پر فخر کرتے ہیں اور دھوکا کھانے والے کا مذاق اڑاتے ہیں، اس کا لوگوں میں چرچا ہوگیا مرقات نے فرمایا ممکن ہے کہ لوگوں کو یہ خبر الہام الٰہی سے معلوم ہوئی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ کوئی فرشتہ شکل انسانی میں آکر لوگوں

سَارِقٍ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِيْ يَدِ زَانِيَةٍ فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى زَانِيَةٍ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى زَانِيَةٍ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِيْ يَدِ غَنِيٍّ فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى غَنِيٍّ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى سَارِقٍ وَزَانِيَةٍ وَغَنِيٍّ فَاُتِيَ فَقِيْلَ لَهٗ اَمَّا صَدَقَتُكَ عَلٰى سَارِقٍ فَلَعَلَّهٗ اَنْ يَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهٖ وَاَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا تَسْتَعِفُّ عَنْ زِنَاهَا وَاَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهٗ يَعْتَبِرُ فَيُنْفِقُ مِمَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهٗ لِلْبُخَارِيِّ ﴿۴﴾ وَعَنْهُ

چور پر صدقہ ہوا اب پھر صدقہ کروں گا اپنا صدقہ لے کر نکلا تو ایک زانیہ کے ہاتھ میں دے دیا۲؎ لوگ صبح کو چرچا کرنے لگے کہ آج رات زانیہ کو صدقہ دیا گیا۳؎ وہ بولا الٰہی تیرا شکر ہے کہ زانیہ کو خیرات ملی اب صدقہ کروں گا پھر وہ اپنا صدقہ لے کر چلا تو کسی مالدار کے ہاتھ میں دے دیا۴؎ لوگ صبح کو چرچا کرنے لگے کہ آج رات غنی کو صدقہ دیا گیا۵؎ وہ بولا الٰہی تیرا شکر ہی ہے کہ چور پر زانیہ پر اور غنی پر۶؎ تو اسے خواب میں کہا گیا کہ الٰہی تیری رحمت خیرات چور پر تو شاید وہ چور چوری سے باز رہے۷؎ لیکن زانیہ تو شاید وہ زنا سے باز رہے لیکن غنی تو شاید وہ عبرت پکڑے اور اللہ کے دیئے میں سے کچھ خیرات کرے۸؎ (مسلم بخاری) لفظ بخاری کے ہیں روایت ہے انہی سے

۱؎ یہ کہہ گیا ہو جس سے اس کا چرچا ہو گیا۔ ۲؎ یہ کلمہ تعجب کا ہے یعنی وہ شخص صدقہ ضائع ہونے پر دل تنگ نہیں ہوا بلکہ خدا کا شکر ہی کیا، اور تعجب کے طور پر کہا اللہ کے مقبول بندے مصیبت پر بھی شکر ہی کرتے ہیں ۳؎ یعنی میرا وہ صدقہ تو بیکار گیا کیونکہ صحیح مصرف پر نہ پہنچا جیسے کھاری زمین میں دانہ اسکی جگہ اور صدقہ دوں گا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر صدقہ صحیح جگہ نہ پہنچے تو واپس نہ لے بلکہ اس کی بجائے اور صدقہ دے۔ ۴؎ آج بھی صدقہ چھپانے کے لئے اندھیری رات ہی میں نکلا تھا اسلئے ایک فاسقہ زانیہ عورت کو مسکین جان کر خیرات دے دی اور دھوکا کھا گیا۔ ۵؎ اس چرچہ کی وجہ ابھی بیان کر دی گئی کیا خود زانیہ نے ہی لوگوں میں بولا یا فرشتہ کے ذریعہ اس کا اعلان ہو گیا کہ اسے فقیر سمجھ کر دیا اور کہ کنجوس تھا جو پھٹے پرانے کپڑے پہنے تھا اور حریص بھی کیسا تھا جس نے خیرات لے لی جیسا کہ آجکل بھی کنجوسوں کو دیکھا جاتا ہے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ دینے والے نے دھوکا کیسے کھایا اور لینے والے نے غنی ہونے کے باوجود خیرات کیوں لی موجودہ زمانہ کے حالات دیکھتے ہوئے ان اعتراضوں کی گنجائش ہی نہیں ۶؎ ظاہر یہ ہے کہ غنی نے خود کسی سے نہ کہا ہوگا کہ کنجوس حریص لوگ ان باتوں کا چرچا نہیں کرتے بلکہ چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ اعلان فرشتہ ہی کے ذریعہ ہوا ہوگا ۷؎ یعنی مولیٰ میں کیا صورت کروں کہ صدقہ صحیح جگہ پہنچے۔ تین دفعہ خیرات کی اور ہر بار بیکار ہی گئی ۸؎ خلاصہ یہ ہے کہ تیرے یہ تینوں صدقے کارآمد ہیں کوئی بیکار نہ گیا، چور اور زانیہ کے لئے تو گناہوں سے بچنے کا ذریعہ بنے گا اور غنی کے لئے سخاوت کی تبلیغ ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر غلطی سے زکوٰۃ غیر مصرف پر خرچ کر دی جائے مثلًا کسی کو فقیر سمجھ کر زکوٰۃ دی، پھر پتہ لگا وہ غنی ہے، تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اس کا اعادہ واجب نہیں، طرفین کا یہی قول ہے، ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کیونکہ یہاں اسے چر بھی یاد صدقہ دیئے

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ بِفَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِي سَحَابَةٍ اِسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ فَتَنَحَّى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَأَفْرَغَ مَاءَهُ فِي حَرَّةٍ فَإِذَا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ الْمَاءَ كُلَّهُ فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيْقَتِهِ يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهِ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ مَا اسْمُكَ قَالَ فُلَانٌ اَلْاِسْمُ الَّذِي سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لِمَ تَسْأَلُنِي عَنِ اسْمِي فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِي هٰذَا مَاؤُهُ وَيَقُوْلُ اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ لِاسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِيْهَا قَالَ أَمَّا إِذْ قُلْتَ هٰذَا

روایت ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ ایک شخص کسی زمین کے جنگل میں تھا اس نے بادل میں آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کر یہ بادل ایک طرف گیا اور پتھریلی زمین پر پانی برسایا تو نالیوں میں سے ایک نالی نے سارا پانی جمع کر لیا تب یہ شخص اس پانی کے پیچھے چل دیا دیکھا کہ ایک شخص اپنے باغ میں کھڑا ہوا بیلچے سے پانی باغ میں پھیر رہا ہے ۳ اس سے پوچھا کہ اے اللہ کے بندے تیرا نام کیا ہے وہ بولا فلاں یعنی وہی نام جو اس نے بادل میں سنا تھا ۴ اس نے پوچھا اے اللہ کے بندے تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے تو یہ بولا کہ میں نے اس بادل میں جس کا یہ پانی ہے ایک آواز سنی تھی کہ کوئی تیرا نام لے کر کہہ رہا تھا کہ فلاں کے باغ کو سیراب کرو تو تو اس میں کیا نیکی کرتا ہے ۵ وہ بولا کہ جب تو یہ پوچھتا ہے تو بتاتا ہوں

کو حکم نہیں دیا گیا مگر تمام ائمہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں صدقہ واپس نہ لے ہاں اس میں اختلاف ہے کہ خود لینے والے کو یہ مال حلال ہے یا نہیں قوی یہ ہے کہ اگر اس نے غلطی سے لے لیا ہے تو حلال ہے جو دانستہ لیا ہے تو حرام اس کی دلیل حضرت معن ابن یزید کی وہ حدیث ہے جو بخاری نے روایت کی کہ فرماتے ہیں میرے والد نے صدقے کے کچھ دینار مسجد میں رکھے میں نے اٹھا لئے پھر یہ واقعہ بارگاہ نبوی میں پیش ہوا تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے یزید تمہارے لئے تمہاری نیت اور اے معن جو تم نے لیا وہ تمہارا ہے (فتح القدیر و مرقات) ۲ شاید یہ شخص اس زمانہ کے اولیاء میں سے ہوگا جس نے فرشتہ کی یہ آواز سنی اور سمجھ بھی لیا ظاہر یہ ہے کہ یہ بادل کی گرج ہی تھی گرج فرشتہ کی آواز ہی ہوتی ہے جو بادلوں کو احکام دیتا ہے ۲ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بادل پر فرشتہ مقرر ہے جس کے حکم سے بادل آتے جاتے برستے اور کھلتے ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض نیک بندوں کے طفیل جنگل پر بھی بارش ہو جاتی ہے ۳ سبحان اللہ اس نیک بندے کی کیسی عزت افزائی کی گئی کہ پانی ایک پتھریلے علاقہ پر برسایا گیا، پھر اسے ایک نالی میں جمع کیا گیا، اس نالی کے ذریعہ اسکے باغ میں پانی پہنچایا گیا خود بادل اس کے باغ پر نہ برسایا گیا، جیسے کہ وہ گنہگار جو ایک بستی میں گناہ کرکے دوسری بستی میں کسی عالم کے پاس توبہ کرنے جا رہا تھا راستہ میں مر گیا، رب تعالٰی نے حکم دیا کہ یہ جسم جس بستی سے قریب ہو اسی کے احکام اس پر جاری کئے جائیں، ناپا گیا تو بالکل بیچ میں تھا۔ تو گناہ کی بستی پیچھے ہٹائی گئی اور توبہ کی بستی آگے بڑھائی، خود اس کی لاش کو حرکت نہ دی گئی اسکے احترام کی وجہ سے اس نالہ کے کنارے والے کھیتوں کو بھی اس کے طفیل پانی مل گیا ہوگا ۴ غالب یہ ہے کہ خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی اس کا نام نہ بتایا بلکہ فلاں فرما دیا یا پردہ پوشی نہیں بھولے ہیں اور فلاں فرمانا اسی لئے ہے کہ نام لینے کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بے علمی یا کم علمی ثابت نہیں ہوتی ۵ یعنی جب

فَأَنْظُرُ إِلٰى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهٖ وَآكُلُ أَنَا وَعِيَالِيْ ثُلُثًا وَأَرُدُّ فِيْهَا ثُلُثَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ أَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ ثَلٰثَةً مِّنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَبْرَصَ وَأَقْرَعَ وَأَعْمٰى فَأَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مَلَكًا فَأَتَى الْأَبْرَصَ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ لَوْنٌ حَسَنٌ وَّجِلْدٌ حَسَنٌ وَّيَذْهَبُ عَنِّي الَّذِيْ قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهٗ وَأُعْطِيَ لَوْنًا حَسَنًا وَّجِلْدًا حَسَنًا

تو میں اس باغ کی پیداوار میں غور کرتا ہوں تو تہائی تو خیرات کر دیتا ہوں اور تہائی میں اور میرے بال بچے کھاتے ہیں اور تہائی اس ہی میں دوبارہ خرچ کر دیتا ہوں ۱؎ (مسلم) روایت ہے انہی سے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین شخص سفید داغی گنجا اور اندھا اللہ تعالٰی نے ان کا امتحان لینا چاہا ۲؎ تو ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا کوڑھی کے پاس آیا بولا تجھے کیا چیز پسند ہے وہ بولا اچھا رنگ اور اچھی کھال اور یہ بیماری جاتی رہے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں ۳؎ حضور نے فرمایا کہ فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری جاتی رہی اور اسے اچھا رنگ اچھی کھال دے دی گئی ۴؎

تعالٰی کے ہاں تیری یہ عزت کہ تیرے نام کی دہائی بادلوں میں ہے اور تیرے لئے دور سے بادل لائے جاتے ہیں، یہ تیری کس نیکی کی وجہ سے ہے بتا دو خاص نیکی کون سی تو کرتا ہے، معلوم ہوا کہ کسی کی چھپی ہوئی نیکی یوں پوچھنا تاکہ خود بھی وہ نیکی کرے جائز بلکہ بہتر ہے، قرآن پاک جو فرماتا ہے "وَلَا تَجَسَّسُوْا" وہاں لوگوں کی عیب جوئی مراد ہے یعنی لوگوں کے خفیہ عیب مت ڈھونڈو، لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ۱؎ یعنی میرے پاس اور تو کوئی نیکی نہیں، صرف یہ ہے کہ اس کی پیداوار گناہ میں خرچ نہیں کرتا، اپنے بچوں سے روکتا نہیں، خدا کا حق بھولتا نہیں، ساری ایک دم خرچ نہیں کر دیتا اس کا تہائی خیرات کرنا نفلی صدقہ بھی تھا، ورنہ نبی اسرائیل کے ہاں ہر مال کی زکوٰۃ چوتھائی حصہ تھی، ہمارے ہاں پیداوار کی زکوٰۃ دسواں یا بیسواں حصہ ہے، اور چاندی سونے وغیرہ کی چالیسواں حصہ، اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اپنی خفیہ نیکیاں کسی کو بتانا تاکہ وہ بھی اس پر عمل کرے ریا نہیں بلکہ تبلیغ ہے فخر نہیں بلکہ رب تعالٰی کا شکر ہے ۲؎ شفا اور مال دے کر اور پھر کچھ مال طلب فرما کر رب تعالٰی دے کر شکر کا امتحان لیتا ہے، لیکن یہ امتحان خود رب تعالٰی کے اپنے علم کے لئے نہیں ہوتا بلکہ دنیا والوں کے سامنے مثال قائم کرنے کے لئے، تاکہ لوگ ان واقعات سے عبرت پکڑیں ۳؎ یہ فرشتہ شکل انسانی میں آیا تھا جیسا کہ حدیث کے اگلے مضمون سے ظاہر ہے غالبًا طبیب کی شکل میں ہوگا یا مقبول الدعاء ولی کی، تب ہی تو اس بیمار نے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ دوا یا دعا کرے ۴؎ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مقبولوں کے ہاتھ پھیرنے سے بیماریاں جاتی اور مصیبتیں ٹل جاتی ہیں، بلکہ ان کے دھوون میں شفا ملتی ہے دیکھو آب زمزم حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایڑی کا دھوون ہے جو تا قیامت شفا ہے، حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاؤں کا غسالہ شفا تھا، رب تعالٰی فرماتا ہے "اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ" دوسرے یہ کہ بزرگوں کا تکلیف کی جگہ ہاتھ رکھ کر فیض دینا جائز ہے اور عمل مسمریزم جائز ہے یعنی ہاتھ پھیر کر بیماری دور کر دینا اس کی اصل یہ حدیث ہے اسی لئے رب تعالٰی نے فرشتہ کے واسطے اس کو شفا دی۔

قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْكَ قَالَ الْاِبِلُ اَوْ قَالَ الْبَقَرُ شَكَّ اِسْحٰقُ اِلَّا اَنَّ الْاَبْرَصَ وَ
الْاَقْرَعَ قَالَ اَحَدُهُمَا الْاِبِلُ وَقَالَ الْاٰخَرُ الْبَقَرُ قَالَ فَاُعْطِیَ نَاقَةً عُشَرَاءَ فَقَالَ بَارَكَ
اللّٰهُ لَكَ فِیْهَا قَالَ فَاَتَی الْاَقْرَعَ فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْكَ قَالَ شَعْرٌ حَسَنٌ وَّیَذْهَبُ
عَنِّیْ هٰذَا الَّذِیْ قَدْ قَذِرَنِی النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ قَالَ وَاُعْطِیَ شَعْرًا حَسَنًا
قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْكَ قَالَ الْبَقَرُ فَاُعْطِیَ بَقَرَةً حَامِلًا قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ

فرشتہ بولا تجھے کونسا مال پسند ہے وہ بولا اونٹ یا حضور نے فرمایا گائے اسحاق کو شک ہے مگر کوڑھی اور گنجے میں سے ایک نے اونٹ کہا تھا اور دوسرے نے گائے[1] فرمایا کہ اسے گابھن اونٹنی دے دی گئی فرشتے نے کہا اللہ تجھے اس میں برکت دے[2] فرمایا کہ پھر فرشتہ گنجے کے پاس پہنچا اور پوچھا کہ تجھے کیا چیز پسند ہے وہ بولا اچھے بال اور یہ کہ میری بیماری جاتی رہے جس سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں فرمایا کہ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کی گنج جاتی رہی فرمایا کہ اسے اچھے بال دے دیئے گئے[3] پوچھا تجھے کونسا مال پسند ہے بولا گائے تو اسے گابھن گائے دی اور کہا کہ اللہ تجھے اس میں برکت دے

۱؎ یعنی اسحاق ابن عبداللہ جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں انہیں یہ شک ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کس کے لیے فرمایا اور گائے کس کے لیے، غالب یہ ہے کہ اس گنجے نے اونٹ ہی مانگا تھا کیونکہ آگے گنجے کا ذکر جزم سے آرہا ہے ۲؎ عشراء ع کے پیش اور ش کے فتح سے عشر سے بنا یعنی دس، دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کو عشراء کہتے ہیں پھر مطلقًا حاملہ کو عشراء کہنے لگے بعد میں گھر بار گھوڑے گدھے جانور وغیرہ پر یہ لفظ بولنے لگے (اشعۃ اللمعات) کعبہ کو عشر اسی واسطے کہتے ہیں کہ اس کے آدمی وہیں آکر جمع ہو جاتا ہے، فرشتے نے یہ اونٹنی قدرتی اس کو دی، کہیں سے خرید کر یا کسی کا مال نہ دیا اس سے معلوم ہوا کہ اگر دست غیب میں فرشتے کے ذریعہ غیبی مال ملے تو حلال ہے کہ ماخذ یہ حدیث ہے، جنات کا دیا ہوا حلال نہیں کہ وہ اکثر دوسروں کا چوری کرکے لے آتے ہیں فرشتہ نے اسے خیرات بھی دی اور دعا بھی، اس دعا کی برکت سے ہی اس کا مال بہت بڑھا، حضور مال بھی دیتے ہیں اور دعا بھی، شعر

جب دینے کو بھیک آئے سرکار لے کر آیا ہو   لب پر یہ دعا تھی مرے منگتا کا بھلا ہو

۳؎ ظاہر یہ ہے کہ فرشتہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، کیونکہ شفا دینے کے لیے بیماری کی جگہ کو ہی چھوا جاتا ہے، حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے چھوتے ہی گنج بھی جاتی رہی اور کمال یہ کہ فورًا بال بھی اگ آئے اور بڑھ بھی گئے، دوسروں کے بالوں سے زیادہ خوش نما تھے جیسا کہ حَسَنًا سے معلوم ہو رہا ہے، غرق فرعون کے دن حضرت جبریل کی گھوڑی کی ٹاپ جہاں پڑتی تھی وہاں سبزہ اگ آتا تھا، اسی خاک کو سامری نے سنبھال لیا، پھر فرعونی سونے کا بچھڑا بنا کر اس کے منہ میں ڈال دی، تو بچھڑے میں جان پیدا ہو گئی اور وہ چیخنے لگا رب تعالٰی نے فرمایا ہے فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا لہذا کوئی منکر حدیث اس پر یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ فرشتہ کے ہاتھ سے فورًا بال کیسے اگ سکتے ہیں، اور جب نوری فرشتہ کا یہ فیض ہو سکتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و اولیاء امت کا فیض کیسا ہو گا ملاحظہ ہو

شعر

اے ہزاراں جبریل اندر بشر   بہر حق سوئے غریباں یک نظر

فِيْهَا قَالَ فَاَتَى الْاَعْمٰى فَقَالَ اَيُّ شَيْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ اَنْ يَّرُدَّ اللّٰهُ اِلَيَّ بَصَرِيْ فَاُبْصِرَ بِهِ النَّاسَ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَيْهِ بَصَرَهٗ قَالَ فَاَيُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ الْغَنَمُ فَاُعْطِيَ شَاةً وَالِدًا فَاُنْتِجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْاِبِلِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْبَقَرِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْغَنَمِ قَالَ ثُمَّ اِنَّهٗ اَتَى الْاَبْرَصَ فِيْ صُوْرَتِهٖ وَهَيْئَتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِّسْكِيْنٌ قَدِ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِيْ سَفَرِيْ فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ

فرمایا پھر وہ اندھے کے پاس پہنچا کہا تجھے کونسی چیز پسند ہے وہ بولا کہ اللہ مجھے میری آنکھیں لوٹا دے جس سے میں لوگوں کو دیکھوں فرمایا کہ اس نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اللہ نے اس کی بینائی لوٹا دی ۱؎ پھر پوچھا کہ تجھے کونسا مال پسند ہے کہا بکریاں لہٰذا اسے گابھن بکری دے دی تو ان دونوں نے بچے دیئے اور اس نے بھی بیاہی تو اس کے پاس اونٹوں کا جنگل ہوگیا اور اس کے پاس گایوں کا جنگل اور اس کے پاس بکریوں کا جنگل ۲؎ فرمایا پھر فرشتہ کوڑھی کے پاس اپنی اسی شکل و صورت میں آیا کہا میں مسکین آدمی ہوں بحالت سفر میرے سارے اسباب ختم ہو گئے ۳؎ آج اللہ کی توفیق پھر تیری مدد کے بغیر نہیں پہنچ سکتا

یہ حدیث تصوف والوں کی بہترین دلیل ہے ۱؎ یعنی فرشتہ کے ہاتھ لگتے ہی اس کی دونوں آنکھیں روشن ہوگئیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول بندے اللہ کے حکم سے دافع البلاء ہوتے ہیں، دیکھو گنج، کوڑھ، اندھا پن سخت بلائیں ہیں جو فرشتہ کے ہاتھ لگتے ہی جاتی رہیں یوسف علیہ السلام کی قمیص یعقوب علیہ السلام کی سفید آنکھ پر لگی تو آنکھ روشن ہوگئی (قرآن حکیم) عیسیٰ علیہ السلام نے اعلان عام فرمایا تھا اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ، درود تاج میں جو آتا ہے دَافِعِ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ الخ اس کا ماخذ قرآن کریم کی یہ آیات اور احادیث ہیں، جب اطباء کی گولیاں اور جنگل کی جڑی بوٹی دافع قبض، دافع جریان ہوسکتی ہیں، ایک حضرت کا نام شریف دافع بلاء ہو سکتا ہے تو ولی اللہ کے محبوبوں کا لعاب دہن اور ان کی چیزیں کیوں نہیں ۲؎ اس زمانہ میں جانوروں ہی کی مالداری ہوتی تھی تو مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ اپنے شہر کے بڑے مالدار بن گئے ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ دونوں ضمیریں فرشتہ کی طرف لوٹ رہی ہیں یعنی صورت سے مراد اس فرشتہ کی پہلی وہ صورت ہے جس صورت میں دینے کے وقت آیا تھا، مقصد یہ ہے کہ یہ شخص مال پاکر ایسا احسان فراموش ہوگیا کہ اس نے اپنے محسن کو ایسا کورا جواب دیا اور ہوسکتا ہے کہ ضمیر کا مرجع خود کوڑھی ہو یعنی یہ فرشتہ اس کوڑھی کی شکل میں آیا جو پہلے خود اس کی اپنی شکل تھی تاکہ یہ اپنا کوڑھ یاد کرکے اس پر رحم کرے، یہ معنی زیادہ واضح ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوئے ایک یہ کہ فرشتے ہر شکل میں آسکتے ہیں، دوسرے یہ کہ معاملہ میں ڈال کر امتحان لینا جائز ہے، یہ دھوکا نہیں بلکہ امتحان ہے ۴؎ کہ علمی لحاظ سے یہ جملہ جھوٹ نہیں تاکہ اسے جھوٹ کہا جائے، بلکہ تمثیل ہے، یہ تمثیل امتحانات اور سوالات میں کام آتی ہے جیسے مسئلہ پوچھا جاتا ہے کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی حالانکہ حقیقت میں نہ کوئی زید ہوتا ہے نہ اس کی بیوی فقط صورت مسئلہ پیش کی جاتی ہے، قرآن کریم فرماتا ہے کہ داؤد علیہ السلام کے پاس دو فرشتے شکل انسانی میں آئے ان میں سے ایک بولا اِنَّ هٰذَا اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً الآیہ میرے اس بھائی کے پاس ننانوے بکریاں ہیں اور میرے پاس ایک، حالانکہ وہاں نہ بکریاں تھیں نہ کوئی جھگڑا، لہٰذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے نے جھوٹ

أَسْأَلُكَ بِالَّذِي أَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِيرًا أَتَبَلَّغُ بِهِ فِي سَفَرِي
فَقَالَ الْحُقُوقُ كَثِيرَةٌ فَقَالَ إِنَّهُ كَأَنِّي أَعْرِفُكَ أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ فَقِيرًا
فَأَعْطَاكَ اللّٰهُ مَالًا فَقَالَ إِنَّمَا وَرِثْتُ هٰذَا الْمَالَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا
فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ إِلَى مَا كُنْتَ قَالَ وَأَتَى الْأَقْرَعَ فِي صُورَتِهِ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا
وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلَى هٰذَا فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ إِلَى مَا كُنْتَ قَالَ
وَأَتَى الْأَعْمَى فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِينٌ وَابْنُ سَبِيلٍ انْقَطَعَتْ بِيَ
الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ أَسْأَلُكَ بِالَّذِي رَدَّ عَلَيْكَ

میں تجھ سے اس خدا کے نام پر ایک اونٹ مانگتا ہوں جس نے تجھے اچھا رنگ اچھی کھال اور مال دیا تاکہ میں اپنے سفر میں مقصد پر پہنچ جاؤں[1] تو وہ بولا کہ حقوق مجھ پر بہت ہیں[2] فرشتہ بولا میں شاید تجھے پہچانتا ہوں تو کوڑھی فقیر نہ تھا کہ تجھ سے لوگ گھن کرتے تھے پھر تجھے اللہ نے مال دیا وہ بولا کہ میں تو اس مال کا پشت در پشت وارث ہوا ہوں[3] فرشتہ بولا کہ اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تو تھا[4] فرمایا پھر فرشتہ گنجے کے پاس اسی صورت میں آیا اس سے وہی کہا جو کوڑھی سے کہا تھا اور اس نے ویسا ہی جواب دیا جو اس نے دیا تھا[5] فرشتہ بولا اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تو تھا فرمایا پھر وہ اپنی شکل و صورت میں اندھے کے پاس آیا بولا مسکین و مسافر ہوں میرے سفر میں اسباب منقطع ہو چکے ہیں آج خدا تعالیٰ کی پھر تیری مدد کے بغیر میں منزل تک نہیں پہنچ سکتا میں تجھ سے اس اللہ کے نام پر جس نے تجھے آنکھیں

کیوں کہا۔ [1] اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کے ساتھ بندوں سے بھی امداد لینا جائز ہے اور بندے کا ذکر رب تعالیٰ کے ساتھ ملا کر کر سکتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔ [2] یعنی پرانے حال کو یاد کر کے اس تبدیلی حال کے شکریہ میں مجھے ایک اونٹ دیدے [3] بال بچے، نوکر چاکر بہت رکھتا ہوں جن کے باعث خرچ زیادہ ہے اس کا پورا نہیں ہوتا تجھے کہاں سے دوں [4] اس سوال و جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اپنی اصل فقیری و گذشتہ مصیبتیں یاد رکھنی چاہئیں کہ یہ شکر کا ذریعہ ہے اور بد نصیب ہے وہ شخص جو عیش پا کر عیش میں اللہ کو بھول جائے اور کسی کے یاد دلانے پر جھوٹ بولے [5] یہ اگر مگر شک کے لیے نہیں بلکہ امتحان ہی کے لیے ہے ظاہر یہ ہے کہ فرشتہ کی یہ بددعا لگ گئی اور وہ پھر فقیر و کوڑھی ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقیروں کے بھیس میں کبھی صاحب دل بھی آجاتے ہیں اسی لیے رب نے فرمایا وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔ شعر

خاکساران جہاں را بحقارت منگر　　تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

[6] اپنی صورت کی شرح ابھی کی جا چکی ہے کہ اس سے مراد اس گنجے کی صورت ہے جیسے وہ پہلے فقیر بن کر آیا تھا یا خود فرشتہ کی صورت جس میں پہلے وقت آیا تھا یہی مقصود ہے [7] گنجے کی ناشکری کا انجام بھی یہی ہوا کہ لولا اللہ تعالیٰ کی مدد حقیقی ہے اور بندے کی مجازی اسی لیے ثم فرمایا گیا تاکہ دونوں مددوں میں فرق معلوم ہو حدیث شریف جیسے یہ کہو

بِصَرِكَ شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِيْ سَفَرِيْ فَقَالَ قَدْ كُنْتُ أَعْمٰى فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيَّ بَصَرِيْ فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدَعْ مَا شِئْتَ فَوَاللّٰهِ لَا أَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ أَخَذْتَهٗ لِلّٰهِ فَقَالَ أَمْسِكْ مَالَكَ فَإِنَّمَا ابْتُلِيْتُمْ فَقَدْ رَضِيَ عَنْكَ وَسَخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ أُمِّ بُجَيْدٍ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ الْمِسْكِيْنَ لَيَقِفُ عَلٰى بَابِيْ حَتّٰى أَسْتَحْيِيَ فَلَا أَجِدُ فِيْ بَيْتِيْ مَا أَدْفَعُ فِيْ يَدِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْفَعِيْ فِيْ يَدِهٖ وَلَوْ ظِلْفًا مُحْرَقًا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

تمہاری آنکھ کے واسطے میں ایک بکری مانگتا ہوں جس کے ذریعہ اپنے سفر میں گھر پہنچ سکوں ۱؎ وہ بولا میں اندھا تھا اللہ نے مجھے میری بینائی لوٹا دی تو جو چاہے لے لے اور جو چاہے چھوڑ دے رب کی قسم آج جو چیز تو اللہ کے نام پر لے گا میں تجھے اس سے منع نہ کروں گا ۲؎ فرشتہ بولا اپنا مال رکھ تم تینوں کی آزمائش کی گئی ہے تجھ سے رب راضی ہوا اور تیرے دونوں ساتھیوں سے ناراض ۳؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ام بجید سے ۱؎ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی غریب میرے دروازہ پر کھڑا ہوتا ہے حتی کہ میں شرما جاتی ہوں ۲؎ اور اپنے گھر میں کچھ پاتی نہیں جو اس کے ہاتھ میں دوں تو حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے ہاتھ میں کچھ تو دے دیا کرو اگرچہ جلی کھری ہی ہو ۳؎ (احمد، ابوداؤد، ترمذی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن

کہ اگر اللہ چاہے اور فلاں چاہے بلکہ یوں کہو اللہ چاہے پھر فلاں چاہے۔ ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ حکم بھی استحبابی ہے ورنہ واؤ سے بھی کہہ سکتے ہیں جس کی دلیل قرآن شریف پیش کی گئی ۱؎ یا اس طرح کہ اس کو فروخت کر کے قیمت سے توشہ و سواری حاصل کروں یا اس طرح کہ بکری کو اپنے ساتھ رکھوں اس کا دودھ پیتا اور ذبح کرتا ہوا چلا جاؤں، دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ اگر قیمت مقصود ہوتی تو آپ پیسے ہی کیوں نہ مانگ لیتا، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بکری سے سفر کیسے ہوگا وہ تو سواری کے لائق نہیں جیسا کہ منکرین حدیث کہتے ہیں ۲؎ عبارت حدیث سے دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں، ایک یہ کہ یہ شخص مادرزاد اندھا نہ تھا بلکہ پہلے انکھیارا تھا بعد میں نابینا ہوا، ورنہ رد کے معنی لوٹانے کے کیا معنی ہوتے نیز عربی میں مادرزاد اندھے کو اکمہ کہتے ہیں اعمٰی بعد میں اندھے کو۔ دوسرے یہ کہ یہ صدقہ فرضی نہ تھا بلکہ نفلی تھا کیونکہ صدقہ فرضی مقرر ہوتا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سارا مال فقیر کے سامنے رکھ دینا جتنا چاہے وہ لے لے دلی و جگری سخاوت ہے ۳؎ سبحان اللہ یہ ہوا امتحان کا نتیجہ کہ وہ دونوں دنیوی و اخروی غضب میں آگئے کہ ان کا مال بھی گیا اور صحت بھی وہ سب تھا رب کی ناراضی ان سب کے علاوہ، ادھر اس نابینا کے پاس مال بھی رہا، آنکھیں بھی، خدا کی رضا اس کے سوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کا ارادہ بھی بڑی سے بچا لیتا ہے صدقہ لیا نہ گیا مگر چونکہ وہ دینے پر تیار ہو گیا تھا اس لئے وہ ثواب پا گیا ۱؎ آپ کا نام حوا بنت یزید ابن سکن ہے حضرت اسماء بنت یزید کی بہن ہیں صحابیہ ہیں انصاریہ ہیں ۲؎ یعنی مسکین کے بار بار سوال کرنے سے شرما جاتی ہوں اسے خالی لوٹانے میں غیرت آتی ہے اور پاس کچھ ہوتا نہیں جو دوں، اس کشمکش میں کیا کروں، اس میں فقراء کی شکایت نہیں ہے بلکہ شرعی مسئلہ پوچھنا ہے کہ ایسی مجبوری میں اسے منع کر دینا ناجائز تو نہیں ۳؎ جلی کھری فقط مثال کے لیے ہے مراد بہت تھوڑی غیر قیمتی چیز ہے یعنی یہ نہ سوچو کہ کوئی اچھی چیز

صحیح، وَعَنْ مَوْلٰى عُثْمَانَ قَالَ اُهْدِیَ لِاُمِّ سَلَمَةَ بَضْعَةٌ مِنْ لَحْمٍ وَکَانَ النَّبِیُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ اللَّحْمُ فَقَالَتْ لِلْخَادِمِ ضَعِيهِ فِي الْبَيْتِ لَعَلَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُهُ فَوَضَعَتْهُ فِي كُوَّةِ الْبَيْتِ وَجَاءَ سَائِلٌ فَقَامَ عَلَى الْبَابِ فَقَالَ
تَصَدَّقُوا بَارَكَ اللّٰهُ فِيكُمْ فَقَالُوا بَارَكَ اللّٰهُ فِيكَ فَذَهَبَ السَّائِلُ فَدَخَلَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اُمَّ سَلَمَةَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ اَطْعَمُهُ فَقَالَتْ نَعَمْ قَالَتْ

صحیح ہے روایت ہے حضرت عثمان کے غلام سے فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ کو گوشت کا پارچہ ہدیہ بھیجا گیا اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو گوشت مرغوب تھا تو انہوں نے خادم سے فرمایا اسے گھر میں رکھ چھوڑو تاکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کھائیں خادم نے طاق میں رکھ دیا ایک سائل آیا دروازہ پر کھڑا ہوا بولا اللہ تمہیں برکت دے کچھ خیرات کرو گھر والے بولے اللہ تجھے برکت دے سائل چلا گیا پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا اے ام سلمہ کیا تمہارے پاس کچھ ہے جو ہم کھائیں عرض کیا ہاں خادمہ بولیں

جو روزی ہی دروں بلکہ دینے لائق چیز بھی دے ڈالو یہ خیال رہے کہ خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض مساکین کو کچھ نہیں دیا اور تعلیم مسئلہ کے لیے فرمایا کہ بلا ضرورت سوال جائز نہیں، یہ تبلیغ تھی نہ کہ سائل کو رد اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوگیا تھا کہ مدینہ پاک میں کوئی بھی شخص بلا سخت مجبوری مانگتا ہی نہ تھا حضرت ام بجید کو یہ ارشاد فرمایا کہ جو بخواب مجبور و مستحق ہو کر ہی مانگتے ہیں لہذا انہیں محروم نہ پھیر اگرچہ سوکھا ہی دو یہ حدیث حکیم ابن حزام وغیرہ کی احادیث کے خلاف نہیں، اب پیشہ ور سائلوں کو منع کر دینا بھی جائز بلکہ ضروری ہے۔ ۲؎ یہاں خادم سے حضرت ام سلمہ کی لونڈی ہیں، خادم کا لفظ مرد و عورت دونوں پر بولا جاتا ہے یہ پتہ نہیں لگا کہ یہ مولیٰ عثمان کون ہیں اور یہ خادمہ کون تھیں، اگرچہ تمام صحابہ عادل ہیں، کوئی ان میں فاسق نہیں اس لیے ان کا نام معلوم نہ ہونا صحت حدیث کے لیے مضر نہیں ورنہ اس سے حدیث مجہول ہوجاتی ۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ سائل کا سوال کرتے وقت اہل خانہ کو دعائیں دینا بہتر ہے بعض بھکاری صرف دعائیں دیتے ہیں بعض صرف اپنی محتاجی کا اظہار کرتے ہیں بعض کو دیکھا گیا کہ صرف غزلیں یا قصیدے ہی پڑھتے ہیں، مال بھیک کی نیت سے آیات قرآنیہ پڑھنا سخت ممنوع ہے، دیکھو شامی وغیرہ۔ ۴؎ عرب میں یہ دستور ہے کہ جب سائل کو منع کرنا ہوتا ہے تو کبھی کہہ دیتے ہیں بَارَكَ اللّٰهُ فِيكَ اور کبھی کہہ دیتے ہیں اللہ کریم اور کبھی کہتے ہیں اَللّٰهُ يُغْنِيكَ عَنْ سِوَاهُ جیسے ہمارے ہاں کہہ دیتے ہیں معاف دے یا برکت ہے وغیرہ غرضکہ سائل کو جھڑکنا نہیں چاہیے بلکہ نرم الفاظ سے اشارۃً کنایۃً منع کرنا چاہیے، جب وہ باز نہ آئے تو صاف صاف منع کرے کیونکہ اب وہ سائل نہیں بلکہ ازلی ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ سائل کو نہ جھڑکو ۵؎ یعنی کچھ کھانا ہے جو ہم کھائیں، چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں کبھی کھانا ہوتا تھا کبھی نہیں اس لیے اس سوال کی نوبت آتی نیز یہ سوال لگے واقعہ کی تمہید ہے نہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر ہی نہ تھی کہ گھر میں کچھ ہے یا نہیں، کیوں نہ ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ جو کچھ تم کھاتے اور گھروں میں بچاتے ہو میں تمہیں بتا سکتا ہوں، یہاں کم ضمیر جمع ارشاد ہوئی احترام کے لیے یا سب گھر والوں سے خطاب ہے۔

لِلْخَادِمِ اِذْهَبِیْ فَاْتِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ اللَّحْمِ فَذَهَبَتْ فَلَمْ تَجِدْ فِی الْكُوَّةِ اِلَّا قِطْعَةَ مَرْوَةٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ ذٰلِكَ اللَّحْمَ عَادَ مَرْوَةً لِمَا لَمْ تُعْطُوْهُ السَّائِلَ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ مَنْزِلًا قِیْلَ نَعَمْ قَالَ الَّذِیْ یُسْاَلُ بِاللّٰهِ وَلَا یُعْطِیْ بِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّهٗ اِسْتَاْذَنَ عَلٰی عُثْمَانَ فَاَذِنَ لَهٗ

جاؤ وہ گوشت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاؤ وہ گئیں تو طاق میں پتھر کے ٹکڑے کے سوا کچھ نہ پایا۱ تب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چونکہ تم نے سائل کو گوشت نہ دیا لہٰذا وہ گوشت کا پتھر بن گیا۲ (بیہقی دلائل النبوۃ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں تمہیں بدتر درجہ والے آدمی کی خبر نہ دوں عرض کیا گیا ہاں فرمایا وہ جس سے اللہ کے نام پر مانگا جاوے اور نہ دے۳ (احمد) روایت ہے حضرت ابوذر سے حضرت عثمان کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی

۱؎ مروہ عربی میں بھورے یا سفید پتھر کو کہتے ہیں، اس پتھر کو بھی کہتے ہیں جس سے آگ نکلتی ہے جیسے چقماق خلاصہ یہ ہے کہ خادمہ نے طاق میں بجائے گوشت کے وہ پتھر دیکھا جس کی رگڑ سے آگ پیدا ہوتی ہے۔ ۲؎ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو ان تمام باتوں کی خبر ہوتی تھی جو آپ کے پیچھے گھروں میں ہوتے تھے، گھروالوں نے بھکاری کے آنے جانے کا واقعہ عرض نہ کیا تھا مگر سرکار صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے من وعن بیان فرمادیا، دوسرے یہ کہ بڑوں کے احکام اور ہیں چھوٹوں کے کچھ اور دیکھو صدقہ نفلی نہ دینا گناہ نہیں، بلکہ جب چیز تھوڑی ہو، گھر والوں کو بھی اس کی ضرورت ہو تو صدقہ نہ کرنا بہتر، مگر شان نبوت یہ تھی کہ ان کے دروازے سے کوئی محروم نہ جائے، اس لیے رب تعالٰی نے ان بزرگوں کو اس طرح تنبیہ فرمائی شعر

موسیا آداب داناں دیگر اند   سوختہ جان و رواناں دیگر اند

حدیث شریف بالکل ظاہر ہے، اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، گوشت مٹی میں رہ کر مٹی بن جاتا ہے، تو رب تعالٰی کی قدرت سے پتھر بھی بن سکتا ہے، پچھلی امتوں میں مسخ ہوا، کوئی بندر یا سور بنی، بعض لوگ پتھر بن گئے، اگر رب تعالٰی نے اس گوشت کو مسخ کرکے پتھر بنا دیا تو کیا مشکل ہے غرضکہ حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۳؎ اس حدیث کے دو مطلب ہوسکتے ہیں، ایک یہ کہ سائل منگتا بدترین سائل ہیں، جو لوگوں سے اللہ کے نام کا واسطہ دے کر مانگیں اور انہیں ملے کچھ بھی نہیں یعنی یُسْاَلُ بصیغہ معروف ہو، مطلب یہ ہوگا کہ ایسا سائل چونکہ رب تعالٰی کے نام پاک کی توہین کرتا ہے کہ ہر کس وناکس سے اللہ کے نام پر مانگتا پھرتا ہے، کوئی دیتا ہے کوئی نہیں دیتا، معلوم ہوا کہ اللہ کے نام کو بھیک کا ذریعہ نہ بناؤ۔ دوسرا یہ کہ وہ شخص بدترین آدمی ہے جس سے سائل اللہ کے نام پر مانگے اور اس کا دل رب کے نام پر بھی نہ پگھلے اور اسے کچھ نہ دے، تب اس سے وہ صورت مراد ہوگی کہ سائل اضطراری سخت مجبوری کی حالت میں ہو خدا کے نام کا واسطہ دے کر

وَبِيَدِهٖ عَصَاهُ فَقَالَ عُثْمَانُ يَا كَعْبُ اِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ مَالًا فَمَا تَرٰى فِيْهِ فَقَالَ اِنْ كَانَ يَصِلُ فِيْهِ حَقَّ اللّٰهِ فَلَا بَأْسَ عَلَيْهِ فَرَفَعَ اَبُوْذَرٍّ عَصَاهُ فَضَرَبَ كَعْبًا وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا اُحِبُّ لَوْ اَنَّ لِيْ هٰذَا الْجَبَلَ ذَهَبًا اُنْفِقُهٗ وَيُتَقَبَّلُ مِنِّيْ اَذَرُ خَلْفِيْ مِنْهُ سِتَّ اَوَاقِيَّ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ يَا عُثْمَانُ اَسَمِعْتَهٗ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ ◦ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ

تھی ابوذر کے ہاتھ میں ان کی لاٹھی تھی ۱؎ حضرت عثمان نے کہا اے کعب عبدالرحمن کی وفات ہو گئی انہوں نے بہت مال چھوڑا ۲؎ اس بارے میں تمہاری رائے کیا ہے فرمایا کہ اگر اس میں اللہ کا حق ادا کرتے رہے تو کوئی حرج نہیں ۳؎ تب ابوذر نے لاٹھی اٹھا کر کعب کو ماری ۴؎ اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس اس پہاڑ برابر سونا ہو جسے میں خیرات کردوں اور وہ قبول ہو جائے کہ اس میں سے چھ اوقیہ اپنے پیچھے چھوڑ دوں ۵؎ اے عثمان تمہیں اللہ کی قسم کیا تم نے حضور کو یہ کہتے سنا تین بار فرمایا آپ نے کہا ہاں ۶؎ (احمد) روایت ہے حضرت عقبہ ابن حارث سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم

۱؎ راستہ چلنے، جانور ہنکانے کے لئے، سانپ بچھو وغیرہ دیکھ کر کچھ نہ ہو چونکہ یہ نہایت سخت دل ہے اسلئے بدتر ہے، غرضکہ پیشہ ور بھکاریوں کے متعلق ہمیں ارشاد ہوا ہے کہ ... لاٹھی بھی جوان کے ساتھ رہتی تھی۔ لاٹھی ساتھ رکھنا سنت ہے اور اس کے بہت فوائد ہیں ۲؎ یعنی عثمان غنی نے ابوذر غفاری کی موجودگی میں کعب احبار سے مسئلہ پوچھا کہ عبدالرحمن ابن عوف بہت مال چھوڑ کر وفات پا گئے ہیں تمہارا کیا خیال ہے آیا مال جمع کرنا اور مال وارثوں کے لئے چھوڑ جانا جائز ہے یا نہیں مرقات میں ہے کہ حضرت عبدالرحمن ابن عوف نے دو لاکھ دینار چھوڑے تھے خیال رہے کہ حضرت ابوذر غفاری زاہد ترین صحابہ تھے ان کا خیال تھا کہ شعر

بیچ ڈال مال و دھن کو، ہو کوڑی نہ کفن کو
جس نے دیا ہے تن کو دے گا وہی کفن کو

زہد و ترک دنیا کی احادیث پر سختی سے عامل تھے اس لئے ان کی موجودگی میں یہ سوال و جواب ہوئے تاکہ وہ حکم شرعی اس مسئلہ میں نیز تقوی و فتوی میں فرق کرلیں ۳؎ یعنی مال جمع رکھنا اور بعد وفات چھوڑ جانا حلال ہے جبکہ اس کی زکوۃ، فطرہ، قربانی، حقوق العباد ادا کئے جاتے رہے ہوں، یہ کنز میں داخل نہیں جس کی قرآن کریم میں برائی آئی ہے ۴؎ یہ مارنا بحالت جذب تھا آپ اپنے نفس پر قابو نہ پا سکے چونکہ ابوذر بزرگ ترین صحابی تھے تمام صحابہ آپ کا بہت احترام کرتے ان کی ناراضی یا مار پر راضی رہتے تھے، جیسے آج بھی سعادت مند جوان محلہ کے بزرگوں کی سختی پر ناراض نہیں ہوتے اسلئے خلیفۃ المسلمین نے ان سے قصاص نہ لیا نہ حضرت کعب کو کچھ برا لگا یا ہو سکتا ہے کہ آپکی یہ مار تادیب و سرزنش کے لئے ہو کہ تم نے کیوں کہا کہ مال جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں حالانکہ امیر بھی مسکینوں سے پانچ سو برس بعد جنت میں جائیں گے حساب میں دیر لگے گی، یہاں مرقات میں ہے کہ بعد میں حضرت عثمان نے ابوذر غفاری کو مدینہ منورہ سے مقام ربذہ میں بھیج دیا تھا آپ تا وفات وہاں ہی رہے، کیونکہ آپ کی طبیعت بہت جلالی تھی ۵؎ خلاصہ جواب یہ ہے کہ اے کعب تم تو کہتے ہو مال جمع کرنے میں حرج نہیں جبکہ اس سے فرائض ادا کردیئے جائیں، مگر میں نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا مال حاصل کا سارا

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلٰى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهٖ فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهٖ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَاٰى اَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهٖ قَالَ ذَكَرْتُ شَيْئًا مِّنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ اَنْ يَّحْبِسَنِيْ فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ قَالَ كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِّنَ الصَّدَقَةِ فَكَرِهْتُ اَنْ اُبَيِّتَهٗ وَعَنْ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مدینہ منورہ میں نماز عصر پڑھی آپ نے سلام پھیرا پھر تیزی سے کھڑے ہوئے لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے بعض بیویوں کے حجرے میں تشریف لے گئے[1] لوگ حضور کی جلدی سے گھبرا گئے پھر واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ آپ کی جلدی سے تعجب کر رہے ہیں[2] تو فرمایا مجھے اپنے پاس سونے کا پترا یاد آ گیا تو مجھے یہ ناپسند ہوا کہ وہ مجھے مشغول کرے میں نے اس کے تقسیم کر دینے کا حکم دے دیا[3] بخاری کی دوسری روایت میں یوں ہے کہ فرمایا میں نے گھر میں صدقہ کا پترا چھوڑا تھا تو رات کو اپنے گھر میں رکھنا ناپسند کیا[4]۔ روایت ہے

خیرات کر دینا کہ یہ بچی رکھنا سنت ہے اور جمع کرنا خلاف سنت کیونکہ سنت میں حرج نہیں ہوتا۔ مگر یہ وہ ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے سنگر والے سید المتوکلین تھے لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حدیث سے غلط مطلب کیا۔ مگر حدیث کا مطلب سمجھا یا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اپنے لئے فرمایا ہے عام مسلمانوں کو اس کا حکم نہ دیا محض حرام و آداب بتائے کہ اگر ہم نے یہ کیا تو جواب دینے کی کوشش کریں گے مجلس مناظرہ بن جائے گی اور آپ مناظرہ کرنا نہیں چاہتے ۔[1] یعنے سلام پھیرتے ہی بغیر دعا مانگے بہت تیزی سے دولت خانہ میں تشریف لے گئے کیونکہ ابھی آپ کو واپس آکر دعا مانگنا تھا ورنہ بلا وجہ دعا کے بغیر مصلے سے چلا جانا نہیں چاہیے[2] معلوم ہوا کہ ضرورۃً لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے مسجد سے نکل جانا جائز ہے، جیسے اگر امام کا دوران نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو وہ دوسرے کو اپنا نائب مقرر کرکے گردنیں پھلانگتا ہوا ہی وضو گاہ تک پہنچے گا جن احادیث میں گردنیں پھلانگنے کی ممانعت آئی ہے وہاں بلا ضرورت پھلانگنا مراد ہے جیسے کوئی نمازی کے لئے مسجد میں پیچھے پہنچے پھر لوگوں کو چیرتا ہوا اگلی صف میں جانے کی کوشش کرے، یہ ممنوع ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں[3] صحابہ کرام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حال شریف کا بہت غور سے مطالعہ کرتے تھے اور اسی معمولی جنبش پر دیوانہ وار گھبرا جاتے تھے، مرقات شرح مشکوٰۃ شریف میں آچکا کہ اگر سرکار عالی حضور کبھی غائب ہوتے تو مدینہ منورہ کی گلیوں اور آس پاس جنگلوں میں ڈھونڈنے نکل پڑتے تھے، آج خلاف معمول جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر دعا مانگے چلے جاتے دیکھ گھبرا گئے[4] ظاہر یہ ہے کہ یہ سونے کا پترا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ملکیت تھا، وہ ضروری ضرورت سے زیادہ تھا اس کا گھر میں رکھنا بھی ناپسند تھا یا فوراً خیرات کرا دیا مشغول رکھتے میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس کی وجہ سے نماز میں دھیان نہ لگے کہ کہاں سنبھالیں کہاں رکھیں، دوسرے یہ کہ رب تعالیٰ سے قرب خاص میں یہ قاطع ہو یہاں حضرت شیخ نے فرمایا کہ ماسوی اللہ کی طرف التفات مقرب بندوں کو بھی مشغول کر لیتا ہے یہ زہد اور ترک دنیا کی انتہا ہے کہ جو چیز یاد رب سے روک دے اسے پیارا دو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو فرزند کے گلے پر چھری چلا دی، حضرت ادھم نے اپنے بیٹے ابراہیم کے لئے دعا کی خدایا اسے موت دیدے کہ اسے چومنے کی وجہ سے میں ایک آن تجھ سے غافل ہو گیا[5] اگر یہ وہی واقعہ ہے تب تو یہ روایت اس کی تفسیر ہے جس سے معلوم ہوا کہ دیدے سو۔

عائشة أنها قالت كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم عندي في مرضه ستة دنانير أو سبعة فأمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أفرقها فشغلني وجع نبي الله صلى الله عليه وسلم ثم سألني عنها ما فعلت الستة أو السبعة قلت لا والله لقد كان شغلني وجعك فدعا بها ثم وضعها في كفه فقال ما ظن نبي الله لو لقي الله عز وجل وهذه عنده رواه أحمد وعن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل على بلال وعنده صبرة من تمر فقال ما هذا يا بلال قال شيء ادخرته لغد فقال أما تخشى أن ترى له غدا بخارا في نار جهنم يوم القيمة أنفق بلال ولا تخش من ذي

حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مرض میں آپکے میرے پاس چھ یا سات دینار رکھے تھے ۱ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ یہ خیرات کر دوں لیکن حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بیماری نے مجھے اسکی فرصت نہ دی پھر حضور نے اسکے بارے میں مجھ سے پوچھا کہ ان چھ یا سات دینار کا تم نے کیا کیا میں نے عرض کیا اللہ کی قسم آپکی بیماری نے مشغول رکھا آپ نے وہ منگائے اُسے اپنے ہاتھ پر رکھا فرمایا کہ اللہ کے نبی کا کیا خیال ہے اللہ سے ملے اس حال میں کہ یہ اسکے پاس ہوں ۲ (احمد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت بلال کے پاس تشریف لائے انکے پاس کھجوروں کا ڈھیر تھا فرمایا اے بلال یہ کیا عرض کیا کہ یہ میں نے کل کے لئے جمع کیا ہے فرمایا کیا تمہیں اس سے خوف نہیں کہ تم کل اسکے سبب دوزخ کی آگ میں بخار قیامت کے دن دیکھو ۳ اے بلال خرچ کرو اور عرش والے سے

۱ آپکے اپنے خرچ کا نہ تھا کیونکہ تھا اور اگر دوسرا واقعہ ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ کا مصرف پر جلد پہنچانا ضروری ہے آپکے اپنی ملکیت کے یہ سات آٹھ ہو جاوے کہ صدقہ کرنے کی نیت سے رکھے ہوں یا خرچ کے ارادہ سے ۲ یعنی حضور سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی شان عالی کے یہ لائق نہیں کہ گھر میں کچھ مال چھوڑ کر وفات پائیں، دل میں اللہ کا ڈر و گھر میں اللہ کا نام کافی ہے سبحان اللہ وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ صدیق اکبر نے حضور علیہ السلام کی میراث تقسیم نہ کی ظلم کیا، حضور علیہ السلام نے مال چھوڑا ہی کیا تھا جو رہنے کا مکان تھا وہ بھی وقف ہو گیا اسمیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف بن دی گئی خیال رہے کہ یہ واقعہ حدیث ہے سنت نہیں، سنت وہ واقعات ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بعد فتح خیبر ازواج مطہرات کو ایک سال کا خرچ دے دیا کرتے تھے یا بعض صحابہ کو سب کچھ بلکہ آدھے مال کی خیرات سے منع فرمایا تہائی خیرات کی اجازت دی اور فرمایا اس سے کم خیرات کرنا بہتر ہے اپنے وارثوں کو غنی کر کے جاؤ

شعر

موسیا آداب دانا دیگرند ۔۔۔ سوختہ جان و روانان دیگرند

معلوم ہوا کہ حدیث و سنت میں بڑا فرق ہے ۳ اسمیں حضرت بلال کو انتہائی تقویٰ اور ترک دنیا کی تعلیم ہے اور توکل سے اعلیٰ توکل کی طرف ترقی دینا ہے یعنی اے بلال جس درجہ پر تمہیں پہنچانا چاہتا ہوں وہ جب ہی حاصل ہوگا جب کہ تم اپنے پاس رتی بھی نہ رکھو تا کہ تمہیں قیامت کے دن

بعروشِ اِقلالًا۔ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلسَّخَاءُ شَجَرَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ فَمَنْ کَانَ سَخِیًّا اَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْہَا فَلَمْ یَتْرُکْہُ الْغُصْنُ حَتّٰی یُدْخِلَہُ الْجَنَّۃَ وَالشُّحُّ شَجَرَۃٌ فِی النَّارِ فَمَنْ کَانَ شَحِیْحًا اَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْہَا فَلَمْ یَتْرُکْہُ الْغُصْنُ حَتّٰی یُدْخِلَہُ النَّارَ رَوَاہُمَا الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ۔ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا بِالصَّدَقَۃِ فَاِنَّ الْبَلَاءَ لَا یَتَخَطَّاہَا رَوَاہُ رَزِیْنٌ۔ بَابُ فَضْلِ الصَّدَقَۃِ۔ اَلْفَصْلُ

کمی کا خوف کرو روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سخاوت جنت میں ایک درخت ہے جو سخی ہوا اس نے اس درخت کی شاخ پکڑی لہ وہ شاخ اسے نہ چھوڑے گی حتی کہ اسے جنت میں داخل کر دے گی اور بخل آگ میں درخت ہے جو بخیل ہوا اس نے اس کی شاخ پکڑی وہ اسے نہ چھوڑے گی حتی کہ آگ میں داخل کرے گی۳ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں، روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ میں جلدی کرو کہ بلا اس سے آگے نہیں بڑھتی ۵ (رزین) باب صدقہ کی فضیلت پہلی فصل

انکا حساب دینے میں کچھ بھی نہ کھٹکو یہ ہی مطلب ہے دوزخ کے بخار دیکھنے کا حضرت بلال اس وقت تن تنہا تھے، اہل وعیال نہ رکھتے تھے آپ کے ذمہ کسی کے حقوق نہ تھے، فرمایا اکیلے دم کے لیے جمع کرنے کی فکر کیوں لگاتے ہیں رب ہمارے آستانے سے تمہیں دیے جائے تم کھائے جاؤ صوفیائے کرام اپنے بعض مریدین کو کبھی چلوں سے مجاہدہ کرتے ہیں، اس زمانہ میں ترک دنیا تک حیلات کامل کراتے ہیں، ان کی اصل یہ حدیث ہے یہ حدیث جمع دنیا کے خلاف نہیں اگر مال جمع کرنا حرام ہوتا تو اسلام کا ایک رکن یعنی زکوٰۃ ہی فوت ہو جاتی کہ زکوٰۃ واجب جب ہوتی ہے جب مسلمان کے پاس ایک سال تک بقدر نصاب مال جمع رہے ۱ یعنی سخاوت کی جڑ جنت میں ہے اور اس کی شاخیں دنیا میں، چونکہ سخاوت کی قسمیں بہت ہیں اسلئے فرمایا گیا کہ اس درخت کی دنیا میں شاخیں بہت پھیلی ہوئی ہیں، جیسے قرآن کریم فرماتا ہے کہ کلمہ طیبہ کی جڑ مسلمان کے قلب میں ہے اور شاخیں آسمان میں ہمیشہ اپنے پھل دیتا ہے لہٰذا آیت میں بھی تمثیل ہے۔ اس حدیث میں بھی۔ ۲ شریعت میں سخاوت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان فرض صدقے ادا کرے، اور طریقت میں ادنیٰ درجہ ہے کہ صرف فرض پر قناعت نہ کرے نوافل صدقے بھی دے حقیقت و معرفت والوں کے ہاں اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دے ان میں سے ہر درجہ کے مدارج مختلف ہیں ۳ جو معانی سخاوت کے عرض کئے جا چکے ہیں ان کے مقابل بخل کے بھی معانی ہیں ۴ اس جملہ کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جب کسی قسم کی جانی یا مالی بلا آئے تو بہت جلد صدقے دینا شروع کر دو باقی تمام تدبیریں علاج وغیرہ بعد میں کرو تاکہ ان صدقات کی برکت سے اگلی تدبیریں بھی کامیاب ہوں بعض لوگ آفت آتے ہی میلاد شریف، گیارھویں شریف، ختم خواجگان، ختم غوثیہ، ختم بخاری، ختم آیت کریمہ کراتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ ان کاموں میں نذر کا ذکر اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف وغیرہ بھی ہے اور مسلمانوں میں ذکر اللہ بھی دافع بلا ہے اور صدقہ بھی بعض لوگ بیماریوں میں اردو تیل یا بیمار کا جانور پر ہاتھ لگوا کر اسے ذبح کر کے خیرات کر دیتے ہیں ان سب کا ماخذ یہی حدیث ہے کہ یہاں صدقہ مطلق ہے دوسرے یہ کہ ہر حال میں ہمیشہ صدقہ کرتے رہو کیونکہ ہر وقت ہی آفت آنے کا خطرہ ہے تم آفت سے پہلے صدقہ دے دو، بعض لوگ

الاوّل عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِّنْ كَسْبٍ طَیِّبٍ لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّیِّبَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتَقَبَّلُهَا بِیَمِیْنِهٖ ثُمَّ یُرَبِّیْهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا یُرَبِّیْ اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰی تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ

پہلی روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو حلال کمائی سے چھوارے کی برابر صدقہ کرے ۱ے اللہ تعالٰے صرف حلال ہی کو قبول کرتا ہے ۲ے تو اللہ اسے اپنے داہنے ہاتھ میں قبول کرتا ہے پھر صدقہ والے کے لئے اسکی ایسی پرورش کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کی حتٰے کہ پہاڑ کی طرح ہوجاتا ہے ۳ے (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ خیرات مال کم نہیں کرتی ۴ے اور اللہ معافی کی وجہ سے بندے کی عزت ہی بڑھاتا ہے ۵ے اور کوئی شخص اللہ کے

بہت میلاد شریف، گیارھویں شریف ہر ماہ ختم خواجگان وغیرہ کرلتے رہتے ہیں تاکہ آفات دور رہیں، اُن کا ماخذ بھی یہ حدیث ہے۔ شعر

دکھ میں ہر کو ہر بھجے سکھ میں بھجے نہ کوئے　　جو کوئی سکھ میں ہر بھجے تو دکھ کاہے کو ہوئے

۵ے اسی طرح کہ آنے والی آفت آتی نہیں اور جو آچکی ہے وہ ٹھہرتی نہیں بلکہ لوٹ جاتی ہے، صدقہ انسان اور آفتوں کے درمیان مضبوط حجاب ہے (مرقات) یہ عمل بہت مجرب ہے اگر کبھی صدقہ سے آفت نہ جائے تو یہ رب تعالٰے کی آزمائش ہے اس پر صبر کرے ۶ے صدقہ صدق سے بنا بمعنی سچائی چونکہ خیرات سخی کے سچے مومن ہونے کی علامت ہے اس لئے اُسے صدقہ کہتے ہیں۔ مطلقاً صدقہ سے مالی خیرات مراد ہوتی ہے نفل ہو یا فرض یہاں وہ مراد ہے اگرچہ بعض بدنی اعمال کو بھی صدقہ کہا گیا ہے یعنے حکمی صدقہ ۔ ۷ے یعنی تھوڑی سے تھوڑی چیز اللہ کی راہ میں دے، عرب شریف میں کھجور معمولی چیز ہے اُن کی قاش زینت ہی معمولی ہوتی ۔ ۸ے یہ بہت ہی اہم قانون ہے کہ خیرات حلال کمائی سے کی جائے تب ہی قبول ہوگی ۹ے لہٰذا ہمیشہ طیب و پاک کمائی سے کرے یہاں دو قاعدے یاد رکھنا چاہئیں، ایک یہ کہ مالی مخلوط سے اُجرت، صدقہ، دعوت وغیرہ لینا جائز ہے، دیکھو موسٰے علیہ السلام نے فرعون کے ہاں اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کے ہاں پرورش پائی جن کا مال مخلوط تھا، اگر اس مال پر حرام کے احکام جاری ہوتے تو رب تعالٰے اپنے ان محبوبوں کو وہاں پرورش نہ کراتا، دوسرے یہ کہ مال حرام دو قسم کا ہے ایک وہ جو انسان کی ملکیت میں آتا ہی نہیں جیسے زنا کی اُجرت، سُود کا پیسہ، بیع باطل کے معاوضے، سُور شراب وغیرہ کی قیمتیں، دوسرا وہ کہ مالک کی ملک میں آجاتا ہے اگرچہ مالک اس کاروبار پر گنہگار ہوتا ہے جیسے بیع بالشرط وغیرہ تمام فاسد بیعوں کی قیمت اور ناجائز پیشوں (گانے بجانے، داڑھی مونڈنے وغیرہ) کی اُجرت، پہلی قسم کا حرام کسی کے قبضہ میں پہنچے حرام ہی رہیگا کیونکہ پہلا شخص ہی اس کا مالک نہ بنا اور دوسری قسم کا حرام دوسرے کی ملک میں پہنچکر اس کے لئے حلال ہوگا، وہ جو فقہاء فرماتے ہیں کہ جس کے پاس حرام یا مشکوک پیسہ ہو وہ دوسرے سے قرض لے کر حج یا صدقہ کرے اور اپنے مال سے وہ قرض ادا کرے اس سے مراد یہی آخری حرام ہے کیونکہ ملک بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِیَّةٌ ۱۰ے داہنے ہاتھ میں قبول کرنے سے مراد راضی ہو کر قبول فرمانا ہے مطلب یہ ہے کہ حلال و نیت خیر کا صدقہ رضائے الٰہی کا باعث ہے اور وہ صدقہ کے وقت سے لے کر قیامت تک بھاری ہوتا رہیگا حتے کہ میزان میں

أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَشْيَاءِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ دُعِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَلِلْجَنَّةِ أَبْوَابٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا عَلَى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ فَهَلْ

انکسار نہیں کرتا مگر اللہ اسے بلندی دیتا ہے (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ کی راہ میں کسی چیز کا جوڑا خیرات کرے ۲ تو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا ۳ جنت کے بہت دروازے ہیں تو جو نماز والوں سے ہوگا وہ نماز کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو جہاد والوں سے ہوگا وہ جہاد کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو صدقہ والوں سے ہوگا وہ صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو روزہ والوں سے ہوگا وہ دروازہ ریان سے بلایا جائے گا ۴ تب حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ اس کی ضرورت تو نہیں کہ کوئی تمام دروازوں سے بلایا جائے ۵ مگر کیا

سارے گناہوں پر غالب آجائیگا جیسے اچھی زمین میں بوئی ہوئی ادرک آلو وغیرہ اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ ۴ کہ جیسے مال بڑھاتی ہے زکوۃ دینے والے کی زکوۃ ہر سال بڑھتی ہی رہتی ہے تجربہ ہے کسان کھیت میں بیج پھینک آتا ہے وہ بظاہر بیج یہاں خالی کرلیتا ہے لیکن حقیقت میں مع اضافہ کے بھر لیتا ہے۔ گھر کی رکھی بوریاں تجربہ ہے، سُسری وغیرہ آفات سے ہلاک ہوجاتی ہیں یا یہ مطلب ہے کہ جس مال سے صدقہ نکلتا ہے اسمیں سے خرچ کرتے رہو ان شاء اللہ بڑھتا ہی رہیگا کنوئیں کا پانی بھرتے جاؤ تو بڑھتے ہی جائیگا ۵ یعنی جو بدلہ لے سکتا ہو پھر مجرم کو معافی دیدے تو اس سے مجرم کے دل میں اس کی اطاعت و محبت پیدا ہوجاتی ہے اور اگر بدلہ لیلے تو اس کے دل میں بھی انتقام کی آگ بھڑک جاتی ہے فتح مکہ کے دن کی عام معافی سے سارے کفار مسلمان ہو کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع فرمان ہو گئے، معافی سے دلوں پر قبضے ہوجاتے ہیں مگر معافی اپنے حقوق میں چاہیے نہ کہ شرعی حقوق میں، قومی، ملکی، دینی مجرموں کو کبھی معاف نہ کرو، اپنے مجرم کو معاف کردو ۶ انکساری جو خود داری کے ساتھ ہو وہ بڑی بہتر ہے اسکا انجام بلند درجات ہے مگر بے غیرتی کی انکساری، انکساری نہیں بلکہ احساس پستی ہے، جہاد میں کفار کے مقابل فخر کرنا عبادت ہے مسلمان بھائی کے سامنے جھکنا ثواب اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ ۱ یعنی ایک جنس کی دو چیزیں، جیسے دو پیسے دو روپے دو کپڑے دو سوٹیاں وغیرہ لفظ زوج دو کے مجموعہ کو بھی کہتے ہیں اور دو میں سے ہر ایک کو بھی، جیسے خاوند بیوی کو زوجین کہتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ اور ممکن ہے کہ دو سے مراد بار بار صدقہ، دن رات میں صدقہ یا علانیہ و خفیہ صدقہ مراد ہو، مرقات نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ صدقہ سے ساری نیکیاں مراد ہوں جیسے دو روزے دو رکعت نماز وغیرہ کیونکہ فقیر کے لئے نفلی نماز و روزہ ایسا ہے جیسے امیر کے لئے خیرات ۳ یعنی باب الصدقہ کے بیان سے پوشیدہ ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ صرف صدقہ کی وجہ سے جہاد وغیرہ کے دروازوں سے کیوں بلایا گیا (مرقات) اور ہو سکتا ہے کہ بہت زیادہ خیرات

يُدْعٰى أَحَدٌ مِّنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا قَالَ نَعَمْ وَأَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ أَنَا قَالَ فَمَنْ تَبِعَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ أَنَا قَالَ فَمَنْ أَطْعَمَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مِسْكِيْنًا قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ

کوئی ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا حضور نے فرمایا ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم اُن میں سے ہوگے (مسلم بخاری) انہی سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ آج تم میں سے کس نے روزہ دار ہو کر صبح کی ہے حضرت ابوبکر نے کہا میں نے فرمایا آج تم میں سے کون جنازے کے ساتھ گیا حضرت ابوبکر نے عرض کیا میں فرمایا آج تم میں سے کس نے کسی مسکین کو کھلایا حضرت ابوبکر نے کہا

کرنے والے کو ہر دروازے سے جنت کا حق ہوا اظہار عزت کے لئے بلایا جائیگا یعنی جس پر جو عبادت غالب ہوگی وہ جنت کے اسی دروازے سے جائیگا عبادت کے غالب ہونے سے مراد نوافل کی زیادتی ہے مثلاً جو شخص نماز فقط فرض و واجب ہی ادا کرتا ہے مگر جہاد کا بہت شوقین ہے ہمیشہ جہاد یا اسکی تیاری میں مشغول رہتا ہے تو وہ جہاد کے رستہ سے جنت میں جائے گا وغیرہ۔ ریان رَیٌّ سے بنا جس کے معنے ہیں سرسبزی، سیرابی اور شادابی، چونکہ روزہ دار دنیا میں بھی روزہ میں خشک لب، تشنہ دہن رہا، اس لئے اسکے واسطے ایسا دروازہ تجویز ہوا جو تشنہ لبی کا عوض ہو ۵؎ یعنی جنت میں داخلے کے لئے ایک دروازہ سے بلایا جانا ہی کافی ہے ہر طرف سے پکارے جانے کی ضرورت نہیں، مگر اس پکار میں اس کی عزت افزائی مقصود ہے کہ ہر دروازے کے دربان چاہیں کہ یہ جنتی ہمارے دروازے سے جائے اور ہمیں شرف خدمت نصیب ہو اس کی مثال ہے فَمَا نَصِيْبُ الْعَيْنِ مِنْ حُسْنِ وَجْهِهٖ [illegible] ۶؎ یعنی جو شخص ساری عبادات میں اول نمبر ہوگا، وہ ان سارے دروازوں سے بلایا جائیگا کہ ہر طرف سے نام کی دھوم مچ جائے گی، اور چونکہ اے صدیق تم ساری ہی نیکیوں میں طاق ہو لہذا تم بھی اُن ہی میں سے ہوگے اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم و عمل میں بعد انبیاء ساری خلق سے افضل ہیں کہ رب تعالیٰ نے انہیں اَتْقٰی فرمایا یعنی بڑا ہی پرہیزگار وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ صرف دعا میں صدیق اکبر کو امام بنایا، امام بڑے عالم کو بنایا جاتا ہے خیال رہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عام نیکیوں میں سب سے بڑھ کر ہیں، اور رب تعالیٰ نے بعض خاص نیکیاں آپ کو ہی عطا فرمائیں جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں، جیسے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر غار ثور تک لے جانا، اپنے زانو پر سلانا، اپنے کو سانپ سے کٹوانا وغیرہ، جیسے قرآن کریم کی ہر سورۃ باقی ٹکڑیوں سے افضل ہے تو جس کا نام قرآن کریم والے کی دم سے ہے وہ تمام خلق سے افضل ہوگا، دوسرے یہ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے ہر دنیوی اخروی حال سے واقف ہیں، جب ہی تو بتاتے ہیں کون جنت میں کہاں جائیگا، اور کس دروازے سے جائیگا یہی صحابہ کا بھی عقیدہ تھا ورنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کیوں پوچھتے، خیال رہے کہ کریموں کا امید دلانا یقین کے لئے ہوتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ الخ حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ایسے خوش نصیب لوگ بہت ہونگے جن کے ناموں کی پکار جنت کے تمام دروازوں پر پڑے گی، اس جماعت کے میر صدیق اکبر ہوں گے رضی اللہ عنہ ۲؎ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا جماعت صحابہ سے یہ سوال فرمانا، ان پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر کرنے اور انہیں آپ کے روزانہ کے اعمال دکھانے کے لئے ہے، اور نہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تو ہر ایک کے

أَنَا قَالَ فَمَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيضًا قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ أَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اجْتَمَعْنَ فِي امْرِئٍ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ‏ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ‏ وَعَنْ جَابِرٍ وَّحُذَيْفَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ‏ وَعَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ

ہیں فرمایا آج تم میں سے کس نے کسی بیمار کی عیادت کی حضرت ابوبکر نے عرض کیا میں تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص میں یہ خصلتیں نہیں جمع ہوتیں مگر وہ جنت میں جاتا ہے[۱] (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اے مومن بیبیو کوئی پڑوسن کا ہدیہ حقیر نہ جانے اگرچہ بکری کی کھری ہی ہو[۲] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر و حذیفہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بھلائی صدقہ ہے[۳] (مسلم، بخاری)[۴] روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی بھلائی کو حقیر نہ جانو

سامنے ظاہر و خفیہ اعمال سے خبردار ہیں، رب تعالٰے فرماتا ہے كَمَا أَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ[۱] اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ شیخ کا اپنے مریدوں کے حالات کی تفتیش کرنا، دینی استاد کا شاگردوں کے خفیہ حالات معلوم کرنا سنت سے ثابت ہے، دوسرے یہ کہ اُمتی کا نبی سے مرید کا شیخ سے، شاگرد کا استاد سے اپنی خفیہ نیکیاں بیان کرنا ریا نہیں، بلکہ اُن کی دعا سے کرنیا وہ قابل قبول بناتا ہے، تیسرے یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عابد ترین صحابہ ہیں، کہ آپ کے روزانہ کے یہ اعمال ہیں خیال رہے کہ آنا فرض ہیں کہ نفل جیو کے ساتھ ہو تو منع ہے، عجز و نیاز کے طور پر جائز ہے، چوتھے یہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بشہادت حدیث و قرآن کریم جنتی ہیں[۲] یعنے اگر تم امیر ہو اور تمہاری پڑوسن غریب، اور وہ غریب اپنی محبت سے کوئی معمولی چیز بطور ہدیہ بھیجے، تو نہ اُسے واپس کرو اور نہ اُسے نگاہ حقارت سے دیکھو، بلکہ خوشی سے قبول کرو، کہ اُس کا دل خوش ہو جائے اللہ تعالٰے اخلاص کا ایک پیسہ بھی قبول فرمالیتا ہے اس حدیث کا مطلب اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے یعنے کوئی عورت اپنی پڑوسن کو معمولی ہدیہ دینے میں نہ جھجکے اور جو کچھ ہو سکے دیتی رہے، کہ ہدیہ سے محبتیں بڑھتی ہیں، چونکہ چیزوں میں عیب نکالنے کی عادت زیادہ عورتوں میں ہوتی ہے اسلئے انہی سے خطاب کیا گیا، یہ حدیث ہم غریبوں کے لئے بڑی ہمت افزا ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوا ہے کہ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مسکینوں کے معمولی ہدیہ ثواب وغیرہ کو بھی رد نہیں فرماتے تھے[۳] سبحان اللہ کیا ہمت افزا حدیث ہے، یعنے صدقہ صرف مال ہی سے نہیں ہوتا، بلکہ ہر معمولی نیکی اگر اخلاص سے کی جائے تو اس پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے حتے کہ مسلمان بھائی سے میٹھی اور نرم باتیں کرنا بھی صدقہ ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے، اب کوئی فقیر بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں صدقہ پر قادر نہیں[۴] اس طرح کہ بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے اور مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے، المنذر اپنی کے نام میں ہر کتاب منفرد ہے اور نفس حدیث میں دونوں متفق ٭

الْمَعْرُوفِ شَيْئًا وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَوْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيَأْمُرُ بِالْخَيْرِ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهُ لَهُ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

اگرچہ یہ ہو کہ اپنے بھائی سے کشادہ پیشانی سے ملے (مسلم) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر مسلمان پر صدقہ ہے ۱؎ صحابہ نے عرض کیا کہ اگر نہ پائے فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے کام کرے خود نفع اٹھائے اور خیرات کرے ۲؎ عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرسکے یا نہ کرے فرمایا تو کسی مظلوم حاجتمند کی مدد کرے ۳؎ بولے اگر یہ بھی نہ کرے فرمایا تو اچھی بات کا حکم کرے ۴؎ بولے اگر یہ بھی نہ کرے تو فرمایا کہ برائی سے بچے کہ اس کے لئے یہ بھی صدقہ ہے ۵؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے

۱؎ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ کوئی نیکی حقیر جان کر چھوڑ نہ دو، کہ کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچالیتا ہے اور کوئی گناہ حقیر سمجھ کر کر نہ لو، کہ کبھی چھوٹی چنگاری گھر پھونک دیتی ہے، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ مسلمان بھائی سے خوش ہو کر ملنا اس کے دل کی خوشی کا باعث ہے اور مومن کو خوش کرنا بھی عبادت ہے۔ ۲؎ یہاں علیٰ وجوب کے لئے نہیں، بلکہ ترغیب کے لئے ہے یعنی مسلمان کو چاہیے کہ حتی الامکان ان نفلی نیکیوں کو بھی اپنے پر لازم سمجھے اور روزانہ ان پر عمل کی کوشش کرے۔ ۳؎ صحابہ کرام یہاں صدقہ سے مالی خیرات سمجھے تھے، اس لئے انہیں یہ اشکال پیش آیا کہ بعض مسلمان مسکین مفلوک الحال ہوتے ہیں جن کے پاس اپنے کھانے کو نہیں ہوتا وہ صدقہ کہاں سے کریں، سرکار کے اس جواب سے معلوم ہورہا ہے کہ مال کمانا بھی عبادت ہے کہ اس کی برکت سے انسان ہزارہا گناہوں سے بچ جاتا ہے جیسے بھیک، چوری وغیرہ نیز کماؤ آدمی اپنا وقت گناہوں میں خرچ کرنے سے بچتا ہے نفس کو حلال کاموں میں لگائے رہو تاکہ تمہیں حرام میں پھنسائے۔ ۴؎ ہاتھ پاؤں کی مدد جیسے بھولے کو راستہ بتادینا، پردہ نشین بیوگان کا باہر والا کام کردینا، اس میں بھی ثواب ہے۔ ۵؎ کہ اس میں نہ کچھ خرچ ہوتا ہے نہ ہاتھ پاؤں ہلانے پڑتے ہیں، اور مفت میں ثواب مل جاتا ہے، کیونکہ تبلیغ عبادت ہے جس کا بڑا ثواب ہے۔ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو احکام شرعیہ سیکھنا چاہئیں، کیونکہ بغیر جانے دوسروں کو بتانا ناممکن ہوگا، یہ بھی معلوم ہوا کہ تبلیغ صرف علماء کا ہی کام نہیں، جسے جو مسئلہ معلوم ہو دوسرے کو بتادے۔ ۶؎ برائی سے بچنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ فساد کے زمانہ میں گھر میں گوشہ نشین بن جائے، کہ نماز کے اوقات مسجد میں، باقی گھر یا جنگل میں گزارے۔ دوسرے یہ کہ بری مجلسوں میں جائے مگر برائی کرنے کے لئے نہیں بلکہ دوسروں کو برائی سے روکنے کے لئے اور یہ بڑا جہاد ہے۔ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ جیسے نیکیاں نہ کرنا گناہ ہے ایسے ہی گناہ نہ کرنا ثواب، نہ کرنے سے مراد بچنا ہے یعنی قصدًا دل سے نہ کرنا نہ کہ سلب محض۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں، کہ ہم ہر وقت خصوصًا سونے کی حالت میں لاکھوں گناہوں سے بچتے ہیں تو چاہیے کہ ہمیں ہر سانس میں کروڑوں نیکیاں ملا کریں، رب تعالٰی فرماتا ہے وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ سُلَامٰی مِنَ النَّاسِ عَلَیْہِ صَدَقَۃٌ کُلَّ یَوْمٍ تَطْلُعُ فِیْہِ الشَّمْسُ یَعْدِلُ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ صَدَقَۃٌ وَیُعِیْنُ الرَّجُلَ عَلٰی دَابَّتِہٖ فَیَحْمِلُ عَلَیْہَا اَوْ یَرْفَعُ عَلَیْہَا مَتَاعَہٗ صَدَقَۃٌ وَالْکَلِمَۃُ الطَّیِّبَۃُ صَدَقَۃٌ وَکُلُّ خُطْوَۃٍ یَخْطُوْہَا اِلَی الصَّلٰوۃِ صَدَقَۃٌ وَیُمِیْطُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَۃٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُلِقَ کُلُّ اِنْسَانٍ مِّنْ بَنِیْ اٰدَمَ عَلٰی سِتِّیْنَ وَثَلٰثِ مِائَۃِ مَفْصِلٍ فَمَنْ کَبَّرَ اللّٰہَ وَحَمِدَ اللّٰہَ وَہَلَّلَ اللّٰہَ وَسَبَّحَ اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ اللّٰہَ وَعَزَلَ حَجَرًا

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کے ہر جوڑ کے عوض ہر دن جس میں سورج چمکتا ہے صدقہ ہے ۱؎ دو کے درمیان انصاف کرے یہ بھی صدقہ ہے اور کسی شخص کی اس کے گھوڑے پر مدد کرے کہ اسے سوار کرے یا اس پر اس کا سامان چڑھا دے یہ بھی صدقہ ہے اور اچھی بات صدقہ ہے ۲؎ اور ہر وہ قدم جس سے نماز کی طرف جائے صدقہ ہے ۳؎ اور راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانا صدقہ ہے ۴؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اولاد آدم میں ہر انسان تین سو ساٹھ جوڑوں پر پیدا کیا گیا ۵؎ تو جو اللہ کی تکبیر کہے اس کی حمد کرے تہلیل کرے تسبیح پڑھے اللہ سے معافی چاہے لوگوں کے راستے سے پتھر

۱؎ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے ... سُلامیٰ کے لغوی معنی ہیں عضو، ہڈی اور جوڑ، یہاں تیسرے معنی مراد ہیں انسانی جسم میں ۳۶۰ جوڑ ہیں جیسا کہ اگلی حدیث میں ہے، اگرچہ ہر ہر ہڈی اللہ کی نعمت ہے لیکن ہر جوڑ ان کی بے شمار نعمتوں کا مظہر ہے اسی لیے خصوصیت سے اس کا شکریہ ضروری ہوا، صدقہ سے مراد نیک عمل ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے یہاں علیٰ لغوی لزوم کے لیے ہے نہ کہ فرضی وجوبی کے، مطلب یہ ہے کہ ہر شخص پر اخلاقاً یا قانوناً لازم ہے کہ روزانہ ہر جوڑ کے عوض کم از کم ایک نفلی نیکی کیا کرے۔ اس حساب سے روزانہ تین سو ساٹھ نیکیاں کرنی چاہئیں تاکہ اس دن جوڑوں کا شکریہ ادا ہو، سورج چمکنے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ سورج تو ہر شخص پر چمکتا ہے تو شکریہ بھی ہر شخص پر ہے ۲؎ یعنی تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدنی وغیرہ کی اچھی باتیں صدقہ ہیں بشرطیکہ رضائے الٰہی کے لیے ہوں، ہر معمولی سے معمولی کام جب لوائے سنت کی نیت سے کیا جائیگا تو وہ بڑا اچھا ہو جائیگا کیونکہ وہ خود اگرچہ چھوٹا ہے مگر منسوب الیہ جن کی طرف نسبت ہے صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو بڑے ہیں ۳؎ مرقات نے فرمایا کہ نماز کا ذکر مثالاً ہے، ورنہ طواف، بیمار پرسی، جنازہ میں شرکت، علم دین کی طلب غرضکہ ہر نیکی کے لیے قدم اٹھانا صدقہ ہے ۴؎ یعنی راستہ سے کانٹا، ہڈی، اینٹ، پتھر، گندگی غرض جس سے کسی مسلمان راہگیر کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو اس کو ہٹا دینا بھی نیکی ہے، جس پر صدقہ کا ثواب اور جوڑ کا شکریہ ہے ۵؎ انسان کی اس لیے قید لگائی تاکہ اس سے فرشتے اور جنات نکل جائیں کہ ان کے جسموں میں اتنے جوڑ ہیں نہ ان کے یہ احکام، یہ جوڑ انگلی کے پوروں سے کر پاؤں کے ناخنوں تک ہیں اگر ان میں سے ایک جوڑ خراب ہو جائے تو زندگی دشوار ہو جائے قدرت نے ہڈی کو ہڈی میں اس طرح پیوست کیا ہے کہ کواڑ کی چول کی طرح ہڈی گھومتی ہلتی ہے لیکن باوجود اس کے نہ گھستی ہے نہ خراب ہوتی ہے

عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ شَوْكَةً أَوْ عَظْمًا أَوْ أَمَرَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ نَهَى عَنْ مُنْكَرٍ عَدَدَ تِلْكَ السِّتِّينَ وَالثَّلٰثِ مِائَةٍ فَإِنَّهُ يَمْشِي يَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهُ عَنِ النَّارِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةً وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُونُ لَهُ

یا کانٹا یا ہڈی ہٹا دے یا اچھی بات کا حکم دے یا برائی سے منع کرے ان تین سو ساٹھ کی گنتی کے برابر تو وہ اس دن کی طرح چلے گا کہ اپنی جان کو آگ سے دور کرے گا[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر تسبیح میں صدقہ ہے اور ہر تکبیر میں صدقہ ہے اور ہر حمد میں صدقہ ہے اور ہر تہلیل میں صدقہ ہے[2] اور بھلائی کا حکم دینے میں صدقہ ہے اور برائی سے روکنے میں صدقہ ہے[3] اور ہر ایک کی حلال صحبت میں صدقہ ہے[4] لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم میں کوئی اپنی شہوت پوری کرتا ہے

[1] سبحان اللہ کیسی جامع حدیث ہے جس میں عبادات، معاملات، اوراد و وظیفہ سب ہی آگئے، مرقات نے فرمایا کہ اچھی باتوں کا حکم اور بری باتوں سے ممانعت زبانی بھی ہوتی ہے، حالی بھی اور عملی بھی، عالم کا دینی وعظ زبانی تبلیغ ہے، اور دینی کتاب لکھ جانا قلمی تبلیغ، کہ جب تک اس کتاب کا فیض جاری ہے اس کا ثواب باقی، اور لوگوں کے سامنے اچھے اعمال کرنا، برے اعمال سے بچنا عملی تبلیغ ہے، کہ جتنے لوگ اسے دیکھ کر نیک بنیں گے ان سب کا ثواب اسے ملے گا بلکہ روزانہ ملتا رہے گا، اور اس سے جوڑوں کا شکریہ ادا ہوتا رہے گا، اس حدیث کے آخری جملہ سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ کبھی نفلی عبادت کے ترک پر بھی پکڑ ہو جاتی ہے، کیونکہ سرکار نے فرمایا جس دن یہ کام کرے، اس دن اپنے کو آگ سے دور کر لیا، جو شخص دو رکعتیں اشراق کی پڑھ لے، اس کے تمام جوڑوں کا شکریہ ادا ہوگی، جیسا کہ کتاب الصلوۃ میں گزر چکا۔ [2] اس فرمان عالی شان سے معلوم ہوا کہ جو کوئی سُبْحَانَ اللّٰهِ یا اَللّٰهُ اَكْبَرُ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کسی طرح بھی کہے صدقہ نفلی کا ثواب پائیگا، خواہ ذکر اللہ کی نیت سے کہے یا کسی حاجت کے لیے بطور وظیفہ پڑھے یا عجیب بات پر سبحان اللہ وغیرہ کہے یا خوشخبری پاکر الحمد للہ پڑھے، بہرحال ثواب ملیگا، کیونکہ اللہ کا نام لینا بہرحال عبادت ہے، اگر کوئی شخص ٹھنڈک کے لیے اعضائے وضو دھوئے تب بھی وضو ہو جائیگا کہ اس سے نماز جائز ہوگی، اللہ کا نام زبان کا وضو ہے۔ شعر

چوں بیہ بنام پاکش صد دہاں نے پلیدی ماند نے آں دہاں

[3] یعنی ہر تبلیغ میں خیرات کا ثواب ہے، بلکہ اس کا ثواب پچھلے ثوابوں سے زیادہ کہ اس میں ذکر اللہ بھی ہے اور لوگوں کو فیض پہنچانا بھی، قلمی تبلیغ صدقہ جاریہ ہے کہ جب تک لوگ اس کی کتاب سے دینی فائدہ اٹھائیں گے تب تک اسے ثواب ملتا رہے گا، یہ ایک کلمہ بہت جامع ہے۔ [4] بضع کے لغوی معنی ہیں ٹکڑا، مگر اصطلاح میں شرمگاہ کو کہتے ہیں، یہاں مراد صحبت حلال ہے، یہاں فی ارشاد فرماکر اس جانب اشارہ فرمایا گیا کہ صحبت بذات خود ثواب نہیں بلکہ چونکہ اس کے ضمن میں زوجین کی عفت، حق زوجیت کی ادا، نیک اولاد کی طلب ہے، اور یہ ساری چیزیں عبادت

فِيهَا أَجْرٌ قَالَ أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهِ وِزْرٌ فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الصَّدَقَةُ اللِّقْحَةُ الصَّفِيُّ مِنْحَةً وَالشَّاةُ الصَّفِيُّ مِنْحَةً تَغْدُو بِإِنَاءٍ وَتَرُوحُ بِآخَرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ إِنْسَانٌ أَوْ طَيْرٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ وَمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

میں بھی ثواب ملتا ہے فرمایا بتاؤ تو اگر یہ شہوت حرام میں خرچ کرتا تو اس پر گناہ ہوتا تو یوں ہی جب اسے حلال میں خرچ کرے گا تو اسے ثواب ملے گا[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین صدقہ بہت دودھ والی اونٹنی اور بہت دودھ والی بکری کا عطیہ ہے جو صبح کو برتن بھر کر دودھ دے اور شام کو دوسرا بھر کر[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں جو کوئی باغ لگائے یا کھیت بوئے پھر اس سے آدمی یا پرندے یا جانور کچھ کھالیں مگر وہ اس کے لئے صدقہ ہوتا ہے[3] (مسلم، بخاری) اور مسلم کی روایت میں حضرت جابر سے یوں ہے کہ جو اس سے چوری ہو جائے وہ بھی صدقہ ہے[4] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے

[1] یہ مسئلہ صحبت عبادات پر مشتمل ہے اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت دیکھو کہ پہلی چیزوں میں با ارشاد ہوا تھا اور یہاں فی تاکہ پتہ لگے کہ وہ چیزیں بذات خود عبادت تھیں اور یہ صحبت عبادات پر مشتمل ہے (لمعات، مرقات) بیان فرمایا، ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال صحبت مطلقاً ہے خواہ ان چیزوں کی نیت سے ہو یا نہ ہو یعنی بذات خود صحبت ثواب نہیں بلکہ شہوت کو حلال میں خرچ کرنا ثواب ہے، جیسے عید کے دن یا رمضان کی سحری میں کھانا پینا بذات خود ثواب نہیں بلکہ ان وقتوں میں کھانا عبادت ہے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جب ہوا ہدیٰ سے مل جائے تو وہ بدل جاتی ہے اسی جانب قرآن کریم اشارہ فرما رہا ہے وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللّٰهِ سبحان اللہ ہوا ہدیٰ سے مل کر ایسی ہوتی ہے جیسے مکھن شہد سے مل کر (لمعات، مرقات) لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بغیر نیت ثواب کیسا، کہ نیت کی شرط عبادت محضہ میں ہے۔ [2] عرب میں دستور تھا کہ جانوروں والے اپنا دودھ کا جانور عاریۃً چند روز کے لئے کسی غریب مسکین کو دے دیتے تھے، اس زمانہ میں جانور کا خرچہ اس فقیر کے ذمہ ہوتا اور دودھ بھی وہی پیتا تھا، مدت گزرنے پر جانور واپس کر دیا جاتا، اسے منحہ کہتے تھے یہاں اسی کا ذکر ہو رہا ہے، فرمایا جا رہا ہے کہ اس جانور کا ہر وقت کا دودھ صدقہ ہوگا۔ [3] عرب میں دستور تھا کہ باغ والے مسافروں کو دو ایک پھل توڑ لینے سے منع نہ کرتے جیسے ہمارے ہاں بھی بچے کا ساگ کاٹنے سے لوگ منع نہیں کرتے، مسافر بھی اس دستور سے واقف تھے اور بھی چوری کی نیت سے نہیں بلکہ عرفی اجازت کی بنا پر دو چار دانے منہ میں ڈال لیتے تھے، نیز کبھی جانور کھیت پر سے گزرتے ہوئے سبزے میں ایک آدھ منہ مار دیتے ہیں سرکار نے ان سب کو مالک کے لئے صدقہ قرار دیا اس کی وجہ پہلے عرض کی جا چکی، کہ کبھی بغیر نیت بھی ثواب مل جاتا ہے۔ [4] صبر کرنے اور اس نقصان کو برداشت کرنے پر ضرور ثواب

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُفِرَ لِامْرَأَةٍ مُوْمِسَةٍ مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلٰى رَأْسِ رَكِيٍّ يَلْهَثُ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ فَنَزَعَتْ خُفَّهَا فَأَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ فَغُفِرَ لَهَا بِذٰلِكَ قِيْلَ إِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا قَالَ فِيْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِيْ هِرَّةٍ أَمْسَكَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ مِنَ الْجُوْعِ فَلَمْ تَكُنْ تُطْعِمُهَا وَلَا تُرْسِلُهَا فَتَأْكُلَ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس زانیہ عورت کی مغفرت ہوگئی ۱؎ جو ایک کتے پر گزری کہ ایک کنوئیں کے کنارے ہانپ رہا تھا قریب تھا کہ پیاس اُسے قتل کردیتی اُس نے اپنا موزہ اُتارا اُسے اپنے دوپٹے سے باندھا اس طرح پانی نکالا ۲؎ اسی وجہ سے بخش دی گئی عرض کیا گیا کہ کیا ہم کو جانوروں میں بھی ثواب ہے فرمایا ہر ترکلیجے والے میں ثواب ہے ۳؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر و ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے عذاب دی گئی ۴؎ کہ جسے باندھے رکھا حتی کہ بھوک سے مرگئی اُسے نہ کھلاتی تھی نہ چھوڑتی تاکہ زمین کے کیڑے کوڑے کھالیتی ۵؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص درخت کی

لیکن جیسے کوئی تنگ جانے پر ثواب ہوتا ہے ۱؎ مومسہ ومس سے بنا بمعنی زنا، اس کا مقصد ایسی ہے جیسے زنا کرنا ظاہر یہ ہے کہ اس کے سارے گناہ بخش دیئے گئے جیسے کہ غفر کے اطلاق سے معلوم ہوا۔ ۲؎ یعنی اس کے پاس ڈول رسی نہ تھی، تو اس عورت نے دوپٹہ کو رسی بنایا اور موزے کو ڈول، کہ منہ میں پانی بھر کر کتے کے منہ میں ڈال دیا جس سے اس کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ چلا گیا۔ ۳؎ ترکلیجے والے سے مراد ہر جاندار ہے، مگر اس سے موذی جانور مستثنیٰ ہیں، لہذا سانپ، بچھو، شیر وغیرہ کو مار دینا ثواب ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ گناہ کبیرہ بغیر توبہ معاف ہوسکتے ہیں، دوسرے یہ کہ کبھی معمولی نیکی بڑے بڑے گناہوں کے بخشے جانے کا سبب بن جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ بعض صوفیاء اپنے ہاں انسانوں کے لنگر کے ساتھ جانوروں کے دانے پانی کا بھی انتظام کرتے ہیں، اُن کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ تمہارا کھانا متقی ہی کھائیں، اس سے دعوت کا کھانا مراد ہے نہ کہ حاجت کا کھانا لہذا احادیث متعارض نہیں۔ ۴؎ یعنی اس کے لیے عذاب جہنم کا حکم ہوگیا یا اس پر کوئی دنیوی عذاب نازل ہوا یا عذاب قبر میں گرفتار ہوئی، ورنہ دوزخ کا عذاب تو بعد قیامت ہوگا، اسی عورت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں دوزخ میں جلتے دیکھا، مگر وہ اس لیے نہیں کہ وہ دوزخ میں پہنچ چکی تھی، بلکہ اس لیے کہ نگاہ انبیاء قیامت کے بعد ہونے والے واقعات کو بھی دیکھ لیتی ہے۔ ۵؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ پالے ہوئے جانور کا بھی حق ہے کہ اُسے کھانا پانی دیا جائے، دوسرے یہ کہ جانوروں پر ظلم بھی گناہ ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم انسان کے ظلم سے بدتر ہے کیونکہ انسان زبان والا ہے اپنے دکھ دوسروں سے کہہ سکتا ہے، بے زبان جانور خدا کے سوا کس سے کہے۔ تیسرے یہ کہ کبھی گناہ صغیرہ پر بھی عذاب ہوجاتا ہے، اگر رب بچائے تو بچے، اور رب تعالیٰ کا یہ فرمان إِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ

شَجَرَةٍ عَلٰى ظَهْرِ طَرِيْقٍ فَقَالَ لَأُنَحِّيَنَّ هٰذَا عَنْ طَرِيْقِ الْمُسْلِمِيْنَ لَا يُؤْذِيْهِمْ فَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا يَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ فِيْ شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيْقِ كَانَتْ تُؤْذِي النَّاسَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِيْ بَرْزَةَ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ شَيْئًا أَنْتَفِعُ بِهٖ قَالَ اعْزِلِ الْأَذٰى عَنْ طَرِيْقِ الْمُسْلِمِيْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ اِتَّقُوا النَّارَ فِيْ بَابِ

شاخ پر گزرا جو بیچ راہ پڑی تھی وہ بولا کہ اسے مسلمانوں کے راستے سے ہٹا دوں کہیں انہیں تکلیف نہ دے ١ے وہ جنت میں داخل کیا گیا ٢ے (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے ایک شخص کو جنت میں مزے سے پھرتے دیکھا اس درخت کی وجہ سے جسے اس نے راستے کے کنارے سے کاٹ دیا تھا جو لوگوں کو باعث تکلیف تھا ٣ے (مسلم) روایت ہے حضرت ابوبرزہ سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا نبی اللہ مجھے وہ بات سکھا دیجئے جس سے نفع اٹھاؤں فرمایا مسلمانوں کے راستے سے موذی چیز ہٹا دو ١ے (مسلم) اور ہم حضرت عدی ابن حاتم کی یہ حدیث اتقوا النار ان شاء اللہ باب

سیئاتکم اس میں بخشش کا حتمی وعدہ نہیں ہے، بلکہ امید دلائی گئی ہے، اور یہ بخشش رب تعالٰے کی مشیت پر موقوف ہے، ایک دوسری آیت میں رب تعالٰے فرماتا ہے وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ لہٰذا آیات میں تعارض نہیں ہے اور یہ حدیث کسی آیت کے خلاف نہیں۔ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے، دیکھو اس عورت کا بلی کو ایک دن کھانا پانی نہ دینا گناہ صغیرہ تھا، مگر متواتر چند روز تک نہ دینے سے کبیرہ بن گیا، مگر اس حدیث سے یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ قرآن کی آیت موجود ہے وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا ١ے وہ شاخ یا تو خاردار تھی کہ اس کے لوگوں کو چبھ جانے کا اندیشہ تھا اور یا بے خار تھی تو آتی جاتی تھی جس سے راہگیر ٹھوکر کھاتے، اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہوا کہ موذی چیز کو راستے سے ہٹانے میں مسلمانوں کی خدمت کی نیت کرے شکر تعالیٰ کی ٢ے یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس شخص نے ہٹانے کی نیت ہی کی تھی، اس نیت پر بخشا گیا، نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے، اور ممکن ہے کہ اسے ہٹا بھی دیا ہو جس کا یہاں ذکر نہیں ٣ے یعنی وہ درخت خاردار تھا یا بے خار اس کی جڑ راستے کے کنارہ پر تھی، مگر شاخیں راستہ پر پھیلی ہوئی تھیں، اس شخص نے تکلیف دور کرنے کے لئے جڑ سے ہی اکھیڑ دیا تاکہ آئندہ بھی شاخیں نہ پھیل سکیں، اگر یہ درخت اسکی اپنی ملکیت تھا یا خود رو تھا تب تو اسے کاٹ دینے اور اس کی لکڑی کا گھر لے جانے پر کچھ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، اور اگر کسی غیر کی ملکیت تھا تو اس نے فقط دفع ایذاء کے لئے کاٹ دیا ہوگا اس کی لکڑی پر قبضہ نہ کیا ہوگا، اس صورت میں اس حدیث سے مسئلہ مستنبط ہوگا کہ موذی چیز کو ختم کر دینا جائز ہے اگرچہ وہ کسی کی ملکیت ہو دیوانہ کتا جو کسی کا پالتو ہو، مرکھنا بھاگا ہوا بیل، بھیڑیوں کا چھتا، سانپ مار دیئے جائیں، راستے میں کھڑا ہوا کنواں پاٹ دیا جائے جس میں مالک کی اجازت کی ضرورت نہیں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے جنت میں یا شب معراج میں دیکھا یا نماز کسوف میں جبکہ آپ پر جنت پیش کی گئی یا عام حالات میں ١ے سائل نے کوئی پڑھنے کے لئے وظیفہ پوچھا ہوگا، مگر سرکار نے یہ فرمایا کہ آخرت کی نجات صرف وظیفوں پر موقوف نہیں بلکہ مسلمانوں کی خدمت سے بھی میسر ہو جاتی ہے، مرقات نے فرمایا کہ یہ سائل کوئی جلیل القدر صحابی تھے جو سارے نیک اعمال

عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ جِئْتُ فَلَمَّا تَبَیَّنْتُ وَجْهَهٗ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهٗ لَیْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ فَكَانَ اَوَّلَ مَا قَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

علامات نبوت میں بیان کریں گے ۱؎ دوسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سلام سے ۲؎ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میں حاضر ہوا ۳؎ جب میں نے چہرہ انور غور سے دیکھا تو پہچان لیا کہ آپ کا چہرہ پاک کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ۴؎ پہلی بات جو حضور نے فرمائی یہ تھی کہ اے لوگو سلام کو پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ ۵؎ رشتے جوڑو اور جب لوگ سوتے ہوں تو نماز پڑھو سلامتی سے جنت میں چلے جاؤ گے ۶؎ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

پہلے ہی کرتے تھے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ عمل بتا کر اشارۃً سمجھا دیا کہ خدمت خلق بھی ایک اعلٰے نیکی ہے۔ ۱؎ یعنی یہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی لیکن ہم نے مشکوٰۃ میں باب علامات نبوت میں بیان کی، کیونکہ اس کے زیادہ مناسب تھی ۲؎ آپ مشہور صحابی ہیں آپ کی کنیت ابو یوسف ہے، یوسف علیہ السلام کی اولاد میں ہیں، علمائے یہود میں سے ہیں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کے جنتی ہونے کی بشارت دی، مدینہ منورہ میں ۴۳ھ میں وفات ہوئی جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچے، تو آپ ایک باغ میں کھجوریں توڑ رہے تھے تشریف آوری کی خبر پاتے ہی بے تابانہ دوڑے ہوئے آئے کھجوریں گود ہی میں تھیں انہیں رکھنا بھی بھول گئے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھتے ہی دل ایمان لے آیا۔ ۳؎ باغ سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ پر زیارت کے لئے آیا، تو دیکھا کہ اس شمع رسالت صلے اللہ علیہ وسلم کو پروانوں نے گھیرا ہوا ہے لوگ فدا ہو رہے ہیں۔ ۴؎ غور سے دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ میں نے نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ علامات جو توریت شریف میں مذکور تھیں آپ کے چہرہ انور سے ملائیں تو بالکل موافق پائیں، بال برابر فرق نہ تھا، تب میں نے یقین کرلیا کہ آپ کا دعوئے نبوت برحق ہے خطا نہیں، خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب میں کسی نے دعوٰی نبوت نہیں کیا تھا، مگر چونکہ کفار مکہ اور یہود مدینہ نے آپ کو جھٹلایا تھا اس لئے آپ یہ فرمارہے ہیں۔ بعض علماء نے اس کے یہ معنی بیان کیے کہ میں نے فراست سے معلوم کیا کہ جھوٹ بولنے والے کا چہرہ ایسا نورانی نہیں ہوتا، دل کی کیفیت چہرے پر ظاہر ہوتی ہے۔ ۵؎ یعنی میں نے جو پہلی بات سنی وہ یہ تھی چونکہ وہاں ہجوم عاشقاں تھا اس لئے ایھا الناس سے خطاب فرمایا، سلام پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ سلام کو رواج دو، اسلام سے پہلے ملاقات کے وقت سلام کا رواج نہ تھا حَیَّاكَ اللّٰهُ یا بالخیر وغیرہ کہتے تھے، جیسے ہندوستان میں آداب عرض، گڈمارننگ، بندگی، کورنش وغیرہ کہتے تھے سلام نے السلام علیکم کہنا سکھایا، کھانا کھلانے سے مراد ہے، مہمانوں، فقیروں، یتیموں کو کھانا دو، بعض لوگوں نے کہا کہ سلام اونچی آواز سے کہو جو سامنے والا سن لے اور اپنے بچوں کو کھانا دو، مگر پہلے معنے زیادہ قوی ہیں ۶؎ یعنے قرابت داروں کے حق ادا کرو ان حقوق کی تفصیل کتب فقہ

أُعْبُدُوا الرَّحْمٰنَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَأَفْشُوا السَّلَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ وَإِنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ أَنْ تَلْقٰى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ وَأَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِيْ إِنَاءِ أَخِيْكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

رحمٰن کو پوجو کھانا کھلاؤ سلام پھیلاؤ جنت میں سلامتی سے چلے جاؤ گے۱؎ (ترمذی ابن ماجہ) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ صدقہ رب تعالٰے کے غضب کو بجھاتا ہے۲؎ اور بری موت کو دفع کرتا ہے۳؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بھلائی صدقہ ہے اور بھلائی سے یہ بھی ہے کہ تو اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے ملے اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں ڈال دے۱؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا

صدقہ

میں مذکور ہے اور نماز پنجگانہ پر ہی قناعت نہ کرو بلکہ آخری رات میں جب عمومًا لوگ سوتے ہوتے ہیں تو تم نماز تہجد پڑھا کرو، اگر تم نے ان چار باتوں پر عمل کر لیا تو عذاب و حجاب سے سلامت رہو گے اور جنت میں خیریت سے پہنچو گے جہاں تمہیں رب تعالٰے اور فرشتوں کی طرف سے سلام ہوا کریں گے چاری اس خبر سے معلوم ہوا کہ یہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں ہے، چونکہ ابھی تک زکوٰۃ، روزہ، حج و جہاد کے احکام نہیں آئے تھے اس لیے ان کا ذکر نہ فرمایا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۲؎ یہ حدیث کچھ فرق سے ابھی گزر گئی، رحمٰن کو پوجنا بہت جامع فرمان ہے جس میں ہر قسم کی عبادتیں داخل ہیں اگرچہ حدیث زکوٰۃ روزہ وغیرہ کی فرضیت سے پہلے کی ہو جب بھی درست ہے کہ عبادت رحمٰن میں وہ چیزیں بھی آگئیں۲؎ یعنی خیرات کرنے والے سخی کی زندگی بھی اچھی ہوتی ہے کہ اس پر آفات و بلیات دنیوی مصیبتیں آتی نہیں، اور اگر مصیبتیں آ بھی جائیں تو رب تعالٰے کی طرف سے اسے سکون قلبی نصیب ہوتا ہے جس سے وہ صبر کرکے ثواب کما لیتا ہے غرضکہ اس کے مصیبت مصیبت میں فرق ہے کہ یہ نہیں آتی مغفرت کے لیے آتی ہے، مصیبت والی مصیبت خدا تعالٰے کا غضب ہے اور مغفرت والی مصیبت اللہ کی رحمت لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سخیوں پر مصیبتیں آجاتی ہیں، عثمان غنی جیسے سخی بڑی بے دردی سے شہید کیے گئے۳؎ مِیْتَۃُ السُّوْءِ سے یا بیان نوعیت کے لیے ہے بر وزن فعلۃ ہے تو میم کے کسرہ کی وجہ سے واؤ سے بدل گیا، بری موت سے مراد خرابی خاتمہ ہے یا غفلت کی اچانک موت یا موت کے وقت ایسی علامت کا ظہور ہے جو بعد موت بدنامی کا باعث ہو، اور ایسی سخت بیماری کا ہے جو میت کے دل میں گھبراہٹ پیدا کرکے ذکر اللہ سے غافل کردے، غرضکہ سخی بندہ ان تمام برائیوں سے محفوظ رہے گا، میرے پاک نبی سچے، ان کا رب سچا، اللہ تعالٰے ان کے طفیل ہم سب کو سخاوت کی توفیق دے اور یہ نعمتیں عطا فرمائے۱؎ شرح باب میں صدقہ کا معنی عرض کیے جاچکے ہیں، صدقہ حقیقی مال سے ہوتا ہے اور صدقہ حکمی اعمال سے بھی، مسلمان بھائی سے محبت سے ملنا اس کی خوشنودی دل کا ذریعہ ہے اور مسلمان کو خوش کرنا ثواب، لہذا یہ عمل صدقہ، نیز کنوئیں پر جو لوگ پانی لینے کے لیے جمع ہوں ان کے برتنوں میں پانی ڈال دینا بھی ان کی راحت اور خوشی کا ذریعہ ہے لہذا یہ بھی صدقہ، پانی ڈالنا بطور مثال بیان ہوا، مقصد یہ ہے کہ مسلمان بھائی کے ساتھ معمولی بھلائی کرنا بھی ثواب ہے۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَبَسُّمُكَ فِیْ وَجْہِ اَخِیْكَ صَدَقَةٌ وَاَمْرُكَ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَاِرْشَادُكَ الرَّجُلَ فِیْ اَرْضِ الضَّلَالِ لَكَ صَدَقَةٌ وَنَصْرُكَ الرَّجُلَ الرَّدِیْٓءَ الْبَصَرِ لَكَ صَدَقَةٌ وَاِمَاطَتُكَ الْحَجَرَ وَالشَّوْكَ وَالْعَظْمَ عَنِ الطَّرِیْقِ لَكَ صَدَقَةٌ وَاِفْرَاغُكَ مِنْ دَلْوِكَ فِیْ دَلْوِ اَخِیْكَ لَكَ صَدَقَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَیُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَآءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِیُّ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکرا دینا صدقہ ہے۱؎ اور بھلائی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روک دینا صدقہ ہے اور تیرا کسی کو بہک جانے والی زمین میں راہ دکھا دینا تیرے لئے صدقہ ہے۲؎ اور تیرا کسی کمزور نگاہ والے شخص کی مدد کر دینا تیرے لئے صدقہ ہے۳؎ اور تیرا راستہ سے پتھر کانٹا ہڈی ہٹا دینا تیرے لئے صدقہ ہے۴؎ اور تیرا اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا تیرے لئے صدقہ ہے۵؎ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت سعد ابن عبادہ سے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ام سعد وفات پاگئیں تو کونسا صدقہ بہتر ہے۶؎ فرمایا پانی۷؎ لہذا سعد نے کنواں کھدوایا اور فرمایا یہ کنواں ام سعد کا ہے۸؎ (ابوداؤد، نسائی)

۱؎ خوشی کا مسکرانا جس سے سامنے والا سمجھے کہ میرے آنے سے انہیں خوشی ہوئی اس سے وہ بھی خوش ہو جائے۔ تمسخر کا مسکرانا مراد نہیں جس سے دوسرے کو تکلیف ہو کیونکہ وہ تو گناہ ہے۔ ۲؎ سبحان اللہ کیا رب تعالٰی کی مہربانیاں ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس امت کو ملیں، وہ معمولی کام جن میں خرچ ہو نہ تکلیف وہ باعث ثواب بن گئے، کسی کو راستہ بتا دینا یا مسئلہ سمجھا دینا بھی ثواب کا باعث ہو گیا۔ ۳؎ اس طرح کہ اس کی انگلی پکڑ کر جہاں جانا چاہتا ہے وہاں پہنچا دے یا اس کا کام کاج کر دے، سب میں ثواب ہے، کہ اندھوں اور کمزور نظر والوں کی خدمت نعمت آنکھ کا شکریہ ہے، ہر نعمت کا شکر علیحدہ ہے اور شکر پر زیادتی نعمت کا وعدہ ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔ ۴؎ کہ اس سے لوگ تکلیف سے بچیں گے اور تمہیں ثواب ملے گا۔ معلوم ہوا کہ جیسے مسلمان کو نفع پہنچانا ثواب ہے ایسے ہی انہیں تکلیف سے بچانا بھی ثواب ہے، کسی بھلے آدمی کو بدمعاش کی شر سے بچا لینا ثواب ہے اگر کوئی شریف النفس آدمی بیغیرتی میں خبیث النفس سے زخمی کرانا چاہتا ہو اس سے بچا لینا بھی ثواب ہے۔ ۵؎ جب اپنے ڈول سے دوسرے کے ڈول میں پانی ڈال دینا ثواب ہوا تو جس کے پاس ڈول یا رسی ہی نہ ہو اسے پانی دینا تو بہت ہی ثواب ہو گا۔ ۶؎ یعنی میں کونسا صدقہ کروں کہ ان کی روح کو اس کا ثواب بخشوں، اس سے معلوم ہوا کہ بعد وفات میت کو نیک اعمال خصوصاً مالی صدقہ کا ثواب بخشنا سنت ہے، قرآن کریم میں جو فرمایا گیا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ یا فرمایا گیا لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى جس سے معلوم ہوا کہ انسان کو صرف اپنی کی ہوئی نیکیاں فائدہ مند ہیں وہاں بدنی فرائض مراد ہیں اسی لئے وہاں كَسَبَتْ یا سَعٰى ارشاد ہوا یعنی کوئی کسی کی طرف سے فرض نمازیں ادا نہیں کرسکتا، ثواب ہر عمل کا بخش سکتے ہیں۔ لہذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں، قرآن کریم سے تو یہاں تک ثابت ہے کہ نیکوں کی برکت سے بروں کی تکلیفیں ٹل جاتی ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا۔ ۷؎ یعنی ان کی طرف سے پانی کی خیرات

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا عَلٰى عُرْيٍ كَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ وَأَيُّمَا مُسْلِمٍ أَطْعَمَ مُسْلِمًا عَلٰى جُوعٍ أَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ثِمَارِ

روایت ہے ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان کسی ننگے مسلمان کو پہنائے اللہ اسے جنت کے سبز جوڑے پہنائے گا اور جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھلائے تو اللہ اس کو جنت کے پھل

کیونکہ پانی سے دینی و دنیوی منافع حاصل ہوتے ہیں خصوصًا ان گرم و خشک علاقوں میں جہاں پانی کی کمی ہو بعض لوگ سبیلیں لگاتے ہیں اور ختم فاتحہ وغیرہ میں دوسری چیزوں کے ساتھ پانی بھی رکھ دیتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے، نیز اس سے معلوم ہوا کہ پانی کی خیرات بہتر ہے کہ لیے ام سعد کی روح کے ثواب کے لیے ہے یہ لام نفع کا ہے نہ کہ ملکیت کا، اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ثواب بخشتے وقت ایصال ثواب کے الفاظ زبان سے ادا کرنا سنت صحابہ ہے، کہ خدایا اس کا ثواب فلاں کو پہنچے، دوسرے یہ کہ کسی چیز پر میت کا نام آجانے سے وہ شے حرام نہ ہوگی دیکھو حضرت سعد نے اس کنوئیں کو اپنی مرحومہ ماں کے نام پر منسوب کیا، وہ کنواں اب تک باقی ہے اور اس کا نام بئر ام سعد ہے، فقیر نے اس کا پانی پیا ہے یہ مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے خلاف نہیں، کہ وہاں وہ جانور مراد ہیں جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیے جائیں، یہ خیال رہے کہ یہ حدیث چند اسنادوں سے مروی ہے چنانچہ ابوداؤد کی ایک اسناد میں یوں ہے عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ السَّبِيعِيِّ عَنْ رَجُلٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ چونکہ اس میں عَنْ رَجُلٍ آگیا لہذا یہ اسناد مجہول ہوگئی، دوسری اسناد میں یوں ہے عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ سَعْدًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ یہ اسناد ابوداؤد و نسائی و ابن حبان میں بھی ہے، تیسری اسناد یوں ہے عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَالْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ كِلَاهُمَا عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ یہ دونوں اسنادیں منقطع ہیں کیونکہ سعید ابن مسیب اور حسن بصری کی ملاقات حضرت سعد ابن عبادہ سے نہیں ہوئی (از مرقات)، مگر یہ انقطاع وجہالت کوئی مضر نہیں، چند وجوں سے ایک یہ کہ یہ حدیث اس بنا پر زیادہ سے زیادہ ضعیف ہوسکتی ہے اور حدیث ضعیف فضائل اعمال اور ثبوت استحباب میں کافی ہوتی ہے دیکھو کتب فقہ اور شامی وغیرہ ایصال ثواب فرض یا واجب نہیں صرف سنت مستحبہ ہے، دوسرے یہ کہ یہ کسی حدیث صحیح کے متعارض نہیں، کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ ایصال ثواب حرام ہے تاکہ یہ حدیث چھوڑ دی جائے، تیسرے یہ کہ اس حدیث کی تائید بہت سی احادیث صحیحہ سے ہوتی ہے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ایک قربانی اپنی امت کی طرف سے کرتے تھے، اور فرماتے تھے الٰہی اسے قبول کرلے امت مصطفٰی کی طرف سے (مسلم، بخاری)، اور سیدنا علی مرتضٰی ہمیشہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرتے رہے فرماتے تھے مجھے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے (ابوداؤد، ترمذی)، چوتھے یہ کہ اس حدیث کی تائید قرآنی آیات سے بھی ہوتی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ اور فرماتا ہے وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول اور فہرست القرآن میں ملاحظہ کیجئے، پانچویں یہ کہ ہمیشہ سے سارے مسلمان ایصال ثواب پر عمل کرتے رہے، اور عمل امت کی وجہ سے حدیث ضعیف بھی قوی ہوجاتی ہے دیکھو ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم اور شامی وغیرہ، چھٹے یہ کہ جب امام بخاری کی تعلیق قبول جس میں وہ اسناد بیان ہی نہیں کرتے سیدھا کہہ دیتے ہیں قال ابن عباس کیونکہ امام بخاری ثقہ ہیں تو حضرت سعید ابن مسیب اور خواجہ حسن بصری کا انقطاع بھی قبول کیونکہ یہ دونوں حضرات امام بخاری [illegible]

اجتنبوا ایما مسلم سقی مسلما علی ظمأ سقاہ اللہ من الرحیق المختوم رواہ ابو داؤد والترمذی

وعن فاطمۃ بنت قیس قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی المال لحقا

سوی الزکوۃ ثم تلا لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب الایۃ رواہ الترمذی

وابن ماجۃ والدارمی وعن بہیسۃ عن ابیھا قالت قال یا رسول اللہ ما الشیء

الذی لا یحل منعہ قال الماء قال یا نبی اللہ ما الشیء الذی لا یحل منعہ قال

الملح قال یا نبی اللہ ما الشیء الذی لا یحل منعہ قال ان تفعل الخیر خیر لک

کھلا دیگا اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے تو اللہ اسے مہر والی پاک و صاف شراب پلائے گا (ابو داؤد، ترمذی) روایت ہے حضرت فاطمہ بنت قیس سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مال میں زکوٰۃ کے سوا اور بھی حقوق ہیں پھر حضور نے یہ آیت تلاوت کی کہ بھلائی صرف یہ نہیں کہ تم اپنے منہ پورب اور پچھم کو کرو الخ آیت (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت بہیسہ سے وہ اپنے والد سے راوی فرماتی ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کونسی چیز ہے جس کا منع کرنا جائز نہیں فرمایا پانی پھر عرض کیا یا نبی اللہ وہ کونسی چیز ہے جس کا منع کرنا جائز نہیں فرمایا نمک پھر عرض کیا یا نبی اللہ وہ کونسی چیز ہے جس کا منع کرنا جائز نہیں فرمایا ہر اچھا کام کرنا تمہارے لئے بہتر ہے

یعنی عمل کی جزا بہ حال و مناسب ہے حضرت سعد کا واقعہ بیان کر دیا یعنی پہنانے والا بھی مسلمان ہو اور پہننے والا بھی خصوصاً نمازی ہو خواہ اسے ایک کپڑا پہنائے یلبسون ثیابا خضرا الخ غرضکہ مسلمان کی حاجت روائی رب تعالٰی کو بڑی پیاری ہے کھانا پینا اور لباس کی حاجت عام ہیں لہٰذا یہ خیرات بڑی مقبول ہے جنت میں پانی دودھ شہد وغیرہ کی نہریں بھی ہوں گی رب تعالٰی فرماتا ہے فیھما عینان تجریان اور بعض شرابوں کی سربمہر بوتلیں بھی رب نے فرمایا ہے یسقون من رحیق مختوم الخ لہٰذا آیات متعارض نہیں اور نہ یہ حدیث آیتوں کے خلاف جن میں سے بعض فرض ہیں جیسے قرض پوری کرنا یا حج اور بعض واجب جیسے فطرہ اور قربانی اور بعض نفل جیسے بھکاریوں کو بھیک دینا یا ضرورتمندوں کو قرض دینا یا ضرورت پر ڈول ہانڈی پیالہ وغیرہ عاریۃً دینا یا پڑوسیوں کو آگ نمک وغیرہ دینا یہ حدیث ان سب کو جامع ہے اس آیت میں آگے ہے واٰتی المال علی حبہ ذوی القربٰی والیتٰمٰی والمسٰکین الخ لہٰذا یہ آیت حدیث کی مؤید ہے صحیح یہ ہے کہ حضرت بہیسہ خود بھی صحابیہ ہیں مگر آپ کی احادیث بہت کم ہیں یہاں جواز سے مراد شرعی جواز نہیں بلکہ عرفی جواز ہے یعنی مروت وغیرہ کہ ان چیزوں کا منع کرنا خلاف مروت ہے اور یہ بھی وہاں ہے جہاں پانی اور نمک کی خود مالک کو ضرورت نہ ہو ورنہ بعض وہ علاقے جہاں پانی کمیاب بلکہ نایاب ہے وہاں ضرورت کے وقت پانی نہ دینا خلاف مروت نہ ہوگا یہی حال نمک کا ہے یہ عام حکم ہے یعنی اس کی تفصیل کہاں تک بیان کی جائے جو نیکی بن پڑے کر گزرو وقت کی قدر کرو کہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں رب تعالٰی فرماتا ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ شعر

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کرلے ٭ اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے

رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْيٰى أَرْضًا مَيْتَةً فَلَهٗ فِيْهَا أَجْرٌ وَمَا أَكَلَتِ الْعَافِيَةُ مِنْهُ فَهُوَ لَهٗ صَدَقَةٌ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَنَحَ مَنِيْحَةَ لَبَنٍ أَوْ وَرِقٍ أَوْ هَدٰى زُقَاقًا كَانَ لَهٗ مِثْلُ عِتْقِ رَقَبَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ أَبِيْ جُرَيٍّ جَابِرِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ أَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَرَأَيْتُ رَجُلًا يَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَأْيِهٖ لَا يَقُوْلُ شَيْئًا إِلَّا صَدَرُوْا عَنْهُ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا

ابوداؤد روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اُفتادہ زمین کو آباد کرے۱؎ تو اس میں اسے ثواب ہے اور جو جانور اس سے کھا جائیں تو وہ اس کیلئے صدقہ ہے۲؎ (دارمی) روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو دودھ کا جانور عاریۃً دے یا چاندی قرضہ دے یا کسی کو راستہ بتادے۳؎ تو اسے غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے۴؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوجری جابر ابن سلیم سے فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا تو میں نے ایک صاحب کو دیکھا کہ لوگوں کی رائے ان کی رائے پر ہیں۵؎ وہ کوئی بات نہیں کہتے مگر لوگ اس پر عمل کرتے ہیں۶؎ میں نے پوچھا یہ

میاں محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

صدا نہ بلبل باغیں بولے صدا نہ باغ بہاراں ؎ صدا نہ حسن جوانی مانپے صدا نہ صحبت یاراں

۱؎ یعنی اپنی محنت سے بنجر زمین کو قابل کاشت بنادے وہ بہت ثواب کا مستحق ہے کیونکہ اس میں لوگوں کے رزق کا انتظام ہے حکومتیں اپنے غیر آباد علاقے لوگوں کو مفت دیتی ہیں ان کا ٹیکس معاف کر دیتی ہیں بلکہ ہزار ہا روپے سے آباد کرنیوالوں کی امداد کرتی ہیں ان کا ماخذ یہی حدیث ہے اس کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ان شاء اللہ میاں ہوگا۔ ۲؎ اسکی بحث پہلے ہو چکی کہ کبھی بغیر ارادہ نیکی ہو جانے پر بھی ثواب مل جاتا ہے، عافیہ عفیٌ سے بنا ہے طلب رزق یعنی رزق کا متلاشی اب جانوروں اور پرندوں کو کہتے ہیں مرقات نے فرمایا کہ یہ ثواب تب ملیگا جبکہ اس پر صبر و شکر کیا جاوے۔ ۳؎ یعنی کسی کو دودھ کا جانور کچھ روز کے لئے عاریۃً دیدیا کہ وہ اس کا دودھ پی لے یا کسی حاجتمند کو کچھ روپیہ قرض دیدیا یا نابینا یا ناواقف کو راستہ بتادینے کا ثواب غلام آزاد کرنے کی برابر ہے جب قرض دینے کا یہ ثواب ہوا تو خیرات دیدینے کا کتنا ہوگا خود سوچ لو اسلئے یہ حدیث صدقات کے باب میں لائے علماء کرام فرماتے ہیں کہ کبھی قرض خیرات و صدقہ دینے سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ صدقہ تو غیر حاجتمند بھی لے لیتا ہے مگر قرض بضرورت مند ہی لیتا ہے۔ ۴؎ حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی معمولی نیکی کا ثواب بڑے سے بڑے کام سے بڑھ جاتا ہے پیاسے کو ایک گھونٹ پانی پلا کر اس کی جان بچا لینے کا ثواب سینکڑوں روپیہ خیرات کرنے سے زیادہ ہے، اس لئے حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں نیکیوں کا ثواب بقدر عقل ملے گا۔ ۵؎ صحیح یہ ہی ہے کہ آپ کا نام جابر ابن سلیم ہے، بعض نے سلیم ابن جابر بھی کہا ہے، مگر یہ غلط ہے، صحابی ہیں مگر بہت ہی کم احادیث آپ سے مروی ہیں دیہات کے رہنے والے تھے کام کے لئے کبھی مدینہ پاک آتے تھے اس بار جو آئے تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات نصیب ہوا جس کا واقعہ یہاں مذکور ہے۔ ۶؎ یعنی آپ کی ہر بات مانتے ہیں، وجہ نہیں پوچھتے صَدَرٌ کے معنی صدور سے بنا جس کے معنے ہیں بے سمجھے سوچے چل پڑنا۔

هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ قَالَ لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَيِّتِ قُلِ السَّلَامُ عَلَيْكَ قُلْتُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِيْ اِنْ اَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهٗ كَشَفَهٗ عَنْكَ وَاِنْ اَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهٗ اَنْبَتَهَا لَكَ وَاِذَا كُنْتَ بِاَرْضٍ قَفْرَاءَ اَوْ فَلَاةٍ فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ فَدَعَوْتَهٗ رَدَّهَا عَلَيْكَ قُلْتُ اِعْهَدْ اِلَيَّ قَالَ لَا تَسُبَّنَّ اَحَدًا قَالَ فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهٗ حُرًّا وَلَا عَبْدًا وَ

کون صاحب ہیں لوگ بولے یہ رسول اللہ ہیں ۱ فرماتے ہیں میں نے دو بار عرض کیا علیک السلام یا رسول اللہ ۲ تو فرمایا علیک السلام نہ کہو کیونکہ علیک السلام مردوں کا ابتدائی سلام ہے ۳ بلکہ کہو السلام علیک ۴ میں نے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ ہیں فرمایا میں اللہ کا ایسا رسول ہوں کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے اور تم اس سے دعا کرو تو وہ تمہاری تکلیف دور کر دے اور اگر تمہیں قحط سالی پہنچے تم اس سے دعا کرو تو تمہارے لیے پیداوار اگا دے ۵ اور جب تم چٹیل زمین یا جنگل میں ہو اور تمہاری سواری گم ہو جائے پھر اس سے دعا کرو تو اللہ وہ تمہیں واپس لوٹا دے ۶ میں نے عرض کیا مجھے نصیحت کیجئے فرمایا کسی کو گالی نہ دینا فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے کسی آزاد یا غلام اور

۱ یعنی میں نے ظاہری احکام اور بادشاہوں کے خدام بھی دیکھے مگر کسی کے خدام ایسے جاں نثار خدام نہ پائے مجھے تعجب ہوا کہ ان کی شان تو شاہانہ نہیں مگر فرمان شاہانہ ہیں اسلئے تعجب سے پوچھا۔ ۲ مگر آپ نے جواب نہ دیا کیونکہ سلام غلط تھا معلوم ہوا کہ صحیح سلام کا جواب دینا واجب ہے غلط سلام کو درست کرنا ضروری ہے جیسا کہ آج کل بعض جہلاء سلام یا سلام کہتے ہیں، یا آداب عرض تسلیمات عرض ان میں سے کسی کا جواب دینا واجب نہیں، بلکہ انہیں سلام سکھانا چاہیے۔ ۳ اس جملہ کے بہت سے معنے کئے گئے ہیں ایک یہ کہ قبرستان میں جا کر مردوں کو علیک السلام کہو، مگر یہ غلط ہے کیونکہ وہاں بھی السلام علیکم کہنا سنت ہے دوسرے یہ کہ کفار عرب قبرستان جا کر مردوں کو یہ سلام کرتے تھے۔ تیسرے یہ کہ جب مردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو علیک السلام کہتے ہیں چوتھے یہ کہ علیک السلام کہنا مردوں کے لئے مناسب ہے، زندے سلام تو السلام علیکم سے کریں اور جواب میں وعلیکم السلام بولیں واللہ اعلم فقیر کے نزدیک تیسری توجیہ قوی ہے۔ ۴ لہذا جب ایک دوسرے سے ملو تو السلام علیک کہو یہ ہے ملاقات کے وقت تحیت کیلئے اور درود شریف کے وقت پر صلوۃ و سلام جمع کرنا کہ رب تعالٰی فرماتا ہے صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ۵ مرقات نے فرمایا کہ یہاں تینوں صیغے متکلم کے ہیں، اور اَلَّذِیْ رسول کی صفت ہے یعنی میں وہ رسول ہوں کہ میری دعا سے اللہ تعالٰی تو تمہاری مصیبتیں ٹال دیتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے ہیں، اور ہو سکتا ہے کہ تینوں صیغے مخاطب کے ہوں، اور اَلَّذِیْ اللہ تعالٰی کی صفت ہو یعنی میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ اگر تو مصیبتوں میں میرے وسیلہ سے اس سے دعائیں کرے تو پروردگار تیری آفتیں ٹال دے مرقات، وسیلہ کی اس لئے قید لگائی کہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پہچان کرا رہے ہیں، ورنہ خدا کو تو پہلے ہی پہچانتا تھا۔ فقیر کے نزدیک پہلے معنے زیادہ مناسب ہیں کیونکہ اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت زیادہ ہے جو یہاں اصل مقصود ہے لیکن دوسرے معنے کی بنا پر اس حدیث سے ثابت ہوگا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حاضر اور غائب غلاموں کے دکھ درد کے

لَا بَعِيْرًا وَلَا شَاةً قَالَ وَلَا تَحْقِرَنَّ شَيْئًا مِّنَ الْمَعْرُوْفِ وَاَنْ تُكَلِّمَ اَخَاكَ وَاَنْتَ مُنْبَسِطٌ اِلَيْهِ وَجْهُكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنَ الْمَعْرُوْفِ وَارْفَعْ اِزَارَكَ اِلٰى نِصْفِ السَّاقِ فَاِنْ اَبَيْتَ فَاِلَى الْكَعْبَيْنِ وَاِيَّاكَ وَاِسْبَالَ الْاِزَارِ فَاِنَّهَا مِنَ الْمَخِيْلَةِ وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمَخِيْلَةَ وَاِنِ امْرُؤٌ شَتَمَكَ وَعَيَّرَكَ بِمَا يَعْلَمُ فِيْكَ فَلَا تُعَيِّرْهُ بِمَا تَعْلَمُ فِيْهِ فَاِنَّمَا وَبَالُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ مِنْهُ حَدِيْثَ السَّلَامِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَيَكُوْنُ لَكَ اَجْرُ ذٰلِكَ وَوَبَالُهٗ عَلَيْهِ ○ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهُمْ ذَبَحُوْا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَقِيَ مِنْهَا قَالَتْ مَا بَقِيَ مِنْهَا اِلَّا كَتِفُهَا

اونٹ نہ بکری کو گالی دی فرمایا اور کسی بھلائی کو حقیر نہ جانو اگرچہ یہ بات ہو کہ تم اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے کلام کرو یہ بھی نیکی ہے اور اپنا تہبند آدھی پنڈلی تک رکھو اگر نہ مانو تو ٹخنوں تک اور تہبند نیچا رکھنے سے ہمیشہ بچو کہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالٰی تکبر کو پسند نہیں کرتا اور اگر کوئی شخص تمہیں گالی دے اور تمہیں کسی ایسے عیب سے عار دلائے جو وہ تم میں جانتا ہے تو تم اسے ایسے عیب سے عار نہ دلاؤ جو تم اس میں جانتے ہو کیونکہ اس کا وبال اس پر ہے (ابوداؤد) اور ترمذی نے اس سے سلام کی حدیث نقل کی اور ایک روایت میں ہے کہ تم کو اس کا ثواب ملے گا اور اس پر اس کا وبال ہوگا روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ انہوں نے بکری ذبح کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں سے کیا باقی رہا بولیں اس کے شانہ کے سوا کچھ نہ بچا

بہر حال یہ روایتیں دوسری جگہ ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا غرضکہ سب سے خوش خلقی سے ملو تب تو حدیث بالکل ظاہر ہے کہ مسلمان سے خوش خلقی سے ملنا اور ہر کام کرنا ہے تو اگرچہ بعض وقت کسی کا بدلہ لینا جائز تو ہے مگر اس سے بچنا بہتر ان صحابی نے اس پر عمل کیا کہ پھر کبھی تھوڑی سی بھلائی کی توفیق ملے تو معمولی نہ سمجھو اور بھی بہت سی شکل اور مواقع پر قیمت معلوم ہوتی ہے تھوڑی نیکی بھی کبھی نجات کا ذریعہ ہو جاتی ہے اور تھوڑے گناہ سے اللہ کی بڑی نیکیاں بھی ضائع ہو جاتی ہیں اس لیے علم رکھنا ہے کہ ٹخنوں سے نیچے پاجامہ یا تہبند لٹکانا بطریق تکبر حرام ہے اور بے پرواہی سے خلاف اولٰی مگر افضل یہ ہی ہے کہ آدھی پنڈلی تک کے پاجامے صوفیوں کی علامت ہیں جیسے ہمیشہ سر منڈانا لہٰذا ٹخنوں کے اوپر رکھے عورتوں کا تہبند یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے چاہیے یہ انتہائی حسن اخلاق کی تعلیم ہے کہ اگر کوئی تمہارے عیب کھولے تو تم اس کے عیب نہ کھولو کسی نے کیا خوب کہا شعر

بدی را بدی سہل باشد جزا　　　　اگر مردے اَحْسِنْ اِلٰى مَنْ اَسَآءَ

مگر یہ اپنے ذاتی معاملات میں ہے اور وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ اگر کوئی بدنصیب اللہ کے محبوبوں کو عیب لگائے تو اس کے سارے چھپے عیب کھول دینا سنت الٰہیہ ہے دیکھو ولید ابن مغیرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہا تو رب تعالٰی نے سورۂ ن میں اس کے دس عیب کھولے حتّٰی کہ آخر میں فرمایا عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ کہ وہ حرام کا تخم ہے لہٰذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں اپنے دشمن کو معافی دینا کمال ہے اور دین کے دشمنوں سے بدلہ لینا کمال ہے خیال رہے کہ ذاتی معاملات میں کسی مسلمان کے عیب کھولنا سخت جرم ہے جس کا وبال بہت ہے مگر دینی معاملات میں بعض مسلمانوں کے عیب کھولنا عبادت ہے محدثین حدیث کے راویوں کے عیوب بیان کر جاتے ہیں غیبت

قَالَ بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ ؛ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا إِلَّا كَانَ فِي حِفْظٍ مِنَ اللهِ مَادَامَ عَلَيْهِ مِنْهُ خِرْقَةٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ يَرْفَعُهُ قَالَ ثَلٰثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللهُ رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُو كِتَابَ اللهِ وَرَجُلٌ يَتَصَدَّقُ بِصَدَقَةٍ بِيَمِينِهِ يُخْفِيهَا أُرَاهُ قَالَ مِنْ شِمَالِهِ وَرَجُلٌ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ فَانْهَزَمَ أَصْحَابُهُ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ

فرمایا سوائے دستی کے سب باقی رہ گیا[1] ترمذی اور ترمذی نے اسے صحیح فرمایا روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کپڑا نہیں پہناتا مگر جب تک اسکے بدن پر اسکا ایک چیتھڑا بھی رہے یہ اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے[2] احمد ترمذی روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے وہ مرفوع کرتے ہیں فرمایا تین شخصوں سے اللہ محبت کرتا ہے[3] ایک وہ جو رات کو اٹھ کر قرآن پڑھے[4] دوسرا وہ جو اپنے داہنے ہاتھ سے خیرات کرے اور اسے چھپائے میرا خیال ہے کہ فرمایا اپنے بائیں ہاتھ سے[5] تیسرا وہ جو کسی لشکر میں تھا اسکے ساتھی بھاگ گئے وہ دشمن کے مقابل رہا[6]

یا عیب لگانے کے لئے نہیں بلکہ حدیث کا درجہ معین کرنے کیلئے کہ اس کے راویوں میں چونکہ فلاں عیب ہے، لہذا یہ حدیث ضعیف ہے فضائل اعمال میں کام آسکے گی احکام میں کام نہ دے گی۔ [1] بکری ذبح کرنے والے بعض صحابہ کرام تھے یا بعض ازواج پاک اور دوسرے احتمال کو محدثین نے ترجیح دی ہے چونکہ ازواج پاک کو اہل بیت بھی کہا جاتا ہے اور یہ لفظ مذکر ہے اس لئے جمع مذکر کا صیغہ ارشاد ہوا حضرت سارہ زوجہ ابراہیم علیہما السلام سے عرض کیا تھا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَکٰتُهٗ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ یعنی سارا گوشت خیرات کر دیا صرف شانہ یعنی دستی خانہ گھر کے خرچ کیلئے رکھا گیا ہوگا، اور یہ بکری صدقہ کیلئے ذبح کی گئی ہوگی لہذا صدقہ کا گوشت گھر کے خرچ کیلئے نہیں رکھا جاتا یعنی جو راہ خدا میں صدقہ دیدیا گیا وہ باقی ورنہ زوال ہوگیا، اور جو اپنے کھانے کیلئے رکھا گیا وہ ہضم ہوکر فنا ہوجاتا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ [2] یعنی جب تک فقیر کے جسم پر اس کپڑے کی ایک چیتھڑا باقی ہے تب تک اللہ تعالٰی پہنانے والے کو آفات دنیاوی سے محفوظ رکھتا ہے کیونکہ صدقہ آفتوں سے بچانے میں بے مثال ہے یا مطلب یہ ہے کہ تب تک اللہ اس کی عیب پوشی فرماتا رہتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی ستر پوشی کرے تو اللہ اس کی عیب پوشی کرتا ہے۔ یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے یہ تو کپڑا پہنانے کا دنیاوی فائدہ ہوا اخروی فائدہ تو ہمارے خیال سے وراء ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس قدر صدقہ کی بقا اسی قدر اس کے فائدہ کی بقا لہذا صدقہ جاریہ بہت ہی اعلے ہے [3] خاص نوعیت کی محبت، ورنہ عمومی محبت تو اللہ تعالٰی ہر مومن سے کرتا ہے، بعض کا مقابل صحابہ کرام سے اور قسم کی محبت فرماتا ہے، اور مختلف قسم کے شخصوں سے اور اقسام کی محبت ایسی حال رضائے الٰہی کا ہے، رب تعالٰی کی محبت خاص کی علامت یہ ہے کہ اسے نیک اعمال کی توفیق بخشتا ہے، اور گناہوں سے بچاتا ہے۔ اللہ ہم سب کو نصیب کرے [4] یا نماز تہجد میں یا ویسے ہی علاوہ نماز کے معلوم ہوا کہ آخر رات کی تلاوت و نماز بہت اعلیٰ ہے، کہ اس میں ریا کا شائبہ نہیں اس میں وہ حفاظ قرآن والے طلباء بھی شامل ہیں جو آخر شب میں قرآن پاک یاد کریں [5] یہ چھپانے کے مبالغہ کے لئے ہے یعنی وہ اپنے دن دفتر زندہ اور خاص دوستوں سے بھی اس صدقہ کو نہ

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا الْحَدِيْثُ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ اَحَدُ رُوَاتِهٖ اَبُوْبَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ كَثِيْرُ الْغَلَطِ

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ وَثَلٰثَةٌ يُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ فَاَمَّا الَّذِيْنَ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ فَرَجُلٌ اَتٰى قَوْمًا فَسَاَلَهُمْ بِاللّٰهِ وَلَمْ يَسْاَلْهُمْ لِقَرَابَةٍ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهُمْ فَمَنَعُوْهُ فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِاَعْيَانِهِمْ فَاَعْطَاهُ سِرًّا لَا يَعْلَمُ بِعَطِيَّتِهٖ اِلَّا اللّٰهُ وَالَّذِيْ اَعْطَاهُ وَقَوْمٌ سَارُوْا لَيْلَتَهُمْ حَتّٰى اِذَا كَانَ النَّوْمُ اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِمَّا يُعْدَلُ بِهٖ

ترمذی اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث محفوظ نہیں اس کے ایک راوی ابوبکر ابن عیاش ہیں جو بہت غلطیاں کرتے ہیں ۱؎ روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی تین شخصوں سے محبت کرتا ہے اور تین سے سخت ناراض ہے ۲؎ جن سے محبت کرتا ہے ایک تو وہ شخص ہے جو کسی قوم کے پاس پہنچا ۳؎ ان سے اللہ کے نام پر کچھ مانگا اپنی آپس کی قرابت کی وجہ سے نہ مانگا لوگوں نے اسے منع کردیا تو ان ہی میں سے ایک شخص پیچھے ہٹا اسے چھپ کر کچھ دے دیا جس کا عطیہ اللہ کے سوا اور اس دینے والے کے سوا کوئی نہیں جانتا ۴؎ اور ایک وہ قوم جو رات بھر چلتی رہی حتی کہ جب انہیں نیند ہر اس چیز سے پیاری ہوگئی تو

نہیں کرتا نہ کہ ریا کا شائبہ بھی نہ پیدا ہو جائے۔ خیال رہے کہ صدقہ فرض اگر ظاہر کرکے دیا افضل ہے تاکہ فسق کی تہمت سے بچے اور صدقہ نفل اگر چھپا کر دیا بہتر ہاں چندہ وغیرہ پر صدقہ کا اعلان تاکہ دوسروں کو بھی دینے کی رغبت ہو بہتر ہے مختلف حالات کے مختلف احکام ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ۵؎ اپنی فوج کے بھاگ جانے پر اور خود اکیلے رہ جانے پر دشمن کے مقابل ڈٹ جاتا ہو یا اپنی موت کو دعوت دیتا ہے مگر چونکہ کلمۃ اللہ بلند کرنے کے لئے مرجانا بھی عبادت ہے اس لئے یہ غازی اللہ کا بڑا محبوب ہے اور اس پر خودکشی کا الزام نہ آیا اگر بحالت جنگ یہ حدیث ہر غازی کے سامنے رہے تو ان شاء اللہ اسلامی فوج کے قدم اکھڑ سکتے ہی نہیں مرقات نے فرمایا کہ یہ تینوں شہید ہو رہے ہیں۔ ۶؎ ان تینوں کے ایک ساتھ فضائل بیان کئے گئے تہجد گزار اس وقت سونے والوں کی مخالفت کرتا ہے اور نفس و نیند کا مقابلہ کہ اس وقت نفس کو نیند پیاری ہوتی ہے اور یہ ہے اللہ کا ذکر پیارا اور سخی اپنے مال میں جہاد کرتا ہے اور اپنے نفس کا مقابلہ کہ نفس مال سے محبت کرتا ہے اور یہ خالق مال سے اور وہ ڈٹنے والا غازی تو نہایت ظہور رہا ہے کہ اگر وہ نفسانیت یا ناموری کیلئے گیا ہوتا تو ایسے نازک موقعہ پر میدان میں کبھی نہ ٹھہرتا۔ ۷؎ یہ حضرت اپنے وقت کے امام تھے مگر حافظہ کمزور تھا اس لئے ضعیف ہیں مگر اسی مضمون کی احادیث آگے دوسری بھی مروی ہیں جو اگرچہ یہ ہیں جن میں کچھ فرق کے ساتھ ایک آگے بھی آرہی ہے لہذا یہ حدیث ضعیف نہیں ۸؎ شفقت و رقت ہے ان سے محبت کرنے کیلئے پہلے مذکور ہو گئے کہ خصوصی محبت مراد ہے ناراضی سے بھی خصوصی ناراضی مراد ہے ورنہ رب تعالٰی تمام کفار اور فساق سے ناراض ہے لہذا حدیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں ۹؎ یہ پیچھے والا اور مانگنے والا خدا کا محبوب نہیں تو وہ دینے والا ہے جسکا ذکر آگے کر رہا ہے کہ صدقہ کی اہمیت ہونے کیلئے یہ پورا واقعہ بیان فرمایا از لمعات ۱۰؎ اگرچہ قرابت دار فقیر کو دینے میں دگنا ثواب ہے مگر یہاں اس سخی کا اس اجنبی فقیر کو خیرات دینا بابت ہی کمال ہوا کیونکہ یہاں سوا رضائے الہی کے اور کوئی چیز فقیر کی ممنونیت وغیرہ ملحوظ نہ تھی۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ

فَوَضَعُوْا رُءُوْسَهُمْ فَقَامَ يَتَمَلَّقُنِيْ وَيَتْلُوْ اٰيَاتِيْ وَرَجُلٌ كَانَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَلَقِيَ الْعَدُوَّ
فَهُزِمُوْا فَاَقْبَلَ بِصَدْرِهٖ حَتّٰى يُقْتَلَ اَوْ يُفْتَحَ لَهٗ وَالثَّلٰثَةُ الَّذِيْنَ يُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ الشَّيْخُ
الزَّانِيْ وَالْفَقِيْرُ الْمُخْتَالُ وَالْغَنِيُّ الظَّلُوْمُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ ؎ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْاَرْضَ جَعَلَتْ تَمِيْدُ فَخَلَقَ الْجِبَالَ

سو گئے تو یہ کھڑے ہو کر میری خوشامد کرنے لگا اور میری آیات تلاوت کیں اور وہ شخص جو کسی لشکر میں تھا دشمن سے جنگ کی لوگ بھاگ پڑے تو یہ اپنا سینہ تان کر کھڑا ہو گیا حتی کہ قتل کر دیا گیا یا اس کی وجہ سے فتح ہو گئی اور وہ تین جن سے اللہ سخت ناراض ہے ایک بوڑھا زانی سے اور متکبر فقیر سے اور ظالم غنی سے (ترمذی، نسائی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ نے زمین پیدا کی تو وہ ہلنے لگی تو پہاڑ پیدا فرمائے

قرابت داروں کو خیرات دینا افضل ہے ۲؎ اعطاء میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے لینے والا فقیر مراد ہو، دوسرے یہ کہ اس سے دینے والا سخی مراد ہو، دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں، مطلب یہ ہے کہ اس سخی نے اپنا منہ چھپا کر یا اندھیرے میں اس طرح دیا کہ فقیر کو بھی پتہ نہ چلا کہ کون دے گیا چونکہ اس شخص نے صدقہ بھی دیا، اس قوم کی مخالفت بھی کی، اور فقیر کی ٹوٹی آس بھی پوری کی اس لئے یہ خدا کا زیادہ پیارا ہوا ۳؎ ملک عرب میں عموماً رات میں سفر ہوتا ہے اور تھکن اتارنے کے لئے مسافر آخر رات میں آرام کر لیتے ہیں چونکہ اس تہجد خواں نے تین پیاریاں کیں اس لئے یہ خدا تعالٰی کو زیادہ محبوب ہوا ایسی حالت میں نیند پر عبادت کو ترجیح دینا، سب کو سوتا دیکھ کر بھی نہ سونا، عابدوں میں عبادت آسان ہے، غافلوں میں مشکل ۴؎ اور تہجد کی نماز تملق حق ہے یتملق بنا ہے ملق سے بمعنی دوستی و نرمی، ناجائز نرمی کا نام چاپلوسی ہے، اور جائز نرمی کا نام خوشامد، نیاز مندی وغیرہ، یہاں دوسرے معنی میں ہے، صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ خوشامد اہل عرفان اور محبوب رب تعالٰی کے درمیان خاص تعلق کا باعث ہے ۵؎ یہاں قتل سے مراد ہے ۶؎ اس طرح کہ اس اکیلے کی جرأت و ہمت دیکھ کر بھاگنے والوں میں دلیری کا پیدا ہوئی پلٹ پڑے اور جم کر لڑے جیسا کہ غزوہ حنین میں ہوا کہ اس دن سارے غازیوں کے قدم اکھڑ گئے تھے، سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں جمے رہے، پھر وہی صحابہ پلٹ پڑے جم کر لڑے، اور میدان جیت لیا رضی اللہ تعالٰی عنہم ۷؎ ظاہر یہ ہے کہ شیخ بمعنی بوڑھا ہے، نہ کہ شادی شدہ جوان، چونکہ بڑھاپے میں موت قریب نظر آتی ہے، شہوانی قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں، بوڑھا بتکلف ہی صحبت کر سکتا ہے اس لئے اس کا زنا انتہائی خباثت کی دلیل ہے، کہ اسے نہ موت کا خوف نہ اللہ و رسول کی شرم ۸؎ اگرچہ ہر تکبر برا ہے، مگر فقیر کا تکبر زیادہ برا کہ اس کے پاس اس کے اسباب نہیں اس میں شیطان کے دھوکے سے اپنے کو بڑا جانتا ہے، خیال رہے کہ تکبر، استغنا اور تعفف میں بڑا فرق ہے، اور مسلمانوں کو اپنے سے حقیر جاننا تکبر ہے اور اپنے کو ان سے بے نیاز سمجھنا صرف اللہ رسول ہی کا محتاج جاننا ایک اعلٰی وصف ہے اسی کو استغنا وغیرہ کہتے ہیں، اسی کو اعلٰی حضرت قدس سرہٗ نے یوں بیان فرمایا ؎ شعر

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں ٭ کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

ع کیوں منہ دیکھے نیاز ہو تجھ سے جسے نیاز ہو، مرقات نے فرمایا کہ کفار اور متکبروں کے مقابلے میں تکبر کرنا عبادت ہے، اشعۃ اللمعات نے

فَقَالَ بِهَا عَلَيْهَا فَاسْتَقَرَّتْ فَعَجِبَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ شِدَّةِ الْجِبَالِ فَقَالُوْا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْجِبَالِ قَالَ نَعَمِ الْحَدِيْدُ فَقَالُوْا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْحَدِيْدِ قَالَ نَعَمِ النَّارُ فَقَالُوْا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ النَّارِ قَالَ نَعَمِ الْمَاءُ فَقَالُوْا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْمَاءِ قَالَ نَعَمِ الرِّيْحُ فَقَالُوْا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الرِّيْحِ قَالَ نَعَمْ اِبْنُ اٰدَمَ تَصَدَّقَ صَدَقَةً بِيَمِيْنِهٖ

انہیں زمین میں اتارا تو زمین ٹھہر گئی۲ تو فرشتوں نے پہاڑوں کی مضبوطی پر تعجب کیا بولے الٰہی کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں لوہا ہے تو عرض کیا الٰہی کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں آگ ہے تو عرض کیا مولا کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز آگ سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں پانی ہے۳ بولے یا رب العالمین کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پانی سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں ہوا ہے۴ بولے پروردگار کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز ہوا سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں انسان جو اپنے داہنے ہاتھ سے خیرات کرے

فرمایا کہ حضرت بشیر ابن حارث نے امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا عرض کیا مجھے کچھ نصیحت کیجئے فرمایا امیروں کا فقیروں پر مہربانی کرنا بہت اچھا ہے مگر فقیروں کا خدا پر توکل کرکے امیروں سے بے نیاز رہنا اس سے بھی اچھا اس تیسری قسم میں وہ جاہل بھی داخل ہیں جو علماء کو حقیر سمجھیں لہٰذا علم کے حقیر ہیں ۵ اپنے نفس پر ظالم کہ نعمتوں کا شکر نہیں کرتا اور مخلوق پر ظالم کہ انہیں بجائے نفع پہنچانے کے ستاتا ہے یہ ظالم ان لوگوں کے جرم سخت ہیں لہٰذا اللہ تعالٰی ان سے سخت ناراض ہے جیسے ہلکی کشتی و جہاز پانی پر ڈولتا ہے اسی طرح زمین ہلتی تھی فرشتوں نے گمان کیا کہ اس سے لوگ نفع نہ اٹھا سکیں گے

۲ مرقات نے فرمایا کہ پہلے ابو قبیس پہاڑ پیدا ہوا پھر دوسرے پہاڑ، ان پہاڑوں سے زمین ایسی ٹھہر گئی جیسے جہاز میں وزن ڈالنے سے دریا پر ٹھہر جاتا ہے جنبش نہیں کرتا قال قول سے بنا ہے کا مصدر میخ پہاڑ زمین میں ایسے گڑے ہیں جیسے زمین میں مضبوط درخت، کہ پہاڑوں کی جڑیں دور تک پھیلی ہوتی ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں قال بمعنی خلق کے معنی میں ہے یعنی پہاڑ پیدا فرما کر زمین سے فرمایا ٹھہر جا یعنی زمین کا ٹھہرنا کن فرمانے سے ہے پہاڑ محض سبب ہیں، مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ ۳ فرشتوں کو حیرت یہ ہوئی کہ پہاڑوں نے اتنی بڑی زمین کو اس طرح دبوچ لیا کہ اسے ہلنے نہیں دیتے تو ان سے سخت تر مخلوق کون سی ہوگی، خیال رہے کہ پہاڑ زمین سے زیادہ وزنی نہیں، مگر جیسے جہاز کا سامان جہاز کے وزن سے کہیں کم ہوتا ہے مگر جہاز کو ہلنے نہیں دیتا اسی طرح پہاڑ کا معاملہ ہے۔ ۴ کیونکہ لوہا پہاڑ کو توڑ دیتا ہے پہاڑ توڑے کر انہیں توڑتا ہے لوہے کو آگ لوہے کو پگھلا دیتی ہے، بلکہ زیادہ تیز ہو تو لوہے کو گلا کر پانی بنا دیتی ہے ۵ کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اگرچہ آگ پانی کو گرم بھی کر دیتی ہے اور جلا بھی دیتی ہے مگر کسی برتن کی مدد سے جبکہ پانی اس میں بند ہو اگر آگ پر بہا دیا جائے تو پانی ہی آگ کو بجھاتا ہے، لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں پانی قید میں رہ کر جلتا ہے ۶ کیونکہ ہوا پانی سے لدے بادلوں کو اڑائے پھرتی ہے اور سمندر میں طلاطم پیدا کر دیتی ہے جس سے وہاں طوفان آتا۔

يُخْفِيهَا مِنْ شِمَالِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَذُكِرَ حَدِيْثُ مُعَاذٍ
اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ فِيْ كِتَابِ الْاِيْمَانِ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُنْفِقُ مِنْ كُلِّ مَالٍ لَهٗ زَوْجَيْنِ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا اسْتَقْبَلَتْهُ حَجَبَةُ الْجَنَّةِ كُلُّهُمْ يَدْعُوْهُ اِلٰى مَا عِنْدَهٗ قُلْتُ وَكَيْفَ ذٰلِكَ
قَالَ اِنْ كَانَتْ اِبِلًا فَبَعِيْرَيْنِ وَاِنْ كَانَتْ بَقَرَةً فَبَقَرَتَيْنِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ۞ وَعَنْ مَرْثَدِ
بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ بَعْضُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ

جیسے بائیں ہاتھ سے چھپائے لے (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور حضرت معاذ کی یہ حدیث کہ صدقہ خطائیں مٹا دیتا ہے کتاب الایمان میں ذکر ہو چکی تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کوئی مسلمان اپنے ہر مال سے جوڑا اللہ کی راہ میں خیرات نہیں کرتا لے مگر جنت کے دربان اس کا استقبال کرینگے ان میں سے ہر ایک اس کی طرف بلائیگا جو اس کے پاس ہے سے میں نے عرض کیا یہ کیسے کرے فرمایا اگر اونٹ ہوں تو دو اونٹ دے اور اگر گائیں ہوں تو دو گائے دے سے (نسائی) روایت ہے حضرت مرثد ابن عبداللہ سے سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ

برپا ہو جاتا ہے لے کیونکہ ایسا سخی اس سرکش نفس کو تابعدار کر لیتا ہے جو پہاڑ سے زیادہ سخت سمندر سے زیادہ طوفانی ہے نفس اولاً تو بخل سکھاتا ہے جب سخاوت کی جائے تو دکھلاوے کو پسند کرتا ہے یہ خفیہ سخاوت کرنے والا نفس کی دونوں خواہشوں کو کچل دیتا ہے اور نفس کی آگ کو بجھا دیتا ہے لہذا شیر بہادر ہے نیز خفیہ صدقہ سے غضب الٰہی کی آگ بجھتی ہے رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے یہ نعمتیں پہاڑ، لوہا، آگ، پانی، ہوا سے حاصل نہیں ہو سکتیں، لہذا یہ صدقہ ان سب سے بہتر صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ سخاوت مال سے سخاوت حال افضل ہے، اور سخاوت حال سے سخاوت کمال بہتر کہ سخاوت مال میں فقیر کی اسی زندگی کے دو ایک دن سنبھل جاتے ہیں اگر حال و کمال کی سخاوت سے ہم جیسے مسکینوں کے دونوں جہان درست ہو جاتے ہیں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے تاقیامت لوگوں کے دین و دنیا سنبھال دیے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم شیشہ دار ہیں جیسے زمین پہاڑوں سے ٹھہری ایسے ہی ہمارے دل کی کشتی ان کے کرم سے ٹھہر سکتے ہیں ان دونوں کا کوئی شمار نہیں لے بعض لوگ فقیر کو کپڑوں کا جوڑا اور دو تا بھی دیتے ہیں نیز روپیہ پیسہ خیرات کرتے ہیں تو کم از کم دو ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، حدیث بالکل ظاہر پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں سے یعنی جنت کے ہر دروازہ پر اس کی پکار پڑ جائیگی کہ ادھر سے آؤ یہ اظہار عزت کیلئے ہوگا یہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق کی طرح ہونگے وہ اس جماعت کے سردار ہوں گے رضی اللہ تعالیٰ عنہ آتا ہے یہاں مرقات سے اس شرح سے پتہ لگا کہ حدیث میں ایک جنس کی دو چیزیں مراد ہیں جیسے روٹی دو پیالی، جوتا، ٹوپی بلکہ ایک نوع کی دو فردیں مراد ہیں یعنی پیسہ خیرات کرو تو دو روپے ہوں اگر کپڑے ہوں تو دو سے آپ کی کنیت ابوالخیر ہے قبیلہ مزنی سے ہیں، مصر کے رہنے والے تابعین میں سے ہیں، اپنے زمانے کے مفتی اعظم تھے حتیٰ کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز آپ سے فتوے لیتے تھے حضرت ابن عمر، ابوایوب، عقبہ ابن عامر صحابہ سے ملاقات ہے ۞

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ ظِلَّ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ صَدَقَتُہٗ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ
عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ وَسَّعَ عَلٰی عِیَالِہٖ فِی النَّفَقَۃِ
یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَسَّعَ اللّٰہُ عَلَیْہِ سَائِرَ سَنَتِہٖ قَالَ سُفْیَانُ اِنَّا قَدْ جَرَّبْنَاہُ فَوَجَدْنَاہُ کَذٰلِکَ
رَوَاہُ رَزِیْنٌ وَرَوَی الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ عَنْہُ وَعَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ وَجَابِرٍ
وَضَعَّفَہٗ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ الصَّدَقَۃَ مَا ذَا ہِیَ

صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا قیامت کے دن مسلمان کا سایہ اس کا صدقہ ہوگا (احمد) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو عاشورہ کے دن اپنے بچوں کے خرچ میں فراخی کرے گا تو اللہ تعالٰے سارا سال اسکو فراخی دے گا سفیان فرماتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث کا تجربہ کیا تو ایسے ہی پایا اسے رزین اور بیہقی نے شعب الایمان میں انہی ابن مسعود اور ابوہریرہ اور ابوسعید و جابر سے روایت کیا اور اسے ضعیف فرمایا۔ روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں عرض کیا ابوذر نے یا نبی اللہ فرمائیے تو صدقہ کا درجہ کیا ہے

۱ لیے مومن کے صدقہ و خیرات خصوصًا فی سبیل اللہ مسافر خانے مسجدیں بنانا اور باغات لگانا وغیرہ کل قیامت میں درخت سایہ دار کی شکل میں نمودار ہونگے جن کے سایہ میں سخی ہوگا، اور قیامت کی گرمی سے محفوظ رہے گا کیونکہ دنیا میں غرباء، فقراء کو اس نے اپنے سایہ کرم میں رکھا تھا حدیث بالکل ظاہری معنے پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں وہاں مال بلکہ اعمال کی مختلف شکلیں ہوں گی بخیل کا مال گنجے سانپ کی شکل میں، سخی کا مال درخت سایہ دار کی صورت میں نمودار ہوگا آج دنیا میں ہم خواب میں ان چیزوں کو مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں، بادشاہ مصر نے قحط کے سال خشک بال اور دبلی گایوں کی شکل میں دیکھے تھے قرآن کریم۔ ۲ یعنی محرم کی دسویں تاریخ کو اپنے اہل بچوں، نوکر خادموں، فقراء، مساکین کیلئے مختلف قسم کے کھانے تیار کرے تو انشاء اللہ تعالٰے سال بھر تک ان کھانوں میں برکت ہوگی، مسلمان عاشورہ کے دن حلیم پکاتے ہیں، اس کا ماخذ یہ حدیث ہے کیونکہ حلیم میں ہر کھانا ہوتا ہے، گندم، گوشت اور دالیں، چاول وغیرہ، تو انشاء اللہ حلیم پکانے والے کے گھر ان تمام کھانوں میں برکت ہوگی۔ ۳ یعنے سفیان فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ہمارے اور ہمارے ساتھیوں کے تجربہ میں آئی ہے واقعی اس عمل سے برکت ہوتی ہے لہذا یہ حدیث قوی ہے خیال رہے کہ تجربے سے بھی حدیث کو تقویت پہنچتی ہے اس لئے محدثین کی توثیق کے لئے کبھی اپنے تجربہ کا ذکر کردیتے ہیں یہاں بھی ایسا ہی ہے اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھئے، خیال رہے کہ عاشورہ کے دن خود روزہ رکھو اور بچوں کو فقراء کو خوب کھلاؤ پلاؤ، لہذا یہ حدیث عاشورہ کے روزہ کے خلاف نہیں۔ ۴ بیہقی نے اسی جگہ فرمایا کہ یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے جو سب ضعیف ہیں، مگر چند ضعیف اسنادیں مل کر حدیث کو قوی کردیتی ہیں، لہذا یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اشعہ، امام عراقی نے فرمایا کہ اس حدیث کی بعض اسنادیں صحیح بھی ہیں امام مسلم کی شرط پر ہیں لہذا حق یہ ہے کہ حدیث صحیح ہے مرقاۃ۔ اگر حدیث ضعیف بھی ہو تو فضائل اعمال میں قبول ہے، عاشورہ کے دن اور بہت سے اعمال کرنا چاہئیں، جیسے غسل کرنا سرمہ لگانا روزہ رکھنا وغیرہ، ان کی تفصیل ہماری کتاب اسلامی زندگی میں ملاحظہ

قَالَ اَضْعَافٌ مُضَاعَفَةٌ وَعِنْدَ اللّٰهِ الْمَزِيْدُ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔ بَابُ اَفْضَلِ الصَّدَقَةِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَحَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْ حَكِيْمٍ وَحْدَهٗ۔ وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَةً عَلٰى اَهْلِهٖ وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهٗ صَدَقَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

فرمایا وہ چند در چند دوگنا دوگنا ہے اور اللہ کے ہاں زیادتی علاوہ ہے (احمد) باب بہترین صدقہ کا پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ اور حکیم ابن حزام سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو بوقت غنا سے ہو اور ان سے ابتدا کرو جن کی تم پرورش کرتے ہو (بخاری) اور مسلم نے صرف حکیم سے روایت کی روایت ہے حضرت ابو مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب مسلمان اپنے گھر والوں پر ثواب کی طلب میں خرچ کرتا ہے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہوتا ہے (مسلم بخاری)

کرو ۱؎ اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ صدقہ کی برکتیں دنیا میں تو چند در چند ہیں اور کل قیامت میں جو زیادتیاں ہوں گی وہ ہمارے حساب سے وراء ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ تجربہ بھی ہے کہ صدقہ سے مال بہت بڑھتا ہے دوسرے یہ کہ قیامت میں صدقہ کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ہے اور جو زیادتیاں رب عطا فرمائے گا وہ حساب سے زیادہ ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۲؎ یوں تو ہر صدقہ ہر حال اچھا ہے مگر کبھی بعض عارضی حالات میں بہت اچھا ہو جاتا ہے خواہ خیرات دینے والے کی ہو یا لینے والے کی یا مال کی جیسے تندرستی کی خیرات مرتے وقت کی خیرات سے بہتر ہے یوں ہی متقی پرہیزگار عیالدار کو خیرات دینا فاسق کو دینے سے بہتر، اسی طرح جس چیز کی اس وقت تنگی ہو اسکا صدقہ افضل ہے جہاں پانی کی تنگی ہو وہاں کنواں کھدوانا بہت باعث ثواب ہے اس باب میں ان تمام حالات کا ذکر ہوگا جن سے صدقہ بہت بہتر ہو جاتا ہے ۳؎ بعض شارحین فرمایا کہ یہاں لفظ ظہر زائد ہے جس کے کوئی معنے نہیں مگر حق یہ ہے کہ زائد نہیں بلکہ بمعنے قوت وغلبہ ہے یعنے صدقہ بہتر وہ ہے کہ صدقہ دینے والا صدقہ دے کر خود بھی خوب غنی رہے یا تو مال کا غنی رہے یعنی سب خیرات نہ کر دے کہ کل کو خود اور اس کے بال بچے بھیک مانگتے پھریں جو شخص صدقہ کر کے خود فقیر بھکاری بن جاوے یا دل کا غنی کہ سب کچھ دے کر بھی لوگوں سے بے نیاز رہے، جیسے حضرت ابوبکر صدیق نے سب کچھ راہ خدا میں دیدیا گھر میں کچھ نہ رکھا لہذا یہ حدیث صدیق اکبر کے اس عمل کے خلاف نہیں، خلاصہ یہ ہے کہ عوام مسلمین اصلی ضرورت سے زیادہ مال خیرات کریں رب تعالٰی فرماتا ہے وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ عفو سے مراد ضرورت سے بچا مال اور خاص متوکلین کل مال بھی لٹا سکتے ہیں، یہ حدیث دونوں کو شامل ہے ۴؎ یعنے اپنا مال پہلے اپنے پر پھر اپنے بال بچوں پر پھر حسب قرابت والوں پر پھر دوسروں پر خرچ کرو چونکہ مومن کو ان سب خرچوں میں صدقہ کا ثواب ملتا ہے اسی لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان خرچوں کو صدقہ میں شامل فرمایا سبحان اللہ کیسی پیاری ترتیب ہے اور کیسی نفیس تعلیم۔ اہل قرابت کو صدقہ دینے میں صدقہ کا بھی ثواب ہے اور قرابت داری ادا کرنے کا بھی جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے ۵؎ گھر والوں سے مراد بیوی بچے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِينٍ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ دِينَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى عِيَالِهِ وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى دَابَّتِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اشرفی تو اللہ کی راہ میں خرچ کرے ۱؎ اور جو اشرفی تو گردن آزاد کرنے میں خرچ کرے ۲؎ اور جو اشرفی تو کسی مسکین پر صدقہ کرے اور جو اشرفی تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے ان سب میں زیادہ ثواب اس کا ہے جو تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے ۳؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین اشرفی جو آدمی خرچ کرتا ہے وہ وہ اشرفی ہے جسے اپنے بال بچوں پر خرچ کرے اور وہ اشرفی جسے اپنے اللہ واسطے کے گھوڑے پر خرچ کرے ۴؎ اور وہ اشرفی ہے جسے اللہ کی راہ میں اپنے دوستوں پر خرچ کرے ۵؎ (مسلم) روایت ہے

اور مسائل عزیزیہ یہاں کی ترتیب کتب فقہ میں دیکھو اور طلب اجر سے مراد یہ ہے کہ ان سب پر خرچ کرے سنت جناب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ سنت کی نیت سے خود اپنا کھانا، سونا، جاگنا، پہننا، بلکہ جینا مرنا عبادت ہے، اللہ تعالٰی نیت خیر نصیب کرے، اور بلا نیت کھانا ادا نہیں ناموری کے لیے تو نماز پڑھنا بھی عبادت نہیں چہ جائیکہ یہ خرچ، لہذا بیاہ شادیوں میں جو نقد و سوم کے ماتحت اہل قرابت کو پاکیزگی کو نیک سمجھ کر حقوق دیئے جاتے ہیں ثواب نہیں کیونکہ وہ اللہ کے لیے نہیں اپنے نام کے لیے ہیں، اس سید الشفعاء صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب ثواب کی قید لگائی اللہ تعالٰی نیت خیر و اخلاص نصیب کرے آمین ۱؎ یعنی اللہ کی راہ سے مراد حج و جہاد وغیرہ وہ مقامات ہیں جہاں کسی بندے کی رضا قطعًا مقصود نہیں ۲؎ یعنی مکاتب کی مدد غلام کی آزادی مقروض کو قرض سے آزاد کرنا کسی مصیبت میں پھنسے ہوئے کو مصیبت سے نکالنا سب ہی داخل ہیں، نہایت جامع کلمہ ہے ۳؎ گھر والوں پر خرچ ان سب خرچوں سے یا تو اس لیے بہتر ہے کہ وہ خیراتیں نفل ہیں اور یہ خرچ فرض ہے، اور فرض نفل سے بہتر ہوتا ہے یا اس لیے کہ اس خرچ دینے میں صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی اہل قرابت کے حق کی ادائیگی اور دوسری نیکی سے افضل ہے اسی لیے بعض لوگ گیارھویں شریف وغیرہ کی شیرینی اکثر سید زادوں کو دیتے ہیں کہ حضرات اولاد رسول ہیں اس میں خیرات بھی اور اولاد رسول کے حق کی ادائیگی بھی ان کا ماخذ یہ حدیث ہے ۴؎ یہ ترتیب بہت مناسب ہے، فی سبیل اللہ گھوڑے کی صفت ہے خرچ کے متعلق نہیں یعنی جو گھوڑا جہاد کے لیے پالا ہو اس پر خرچ کرنا بہتر ہے اور جو گھوڑا اپنی سواری وغیرہ کے لیے ہو وہ عیال میں داخل ہے یعنی بال بچے وغیرہ جن کی پرورش ہم پر لازم ہے ۵؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں دوستوں سے مراد سفر جہاد یا سفر حج کے ساتھی ہیں ان پر خرچ کرنا دوہرا ثواب ہے ساتھی سے سلوک اور غازی یا حاجی کی امداد، خیال رہے کہ اس حدیث سے یہ تو معلوم ہوا کہ یہ تین خرچ دوسرے خرچوں سے افضل ہیں، مگر ان تین میں سے کون دوسرے سے افضل ہے، یہ پتہ نہ لگا کیونکہ واؤ جمع کے لیے آتا ہے ترتیب نہیں چاہتا، لہذا ان میں ایک دوسرے

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِيْ اَجْرٌ اَنْ اُنْفِقَ عَلٰى بَنِيْ اَبِيْ سَلَمَةَ اِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ فَقَالَ اَنْفِقِيْ عَلَيْهِمْ فَلَكِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْنَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ قَالَتْ فَرَجَعْتُ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَقُلْتُ اِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيْفُ ذَاتِ الْيَدِ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَاْتِهِ فَاسْاَلْهُ فَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ يُجْزِيْ وَاِلَّا صَرَفْتُهَا اِلٰى غَيْرِكُمْ قَالَتْ فَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بَلْ اِئْتِيْهِ اَنْتِ

حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا میں ابوسلمہ کے بچوں پر جو کہ میرے ہی بچے ہیں خرچ کروں تو کیا مجھے ثواب ملے گا فرمایا ان پر خرچ کرو تمہیں ان پر خرچ کا ثواب ہے۲ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت زینب زوجہ عبداللہ ابن مسعود سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو اگرچہ اپنے زیور سے ہی ہو۳ فرماتی ہیں میں عبداللہ کی طرف لوٹی بولی کہ تم کچھ مسکین و تنگدست ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صدقہ کا حکم دیا ہے تم وہاں حاضر ہو کر پوچھ آؤ اگر تم کو میرا صدقہ دینا درست ہو تو خیر۴ ورنہ میں آپ لوگوں کے سوا کسی اور جگہ خرچ کروں۵ فرماتی ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بولے کہ تم ہی وہاں جاؤ۔

کی افضلیت موقعہ و محل کے لحاظ سے ہوگی، اگر جہاد کی سخت ضرورت آپڑی ہے تو غازیوں پر خرچ افضل اور گھر والے بہت ہی ضرورتمند ہوں تو ان پر خرچ بہتر۔

۱؎ ام سلمہ کے پہلے خاوند کا نام عبداللہ ابن عبدالاسد تھا کنیت ابوسلمہ ان کی وفات کے بعد آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت سے مشرف ہوئیں، ابوسلمہ کی کچھ اولاد دوسری بیوی سے تھی جو ام سلمہ کی سوتیلی اولاد تھی اور زینب اور کچھ اولاد خود ام سلمہ کے بطن سے تھی یعنی سلمہ کی حقیقی اولاد مگر اغلب یہ ہے کہ یہاں سوال سوتیلی اولاد کے متعلق ہے، ورنہ آپ بنی ابی سلمہ نہ فرماتیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۲؎ کیونکہ وہ یتیم بھی ہیں اور تمہارے عزیز تر بھی، ان پر خرچ کرنا یتیم کو پالنا بھی ہے، اور عزیز کا حق ادا کرنا بھی، اپنے فوت شدہ خاوند کی روح کو خوش کرنا بھی۔ ۳؎ غالبًا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عید کے دن تھا جبکہ اس زمانہ میں عورتیں بھی نماز عید کے لیے عیدگاہ جاتی تھیں اور ان کے لیے بعد نماز مخصوص وعظ ہوتا تھا، اس وعظ میں آپ نے یہ فرمایا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے استعمالی زیور پر زکوۃ فرض ہے۔ اور یہ زکوۃ خود عورت پر فرض ہے نہ کہ اس کے خاوند پر خواہ میکے سے زیور لائی ہو یا سسرال والوں نے دیا ہو بشرطیکہ مالک کر دیا ہو۔ لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے امام شافعی کے ہاں پہننے کے زیور میں زکوۃ نہیں ان شاء اللہ اس کی تحقیق صدقات فطر زکوۃ میں ہوگی۔ اس صورت میں زیور سے مراد چاندی سونے کا زیور ہے کیونکہ پہننے کے موتی، جواہرات، لعل، ہیرے پر زکوۃ نہیں۔ ۴؎ یعنی اگر تم کو میرا صدقہ دینا درست ہو تب تو میں تم ہی کو صدقہ دے دوں، ورنہ کسی اور کو دوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ غنی عورت کا خاوند اور غنی خاوند کی بیوی ایک دوسرے کے غنی سے غنی نہ مانے جائیں گے، جیسے امیر کی بالغ اولاد باپ کی غنا سے غنی نہیں ہوتی، دیکھو حضرت ابن مسعود کی بیوی غنیہ تھیں مگر خود ابن مسعود مسکین تھے۔ ۵؎ حضرت ابن مسعود کی کچھ اولاد بھی تھی جو دوسری بیوی سے تھی، اور اب حضرت زینب ان کی پرورش کرتی

قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فَإِذَا امْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ بِبَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتِيْ حَاجَتُهَا قَالَتْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ فَقَالَتْ فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَهُ ائْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبِرْهُ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْأَلَانِكَ أَتُجْزِئُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلٰى أَزْوَاجِهِمَا وَعَلٰى أَيْتَامٍ فِيْ حُجُوْرِهِمَا وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ قَالَتْ فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ

ل میں چلی تو حضور کے دروازہ پاک پر ایک اور انصاری بی بی تھیں جنہیں میرے جیسا ہی کام تھا لہ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر قدرتی ہیبت دی گئی تھی ۳ فرماتی ہیں کہ باہر حضرت بلال آئے ہم نے اُن سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کرنا کہ دروازے پر دو بیبیاں ہیں جو حضور سے پوچھتی ہیں کہ کیا اُن کا اپنے خاوندوں اور اُن یتیموں پر خرچ کر دینا جو اُن کی پرورش میں ہوں صدقہ بن جائیگا ۴ اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں ۵ فرماتی ہیں کہ حضرت بلال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ پوچھا اُن سے

تھیں ، عیوب کہوں میں ان سب خطاب ہے یعنی اگر نہیں اور یتیم بچے ان بچوں کو جو اسے تربیت یا دست ہوتو میں تمہیں دوسرے دوں دوسرہ کو دوں ۔ ل مجھ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھتے شرم آتی ہے کہ اس سے بعض لوگ یہ مطلب سمجھیں گے اس سے معلوم ہوا کہ خاوند اپنی بیوی سے بہتر کام بھی کرا سکتا ہے جبکہ حجاب وپردہ سے ہو۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مسئلہ خود نہ پوچھنا کسی دوسرے سے پوچھوانا بھی درست ہے جیسا کہ اس سے پہلے جو حضرت علی نے مذی کا مسئلہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے خود نہ پوچھا بلکہ حضرت مقداد سے پوچھوایا ۔ ۲ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر ایک بی بی اور بھی یہی پوچھنے کھڑی تھیں ، مجھے اس کی خوشی ہوئی کہ ہم دوست ہو گئے ۔ ۳ یعنی رب العالمین نے دلوں میں آپ کی ہیبت ڈال دی تھی جس کی وجہ سے ہر شخص بغیر اجازت خدمت میں حاضر ہونے عرض معروض کرنے کی ہمت نہ کرتا تھا ، اور حاضرین بارگاہ بھی ایسے خاموش اور باادب بیٹھتے تھے جیسے اُن کے سروں پر پرندے ہیں ، حالانکہ سرکار انتہائی خلیق اور بیت رحیم و کریم تھے شعر

ہیبتِ حق است ایں از خلق نیست ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

اسی وجہ سے یہ دونوں بیبیاں دروازے پر کھڑی رہ گئیں بارگاہ پاک میں باریاب نہ ہوئیں ۔ ۴ یعنی خود ترم و ہیبت کی وجہ سے حاضر نہیں ہو رہیں مگر مسئلہ پوچھوا رہی ہیں ، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسئلہ براہ راست پوچھنا بھی جائز اور کسی کی معرفت پوچھوانا بھی ، دوسرے یہ کہ دینی باتوں میں ایک کی خبر معتبر ہے گواہی قائم کرنے کی ضرورت نہیں ، دیکھو حضرت بلال ان بیبیوں کو جو بھی مسئلہ کر بتاتے یہ قبول کر لیتیں ، فقہاء فرماتے ہیں کہ جب مطلع گرد آلود ہو تو رمضان کے چاند میں ایک کی خبر قبول ہے اور محدثین کہتے ہیں کہ حدیث میں خبر واحد معتبر ہے اُن کے دلائل قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ ہیں ان میں ایک حدیث یہ بھی ہے ۔ ۵ شاید یتیموں سے اُن کے خاوندوں کی وہ اولاد مراد ہے جن کی والدہ فوت ہو چکی تھی یعنی ان کی سوتیلی اولاد ہے نہیں یتیم کہنا مجازاً ہے ، ورنہ انسان یتیم وہ نابالغ ہوتا ہے جس کا باپ فوت ہو جائے اور جانوروں میں وہ بچہ یتیم جس کی ماں مر جائے ، ان بیبیوں کا خیال یہ تھا کہ چونکہ یہ سب لوگ ہمارے ساتھ ہی رہتے سہتے ہیں اور ساتھ کھاتے پیتے ہیں ، اگر انہیں صدقہ دیا گیا ، تو اس کا کچھ حصہ ہمارے کھانے میں بھی آ جائیگا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ھما قال امرأۃ من الانصار وزینب فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الزیانب قال امرأۃ عبد اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لھما اجران اجر القرابۃ واجر الصدقۃ متفق علیہ واللفظ لمسلم ۔ و عن میمونۃ بنت الحارث انھا اعتقت ولیدۃ فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لو اعطیتھا اخوالک کان اعظم لاجرک متفق علیہ ۔ وعن عائشۃ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کون ہیں عرض کیا کہ ایک انصاری بی بی اور زینب ہیں ۱؎ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کونسی زینب عرض کیا عبداللہ کی زوجہ ۲؎ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں دوہرا ثواب ہے ایک ثواب قرابت کا دوسرا صدقہ کا ۳؎ (مسلم، بخاری) اور لفظ مسلم کے ہیں اور روایت ہے حضرت میمونہ بنت حارث سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک لونڈی آزاد کی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ اگر تم لونڈی اپنے ماموں کو دے دیتیں تو تمہیں زیادہ ثواب ملتا ۴؎ (مسلم، بخاری) اور روایت ہے حضرت

صدقہ ظاہر ہونا چاہیئے۔ ۲؎ تاکہ حاضرین میں ہمارا نام نہ لیا جائے اور ہمارا سوال ریا نہ بن جائے یا ہم بدنام نہ ہو جائیں۔ ۱؎ حضرت بلال کا جواب نہایت ایمان افروز ہے کہ انہوں نے بیبیوں سے کہا تھا کہ ہمارا نام نہ بتانا، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نام بتاؤ تو حکم رسول و حکم امتی میں تعارض ہوا، جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ترجیح ہوئی اور امتی کا حکم قابل عمل نہ رہا، مرقات نے یہاں فرمایا کہ حضرت بلال پر نام بتا دینا فرض شرعی ہو گیا کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا فرض ہے انہیں دوسری بی بی کا نام معلوم نہیں تھا ورنہ وہ بھی بتا دیتے۔ ۲؎ یعنی مدینہ منورہ میں بہت عورتوں کا نام زینب ہے۔ صاف بتاؤ کونسی زینب ہیں، تب حضرت بلال نے عرض کیا کہ عبداللہ کی بیوی، اگرچہ عبداللہ نام کے بہت صحابہ تھے، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن زبیر، عبداللہ ابن عمرو ابن عاص وغیرہم، مگر ان سب میں عبداللہ ابن مسعود بہت مشہور و فقیہ ترین تھے علم فقہ کی باعث فقط عبداللہ کہنے پر لوگوں کے ذہن انہیں کی طرف جاتے تھے، اسی لئے حضرت بلال نے ابن مسعود نہ فرمایا بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا پھر نہ پوچھنا کون عبداللہ اسی جلالت شان کی طرف اشارہ کر رہا ہے، ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ اکثر فقہیات میں حضرت عبداللہ ابن مسعود ہی کے پیروکار ہیں۔ ۳؎ سارے ائمہ اس پر متفق ہیں، کہ خاوند اپنی بیوی کو اپنی زکوۃ نہیں دے سکتا مگر اس میں اختلاف ہے کہ بیوی خاوند کو زکوۃ دے سکتی ہے یا نہیں، ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ نہیں دے سکتی، دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ دے سکتی ہے، ان بزرگوں کی دلیل یہ حدیث ہے، امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہاں صدقہ نفل مراد ہے، صدقہ فرض کی تصریح نہیں، ممانعت کی صریح حدیث آگے آ رہی ہے، نیز عورت و خاوند کے مال قریبًا مشترک ہوتے ہیں، تو جب خاوند بیوی کو زکوۃ نہ دے سکا تو بیوی خاوند کو زکوۃ کیسے دے سکتی ہے صدقہ کا لفظ صدقہ نفلی پر عام شائع ہے چنانچہ کتاب الزکوۃ کی آخری حدیث میں آئیگا کہ ایک عورت نے اپنی ماں کو صدقہ دیا یعنی صدقہ نفلی۔ ۴؎ یعنی اسے آزاد کرنے میں صرف صدقہ کا ثواب ہے اور انہیں دینے میں صدقہ کا بھی ثواب ہوتا اور

قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَإِلٰى أَيِّهِمَا أُهْدِي قَالَ إِلٰى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ○ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَهَا وَتَعَاهَدْ جِيرَانَكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ○ اَلْفَصْلُ الثَّانِي ○ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ جُهْدُ الْمُقِلِّ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ○ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے دو پڑوسی ہیں ان میں سے کسے ہدیہ دیا کروں فرمایا جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو۱؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب شوربہ پکاؤ تو اس کا پانی زیادہ کردو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۲؎ (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ کونسا صدقہ بہتر ہے فرمایا غریب آدمی کی مشقت۳؎ اور ابتداء ان سے کرو جن کی پرورش کرتے ہو۴؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سلیمان ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

صلہ رحمی کا بھی۔ معلوم ہوا کہ صلہ رحمی غلام آزاد کرنے سے بھی افضل ہے۔ خیال رہے کہ ولیدہ وہ لونڈی کہلاتی ہے جو اپنے مولیٰ کے غلام اور لونڈی کے پیٹ سے پیدا ہو یعنی خانہ زاد، اور یہ میمونہ ام المومنین ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس کی خالہ (اشعہ و مرقات) ۱؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ پڑوسیوں کو ہدیہ دینا سنت ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی علت پڑوسیت ہے جس قدر پڑوسیت قوی ہوگی اسی قدر ہدیہ کا استحقاق زیادہ ہوگا۔ تیسرے یہ کہ پڑوس کا قرب دروازہ سے ہوتا ہے نہ چھت نہ دیوار سے نہ اگر ایک شخص کے مکان کی دیوار اور چھت تو ہمارے مکان سے ملی ہو مگر دروازہ دور ہو اور دوسرے کی نہ چھت ملی ہو نہ دیوار مگر دروازہ قریب ہو تو زیادہ قریب یہ دوسرا ہی مانا جائیگا اور اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کیونکہ دروازہ کی وجہ سے ملاقات ہوتی ہے اور اسی کے ذریعہ زیادہ خلط ملط رہتا ہے اور ایک کو دوسرے کے دکھ درد میں شرکت کا زیادہ موقعہ ملتا ہے۔ یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ۔ حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ دور والے پڑوسی کو بالکل نہ دو، مطلب یہ ہے کہ سب کو دو مگر قریب کو ترجیح دو۔

۲؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ معمولی سالن بھی پڑوسیوں کو بھیجتے رہنا چاہیئے کیونکہ سرکار نے یہاں شوربہ فرمایا گوشت کا ہو یا کسی اور چیز کا۔ دوسرے یہ کہ ہر پڑوسی کو ہدیہ دینا چاہیے قریب ہو یا دور اگرچہ قریب کا حق زیادہ ہے۔ تیسرے یہ کہ ہمیشہ لذت پر الفت و محبت کو ترجیح دینا چاہیے کیونکہ جب شوربے میں فقط پانی پڑیگا تو مزہ کم ہوجائیگا لیکن اس کے ذریعہ پڑوسیوں سے تعلقات قائم ہوجائیں گے اسی لئے ماءھا فرمایا یعنے صرف پانی ہی بڑھادو اگرچہ گھی اور مصالحہ نہ بڑھا سکو۔ ۳؎ یعنے غریب آدمی محنت مزدوری کرے پھر اس میں سے خیرات بھی کرے، اس کا بڑا درجہ ہے۔ خیال رہے کہ بعض لحاظ سے غنی کی خیرات افضل ہے جبکہ وہ توکل میں کامل نہ ہو اور بعض لحاظ سے فقیر کی خیرات افضل ہے جب کہ وہ اور اس کے گھر والے صبر و توکل میں کامل ہوں۔ لہٰذا یہ حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں کہ صدقہ غنیٰ بہتر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر باطن کا فقیر دل کا غنی تھوڑی سی خیرات کرے تو مالدار کے غنی کی بہت سی خیرات سے افضل ہے لہٰذا وہاں غنی والی حدیث میں دل کی غنا مراد ہے

اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلٰى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدِيْ دِيْنَارٌ قَالَ أَنْفِقْهُ عَلٰى نَفْسِكَ قَالَ عِنْدِيْ آخَرُ قَالَ أَنْفِقْهُ عَلٰى وَلَدِكَ قَالَ عِنْدِيْ آخَرُ قَالَ أَنْفِقْهُ عَلٰى أَهْلِكَ قَالَ عِنْدِيْ آخَرُ قَالَ أَنْفِقْهُ عَلٰى خَادِمِكَ قَالَ عِنْدِيْ آخَرُ قَالَ أَنْتَ أَعْلَمُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

کہ مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور وہ ہی صدقہ اپنے قرابت دار پر دو صدقے ہیں ایک صدقہ دوسرا صلہ رحمی ۱؎ (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا میرے پاس ایک اشرفی ہے ۲؎ فرمایا اسے اپنے پر خرچ کر ۳؎ عرض کیا میرے پاس دوسری بھی ہے فرمایا اسے اپنے بچوں پر خرچ کر عرض کیا میرے پاس ایک اور بھی ہے فرمایا اسے اپنے گھر والوں ۴؎ پر خرچ کر عرض کیا میرے پاس ایک اور بھی ہے فرمایا اسے اپنے خادم پر خرچ کر ۵؎ عرض کیا میرے پاس ایک اور بھی ہے فرمایا تم جانو ۶؎ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے

سکتی ہے تب بھی احادیث میں تعارض نہیں۔ دوسرے یہ کہ کوئی شخص اپنے بال بچوں کو بھوکا رکھ کر خیرات نہ کرے، پہلے اُن کا پیٹ بھرو، تن ڈھکو، پھر خیرات کرو، یہ مطلب نہیں کہ اپنی زکوٰۃ پہلے اپنے بال بچوں کو دو پھر دوسروں کو، کیونکہ اپنی زکوٰۃ اپنی اولاد اور بیوی کو نہیں لگتی۔ ۱؎ یہاں مسکین سے مراد اجنبی مسکین ہے یعنی اجنبی مسکین کو خیرات دینے میں صرف خیرات کا ثواب ہے، اور اپنے عزیز مسکین کو خیرات دینے میں خیرات کا بھی ثواب ہے اور صلہ رحمی کا بھی، صلہ رحمی یعنی اہل قرابت کا حق ادا کرنا بھی عبادت ہے بہترین عبادت، پھر جس قدر رشتہ قوی اسی قدر اس کے ساتھ سلوک کرنا زیادہ ثواب ہے، اسی لیے رب تعالٰی نے اہل قرابت کا ذکر پہلے فرمایا اور مساکین کا بعد میں فرمایا: وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ۔ ۲؎ یعنی سائل کا سوال بطور تمثیل تھا یعنی اگر میرے پاس ایک ہی اشرفی ہو جو ایک ہی شخص کو کافی ہو تو میں کس پر خرچ کروں، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سائل نے جھوٹ بولا کہ اس کے پاس تھیں تو زیادہ اشرفیاں اور کہا ایک اشرفی ہے۔ ۳؎ کیونکہ سب سے پہلے ہم پر اپنے نفس کا حق ہے کہ اگر ہم جیتے رہیں گے تو سب کے حق ادا کریں گے، اور اگر ہم ہی مر گئے تو عبادات معاملات سب کچھ ختم ہو گئے، ذات صفات پر مقدم ہے۔ ۴؎ اہل یعنی گھر والوں سے مراد بیوی ہے، قرآن کریم نے اہل بیت بیوی کو فرمایا۔ اولاد کا حق بیوی پر چند وجہ سے مقدم ہے: ایک یہ کہ بیوی خاوند سے بعد فرقت علیحدہ ہو سکتی ہے، مگر چھوٹے بچے بالکل باپ کے محتاج ہیں کہ کمانے پر قادر نہیں، دوسرے یہ کہ بیوی کا خرچ اسی پر لازم نہیں، اگر طلاق دیدے تو ختم ہو گیا، مگر اولاد کا خرچ لازم ہے کہ وہ اس کی ولدیت سے نہیں نکل سکتے۔ تیسرے یہ کہ بیوی بعد طلاق دوسرے کے نکاح میں جا کر اس سے خرچہ لے سکتی ہے، چھوٹی اولاد دوسرے کو باپ نہیں بنا سکتی کہ اس سے خرچ لے سکے، یہاں اولاد سے چھوٹی اولاد مراد ہے، اگر بیٹا غنی اور بالغ ہو تو بیوی اس پر مقدم ہو گی، چونکہ سائل کے ماں باپ نہ تھے اس لیے والدین کے خرچ کا ذکر نہ فرمایا۔ ۵؎ خادم سے مراد خدمتگار انسان ہیں یا گھوڑا وغیرہ جانور، کہ ان سب کا خرچہ مالک کے ذمہ ہے۔ ۶؎ یعنی تم کو اختیار ہے، جسے چاہو دینا، کہ کسی عزیز کو دے دو یا اپنے لیے جمع رکھو یا دوسرے ضرورتمندوں پر خرچ کر دو یا کسی اچھی جگہ لگا دو۔ سبحان اللہ کیا نفیس ترتیب ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ رَجُلٌ مُمْسِكٌ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِالَّذِيْ يَتْلُوْهُ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ لَهٗ يُؤَدِّيْ حَقَّ اللّٰهِ فِيْهَا اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ رَجُلٌ يُسْاَلُ بِاللّٰهِ وَلَا يُعْطِيْ بِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ ❊ وَعَنْ اُمِّ بُجَيْدٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوا السَّائِلَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُحْرَقٍ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ مَعْنَاهُ ❊ وَ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تمہیں بہترین آدمی نہ بتاؤں ۱ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے رہے ۲ کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ اس کے پیچھے کون ہے وہ شخص ہے جو اپنی بکریوں میں الگ ہے ان میں اللہ کا حق ادا کرتا ہے ۳ کیا میں تمہیں بدترین آدمی نہ بتاؤں وہ شخص ہے جو اللہ کے نام پر مانگے اور اس پر بھی نہ دے ۴ (ترمذی، نسائی، دارمی) روایت ہے ام بجید سے ۵ فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سائل کو دے کر لوٹاؤ اگرچہ جلی کھری ہی ہو ۶ (مالک، نسائی) اور ترمذی و ابوداؤد نے اس کے معنی روایت کئے۔ روایت ہے

۱ سرکار کا یہ پوچھنا سامعین کو شوق دلانے کے لیے ہوتا تھا کہ ان میں اس کا استفسار ہو جائے اور جو چیز انتظار کے بعد معلوم ہوتی ہے وہ یاد رہتی ہے۔ یہاں خیر و شر سے اضافی خیر و شر مراد ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بہترین بندہ مومن ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے "اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ" اور بدترین انسان کافر ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے "اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ"۔ ۲ یعنے ہر وقت جہاد کے لیے تیار ہے، اعلان جنگ کا منتظر ہے، چونکہ اس زمانہ میں گھوڑا جہاد کا بڑا ہتھیار تھا اس لیے اس کا خصوصیت سے ذکر فرمایا، آج توپ و بندوق کا مشق کرنے والا اور ہوائی سروس کا آدمی جب تیاری جہاد کے لیے یہ سب کچھ کرے وہ اس میں داخل ہوگا۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ کلام حصر کے لیے نہیں بلکہ شمول کے لیے ہے یعنے یہ مجاہد بھی بہترین لوگوں میں سے ہے۔ ۳ عرب میں جانوروں والے لوگ جنگل میں اپنے گھر بنا لیتے تھے وہاں ہی جانوروں میں رہتے تھے ان کی حفاظت بھی کرتے تھے اور اپنا گزارہ بھی، انہیں اس لیے افضل فرمایا گیا کہ یہ بستی کے اکثر فتنوں سے محفوظ رہتے ہیں، لوگوں سے اختلاط بہت سے گناہوں کا سبب ہے۔ ۴ اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ وہ شخص بدترین ہے جس سے فقیر اللہ کے نام پر کچھ مانگے اور وہ نہ دے، اس صورت میں دینے سے مراد مطلقًا دینا ہوگا اگرچہ ایک پیسہ ہی ہو یا بحالت مجبوری فقیر کو جواب دینا ہی ہو۔ ایک یہ کہ وہ سائل بھکاری بدترین شخص ہے جو لوگوں سے اللہ کے نام پر مانگے اور لوگ اسے کچھ دیں نہیں کیونکہ یہ سائل اللہ تعالیٰ کے نام کی توہین کرتا ہے کہ پیسہ پیسہ کے لیے اللہ کا نام ہر کس و ناکس کے سامنے لیتا ہے (اشعۃ اللمعات)۔ ۵ آپ کا نام حوا بنت زید ابن سکن ہے مگر اپنی کنیت میں مشہور ہیں، انصاریہ ہیں، صحابیہ ہیں، آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ ۶ یہاں سائل سے مراد حاجت مند سائل ہے اور جلی کھری سے مراد نہایت معمولی چیز ہے جس کی کوئی قیمت نہ ہو یعنے اگر کوئی حاجت مند سائل آئے تو اسے خواہ معمولی چیز ہی بن پڑے دے دو۔ خیال رہے کہ یہ حکم استحبابی ہے۔ آج کل کے پیشہ ور سائل اور جن سائلوں کو دینا منع ہے وہ اس میں داخل نہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو نہیں بھی دیا ہے کیونکہ وہاں سائل غیر حاجتمند تھے یا ایسی چیز مانگتے تھے جس کے وہ مستحق نہ تھے یا پیشہ بھیک سے انہیں روکنا مقصود تھا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَعَاذَ مِنْکُمْ بِاللّٰہِ فَاَعِیْذُوْہُ وَمَنْ سَاَلَ بِاللّٰہِ فَاَعْطُوْہُ وَمَنْ دَعَاکُمْ فَاَجِیْبُوْہُ وَمَنْ صَنَعَ اِلَیْکُمْ مَعْرُوْفًا فَکَافِئُوْہُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا مَا تُکَافِئُوْنَہٗ فَادْعُوْا لَہٗ حَتّٰی تَرَوْا اَنَّکُمْ قَدْ کَافَاْتُمُوْہُ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُسْاَلُ بِوَجْہِ اللّٰہِ اِلَّا الْجَنَّۃُ رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤدَ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ اَبُوْ طَلْحَۃَ

حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو تم سے اللہ کی پناہ مانگے اُسے پناہ دے دو۱ اور جو اللہ کے نام پر مانگے اُسے کچھ دو اور جو تمہیں دعوت دے اُسکی دعوت قبول کرو۲ اور جو کوئی تمہارے ساتھ بھلائی کرے اُس کا بدلہ کرو۳ اگر بدلہ کی چیز نہ پاؤ تو اس کو دعائیں دو حتی کہ تم سمجھ لو کہ تم نے اُسکا بدلہ کر دیا۴ (احمد، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے نام پر صرف جنت ہی مانگی جائے۵ (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ

۱ یعنے جو تمہاری سختی یا غیر کی سختی سے تمہارے پاس اللہ کی پناہ مانگے تو اُسے پناہ دیدو۔ اگر تم کسی کو مارنا چاہتے ہو تو معافی دے دو یا کوئی دوسرا اُس پر سختی کرنا چاہتا ہے اور تم دفع کر سکتے ہو تو کر دو یہ حکم اپنے ذاتی معاملات میں ہے، تو تم والدین کے مجرم کو ہرگز معاف نہیں کر سکتے، اگرچہ وہ کیسی ہی پناہ لے تاکہ اس دین میں خلل نہ پڑے، لہذا یہ حدیث اُسکے خلاف نہیں، کہ آپ نے فاطمہ مخزومیہ کو جس نے چوری کی تھی معافی نہ دی۔ ۲ بشرطیکہ وہ دعوت ممنوعات شرعیہ سے خالی ہو یعنی ولیمہ میں ناچ گانا اس کھانے کی جگہ ہو وہاں نہ جائے، ایسے ہی میت کے کھانے پر یا کی دعوت قبول نہ کرے، لہذا یہ فرمان فتوے فقہاء کے خلاف نہیں۔ ۳ اسطرح کہ جس قسم کا سلوک تم سے کرے تم اعلیٰ یا مساوی اس سے ویسا سلوک کرو رب تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ اور فرماتا ہے وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللّٰهُ إِلَيْكَ، یہ حکم ہم جیسے کم ہمت لوگوں کے لئے ہے ہمت والے تو اپنے دشمنوں کی برائی کا بدلہ معافی اور بھلائی سے کرتے ہیں۔ شعر

سیا ظلم کا عفو ہے انتقام   علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام

۴ اس طرح کہ کہو جزاک اللہ یا اس کا کھانا کھا کر کہو اللہم اطعم من اطعمنی واسق من سقانا وغیرہ حضرت عائشہ صدیقہ کو جب کوئی سائل دعائیں دیتا، تو آپ پہلے اُسے دعائیں دیتیں، پھر بھیک عطا فرماتیں کسی نے پوچھا کہ آپ عطا سے پہلے دعائیں کیوں دیتی ہیں فرمایا کہ میرا صدقہ عوض سے بچا رہے رضی اللہ تعالیٰ عنہا (مرقات) ۵ اس بنا پر حضرات صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہمیشہ ہی درود شریف پڑھنا چاہیے کیونکہ کوئی شخص نہ تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا بدلہ کر سکتا ہے اور نہ بقدر احسان دعائیں ہی دے سکتا ہے کہ ان کے احسانات ہر آن بیشمار پہنچ رہے ہیں ہر کلمہ ہر تلاوت ہر نماز بلکہ ہر نیک عمل میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم پر احسانات ہیں لہذا مرتے مرتے ان کو دعائیں دو یعنے درود پاک پڑھو۔ شعر

تھی دہانی جس کی کرتا ہے ثنا   مرتے دم تک اس کی مدحت کیجئے

أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ وَكَانَ أَحَبَّ مَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءُ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ قَالَ أَنَسٌ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ قَامَ أَبُوْ طَلْحَةَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَإِنَّ أَحَبَّ مَالِيْ إِلَيَّ بَيْرُحَاءُ وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى أَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا

مدینہ میں تمام انصار سے زیادہ باغوں والے تھے اور انہیں زیادہ پیارا مال باغ بیرحاء تھا۱ جو مسجد شریف کے سامنے تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لیجاتے تھے اور وہاں کا بہترین پانی پیتے تھے۲ حضرت انس فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت لن تنالوا البر الخ نازل ہوئی۳ تو حضرت ابوطلحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کھڑے ہوکر بولے یارسول اللہ رب تعالٰی فرماتا ہے کہ تم بھلائی اس وقت تک نہیں پاسکتے جب تک کہ اپنا پسندیدہ مال خرچ نہ کرو اور مجھے بہت پسندیدہ مال باغ بیرحاء ہے اب وہ اللہ کیلئے صدقہ ہے میں اللہ کے پاس اس کا ثواب اور اس کا ذخیرہ

جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا　　ایسے پیارے سے محبت کیجئے

۱؎ شیخ نے اس حدیث کے دو مطلب بیان کئے، ایک یہ کہ کسی شخص سے اللہ کے نام پہ کچھ نہ مانگو کیونکہ اللہ تعالٰی کے نام پر مانگنے کی چیز جنت ہے، اور یہ شخص جنت دے نہیں سکتا، دوسرے یہ کہ اللہ تعالٰی سے اس کے نام پر دنیاوی چیز نہ مانگو، بلکہ اس کے نام پر اس سے جنت مانگو یوں عرض کرو، اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ بِوَجْھِکَ الْکَرِیْمِ اَنْ تُدْخِلَنَا الْجَنَّۃَ۔ فقیر کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالٰی کے نام پر جنت مانگو، جیسے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگی اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ۔ بعض عشاق کہتے ہیں کہ خدا تعالٰی سے جناب مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کو مانگو اور جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالٰی کو مانگو

محمد از تو میخواہم خدا را　　خدایا از تو عشق مصطفٰی را

حضرت ربیعہ نے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور ہی کو مانگا اگرچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جنت ہی میں ملیں گے اس لیے جنت ہی مانگ لی عرض کیا آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں، جو جنت میں ہوگی۔ ۱؎ حضرت طلحہ کے ایک باغ کا نام ہے، اس نام کے محدثین نے آٹھ معنے کئے ہیں، جن میں سے ایک یہ کہ حا ایک آدمی کا نام تھا جس نے یہ کنواں کھدوایا تھا چونکہ یہ کنواں اس باغ میں تھا لہذا باغ کا نام بھی یہی ہوا، وہ کنواں اب تک موجود ہے فقیر نے اس کا پانی پیا ہے، دوسرے یہ کہ بیرحاء بروزن فعیل ہے ایک ہی لفظ ہے براح سے مشتق یعنی کھلی زمین، پہلی صورت میں اس کے معنی ہوں گے حاء کا کنواں، دوسری صورت میں معنی ہوں گے کھلا باغ (از مرقات وغیرہ) ۲؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہاں کا پانی بہت محبوب تھا اسی لیے حجاج ضرور اس کا پانی برکت کے لئے پیتے ہیں۔ ۳؎ جس میں ارشاد ہوا کہ تم بھلائی یعنی رضائے الٰہی یا جنت اس وقت تک نہیں پاسکتے جب تک کہ اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو۔ اس آیت کی مکمل تفسیر ہماری تفسیر نور العرفان میں ملاحظہ فرمائیے۔

عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اَنْ تُشْبِعَ كَبِدًا جَائِعًا

چاہتا ہوں ۱؎ یارسول اللہ آپ اسے وہاں خرچ کریں جہاں رب تعالٰی آپ کی رائے قائم فرمائے ۲؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوب خوب یہ تو بڑا نفع کا مال ہے ۳؎ جو تم نے کہا میں نے سن لیا میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے اہل قرابت میں وقف کردو ۴؎ ابوطلحہ بولے یارسول اللہ میں یہی کرتا ہوں پھر اسے ابوطلحہ نے اپنے عزیزوں اور چچازادوں میں تقسیم کردیا ۵؎ (مسلم بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین صدقہ یہ ہے کہ تم کسی بھوکے کلیجے کو سیر کردو ۶؎

۱؎ حضرت ابوطلحہ کے اس عرض و معروض کا مقصد یہ تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آپکے اس عمل خیر پر گواہ ہوجائیں اور مسلمانوں میں اس وقف کا اعلان ہوجائے۔ خیال رہے کہ دوسرے نفلی صدقات اگر خفیہ دینا بہتر ہیں مگر وقف کا ہر طرح اعلان کردینا سخت ضروری ہے تاکہ آئندہ اس موقوف چیز پر کوئی ناجائز قبضہ نہ کرسکے حتی کہ مسجد کی علامت میں مینار گنبد وغیرہ ایسے نشانات قائم کردیئے جائیں جن سے وہ دور سے ہی مسجد معلوم ہو لہٰذا اس میں ریا نہیں بلکہ وقف کا باقی رکھنا ہے نیز آپ کا اپنا دلی اخلاص ظاہر کرنا ریا کے لیے نہ تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا حاصل کرنے کیلئے تھا لہٰذا حدیث پاک پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۲؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں چاہیں اس باغ کی آمدنی لگادیں کہ وہاں خرچ ہو کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چاہنا اپنے نفس کیطرف سے نہیں ہوتا بلکہ رب تعالٰی کی مشیت سے ہوتا ہے اسی لیے اس طرح عرض کیا حَیْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ صحابہ کرام اپنے صدقے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے خرچ کراتے تھے تاکہ اس ہاتھ کی برکت سے قبول ہوجائیں، رب تعالٰی فرماتا ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا یعنی آپ ان کے مالوں کے صدقے وصول فرمالیں اور ان کے ذریعہ انہیں پاک و صاف فرمادیں آج مسلمان ختم و فاتحہ میں عرض کرتے ہیں نذر اللہ نیاز رسول اللہ اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ ۳؎ عربی میں نہایت خوشی کے اظہار کے وقت کہا جاتا ہے بَخٍ بَخٍ یعنی خوب خوب، رابح ربح سے بنا بمعنی نفع، رب تعالٰی فرماتا ہے فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ یعنی یہ مال بہت نفع والا ہے جیسے لابن مسعود لا ادر تامر چھوارے والا یعنی اے ابوطلحہ تمہیں اس باغ کے وقف سے بہت نفع ہوگا معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمال کی قبولیت کی بھی خبر ہے اور یہ بھی کہ کس کا کونسا عمل کس درجہ کا قبول ہے یہ باغ کیوں قبول نہ ہوتا باغ بھی اچھا تھا وقف کرنے والے بھی اچھے یعنی صحابی اور جن کی خاطر وقف کیا گیا وہ اچھوں کے شہنشاہ صلی اللہ علیہ وسلم ۴؎ یعنی اپنے عزیز و اقارب فقراء کو اس کا مصرف بنادو کہ ہمیشہ وہ اس کی آمدنی کھایا کریں تاکہ تمہیں صدقہ کے ساتھ اہل قرابت کے حقوق ادا کرنے کا بھی ثواب ملے۔ خیال رہے کہ بعض اوقاف وہ ہوتے ہیں جن سے امیر و غریب حتی کہ وقف کرنیوالا بھی نفع حاصل کرسکتا ہے جیسے کنواں، مسجد، قبرستان، مسافر خانہ۔ ۵؎ اس کے معنے ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ باغ تو وقف رہا مگر اس کی آمدنی تقسیم کردی گئی کہ اتنے حصہ کے فلاں متولی کہ خود کھائیں اور دوسروں کو کھلائیں دوسرے

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ. بَابُ صَدَقَةِ الْمَرْأَةِ مِنْ مَالِ الزَّوْجِ. اَلْفَصْلُ
الْاَوَّلُ. عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ
طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا اَجْرُهَا بِمَا اَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا اَجْرُهٗ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ
مِثْلُ ذٰلِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ اَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ اَمْرِهٖ

بیہقی فی شعب الایمان باب خاوند کے مال سے بیوی کی خیرات ۱؎ فصل پہلی روایت ہے حضرت عائشہؓ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عورت اپنے گھر کے کھانے سے کچھ خیرات کرے بشرطیکہ بربادی کی نیت نہ ہو تو اسے خیرات کردینا ثواب ہوگا ۲؎ اور اس کے خاوند کو کمانے کا ثواب اور خزانچی کو بھی اس کے برابر جن میں کوئی دوسرے کے ثواب سے کچھ کم نہ کریگا ۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب عورت اپنے خاوند کی کمائی سے ۴؎ اس کے صریحی حکم کے بغیر خیرات کرے.

اتنے حصے کے فلاں، دوسرے یہ کہ خود باغ ہی کو تقسیم کردیا کہ ان لوگوں کو ان حصوں کا مالک بنادیا مگر اشعۃ اللمعات میں شیخ نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ امارت میں ان کے اہل قرابت سے وہ باغ خرید لیا اور وہاں اپنی عمارتیں بنائیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقسیم بطریق تملیک تھی بطریق تقسیم تولیت نہ تھی حضرت حسان ابن ثابت و ابی ابن کعب کو بھی اس کے حصے ملا تھا ۳؎ ہر جگر والے سے مراد ہر جیو کا جاندار ہے انسان ہو یا دیگر جانور پھر انسانوں میں مومن ہو یا کافر دم دار ذات دلشفقہ مگر اسے موذی جانور علیحدہ ہیں جیسے شیر بھیڑیا سانپ وغیرہ بعض مشائخ کے ہاں لنگر عام جاری ہوتا ہے جہاں ہر آنے والا کھاتا ہے، بعض بزرگوں کے ہاں جانوروں کو تندور کی روٹی وغیرہ کرکے ڈالا جاتا ہے بعض لوگ مدینہ منورہ کے کبوتروں کیلئے حجاج کے ہاتھ دانہ بھیجتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث ہے ۱؎ اگرچہ باب میں صرف بیوی کا ذکر ہے مگر اس میں خادم نوکر چاکر سب شامل ہیں اسی لئے اس باب میں خادم کے خرچ کرنے کا بھی ذکر ہوگا چونکہ عموماً بیویاں ہی خاوند کے مال سے خیرات کیا کرتی ہیں خادم نوکر کسی کسی کے پاس ہوتے ہیں اس لئے بیویوں کا ذکر ہوا ۲؎ اگرچہ حدیث پاک میں کھانے کی خیرات کا ذکر ہے مگر اس میں تمام وہ معمولی چیزیں داخل ہیں جن کے خیرات کرنے کی خاوند کیطرف سے عادۃً اجازت ہوتی ہے جیسے پھٹا پرانا کپڑا ٹوٹا جوتا وغیرہ اور کھانے میں بھی عام کھانا اور معمولی سامان داخل ہے جس کی خیرات کرنے کی خاوند کیطرف سے ناراضی نہیں ہوتی اگر خاوند نے کوئی خاص حلوہ یا گوشت اپنے گھر کے خرچ کیلئے بہت روپیہ خرچ کرکے تیار کیا ہے تو اس کی خیرات کی عورت کو اجازت نہیں مرقات نے فرمایا یہاں خرچ کرنے میں بچوں پر خرچ مہمانوں کی خاطر تواضع پر خرچ مساکین فقیروں پر خرچ سب ہی شامل ہے مگر شرط یہ ہے کہ مال برباد کرنے کی نیت نہ ہو بلکہ حصول ثواب کا ارادہ ہو اور اتنا ہی خرچ کرے جتنے خرچ کردینے کی عادت ہوتی ہے ۳؎ یہاں اصل ثواب میں سب برابر ہیں اگرچہ مقدار ثواب میں فرق ہے کہ خود کمانے والے کا ثواب ان سب میں زیادہ ہوگا لہذا یہ حدیث اگلی حدیث کے خلاف نہیں جس میں عورت کیلئے آدھا ثواب فرمایا گیا ہے کہ یہاں اصل ثواب میں برابری مقصود ہے اور وہاں مقدار ثواب میں فرق ہے ۴؎ خاوند کی کمائی اس لئے قید لگائی

فَلَهَا نِصْفُ اَجْرِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۝ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْاَمِيْنُ الَّذِیْ يُعْطِیْ مَا اُمِرَ بِهٖ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبَةً بِهٖ نَفْسُهٗ فَيَدْفَعُهٗ اِلَى الَّذِیْ اُمِرَ لَهٗ بِهٖ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۝ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّیَ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۝ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ۝ عَنْ

تو اسے خاوند سے آدھا ثواب ہوگا ۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان امانت دار خزانچی کو جو جسے حکم دیا جائے وہ پورا اور مکمل خوش دلی سے خیرات کرے اور اس کو دے جسے دینے کو کہا گیا وہ بھی دو میں سے ایک صدقہ دینے والا ہے ۲؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ماں اچانک فوت ہو گئیں میرا خیال ہے کہ اگر کچھ بولتیں تو خیرات کرتیں تو کیا انہیں ثواب ہوگا اگر میں ان کی طرف سے خیرات کردوں فرمایا ہاں ۳؎ (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے۔

کہ اگر عورت اپنی ملک خیرات کرے تو اس کا وہ حکم ہے جس ۱؎ یہ اس صورت میں ہے کہ خاوند نے صراحۃً تو خیرات کی اجازت نہ دی ہو مگر عرفاً اجازت ہو عورت کو معلوم ہو کہ خاوند اس خرچ سے ناراض نہ ہوگا عورت کو آدھا ثواب اس لئے فرمایا کہ مرد کی کمائی ہے کمانے میں محنت زیادہ ہوتی ہے اور ثواب بقدر مشقت ملتا ہے ۲؎ جیسا خزانچی امیروں کے مال خزانچی بھی ملازم ہوتے ہیں جن کے پاس مالک کا روپیہ جمع رہتا ہے جس کا وہ لین دین کرتے ہیں اور حساب رکھتے ہیں خزانچی مسلمان بھی ہوتے تھے اور کافر بھی اگر وہ حضرت مسلمان خزانچی کے لئے ہے کیونکہ کافر کسی نیکی کے ثواب کا مستحق نہیں ثواب قبولیت پر ملتا ہے اور قبولیت کی شرط اسلام ہے اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمان کو چاہیئے کہ حتی الامکان خزانچی مسلمان رکھے اور کلیدی اسامیوں پر مسلمان کو رکھے رب تعالٰی فرماتا ہے۔ لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ کفار کو اپنا خفیہ راز دار نہ بناؤ نیز چار صفات والا مسلمان خزانچی بھی ہاتھ ۳؎ یعنی اگر مسلمان امین خزانچی صدقہ دیتے وقت چار صفتیں جمع کرے تو مالک کی طرح اسے بھی صدقہ کا ثواب ملے گا مالک کے حکم سے صدقہ دے پورا پورا صدقہ دے حکم سے کم نہ دے خوش دلی سے دے جل کر نہ دے جیسا کہ بعض خزانچیوں کی عادت ہے کہ مالک خیرات کرے ان کی جان جلے جہاں صدقہ دینے کو کہا گیا ہے وہاں ہی دے صرف نہ دے مسجد میں دینے کو کہا ہے تو مسجد ہی میں دے خانقاہ پر خرچ کرنے کو کہا ہے تو وہاں ہی خرچ کرے وصی کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ یہ حدیث گویا اس آیت شریفہ کی تفسیر ہے ۴؎ یہ سائل حضرت عبادہ بن عبادہ تھے ان کی والدہ عمرہ بنت مسعود ابن قیس ابن عمرو ابن زید تھیں ۵ھ ہجری میں ہارٹ فیل (HORT FAIL) یعنی حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پا گئیں ناگہانی موت غافل کیلئے عذاب ہے کہ اسے توبہ اور نیک اعمال کا موقعہ نہیں ملتا مگر ذکر خدا میں رہنے والے مومن کے لئے رحمت کہ اللہ تعالٰی اسے بیماری کی شدت سے بچا لیتا ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں آپ کی والدہ صحابیہ ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر چکی تھیں، بڑی عابدہ زاہدہ تھیں ۵؎ یعنے ہاں ان کی طرف سے تم صدقہ دو انہیں ضرور ثواب ملے گا لمعات میں حضرت

أَبِي أُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي خُطْبَتِهِ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ لَا تُنْفِقُ امْرَأَةٌ شَيْئًا مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا الطَّعَامَ قَالَ ذٰلِكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ لَمَّا بَايَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَاءَ قَامَتِ امْرَأَةٌ جَلِيلَةٌ كَأَنَّهَا مِنْ نِسَاءِ مُضَرَ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنَّا كَلٌّ عَلَى آبَائِنَا وَأَبْنَائِنَا وَأَزْوَاجِنَا فَمَا يَحِلُّ لَنَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ قَالَ الرَّطْبُ

حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے سال خطبہ میں فرماتے سنا کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے بغیر خاوند کی اجازت کچھ خرچ نہ کرے ۱؎ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کھانا بھی نہیں فرمایا یہ تو ہمارا بہترین مال ہے ۲؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت سعد سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی تو ایک شاندار عورت شاید وہ مضر کی عورتوں میں سے تھی ۳؎ اٹھی بولی یا نبی اللہ ہم تو اپنے باپ، بیٹوں اور خاوندوں پر بوجھ ہیں ۴؎ ہمیں ان کے مالوں سے کس قدر درست ہے فرمایا۔

شیخ نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ اور اس کے لئے دعا کرنا سنت ہے اس سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے صدقہ کے ثواب پہنچنے میں تمام اہل حق کا اتفاق ہے البتہ بدنی عبادات کے متعلق علماء میں اختلاف ہے مگر حق یہ ہے کہ ان کا ثواب بھی پہنچتا ہے ہم بیرام سعد کی حدیث میں اس مسئلہ کی وضاحت بیان کر چکے ہیں کہ اس قسم کی ایصال ثواب کی احادیث نہ تو ان آیات کے خلاف ہیں کہ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى اور نہ اس کے کہ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ کیونکہ ان آیات میں یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے بدنی عبادت ادا نہیں کر سکتا کہ اس کی طرف سے نمازیں فرض ادا کر دیا کرے یا روزے رکھ دیا کرے اس کا فرض ادا ہو ثواب کچھ اور ہے ان آیات میں کسب و سعی کا ذکر ہوا کہ ثواب کا ایصال ثواب تو قرآن کریم کی آیات سے ثابت ہے دیکھو ہماری کتاب فہرست القرآن۔ اشعۃ اللمعات میں ہے کہ شیخ عزالدین عبدالسلام کو کسی نے ان کی موت کے بعد خواب میں دیکھا فرمایا ہم دنیا میں تو تلاوت قرآن کے ثواب پہنچنے کے منکر تھے مگر اب یہاں ہم نے آکر دیکھا کہ اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔

۱؎ یعنی بیوی خاوند کے مال سے بغیر اجازت خیرات نہ کرے اجازت خواہ صریحی ہو یا عرفی جیسے عام طور پر بیویوں کو خاوندوں کی طرف سے روٹی کا ٹکڑا معمولی چیز خیرات کر دینے، مہمانوں کی خاطر تواضع کر دینے کی اجازت ہوتی ہے بلکہ خاوند اس پر مطلع ہو کر خوش ہوتے ہیں کہ ہماری بیوی سلیقہ مند ہے مہمان نواز ہے۔ لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں ۲؎ یعنی کھانا تو بہترین مال ہے جس پر زندگی کا دارومدار ہے جب اپنے خاوند کی اجازت بغیر معمولی چیز بھی خرچ نہیں کر سکتی تو کھانے جیسی بہترین چیز کیسے خیرات کر سکتی ہے اس کا مطلب بھی عرض کیا گیا ۳؎ یعنی بہت دراز قامت عزت و شرف والی کہ قبیلہ مضر کے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے آج مصری لوگ یعنی غالبًا وہ بی بی قبیلہ مضر ہی سے تھیں ۴؎ یعنی یہ لوگ ہم کو ہمارے حق پورے نہیں دیتے ہم پر خرچ کرتے گھبراتے ہیں۔ خیال رہے کہ لڑکی کا خرچ شادی سے پہلے باپ کے ذمہ ہے شادی کے بعد خاوند کے ذمہ صاحب اولاد ہونے کے بعد بیٹے پر ماں باپ کی ہر طرح کی خدمت لازم ہے مگر پھر بھی

تَأْكُلَانِهٖ وَتُهْدِيَانِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى اٰبِي اللَّحْمِ قَالَ اَمَرَنِيْ مَوْلَايَ اَنْ اُقَدِّدَ لَحْمًا فَجَآءَنِيْ مِسْكِيْنٌ فَاَطْعَمْتُهٗ مِنْهُ فَعَلِمَ بِذٰلِكَ مَوْلَايَ فَضَرَبَنِيْ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَدَعَاهُ فَقَالَ لِمَ ضَرَبْتَهٗ قَالَ يُعْطِيْ طَعَامِيْ بِغَيْرِ اَنْ اٰمُرَهٗ فَقَالَ الْاَجْرُ بَيْنَكُمَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ كُنْتُ مَمْلُوْكًا فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَصَدَّقُ مِنْ مَالِ مَوَالِيَّ بِشَيْءٍ قَالَ نَعَمْ وَ

تم کھاؤ اور اسے ہدیہ دے سکو لے (ابو داؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت عمیر سے جو آبی اللحم کے غلام ہیں ۱ فرماتے ہیں کہ میرے مولا نے مجھے گوشت سکھانے کا حکم دیا ۲ تو ایک مسکین آگیا جسے میں نے اس میں کچھ دے دیا ۳ اس کی خبر میرے مولا کو ہوئی تو اس نے مجھے مارا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا یہ واقعہ حضور سے عرض کیا ۴ حضور نے انہیں بلایا فرمایا تم نے انہیں کیوں مارا عرض کیا کہ یہ میرا کھانا میری بغیر اجازت دے دیتا ہے فرمایا ثواب تم دونوں کو ہے ۵ ایک روایت میں یوں ہے کہ فرماتے ہیں میں غلام تھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا اپنے مولا کے مال سے کچھ خیرات کر دیا کروں فرمایا ہاں اور

خاوند پر اس کا خرچہ رہیگا لے یعنی بچے ہوئے کھانے جو خراب ہو جانیوالا ہو جو نہیں اٹھ سکتے انہیں خود بھی کھاؤ اور ہدیہ بھی دو ہر وقت علیحدہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان چیزوں کے ہدیہ کی عرفاً اجازت ہوتی ہے حق یہ ہے کہ یہ حدیث باپ، اولاد، خاوند سب کے مال کے متعلق ہے کہ لڑکی باپ کے مال سے، ماں اولاد کے مال سے، بیوی خاوند کے مال سے بغیر صریحی اجازت اس قسم کی چیزوں سے صدقہ و ہدیہ سب کچھ کر سکتی ہے حق یہی ہے ۲ عمیر صحابی ہیں غزوہ خیبر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ان کے مولٰی بھی صحابی ہیں ان کے مولٰی کا نام عبداللہ ہے لقب ابی اللحم یعنی گوشت کے انکاری چونکہ یہ گوشت کی تجارت کرتے تھے مگر خود بالکل نہ کھاتے تھے اس لئے ان کا یہ لقب ہوا بعض نے فرمایا کہ یہ زمانہ جاہلیت میں بتوں کے نام کا ذبح کیا ہوا گوشت نہ کھاتے تھے مشہور یہ ہے کہ پرانے صحابی ہیں جنگ بدر میں شریک ہوئے اور غزوہ حنین میں شہید ہوئے ۳ اُقَدِّدُ تقدید سے بنا بمعنی گوشت کے پارچے بنا کر سکھانا یا دھوپ میں سکھائی کو کہا جاتا ہے اب سکھانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اہل عرب گوشت سکھا کر بہت استعمال کرتے ہیں اب بھی سوکھا گوشت وہاں بہت ہوتا ہے ۴ آپ کا یہ صدقہ چوری یا مولٰی کے نقصان کی نیت سے نہیں بلکہ محض ثواب کی غرض سے، کیونکہ غلاموں کو اس قسم کے صدقات کی عادۃً اجازت ہوتی ہے ۵ اس جملے سے فقیر کی شرح کو قوت پہنچتی ہے اگر ان کی نیت فاسد ہوتی تو اس واقعہ کو دبالیتے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت نہ لاتے شکایت کا منشا یہ ہی تھا کہ میں تو مولٰی کے مال سے صدقہ کرکے ان کا فائدہ کرتا ہوں وہ مجھے مارتے ہیں ۶ یعنی اگر تم اس کے دیئے ہوئے سے راضی ہو جاؤ تو تم بھی ثواب پاؤ۔ اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ غلام کو مولٰی کی بغیر اجازت اس کے مال میں تصرف کرنے کی مطلقاً اجازت دے دی جائے بلکہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غلام کی نیک نیتی پر مطلع تھے اس لئے ان کے مولٰی کو ایک بہتر بات کی ہدایت دی اس سے معلوم ہوا کہ اگر مولٰی بلا قصور بھی غلام کو مار دے تو مولٰی پر اس کا قصاص نہیں رہتی اگر باپ بیٹے کو استاد شاگرد کو غلط فہمی کی بنا پر بلاوجہ بھی مارے تو قصاص نہیں، دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے

الْاَجْرُ بَيْنَكُمَا نِصْفَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ بَابُ مَنْ لَا يَعُوْدُ فِي الصَّدَقَةِ ◆ اَلْفَصْلُ
الْاَوَّلُ ◆ عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَضَاعَهُ الَّذِيْ كَانَ
عِنْدَهٗ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِيَهٗ وَظَنَنْتُ اَنَّهٗ يَبِيْعُهٗ بِرُخْصٍ فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ لَا تَشْتَرِهٖ وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ وَاِنْ اَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِيْ صَدَقَتِهٖ
كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِيْ صَدَقَتِهٖ

ثواب تم دونوں کو آدھا آدھا ملے گا (مسلم) باب کوئی شخص صدقہ واپس نہ لے پہلی فصل پہلی روایت ہے حضرت عمر ابن الخطاب سے فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو اللہ کی راہ میں گھوڑا دیا تھا جس کے پاس وہ گھوڑا تھا اس نے اسے برباد کردیا تو میں نے چاہا کہ گھوڑا خرید لوں میرا خیال تھا کہ سستا بیچ دے گا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے فرمایا نہ خریدو نہ اپنا صدقہ واپس لو اگرچہ تمہیں ایک درہم میں دے دے کیونکہ اپنے صدقہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کرکے چاٹ لے ایک روایت میں ہے صدقہ واپس نہ لو کہ اپنے صدقہ میں رجوع کرنے والا

بالتصور ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ لئے مگر اصل واقعہ اور حضرت ہارون علیہ السلام کی بے قصوری معلوم ہونے پر ان کیلئے دعا کی لیکن صاحب مرقاۃ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام حضرت عائشہ کے سامنے پیش فرمانا تعلیم عدل کیلئے ہے نہ کہ بیان قانون کے لئے اس کا مطلب یہی ہے جو پہلے عرض کیا جاچکا کہ اس سے وہ صدقے مراد ہوتے ہیں جن میں مولی کی طرف سے غلام کو عرفاً خرچ کرنے کی اجازت ہوتی ہے ورنہ کسی کا مال اس کی بغیر اجازت خیرات نہیں کرسکتے ۲؎ صدقہ واپس لینے کی چند صورتیں ہیں دیکر واپس لے لینا دیکر خرید لینا دینے کے بعد بطور میراث پھر صدقہ کا لوٹ آنا پہلی صورت بالکل ناجائز ہے اور تیسری صورت بالکل جائز دوسری صورت میں کچھ تفصیل ہے خیال رہے کہ ہدیہ دے کر واپس لینا جائز ہے اگرچہ بہتر نہ ہو اس کی بحث پہلے ہوچکی، مگر صدقہ دے کر واپس لینا جائز ہی نہیں ۳؎ بطور خیرات کہ اس پر جہاد وغیرہ کیا کرے عاریۃً دینا مراد نہیں بلکہ مالک بنا دینا مراد ہے ۴؎ کہ اس طرح کہ اس کی خدمت کم کی جس سے وہ کمزور دبلا ہو کر گویا برباد ہی ہوگیا ۵؎ یا اس لئے کہ گھوڑا کمزور ہوچکا ہے جس سے اس کی قیمت گھٹ گئی یا اسلئے کہ میں اس کا محسن ہوں، مجھے رعایت سے دے گا کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہے دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے ۶؎ اسی جملہ کی بناء پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ اپنے دیئے ہوئے صدقہ کا خریدنا حرام ہے مگر حق یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے اور کراہت کی وجہ بھی یہ ہے کہ اس موقعہ پر فقیر صدقہ دینے والے کی گذشتہ مہربانی کا خیال کرتے ہوئے اسے سستا دے دیگا، اور یہ قیمت کی کمی صدقہ کی واپسی ہے، مثلاً اگر سو روپیہ کا مال اس نے ۸۰ میں دے دیا، تو گویا صدقہ دینے والے نے بیس روپیہ صدقہ کرکے واپس لے لئے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ملک بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں اس کی مثال بالکل یوں سمجھو کہ اگر تم نے اپنے پڑوسی فقیر کو صدقہ دیا، اس نے اس مال کا کھانا پکا کر تمہاری دعوت کی، یہ اگر اسی مہربانی کے شکریہ میں ہے، تو وہ دعوت ناجائز ہے، اور اگر عام دعوت تھی جس میں اتفاقاً تمہیں بھی بلا لیا گیا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ تَصَدَّقْتُ عَلٰى أُمِّيْ بِجَارِيَةٍ وَإِنَّهَا مَاتَتْ قَالَ وَجَبَ أَجْرُكِ وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيْرَاثُ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهُ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَصُوْمُ عَنْهَا قَالَ صُوْمِيْ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ أَفَأَحُجُّ قَالَ نَعَمْ حُجِّيْ عَنْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ كِتَابُ الصَّوْمِ ۔ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ ۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

ایسے ہے جیسے قے کر کے دوبارہ کھا لینے والا [1] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک عورت حاضر ہوئی بولی یارسول اللہ میں نے اپنی ماں کو ایک لونڈی صدقہ میں دی تھی اور ماں فوت ہوگئی [2] فرمایا تمہارا ثواب پورا ہوگیا اور میراث نے تمہیں لونڈی واپس دے دی [3] عرض کیا یارسول اللہ میری ماں پر ایک مہینے کے روزے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھ دوں فرمایا رکھ دو [4] بولی اس نے حج کبھی نہ کیا تھا کیا میں کر دوں فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کر دو [5] (مسلم) روزے کا بیان [6] پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

[1] اس تشبیہ سے معلوم ہوا کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے کیونکہ کتے کے لیے قے کو چاٹ لینا حرام نہیں اس کا پیٹ تو بھر ہی جائیگا مگر یہ کام گھناؤنا ہے ایسے ہی اپنے صدقہ کو خرید لینے سے ملکیت تو حاصل ہو ہی جائیگی اگرچہ یہ کام بہت برا ہے یہی تشبیہ ہبہ واپس لینے والے پر بھی دی گئی ہے حالانکہ ہبہ کی واپسی بالاتفاق جائز ہے اگرچہ مکروہ ہے [2] یعنی وہ لونڈی بطور میراث مجھے مل رہی ہے آیا اسے رکھ لوں یا کسی اور کو خیرات دے دوں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غریب ماں باپ صدقہ نفلی لے سکتے ہیں صدقہ فرض نہیں لے سکتے اس کی تحقیق پہلے کی جاچکی اور ہو سکتا ہے کہ ان بی بی نے اپنی ماں کو لونڈی بہ نیت نیکی دی ہو اور صدقہ سے ہدیہ مراد لیا ہو [3] اس حدیث سے تصریحاً معلوم ہوا کہ بطور میراث اگر اپنا صدقہ لوٹ آئے تو اس کا لینا جائز ہے بعض علماء نے فرمایا کہ دوسرے فقیر کو دے دے کیونکہ یہ حق اللہ بن چکا ہے مگر یہ قیاس حدیث کے مقابل ہے لہذا رد ہے [4] امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ میت کے قضا روزے وارث رکھ سکتا ہے لیکن امام ابوحنیفہ شافعی و مالک علیہم الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ نہیں رکھ سکتا کیونکہ روزہ خالص بدنی عبادت ہے جس میں نیابت ناجائز ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى اور فرماتا ہے لَهَا مَا كَسَبَتْ اور فرماتا ہے وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے نہ روزے رکھے یہاں روزوں کا کفارہ دینا مراد ہے یعنی تم اپنی ماں کے روزوں کا فدیہ دے دو جو کہ روزہ ہی ہے [5] خواہ انہوں نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اگر ان پر حج فرض تھا تو ان کی طرف سے حج کر دو تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ قریب الموت بیمار یا بوڑھے کی طرف سے اور میت کی طرف سے حج بدل کرنا جائز ہے کیونکہ حج خالص بدنی عبادت نہیں بلکہ بدنی اور مالی کا مجموعہ ہے جو سخت مجبوری اور معذوری کی حالت میں دوسرے کے ادا کر دینے سے ادا ہو سکتا ہے لہذا یہ حدیث ان تمام بزرگوں کی دلیل ہے عبادات تین قسم کی ہیں محض بدنی محض مالی بدنی و مالی کا مجموعہ محض بدنی عبادات میں نیابت مطلقاً ناجائز ہے جیسے روزہ، نماز اور محض مالی

اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَہَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَۃِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ. وَعَنْ سَہْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْجَنَّۃِ ثَمَانِیَۃُ اَبْوَابٍ مِنْہَا بَابٌ یُّسَمَّى الرَّیَّانَ لَا یَدْخُلُہٗ اِلَّا الصَّآئِمُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رمضان آتا ہے ۱؎ تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ۲؎ اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں شیطان زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں ۳؎ ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھولے جاتے ہیں (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں آٹھ دروازے ہیں ۴؎ جن میں سے ایک باب ریان ہے جس میں صرف روزے دار داخل ہوں گے ۵؎ (مسلم، بخاری)

میں مطلقاً جائز جیسے زکوٰۃ اور صدقہ فطر وغیرہ اور مجبوری میں ذمی مذہب میں جائز رہے تا جائز۔ ۱؎ صوم کے لغوی معنے ہیں باز رہنا قرآن کریم فرماتا ہے اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا یعنی میں نے بات چیت باز رہنے کی نذر مانی ہے شریعت میں صبح سے شام تک بہ نیت عبادت صحبت اور کسی چیز کے پیٹ یا دماغ میں داخل کرنے سے باز رہنے کو صوم کہا جاتا ہے روزہ کا منشاء ہے نفس کا زور توڑنا دل میں صفائی پیدا کرنا فقراء اور مساکین کی موافقت کرنا، مساکین پر اپنے دل کو نرم بنانا مرقات میں ہے کہ یوسف علیہ السلام زمانہ قحط میں پیٹ بھر کھانا نہ کھاتے تھے تاکہ بھوکوں ناداروں مستوں کا حق نہ بھول جائیں۔ لمعات مرقات اور اشعۃ اللمعات وغیرہ میں ہے کہ ۲ ہجری میں تحویل قبلہ کے ایک مہینہ بعد ہجرت کے اٹھارھویں مہینہ دسویں شعبان کو روزے فرض ہوئے روزے کی فرضیت میں چند قسم کی تبدیلیاں ہوئیں جنہیں ہم نے اپنی تفسیر نعیمی پارہ دوم میں تفصیل وار بیان کیا ہے۔ رمضان رمض سے بنا بمعنی گرمی یا گرم پتھر جیسے گندے لوہے کو بھٹی تپا کر صاف لوہے کو پرزہ بنا کر قیمتی کر دیتی ہے اور سونے کو محبوب کے پہننے کے لائق بنا دیتی ہے اسی طرح روزہ گنہگاروں کے گناہ معاف کرتا ہے نیک کار کے درجے بڑھاتا ہے اور ابرار کا قرب الٰہی زیادہ کرتا ہے اس لیے اسے رمضان کہتے ہیں نیز یہ اللہ کی رحمت محبت، امان اور نور لیکر آتا ہے اس لیے رمضان کہلاتا ہے خیال رہے کہ رمضان یہ پانچ ہی نعمتیں لاتا ہے اور پانچ ہی عبادتیں روزہ، تراویح، اعتکاف، شب قدر میں عبادات اور تلاوت قرآن اسی مہینہ میں قرآن کریم اترا اور اسی مہینہ کا نام قرآن شریف میں لیا گیا۔ رمضان کے تفصیلی فضائل ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد دوم میں دیکھو۔ ۲؎ حق یہ ہے کہ ماہ رمضان میں آسمانوں کے دروازے بھی کھلتے ہیں جن سے اللہ کی خاص رحمتیں زمین پر اترتی ہیں اور جنتوں کے دروازے بھی جس کی وجہ سے جنت والے حور و غلمان کو خبر ہو جاتی ہے کہ دنیا میں رمضان آگیا اور وہ روزہ داروں کے لیے دعاؤں میں مشغول ہو جاتے ہیں حدیث اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں ۳؎ یہ جملہ بھی اپنے ظاہری معنے پر ہی ہے کہ ماہ رمضان میں واقعی دوزخ کے دروازے ہی بند ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس مہینہ میں گنہگاروں بلکہ کافروں کی قبروں پر بھی دوزخ کی گرمی نہیں پہنچتی وہ جو مسلمانوں میں مشہور ہے کہ رمضان میں عذاب قبر نہیں ہوتا اس کا یہی مطلب ہے درحقیقت ابلیس مع اپنی ذریتوں کے قید کر دیا جاتا ہے اس مہینہ

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ یُضٰعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِیْ وَ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایمان و اخلاص سے رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں ۱؎ اور جو رمضان میں ایمان و اخلاص سے راتوں میں عبادت کرے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے ۲؎ اور جو شب قدر میں ایمان و اخلاص کے ساتھ عبادت کرے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے ۳؎ (مسلم، بخاری)
روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کی ساری نیکیاں دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھائی جائیں گی ۱؎ رب تعالٰی نے فرمایا ہے سوائے روزہ کے کہ روزہ تو میرا ہے ۲؎

یہ جو کوئی بھی گناہ کرتا ہے وہ اپنے نفس امارہ کی شرارت سے کرتا ہے نہ کہ شیطان کے بہکانے سے فقیر کی اس تقریر سے اس حدیث کے متعلق بہت سے اعتراضات دفع ہو گئے مثلاً یہ کہ جب ابھی جنت میں کوئی جاتا ہی نہیں رہا تو اس کے دروازے کھلنے سے کیا فائدہ یا یہ کہ جب دوزخ کے دروازے بند ہو گئے تو رمضان میں گرمی کیوں آتی ہے یا یہ کہ جب شیطان بند ہو گیا تو اس مہینہ میں گناہ کیوں ہوتے ہیں ۳؎ یا اس طرح کہ جنت میں آٹھ طبقے ہیں ہر طبقہ کا ایک دروازہ یا اس طرح کہ جنت کی بیرونی چہار دیواری میں آٹھ دروازے ہیں تاکہ ہر قسم کے نیک لوگ اپنے اپنے الگ دروازے سے داخل ہوں ۴؎ ریان بروزن فعلان ری سے بنا بمعنی تروتازگی سیرابی و سبزی چونکہ روزہ دار روزوں میں بھوکے پیاسے رہتے تھے اور بمقابلہ بھوک کے پیاس کی زیادہ تکلیف اٹھاتے تھے اس لیے ان کے داخلے کیلئے وہ دروازہ منتخب ہوا جہاں پانی کی نہریں بے حساب سبزہ پھل درخت اور سیرابی ہے جس کا حسن آج نہ ہمارے وہم و گمان میں آ سکتا ہے نہ بیان ان شاء اللہ دیکھ کر ہی پتہ لگے گا ۵؎ اس سے معلوم ہوا کہ وہ بے روزہ مسلمان اگرچہ رحمت خداوندی اور شفاعت مصطفوی کی برکت سے بخش بھی دیئے جائیں اور جنت میں داخل بھی ہو جائیں مگر اس دروازے سے نہیں جا سکتے کہ یہ دروازہ تو روزہ داروں کیلئے مخصوص ہے ۶؎ احتساب حسب سے بنا بمعنی گمان کرنا لہٰذا سمجھنا احتساب کے معنی ہیں ثواب طلب کرنا یعنی جس روزہ کیلئے ایمان اور اخلاص جمع ہو جائیں اس کا نفع تو بے شمار ہے دفع ضرر یہ ہے کہ اس کے سارے صغیرہ گناہ حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہیں ۷؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہندوؤں کے برت روزہ اور کافروں کے اپنے دینی روزوں کا کوئی ثواب نہیں کہ وہاں ایمان نہیں ایسے ہی جو شخص بیماری کے علاج کیلئے روزہ رکھے مگر طلب ثواب کیلئے تو کوئی ثواب نہیں کہ وہاں احتساب نہیں ۸؎ اس عبادت سے مراد نماز تراویح ہے جو صرف رمضان میں ادا ہوتی ہے یا نماز تہجد ۹؎ مرقات نے فرمایا کہ ان جیسے نیک اعمال سے گناہ صغیرہ تو معاف ہو جاتے ہیں اور گناہ کبیرہ صغیرہ بن جاتے ہیں اور بے گناہوں کے درجات بڑھ جاتے ہیں لہٰذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رمضان کے دنوں کی برکت سے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں اور تراویح کی برکت

أَنَا أَجْزِي بِهِ يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَ

اور میں ہی اس کا ثواب دونگا[1] وہ میرے لئے اپنی شہوت اور اپنا کھانا چھوڑتا ہے[2] روزہ دار کو دو خوشیاں ہیں ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملتے وقت[3] روزہ دار کی منہ کی بو اللہ کے ہاں مشک کی خوشبو سے بہتر ہے[4] اور روزے ڈھال ہیں[5] اور

سے گناہ کبیرہ ہلکے پڑ جاتے ہیں اور شب قدر کی عبادت کی برکت سے درجے بڑھ جاتے ہیں لہٰذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب روزوں سے گناہ معاف ہو گئے تو پھر تراویح اور شب قدر کی عبادت سے کیا ہوا گا۔ یعنی قانون ایک نیکی کا ثواب کم سے کم دس گنا اور زیادہ سے زیادہ سات سو گنا ہے اگر اللہ اور زیادہ دے تو اس کا کرم ہے اس حدیث سے دو آیتوں کی طرف اشارہ ہے ایک تو مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اور دوسری كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ[2] اگرچہ ساری عبادتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں مگر خصوصیت سے روزہ کو فرمایا کہ یہ میرا ہے چند وجوہ سے ایک یہ کہ دیگر عبادات میں اطاعت غالب ہے اور روزہ میں عشق غالب اور روزہ دار میں علامات عشق جمع ہو جاتی ہیں۔ شعر

عاشقاں را شش نشان است اے پسر — آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر
گر ترا پرسند سہ دیگر کدام — کم خوردن کم گفتن و خفتن حرام

اور مطیع کا عوض ثواب ہے عاشق کا عوض لقائے یار دوسرے یہ کہ دوسری عبادتوں میں ریا ہو سکتی ہے کیونکہ ان کی کوئی نہ کوئی صورت ہوتی ہے اور ان میں کچھ کرنا ہوتا ہے مگر روزہ میں ریا نہیں ہو سکتی کہ نہ اس کی کوئی صورت ہے اور نہ اس میں کچھ کرنا ہے جو اندر باہر کچھ نہ کھائے پیئے وہ چھپا مخلص ہی ہے ریا کار گھر میں کھا کر بھی روزہ ظاہر کر سکتا ہے تیسرے یہ کہ کل قیامت میں دوسری عبادتیں اہل حقوق چھین سکتے ہیں حتی کہ قرض خواہ مقروض سے سات سو نمازیں باجماعت چھین لے گا (شامی) مگر روزہ کسی حق والے کو نہ دیا جائے گا رب تعالیٰ فرمائے گا کہ روزہ میرا ہے کسی کو نہیں دیا جائے گا چوتھے یہ کہ کفار و مشرکین دوسری عبادتیں بتوں کیلئے بھی کر لیتے ہیں قربانی، سجدہ، حج و خیرات وغیرہ مگر کوئی کافر بتوں کیلئے روزہ نہیں رکھتا اگر روزہ رکھتے بھی ہیں تو صفائی نفس کیلئے تاکہ اس صفائی سے جلد سے قرب حاصل ہو غرضیکہ روزہ غیر اللہ کیلئے کبھی نہیں ہوتا (از مرقات، اشعہ وغیرہ)۔

۱؎ اس عبارت کی دو قراتیں ہیں اجزی معروف اور اجزی مجہول یعنی روزہ کا بدلہ میں براہ راست خود دونگا یا میں خود روزہ دار کا بدلہ ہوں دینے والا جو چاہیں دوں اس کی جزا مقرر نہیں یا روزہ کا بدلہ میں خود ہوں یعنی تمام عبادات کا بدلہ جنت ہے اور روزہ کا بدلہ جنت والا رب اس کی وجہ آگے آرہی ہے ۲؎ یعنی روزہ دار عابد بھی ہے اور عاشق بھی یا روزہ دار ریا کے لئے کھانا پینا نہیں چھوڑتا وہ صرف میری رضا کے لئے چھوڑتا ہے ریا کار چھپ کر کھا کر روزہ ظاہر کر سکتا ہے ۳؎ سبحان اللہ کیسا پیارا فرمان ہے روزہ دار کو افطار کے وقت روحانی خوشی بھی ہوتی ہے کہ عبادات ادا ہوئی رب تعالیٰ راضی ہوا سینہ میں نور دل میں سرور ہوا اور جسمانی فرحت بھی کہ سخت پیاس کے بعد ٹھنڈا پانی بہت ہی فرحت کا باعث ہے اور تیز بھوک میں رب تعالیٰ کی روزی بہت لذیذ معلوم ہوتی ہے اور ان شاء اللہ مرتے وقت بھی بروز قیامت بھی

إِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِي: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَيُنَادِي مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ

جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو نہ بری بات بکے نہ شور مچائے ۶ اگر کوئی اس سے گالی گلوچ یا جنگ کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں ۷ (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کردیے جاتے ہیں ۱ دوزخ کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں کہ ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں جن میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا ۲ اور پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے بھلائی چاہنے والے آگے آ ۳ اور برائی چاہنے والے باز آ ۴ اور اللہ کی طرف سے لوگ آگ سے

رب تعالیٰ کی مہربانی دیکھو کہ روزہ دار کو جو خوشی ہوگی وہ تو بیان سے باہر ہے وہ کریم فرمائے گا کہ دنیا میں جو ہم نے کہا وہ تو نے کیا اب جو تو کہے گا وہ ہم کریں گے اللہ تعالیٰ خیر سے وہ وقت دکھائے اللہ کا شکر ہے کہ فقیر حقیر گنہگار یہ بیان بھی آج ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ جمعرات کے دن لکھ رہا ہے رب تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور محبوب معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے اس قال کو حال بنادے۔ خیال رہے کہ منہ کی وہ بدبو جو حلق میں بخارات پیدا ہو کر نکلا کرتی ہے اور جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہو اسے خلوف کہتے ہیں دانتوں کے میل کی بو تو مسواک سے جا سکتی ہے اور بیماری کی بو دواؤں سے مگر خلوف کی بو صرف کھانے سے جا سکتی ہے تجربہ ہے کہ یہ مسواک کے بعد بھی رہتی ہے لہذا یہ حدیث نہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس پر دلیل ہے کہ بعد زوال روزہ میں مسواک منع ہے نہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ کے خلاف کہ روزہ میں مسواک ہر وقت جائز ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ جملہ ایسا ہے جیسے ماں کہے کہ مجھے اپنے بچے کا پسینہ گلاب سے پیارا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ پسینہ دھویا بھی نہ جاوے روزہ میں مسواک کی پوری بحث ان شاء اللہ آگے آئیگی۔ ۵ کہ دنیا میں نفس و شیطان کے نرغے سے بچاتے ہیں اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے بچائیں گے۔ ۶ شور سے مراد جنگ و جدال کا شور ہے شریعت میں روزہ پیٹ اور شرمگاہ کا ہے مگر طریقت میں سارے اعضاء کا لہذا انہیں گناہوں سے بچایا جائے اس جملہ میں اسی روزہ کی تعلیم ہے۔ ۷ لہذا میں تجھ سے لڑنے کو تیار نہیں ہوں ان شاء اللہ وہ خود ہی شرمندہ ہو جائیگا، یا یہ مطلب ہے کہ میں روزہ دار ہوں اللہ کی امان میں ہوں مجھ سے لڑنا گویا رب کا مقابلہ کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنی چھپی عبادت کا اظہار جائز ہے بشرطیکہ فخر و ریا کیلئے نہ ہو۔ ۱ ان تین جملوں کی شرح بھی کچھ پہلے ہو چکی ہے کہ یہ تینوں جملے اپنے ظاہری معنے پر ہیں ان میں کسی کی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں چونکہ ابلیس ایک ہے اور اس کی ذریت بہت قسم کی ہے ان کے نام بھی الگ ہیں اور کام بھی الگ یہ سب ہی ایک مہینہ کیلئے گرفتار کرلئے جاتے ہیں اس لئے شیاطین جمع فرمایا۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں جنت اور

وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ رَجُلٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُّبَارَكٌ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ تُفْتَحُ فِيْهِ اَبْوَابُ السَّمَآءِ

آزاد کئے جاتے ہیں یہ ہر رات ہوتا ہے ۱؎ (ترمذی، ابن ماجہ) احمد نے ایک شخص سے روایت کی ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے تیسری فصل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان آگیا برکت والا مہینہ ہے ۲؎ اللہ نے تم پر اس کے روزے فرض کئے ۳؎ اس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں ۴؎

دوزخ کے دروازے کبھی کھلتے ہیں کبھی بند ہوتے ہیں مگر رمضان میں سارا مہینہ دوزخ کے دروازے بند رہتے ہیں جنت کے کھلے۔ سبحان اللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ اقدس کا حال ہر مہینہ میں شب بھر کھلتا ہے مگر ماہ رمضان میں ہمیشہ کھلا رہتا ہے کیوں نہ ہو کہ وہ ہم مجرموں کی جنت ہے۔ شعر:

مسجد من کعبہ من قبلہ ما　　　　آستان تو در تو گشتہ تو

۱؎ اللہ کی طرف آ، رسول اللہ کی طرف آ، جنت کی طرف آ، مسجد کی طرف آ، عبادت کی طرف آ کیونکہ اب عمل تھوڑا ہے جزائے جلیل ملے گی، زمانہ کمائی کا آگیا کچھ کمالے اور گناہوں سے باز آ، خیر اللہ کی طرف جاتے ہے باز آ رب تعالیٰ مہربان ہے اس سے شرم کر اس آواز کا اثر یہ دیکھا جا رہا ہے کہ اس زمانہ میں بے نمازی نمازی ہو جاتے ہیں، بخیل سخی بن جاتے ہیں، بچے اور بیمار جو فاقہ سے گھبرائیں روزہ پر حریص ہوتے ہیں حالانکہ روزہ بہ نسبت دشوار ہے روزہ میں عادۃً سستی اور نیند بڑھ جاتی ہے مگر پھر بھی مسجدیں بھری رہتی ہیں اور راتیں ذکر اللہ سے آباد۔

۲؎ یعنی مہینہ بھر روزانہ افطار کے وقت بہت سے ہم جیسے گنہگار چھوڑ دیئے گئے، جو اپنی بدکاریوں کی وجہ سے دوزخ کے مستحق ہو چکے تھے انہیں اللہ روزہ کی برکت سے معافی دے دیتا ہے فرماتا ہے اگرچہ گنہگار ہیں مگر روزہ دار ہیں بخش دیا ۳؎ یعنی حدیث مرفوع غریب ہے موقوف صحیح ہے اور ہوسکتا ہے کہ غریب بھی ہو اور صحیح بھی کیونکہ غرابت حسن یا صحیح ہونے کے خلاف نہیں (مرقات) امام جزری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ایک راوی ابوبکر ابن عیاش بھی ہیں جن کے ثقہ ہونے میں اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ اگرچہ امام عاصم قاری کے شاگرد ہیں اور امام حفص پر قرأت میں مقدم ہیں اور فضائل و کمالات میں اپنے اہل زمانہ پر فوقیت رکھتے ہیں مگر کچھ حافظہ کے کمزور تھے ۴؎ برکت کے معنی ہیں بیٹھ جانا جم جانا اسی لئے اونٹ کے بیٹھنے کو مبارک الابل کہا جاتا ہے کہ وہاں اونٹ بیٹھتے بندھتے ہیں اب وہ زیادتی خیر جو آکر نہ جائے برکت کہلاتی ہے چونکہ ماہ رمضان میں حسی برکتیں بھی ہیں اور غیبی برکتیں بھی اسلئے اس مہینہ کا نام مبارک رکھا گیا ہے رمضان میں قدرتی طور پر مومنوں کے رزق میں برکت ہوتی ہے اور ہر نیکی کا ثواب ستر گنا یا اس سے بھی زیادہ ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان کی آمد پر خوش ہونا ایک دوسرے کو مبارکباد دینا سنت ہے اور جس کی آمد پر خوشی ہونا چاہیئے اس کے جانے پر غم بھی ہونا چاہیئے دیکھو نکاح ختم ہونے پر عورت کو شرعاً غم لازم ہے اسی لئے اکثر مسلمان جمعۃ الوداع کو مغموم اور چشم پرنم ہوتے ہیں اور خطباء اس دن میں کچھ وداعیہ کلمات کہتے ہیں تاکہ مسلمان باقی گھڑیوں کو غنیمت جان کر نیکیوں میں اور زیادہ کوشش کریں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے ۵؎ یعنی سب پر روزہ رمضان ہی فرض ہیں طاقت روزہ

وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ وَتُغَلُّ فِيهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِينِ لِلّٰهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُولُ الصِّيَامُ أَيْ رَبِّ إِنِّي مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ وَيَقُولُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ

دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور اس میں مردود شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں؎۱ اس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس کی خیر سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم رہا؎۲ (احمد، نسائی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے؎۳ روزے عرض کریں گے یا رب میں نے اسے دن میں کھانے اور شہوت سے روکا لہٰذا؎۴ اس کے بارے میں میری شفاعت قبول کر اور قرآن کہے گا میں نے اسے رات میں سونے سے روکا

رکھنے والا فدیہ نہیں دے سکتا رب تعالٰی فرماتا ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ حتی کہ حائضہ عورت بھی روزوں کی قضا نہیں کرتی مگر روزوں کی قضا کرتی ہے لہٰذا حدیث اپنے ظاہر پر ہے؎۵ آسمان میں بہت سی قسم کے دروازے ہیں روزی اور فرشتے اترنے کیلئے دروازے لوگوں کے اعمال جانے کے دروازے عذاب آنے کے دروازے خصوصی رحمتیں اترنے کے دروازے وغیرہ یہاں یا آخری قسم کے دروازے مراد ہیں یعنے رمضان میں خاص رحمتوں یا خاص فرشتوں کی آمد کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آسمان کے دروازے تو ہمیشہ کھلے رہتے ہیں؎۶ اس جملہ کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں بہترین مطلب یہ ہے کہ عام شیاطین تو رب کے عام جیل خانوں میں بند کئے جاتے ہیں مگر بہت زیادہ سرکش شیاطین زنجیروں و طوقوں میں باندھے جاتے ہیں جیسے دنیاوی جیلوں میں پھانسی کے ملزم کال کوٹھری میں بند ہوتے ہیں اور ڈاکوؤں کو بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں اسی لئے یہاں تُغَلُّ فرمایا گیا تُغَلُّ غل سے بنا بمعنی زنجیر و طوق ہے لہٰذا یہاں مردود کی قید احترازی ہے اور یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف بھی نہیں؎۷ وہ رات شب قدر ہے جو بفضلہ تعالٰی ہر ماہ رمضان میں ہوتی ہے کہ دوسری ہزار مہینوں کی عبادت سے جس میں شب قدر نہ ہو اس ایک رات کی عبادت بہتر ہے اور غالبًا یہ رات ستائیسویں رمضان ہے اس کی نفیس بحث ہماری کتاب مواعظ نعیمیہ میں ملاحظہ فرمائیے خیال رہے کہ لیلۃ القدر میں نو حرف ہیں اور سورۂ قدر میں یہ لفظ تین بار ارشاد ہوا تو تین دفعہ نو ستائیس بنتے ہیں نیز سورۂ قدر میں تیس کلمے ہیں آخری آیت حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ میں ہی ضمیر جو لیلۃ القدر کی طرف لوٹ رہی ہے ستائیسواں کلمہ ہے ان وجوہ سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں رمضان ہے؎۸ یعنے جس نے یہ رات گناہوں میں گزاری یا اس رات بھی بلا عذر عشاء و فجر جماعت سے نہ پڑھی اس لئے اس کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ بقیہ دنوں میں بھی بھلائی نہیں کما سکے گا شب قدر میں عبادتوں کی تین قسم ہیں جن میں سے آخری قسم ہے عشاء و فجر کا جماعت سے ادا کرنا جس نے یہ بھی نہ کیا واقعی وہ بڑا محروم ہے الحمدللہ گنہگار احمد یار آج ستائیسویں رمضان ۱۳۷۹ھ کو یہ مضمون لکھ رہا ہے آج شب قدر ہے؎۹ یعنے روزہ رکھنے والے تراویح پڑھنے والے گنہگار بندے کی تو معافی کی سفارش کریں گے اور نیک بندے کی بلندی درجات کی لہٰذا قرآن رمضان کی شفاعت سے ہر مومن فائدہ اٹھائیں گے چونکہ قرآن کریم رمضان مبارک

بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ فَيُشَفَّعَانِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ، وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا كُلُّ مَحْرُومٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ، وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ شَهْرٌ مُبَارَكٌ شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهُ فَرِيضَةً وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا

لہذا اسکے متعلق میری شفاعت قبول کر لے دونوں کی شفاعت قبول ہوگی [1] (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت انس ابن مالک سے فرماتے ہیں رمضان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مہینہ تمہارے پاس آگیا [2] اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر جو اس رات سے محروم رہا وہ ساری خیر سے محروم رہا اور ساری خیر سے بدنصیب محروم رہتا ہے [3] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت سلمان فارسی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہم میں خطبہ فرمایا تو فرمایا اے لوگو تم پر عظمت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے [4] یہ مہینہ برکت والا ہے جس کی ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے [5] وہ یہ مہینہ ہے جس کے روزے اللہ نے فرض کئے اور جس کی رات کا قیام نفل بنایا [6]۔

اسی میں آیا اور رمضان میں ہی اس کی تلاوت زیادہ ہوتی ہے اور دن میں روزہ رات کو تراویح میں تلاوت قرآن ہوتی ہے اسی مناسبت سے دونوں کو جمع فرمایا گیا [1] یعنی مدد فرمادے کہ اس کی حیثیت آرام کیفیت زائل ہوتی تھی اور رات میں سستی پیدا ہوتی ہے یعنی کہ نماز عشاء کی اذان کی آواز سنتے ہی تراویح میں مجھے سننے آجاتا تھا لہذا یہاں تراویح پڑھنے والے مراد ہیں تہجد والے ہی مراد نہیں کیونکہ تہجد تو سال بھر پڑھی جاتی ہے یہاں خصوصیت رمضان کا ذکر ہے بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں رمضان تو ہے سب سورہ ملک یعنی قرآن نے اپنے رب کی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کلام الہی قدیم ہے اور مخلوق نہیں (مرقات) اس طرح کہ روزہ کی شفاعت سے گناہ معاف ہوں گے اور قرآن کی شفاعت سے درجے بلند ہوں گے روزوں کی شفاعت سے غضب الہی کی آگ ٹھنڈی ہوگی اور قرآن کی شفاعت سے رحمت الہی کی ہوا چلے گی وغیرہ وغیرہ خیال رہے کہ روزہ اور قرآن بلکہ سارے اعمال وہاں شکلوں میں ممثل ہوں گے جیسے آج دنیا میں ہم واقعات کو خواب میں مختلف شکلوں میں دیکھ لیتے ہیں۔ بادشاہ مصر نے آئندہ قحط سالیوں کو گایوں اور بالیوں کی شکل میں دیکھا تھا [2] یعنی ماہ رمضان وہ سخی ہے جو تمہارے پاس آکر دیتا ہے جیسے بادل آکر پانی دیتا ہے کنوئیں کی طرح بلا کر نہیں دیتا [3] یعنی یہ ایک رات تراسی سال چار ماہ سے بہتر ہے اگر وہ شب قدر سے خالی ہوں [4] اس کی شرح ابھی گزر گئی کہ اس رات کی عبادت میں مشقت نہایت ہی کم ہے اور ثواب بہت ہی زیادہ جو اتنی سی محنت بھی نہ کر سکے وہ پورا ہی محروم و بدنصیب ہے [5] اس میں پیشگی اطلاع دیتے ہیں ماہ رمضان کی فضیلت کا اعلان ہے اور مسلمانوں کو اس کی عبادت کیلئے تیار کرنا ہے اظلال فرما کر اشارۃً بتایا کہ جیسے درخت یا چھت بندوں کو اپنے سایہ میں لیکر سورج کی تپش سے بچا لیتے ہیں ایسے ہی ماہ رمضان مومن کو اپنے سایہ میں لیکر دنیاوی و اخروی عذاب سے بچا لیتا ہے گویا رمضان سایہ دار درخت ہے یا چھت ہے [6] یہاں نفل لغوی معنی میں ہے یعنی

مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ لَهٗ مَغْفِرَةً لِّذُنُوْبِهٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ قُلْنَا يَا

جو اس ماہ میں کسی نیکی بھلائی سے قرب الٰہی حاصل کرے تو گویا اس نے دوسرے مہینہ میں فرض ادا کیا اور جو اس میں ایک فرض ادا کرے تو ایسا ہوگا جیسے اس نے دوسرے مہینہ میں ستر فرض ادا کئے۱؎ یہ صبر کا مہینہ ہے۲؎ اور صبر کا ثواب جنت ہے یہ غمخواری کا مہینہ ہے۳؎ یہ وہ مہینہ ہے جس میں مؤمن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۴؎ جو اس میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے تو اس کے گناہوں کی بخشش اس کی گردن کی آزادی آگ سے ہوگی اور اسے روزہ دار کا سا ثواب ملے گا۵؎ اس کے بغیر کہ روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم ہو۶؎ ہم نے عرض کیا یا

ظاہر یہ ہے کہ خیر سے مراد نفل ہے یعنی اس ماہ میں نماز تراویح نفلی نماز ہے جو دوسرے مہینوں میں نہیں لہذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تراویح نفل ہو بلکہ سنت مؤکدہ ہے تراویح کی پوری بحث ہماری کتاب جاءالحق حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیے یعنی ماہ رمضان کی نفل دوسرے مہینوں کی فرض کی برابر ہے اور اس ماہ کی فرض عبادت دوسرے ماہ کی ستر فرضوں کی مثل ہے لہذا اگر مکہ معظمہ میں ماہ رمضان میں ایک فرض ادا کیا جاوے تو اس کا ثواب ستر لاکھ فرض کا ہے کیونکہ وہاں ہر نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے۔ تو رمضان میں ستر لاکھ اس حساب سے مدینہ منورہ میں ماہ رمضان کی ایک فرض کا ثواب پینتیس لاکھ ہے یہ زیادتی تو رمضان کے عام دنوں میں ہے شب قدر اور رمضان کے جمعہ کی نیکیاں تو بہت زیادہ ہوں گی ان شاءاللہ۔ ۲؎ یعنی دوسرے مہینے شکر کے ہیں جن میں کھاؤ، آرام کرو اور شکر بجا لاؤ اس مہینہ میں دن کو نہ کھاؤ رات کو نہ سوؤ، اور صبر کرو، رمضان کے چار نام ہیں ماہ رمضان، ماہ صبر، ماہ مواسات، ماہ مبارک ان ناموں کی وجہ ہم نے اپنی تفسیر نعیمی میں تفصیل سے لکھی ہے۔ ۳؎ کہ اس مہینہ میں قدرتی طور پر مسلمان میں غرباء اقرباء کی غمخواری کا جذبہ موجزن ہوتا ہے بعض لوگ رمضان میں اپنی شادی شدہ لڑکیوں کو بلا لیتے ہیں بعض لوگ مہینہ بھر تک مسکینوں کو کھلاتے ہیں، ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے اور مواسات پر عمل ہے مواسات بمعنی ہمدردی ہے جیسے حضور سے مشتق یعنی اپنی روزی میں دوسروں کو حصہ دار بنانا، سخاوت کرنا۔ ۴؎ رزق حسی بھی اور معنوی بھی ہر سال اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ ہر روزہ دار کو رمضان میں وہ نعمتیں ملتی ہیں جو دوسرے مہینوں میں نہیں ملتیں نیز اس مہینہ میں قدرتی طور پر دل پر وہ اثر ہوتا ہے جو دوسرے مہینوں میں نہیں ہوتا۔ ۵؎ یعنی روزہ افطار کرانے کو تین فائدے ہوتے ہیں گناہوں کی بخشش دوزخ سے آزادی اور اسے روزہ کا ثواب بعض لوگ افطار کے وقت مسجدوں میں پھل فروٹ یا کھانے بھیجتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث شریف ہے کاٹھیاواڑ اور یو۔ پی میں ہر غازی مغرب کے وقت کچھ لیکر آتا ہے، اور کوشش ہوتی ہے کہ ہر ایک دوسرے کے کھانے سے روزہ افطار کرے اسکی اصل بھی یہی حدیث ہے خیال رہے کہ روزہ افطار کرانے سے ثواب روزہ تو مل جاتا ہے مگر اس سے روزہ ادا نہیں ہوتا لہذا کوئی امیر لوگوں کا افطار کرا کے خود روزہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا روزے تو رکھنے ہی پڑیں گے۔ ۶؎ جیسے علم روشنی، ہوا ان سے خواہ کتنے ہی لوگ فائدہ اٹھالیں کمی نہیں ہوتی ایسے ہی ثواب تقسیم ہونے سے کم نہیں،

رَسُوْلَ اللّٰہِ لَیْسَ کُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهِ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعْطِی اللّٰہُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰی مَذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِّنْ مَّاءٍ وَمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰہُ مِنْ حَوْضِیْ شَرْبَةً لَا یَظْمَاُ حَتّٰی یَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَّاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَّاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَّمْلُوْکِهٖ فِیْهِ غَفَرَ اللّٰہُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ

رسول اللہ ہم میں سے ہر شخص وہ نہیں پاتا جس سے روزہ افطار کرائے لے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ یہ ثواب اسے دیگا جو روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ یا کھجور یا گھونٹ بھر پانی سے افطار کرادے ۲ اور جو روزہ دار کو سیر کرے اللہ اسے میرے حوض سے پانی پلائے گا کہ کبھی پیاسا نہ ہوگا حتی کہ جنت میں داخل ہوجائے ۳ یہ وہ مہینہ ہے جس کا اول رحمت ہے بیچ بخشش اور آخر میں آگ سے آزادی ہے ۴ جو اس مہینہ میں اپنے غلام پر تخفیف کرے تو اللہ اسے بخش دے گا اور آگ سے آزاد کردیگا ۵ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جب ماہ رمضان آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہوتا لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ تقسیم ہوکر ثواب میں کمی کیوں نہیں ہوتی اور یہ چیز بٹ کر گھٹتی ہیں اور یہ بے قاعدہ نہیں، بلکہ سمندر اور چشمہ کا پانی بھی خرچ سے گھٹتا نہیں ہے لے وہ حضرات سمجھے کہ روزہ افطار کرانے کے معنی ہیں اسے پیٹ بھر کردینا اس لئے یہ سوال کیا ۲ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ صرف پیٹ بھرنے پر یہ ثواب موقوف نہیں، ہر چیز بلکہ روزہ دار کے حلق سے نیچے اتاری جائے اس پر ثواب مل جاتا ہے، بلکہ اگر چند آدمی مل کر روزہ دار کو کسی چیز سے افطار کرادیں تو سب کو الگ الگ روزے کا ثواب ہوگا، داتا کی دین کے بہانے ہوتے ہیں، صدقے اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ۳ یعنی صرف افطار کرانے کا ثواب تو بیان ہوچکا، روزہ دار کو سیر کرکے کھلانے کا ثواب یہ ہے۔ خیال رہے کہ جیسے آج دنیا میں سب کو کھانے کی سخت ضرورت ہے ایسے ہی کل میدان محشر میں پانی کی سخت ضرورت ہوگی۔ وہاں بھوک نہ ہوگی مگر پیاس ہوگی، اللہ تعالٰی حوض کوثر کی ایک نہر میدان محشر میں پہنچادے گا جس سے امت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ہی پیاس بجھے گی، اور پیاس سے امن میں رہے گی، ایک بار جس نے یہ پانی پی لیا تو جنت میں داخلہ تک پیاس نہ لگے گی، اللہ تعالٰی ہم سب کو وہاں کا حوض کا پانی نصیب کرے، پھر جنت میں پہنچ کر نہ بھوک ہوگی نہ پیاس، لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے اس پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ محشر میں حوض کوثر کہاں، حوض تو جنت میں ہوگا، نہ یہ اعتراض رہا کہ پیاس نہ ہونے کی انتہا جنت میں داخلہ تک بیان کیوں فرمائی، کیا جنت میں پہنچ کر پیاس لگے گی، نہ یہ اعتراض رہا کہ کھانے کا بدلہ پانی کیوں، اس کا بدلہ تو کھانا ہی چاہیے تھا۔ خیال رہے کہ جنت میں بھوک نہ ہوگی نہ پیاس مگر وہاں کھانا پینا سب کچھ ہوگا، لذت کے لئے نہ کہ بھوک پیاس دفع کرنے کو اسی لئے وہاں میوے ہیں غلے نہیں کہ غلے بھوک دفع کرنے کو ہوتے ہیں میوہ لذت کو ۴ یعنی ماہ رمضان کے تین عشرہ ہیں پہلے عشرہ میں رب تعالٰی مؤمنوں پر خاص رحمتیں فرماتا ہے جس سے انہیں روزہ تراویح کی ہمت ہوتی ہے اور آئندہ ملنے والی نعمتوں کی استعداد پیدا ہوتی ہے دوسرے عشرہ میں تمام صغیرہ گناہوں کی معافی ہے جو جہنم سے آزادی کا اور جنت میں داخلہ کا سبب، تیسرے عشرہ میں روزہ داروں کے جنتی ہوجانے کا اعلان اور وہاں کے داخلہ کا ویزہ (VIZA) اور پاسپورٹ (PASPORT) کی تحریر فقیر کی

شَهْرُ رَمَضَانَ أَطْلَقَ كُلَّ أَسِيْرٍ وَأَعْطٰى كُلَّ سَائِلٍ ۞ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْجَنَّةَ تُزَخْرَفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَأْسِ الْحَوْلِ إِلٰى حَوْلٍ قَابِلٍ قَالَ فَإِذَا كَانَ أَوَّلُ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيْحٌ تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ عَلَى الْحُوْرِ الْعِيْنِ فَيَقُلْنَ

ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے [1] اور ہر منگتے کو دیتے تھے [2] روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماہ رمضان کے لیے جنت شروع سال سے اگلے سال تک سنواری جاتی ہے [3] فرمایا جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے جنت کے پتوں سے آنکھ والی حوروں پر ایک خوشگوار ہوا چلتی ہے [4] تو حوریں عرض کرتی

اس ترتیب سے اس ترتیب کی وجہ بھی معلوم ہوگئی اور یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ جب پہلے دو عشروں میں رحمت و مغفرت ہوچکی، تو تیسرے عشرہ میں آگ سے آزادی کے کیا معنے، وہ تو پہلے ہی حاصل ہوچکی [5] اسلامی بادشاہ رمضان میں ہر محکمہ میں چھٹی کرتے تھے، اب بھی تمام مدارس اسلامیہ رمضان میں بند رہتے ہیں۔ تاکہ مدرسین کو فراغت اور طلباء کو راحت ملے بعض امراء اس مہینہ میں نوکروں سے کام یا تو لیتے نہیں یا بہت کم لیتے ہیں مگر ان کی تنخواہ اور کھانا وغیرہ برابر دیتے رہتے ہیں، ان سب کا اصل یہ حدیث شریف ہے۔ تم اپنے ماتحتوں، نوکروں پر مہربانی کرو، اللہ تم پر مہربانی کرے گا [1] حق یہ ہے کہ یہاں قیدی سے مراد وہ شخص ہے جو حق اللہ یا حق العبد میں گرفتار ہو اور آزاد فرمانے سے اس کے حق ادا کردینا یا کرادینا مراد ہے ورنہ اس زمانہ پاک میں سوائے ان کفار کے جو غزوہ و جہاد میں قید ہوکر آئیں، اور کسی کو قید کیا نہ جاتا تھا اور ایسے قیدیوں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی رمضان میں آزاد کیا کہ ان کو چھوڑ دینا فتنہ سے خالی نہ تھا وہ پھر جاکر مسلمانوں کے مقابل ہوتے۔ احناف کے نزدیک جنگی کفار قیدیوں کو چھوڑنا منسوخ ہے، ان کے لئے یا قتل ہے یا غلام بنانا یا فدیہ پر چھوڑنا۔ اِمَّا مَنًّا بَعْدُ منسوخ ہے اس کا ناسخ ہے فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ۔ ہاں شوافع کے ہاں آزاد کرنے کا بھی حق ہے، یہ معنے جو ہم نے عرض کئے متفق علیہ ہیں۔ [2] یوں تو سرکار ہمیشہ ہی ہر سائل کو دیتے تھے، کریم ہیں، سخی ہیں، داتا ہیں، مگر ماہ رمضان میں آپ کی سخاوت کا سمندر موجیں مارتا تھا، یہاں دو باتیں خیال میں رکھئے، ایک یہ کہ امیروں سے صرف مال مانگے جاتے ہیں، مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مال، اعمال، کمال، رضائے رب ذوالجلال اور جنت نیز دوزخ سے پناہ، ایمان پر خاتمہ سب کچھ ہی مانگا جاتا ہے، حضرت ربیعہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں تو ہمیشہ خصوصًا رمضان میں ہر سائل کو اس کی منہ مانگی مراد دیتے تھے، دوسرے یہ کہ سرکار کی یہ بخششیں صرف اس زمانہ سے خاص نہیں تاقیامت ان کا دروازہ ہر فقیر کے لئے کھلا ہے، کیونکہ رب تعالٰی نے فرمایا وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ سائل میں زمانہ و مکان کی قید نہیں

لہذا اب بھی رمضان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مومن کو رہائی بھی مانگنی چاہیئے اور جنت وغیرہ بھی، ہم نے عرض کیا ہے شعر

مجرم قیدی اے جرم بے حیائی — رہائی یا رسول اللہ رہائی
رہائی کردی غزائے ذوالے — عطا کن زیں بلا ما را رہائی
چھوڑا یا قیدی سے ہرنی کو تم نے — مجھے بھی اس بلا سے دو رہائی

[3] یعنے عید الفطر کا چاند نظر آتے ہی اگلے رمضان کے لیے جنت کی آراستگی شروع ہوجاتی ہے، اور سال بھر تک فرشتے اُسے سجاتے رہتے ہیں

يَا رَبِّ اجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِكَ أَزْوَاجًا تَقَرُّ بِهِمْ أَعْيُنُنَا وَتَقَرُّ أَعْيُنُهُمْ بِنَا رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْأَحَادِيثَ الثَّلَاثَةَ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ ‪.‬ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يُغْفَرُ لِأُمَّتِهِ فِي آخِرِ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ إِنَّمَا يُوَفّٰى أَجْرَهُ إِذَا قَضٰى عَمَلَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ.

بَابُ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ ‪.‬ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُومُوا

یعنی یا رب اپنے بندوں کو ہمارا خاوند بنا جن سے ہماری آنکھیں اور ہم سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں ۱؎ یہ تینوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں نقل فرمائیں ۲؎ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا کہ میری اُمت کی بخشش رمضان کی آخری رات میں ہوتی ہے عرض کیا گیا یارسول اللہ کیا وہ شب قدر ہے فرمایا نہیں لیکن مزدور کو مزدوری جب ملتی ہے جب اپنا کام پورا کرلیتا ہے ۳؎ (احمد) باب چاند دیکھنا ۴؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ روزہ نہ رکھو

جنت خود بھی سجائی، پھر اور بھی زیادہ سجائی جائے، پھر سجانے والے فرشتے ہوں، تو کیسی سجائی جاتی ہوگی، اس کی سجاوٹ ہمارے وہم وگمان سے وراء ہے، بعض مسلمان رمضان میں مسجدیں سجاتے ہیں، وہاں قلعی چونا کرتے ہیں، جھنڈیاں لگاتے، روشنی کرتے ہیں، اس کی اصل یہی حدیث ہے ۲؎ یعنی یہ جو ہوا عرش سے شروع ہوتی ہے جنت کے درختوں، پتوں سے مس ہوکر روزہ داروں پر پہنچتی ہے مرقات نے فرمایا یہ روزہ داروں کے منہ کی بو کے اثر سے ہوتی ہے واللہ اعلم

۱؎ یعنے ہم کو ان روزہ داروں کے نکاح میں دے، کہ وہ ہمارے خاوند ہوں، ہم ان کی بیویاں بنیں، خیال رہے کہ نکاح کے لئے نامزدگی تو پہلے ہی ہوچکی ہے کہ فلاں، فلاں کی بیوی، مگر نکاح جنت میں پہنچ کر ہوگا یا نکاح پہلے ہوچکا ہے، رخصتی یعنے عطا بعد قیامت ہوگی، لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ تقر سے قرار ٹھنڈک کرکے ہیں، اسی لئے بیٹے کو قرۃ العین کہتے ہیں ۲؎ یہ احادیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہیں، لہٰذا قوی ہیں، کثرت اسناد ضعیف کو قوی کردیتی ہے (مرقات) ۳؎ یعنے رمضان کی انتیسویں یا تیسویں رات کو روزہ داروں کی بخشش کا فرشتوں میں اعلان ہوجاتا ہے، کہ ان کے روزے، تراویح، اعتکاف، شب قدر کی بیداریاں قبول فرمالی گئیں، اور ان کی بخشش کا فیصلہ کردیا گیا، یہی رات بندوں کے عمل سے فراغت کی رات ہے، رب تعالٰی کی عطا کی رات بھی حسن اتفاق ہے کہ یہ گنہگار بندہ احمد یار آج انتیسویں رمضان دوشنبہ ۱۳۷۹ھ کو یہ شرح لکھ رہا ہے، خدا کرے اس رات میں اس گنہگار کی معافی بھی ہوگئی ہو، اور جو مسلمان بھائی میری مغفرت کی دعا کرے اللہ اس کی مغفرت فرمائے آمین، وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ ۴؎ عربی میں تیسری شب تک کے چاند کو ہلال کہتے ہیں، اس کے بعد کی راتوں میں قمر کہا جاتا ہے، اور چودھویں شب کے چاند کو بدر کہا جاتا ہے، آخری راتوں میں محاق، یہاں رمضان وغیرہ کی پہلی شب کا چاند مراد ہے بہت سی اسلامی عبادات چاند پر موقوف ہیں، اس لئے ہر مہینہ کا ہی چاند دیکھنا چاہیے، مگر خصوصیت سے شب برات، رمضان، شوال، بقرعید کا چاند ضرور دیکھنا چاہیے

حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَيْلَةً فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلٰثِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ؛ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلٰثِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ؛ وَعَنِ ابْنِ

تک کہ رمضان کا چاند دیکھ لو اور افطار نہ کرو حتی کہ چاند دیکھ لو۱ اگر تم پر ابر کی وجہ سے چاند چھپ جائے تو مہینہ کا اندازہ لگاؤ۲ اور ایک روایت میں ہے کہ مہینہ انتیس راتوں کا ہے تو روزہ نہ رکھو حتی کہ چاند دیکھ لو۳ پھر اگر تم پر چاند مشتبہ ہو جائے تو تیس دن کی گنتی پوری کرو۴ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۵ پھر اگر چاند تم پر مشتبہ ہو جائے تو شعبان تیس دن کا شمار کرو۶ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن

کہ ان سے روزے، عید، قربانی وغیرہ متعلق ہیں، اسی لئے مصنف نے چاند دیکھنے کا مستقل باب باندھا۔ ۱ یعنی نہ تو مشکوک دن میں روزہ رکھو اور نہ مشکوک میں عید مناؤ، لہذا تیسویں شعبان کو روزہ نہ رکھو کہ شاید کل چاند ہو گیا ہو، اور تیسویں رمضان کو عید نہ مناؤ اس شبہ پر کہ کل شاید شوال کا چاند ہو گیا ہو، بلکہ جب رمضان یا شوال کا چاند یقینی طور پر ہو جائے تب روزہ یا عید مناؤ۔ اس جملہ پر بہت سے شرعی احکام مرتب ہیں، فقہاء فرماتے ہیں کہ شک کے دن روزہ رکھنا منع ہے اس کا ماخذ یہی حدیث ہے۔ ۲ یعنی تیس دن پورے کرلو کیونکہ چاند کا مہینہ ۲۹ دن سے کم نہیں ہوتا اور ۳۰ دن سے زیادہ نہیں ہوتا، چاند دیکھنے کی کچھ تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے۔ ۳ یعنی کبھی مہینہ انتیس کا بھی ہوتا ہے لیکن اگر چاند نظر نہ آئے تو تیس کا ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چاند میں دیکھنے کا اعتبار ہے جنتری حساب وغیرہ شریعت میں بالکل غیر معتبر ہیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ۴ یہ اس آیت کی تفسیر ہے وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ یعنی ماہ رمضان کی گنتی پوری کرنا فرض ہے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ اگر جنتری والا اپنے حساب سے روزہ رکھے یا عید کرے تو سخت گنہگار ہوگا کیونکہ شریعت میں چاند دیکھنے کا اعتبار ہے اور اگر حساب پر عید منالے تو سخت فاسق ہوگا، اور اگر اسی حساب پر لوگوں کے روزے تڑوا دے تو سب پر کفارہ واجب ہوگا اور اگر اس حساب پر عمل کو واجب جانے کہ روزہ یا عید کو فرض مانے تو کافر ہو جائے گا، کیونکہ وہ آیت مذکورہ کا بھی منکر ہوا اور احادیث متواترہ کا بھی۔ ۵ صُوْمُوْا کا فاعل سارے مسلمان ہیں، لِرُؤْيَتِهٖ میں ضمیر کا مرجع چاند ہے، رُؤْيَتِكُمْ نہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ کہیں بھی چاند ہو جائے سب مسلمانوں پر روزہ فرض ہو جائیگا بشرطیکہ انہیں چاند کا ثبوت شرعی پہنچ جائے چاند میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ شوافع کا خیال ہے کہ ایک علاقہ کی رویت دوسرے علاقہ والوں کیلئے معتبر نہیں مانتے یہ حدیث ان کے خلاف ہے اور احناف کی دلیل ہے شوافع کی دلیل حضرت عمر کا یہ فرمان لَمْ نَرَهُ لَكِنَّا رَأَيْنَاهُ ہے اس کا جواب ان شاء اللہ اسی حدیث کے ماتحت دیا جائیگا کہ وہاں شرعی گواہی نہ ہونے کی وجہ سے یہ فرمایا تھا۔ بعض جہلاء تیسویں رمضان کو عید کا چاند عصر کے وقت دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ عید کا چاند نظر آگیا روزہ کھول دو یہ غلط ہے یہاں افطار سے مراد کل روزہ نہ رکھنا اور عید منانا ہے نہ کہ روزہ توڑ دینا جیسا کہ اگلے جملہ سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۶ چاند مشتبہ ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کبھی نظر ہی نہ آئے جنتری والے کہتے ہوں کہ کل چاند ہو گیا دوسرے یہ کہ اڑتی اڑتی معلوم ہو جسے کہ فلاں جگہ چاند

عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَعَقَدَ الْاِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ ثُمَّ قَالَ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا يَعْنِيْ تَمَامَ الثَّلَاثِيْنَ يَعْنِيْ مَرَّةً تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ وَمَرَّةً ثَلٰثِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرَا عِيْدٍ لَا يَنْقُصَانِ رَمَضَانُ وَذُو الْحِجَّةِ

عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگ بے پڑھی جماعت ہیں نہ لکھیں نہ حساب لگائیں لے مہینہ یوں اتنا اتنا اور اتنا ہے تیسری بار میں انگوٹھا شریف بند کر لیا پھر فرمایا کہ مہینہ اتنا اتنا اور اتنا ہے یعنی پورے تیس دن کا یعنی کبھی انتیس اور کبھی تیس کا ۲ے (مسلم، بخاری)

روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عید کے دو مہینے ۳ے کبھی کم نہیں ہوتے رمضان اور بقر عید کے

ہو گیا شرعی گواہی نہ پہنچے، فقیر نے ریڈیو کی خبر کے متعلق فتوٰے یہ دیا ہے کہ اگر ریڈیو پر کسی چاند ہونے کی خبر دی جائے تو معتبر نہیں، اور سننے والے اس پر روزہ یا عید نہیں منا سکتے، لیکن اگر حکومت اسلامیہ کی قائم کردہ ہلال کمیٹی شرعی قواعد کی رو سے شرعی گواہی لے کر چاند ہو جانے کا فیصلہ کرے اور اپنے فیصلہ کا ریڈیو پر اعلان کرے تو معتبر ہے، کیونکہ پہلی صورت میں چاند کی خبر کا اعلان ہے اور اس صورت میں حاکم کے فیصلہ کا پہلا غیر معتبر دوسرا معتبر، حاکم کے فیصلہ کی اطلاع تو فائر، گولہ، چراغاں وغیرہ سے کر دینا بھی جائز ہے، ریڈیو کی اطلاع تو اس سے کہیں زیادہ قوی ہے اس مسئلہ کی نہایت نفیس تحقیق ہمارے فتاوٰی نعیمیہ میں دیکھو، خیال رہے کہ فقیر کا یہ فتوٰی اس صورت میں ہے کہ ہلال کمیٹی کے اراکین مسائل شرعیہ سے واقف ہوں، اور گواہی وغیرہ شرعی قواعد سے حاصل کریں۔

لے اُمّی اُمّ سے بنا بمعنے اصل یا ماں، اس میں اشارہ ہے عرب کی طرف ہے امی کے معنے ہیں ام القریٰ یعنی مکہ یا حجاز والا یا بے پڑھا ہوا شخص کہ جیسے ماں کے شکم سے پیدا ہوا ویسے ہی ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو امی کہا جاتا ہے اس کی نفیس تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں ملاحظہ فرمائیے، یعنی ہم حجازی جماعت عموماً حساب کتاب نہیں کیا کرتے یا عام صحابہ بے پڑھے ہیں حساب نہیں لگاتے، مگر قیامت تک سارے مسلمان انہیں بے پڑھوں کے تابع ہیں، درزادہ خیال رہے کہ امی کے معنے بے پڑھا ہے بے علم نہیں، اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے ایسا عالم بنایا کہ جہان بھر کے علماء ان کی شاگردی کریں، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بایں معنے امی ہیں کہ پیدائشی عالم، عارف، معلم ہیں، صلے اللہ علیہ وسلم۔ شعر

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوئے اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکے ۔ وہ راز اک کملی والے نے سمجھا دیئے چند اشاروں میں

۲ے اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ چاند میں حساب، جنتری، چاند کی رفتار کا قیاس، چاند کا چھوٹا بڑا ہونا، اٹھائیس تاریخ کو نظر نہ آنا وغیرہ کچھ بھی معتبر نہیں صرف رؤیت کا اعتبار ہے، اگر انتیس کو رؤیت نہ ہو تو تیس دن پورے کرنا لازم ہیں ۳ے سبحان اللہ ان پاک شارعوں پر ہماری جانیں فدا ہوں، دو اشاروں میں ہزارہا مسائل حل فرما دیئے، اس اشارہ فرمانے سے اشارۃً معلوم ہوا کہ حدود و قصاص کے سوا باقی اکثر احکام شرعیہ میں، اشارہ معتبر ہے، اگر کوئی اپنی بیوی کو تین انگلیاں دکھا کر کہے، تجھے اتنی طلاقیں، تو تین طلاقیں واقع ہوں گی، مگر حاکم کے سامنے کوئی

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمًا فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْتَصَفَ شَعْبَانُ فَلَا تَصُوْمُوْا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی رمضان سے پہلے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے ۱؎ سوا اس کے جو کوئی روزہ رکھتا ہو وہ اس دن روزہ رکھ لے ۲؎ (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ماہ شعبان آدھا گزر جائے تو روزہ نہ رکھو (ابوداؤد، ترمذی)

دس انگلیاں دکھا کر کہے، پھر فلاں کے لئے اتنے روپے قرض ہیں تو دس روپے کا قرار ہوگا۔ اگر کسی عورت کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ تیرا نکاح اس سے کرتا ہوں، تو نکاح ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح گونگا اشاروں سے نکاح، طلاق وغیرہ کرسکتا ہے۔ ۲؎ رمضان اور بقرعید، چونکہ رمضان عید الفطر کا پیش خیمہ ہے یا اس کی ہر ساعت خوشی و مسرت کی ہے لہٰذا اسے بھی ماہ عید کہہ دیا گیا، یا تغلیبًا تثنیہ کر دیا گیا، جیسے چاند و سورج کو قمرین کہہ دیتے ہیں، اور حضرت ابوبکر و عمر کو عمرین۔ ۳؎ بعض نے اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ ایک سال میں ماہ رمضان و بقرعید دونوں انتیس کے نہیں ہوتے، یا دونوں تیس کے ہوں گے یا ایک انتیس کا دوسرا تیس کا۔ مگر یہ غلط ہے، مشاہدہ کے خلاف ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اکثر یہ قاعدہ ہے مگر یہ بھی غلط ہے، مرقات نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کل نو رمضان کے روزے رکھے جن میں دو تیس کے تھے باقی سات انتیس کے اب بھی بہت دفعہ رمضان و بقرعید دونوں انتیس کے ہو جاتے ہیں، لہٰذا یہاں کمی سے مراد ثواب و اجر کی کمی ہے، نہ کہ تعداد ایام کی کمی یعنی رمضان و بقرعید انتیس کے ہوں یا تیس کے، ثواب عمل برابر ہی ملے گا یعنی انتیس کا ثواب تیس کے برابر، یا بقرعید کے پہلے عشرہ کی نیکیوں کا ثواب رمضان کے پہلے عشرہ کی نیکیوں کے برابر ہے، نہ کم نہ زیادہ واللہ اعلم۔

۱؎ یعنی رمضان کے چاند سے ایک دو دن پہلے نفلی روزے نہ رکھے تاکہ نفل و فرض مخلوط نہ ہو جائیں، جیسے فرض نماز سے ملا کر نفل نہ پڑھے بلکہ وقفہ کرکے جگہ تبدیل کرکے پڑھے یا اس سے نہ ملائے، تاکہ لوگوں کو رمضان کا چاند ہونے کا شبہ نہ ہو جائے، لوگ سمجھیں کہ شاید اس نے چاند دیکھ لیا ہے یہ ممانعت تنزیہی ہے وہ بھی عوام کے لئے، خاص علماء اگر روزہ رکھ لیں، اور کسی پر ظاہر نہ کریں، تو درست ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں، جن میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے ماہ رمضان سے ملا دیتے تھے (لمعات و مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ قضا اور نذر کے روزے ان دنوں میں رکھنا بلا کراہت جائز ہے۔ ۲؎ یعنی اگر کسی مسلمان کی عادت ہے کہ ہر سوموار یا ہر جمعرات یا جمعہ کو نفلی روزہ رکھا کرتا ہے، اور اتفاقًا انتیسویں شعبان اسی دن آ گئی، تو اسے بلا کراہت یہ نفلی روزہ رکھ لینا جائز ہے کہ یہ شک کے دن کا روزہ نہیں، بلکہ اپنی عادت کے دن کا روزہ ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی خاص دن میں ہمیشہ روزہ رکھنا یا نوافل پڑھنا یا خیرات کرنا جائز ہے، نہ یہ تعین حرام ہے اور نہ یہ تقرر مکروہ، لہٰذا ہر ماہ کی بارھویں میلاد شریف کرنا، گیارھویں تاریخ کو غوث پاک کی فاتحہ

وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْصُوْا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ اِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ. وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِيْ يُشَكُّ فِيْهِ فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ

ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے لیے شعبان کے چاند کا حساب رکھو ۱؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو متواتر دو ماہ روزے رکھتے نہ دیکھا سوائے شعبان و رمضان کے ۲؎ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عمار ابن یاسر سے فرماتے ہیں جو شک کے دن روزہ رکھے اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ۳؎ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

کرنا اس میں نوافل پڑھنا، ختم قرآن کرنا، صدقہ و خیرات کرنا جائز اور باعث ثواب ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ نفلی عبادات میں دن مقرر کرنا حرام ہے، خود ان بزرگوں کے ہاں دینی مدارس کی تعطیلیں و امتحانات مقررہ دنوں میں ہوتے ہیں ۳؎ یہ ممانعت ان کمزور لوگوں کے لئے ہے جو اس زمانہ میں نفلی روزے رکھ کر رمضان کے روزوں پر قادر نہ رہیں یا ان سے بہت تکلیف اٹھائیں یا ان لوگوں کے لئے جو شروع شعبان میں تو روزے نہ رکھیں، پندرھویں شعبان کے بعد بلاوجہ مسلسل روزے شروع کردیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں وارد ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے ماہ شعبان کے روزے رکھتے تھے، مرقات نے فرمایا کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان جواز کے لئے۔

۱؎ اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت تحقیق سے دیکھو، وہاں سے دن گنتے رہو تاکہ رمضان کا آنا یقین سے معلوم ہو، فقہاء فرماتے ہیں کہ شعبان کا چاند دیکھنا بھی ضروری ہے رمضان کے لئے اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے ہی شعبان کے اکثر روزے رکھتے تھے، رہے انتیسویں یا تیسویں شعبان کے بھی اس کی ممانعت کی توجیہیں پہلے کی جاچکی ہیں کہ کمزوروں کے لئے پندرھویں شعبان کے بعد روزے مناسب نہیں، قوت والوں کے لئے مناسب ہیں بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں روزے زیادہ رکھتے تھے، اور افطار کم فرماتے تھے، یعنی کبھی یہ عمل فرماتے تھے اور کبھی یہ لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ۳؎ اس نافرمانی کی تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ سارے شعبان میں کبھی روزے نہ رکھے صرف شک کے دن بلاوجہ نفلی روزہ رکھے، دوسرے یہ کہ شک کے دن رمضان کی نیت سے فرضی روزہ رکھے، تیسرے یہ کہ اس روزہ میں متردد نیت کرے کہ آج اگر رمضان کی پہلی ہے، تو یہ روزہ فرضی ہے اور اگر شعبان کی تیسویں ہے، تو یہ روزہ نفلی ہے یہ تینوں صورتیں ممنوع ہیں، دوسری صورت زیادہ بری کہ اس میں اہل کتاب سے مشابہت ہے لہذا یہ صورت گزشتہ حدیث اباحت کے خلاف نہیں، مرقات میں ہے کہ امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ شوال کے چھ روزوں کو رمضان سے ملانا حرام سمجھتے

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ الْهِلَالَ يَعْنِي هِلَالَ رَمَضَانَ فَقَالَ أَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ يَا بِلَالُ أَذِّنْ فِي النَّاسِ أَنْ يَصُومُوا غَدًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ تَرَاءَى النَّاسُ الْهِلَالَ فَأَخْبَرْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي رَأَيْتُهُ فَصَامَ وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں ایک بدوی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا کہ میں نے چاند دیکھا ہے یعنی رمضان کا چاند۱؎ حضور نے فرمایا کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بولا ہاں فرمایا کیا یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں بولا ہاں۲؎ فرمایا اے بلال لوگوں میں اعلان کردو کہ کل روزہ رکھیں۳؎ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو حضور نے خود روزہ رکھا اور لوگوں کو روزے کا حکم دیا۴؎

ناپسند کرتے تھے ۲؎ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح فرمایا اور بخاری نے تعلیقاً روایت کی، حاکم نے اسے بشرط شیخین بتایا، خیال رہے حضرت ابن عباس سے موقوفاً روایت کیا ہے مگر یہ حدیث صحیح ہے جن لوگوں نے اسے موضوع بتایا انہوں نے سخت غلطی کی، خیال رہے کہ ترمذی وغیرہ میں اصل حدیث یوں ہے کہ حضرت صلہ ابن زفر فرماتے ہیں کہ ہم شک کے دن حضرت عمار ابن یاسر کے پاس تھے، آپ کی خدمت میں بھنی بکری لائی گئی، بعض لوگ پیچھے ہٹ گئے تب آپ نے فرمایا جو اس دن روزہ رکھے اس نے حضور ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی، اس قسم کی موقوف حدیثیں مرفوع کے حکم میں ہوتی ہیں۔

۱؎ یعنی میں نے نہ تو اپنے ساتھ کوئی اور گواہ پیش کیا اور نہ گواہی کے الفاظ ادا کئے، اس سے معلوم ہوا کہ ایک چاند میں خبر کافی ہوتی ہے ۲؎ اس زمانہ میں چونکہ اسلام میں فرقے نہ بنے تھے، صرف کلمہ طیبہ پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لئے کافی تھا، مگر کلمہ طیبہ پڑھنا تمام عقائد اسلامیہ مان لینے کی دلیل تھا اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ دو اقرار کرائے، اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ رمضان کے چاند میں مسلمان کی خبر معتبر ہے نہ کہ کافر کی، دوسرے یہ کہ کسی بات کے جواب میں ہاں کہہ دینا بھی اقرار ہوتا ہے، اس سے اقرار نکاح طلاق کے بہت سے مسائل مستنبط ہوں گے، مثلاً کسی نے پوچھا کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اس نے کہا ہاں، طلاق ہوگئی وغیرہ البتہ حدود و قصاص میں اقرار کے صریح الفاظ بولنے ضروری ہیں، وہاں فقط ہاں کافی نہیں، کیونکہ یہ چیزیں شبہات سے ختم ہوجاتی ہیں، فقیر نے حدیث کی جو شرح عرض کی، اس سے معلوم ہوگیا کہ اب مرزائیوں وغیرہ مرتدین کا فقط کلمہ پڑھ لینا اسلام کے لئے کافی نہیں خود زمانہ نبوی میں (صلی اللہ علیہ وسلم) منافقوں کا کلمہ پڑھنا ان کے اسلام کے لئے کافی نہ تھا، لہذا یہ حدیث نہ تو قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف ہے وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ اور نہ ان احادیث کے مخالف جن میں فرمایا گیا کہ آئندہ زمانے میں لوگ قرآن اور نمازیں پڑھیں گے مگر اسلام سے دور ہوں گے ۳؎ امام اعظم فرماتے ہیں کہ اگر انتیسویں شعبان کو مطلع صاف نہ ہو تو ایک عادل مسلمان کی خبر سے رمضان کے چاند کا ثبوت ہوجائے گا، ان کا ماخذ یہ حدیث

رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَا لَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهٖ ثُمَّ يَصُوْمُ لِرُؤْيَةِ رَمَضَانَ
فَاِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلٰثِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا
لِلْعُمْرَةِ فَلَمَّا نَزَلْنَا بِبَطْنِ نَخْلَةَ تَرَاءَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَقَالَ
بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ فَلَقِيْنَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْنَا اِنَّا رَاَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ

(ابوداؤد، دارمی) تیسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان کی اتنی نگرانی فرماتے تھے جتنی دوسرے مہینوں کی نہ کرتے تھے ۱؎ پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے تھے پھر اگر مشتبہ ہو جاتا ۲؎ تو تیس دن پورے کرتے پھر روزہ رکھتے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابو البختری سے ۳؎ فرماتے ہیں ہم عمرہ کے لئے روانہ ہوئے جب بطن نخلہ میں اترے ۴؎ تو ہم چاند دیکھنے جمع ہوئے ۵؎ بعض قوم نے کہا کہ یہ تیسری رات کا ہے اور بعض نے کہا دوسری رات کا ہے ۶؎ پھر حضرت ابن عباس سے ملے ہم نے عرض کیا کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو بعض نے کہا ہے۔

ہے اس حدیث سے ثابت معلوم ہوا کہ سارے صحابہ عادل ہیں، کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے کلمہ کا اقرار کرا کر اعمال کی تحقیق نہ فرمائی۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان کے روزے کی نیت دن میں بھی ہو سکتی ہے رات سے نیت کرنا ضروری نہیں ۱؎ یعنے انتیسویں شعبان کو مطلع صاف نہ تھا، لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی کسی کو نظر آیا صرف ایک نے دیکھ لیا، اور صرف اسی کی خبر پر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے روزہ کا حکم دے دیا خیال رہے کہ حضرت امام شافعی کے ہاں رمضان کے چاند میں جبکہ مطلع صاف نہ ہو دو شخصوں کی گواہی ضروری ہے مگر یہ احادیث ان کے اس فرمان کے خلاف ہیں، اس لئے اکثر شوافع اس حدیث پر فتوٰی دیکر صرف ایک مسلمان کی خبر معتبر مانتے ہیں ہمارے امام اعظم کے ہاں صرف ایک عادل کی خبر کافی ہے، اور اگر مطلع صاف ہو تو بڑی جماعت کی گواہی سے چاند کا ثبوت ہوگا عید کے چاند میں اگر مطلع صاف نہ ہو تو دو کی گواہی ضروری ہے اور اگر صاف ہو تو بڑی جماعت کی گواہی درکار ہے، کیونکہ رمضان کے چاند پر صرف شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں جن میں ایک کی خبر کافی ہوتی ہے، مگر عید کے چاند سے بندوں کے حقوق وابستہ ہیں، لہذا یہاں دو کی گواہی ضروری ہوئی۔ بڑی جماعت میں اختلاف ہے، امام یوسف کے ہاں پچاس آدمی بڑی جماعت ہیں، بعض کے ہاں تعداد مقرر نہیں، اتنے لوگوں کی گواہی ضروری ہے جن سے چاند کا گمان غالب ہو جائے ۲؎ اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت اہتمام سے دیکھتے تھے پھر اس کے دن کی شمار رکھتے تھے، کیونکہ اس پر ماہ رمضان کا دارومدار ہے، اگرچہ عید کے چاند پر بھی حج وغیرہ کا دارومدار ہے، مگر حج ہر سال ہر شخص نہیں کرتا، اور نماز عید و قربانی چاند سے دس دن بعد ہوتی ہے جس میں چاند کا پتہ لگ جاتا ہے، رمضان شروع ہوتے ہی ہر شخص روزے رکھتا ہے، لہذا اس کے چاند کا اہتمام زیادہ چاہیئے ۲؎ یعنے اگر رمضان کا چاند دکھائی نہ دیا جاتا اور دوسرا شرعی ثبوت نہ ملتا تو تیس دن شعبان کے پورے فرماتے ۳؎ ان کا نام سعید ابن فیروز ہے، تابعین میں سے ہیں، کوفی ہیں، آدمی ثقہ ہیں، مائل بہ رفض تھے، آپ کی حدیثیں جیسی سنن میں دوسری سنن (مرقات وغیرہ) ۴؎ بطن نخلہ مکہ معظمہ سے مشرق کی جانب طائف کے راستہ پر واقع ہے، مسعود منزل ہے، اب اسے منیق کہتے ہیں ۵؎ کہ میدان میں جمع ہو کر ایک دوسرے کو دکھانے لگے کہ وہ ہے چاند

الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ فَقَالَ اَيَّ لَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوْهُ قُلْنَا لَيْلَةَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدَّهٗ لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ لِلَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوْهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ اَهْلَلْنَا رَمَضَانَ وَنَحْنُ بِذَاتِ عِرْقٍ فَاَرْسَلْنَا رَجُلًا اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْاَلُهٗ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ اَمَدَّهٗ لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ اُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

بَابٌ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِي السَّحُوْرِ بَرَكَةً مُتَّفَقٌ

تیسری رات کا ہے اور بعض نے کہا دوسری رات کا ہے تو آپ نے فرمایا تم نے کس رات دیکھا ہم نے عرض کیا فلاں رات تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی مدت دیکھنے تک کی رکھی لہٰذا وہ اسی رات کا ہے جس میں تم نے دیکھا انہی سے ایک روایت ہے کہ ہم نے رمضان کا چاند دیکھا جب ہم ذات عرق میں تھے تو ہم نے حضرت ابن عباس کے پاس ایک شخص مسئلہ پوچھنے بھیجا حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چاند کی مدت دیکھنے تک رکھی تو اگر تم پر مشتبہ ہو جائے تو تیس دن کی گنتی پوری کرو (مسلم) باب پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سحری کھاؤ کہ سحری کھانے میں برکت ہے (مسلم، بخاری)

خیال رہے کہ چاند کی طرف اشارہ کرنا دکھانے کیلئے جائز ہے بلا ضرورت مکروہ کہ فعل کفار ہے (مرقات و شامی) لے یعنی چاند موٹا اور بڑا تھا اسے بعض نے کہا دوسری رات کا ہے بعض نے کہا تیسری رات کا ہے یعنی کسی نے کہا کل ہو چکا ہے کسی نے کہا پرسوں ہو چکا ہے یہ چاند رمضان کا تھا یہ حضرات شعبان کے آخر میں عمرہ کرنے گئے تھے۔ لے یعنی مجھے اپنا اندازہ نہ بتاؤ اپنی رویت کی خبر دو کہ تم میں سے کس نے اس سے پہلے کب دیکھا تھا، کل یا پرسوں ۳ے یعنی حضرت ابن عباس کے فرمانے پر اب ہم نے دیکھنے کی رات بتائی کہ مثلاً کل دیکھا تھا ۴ے یعنی چاند میں چھوٹا بڑا ہونے یا اونچا ہونے کا اعتبار نہیں، دیکھنے کا اعتبار ہے۔ اس سے وہ لوگ عبرت و نصیحت پکڑیں کہ صرف جنتری یا اخبار میں لکھی ہوئی تاریخ دیکھ کر یا چاند کی بڑائی دیکھ کر جھگڑتے ہیں ۵ے ذات عرق عراق والوں کا میقات ہے جہاں سے لوگ احرام باندھتے ہیں طائف کے راستہ پر واقع ہے، اب اس کا نام سیل ہے، لاری بسوں کا مشہور اڈہ ہے، فقیر وہاں سے گذرا ہے عراق سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے بھی اور مکہ معظمہ سے طائف آتے جاتے بھی یہاں سے عمرہ کا احرام یہیں سے ہی باندھا جاتا ہے، یہاں کا پانی بہت لذیذ اور ہاضم ہے ۶ے حضرت عبداللہ ابن عباس کا قیام طائف میں تھا، وہاں ہی آپ کا مزار پر انوار ہے، فقیر نے زیارت کی ہے۔ غالباً ان حضرات نے طائف پہنچ کر اس سے یہ مسئلہ پوچھا ہوگا، جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ شعبان کی مدت رمضان کا چاند دیکھنے تک ہے حساب وغیرہ کا اعتبار نہیں، مرقات نے فرمایا کہ یہاں لیلۃ فرمانے سے اشارۃً معلوم ہوا کہ اگر دن میں زوال کے بعد رمضان یا عید کا چاند نظر آجائے مگر بعد غروب آفتاب نظر نہ آئے تو اس دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ آفتاب ڈوبنے کے بعد کی رویت کا اعتبار ہے واللہ اعلم ۷ے چونکہ اس باب میں روزے کے متعلق مختلف احادیث لائیں گے، اس لئے اس باب کا کوئی ترجمہ مقرر نہ فرمایا بعض نسخوں میں باب التسحر وغیرہ ہے مگر صحیح یہی ہے کہ یہ باب بغیر ترجمہ کے

عَلَيْهِ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ اَهْلِ الْكِتٰبِ اَكْلَةُ السَّحَرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ سَهْلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عُمَرَ

روایت ہے حضرت عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کے چند لقمے ہیں۱ (مسلم) روایت ہے حضرت سہل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ بھلائی میں رہیں گے جب تک افطار جلدی کرتے رہیں گے۲ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عمر سے

ہے یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی کیونکہ روزہ کے لئے سحری مستحب ہے واجب یا فرض نہیں۔ صبح سے پہلے کے وقت کو سحر کہتے ہیں، اور اُس وقت کے کھانے پینے کو سحری یعنی آخر رات کی غذا۔ سحری کا وقت آدھی رات سے شروع ہوجاتا ہے، مگر سنت یہ ہے کہ رات کے آخری چھٹے حصے میں کھائی جائے ۲۰ سورتیں کے پڑھنے سے بھی پہلے اور بعد سے بھی۔ مگر بہت زیادہ قریب ہے، بعض نے فرمایا کہ سورتیں کے پڑھنے سے سحری کھانا، اور سینے کے ذریعے اُس وقت کی غذا (مرقات و اشعہ) سحری کا کھانا مبارک ہے، اور اس کھانے کے استعمال میں برکت ہے، کیونکہ یہ سنت ہے اور سنت مبارک ہے، نیز اس کھانے سے روزے میں مدد ملتی ہے، نیز اس کھانے کی وجہ سے مسلمانوں اور عیسائیوں و کفار کے روزوں میں فرق ہوجاتا ہے خیال رہے کہ طارے روشنائی اور دہری کا میں قدرے آرام کرنا، روزوں میں سحری کھانا سب مبارک ہیں کہ ان کا تعلق عبادات سے ہے جب عبادت کے تعلق سے عادت مبارک بن جاتی ہے، تو دنیا دین ہوجاتی ہے، تو حضرات انبیاء و اولیاء سے جس چیز کو نسبت ہوجائے وہ بھی یقیناً مبارک ہوجاتی ہے، دیکھو شب قدر مبارک، ماہ رمضان مبارک ہے، کیونکہ انہیں عبادتوں سے تعلق ہے، عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا تھا وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا مجھے اللہ نے مبارک بنایا، یہ حضرات بذات خود مبارک ہیں، اور ان کی طرف منسوب چیزیں ان کی وجہ سے مبارک۔ ۲؎ اَكْلَةُ الف کے پیش اور کاف کے جزم سے بمعنی لقمے یا نوالے، اور الف کے زبر سے بمعنی کھانا یعنی سحری کے نوالے یا سحری کھانا مسلمانوں اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق کا باعث ہیں، کیونکہ ان کے ہاں رات کو سونے کے بعد کھانا حرام ہوجاتا ہے، اسلام میں بھی پہلے یہی حکم تھا اب پو پھٹے تک کھانا پینا حلال کردیا گیا، سحری کھانے میں اللہ کی دعوت کا قبول کرنا ہے اور اس کی اس نعمت کا شکریہ، اُکلۃ فرمانے میں اس جانب اشارہ ہے کہ سحری تھوڑی کھانا بہتر ہے، اتنی زیادہ کہ دوپہر تک کھٹی ڈکاریں آویں بہتر نہیں۔ ۳؎ افطار جلدی کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ افطار نماز مغرب سے پہلے کیا جائے، نماز پہلے پڑھ لینا بعد میں افطار کرنا اس حدیث کے خلاف ہے (مرقات) دوسرے یہ کہ آفتاب ڈوبنے کا یقین ہوجانے پر افطار کرلیا جائے، پھر دیر نہ لگائی جائے، خیال رہے کہ افطار کے وقت بھی تین ہیں، وقت مستحب، وقت مباح اور وقت مکروہ، وقت مستحب تو وہ ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ سورج کا آخری کنارہ چھپتے ہی روزہ افطار کیا جائے، وقت مباح تارے کھلنے سے کچھ پہلے تک دیر لگانا اور تارے گتھے جانے پر افطار کرنا مکروہ، اس کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت یہودی روزہ افطار کرتے ہیں اس میں اُن سے مشابہت ہے، اور جلدی افطار کرنے میں اپنے عجز بندگی کا اظہار بھی ہے، اور اللہ کی دی ہوئی اجازت کا جلدی قبول کرنا بھی (مرقات) اسی مرقات میں ہے کہ بعض علماء نے فرمایا، نفس پر مشقت ڈالنے اور مغرب و عشاء کو ملانے کے لئے دیر سے افطار کرنا بہتر ہے، مگر یہ غلط ہے کیونکہ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَاَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِی الصَّوْمِ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَيُّكُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَيَسْقِيْنِیْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ اَلْفَصْلُ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رات ادھر سے آجائے اور دن ادھر سے چلا جائے ۱؎ اور سورج ڈوب جائے تو روزہ دار افطار کرے ۲؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے میں وصال کرنے سے منع فرمایا ۳؎ تو حضور سے کسی شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو وصال کرتے ہیں ۴؎ فرمایا تم میں مجھ جیسا کون ہے ۵؎ میں اس طرح رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے ۶؎ (مسلم، بخاری) الفصل

سنت رسول اللہ سیدھا راستہ ہے اور اس کی مخالفت گمراہی ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کرتے تھے نفس کشی کے لیے سنت کی مخالفت نہ کرو کہ یہ نفس کشی نہیں بلکہ رہبانیت ہے، ہماری نفس کشی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے

۱؎ پہلے ادھر سے سمت مغرب مراد ہے اور دوسرے ادھر سے سمت مشرق مراد، چونکہ مغرب کی طرف سیاہی پہلے نمودار ہوتی ہے اور سورج کا آخری کنارہ پیچھے ڈوبتا ہے اس لیے اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے آنے کا ذکر پہلے فرمایا، دن کے جانے سے مراد سورج کا آخری کنارہ ڈوب جانا ہے نہ کہ سرخی غائب ہوجانا کیونکہ سرخی غائب ہونے پر تو صاحبین کے ہاں وقت عشاء آجاتا ہے اسی لیے اگلا جملہ ارشاد ہورہا ہے ۲؎ یعنی دن جانے کی شرح فرمادی یعنی سورج چھپتے ہی روزہ افطار کرو اب نفس کشی کے بہانے یا وہمیات کی اتباع نہ کرو، اب خواہ مخواہ دن ہونے کا شبہ کرنا شک نہیں بلکہ وہم ہے ۳؎ روزہ کا وصال یہ ہے کہ شب کو بغیر افطار کئے بغیر کچھ کھائے پیئے دوسرا روزہ رکھ لیا جائے حق یہ ہے کہ یہ وصال ہمارے لئے مکروہ تحریمی ہے، اور یہاں ممانعت حرمت کی ہے، اس ممانعت میں صدہا حکمتیں ہیں، وصال سے جسم بہت کمزور ہوجاتا ہے وصال سے دوسری عبادتیں بھاری پڑجاتی ہیں، وصال میں جوگیوں، سادھوؤں کی مشابہت ہے، وصال ساری امت کے لیے ناجائز ہے خواہ اولیاء ہوں یا دیگر طبقہ کے لوگ ۴؎ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک دن کا نہیں بلکہ متواتر کئی کئی روزہ کا وصال فرماتے تھے کہ مسلسل روزے پر روزے رکھتے تھے، اس سائل کو شبہ ہوا کہ وصال تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا چاہیے، منع کیوں ہے ۵؎ یہ استفہام انکاری ہے، اور اَیُّکُمْ میں صحابہ اور تمام انسانوں سے خطاب ہے یعنی تم میں مجھ جیسا کوئی نہیں، جب صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ ہوسکے اور کسی کا کیا منہ ہے کہ ان سے ہمسری کا دعوے کرے، ہمارا عقیدہ تو یہ ہے، شعر:

نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم زانکہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی است

رب تعالیٰ کے فرمان قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں خاص بشریت میں تشبیہ ہے جس میں الوہیت کا خطرہ تھا یعنی میں تمہاری طرح خالص بشر ہوں نہ خود خدا نہ خدا کا ساجھی، پھر میری بشریت سے نبوت کا خطرہ ہوا جسے یُوْحٰٓی اِلَیَّ سے بیان کیا لہذا یہ حدیث قرآن کی اس آیت کے خلاف نہیں، تمام جہان کے اولیاء ایک صحابی کی مثل نہیں ہوسکتے جس نے ایمانی نگاہ سے ان کا چہرہ ایک آن دیکھا ان کی ذات تو بہت اعلیٰ ہے ۶؎ ہمارے اس کھلانے پلانے

الثَّانِي عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ

دوسری روایت ہے حضرت حفصہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو فجر سے پہلے روزہ کا ارادہ (نیت) نہ کرے اس کا روزہ نہیں ہوتا[1] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی) ابوداؤد نے فرمایا کہ

کی بہت توجیہیں کی ہیں، بعض نے کہا کہ اس سے قوت برداشت مراد ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے روحانی غذائیں مراد ہیں، بعض نے فرمایا کہ اس سے معنوی فیضان اور مناجات کی لذتیں مراد ہیں، بعض نے فرمایا کہ اس سے بھوک پیاس کا نہ ہونا مراد ہے وغیرہ، مگر حضرت عشق کا فتویٰ یہ ہے کہ حدیث اپنے بالکل ظاہری معنے پر ہے، اور اس میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے رب تعالے کی تین نعمتوں کا ذکر فرمایا، ایک یہ کہ تم سب اپنے بیوی بچوں کے پاس رات گزارتے ہو اور میں اپنے رب کے پاس، شعر

دوشی دیدار وجہ عرش منزل — ای دکتاب خانہ دردل

ای حقیقت روان عالم — بے سایہ وسائبان عالم

دوسرے یہ کہ میں رب تعالے کے پاس رہ کر خود نہیں کھاتا پیتا بلکہ مجھے رب تعالے کھلاتا پلاتا ہے، کھلانے والا اس کا دست کرم، کھانے والا میں تیسرے یہ کہ رب تعالے مجھے وہ روزی کھلاتا پلاتا ہے جس سے نہ روزہ ٹوٹے نہ روزوں کا تسلسل جائے جیسے جنت کے میوے اور سلسبیل تسنیم وغیرہ کے شربت، اس جملہ سے چند مسئلے معلوم ہوئے (۱) ایک یہ کہ کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی مثل نہیں ہو سکتا، جب انسان کو خلق کی تیسے تمام حیوانات سے ذاتی امتیاز دے دیا، تو نبوت اور وحی کی صفتوں نے بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں سے ذاتی امتیاز کر دیا (۲) دوسرے یہ کہ اگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بہ نیت عبادت کھانا پینا چھوڑیں تو خواہ مہینوں نہ کھائیں، ضعف و کمزوری بالکل طاری نہ ہوگی، اور اگر بطور عادت کھانا ملاحظہ نہ کریں تو ضعف بھی نمودار ہوگا اور شکم پاک پر پتھر بھی باندھے جائیں گے کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور بشر بھی، عبادات میں نورانیت کا ظہور ہے اور عادات میں بشریت کی جلوہ گری، لہٰذا یہ حدیث حضرت جابر کی اس روایت کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے دو وقت کھانا نہ کھانے پر دو پتھر پیٹ سے باندھے (۳) تیسرے یہ کہ جنتی میوے کھانے اور وہاں کا پانی پینے سے روزہ نہیں جاتا، جیسے رب تعالے سے کلام کرنے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے سے نماز نہیں جاتی، بعض اولیاء خواب میں کھا پی لیتے ہیں اور کھانے کی خوشبو بیداری کے بعد ان کے منہ میں پائی جاتی ہے، مگر ان کا روزہ قائم رہتا ہے، دیکھو احتلام سے بحالت روزہ نہیں جاتا (۴) چوتھے یہ کہ بعض بندوں کو اسی دنیا میں جنتی میوے ملے ہیں، حضرت مریم علیہا السلام کا جنتی میوے کھانا قرآن پاک سے ثابت ہے (۵) پانچویں یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر کام ہمارے لئے سنت نہیں، بلکہ وہ کام سنت ہے جو ہمارے لئے لائق عمل ہو، خصوصیات مصطفوی ہمارے لئے سنت نہیں روزہ وصال، نو بیویاں نکاح میں جمع فرمانا، ہمارے لئے سنت ہیں نہ لائق عمل، سنت و حدیث میں یہی فرق ہے۔

[1] یعنی روزے کی نیت رات سے کرنا چاہیئے صبح صادق سے پہلے، تاکہ دن کا ہر حصہ روزے کی نیت سے گزرے، یہاں اس سے مراد وہ روزہ ہے جو فرض ہو مگر معین نہ ہو جیسے رمضان کی قضا یا مطلق نذر کا روزہ یا نفل۔ روزہ ادا معین (رمضان) روزہ کی نیت دن میں ضحوی کبریٰ سے پہلے ہو سکتی ہے کیسے

وَوَقَفَهُ عَلٰى حَفْصَةَ مَعْمَرٌ وَالزُّبَيْدِيُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَيُونُسُ الْاَيْلِيُّ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ۔
وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ اَحَدُكُمْ
وَالْاِنَاءُ فِيْ يَدِهٖ فَلَا يَضَعْهُ يَقْضِيَ حَاجَتَهٗ مِنْهُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَحَبُّ عِبَادِيْ اِلَيَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ۔ وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَفْطَرَ
اَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ فَاِنَّهٗ بَرَكَةٌ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى مَاءٍ فَاِنَّهٗ طَهُوْرٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ

معمر زبیدی ابن عیینہ اور یونس ایلی نے حضرت حفصہ پر موقوف کیا یہ تمام حضرات زہری سے راوی ہیں لہ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اذان سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اپنی ضرورت پوری کئے بغیر اسے نہ رکھے ٢ہ (ابوداؤد) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے میرے بندوں میں مجھے بہت پیارے وہ ہیں جو افطار میں جلدی کریں ٣ہ (ترمذی) روایت ہے حضرت سلمان ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرنے لگے تو چھوارے پر افطار کرے کہ یہ برکت ہے ٤ہ پھر اگر چھوارہ نہ پائے تو پانی پر افطار کرے کہ یہ پاک کرنیوالا ہے ٥ہ (احمد)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ کبھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس صبح کو تشریف لاتے تو فرماتے کچھ کھانا ہے میں عرض کرتی کچھ نہیں تو فرماتے اچھا تو ہمارا روزہ ہے، نیز روایات میں ہے کہ ایک دن صبح کو رمضان کا چاند ہو جانے کی خبر ملی تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ابھی تک کچھ نہ کھایا ہو وہ روزہ رکھ لے۔ غرضکہ اس شرح پر یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کہ وہاں نفلی روزہ یا فرض معین روزہ اور یہاں فرض غیر معین روزہ مراد ہے۔

لہ اس حدیث کے متعلق ترمذی نے فرمایا کہ نافع نے حضرت ابن عمر کا قول نقل کیا، نسائی نے فرمایا کہ صحیح یہی ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے، دار قطنی نے اسے مرفوعًا نقل کیا، امام نووی نے فرمایا کہ حدیث صحیح ہے، بہت سی اسنادوں سے مروی ہے ٢ہ یعنی بوقت افطار اذان مغرب ہو رہی ہے، تم روزہ افطار کر رہے ہو، افطار سے فارغ ہو کر نماز کو آؤ، اذان سن کر افطار کا کھانا پینا نہ چھوڑ دو، یا سحری کے وقت اگر اذان فجر ہو جائے اور تمہیں غالب گمان ہو کہ ابھی پو نہیں پھٹی ہے مؤذن نے غلطی سے اذان کہدی ہے، تو سحری کھاتے پیتے رہو (مرقات، اشعۃ اللمعات، لمعات) لہذا یہ حدیث بالکل صحیح ہے اس پر یہ الزام نہیں آتا کہ فجر کی اذان کے وقت سحری کھاتے رہو ٣ہ یعنی یہود و نصارٰے یا روافض سے بہتر مسلمان اہل سنت ہیں کہ وہ لوگ روزہ دیر سے کھولتے ہیں، اور سنی مسلمان جلد افطار لیتے ہیں، سورج ڈوب چکنے کے بعد دیر نہیں لگاتے، کیونکہ جلدی افطار سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور سنت صحابہ بلکہ سنت انبیاء علیہم السلام ہے، اور جلدی افطار میں رب تعالٰے کی رحمت کی طرف جلدی کرنا ہے اپنی حاجتمندی کا اظہار ہے ٤ہ چھوارے سے روزہ افطار کرنا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے صحابہ کرام کی سنت ہے، نیز خالی پیٹ میٹھی چیز کھانا تندرستی خصوصًا نظر کے لئے بہت مفید ہے۔ اس لئے یہ عمل دینی و دنیاوی برکتوں کا ذریعہ ہے کھجور محبوب بندوں کی غذا ہے ٥ہ یعنی پانی جیسے جسم کو پاک کرنے

والترمذی وابوداؤد وابن ماجۃ والدارمی ولم یذکر فانہ برکۃ غیر الترمذی فی روایۃ اخرٰی۔ وعن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفطر قبل ان یصلی علی رطبات فان لم تکن رطبات فتمیرات فان لم تکن تمیرات حسا حسوات من ماء رواہ الترمذی وابوداؤد وقال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب وعن زید بن خالد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فطر صائما او جھز غازیا فلہ

ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی اور فانہ برکۃ کا لفظ ترمذی کے سوا کسی نے روایت نہ کیا دوسری روایت میں۔ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے چند تر کھجوروں سے روزہ افطار کرتے تھے ؎۱ اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک چھواروں پر ؎۲ اگر چھوارے بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے ؎۳ (ترمذی، ابوداؤد) ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے روایت ہے حضرت زید ابن خالد سے فرماتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو روزہ دار کو افطار کرائے یا غازی کو سامان دے تو اسے

والا ہے ایسے ہی دل و دماغ کو بھی پاک صاف کرنے والا ہے، نیز پانی میں حرام ہونے کا احتمال بہت کم ہوتا ہے، کہ کنوئیں کا پانی جنگل کا شکار اصل میں مباح ہے دوسری چیزوں میں احتمال ہے کہ حرام کمائی سے حاصل کی گئی ہوں، روزہ حلال سے افطار کرنا بہتر ہے یہ امر استحبابی ہے۔ ؎۱ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ روزہ دار افطار پہلے کرے، نماز مغرب بعد میں پڑھے، نماز مغرب کے بعد افطار کرنا سنت کے خلاف ہے، دوسرے یہ کہ چند کھجوریں افطار کے وقت کھانا مسنون ہے تین یا پانچ بعض روایات میں تین خرمے کا ذکر ہے، مرقات نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہما کبھی بعد نماز مغرب افطار کرتے تھے یا تو بیان جواز کے لئے، تاکہ لوگ نماز سے پہلے افطار کو فرض نہ سمجھ لیں، یا اس لئے کہ اتفاقًا اس وقت افطار کے لئے کچھ موجود نہ ہوتا تھا، بہرحال نماز سے پہلے افطار سنت ہے اور نماز کے بعد افطار جائز مگر خلاف سنت ہاں اگر کچھ موجود نہ ہو، تو بعد نماز افطار کرے۔ یا حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں افطار سے مراد کھانا تناول کرنا ہے، یعنی افطار تو نماز سے پہلے کر لیتے تھے، اور کھانا بعد نماز کھاتے تھے بہرحال حدیث واجب التاویل ہے۔ ؎۲ اس ترتیب سے پتہ لگا کہ تر کھجور پر روزہ افطار نہایت اچھا ہے، پھر اگر یہ نہ ملیں تو خشک چھواروں پر افطار کرنا چاہیئے، ہاں رمضان شریف میں کثرت سے بازار میں کھجوریں آجاتی ہیں، اور عام طور پر لوگ خریدتے ہیں، مسجدوں میں بھیجتے ہیں، ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے ؎۳ غرضکہ روٹی چاول یا کسی پر تکلف چیز پر روزہ افطار نہ فرماتے تھے، پنجاب میں بعض روزہ داروں کو دیکھا گیا کہ سگریٹ سے روزہ افطارتے ہیں، نعوذ باللہ روزہ دار کے منہ میں پہلے پاکیزہ چیز جانی چاہیئے، سگریٹ گندی بدبودار چیز بھی ہے، اور اس سے روزہ افطارنا مضر صحت بھی ہے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ آگ سے پکی چیز سے روزہ نہ افطارے، بلکہ گرمی میں پانی سے اور سردی میں کھجور سے افطارے، جب آگ کی پکی چیز سے روزہ نہ افطارنا چاہیئے، تو خود آگ سے روزہ افطارنا کتنا برا ہوگا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ [illegible] آب زمزم سے روزہ افطار میں یہ غلط ہے، سنت کے خلاف ہے، سنت یہ ہے کھجور یا چھوارے سے افطارنا، اگر یہ نہ ملیں تو پانی سے افطارنا۔

مِثْلُ اَجْرِهٖ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَمُحْيِي السُّنَّةِ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَقَالَ صَحِيْحٌ وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ. وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ زُهْرَةَ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ مُرْسَلًا. اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ. عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اُن ہی کی طرح ثواب۔ ۱؎ (بیہقی شعب الایمان) محی السنہ نے شرح السنہ میں روایت کیا اور فرمایا کہ صحیح ہے ۲؎ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار فرماتے تو فرماتے پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہوگئیں اور ان شاء اللہ ثواب ثابت ہوگیا ۳؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت معاذ ابن زہرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار فرماتے تو فرماتے الٰہی میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا ۴؎ (ابوداؤد مرسلاً) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

۱؎ اسی لیے روزہ دار کو افطار کرانے یا غازی کو سامان جنگ دینے میں نیکی پر مدد کرنا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى چونکہ روزہ دار نفس و شیطان سے جہاد کرتا ہے اس لیے غازی کے ساتھ اسے ذکر فرمایا۔ خیال رہے کہ روزہ افطار کرانے سے آپ کا روزہ نہ ہوگا مگر اس سے روزہ دار ہوگا ان کو تو رکھنے سے ہی ادا ہوگا، ثواب مل جانا اور ہے فرض ادا ہونا کچھ اور۔ ۲؎ یہ حدیث ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، ابن حبان وغیرہم محدثین نے نقل فرمائی، ترمذی نے اسے حسن صحیح فرمایا تھا یہ حضرت مصنف قدس سرہ اس روایت پر مطلع نہ ہوئے اس لیے ان کا ذکر نہ فرمایا۔ ۳؎ اس میں رب تعالیٰ کا انتہائی شکر ہے کہ پیاس اور رگوں کی خشکی ایک وقتی چیزیں تھیں جو افطار کرتے ہی دور ہوگئیں، مگر اس عارضی تکلیف پر جو رب تعالیٰ نے ثواب عطا فرمایا وہ عظیم و ثابت ہے، اور یہاں بھی ان شاء اللہ یا محض برکت کے لیے فرمایا گیا یا ہماری تعلیم کے لیے، ہم کو روزہ مقبول یا مردود ہونے کی خبر نہیں۔ اگر رب تعالیٰ نے قبول فرمایا ہو تو پھر اجر ہی اجر ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اِنْ بمعنی اِذْ ہے، اور اس کا تعلق گزشتہ مضمون سے ہے مگر پہلی توجیہ قوی بھی ہے اور موقعہ کے مناسب بھی۔ ۴؎ افطار کے وقت یہ دعا مانگنا سنت ہے، بعض روایات میں فرمایا کہ اگر یہ بھی کہے وَبِكَ اٰمَنْتُ اور اس کلمہ کی کوئی اصل تو نہیں مگر درست ہے۔ بعض لوگ آخر میں یہ بھی کہہ دیتے ہیں وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ جو کل کے روزے کی نیت ہے۔ اور زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا بدعت حسنہ ہے۔ بعض لوگ افطار کے وقت یوں کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ اس میں بھی حرج نہیں، مسنونہ دعاؤں کے کلمات میں زیادتی جائز ہے۔ بعض التحیات میں درود ابراہیمی میں لفظ محمد سے پہلے سَيِّدِنَا بڑھا دیتے ہیں، بعض حجاج تلبیہ میں یہ زیادتی کرتے ہیں اِنَّ عَبْدَكَ وَابْنَ عَبْدَيْكَ وَاقِفٌ بَيْنَ يَدَيْكَ حَاجًّا لَا اُحْصِيْ عَلَيْكَ وغیرہ اس میں بھی حرج نہیں۔ ہاں درود وظیفوں کے الفاظ بالکل نہ بدلے جائیں کیونکہ وہ کسی خاص اثر کے لیے ہوتے ہیں، اور یہ اثر منقول الفاظ سے وابستہ ہے اور دعا میں محض ثواب ہے، جس میں جتنے الفاظ زیادہ اتنا ثواب زیادہ۔

اللہ علیہ وسلم لا یزال الدین ظاہرا ما عجل الناس الفطر لان الیہود والنصاری یؤخرون رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ ۔ وعن ابی عطیۃ قال دخلت انا ومسروق علی عائشۃ فقلنا یا ام المؤمنین رجلان من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم احدہما یعجل الافطار ویعجل الصلوۃ والآخر یؤخر الافطار ویؤخر الصلوۃ قالت ایہما یعجل الافطار ویعجل الصلوۃ قلنا عبد اللہ بن مسعود قالت ہکذا صنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والآخر ابو موسی رواہ مسلم ۔ وعن العرباض بن ساریۃ قال دعانی رسول

علیہ وسلم نے دین غالب رہے گا جب تک لوگ جلدی افطار کرتے رہیں گے ۱؎ کیونکہ یہود و نصاریٰ دیر سے افطار کرتے ہیں ۲؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابو عطیہ سے فرماتے ہیں میں اور مسروق حضرت عائشہ کے پاس گئے ۳؎ ہم نے عرض کیا اے ام المؤمنین حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو حضرات ہیں ایک تو افطار بھی جلد کرتے ہیں اور نماز بھی جلد پڑھتے ہیں اور دوسرے صاحب افطار بھی دیر سے کرتے ہیں اور نماز بھی دیر سے پڑھتے ہیں ۴؎ فرمایا کہ کون صاحب ہیں جو افطار میں جلدی کرتے ہیں ۵؎ ہم نے عرض کیا عبداللہ ابن مسعود فرمایا ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اور دوسرے حضرت ابو موسیٰ ہیں ۶؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عرباض ابن ساریہ سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ

۱؎ یعنی مسلمانوں کا جلدی روزہ افطار کرنا دین کے غلبہ کا سبب ہے۔ معلوم ہوا کہ سنتوں بلکہ مستحبات کی پابندی مسلمانوں کی شوکت اور دین کے غلبہ کا باعث ہے، پھر فرائض کا کیا پوچھنا، ہندوستان کے مسلمان اذان اور گائے کی قربانی پر کفار سے لڑتے رہے انہیں ان شعار اسلام کو قائم رکھنے کا خیال تھا۔ خیال رہے کہ یہاں جلدی سے مراد وقت جواز میں جلدی ہے یعنی سورج ڈوب جائے پھر دیر نہ لگائے۔ بلاوجہ دیر سنت کے خلاف ہے اور اتنی دیر کہ تارے گتھ جائیں مکروہ تحریمی ہے۔ ۲؎ یعنی دیر سے افطار کرنے میں اہل کتاب کی مشابہت ہے۔ مرقاۃ و اشعہ نے فرمایا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام کی درستی سارے کفار کی مخالفت سے وابستہ ہے، ان کی مشابہت میں دین کی کمزوری ہے۔ افسوس ان مسلمانوں پر جو محض عیسائیوں کی مشابہت کے لئے داڑھیاں منڈائیں، کھڑے ہو کر پیشاب کریں، ننگے سر پھریں۔ رب تعالٰی فرماتا ہے لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ اور فرماتا ہے وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو بہت دیر کرکے روزہ افطار کرنے کو دین سمجھتے ہیں۔ سورج ڈوبتے ہی فوراً روزہ افطار کرنا چاہیے اسی لئے رب تعالٰی نے فرمایا ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَى الَّیْلِ۔ فی اللیل نہ فرمایا یعنی روزے کو رات میں بالکل داخل نہ کرو، رات آتے ہی روزہ ختم کردو۔ ۳؎ یہ دونوں حضرات جلیل القدر تابعی ہیں۔ ان میں نماز مغرب اور افطار روزہ میں اختلاف ہوا، فیصلہ کے لئے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے کیونکہ آپ بڑی فقیہہ عالمہ تھیں۔ ۴؎ یہاں نماز سے مراد نماز مغرب ہے اور جلدی سے بہت ہی جلدی آفتاب کا کنارہ چھپتے ہی بالکل متصل اور دیر سے مراد چند منٹ کی احتیاطاً دیر لگانا ہے نہ کہ تارے گتھ جانے تک کی تاخیر، لہذا ان میں سے کسی بزرگ پر اعتراض نہیں، ایک صاحب عزیمت پر عامل ہیں دوسرے رخصت پر۔ ۵؎ سبحان اللہ! جناب ام المؤمنین کا کیا حکیمانہ سوال ہے، دیر لگانے والے کا نام نہ پوچھا تاکہ ان پر الزام کا ذکر نہ ہو۔ ۶؎ آخری جملہ راوی کا اپنا ہے۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی السُّحُوْرِ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَ ھَلُمَّ اِلَی الْغَدَاءِ الْمُبَارَکِ فَاِنَّ
فِی السُّحُوْرِ بَرَکَۃً رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ ؛ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِعْمَ سُحُوْرُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ ؛ بَابُ تَنْزِیْہِ الصَّوْمِ ؛ اَلْفَصْلُ
الْاَوَّلُ ؛ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ
الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ؛

صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں سحری کے لیے بلایا[1] تو فرمایا آؤ بابرکت والے ناشتے کے لیے[2] آؤ کیونکہ سحری میں برکت ہے[3] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مومن کی اچھی سحری چھوہارے ہیں[4] (ابوداؤد) باب روزے کو پاک رکھنا[1] پہلی فصل پہلی روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو جھوٹی باتیں اور برے کام نہ چھوڑے[2] تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پانی چھوڑ دینے کی پرواہ نہیں[3] (بخاری) روایت ہے

حضرت ام المومنین نے جناب عبداللہ کے عمل کو سنت کے موافق بتایا اور تقدیم سے تاخیر کو مستحب قرار دیا معلوم ہوا کہ جناب ام المومنین مزاج شناس رسول ہیں اور اقوال و افعال مصطفےٰ سے واقف ہیں صلے اللہ علیہ وسلم غالب یہ ہے کہ یہ خبر حضرت ابوموسیٰ اشعری کو پہنچی ہوگی اور انہوں نے اپنے عمل میں تبدیلی کر لی ہوگی صحابہ سے یہ توقع ہو سکتی ہی نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل سے واقف ہو کر اس کے خلاف کام کریں۔ [1] ظاہر یہ ہے کہ حضرت عرباض سحری کے وقت خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہوں گے تو فرمایا آؤ سحری کھالو۔ انہیں باقاعدہ دعوت دے کر گھر سے نہ بلایا ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ کھاتے وقت اگر کوئی مسلمان آ جائے تو اس پر کھانا پیش کر دینا سنت ہے [2] اس کی شرح پہلے ہو چکی کہ سحری کھانا سنت بھی ہے لہذا اس میں اخروی برکت ہے اور اس سے روزے میں مدد بھی ملتی ہے لہذا اس میں دنیوی برکت بھی ہے خیال رہے کہ نعم اسم فعل ہے ایک کمال کے لیے استعمال ہوتا ہے جب کہ سب تعالیٰ نے سامنے حرکوں سے فرمایا حضرت شہد آدم کو [3] اس طرح کہ سحری کے وقت کچھ کھانا کھا کر آخر میں کچھ چھوہارے بھی کھائے تاکہ روزے کی ابتدا بھی چھوہاروں سے ہو اور انتہا بھی یعنی سحری کھانا بھی سنت ہے اور چھوہارے کھانا بھی سنت اس صورت میں دو سنتوں کا اجتماع ہو گا ان شاء اللہ روزہ تو سلامتی سے پورا ہو جائے گا۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ سحری میں بہت کھانا کھانا بدہضمی کا باعث ہے چند کھجوریں کھا کر پانی پی لو [4] تنزیہ کے لغوی معنے ہیں دور رکھنا یا الگ کرنا، اصطلاح شریعت میں تنزیہ صوم یہ ہے کہ جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا مکروہ ہو جاتا ہے یا اس کا ثواب کم ہو جاتا ہے ان سے روزہ کو الگ رکھنا یعنی روزہ دار کا الگ رہنا تاکہ روزہ ہر نقصان سے پاک و صاف رہے یہ چیز بہت ضروری ہے [2] یہاں جھوٹی بات سے مراد ہر ناجائز گفتگو ہے، جھوٹ، بہتان، غیبت، چغلی، تہمت، گالی، لعن طعن وغیرہ جن سے بچنا فرض ہے، اور برے کام سے مراد ہر ناجائز کام ہے آنکھ کان کا ہو یا ہاتھ پاؤں وغیرہ کا چونکہ زبان کے گناہ دیگر اعضاء کے گناہوں سے زیادہ ہیں اس لیے ان کا علیحدہ ذکر فرمایا۔ یہ حدیث بہت جامع ہے دو جملوں میں ساری چیزیں بیان فرما دیں اگرچہ برے کام ہر حالت میں برے ہیں اور ہمیشہ ہی برے ہیں مگر روزے کی حالت میں زیادہ برے کہ ان کے کرنے میں روزے کی بے حرمتی اور ماہ رمضان

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ فِيْ رَمَضَانَ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ فَيَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ

حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوسہ و کنار کر لیتے تھے اور حضور اپنی نفسی حاجت پر سب سے زیادہ مالک (قادر) تھے ۱؎ (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو رمضان میں بحالت جنابت صبح ہوتی تھی ۲؎ احتلام کے بغیر ۳؎ پھر آپ غسل کرتے اور روزہ رکھتے ۴؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت

کی بے ادبی ہے اسلئے خصوصیت سے روزے کا ذکر فرمایا ہر جگہ ایک گناہ کا عذاب ایک، مگر مکہ مکرمہ میں ایک گناہ کا عذاب ایک لاکھ ہے کیوں؟ اس زمین پاک کی بے ادبی کی وجہ سے۔ ۲؎ یہاں حاجت بمعنی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالٰی ضرورتوں سے پاک ہے، بلکہ بمعنی توجہ و التفات پرواہ ہے یعنی اللہ تعالٰی ایسے شخص کا روزہ قبول نہیں فرماتا قبول نہ ہونے سے روزہ گویا فاقہ بن جاتا ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ یہ روزہ شرعًا تو درست ہو جائے گا کہ فرض ادا ہو جائے گا مگر قبول نہ ہوگا شرائط جواز تو صرف نیت ہے اور کھانا پینا صحبت چھوڑ دینا، مگر شرائط قبول میں باتیں چھوڑنا ہے جو روزہ کا اصل مقصود ہے، روزے کا منشاء نفس کا زور توڑنا ہے جس کا انجام گناہ چھوڑنا ہے جب روزے میں گناہ نہ چھوڑے تو معلوم ہوا کہ نفس نہ ٹوٹا صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ روزہ ہر عضو کا ہونا چاہیئے صرف حلال چیزوں یعنی کھانے پینے کو نہ چھوڑو بلکہ حرام چیزوں یعنی جھوٹ و غیبت کو بھی چھوڑو، مرقات نے فرمایا کہ ایسے بے باک روزے دار کو اصل روزہ کا ثواب ملیگا اور ان چیزوں کا گناہ۔ ۱؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ دار اگر اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو یا بیماری یا بڑھاپے کے ضعف کی وجہ سے یا تقوے و پرہیزگاری کی وجہ سے وہ اپنی بیوی سے بوس و کنار کر سکتا ہے، اور جو قابو نہ رکھے، وہ ہرگز ہرگز یہ کام نہ کرے، اسی لئے ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی نفسی حاجت پر قادر تھے۔ حضرت عائشہ کا ایسے واقعات بیان فرمانا مسئلہ شرعی کے بیان کے لئے ہے لہٰذا بے غیرتی یا حاجت بے ادبی نہیں رب تعالٰی فرماتا ہے لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ، طبیب لوگ بیماریوں و علاجوں کے بیان میں کھلی کھلی باتیں بیان کرتے ہیں بے غیرتی کہے نہیں بلکہ بیان علاج کہے جاتے ہیں۔ ۲؎ اس طرح کہ نماز تہجد کے بعد اپنی ازواج مطہرات سے مقاربت فرماتے اور فوراً غسل نہ فرماتے تھے بلکہ نماز فجر کے وقت اٹھنے کے بعد، کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی جس کی بہت پابندی فرماتے تھے خصوصًا رمضان شریف میں۔

۳؎ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیائے کرام کو خواب سے احتلام نہیں ہو سکتا، کیونکہ احتلام شیطانی اثر سے ہوتا ہے کہ ابلیس عورت کی شکل میں خواب میں آتا ہے، اور یہ حضرات اس کے اثر سے محفوظ ہیں، بلکہ جو بیبیاں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے والی ہوتی ہیں انہیں بھی کبھی خواب سے احتلام نہیں ہوتا جیسا کہ ہم باب الغسل میں عرض کر چکے ہیں، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ بغیر خواب نیند میں انہیں انزال ہو سکتا ہے یا نہیں یعنی زیادتی منی کے باعث، حق یہ ہے کہ وہ حضرات اس سے بھی محفوظ ہیں، یہاں حضرت ام المؤمنین کا مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ فرمانا یہ بتانے کے لئے ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی جنابت مقاربت سے ہوتی تھی یہ مطلب نہیں کہ وہاں احتلام کا امکان ہے حضرت ام المؤمنین کا مقصد یہ ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مقاربت سے ہی جنبی ہوتے تھے نہ کہ احتلام سے کہ وہاں احتلام کا تو امکان ہی نہیں (مرقات و اشعہ) ۴؎

عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ وَھُوَ مُحْرِمٌ وَاحْتَجَمَ وَھُوَ صَائِمٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِیَ وَھُوَ صَائِمٌ فَاَکَلَ اَوْ شَرِبَ فَلْیُتِمَّ صَوْمَہٗ فَاِنَّمَا اَطْعَمَہُ اللّٰہُ وَسَقَاہُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْہُ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآءَہٗ رَجُلٌ

ابن عباس سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام اور بحالت روزہ فصد لی[1] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو بحالت روزہ بھول جائے تو کھا لے پی لے وہ اپنا روزہ پورا کرے[2] کہ اسے رب تعالےٰ نے کھلایا پلایا ہے[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھے کہ حضور کی خدمت میں ایک شخص آیا[4]

اس سے معلوم ہوا کہ روزے کے بعض حصہ میں جنبی رہنا روزہ کو فاسد نہیں کرتا خواہ روزہ فرض ہو یا نفل یہی قول صحیح ہے حضرت ابوہریرہ پہلے فرمایا کرتے تھے کہ جو جنابت میں سویا رہے اس کا روزہ نہیں، مگر یہ حدیث سن کر رجوع فرما گئے اور بولے کہ حضرت عائشہ و ام سلمہ رضی اللہ عنہما مجھ سے زیادہ جانتی ہیں اس حدیث کی تائید اس آیت سے بھی ہے فَالْئٰنَ بَاشِرُوْھُنَّ نیز اس آیت سے بھی اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ کیونکہ جب رمضان میں رات بھر صحبت کرنے کی اجازت دی گئی تو پوپھٹے تک صحبت جائز ہوئی اب بحالہ غسل پوپھٹنے پر ہی ہوگا، نیز اگر روزہ دار کو دن میں احتلام ہو جائے تو روزہ میں کوئی نقصان نہیں، بعض علماء نے فرض و نفل میں فرق کیا ہے، مگر حق یہ ہے کہ کوئی فرق نہیں۔

[1] اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم محرم بھی تھے اور روزہ دار بھی، اس حال میں پچھنے لگوائے فصد لی، جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا بلکہ دو واقعہ الگ الگ ہیں یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام بھی فصد لی ہے اور بحالت روزہ بھی، معلوم ہوا کہ فصد سے نہ احرام خراب ہو نہ روزہ فاسد، مگر احرام میں ضروری یہ ہے کہ بال نہ اکھڑے، ورنہ کفارہ واجب ہوگا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فصد نہ تو روزہ توڑتی ہے اور نہ اس سے روزہ مکروہ ہوتا ہے، یہ ہی امام اعظم ابوحنیفہ کا فرمان ہے یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے، فصد کرنے والا اور کرانے والا دونوں کا روزہ باقی رہتا ہے ٹوٹتا نہیں، امام احمد کے ہاں حاجم و محجوم دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے مگر ان پر کفارہ نہیں صرف قضا ہے، یہ حدیث ان کے خلاف ہے، ان کی دلیل دوسری حدیث ہے جس کے متعلق اس کی شرح میں انشاء اللہ عرض کیا جائیگا۔

[2] یہ حکم فرض و نفل تمام روزوں کے لئے ہے کہ ان میں بھول کر کھا پی لینے سے روزہ نہیں جاتا۔ بھول یہ ہے کہ روزہ یاد نہ ہو اور کھانا پینا ارادۃً ہو اس میں نہ قضا ہے نہ کفارہ، خطا یہ ہے کہ روزہ یاد ہو مگر بغیر ارادہ پانی حلق سے اتر جائے جیسے کُلی یا غرارہ کرتے وقت، اس میں قضا ہے، کفارہ نہیں۔ عمد یہ ہے کہ روزہ بھی یاد ہو کھانا پینا بھی ارادۃً ہو اس میں ماہ رمضان میں قضا بھی ہے کفارہ بھی، جماع بھی کھانے پینے کے حکم میں ہے لہذا اگر روزہ دار بھول کر صحبت کرے، تو بھی روزہ نہیں جائیگا، یہ ہی احناف کا مذہب ہے فلیتم امر سے معلوم ہوتا ہے کہ نفلی روزہ شروع کر دینے سے فرض ہو جاتا ہے جس کو پورا کرنا فرض ہے۔

[3] یعنی یہ بھول رب تعالےٰ کی رحمت ہے، اس نے چاہا کہ میرا بندہ کھا پی بھی لے اور اس کا روزہ بھی ہو جائے۔ خیال رہے کہ ہماری بھول چوک غفلت و کمزوری کی بنا پر ہوتی ہے مگر اس پر معافی دینا رب تعالےٰ کی طرف سے ہے، لہذا حدیث

فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلَکْتُ قَالَ مَالَکَ قَالَ وَقَعْتُ عَلٰی اِمْرَاَتِیْ وَاَنَا صَائِمٌ فَقَالَ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ تَجِدُ رَقَبَۃً تُعْتِقُھَا قَالَ لَا قَالَ فَھَلْ تَسْتَطِیْعُ
اَنْ تَصُوْمَ شَھْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ قَالَ لَا قَالَ ھَلْ تَجِدُ اِطْعَامَ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا قَالَ لَا
قَالَ اِجْلِسْ وَمَکَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَیْنَا نَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِیْہِ تَمْرٌ وَالْعَرَقُ الْمِکْتَلُ الضَّخْمُ قَالَ اَیْنَ السَّائِلُ قَالَ اَنَا

عرض کیا یا رسول اللہ میں تو ہلاک ہوگیا ۱؎ فرمایا تجھے کیا ہوا عرض کیا میں نے بحالت روزہ اپنی بیوی سے صحبت کرلی ۲؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کیا تو غلام پاتا ہے جسے آزاد کردے ۳؎ بولا نہیں فرمایا کیا مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتا ہے بولا نہیں ۴؎ فرمایا کیا ساٹھ مسکینوں کا کھانا
پاتا ہے بولا نہیں ۵؎ فرمایا بیٹھ جا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ توقف فرمایا ۶؎ ہم اسی حال میں تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ٹوکری
لائی گئی جس میں کھجوریں تھیں عرق بڑی زنبیل ہوتی ہے ۷؎ فرمایا مسئلہ پوچھنے والا کہاں ہے بولا میں ہوں

۱؎ یہ عرض ہی نہیں کہ بہکانا تو شیطانی حرکت ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے وَمَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ، پھر سے رب تعالٰی کی طرف منسوب کیوں فرمایا ۲؎ یہ حاضر
ہونے والے صاحب حضرت سلمہ ابن صخر انصاری بیاضی ہیں، بعض نے فرمایا ان کا نام سلیمان انصاری ہے، مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے انہوں نے رمضان میں
بحالت روزہ دن میں اپنی زوجہ سے صحبت کرلی تھی اسلئے سخت شرمسار گناہ ہوئے ۳؎ اس طرح کہ اسلامی قانون شکنی کرکے سخت سزا کا مستحق ہوچکا اور اپنی بیوی کو اس
جرم میں مبتلا کیا کہ وہ بھی روزہ دار تھیں، اسے ہلاکت کو صرف اپنی طرف نسبت کیا، یہ نہ کہا کہ ہم دونوں ہلاک ہوگئے کہ وہ بے قصور تھیں انہوں نے جبراً صحبت کی تھی
۴؎ بیوی کو مجبور کرکے وہ اس پر راضی نہ تھی نہ اسکے لئے آمادہ تھی ۵؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ رمضان میں بحالت روزہ عمداً دن میں صحبت کر
لینے سے قضا بھی واجب کفارہ بھی، دوسرے یہ کہ عمداً کھا پی لینے سے بھی کفارہ واجب ہے کیونکہ کفارہ کا سبب رمضان میں روزہ توڑنا ہے، روزہ جیسے جماع
سے ٹوٹ جاتا ہے ویسے ہی کھانے پینے سے۔ تیسرے یہ کہ اگر عورت سے جبراً صحبت کی ہو تو اس پر کفارہ نہیں بلکہ مرد پر ہوگا کیونکہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے کفارہ میں صرف مرد سے خطاب فرمایا۔ چوتھے یہ کہ کفارہ میں ترتیب معتبر ہے کہ اگر غلام آزاد کرسکتا ہے تو یہ کرے۔ اگر غلام نہ پاسکے تو دو ماہ
کے مسلسل روزے، اگر یہ ناممکن ہو تو ساٹھ مسکینوں کا کھانا، دارقطنی میں بروایت حضرت ابوہریرہ ہے کہ ایک شخص نے رمضان کے دن میں بحالت
روزہ عمداً کھا لیا تھا آپ نے اسے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام آزاد کرنے کا حکم دیا، اسی دارقطنی میں بروایت سعید ابن المسیب ہے کہ ایک شخص نے
عرض کیا یا رسول اللہ میں نے روزہ توڑ دیا ہے آپ نے اسے بھی کفارہ کا حکم دیا۔ بہرحال رمضان میں جس طرح بھی عمداً روزہ توڑے کفارہ واجب ہے۔ ۶؎ یہ
ان صاحب کا قول ہے کہ مجھ میں دو ماہ مسلسل روزہ رکھنے کی طاقت نہیں، کہ اپنے نفس کو حرکات سے نہیں روک سکتا، جیسا کہ دوسری روایت
میں وارد ہے، معلوم ہوا کہ روزے کی طاقت نہ ہونا، بڑھاپے، بیماری، غلبہ شہوت ہر طرح ثابت ہوجاتا ہے ۷؎ یعنی میرے پاس اپنے کھانے کو نہیں
ہے ساٹھ مسکینوں کو کہاں سے کھلاؤں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے ۸؎ یعنی انتظار فرمایا کہ کہیں سے کچھ آجائے تو اس کو ادائے کفارہ کے لئے

قَالَ خُذْ هٰذَا فَتَصَدَّقْ بِهٖ فَقَالَ الرَّجُلُ أَعَلٰى أَفْقَرَ مِنِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا يُرِيْدُ الْحَرَّتَيْنِ أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِيْ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ أَنْيَابُهٗ ثُمَّ قَالَ أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. اَلْفَصْلُ

فرمایا یہ لے اور صدقہ کردے لے اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کروں خدا کی قسم مدینہ کے دو کناروں یعنی دو سنگلاخوں کے بیچ میرے گھر والوں سے زیادہ کوئی خاندان محتاج نہیں ۲ے تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے حتی کہ آپ کے دانت مبارک چمک گئے ۳ے فرمایا اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دے ۴ے (مسلم بخاری) الفصل

دے دیا جائے خیال رہے کہ ایسے فقیر پر کفارہ واجب نہیں صرف توبہ کرے مگر یہاں کا یہ واقعہ خصوصیات النبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ یہ کھجوریں صدقہ کی تھیں جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خیرات کرنے کے لئے حاضر کی گئی تھیں عرق وہ بڑا ٹوکرا ہے جس میں تیس صاع کھجوریں آتی ہیں، کفارہ میں ساٹھ مسکینوں کو فی مسکین آدھا صاع کھجوریں دی جاتی ہیں، لہذا یہ کھجوریں اس کے کفارہ کے لئے کافی تھیں، بعض نے فرمایا کہ اس زنبیل میں پندرہ صاع کھجوریں تھیں، ہر مسکین کو چوتھائی صاع یعنی مد کھجوریں دی جائیں۔ ۲ے یعنی اس صدقہ کا پہلے تو مالک بن جاؤں پھر مالک ہو کر اپنی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو خیرات کروں کیونکہ ملک بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ شرعی حیلے درست ہیں کہ کسی فقیر کو زکوۃ کا مالک بنا دیا پھر وہ زکوۃ اس سے دوسری جگہ خیرات کرا دی مسجد کو دوائی یا مسجد میں خرچ کرا دی، حیلہ کی مکمل بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے جہاں آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ سے اس کا ثبوت دیا گیا ہے ۳ے یعنی کفارہ تو فقیر کو دینا چاہیئے اگر مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ فقیر و حاجتمند ہم ہی ہیں، مطلب یہ تھا کہ اجازت ہو تو یہ میں اور میرے بال بچے ہی کھالیں، طلب کے لئے بھی منہ چاہیئے، کس ڈھنگ سے داتا سے مانگا ۴ے یعنی مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک میں سے کیلیاں ظاہر ہو گئیں ۵ے یعنی اپنا یہ کفارہ تو خود بھی کھائے اور اپنے گھر والوں کو بھی کھلائے، تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا یہ ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا اختیار خداداد، کہ مجرم کے لئے اس کا کفارہ اس کے لئے انعام بنا دیا، ورنہ کوئی شخص اپنا کفارہ، اپنی زکوۃ، نہ تو خود کھا سکتا ہے، نہ اپنے بیوی بچے، مگر یہاں اس کا اپنا ہی کفارہ ہے اور اپنے آپ ہی کھا رہا ہے، یہاں بعض لوگوں نے بڑے غوطے کھائے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ کفارہ نہ تھا کیونکہ وہ فقیر تھا، اور ایسے فقیر پر مالی کفارہ واجب نہیں، بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ ابھی تو یہ کھالے، جب کبھی تیرے پاس مال آئے تو کفارہ ادا کر دینا، مگر یہ غلط ہے چند وجوہ سے، ایک یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا فَتَصَدَّقْ بِهٖ اس کا صدقہ دیدے، پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ کفارہ نہ تھا، اگر فقیر کو بقدر کفارہ مال دیدیا جائے، تو وہ کفارہ فرض ہے، یہاں ایسا ہی ہوا، دوسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ نہ فرمایا کہ آئندہ تو کفارہ دے دینا تم یہ کہاں سے کہتے ہو، یہ قید اپنی طرف سے ہے حدیث میں نہیں، تیسرے یہ کہ روایات میں ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ صرف تجھے ہی کافی ہے دوسرے کو کافی نہ ہوگا، اگر یہ آئندہ کفارہ دینا ہوتا تو اس خصوصیت کے کیا معنے، چوتھے یہ کہ دارقطنی میں اس حدیث کے آخر میں ہے کہ اللہ نے تیرا کفارہ ادا کر دیا، پھر آئندہ کفارہ دینے کے کیا معنے، پانچویں یہ کہ امام زہری وغیرہ محدثین نے اسے اس شخص کی خصوصیات سے مانا۔ دیکھو مرقات، اشعۃ اللمعات وغیرہ

الثاني: عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ وَيَمُصُّ لِسَانَهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ● وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ فَرَخَّصَ لَهٗ وَاَتَاهُ اٰخَرُ فَسَاَلَهٗ فَنَهَاهُ فَاِذَا الَّذِيْ رَخَّصَ لَهٗ شَيْخٌ وَاِذَا الَّذِيْ نَهَاهُ شَابٌّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ● وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ وَمَنِ اسْتَقَاءَ عَمْدًا فَلْيَقْضِ رَوَاهُ

دوسری روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بحالت روزہ انہیں چومتے اور ان کی زبان شریف چوستے تھے [1] (ابوداؤد) [2] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روزہ دار کے بوس وکنار کے متعلق پوچھا آپ نے اسے اجازت دے دی پھر دوسرا شخص حاضر ہوا اور یہی پوچھا آپ نے منع فرمادیا جس کو اجازت دی تھی وہ بڈھا تھا اور جسے منع کیا وہ جوان تھا [3] (ابوداؤد) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جسے روزہ کی حالت میں قے آجائے تو اس پر قضا نہیں اور جو جان کر قے کرے وہ قضا کرے [5]

تاویل سے درکنار ہے حق وہ ہی ہے جو فقیر نے عرض کیا کہ یہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات و اختیارات میں سے ہے، اس اختیار کی پوری بحث ہماری کتاب سلطنت مصطفے میں ملاحظہ فرمائیے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ ماہ رمضان میں واقع ہوتا تھا جبکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بھی روزہ دار ہوتی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ روزہ دار اگر اپنے نفس پر قادر ہو تو اپنی بیوی کا بوسہ بھی لے سکتا ہے اور اسکی زبان بھی چوس سکتا ہے بشرطیکہ ایک دوسرے کا تھوک دوسرے کے منہ میں نہ جائے، اگر جائے تو نگلے نہیں بلکہ تھوک دے۔ یہ مسئلہ بتانے کے لیے حضرت ام المؤمنین یہ واقعہ بیان فرمارہی ہیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ طبیب بیان علاج میں بڑی بڑی خفیہ باتیں بیان کردیتے ہیں اس بیان میں شرم نہیں کرتے، اگر شرم کریں تو علاج کیسے ہو، اسی طرح یہ حضرات مسئلہ شرعی بیان کرنے کے لئے بلا حجاب خفیہ باتیں بیان فرمادیتے ہیں، اگر شرم کریں تو دینی مسائل کیونکر واضح ہوں اور لوگوں کو ہدایت کیسے ملے [2] مرقاۃ و اشعۃ اللمعات وغیرہ نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس کی اسناد میں سعد ابن اوس بصری اور محمد ابن دینار ہیں، سعد ابن اوس تو ضعیف ہیں ہی اور زبان چوسنے کی روایت سوائے محمد ابن دینار کے کسی نے نہ کی، اور محمد ابن دینار بھی ضعیف ہیں [3] یعنی اس سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تجھ جیسے روزہ دار کو بحالت روزہ بوس وکنار کی اجازت ہے یہ مسئلہ بتانا تھا [4] اس تفریق سے مسئلہ فقہی واضح ہوا کہ بڑھاپا یا بیمار یا کمزور یا بہت متقی جو بوس وکنار کے باوجود اپنے نفس پر قابو رکھ سکے اس کی اجازت ہے، دوسرے کے لئے نہیں، تاکہ روزہ نہ توڑ بیٹھے، یہ حدیث صحیح ہے اسکی اسناد بہت جید و قوی ہے [5] اسی پر چاروں اماموں کا عمل ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ یاد ہوتے ہوئے منہ بھر قے کرے تو روزہ جاتا رہے گا، کیونکہ قے کا کچھ غیر محسوس حصہ حلق میں واپس لوٹ جاتا ہے جس کا احساس نہیں ہوتا جیسے سونا وضو توڑ دیتا ہے کہ اس میں اکثر ریح نکل جاتی ہے، مگر احساس نہیں ہوتا، ہاں امام یوسف نے عمد کے ساتھ منہ بھر قے ہونے کی پابندی لگائی ہے، مگر قے کردینے سے صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہ ہوگا، قے کے پورے مسائل کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے۔

التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عِيسَى بْنِ يُونُسَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي الْبُخَارِيَّ لَا أُرَاهُ مَحْفُوظًا وَعَنْ مَعْدَانَ بْنِ طَلْحَةَ أَنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَأَفْطَرَ قَالَ فَلَقِيتُ ثَوْبَانَ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَقُلْتُ إِنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ حَدَّثَنِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَأَفْطَرَ قَالَ صَدَقَ وَأَنَا صَبَبْتُ لَهُ وَضُوءَهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ؛ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَا أُحْصِي يَتَسَوَّكُ وَهُوَ صَائِمٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَعَنْ

(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے جسے ہم سوائے عیسیٰ ابن یونس کسی سے نہیں معلوم کرتے امام محمد بخاری نے فرمایا کہ میں اسے محفوظ نہیں جانتا[1] روایت ہے حضرت معدان ابن طلحہ[2] سے کہ ابوالدرداء نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی تو روزہ افطار کر دیا[3] فرماتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں حضرت ثوبان[4] سے ملا میں نے کہا کہ حضرت ابوالدرداء نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی تو روزہ افطار فرمادیا فرمایا انہوں نے سچ کہا اور میں نے آپ کے لیے وضو کا پانی ڈالا تھا[5] (ابوداؤد، ترمذی، دارمی)

روایت ہے حضرت عامر ابن ربیعہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار دفعہ روزہ کی حالت میں مسواک کرتے دیکھا[6] (ترمذی، ابوداؤد)[7] روایت ہے حضرت

[1] اراہ کی ضمیر کا مرجع حدیث ہے، یعنی میں اس حدیث کو محفوظ نہیں جانتا۔ خیال رہے کہ امام ترمذی و بخاری کا یہ حدیث غریب ہونا مگر حاکم، ابن حبان، دارقطنی نے صحیح اسناد سے نقل فرمایا حاکم نے فرمایا حدیث صحیح شرط شیخین ہے، دارقطنی نے فرمایا کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، موطا امام مالک میں حضرت ابن عمر پر موقوفا روایت کی نیز عبدالرزاق نے حضرت ابوہریرہ پر موقوفا روایت کی، ابن ماجہ نے مرفوعا نقل فرمائی جس کی عبارت والعامد ہے کچھ متفاوت ہے، غرضکہ یہ حدیث صحیح ہے[2] آپ جلیل القدر تابعی ہیں، حضرت عمر، حضرت ابوالدرداء و ثوبان سے احادیث روایت کرتے ہیں[3] یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے میں عمداً قے کی کسی ضرورت سے تو اپنے روزے کا مفطر ہونا جس کے بعد کھانا وغیرہ ملاحظہ فرمایا[4] حضرت ثوبان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں[5] انہوں نے حضرت ابوالدرداء کی تصدیق فرماتے ہوئے اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کو ناقض وضو بھی قرار دیا، چنانچہ آپ نے وضو کیا اور پانی میں نے حاضر کیا، اس سے معلوم ہوا کہ منہ بھر کے قے روزہ بھی توڑ دیتی ہے اور وضو بھی، یہ ہی ہمارا مذہب ہے یہ حدیث ہمارے امام اعظم قدس سرہ کی دلیل ہے امام شافعی کے ہاں قے سے وضو نہیں ٹوٹتا، وہ یہاں وضو سے مراد کلی کرنا لیتے ہیں، مگر قول امام اعظم قوی تر ہے بلاوجہ شرعی معنی چھوڑنا مکروہ سی بات ہے[6] اس حدیث کی وجہ سے امام ابوحنیفہ و مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ روزے میں ہر وقت ہر قسم کی مسواک بلا کراہت جائز ہے، زوال سے پہلے کرے یا بعد، تر مسواک کرے یا خشک، بہرحال بلا کراہت درست ہے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث

أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اشْتَكَيْتُ عَيْنِي أَفَأَكْتَحِلُ وَأَنَا صَائِمٌ قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ وَأَبُو عَاتِكَةَ الرَّاوِي يُضَعَّفُ. وَعَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ وَهُوَ صَائِمٌ مِنَ الْعَطَشِ

انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا میری آنکھوں کا بیمار ہوں کیا بحالت روزہ سرمہ لگا سکتا ہوں فرمایا ہاں ۱؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ اس کی اسناد قوی نہیں ابو عاتکہ راوی ضعیف مانے جاتے ہیں ۲؎ روایت ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مقام عرج میں ۳؎ بحالت روزہ سر مبارک پر پیاس یا

اس حدیث کے خلاف نہیں کہ روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے کیونکہ وہاں لفظ خلوف ہے ذکر لفظ بمعنی خلوف منہ کی وہ بو ہے جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے منہ میں پیدا ہو جاتی ہے، وہ مسواک سے نہیں جاتی جیسا کہ بارہا کا تجربہ ہے، رہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طور پر دس روز والا واقعہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیات سے ہے کہ آپ نے روزے میں مسواک کی پھر توریت لینے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا کہ موسیٰ دس روزے اور رکھو تاکہ پھر وہ ہی مہک پیدا ہو جو مسواک سے جاتی رہی ہے اور نہ مسواک روزے کی قضا اور پھر دس روزے رکھنے کا حکم کسی امام کے ہاں نہیں امام شافعی کے ہاں زوال کے بعد روزے میں مسواک مکروہ ہے اور امام احمد کے ہاں آخر دن میں مکروہ، مگر مذہب حنفی بہت قوی ہے چنانچہ دارقطنی میں حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے دار کا بہترین مشغلہ مسواک ہے طبرانی میں حضرت عبدالرحمن ابن غنم سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاذ ابن جبل سے پوچھا کیا میں روزے میں مسواک کرسکتا ہوں، فرمایا ہاں، پوچھا دن کے کس حصہ میں؟ فرمایا ہر حصہ میں، خیال رہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو رب تعالیٰ کو ایسی ہی پیاری ہے جیسے غازی کے قدم کی گرد و غبار، اگر غازی اپنے قدموں پر ویسے ہی خاک ڈال لے تو ثواب ملتا نہیں، اور اگر وہ قدموں کی دھول جھاڑ دے تو ثواب گھٹتا نہیں، ایسے ہی اگر روزہ دار بہ تکلف منہ میں بو پیدا کرے تو ثواب ملتا نہیں، اور اگر مسواک کرے تو ثواب گھٹتا نہیں، اسی لئے بیہقی، ابن حبان، طبرانی وغیرہ میں عام صحابہ کا یہ عمل بیان ہوا کہ وہ حضرات روزے میں ہر وقت مسواک کرلیتے تھے، اسکی پوری تحقیق یہاں مرقاۃ میں دیکھو۔ ۴؎ اس حدیث کو ترمذی نے حسن فرمایا اور احمد و ابن خزیمہ نے بھی روایت کی۔

۱؎ یہی تینوں اماموں کا مذہب ہے یعنی امام ابوحنیفہ، شافعی، مالک کہ روزہ دار کو سرمہ لگانا آنکھ میں خشک یا تیل اگرچہ چکنی ہو دوا ڈالنا ہر وقت جائز ہے یعنی سونے سے پہلے بھی اور بعد بھی، اگرچہ دوا کا رنگ یا مزا حلق میں محسوس ہو جب بھی مضر نہیں، امام احمد سونے سے پہلے سرمہ لگانا مکروہ فرماتے ہیں، یہ حدیث ان تینوں ائمہ کی دلیل ہے۔

۲؎ یہ حدیث بہت طریقوں سے مختلف اسنادوں سے بہت کتب میں مروی ہے تمام اسنادیں ضعیف ہیں لیکن زیادتی اسناد اور عمل علماء کی وجہ سے قوی ہوگئی، تمام اسنادیں بالتفصیل یہاں مرقات نے نقل فرمائیں اور اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو کہ تعدد اسناد اور عمل علماء سے حدیث ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے۔ ۳؎ عرج مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک منزل کا نام تھا اور

أَوْ مِنَ الْحَرِّ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُوْ دَاوٗدَ ۔ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى رَجُلًا بِالْبَقِيْعِ وَهُوَ يَحْتَجِمُ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِيْ لِثَمَانِيْ عَشْرَةَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ مُحْيِي السُّنَّةِ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَتَأَوَّلَهُ بَعْضُ مَنْ رَخَّصَ فِي الْحِجَامَةِ أَيْ تَعَرَّضَا لِلْإِفْطَارِ الْمَحْجُوْمُ لِلضَّعْفِ وَالْحَاجِمُ لِأَنَّهُ لَا يَأْمَنُ مِنْ أَنْ يَصِلَ شَيْءٌ إِلَى جَوْفِهِ بِمَصِّ الْمَلَازِمِ ۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَفْطَرَ

گرمی کی وجہ سے پانی ڈالتے دیکھا (مالک، ابوداؤد) روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں ایک شخص پر تشریف لائے جو فصد دے رہا تھا حضور انور میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے رمضان کے اٹھارہ دن گزر چکے تھے تو فرمایا فصد لینے والے اور فصد کرنے والے کا روزہ ٹوٹ گیا (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) الشیخ امام السنہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض علماء نے فصد کی اجازت دے دی وہ اس کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ دونوں قریب الافطار ہو گئے فصد لینے والا تو ضعف کی وجہ سے اور فصد کرنے والا اس لئے کہ وہ امن میں نہیں کہ سینگی چوسنے کی وجہ سے اس کے پیٹ میں کچھ پہنچ جائے گا روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رمضان میں بغیر

مدینہ منورہ میں ایک گرم علاقہ بھی تھا یہاں دو احتمال ہیں کہ یا تو سر کا دھونا یا گھر کا ہے یعنی غسل نہیں فرمایا ہے بلکہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے صرف سر شریف پر پانی بہایا ہے اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسامات بدن کے ذریعہ جو پانی وغیرہ جسم میں پہنچ جائے وہ روزے کے لئے مضر نہیں لہذا روزے دار کا نہانا پانی میں غوطہ لگانا اور جسم پر تیل کی مالش کرنا بھیگا کپڑا جسم پر لپیٹنا روزے کے لئے مضر نہیں ٹیکہ INJECTION اگر رگ میں لگے کا مسئلہ پہلے بیان ہو چکا کان سے دوا نہیں جاتا جیسے سانپ بچھو وغیرہ کے کاٹ لینے سے دوسرے یہ کہ روزے میں سر پر پانی ڈالنا زیادہ نہانا مکروہ نہیں جبکہ گرمی یا پیاس کے لئے ہو نہیں اگر دکھلاوے یا لوگوں کے دکھاوے کے لئے ہو تو مکروہ ہے لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں یعنی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی قریب تھا لہذا میں نے آپ کے کلمات شریف صحیح سنے یا یہ مطلب ہے کہ مجھ پر اس دن اللہ کا بڑا فضل تھا کہ میرا ہاتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑا ہوا تھا یہ ہی مذہب ہے امام احمد و اسحاق کا کہ فصد سے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے باقی ائمہ فرماتے ہیں کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے روزے میں بارہا فصد کرائی ہے لہذا یہ حدیث یا منسوخ ہے یا اس کی تاویل لازم ہے چنانچہ علماء نے اس کی بہت تاویلیں کی ہیں جن میں سے ایک تاویل وہ ہے جو خود مشکوٰۃ شریف میں ہی آگے آ رہی ہے کہ فصد لینے والا پہلے نشتر سے عضو پر زخم لگاتا ہے پھر سینگی کا چوڑا حصہ زخم پر رکھ کر اس کا دوسرا باریک حصہ اپنے منہ میں لے کر زور سے چوستا ہے پھر اس سوراخ کو آٹے وغیرہ سے بند کر دیتا ہے جس سے عضو کا خون جمع ہوتا رہتا ہے خون نکل جانے کی وجہ سے فصد کرانے والا بہت کمزور ہو جاتا ہے اب اوقات بہت دیر لگ جانے میں کچھ کھانا پینا پڑتا ہے اور فصد لینے والے کے منہ بلکہ حلق میں بے اختیاری طور پر چوستے وقت کچھ خون پہنچ جاتا ہے لہذا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ یہ دونوں

يَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَّلَا مَرَضٍ لَّمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ وَاِنْ صَامَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبُخَارِيُّ فِيْ تَرْجَمَةِ بَابٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَعْنِي الْبُخَارِيَّ يَقُوْلُ اَبُو الْمُطَوِّسِ الرَّاوِيْ لَا اَعْرِفُ لَهٗ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ مِّنْ صَائِمٍ لَّيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الظَّمَاُ وَكَمْ مِّنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ

شرعی اجازت اور بغیر بیماری ایک دن کا روزہ نہ رکھے تو اگرچہ عمر بھر روزے رکھے اس کی قضا نہ کرسکے گا[1] (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) اور بخاری نے ترجمہ باب میں روایت کیا ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد یعنی امام بخاری کو فرماتے سنا کہ ابوالمطوس راوی سے اس حدیث کے سوا اور حدیث مجھے معلوم نہیں[2] روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے روزہ دار وہ ہیں جنہیں روزہ سے پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں[3] اور بہت سے شب خیز وہ ہیں جنہیں شب خیزی میں سوا بے خوابی کے کچھ میسر نہیں ہوتا۔

قریب الافطار ہو گئے۔ فصد لینے والا تو اس لیے کہ شاید کچھ خون حلق میں اتر گیا ہو، اور فصد کرنے والا اس لئے کہ شاید وہ زیادتی کمزوری کی بنا پر کچھ کھانے پینے پر مجبور ہو جائے اس لیے کہ لازم اسلیے کہتے ہیں کہ وہ زخم سے چھوٹ جاتی ہے بعض علماء نے فرمایا کہ وہ دونوں صاحب فصد کے وقت غیبت بھی کر رہے تھے اس غیبت کی وجہ سے فرمایا کہ ان کا روزہ جاتا رہا یعنی روزے کا ثواب جاتا رہا بعض نے فرمایا کہ وہ دونوں ہی حضرات شام کے وقت افطار کے قریب فصد کا کام کر رہے تھے تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا یعنی یہ دونوں افطار کرنے والے ہی ہیں کہ تھوڑا اور ٹھہر جاتے غرضکہ یہ حدیث واجب التاویل ہے اور فصد کرانے والی حدیثوں کے خلاف نہیں۔[1] یعنی بلاوجہ رمضان کا ایک روزہ بھی نہ رکھنے والا اس کے عوض عمر بھر روزے رکھے تو وہ درجہ اور ثواب نہ پائیگا جو رمضان میں رکھنے سے پاتا اگرچہ شرعًا ایک روزے سے اس کی قضا ہو جائے گی ادائے فرض اور ہے درجہ پانا کچھ اور۔ رخصت سے مراد شرعی اجازت ہے جیسے سفر یا عورت کا حمل یا بچہ کو دودھ پلانا وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ وقت پر عبادت کر لینا بہت بہتر ہے، نماز وغیرہ ساری عبادات کا یہی حال ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جوانی کی عبادت بڑھاپے کی عبادت سے افضل ہے کہ عبادات کا اصل وقت جوانی ہے۔ **شعر**

کر جوانی میں عبادت کاہلی اچھی نہیں — جب بڑھاپا آگیا کچھ بات بن پڑتی نہیں
ہے بڑھاپا بھی غنیمت جب جوانی ہو چکی — یہ بڑھاپا بھی نہ ہوگا موت جس دم آگئی

وقت کی قدر کرو اسے غنیمت جانو جو گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں[2] یعنی اس حدیث کی اسناد میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کرنے والے راوی ابوالمطوس ہیں ان سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔ ابن عبد البر قرطبی نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، مگر خیال رہے کہ ایک اسناد ضعیف ہونے سے متن حدیث کا ضعیف ہو جانا لازم نہیں، ترمذی کی اسناد میں ابوالمطوس ہیں باقی ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، احمد نے مختلف اسنادوں سے یہ حدیث نقل کی، تعدد اسناد ضعیف حدیث کو قوی کر دیتا ہے (مرقات)[3] یہ وہ لوگ ہیں جو روزے میں گالی گلوچ، جھوٹ

رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَذُكِرَ حَدِيثُ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ فِي بَابِ سُنَنِ الْوُضُوْءِ ❊ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ❊ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لَا يُفْطِرْنَ الصَّائِمَ الْحِجَامَةُ وَالْقَيْءُ وَالْاِحْتِلَامُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَيْرُ مَحْفُوظٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدٍ الرَّاوِي يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ ❊ وَعَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ قَالَ سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ كُنْتُمْ تَكْرَهُونَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا إِلَّا مِنْ أَجْلِ الضَّعْفِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ❊ وَعَنِ الْبُخَارِيِّ تَعْلِيقًا

دارمی اور لقیط ابن صبرہ کی حدیث باب سنن الوضوء میں بیان کر دی گئی۔ فصل تیسری روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں روزہ دار کا روزہ نہیں توڑتیں فصد قے اور احتلام ١ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غیر محفوظ ہے اور عبدالرحمن ابن زید راوی حدیث میں ضعیف مانے جاتے ہیں ٢ روایت ہے حضرت ثابت بنانی سے ٣ فرماتے ہیں حضرت انس ابن مالک سے پوچھا گیا کہ کیا آپ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں روزہ دار کے لیے فصد لینا مکروہ سمجھتے تھے ٤ فرمایا نہیں مگر ضعف کی وجہ سے ٥ (بخاری) اور روایت امام بخاری کی تعلیقاً ہے ٦

غیبت بہتان وغیرہ گناہوں سے نہیں بچتے اگر یہ لوگ بھوک پیاس کی تکلیف اٹھاتے ہیں مگر روزہ کا ثواب حاصل نہیں کرتے چونکہ روزے میں بمقابلہ بھوک کے پیاس کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے اس لیے صرف پیاس کا ذکر فرمایا خیال رہے کہ ایسے روزے سے فرض شرعی ادا ہو جائیگا ادا اور چیز ہے اس کے شرائط کچھ اور ہیں اور قبولیت دوسری چیز ہے اس کے شرائط بھی دوسرے۔
٢ یعنی وہ تہجد خواں جو حضور قلبی کے بغیر تہجد پڑھے وہ جاگنے کی مشقت تو اٹھا لیتے ہیں مگر اس کا ثواب نہیں پاتے اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو مغصوب زمین میں نماز پڑھیں اور نماز میں ممنوعات سے بچیں نہیں اور سنن و مستحبات کا لحاظ نہ رکھیں اس فرمان کا منشاء یہ نہیں ہے کہ ایسے لوگ روزہ یا تہجد چھوڑ دیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ یہ برائیاں چھوڑ دیں، اللہ تعالٰی انہیں محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں مقبول عبادتوں کی توفیق دے ہم گنہگار بھی نفس امارہ اور شیطان جیسے قوی دشمنوں میں گھرے ہیں اے قوی وقادر ہمیں اپنی امان میں رکھ ۔ ١ اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے مراد وہ قے ہے جو خود بخود ہو جائے، لہذا یہ حدیث گزشتہ اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں قے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار دیا گیا کیونکہ وہاں وہ قے مراد تھی جو خود کی جائے ٢ لہذا یہ شاذ بھی ہے اور ضعیف بھی خیال رہے کہ یہ حدیث صرف ترمذی کی اسناد میں ضعیف ہے اسے دارقطنی بیہقی ابوداؤد نے بھی روایت کیا، ابوحاتم نے کہا کہ ابوداؤد کی روایت اشبہ بالصواب ہے ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت ہی صحیح ہے بزار نے سیدنا عبداللہ ابن عباس سے اور طبرانی نے ثوبان سے مرفوعاً روایت کی، بزار نے فرمایا حدیث صحیح ہے ٣ آپ ثابت ابن اسلم مشہور تابعی ہیں، بصرہ کے علماء اعلام میں سے تھے حضرت انس کے ساتھ چالیس سال رہے ٤ صحابہ کرام سے فصد کے متعلق یہ سوالات اس حدیث کی وجہ سے ہوتے تھے جو لوگوں میں مشہور ہو چکی تھی أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ اس کا مطلب ہم پہلے عرض کر چکے ہیں ٥ یعنی چونکہ فصد لینے سے خون نکل جانے

قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ تَرَكَهُ فَكَانَ يَحْتَجِمُ بِاللَّيْلِ ❊ وَعَنْ عَطَاءٍ قَالَ إِنْ مَضْمَضَ ثُمَّ أَفْرَغَ مَا فِي فِيهِ مِنَ الْمَاءِ لَا يَضِيرُهُ أَنْ يَزْدَرِدَ رِيقَهُ وَمَا بَقِيَ فِي فِيهِ وَلَا يَمْضَغُ الْعِلْكَ فَإِنِ ازْدَرَدَ رِيقَ الْعِلْكِ لَا أَقُولُ إِنَّهُ يُفْطِرُ وَلٰكِنْ يُنْهٰى عَنْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي تَرْجَمَةِ بَابٍ ❊ بَابُ صَوْمِ الْمُسَافِرِ ❊ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ❊ عَنْ

فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر روزہ کی حالت میں فصد لیتے تھے پھر چھوڑ دی پھر رات میں فصد لیتے تھے ۱؎ روایت ہے حضرت عطاء سے فرماتے ہیں اگر کلی کرے پھر منہ میں کا پانی اگل دے تو اسے تھوک کا اور جو پانی کا اثر اسکے منہ میں رہ گیا ہے نگل جانا مضر نہیں ۲؎ اور علک (مصطگی) نہ چبائے ۳؎ اگر علک والا تھوک نگل گیا تو میں یہ نہیں کہتا کہ روزہ ٹوٹ جاوے گا لیکن اس سے منع کرنا چاہیے ۴؎ (بخاری) ترجمہ باب ۔ باب مسافر کا روزہ ۵؎ پہلی فصل روایت ہے ۔

کے باعث آدمی کمزور ہو جاتا ہے ممکن ہے کہ روزہ پورا نہ کر سکے یا بہت تکلیف اٹھائے اسلئے روزے میں فصد مکروہ جانتے تھے اس حدیث نے گزشتہ حدیث اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ کی تفسیر کردی جیسا کہ پہلے عرض کر چکے ہیں ۔ بغیر اسناد حدیث بیان کرنا تعلیق کہتے ہیں تعلیقات بخاری سب مقبول و معتبر ہیں کیونکہ امام بخاری اسی جگہ اسناد چھوڑتے ہیں جہاں انہیں حدیث کی صحت کا یقین ہوتا ہے جب امام بخاری کی تعلیق معتبر ہے تو ثقہ تابعین کا ارسال بھی قبول ہے بلکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرما دینا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا بالکل قبول ہے یہ حضرات امام بخاری سے زیادہ رتبہ والے ہیں ۔

۱؎ اس کا مطلب ظاہر ہے کہ آپ جوانی اور طاقت کے زمانہ میں روزہ میں فصد لیتے تھے کہ اس وقت آپ کو ضعف کا اندیشہ نہ تھا پھر بڑھاپے اور کمزوری میں یہ عمل چھوڑ دیا کیونکہ فصد سے کمزوری ہو کر روزہ پورا کرنا دشوار تھا ۲؎ یعنی روزہ دار کو کلی کرکے تھوک نگلنا جائز ہے اگرچہ اسمیں پانی کی ٹھنڈک اور اس کا اثر رہ گیا ہو کیونکہ اس قدر اثر سے بچنا ناممکن ہے اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز سے روزہ دار نہ بچ سکے اس سے روزہ نہیں جاتا لہذا اگر گرد و غبار دھواں ، مکھی مچھر اور آٹے کی مشین کا اڑتا ہوا آٹا ، کلی کے پانی کی تری روزہ دار کے حلق میں چلی جائے ، تو اس سے روزہ نہیں جائیگا ۳؎ علک عرب کا مشہور گوند ہے ، جسے دانتوں کی صفائی ، اور منہ کی بو کے لئے چبایا جاتا ہے مصطگی کی طرح دانہ دانہ ہوتا ہے ۴؎ خلاصہ یہ ہے کہ روزہ میں گوند مصطگی وغیرہ چبا کر تھوک دینا مکروہ ہے ، کیونکہ اندیشہ ہے کہ گوند کے کچھ اجزاء حلق میں اتر جائیں ، گویا اس میں روزہ کو قریب الافطار کر دینا ہے جو شخص یہ چبا کر اچھی طرح تھوک دے پھر تھوک نگلے ، تو اگرچہ گوند کے کچھ نامعلوم ذرے حلق میں اتر جائیں روزہ نہ جائیگا مسئلہ ، روزہ دار نے رنگین دھاگا دانت سے توڑا جس سے اس کا تھوک رنگین ہو گیا ، تو اگر دھاگہ کی طرح تیز رنگین ہو گیا اس کا نگلنا روزہ توڑ دیگا اور اگر خفیف رنگین ہو گیا تو نہیں مسئلہ ، عورتوں کے لئے مسواک مکروہ ہے کہ ان کے مسوڑھے کمزور ہوتے ہیں ، ان کے لئے علک ، مسی ، انگلی ، موٹا کپڑا مسواک کے قائم مقام ہے مسئلہ ، مردوں کے لئے مہندی اور مسی ملنا مکروہ ہے کہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے ۵؎ شریعت میں مسافر وہ ہے جو اپنے شہر سے تین منزل یعنی چھتیس کوس (۵۷ میل) کے ارادہ سے نکلے پھر جب تک وہ گھر لوٹ نہ آئے یا کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے مسافر ہی ہوگا ، کہ اس پر نماز میں قصر واجب ہوگا اور روزہ قضا کرنے کی اجازت ہوگی امام

عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصُومُ فِي السَّفَرِ وَكَانَ كَثِيرَ الصِّيَامِ فَقَالَ إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسِتَّ عَشْرَةَ مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَمِنَّا مَنْ صَامَ وَمِنَّا مَنْ أَفْطَرَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَرَأَى زِحَامًا وَرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا هٰذَا فَقَالُوا صَائِمٌ

حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضرت حمزہ ابن عمرو اسلمی نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا میں سفر میں روزہ رکھوں وہ بہت روزے رکھتے تھے۱ تو حضور نے فرمایا اگر چاہو روزہ رکھو اگر چاہو افطار کرو۲ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا جبکہ ماہ رمضان کی سولہ تاریخیں گزر چکی تھیں۳ تو ہم میں سے بعض نے روزہ رکھا اور بعض وہ تھے جنہوں نے افطار کیا تو نہ روزہ داروں نے بے روزوں کو عیب لگایا اور نہ بے روزوں نے روزہ داروں کو۴ (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے تو لوگوں کی بھیڑ دیکھی اور ایک شخص کو ملاحظہ کیا جس پر سایہ کیا گیا تھا۵ فرمایا یہ کیا ہے لوگوں نے کہا ایک روزہ دار ہے

۱ ابوحنیفہ، مالک، شافعی و ثوری رضی اللہ عنہم کے ہاں مسافر کو روزہ رکھنا بہتر ہے اور امام احمد و داؤد ظاہری کے ہاں افطار بہتر، یہ عام حالات میں ہے بعض حالات میں اس پر افطار واجب ہو جاتا ہے جیسے مسافر غازی جب روزہ کی وجہ سے بجائے جہاد کرنے کے دوسروں پر بوجھ بن جائے۔ ۲ یہاں مرقات نے فرمایا کہ آپ صائم الدھر یعنی ہمیشہ کے روزہ دار تھے چاہتے تھے کہ سفر میں بھی کبھی روزہ نہ چھوڑیں تب یہ سوال کیا کہ سفر میں روزہ رکھا کروں یا نہیں، شاید آپ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن چکے تھے کہ سفر میں روزہ اچھا نہیں، اس لیے یہ سوال کیا۔ ۲ اس جواب سے اشارۃً معلوم ہوا کہ اگرچہ مسافر کو روزہ رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر عام حالات میں روزہ رکھ لینا بہتر تاکہ عام مسلمانوں کی موافقت بھی ہو جائے اور رمضان کے بعد قضا گراں بھی نہ پڑے، کیونکہ روزہ رکھنے کا ذکر پہلے فرمایا۔ خیال رہے کہ اگرچہ مسافر کو روزہ نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر ماہ رمضان کی بے حرمتی کرنے کا حق نہیں، لہٰذا بازاروں میں علانیہ نہ کھائے پیئے، نہ سگریٹ پیتا پھرے بلکہ چھپ کر کچھ کھائے پیئے حیض و نفاس والی عورتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ چھپ کر کھائیں پیئیں۔ ۳ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی درمیان رمضان میں سفر کرے تو اسے افطار جائز نہیں، اس پر روزہ ہی فرض ہے، افطار کی اجازت صرف اسے ہے جسے بحالت سفر رمضان شروع ہو، اس حدیث میں ان کی کھلی تردید ہے دیکھو سولہ رمضان کو سفر شروع ہوا اور بعض صحابہ نے روزے نہ رکھے۔ ۴ یہ حدیث بظاہر ان علماء کی دلیل ہے جو سفر میں روزہ رکھنے نہ رکھنے کو یکساں کہتے ہیں کسی کو ترجیح نہیں دیتے، مگر یہ استدلال ضعیف سا ہے، کیونکہ یہاں عیب لگانے کی نفی ہے، ترک مستحب پر نہ عیب لگایا جاتا ہے نہ اعتراض ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ اس غزوہ میں حالات معمولی پر ہوں گے ورنہ بحالت جنگ روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔ ۵ ان صاحب کا نام قیس یا قشیر ہے، کنیت ابو اسرائیل ہے، گرمی سخت تھی یہ سفر کی حالت تھی غزوہ تبوک کا موقعہ تھا جبکہ لشکر اسلام میں کھانے کی بھی کمی تھی۔

فَقَالَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فِي يَوْمٍ حَارٍّ
فَسَقَطَ الصُّوَّامُ وَقَامَ الْمُفْطِرُونَ فَضَرَبُوا الْأَبْنِيَةَ وَسَقَوُا الرِّكَابَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُونَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ

فرمایا سفر میں روزہ رکھنا بھلائی نہیں [1] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے ہم میں بعض روزہ دار تھے بعض بے روزہ ہم گرم دن میں ایک منزل پر اترے تو روزہ دار گر گئے [2] اور بے روزہ کھڑے رہے انہوں نے خیمے لگائے اونٹوں کو پانی پلایا [3] تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج بے روزہ ثواب لے گئے [4] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے [5] تو روزے رکھتے رہے حتی کہ عسفان پہنچ گئے [6] پھر

ایک درخت کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے، بغیر سحری کا روزہ تھا بیہوش ہو کر گر گئے، صحابہ کرام نے اپنی چادروں سے سایہ کر دیا یا ان پر خیمہ لگا دیا کیونکہ عرب کے عام درختوں کا سایہ کافی نہیں ہوا کرتا (از مرقات و لمعات)۔

[1] بلکہ برا ہے، یہاں الصوم میں الف لام عہد خارجی ہے، یا سفر میں یا دونوں میں، یعنی ایسے سخت سفر میں، ایسا بے سروسامانی کا روزہ بھلائی نہیں بلکہ برا ہے، اور رب تعالٰی کے اس فرمان کے خلاف ہے یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں، کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال سفر میں روزے رکھے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ صالحین کی خدمت نوافل سے افضل ہے کیونکہ یہ صاحب اگر روزہ نہ رکھتے، تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی خدمت کرتے، اب روزہ رکھ کر خود جلیل القدر صحابہ سے خدمت لینے لگے۔ [2] یعنی روزہ دار حضرات ضعف کی وجہ سے منزل پر پہنچتے ہی لیٹ گئے کوئی کام نہ کر سکے، یہاں گرنے سے مراد بے ہوش ہو کر گرنا نہیں، ورنہ ان پر بھی وہ عتاب ہوتا جو پچھلی حدیث میں گزرا۔ [3] یعنی تمام وہ ضروری کام کئے جو سفروں میں ہوتا اور جہاد میں خصوصًا کئے جاتے ہیں لہذا یہ لوگ کام ثواب میں [4] یعنی ثواب سے مراد کامل ثواب ہے، یعنی روزہ داروں نے تو روزوں کا ثواب پایا، جسے یہ لوگ بھی بعد رمضان قضاء کر کے حاصل کر لیں گے مگر بے روزوں نے جہاد کی تیاری اور لشکر اسلام کی خدمت کر کے وہ ثواب کمایا جس کی وہ قضاء نہ کر سکیں گے۔ شعر ۔

نمازیں گر قضاء ہوں، پھر ادا ہوں — نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

کیا تمہیں خبر نہیں کہ سیدنا علی مرتضٰی نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نیند پر نماز عصر قضاء کر دی۔ خیال رہے کہ جو بے روزہ دار حضرات بقیہ صحابہ پر بوجھ نہ بنے اس لئے ان پر عتاب نہ فرمایا گیا۔ [5] فتح مکہ کے سال۔ خیال رہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر اور فتح مکہ کے موقعوں پر رمضان میں سفر کیا ہے ان دو سفروں کے علاوہ اور کبھی رمضان میں سفر ثابت نہیں (مرقات) مگر چونکہ روایتوں میں آتا ہے کہ ہم ایک بار سخت گرمی میں سفر جہاد میں تھے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم

دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهُ إِلَى يَدِهِ لِيَرَاهُ النَّاسُ فَأَفْطَرَ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ وَذٰلِكَ فِي رَمَضَانَ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَدْ صَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ شَرِبَ بَعْدَ الْعَصْرِ ۝ اَلْفَصْلُ الثَّانِي ۝ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْكَعْبِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ شَطْرَ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمَ عَنِ الْمُسَافِرِ وَعَنِ الْمُرْضِعِ وَالْحُبْلٰى رَوَاهُ

پانی منگایا اسے اپنے ہاتھ میں اٹھایا[1] تاکہ آپ کو لوگ دیکھ لیں[2] پھر افطار فرماتے رہے[3] حتی کہ مکہ معظمہ آگئے[4] اور یہ واقعہ رمضان میں تھا[5] چنانچہ حضرت ابن عباس فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ بھی رکھا ہے اور افطار بھی کیا ہے تو جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے[6] (مسلم، بخاری) مسلم کی روایت میں حضرت جابر سے یوں ہے کہ آپ نے بعد عصر پانی پیا[7] فصل دوسری، روایت ہے حضرت انس ابن مالک کعبی سے[8] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نے مسافر سے آدھی نماز معاف فرمادی[9] اور روزہ مسافر دودھ پلانے والی اور حاملہ سے[10]

... عسفان مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کے راستہ پر دوسری منزل ہے، مشہور جگہ ہے۔ کے سوا اس میں کوئی روزہ دار نہ تھا، وہاں رمضان کا ذکر نہیں۔

[2] یہ اِلٰی بمعنی مع ہے جیسے لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اور ہو سکتا ہے کہ بمعنی فی ہو جیسے مَنْ أَنْصَارِيْ إِلَى اللّٰهِ یا جیسے لَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَهُمْ إِلٰى أَمْوَالِكُمْ اور ممکن ہے کہ بمعنی علٰی ہو اور ہو سکتا ہے کہ اپنے ہی معنی میں ہو یعنی انتہاء کے لئے، اور اصل عبارت یوں ہو إِلٰى طُوْلِ يَدِهٖ۔ یعنی پانی کا پیالہ اپنے ہاتھ میں اٹھایا یا اپنے ہاتھ پر یا دست مبارک کے ساتھ پیالہ بھی اوپر اٹھایا، یا پیالہ ہاتھ میں لے کر ہاتھ پورا بلند کردیا۔ غرضکہ عبارت میں کوئی اشکال نہیں۔ [3] یہ لوگوں کو دکھانا ماہ رمضان کی بے حرمتی کے لئے نہ تھا بلکہ لوگوں کو مسئلہ بتانے کے لئے تھا کیونکہ وہاں سب ہی مسافر تھے، جس سے معلوم ہوا کہ سفر راستہ میں مسافروں کے ساتھ رمضان میں علانیہ کھا سکتا ہے۔ [4] بعض شارحین نے أَفْطَرَ کے معنی یہ سمجھے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھ کر توڑ دیا، اسی بنا پر انہوں نے فرمایا کہ مسافر کو رمضان میں روزہ رکھ کر توڑ دینا بھی جائز ہے مگر یہ غلط ہے، أَفْطَرَ کے وہی معنی ہیں جو ابھی عرض کئے، اور ابھی حدیثوں میں گزر چکا کہ بعض صحابہ سفر جہاد میں روزہ کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر گئے، ان پر صحابہ نے سایہ تو کیا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روزہ توڑنے کی اجازت نہ دی۔ [5] یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لئے ۱۰ رمضان ۸ھ میں بعد عصر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے (مرقات) اور ۱۹ رمضان کو مکہ معظمہ فتح ہوا، بعض مورخین نے دسویں رمضان کو روانگی بیان کی ہے۔ [6] بعض شیعہ سفر میں روزہ مطلقًا ناجائز کہتے ہیں، اور اس قول کو سیدنا عبداللہ ابن عباس کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر یہ درست نہیں، حضرت ابن عباس کا قول وہ ہے جو یہاں منقول ہوا۔ [7] اس کا مطلب وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ سرکار نے آج اس دن روزہ رکھا ہی نہ تھا اسی کا اظہار عصر کے بعد اس طرح کیا، یہ مطلب نہیں ہے کہ روزہ رکھ کر توڑ دیا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پانی پینا ایک مسئلہ شرعیہ کی عملی تبلیغ تھی نہ کہ ماہ رمضان کی بے حرمتی۔ [8] یہ انس ابن مالک وہ مشہور انس نہیں جو ابو طلحہ انصاری کے سوتیلے بیٹے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم ہیں، وہ تو انصاری بخاری خزرجی ہیں۔ یہ

أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ حَمُوْلَةٌ تَأْوِيْ إِلٰى شِبَعٍ فَلْيَصُمْ رَمَضَانَ حَيْثُ أَدْرَكَهُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ إِلٰى مَكَّةَ فِيْ رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيْمِ فَصَامَ النَّاسُ ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ مِّنْ مَّاءٍ فَرَفَعَهُ حَتّٰى نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ ثُمَّ شَرِبَ فَقِيْلَ لَهُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَنَّ

ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ روایت ہے حضرت سلمہ ابن محبق سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے پاس سواری ہو جو اسے بحالت سیری منزل تک پہنچا دے ۲؎ وہ رمضان کے روزے رکھے جہاں پائے ۳؎ (ابوداؤد) ۴؎ تیسری فصل روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے سال رمضان میں مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے ۵؎ تو روزے رکھتے رہے حتی کہ کراع الغمیم پہنچ گئے ۶؎ لوگ بھی روزہ دار رہے پھر حضور نے پانی کا پیالہ منگایا اسے اٹھایا حتی کہ آپ کو لوگوں نے دیکھا پھر پیا ۷؎ اس کے بعد حضور سے عرض کیا گیا کہ

کئی احادیث کے راوی ہیں، بلکہ یہ انس ابن مالک عبداللہ ابن کعب کی اولاد سے ہیں، اسی لئے کعبی کہلاتے ہیں، ان سے بہت ہی کم احادیث یعنی صرف یہی مروی ہے اور مرقات، اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ بیس صحابہ کے نام انس ہیں جن میں سے دو کے نام انس بن مالک ہیں، ایک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص بہت سی احادیث کے راوی، دوسرے یہ، ان کا قیام بصرہ میں رہا۔ ۵؎ اس طرح کہ مسافر پر نماز میں قصر واجب ہے، صرف جائز نہیں، جیسا کہ ہم مسافر کے باب میں ثابت کر چکے ہیں، اور اپنی کتاب جاء الحق حصہ دوم میں بہت دلائل سے بیان کر چکے ہیں ۶؎ یعنی ان تین شخصوں سے روزہ کا فوری وجوب معاف ہو چکا ہے، اگر چاہیں تو قضا کر دیں، خیال رہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت پر بھی روزے کی قضا ہی واجب ہے وہ فدیہ نہیں دے سکتیں، یہ ہی ہم احناف کا مذہب ہے، یہ دونوں اس حکم میں مسافر کی طرح ہیں، نیز ان دونوں عورتوں کو قضا کی اجازت جب ہے جبکہ انہیں روزہ سے اپنے پر یا بچہ پر خوف ہو۔ اشعۃ نے فرمایا کہ اگر عورت کا بچہ دودھ پیتا ہو وہ بچہ کسی دوسری دائی کا دودھ نہ پیئے اور یہ روزہ رکھے ۱؎ آپ خود بھی صحابی ہیں، اور آپ کے بیٹے سنان ابن سلمہ بھی صحابی، سنان بڑے پہلوان تھے، بہت سے غزوات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ۲؎ یعنی آرام و آسائش سے منزل پر اطمینان سے پہنچ جائے یا اس کا سامان خورد و نوش ساتھ ہو، تو وہ سفر میں روزہ قضا نہ کرے بلکہ تمام مسلمانوں کی موافقت میں روزہ رکھے ۳؎ یہ حکم استحبابی ہے یعنی آرام کے سفر میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے، قضا کر دینا مناسب نہیں آج کل ریل موٹر کے سفروں میں راحت آسانیاں ہیں، ان سفروں میں روزہ رکھنا ہی اچھا ہے ۴؎ اس حدیث کی اسناد میں عبدالصمد ابن حبیب ازدی ہے اکثر محدثین کے ہاں قوی نہیں ہے، لہذا یہ حدیث ضعیف ہے، مگر فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قبول ہے جیسا کہ بارہا عرض کیا گیا، یہاں بھی فضیلت عمل ہی کا ذکر ہے یعنی آسان سفر میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے لہذا قبول ہے ۵؎ فتح مکہ کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی بھی رمضان میں ہوئی اور فتح فرمانا بھی رمضان میں، جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ۶؎ یہ مشہور جگہ ہے مکہ معظمہ مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے عسفان سے تین

بَعْضَ النَّاسِ قَدْ صَامَ فَقَالَ اُولٰٓئِكَ الْعُصَاةُ اُولٰٓئِكَ الْعُصَاةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ؛ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمُ رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ كَالْمُفْطِرِ فِي الْحَضَرِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ؛ وَعَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَسْلَمِيِّ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَجِدُ بِيْ قُوَّةً عَلَى الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ قَالَ هِيَ رُخْصَةٌ مِنَ

بعض لوگوں نے روزہ رکھ لیا ہے ۱؎ فرمایا یہ لوگ گنہگار ہیں یہ لوگ گنہگار ہیں ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن عوف سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سفر میں رمضان کے روزے رکھنے والا ایسا ہے جیسے گھر میں افطار کرنے والا ۳؎ (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت حمزہ ابن عمرو اسلمی سے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنے اندر سفر میں روزہ کی طاقت رکھتا ہوں تو کیا مجھ پر گناہ ہے فرمایا وہ اللہ عزوجل کی طرف سے رخصت

سیل ناصرہ پر ہے چونکہ اس جنگل کا نقشہ بکری کی پنڈلی کی طرح ہے۔ اسی لیے اسے کراع کہا جاتا ہے غمیم یعنے جنگل یعنے بکری کی پنڈلی کے نمونہ کا جنگل ہے ۲؎ یعنے آج تک روزہ رکھا، آج سے افطار شروع فرمایا، یہ مطلب نہیں کہ آج روزہ رکھ کر توڑ دیا، جیسا کہ ظاہر ہے۔

۱؎ یعنے صحابہ کرام میں سے بعض نے تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل پر عمل کر کے روزہ نہیں رکھا ہے اور بعض نے اس خیال سے رکھ لیا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ اس سفر میں اب سے روزہ نہ رکھنا سنت اور روزہ رکھنا خلاف سنت ہے، غرضکہ ان سے خطائے اجتہادی واقع ہوئی ۲؎ اس جملہ کی تکرار تاکید کے لئے بلکہ تغلیظ کے لئے ہے، یعنے یہ لوگ یقیناً سخت گنہگار ہیں دو وجہ سے (۱) ایک یہ کہ میری موجودگی میں انہیں اجتہاد نہ کرنا چاہیے تھا، بلکہ براہ راست مجھ سے مسئلہ پوچھ لینا چاہیے تھا کیونکہ اجتہاد حدیث نہ مل سکنے پر ہوتا ہے (۲) دوسرے یہ کہ آج سے روزہ نہ رکھنا میری سنت ہو چکا تھا، لہذا ان کا روزہ رکھنا خلاف سنت ہوا، اور سنت کی مخالفت یقیناً گناہ ہے، فقیر کی اس تقریر سے یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ صحابہ کرام تو فسق سے پاک ہیں پھر وہ حضرات یہ گناہ کیسے کر بیٹھے، کیونکہ ان بزرگوں نے نہ تو گناہ کی نیت سے یہ کام کیا تھا نہ بعد میں اس پر قائم رہے، اور فسق کے لئے دونوں چیزیں ضروری ہیں، اور یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ خطائے اجتہادی پر پکڑ نہیں اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں گنہگار کیوں فرمایا، کیونکہ مجتہد نے اپنی موجودگی میں آپ نے اجتہاد کو گناہ قرار دیا، کہ انہیں مجھ سے پوچھنا چاہیے تھا، یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے اس پر وہ حضرات گنہگار کیوں ہوگئے کیونکہ اس وقت سے افطار کرنا سنت ہو چکا تھا، اور سنت کی مخالفت یقیناً گناہ ہے خیال رہے کہ عدم سنت اور ہے، اور مخالفت سنت کچھ اور اسی وقت سے معلوم ہوا کہ روزہ نماز بلکہ ہر عبادت ثواب کا باعث نہیں بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع ثواب کا باعث ہے، جو عبادت ان کی اتباع سے خالی ہو جائے وہ گناہ بن جاتی ہے، عید کے دن کا روزہ، سورج نکلتے ڈوبتے نماز پڑھنا منع ہے، ایسے ہی اب ان کے لیے روزہ گناہ ہو گیا، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کر جانے پر مکہ معظمہ میں رہنا گناہ ہو گیا تھا۔ ۳؎ یہاں اَلسَّفَرُ میں الف لام عہدی ہے اور اس سے وہ سفر مراد ہے جس میں روزہ ہلاکت یا سخت تکلیف کا باعث ہو، یا وہ سفر جہاد مراد ہے جس میں روزہ دار بجائے جہاد کرنے کے دوسرے غازیوں پر بوجھ بن جائے، لہذا یہ حدیث سفر میں روزہ رکھنے کی احادیث کے خلاف نہیں، یعنے ایسا مسافر سفر میں روزہ رکھنے سے ایسا ہی گنہگار ہوگا جیسے

اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَمَنْ اَخَذَ بِھَا فَحَسَنٌ وَّمَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّصُوْمَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

بَابُ الْقَضَاءِ ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ یَکُوْنُ عَلَیَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اَقْضِیَ اِلَّا فِیْ شَعْبَانَ قَالَ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ تَعْنِی الشُّغْلَ مِنَ النَّبِیِّ اَوْ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِلْمَرْاَۃِ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُھَا شَاھِدٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ

ہے جو اسے قبول کرے تو اچھا ہے اور جو روزہ رکھنا پسند کرے تو اس پر گناہ نہیں[1] (مسلم) باب روزہ کی قضا[2] پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں مجھ پر رمضان کے روزے ہوتے تھے[3] تو میں سوائے شعبان کے قضا نہ کرسکتی تھی[4] یحییٰ ابن سعید نے فرمایا آپ کی مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغولیت ہے[5] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی عورت کو نہ تو یہ درست ہے کہ جب اس کا خاوند موجود ہو تو اس کی بغیر اجازت روزہ رکھے[6]

غیر مسافر گھر میں رہ کر یا غیر مستحق نہ رکھے تو گنہگار ہوتا ہے۔ ۱؎ یہ حدیث گزشتہ احادیث کی تفسیر ہے کہ سفر میں روزہ رکھنے کی بھی اجازت ہے اور نہ رکھنے کی بھی، یہاں ایک اعتراض ہے وہ یہ کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مسافر کو روزہ نہ رکھنا بہتر، رکھنا خلاف اولیٰ کیونکہ سرکار نے نہ رکھنے کو حسن فرمایا اور رکھنے کو لاجناح۔ جواب یہ ہے کہ عرب کے سفر خصوصًا گرمی کے موسم کے عمومًا دشوار ہوتے تھے اور ان میں روزہ سخت تکلیف کا باعث، بعض لوگ اندازہ میں غلطی کرکے روزہ رکھ لیتے تھے اور پھر بڑی مشقت جھیلتے تھے، اس لئے فرمایا گیا کہ ان حالات میں روزہ نہ رکھنا ہی بہتر، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں روزے کو افضل قرار دیا گیا، اور عام حالات میں بحالت سفر روزہ رکھ لینا ہی بہتر ہے۔ ۲؎ ظاہر یہ ہی ہے کہ قضاء سے روزوں کی قضا مراد ہے جیسا کہ اس موقعہ سے اور آئندہ حدیثوں سے معلوم ہو رہا ہے۔ خیال رہے کہ ہر عبادت کی قضا بہت جلد کر لینا چاہیے کیونکہ موت کی خبر نہیں، اگر حائضہ یا مسافر کے پانچ روزے قضا ہوگئے، پھر حائضہ پاک ہوئی اور مسافر گھر آنے کے تین دن بعد فوت ہو گئے تو ان تین دن کی پکڑ میں آجائیں گے رب کی پناہ۔ ۳؎ جو نسائی عوارض یا بیماری کی وجہ سے رہ جاتے تھے پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں۔ ۴؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات شریف میں رمضان کے روزوں کی قضا شعبان سے پہلے نہ کرسکتی تھی، شعبان میں قضا کرتی تھی کہ وہ آخری مہینہ ہوتا تھا جس کے بعد دوسرا رمضان ہوتا تھا، یا ماہ شعبان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر روزے رکھتے تھے اس لئے میں فرصت پاتی تھی۔ ۵؎ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تیار رہتی تھی کہ نہ معلوم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کس وقت شرف قربت عنایت فرمائیں اسی لئے روزہ قضا نہ کرتی تھیں۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ ام المؤمنین ان دس ماہ میں نفل روزے بھی نہ رکھتی تھیں جب فرض قضا نہ کرسکتی تھیں تو نفل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ خاوند کا حق ہے کہ ایک عورت کی باری کے دن میں دوسری عورت سے صحبت کرے کیونکہ باری صرف رات کے قیام کی ہوتی ہے نہ کہ صحبت کی، دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت دیگر عبادات سے افضل ہے، دیکھو حضرت عائشہ صدیقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے

وَلَا تَأْذَنَ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ أَنَّهَا قَالَتْ لِعَائِشَةَ مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلٰوةَ قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ يُصِيبُنَا ذٰلِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلٰوةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهٗ

نہ دے اس کی بلا اجازت اس کے گھر میں کسی کو آنے دے[1] (مسلم) روایت ہے حضرت معاذہ عدویہ سے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے عرض کیا کہ حائضہ کا کیا حال ہے کہ وہ روزہ تو قضا کرتی ہے اور نماز قضا نہیں کرتی[2] حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یہ حالت ہم کو آتی تھی تو ہم کو روزہ کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا[3] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مر گیا اور اس پر روزے تھے تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزے ادا کرے[4]

یہ نفلی روزے نہ رکھتی تھیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اکثر روزہ دار رہتی تھیں، مہینہ یہ کام المومنین کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں وفات رہا دی گی، اگر آپ کو اپنی وفات کا ہر دم مشاہدہ رہتا تو آپ پر قضا بہت جلد کرنا ضروری ہوتا جیسے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرض ہونے پر پہلے سال حج نہ کیا، کیونکہ آپ کو اپنی زندگی کا یقین تھا ہم پر حج فرض ہوتے ہی کرنا ضروری ہے، ہم گناہ ہے، جو شخص پر کہ ایک سال کے رمضان کی قضا دوسرے رمضان آنے سے پہلے ضرور کر لینا چاہیئے شعبان میں ضروری کر لے[5] یعنی خاوند جب گھر پر ہو تو اس کی مرضی یا اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے نفلی اعتکاف کرے، کیونکہ مرد کو دن میں صحبت کرنے کا حق ہے اور اس کا روزہ یا اعتکاف اس حق کو روک دیگا لہذا حق والے سے اجازت لے لے اس حکم سے نذر معین اور رمضان کے روزے علیحدہ ہیں کہ وہ حق شرع ہیں۔ اگر عورت بغیر خاوند کی اجازت نفلی روزہ رکھ لیا تو وہ اسے توڑوا کر صحبت کر سکتا ہے جس کی قضا واجب ہوگی، اسی لئے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث باب القضاء میں لائے۔ فقیر کی اس تقریر سے بہت اعتراضات اٹھ گئے، حدیث واضح ہو گئی، خیال رہے کہ عورت کو نفل نماز سے منع نہیں فرمایا گیا، کیونکہ وہ تھوڑی دیر میں ہو جاتی ہے اس سے خاوند کا حق صحبت نہیں مارا جاتا۔

۱؎ یعنی خاوند کی ناراضگی پر کسی مرد و عورت، اجنبی یا قریبی کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ خاوند عورت کو اس کے ماں باپ سے ملنے سے نہیں روک سکتا، ہاں انہیں اپنے گھر میں آنے سے روک سکتا ہے عورت وہاں جا کر ملے اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ ۲؎ یعنی نماز بھی فرض ہے روزہ بھی فرض، اور حیض و نفاس دونوں سے مانع، پھر روزہ کی قضا کیوں ہوتی ہے اور نماز کی کیوں نہیں ہوتی، معلوم ہوا کہ احکام شرعیہ کی عقلی حکمتیں پوچھنا برا نہیں، ہاں احکام شرعیہ پر اعتراض کرنا گناہ ہے۔ فقیر نے ایک کتاب لکھی اسرار الاحکام، اس میں احکام شریعت و طریقت کی عقلی حکمتیں بیان کی ہیں

۳؎ سبحان اللہ! کیسا ایمان افروز جواب ہے کہ ہمیں عقلی حکمتوں سے غرض نہیں، ہم تو حکم کے تابع ہیں چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی قضا کا حکم دیا، نماز کی قضا کا نہیں دیا اس لئے یہ فرق ہو گیا ہمیں عقلی حکمتوں سے کیا غرض، بیمار طبیب کے نسخے پینے کی کوشش کرتا ہے دواؤں کے اوزان سوچنے میں وقت ضائع نہیں کرتا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ روزے کی قضا میں ندرت ہے کہ سال میں سات آٹھ روزے قضا کرنے پڑتے ہیں اس لئے اس میں دشواری نہیں، اور قضائے نماز میں کثرت ہے کہ ہر مہینہ سات آٹھ دن کی فی دن پانچ نمازیں قضا کرنی

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ: عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَاتَ وَعَلَیْهِ صِیَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَلْیُطْعِمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ یَوْمٍ مِسْكِیْنٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ وَالصَّحِیْحُ اَنَّهٗ مَوْقُوْفٌ عَلَی ابْنِ عُمَرَ. اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ مَالِكٍ بَلَغَهٗ اَنَّ عُمَرَ كَانَ یُسْاَلُ هَلْ یَصُوْمُ اَحَدٌ اَوْ یُصَلِّیْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ فَیَقُوْلُ لَا یَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلَا یُصَلِّیْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ رَوَاهُ فِی الْمُوَطَّا

(مسلم بخاری) دوسری فصل: روایت ہے حضرت نافع سے وہ حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جو مر جائے اور اس پر ماہ رمضان کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے ہر دن کی جگہ ایک مسکین کو کھلا دیا جائے [1] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عمر پر موقوف ہے [2] تیسری فصل: روایت ہے حضرت مالک سے انہیں روایت پہنچی کہ حضرت عمر سے پوچھا جاتا تھا کہ کیا کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے یا نماز پڑھے تو فرماتے تھے کہ نہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ کسی کی طرف سے نماز پڑھے [3] (موطا)

بلکہ تیس یعنی چالیس بلکہ بعض کو پچاس نمازیں اس میں بہت دشواری ہوتی، اسلئے نمازوں کی قضا نہیں، روزوں کی ہے، واللہ ورسولہ اعلم۔ [1] یعنی جس شخص پر رمضان یا نذر کا روزہ قضا ہو گیا، پھر اسے قضا کرنے کا موقعہ ملا، مگر قضا نہ کی کہ مر گیا، تو اس کا ولی وارث اس کی طرف سے روزہ ادا کرے، امام احمد کے ہاں اس طرح کہ روزے رکھے، اور باقی تمام اماموں کے ہاں اس طرح کہ روزوں کا فدیہ دیدے چند وجوں سے ایک یہ کہ رب تعالٰی فرماتا ہے وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ۔ جو روزہ کی طاقت نہ رکھیں ان پر فدیہ ہے اور میت بھی اب طاقت نہیں رکھتا، دوسرے یہ کہ خود حدیث شریف میں صراحۃً ذکر ہو کہ الا لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد کوئی کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھے نہ نماز پڑھے جیسا کہ آگے آرہا ہے، تیسرے یہ کہ خود صحابہ کرام کا فتویٰ یہی ہے کہ میت کی طرف سے روزوں کا فدیہ دیا جاوے روزہ رکھا نہ جائے، دیکھو مرقات، چوتھے یہ کہ قیاس شرعی بھی یہی چاہتا ہے کیونکہ نماز بمقابلہ روزہ زیادہ اہم و ضروری ہے مگر میت کی طرف سے کوئی نمازیں نہیں پڑھتا تو روزے کیسے رکھ سکتا ہے محض بدنی عبادت خود ہی کرنی پڑتی ہے دوسرے نہیں کرا سکتا [2] یہ حدیث گزشتہ حدیث کی تفسیر ہے کہ وہاں ولی کے روزہ رکھنے سے مراد حکمی روزہ یعنی ادائے فدیہ تھا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ میت کی نمازوں کا بھی فدیہ دے دیا جائے، کیونکہ نماز روزے سے زیادہ اہم ہے۔ حیلہ اسقاط کا اصل یہ حدیث ہے اس حیلہ کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمایئے۔ [3] اگرچہ حدیث موقوف ہی صحیح ہے مگر یہ موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ صحابہ کرام کے وہ اقوال جو عقل سے وراء ہوں وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتے ہیں، کہ صحابی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی یہ فرمایا ہے عقل کا اس میں گنجائش نہیں اس حدیث کی تائید آیات قرآنیہ کر رہی ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی اور فرماتا ہے لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ جن سے معلوم ہوا کہ سعی اور کسب یعنی بدنی عبادات خود بندے ہی کو کرنا ہوں گی، دوسرے نہیں کرا سکتا۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زندگی میں یا بعد موت کوئی شخص کسی کی طرف سے محض بدنی عبادتیں روزہ نماز وغیرہ نہیں ادا کر سکتا، نسائی شریف میں حضرت ابن عباس

بَابُ صِيَامِ التَّطَوُّعِ: اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ وَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيْتُهُ فِيْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْهُ صِيَامًا فِيْ شَعْبَانَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَتْ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهُ وَكَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِيْلًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ اَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرًا كُلَّهُ قَالَتْ مَا عَلِمْتُهُ صَامَ شَهْرًا كُلَّهُ اِلَّا رَمَضَانَ

باب نفل روزے[1] پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھتے رہتے حتی کہ ہم کہتے افطار نہ کریں گے اور افطار کرتے رہتے حتی کہ ہم کہتے روزہ نہ رکھیں گے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ سوائے رمضان کسی مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں[2] اور میں نے حضور کو شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزے رکھتے نہ دیکھا[3] ایک روایت میں یوں ہے فرماتی ہیں کہ قریبا سارے شعبان کے روزے رکھتے تھے اور بجز تھوڑے دنوں کے سارے شعبان کے روزے رکھتے[4] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن شقیق سے فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ سے کہا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینے کے پورے روزے بھی رکھتے تھے[5] فرمایا مجھے خبر نہیں کہ رمضان کے سوا کسی اور پورے مہینے کے

سے مہینہ پر قربت نقل فرمایا عبدالرزاق نے حضرت ابن عمر سے یہ قول نقل کیا، امام مالک نے فرمایا کہ میں نے کسی صحابی یا تابعی کے متعلق یہ نہ سنا کہ کسی نے کسی کی طرف سے نماز یا روزہ ادا کرنے کی اجازت دی ہو یہ گفتگو نماز روزے میں نیابت کے متعلق ہے، رہا ان عبادات کا ثواب بخشنا وہ بالاتفاق اہل سنت کے نزدیک جائز ہے مرقات اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے۔ [1] تطوع طوع سے بنا بمعنی رغبت و خوشی، رب تعالٰی فرماتا ہے قالتا اتینا طائعین نفل عبادات کو تطوع اس لیے کہا جاتا ہے کہ بندہ وہ کام اپنی خوشی سے کرتا ہے، رب تعالٰی نے اس پر فرض نہ کی۔ [2] یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ میں مسلسل اتنے روزے رکھتے کہ ہم گمان کرتے یا ہم گمان کرنے والے صاحب گمان کرتے کہ آپ اس ماہ بالکل افطار نہ کریں گے، اور کسی مہینہ میں مسلسل اتنا افطار کرتے کہ معلوم ہوتا اس مہینہ میں آپ روزہ کوئی نہ رکھیں گے، خیال رہے کہ نفلی روزوں میں آپ ہمیشگی نہ کرتے تھے۔ [3] یہی حکمت ہے کہ کوئی مہینہ روزوں سے خالی نہیں، کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے ماہ رمضان کسی مہینے کے مکمل روزے کبھی نہ رکھے۔ [4] یعنی آپ رمضان کے علاوہ باقی تمام مہینوں میں روزے کم رکھتے تھے مگر شعبان میں زیادہ رکھتے تھے فی شَهْرٍ اَكْثَرَ کی ضمیر سے حال ہے، اور فی شعبان جنتہ کی ضمیر سے حال، یا یہ دونوں ظرف ہیں، ممکن ہے اس عبارت کا دوسرا جملہ پہلے جملہ کی تفسیر ہو، یعنی کل شعبان سے مراد قریبا کل ہے، چونکہ شعبان رمضان کا پڑوسی ہے اسی لیے وہ بھی حرمت والا ہے، نیز اس مہینہ میں رمضانی عبادات کی تیاری کرنا چاہیئے، اسی لیے اس ماہ میں نفلی نماز روزے کثرت سے ادا کرنا بہتر ہے۔ [5] چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ خصوصیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمدم و ہمراز تھیں، اور آپ کے ہر حال پر نگاہ رکھتی تھیں، ساتھ ہی بڑی فقیہہ عالمہ بھی تھیں، اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندرونی و بیرونی حالات زیادہ تر آپ ہی سے پوچھے جاتے تھے۔

وَلَا أَفْطَرَهُ كُلَّهُ حَتّٰى يَصُومَ مِنْهُ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيلِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَأَلَهُ أَوْ سَأَلَ رَجُلًا وَعِمْرَانُ يَسْمَعُ فَقَالَ يَا أَبَا فُلَانٍ أَمَا صُمْتَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ قَالَ لَا قَالَ فَإِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ رَوَاهُ

روزے رکھے ہوں یا کسی مہینہ کا پورا افطار کیا ہو ہر مہینہ میں کچھ روزے رکھتے تھے حتی کہ اپنے راستہ تشریف لے گئے[1] (مسلم) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا یا کسی اور سے پوچھا اور عمران سن رہے تھے تو حضور نے فرمایا اے ابو فلاں کیا تم نے آخر شعبان کے روزے نہ رکھے[2] وہ بولے نہیں فرمایا جب روزے رکھ چکو تو دو دن روزہ رکھ لینا[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رمضان کے بعد افضل روزے اللہ کے مہینہ محرم کے ہیں[4] اور فرض کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے[5]

[1] حتی یصوم میں حتی بمعنی کے ہے یعنی کسی مہینہ میں سارا افطار نہ کیا تا کہ ہر ماہ میں بعض دن روزے رکھنا سنت ہو اور ہوسکتا ہے کہ حتی انتہائے غایت کا ہو مگر اس میں بہت تکلیف ہے (مرقات)۔ [2] یہ حتی تینوں جگہ کی انتہا ہے اور اپنی راہ تشریف لے جانے سے مراد وفات پانا ہے۔ [3] سرر اور سرار مہینہ کے اول دن کو بھی کہتے ہیں درمیانی کو بھی اور آخر کو بھی مگر زیادہ آخری رات کو کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں چاند بالکل چھپا ہوتا ہے بعض لوگوں نے یہاں اول یا درمیانی مہینہ مراد لیا ہے کیونکہ شعبان کی آخری تاریخ میں روزہ منع ہے جیسا کہ گزر چکا مگر لمعات، اشعۃ اللمعات، مرقات وغیرہ نے فرمایا کہ یہاں آخری کے معنی ہی ہیں یہ صاحب ہر مہینہ کے آخر روزے رکھنے کے عادی تھے یا اس کی منت مان چکے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت سن کر انہوں نے شعبان کے آخر میں روزہ نہ رکھا تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ [3] یعنی ہماری ممانعت ان لوگوں کے لیے ہے جو صرف شعبان کے آخر میں روزے رکھیں مگر جو ہر ماہ کے آخر میں روزہ رکھنے کا عادی ہو یا منت مان چکے ہو اس کے لیے ممانعت نہیں اب یہ دو روزے رکھ لو۔ یہی لمعات و مرقات نے اس کی شرح کی ہے حدیث بالکل واضح ہو گئی اور اس پر کوئی اعتراض نہ رہا۔ [4] ظاہر یہ ہے کہ محرم سے مراد عاشورہ کا دن ہے نہ کہ سارا ماہ محرم، ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے زیادہ رکھا کرتے، چونکہ عاشورہ کا دن محرم میں واقع ہوا ہے عاشورہ میں بڑے اہم واقعات ہو چکے ہیں، آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت، نوح علیہ السلام کی کشتی کا جودی پہاڑ پر ٹھہرنا، یعقوب علیہ السلام کا اپنے فرزند یوسف علیہ السلام سے ملنا، فرعون کا غرق اور موسیٰ علیہ السلام کی نجات، ایوب علیہ السلام کی شفا، یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا وغیرہ عاشورہ ہی کے دن ہوئے بعد میں شہادت امام حسین اور قیامت کا آنا اسی دن میں ہو گا اسی لیے اس ماہ محرم کو اللہ کا مہینہ فرمایا گیا یعنی اللہ کے پیاروں کا مہینہ کیونکہ جو اللہ کے بندوں کا ہو جائے وہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور جس دن یا جس مہینہ میں کوئی اہم کام ہوا ہو اس میں عبادتیں کرنا بہتر ہے لہذا ربیع الثانی کی گیارھویں، ربیع الاول کی بارھویں، رجب کی ستائیسویں افضل تاریخیں ہیں اور ان میں عبادات، روزہ، نوافل، میلاد شریف وغیرہ کرنا ثابت ہے یہ حدیث [illegible] صوفیا [illegible] کا ماخذ ہے صوفیائے

مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرّٰى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهٗ عَلٰى غَيْرِهٖ إِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَهٰذَا الشَّهْرَ يَعْنِيْ شَهْرَ رَمَضَانَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ حِيْنَ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهٗ يَوْمٌ يُعَظِّمُهُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ آپ کسی دن کے روزہ کو دوسرے دن پر بزرگی دے کر تلاش کرتے ہوں[1] سوائے اسی دن یعنی عاشورا کے دن اور اسی مہینہ یعنی ماہ رمضان کے[2] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا اور اس کے روزے کا حکم دیا[3] تو صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ وہ دن ہے جس کی یہود و عیسائی تعظیم کرتے ہیں[4] تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کو ہم بہت سے اعمال کی زکوۃ عاشورہ کے دن ادا کرتے ہیں، اسکی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھئے[4] فرض سے مراد نماز پنجگانہ ہے مع سنت مؤکدہ اور وتر کے اور رات کی نماز سے مراد تہجد ہے یعنی فرائض، وتر اور سنن مؤکدہ کے بعد درجہ نماز تہجد کا ہے، کیونکہ سحر کو اس نماز میں مشقت بھی زیادہ ہے اور خصوصی حضور بھی غالب، یہ نماز حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی، رب تعالٰی فرماتا ہے وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ رب تعالٰی نے تہجد پڑھنے والوں کے بڑے فضائل بیان فرمائے تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ اور فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا وغیرہ فقیر کی وصیت ہے کہ ہر مسلمان ہمیشہ تہجد پڑھے اور اس نماز کا ثواب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ کر دیا کرے جو انکی طرف سے ادا کیا کرے ان شاء اللہ بہت کچھ ملیگا۔ [1] یعنی اسکو بہت بہتر بھی سمجھتے ہوں اور دیگر دنوں سے اس کی جستجو بھی کرتے ہوں اور سال بھر تک اس کا انتظار فرماتے ہوں یعنی آپ کا انتظار اور تلاش کرنا اتفاقاً نہ تھا بلکہ ان کو سب سے افضل بیان کرنا تھا۔ [2] یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تمام دنوں میں عاشورہ کے دن کو بہت افضل جانتے تھے اور مہینوں میں رمضان کے مہینہ کو، عاشورہ کی افضلیت کے وجوہ ابھی عرض کیے گئے، ماہ رمضان نزول قرآن کا مہینہ ہے اسمیں شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے اس کا آخری عشرہ اعتکاف کا زمانہ ہے اس مہینہ میں جبریل امین نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے تھے، نیز اس مہینہ میں دوزخ بند رہتی ہے جنت کے دروازے کھلے رہتے ہیں شیطان قید ہو جاتے ہیں اسلئے یہ مہینہ دوسرے مہینوں سے افضل ہے، خیال رہے کہ قریش عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور ہجرت سے پہلے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی عمل تھا ہجرت کے بعد اسلام میں اس دن کا روزہ فرض ہوا پھر رمضان کی فرضیت سے اس روزہ کی فرضیت تو منسوخ ہو گئی، مگر سنیت اور استحباب اب بھی باقی ہے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ یوم عاشورہ کا افضل ہونا یوم عرفہ کا افضل یعنی نویں ذی الحجہ کہ وہ حج کا دن ہے لہذا یہ حدیث عرفہ کی افضلیت کی حدیث کے خلاف نہیں۔ [3] پہلے وجوبی حکم دیا اور فرضیت رمضان کے بعد استحبابی، واقعہ یہ ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت یہود مدینہ کو روزہ رکھتے پایا، ان سے اس کی وجہ پوچھی وہ بولے کہ اس دن اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی کر اسے غرق کیا، سرکار نے فرمایا نَحْنُ اَحَقُّ بِمُوْسٰى مِنْكُمْ بمقابلہ تمہارے موسٰی علیہ السلام کے ہم زیادہ حق ہے یہ فرما کر عاشورہ کا روزہ مسلمانوں پر فرض کر دیا، پھر روزہ رمضان سے اس کی فرضیت تو منسوخ ہوگئی، مگر سنیت

وَسَلَّمَ لَئِنْ بَقِيتُ إِلَى قَابِلٍ لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صِيَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ بِعَرَفَةَ فَشَرِبَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى

اگر میں سال آئندہ زندہ رہا تو نویں محرم کا بھی روزہ رکھیں گے۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ام الفضل بنت حارث سے۲؎ کہ کچھ لوگوں نے ان کے پاس عرفہ کے دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے روزے کے متعلق گفتگو کی بعض نے کہا کہ حضور روزہ دار ہیں اور بعض نے کہا کہ حضور روزہ دار نہیں۳؎ تو ام الفضل نے ایک پیالہ دودھ حضور انور کی خدمت میں بھیجا جبکہ آپ عرفات میں اپنے اونٹ پر قیام فرما تھے تو آپ نے پی لیا۴؎ (مسلم،بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ

استحبابًا نویں کا بھی روزہ رکھتے ہیں اور صحابہ کو بھی حکم دیتے رہے اب وہ واقعہ پیش آیا جو پہلے مذکور ہے ۱؎ لہذا اگر ہم بھی عاشورے کی تعظیم کیلئے نویں کا بھی روزہ رکھیں تو مخالفت ہو جائیگی اور کفار سے مخالفت اسلام میں اہم ہے، یہ حدیث مرقات میں ہے یعنی یہود و نصاریٰ کی مشابہت سے اس طرح بچ جائیں گے کہ یہودی عاشورے کا ایک روزہ رکھتے ہیں اور ہم نویں محرم کا بھی روزہ ملا کر دو رکھا کریں گے، یعنی مشابہت کے خوف سے نیکی بند نہ کرینگے بلکہ اس میں تبدیلی کرکے فرق کر دیں گے مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اگلے سال تک تشریف فرما نہ رہے بلکہ اسی سال ربیع الاول میں وفات پا گئے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اب سنت یہی ہے کہ عاشورے کے دو روزے رکھے سنت قولی تو اکثر احتیاط ہے اور سنت فعلی ادا ہو۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بزرگوں کی یادگاریں قائم کرنا شرک یا حرام نہیں بلکہ رکن اسلام ہے، نماز پنجگانہ کی رکعتیں بقرعید کی نماز و قربانی اور حج کے سارے ارکان یادگار انبیاء ہی ہیں علیہم السلام (دیکھو ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول) لہذا عرس، میلاد شریف، گیارہویں پاک سب افضل چیزیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم باذن الٰہی احکام کے مالک و مختار ہیں، عاشورے کے روزے کی کوئی آیت موجود نہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جب چاہا فرض ہوگیا، اور جب چاہا مستحب ہوگیا۔ تیسرے یہ کہ حدیث قرآن سے منسوخ ہوسکتی ہے، دیکھو عاشورے کا روزہ حدیث سے ثابت تھا اور اس کا نسخ رمضان سے ہوا جو قرآن سے ثابت ہے۔ چوتھے یہ کہ کفار سے ہر تشبہ برا نہیں بلکہ بری باتوں میں یا ان چیزوں میں تشبہ حرام ہے، جسے اسلام نے ان کا قومی یا مذہبی نشان قرار دیا ہو تشبہ اور اشتراک میں بڑا فرق ہے، دیکھو سنہ ۱۰ھ تک حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے عاشورے کا ایک ہی روزہ رکھا اور صحابہ کے عرض کرنے پر بھی اس روزے کو حرام نہ کیا۔ پانچویں یہ کہ کچھ فرق سے تشبہ اٹھ جاتا ہے، تشبہ کے بہانے سے عبادات بند نہ کرو، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو میلاد شریف کو کنہیا جنم سے اور نیاز فاتحہ کو گنگا سے تشبیہ دیکر حرام کہتے ہیں۔ اللہ تعالٰی سمجھ عطا فرمائے، چھٹے یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کا علم تھا کہ اس سال ہو جائیگی، اسی لئے صرف اس موقعہ پر اگر فرمایا۔ یہ اگر اپنے شک کے لئے نہیں بلکہ امید کو شک میں رکھنے کے لئے ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے "ان یعلم اللّٰہ فی قلوبکم خیرًا"۔ ۲؎ آپ کا نام لبابہ ہے حضرت عباس کی بیوی عبداللہ ابن عباس و فضل ابن عباس کی والدہ ہیں، ام المؤمنین حضرت میمونہ کی بہن ہیں، آپ کے حالات پہلے بیان ہوچکے۔ ۳؎ یہ واقعہ حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن ہوا جب حضور انور صلے اللہ

اللہ علیہ وسلم صائما فی العشر قط رواہ مسلم ؕ وعن ابی قتادة ان رجلا اتی النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فقال کیف تصوم فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قولہ
فلما رای عمر غضبہ قال رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا نعوذ باللہ من
غضب اللہ وغضب رسولہ فجعل عمر یردد ھذا الکلام حتی سکن غضبہ فقال

علیہ وسلم کو بقرعید کے عشرہ میں کبھی روزہ رکھتے نہ دیکھا[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے کہ ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا آپ روزے کیسے رکھتے ہیں تو اس کی بات سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے[2] جب حضرت عمر نے آپ کی ناراضی دیکھی تو عرض کیا ہم اللہ کی ربوبیت اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفے کے نبی ہونے سے راضی ہیں ہم اللہ و رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں[3] حضرت عمر یہ بار بار کہتے رہے حتی کہ حضور کی ناراضی جاتی رہی[4] پھر حضرت

وسلم رات میں قیام فرماتے خیال رہے کہ یہاں صیام مصدر ہے جمع نہیں، جیسے قیام کبھی مصدر ہوتا ہے کبھی جمع، صیام صوم کی جمع بھی آتی ہے اور صائم کی بھی اور مصدر بھی[2] شعبان اللہ ام الفضل کی فراست پر قربان جاؤں کہ آپ نے نہایت آسانی سے ان کا جھگڑا ختم کردیا اور مطلب سمجھا دیا کیونکہ وہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ مرغوب تھا، فقہاء فرماتے ہیں کہ عرفہ کا روزہ غیر حاجی کے لئے سنت ہے حاجی کے لئے سنت نہیں بلکہ ایسے کمزور کو جو روزہ رکھ کر ارکان حج ادا نہ کرسکے مکروہ ہے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا اونٹ پر دودھ پینا اسی کے اظہار کے لئے تھا[1] اس میں ام المؤمنین اپنے علم کی نفی کررہی ہیں نہ کہ اصل روزے کی لہذا یہ حدیث نسائی کی اس روایت کے خلاف نہیں کہ آپ ذی الحجہ بقرعید کو روزہ رکھتے تھے، نیز سرکار نے فرمایا کہ بقرعید کے پہلے عشرے کا ہر روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور اس میں ہر رات کا قیام شب قدر کے قیام کے برابر ہے، امام غزالی فرماتے ہیں کہ بعد رمضان بقرعید کے پہلے عشرے کی عزت ہے خیال رہے کہ اگر نفی اور ثبوت کی احادیث میں تعارض ہو تو ثبوت والی احادیث کو ترجیح ہوتی ہے (مرقات)[2] چند وجہ سے یہ ناراضی ہوئی، ایک یہ کہ سوال میں بے ادبی کا شائبہ ہے سائل کو چاہیے کہ اپنے متعلق سوال کرے نہ کہ مفتی کے بارے میں، انہیں پوچھنا چاہیے تھا کہ میں کس طرح روزے رکھا کروں، دوسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات کیونکہ مختلف تھے تو آپ کبھی زیادہ روزے رکھتے تھے کبھی کم تو جواب دشوار تھا، تیسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کم کرتے تھے تاکہ امت پر دشواری نہ ہو ان پر آسانی رہے، چوتھے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام حقوق ازواج اور سلطنت کے انتظام، مہمانوں کی تواضع میں زیادہ مشغول رہتے تھے جس کی وجہ سے روزے کبھی کم رکھتے تھے، پانچویں یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو تھوڑے اعمال پر وہ ثواب ملتا تھا جو دوسروں کو زیادہ اعمال پر بھی نہیں ملتا، ممکن تھا کہ یہ سائل حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے روزے سن کر انہیں کم سمجھتا، جیسے بعض لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادات سن کر انہیں کم جانا (مرقات واشعۃ ولمعات)[3] یعنی ہم سارے مسلمانوں کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ ہم سے جو بے ادبیاں سرزد ہو جاتی ہیں ان کی وجہ یہ نہیں کہ ہمیں آپ کے مراتب کا انکار ہے بلکہ محض دربار کے آداب سے ناواقفیت کی بنا پر ہے، اعلیٰحضرت نے کیا خوب فرمایا شعر

سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں ۔ ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

عمر یا رسول اللہ کیف من یصوم الدھر کلہ قال لا صام ولا افطر او قال لم یصم ولم یفطر قال کیف من یصوم یومین ویفطر یوما قال ویطیق ذلک احد قال کیف من یصوم یوما ویفطر یوما قال ذلک صوم داؤد قال کیف من یصوم یوما ویفطر یومین قال وددت انی طوقت ذلک ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث

عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ جو ساری عمر روزے رکھے وہ کیسا فرمایا نہ اس نے روزہ رکھا نہ افطار کیا یا فرمایا نہ روزہ رکھ سکا اور نہ افطار کر سکا[1] عرض کیا جو دو دن روزے رکھے اور ایک دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا کوئی اس کی طاقت رکھتا ہے[2] عرض کیا جو ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا یہ داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں[3] عرض کیا جو ایک دن روزہ رکھے اور دو دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا میری تمنا ہے کہ مجھے یہ طاقت ملتی[4] پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر ماہ میں

مرقات نے یہاں فرمایا کہ چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی رب تعالٰے کی بھی ناراضی ہو جاتا ہے اس لئے جناب عمر نے اللہ کے غضب کا بھی ذکر کیا، خیال رہے کہ اللہ رسول کے غضب سے سوائے رب کی بارگاہ کے کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عاجزی اور خوشامد بڑی اکسیر ہے شعر

عجز کار انبیاء و اولیاء ست — عاجزی محبوب درگاہ خدا ست

[1] ایسا شخص ہمیشہ دن میں کھانے سے محروم رہا اور روزوں کا ثواب بھی نہ پا سکا کیونکہ سال میں پانچ دن روزے منع تھے وہ ان دنوں میں بھی روزے رکھ گیا، گنہگار ہوا، یہ حکم اسکے متعلق ہے جو ہمیشہ کے روزوں پر قادر نہ ہو یا بہت مشقت اٹھا کر اور نفس کو ہلاکت میں ڈال کر روزے رکھے اور ان روزوں کی وجہ سے حق والوں کے حقوق ادا نہ کر سکے لہذا یہ حدیث اسکے خلاف نہیں کہ حضرت ابو طلحہ انصاری اور حمزہ ابن عمرو اسلمی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں ان پانچ دنوں کے سوا ہمیشہ روزے رکھتے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مطلع ہونے پر منع نہ کیا، نیز بیہقی شریف میں ہے کہ جو ہمیشہ روزے رکھے اس پر دوزخ ایسی تنگ ہو جائیگی جیسے نوے کا عدد کہ کلمے کی انگلی کا کنارہ انگوٹھے کی جڑ میں لگا دیا جائے، صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہ تنبیہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ہمیشہ روزے رکھنے کی وجہ سے ایسے عادی ہو جائیں کہ انہیں روزے میں تکلیف محسوس نہ ہو (لمعات و مرقات) لہذا امام اعظم ابو حنیفہ کا چالیس سال مسلسل روزے رکھنا اس عتاب کی زد میں نہیں آتا۔ [2] یعنی عام لوگوں پر یہ بھی دشوار ہے کیونکہ پھر لوگوں کے سارے کاروبار ختم ہو جائیں گے اس جواب سے معلوم ہوا کہ ممانعت کی وجہ لوگوں کا کمزور ہونا ہے اگر کسی میں ہمیشہ روزے رکھنے کی طاقت ہو جس سے اس کا کوئی کام بند نہ ہو تو اسکے لئے یہ ہی افضل ہے [3] یعنی آپ ہمیشہ اپنی عمر شریف میں روزے رکھتے تھے یہ طریقہ بہت اچھا ہے مطلب یہ کہ عوام پر یہ بھی مشکل ہے یہ تو داؤد علیہ السلام ہی تھے جو اس طرح روزے رکھ گئے دوسرے عموماً زیادہ عاجز ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہو رہا ہے اور دوسری حدیثیں پہلے معنے کی تائید کرتی ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہترین روزے داؤد علیہ السلام کے ہیں علماء فرماتے ہیں کہ عمل اتنا کرو جو تمہیں علم سے نہ روکے اور علم میں اتنے مشغول ہو جو تمہیں اعمال سے نہ روکے، درمیانی چال اچھی [4] یعنی نبوت کا بوجھ ازواج کے حقوق، حکومت کے انتظامات نہ ہوتے تو میں اسی طرح روزے رکھا کرتا، اگر میں ایسے روزے رکھنے لگوں تو کروڑ مسلمان بھی اس سنت پر عمل کرنے لگیں جس سے ان کے کاروبار بند ہو جائیں گے۔ یہاں طاقت رکھنے سے مراد موقع پانا ہے لہذا یہ

مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَمَضَانُ إِلٰى رَمَضَانَ فَهٰذَا صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ وَالسَّنَةَ الَّتِيْ بَعْدَهٗ وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ الْاِثْنَيْنِ فَقَالَ فِيْهِ وُلِدْتُّ وَفِيْهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ رَوَاهُ

تین دن کے روزے اور رمضان سے رمضان تک کے روزے ساری عمر کے روزے ہیں ۱؎ عرفہ کے دن کا روزہ مجھے اللہ کے کرم پر امید ہے کہ ایک سال اگلے ایک سال پچھلے کا کفارہ ہو جائے ۲؎ اور عاشورہ کے دن روزہ مجھے اللہ کے کرم پر امید ہے کہ پچھلے سال کا کفارہ بنا دے ۳؎ (مسلم) اور انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزے کے متعلق پوچھا گیا ۴؎ تو فرمایا کہ اس دن میں ہم پیدا ہوئے اور اسی دن ہم پر قرآن اتارا گیا ۵؎

حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم روزہ وصال رکھا کرتے تھے کہ وہ ہمیشہ نہ رکھتے تھے کبھی کبھی، پھر بھی صحابہ کو اس سے منع فرمادیا۔ لہٰذا اس عبارت سے کوئی دھوکہ نہ کھائے اور یہ نہ سمجھے کہ نعوذ باللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کمزور تھے، اور آپ میں ان روزوں کی بھی طاقت نہ تھی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامانِ غلام حضرت بایزید بسطامی نے ایکبار تین سال تک پانی نہ پیا۔ اعلٰحضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب قدس سرہ نے ایک بار اکتیس دن کچھ نہ کھایا اور کسی کام میں فرق نہ آیا، یہ واقعہ مجھے میرے مرشد برحق صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا۔ ۲؎ ہر مہینہ کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں تاریخ کے روزے رکھ لیے جائیں، اور پورے رمضان کے روزے رکھے جائیں تو اس سے ساری عمر کے روزوں کا ثواب مل جاتا ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" جب ایک کا دس ملتا ہے تو انشاء اللہ تین روزوں میں تیس کا ثواب ملیگا، اس حساب سے ساری عمر کے روزے ہو جائیں گے، یہ سب رحمتیں اس رحمت والے محبوب کے صدقے سے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۳؎ پہلے عرض کیا جاچکا کہ یہ صِیَام مصدر ہے نہ کہ صوم یا صائم کی جمع یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ کا روزہ اگلے پچھلے دو سال کے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اگر گناہ صغیرہ نہ ہوں تو درجے بلند کر دیتا ہے گناہ کبیرہ بغیر توبہ اور بندوں کے حق بغیر ادا کئے معاف نہیں ہوتے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ آئندہ ایک سال کے گناہ مٹانے کے معنی یہ ہیں کہ اسے گناہ سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث غیر حاجیوں کے لئے ہے حاجی کے لئے عرفات میں اس دن روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔ ۴؎ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشورہ کے روزے سے نویں بقرعید کا روزہ افضل ہے کیونکہ عاشورہ کا روزہ تو ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور عرفہ کا روزہ دو سال کا۔ مگر عاشورہ کا دن عرفہ کے دن سے بعض اعتبار سے افضل ہے۔ لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں عاشورہ کے دن کی افضلیت بیان کی گئی۔ ۵؎ یا تو پوچھا گیا کہ اس دن میں روزہ رکھنا کیسا ہے اور اس کا کیا ثواب ہے، یا یہ کہ یارسول اللہ آپ ہر پیر کو روزہ کیوں رکھتے ہیں اس میں کیا خصوصیت ہے (مرقات و لمعات)۔ ۶؎ یعنی پیر کے دن دنیا کو دو نعمتیں ملیں، ایک میری تشریف آوری اور دوسرے نزول قرآن کی ابتداء کہ غار حرا میں پہلی وحی "اِقْرَاْ بِاسْمِ" الآیہ پیر کے دن ہی آئی۔ لہٰذا اس دن روزہ رکھنا بہت ہی بہتر ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ وقت اور جگہ اشرف واقعات کی وجہ سے اشرف ہو جاتے ہیں (مرقات)، دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

مُسْلِمٌ. وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَائِشَةَ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَصُوْمُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ قَالَتْ نَعَمْ فَقُلْتُ لَهَا اَيِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ كَانَ يَصُوْمُ قَالَتْ
لَمْ يَكُنْ يُبَالِيْ مِنْ اَيِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ يَصُوْمُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّهُ
حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهُ سِتًّا
مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ

مسلم) روایت ہے حضرت معاذہ عدویہ سے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھتے تھے
فرمایا ہاں میں نے عرض کیا کہ مہینے کے کس حصہ میں روزے رکھتے تھے فرمایا اسکی پرواہ نہ کرتے تھے کہ کس حصہ میں روزہ رکھیں (مسلم) روایت ہے
حضرت ابو ایوب انصاری سے انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے
چھ روزے رکھے تو ساری عمر کے روزوں کی طرح ہوگا (مسلم) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

کی ولادت کریمہ اللہ تعالٰی کی بڑی ہی نعمت ہے، کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نعمتوں میں شمار کیا، رب تعالٰی نے صرف اس نعمت پر خصوصی احسان جتایا کہ فرمایا لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ الآیہ، تیسرے یہ کہ اہم واقعات کی یادگاریں منانا سنت سے ثابت ہے، چوتھے یہ کہ یادگار میں عمل کو دہرانا چاہیے بلکہ جائز ہیں جیسے میلاد شریف، عید معراج، عرس وغیرہ کا ثبوت ہوتا ہے، پانچویں یہ کہ امام مالک کے ہاں پیر کا دن جمعہ سے بھی افضل ہے، انکی دلیل یہ حدیث بھی ہے۔

۱؎ چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حال نگاہ میں رکھتی تھیں اس لئے سرکار کے حالات زیادہ تر ام المؤمنین ہی سے پوچھے جاتے تھے، خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مہینوں میں مختلف روزے رکھتے تھے کبھی زیادہ کبھی کم، مگر تین دن ضرور کبھی نہ چھوڑتے تھے، اکثر تیرہویں چودھویں، پندرھویں کے روزے رکھتے تھے، کبھی ان کے علاوہ اور تاریخوں میں بھی، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان تین تاریخوں میں روزے رکھتے تھے، کیونکہ وہاں اکثری حالات کا ذکر ہے، اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ ان تین روزوں کی تاریخوں میں دس قول ہیں۔ ۲؎ یعنی اپنے سے پیچھے راوی کو یعنی اپنے شاگرد عمر ابن ثابت کو، انہوں نے یہ حدیث بیان کی جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ ۳؎ مسلسل یا متفرق مگر متفرق افضل، اس طرح کہ عید کے سوا ایک روزہ رکھ لے، باقی پانچ روزے پورے مہینے میں کچھ فاصلہ کرکے چھوٹے رکھ لے۔ ۴؎ کیونکہ سال میں دن تقریبًا تین سو ساٹھ ہوتے ہیں، اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا، تو رمضان کے تیس روزے تین سو ہوگئے، اور یہ چھ روزے ساٹھ ہو گئے، خیال رہے کہ یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ ہر مہینہ میں تین روزے عمر بھر کے روزے ہیں، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان روزوں کا بھی یہی ثواب ہو اور ان کا بھی یہی، ثواب ایک لیکن اسکے حاصل کرنے کے ذریعے بہت۔ ۵؎ مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث قریبًا بیس صحابہ سے مروی ہے، ترمذی نے اسے حسن فرمایا، باقی اسنادیں اسکی نہایت صحیح ہیں، چنانچہ اسے طبرانی، بزاز، ابن ماجہ، نسائی، ابن خزیمہ ابن حبان، احمد، بیہقی وغیرہ کتب نے ابوہریرہ، جابر، ثوبان، براء ابن عازب، ابن عباس، سعد ابن سعید ابو ایوب انصاری اور حضرت عائشہ

اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَوْمَ فِيْ يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ نُبَيْشَةَ الْهُذَلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَّامُ التَّشْرِيْقِ اَيَّامُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ وَّذِكْرِ اللہِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَصُوْمُ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا اَنْ يَّصُوْمَ قَبْلَهٗ اَوْ يَصُوْمَ بَعْدَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

صلے اللہ علیہ وسلم نے عید و قربانی کے دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا لے (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دو دن روزہ جائز نہیں عید و بقر عید ۲ے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت نُبیشہ ہذلی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تشریق کا زمانہ کھانے اور پینے اور اللہ کے ذکر کا زمانہ ہے ۳ے (مسلم) ۴ے روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے ۵ے مگر یہ کہ اس کے آگے پیچھے بھی روزہ رکھے ۶ے (مسلم بخاری)

صدیقہ سے روایتیں کیں، اس حدیث کو ضعیف کہنا سخت غلطی ہے لے نحر کے دن سے تشریق کے سارے دن مراد ہیں چونکہ ان میں سے اکثر میں قربانی ہوتی ہے اسلئے تغلیباً ان سب کو نحر کا دن فرمادیا، دسویں ذی الحجہ صرف قربانی کا دن ہے، گیارھویں بارھویں قربانی کا دن بھی ہے اور تشریق کا بھی اور تیرھویں صرف تشریق کا دن ہے خلاصہ یہ ہے کہ سال میں پانچ دن روزہ رکھنا حرام ہے یکم شوال اور دسویں گیارھویں بارھویں تیرھویں ذی الحجہ۔ مسئلہ جو شخص ان دنوں میں روزے کی نذر مان لے تو دوسرے اماموں کے ہاں وہ نذر ہی درست نہیں اور امام اعظم کے ہاں نذر صحیح ہے مگر اس کی قضا واجب ۲ے دو دن سے مراد دو قسم کے دن ہیں یا عید بقر عید سے مراد دسویں ذی الحجہ مع تین دن بعد والے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے غرضکہ یہ حدیث مجمل ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے ۳ے بقر عید کے تین دن بعد تک یعنی ۱۳ تاریخ تک اہل عرب قربانی کے گوشت سکھاتے تھے اسلئے ان دنوں کو تشریق یعنی سکھانے اور دھوپ دکھانے کا زمانہ کہا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ چار دن بندوں کی مہمانی کے ہیں جن میں رب تعالٰی میزبان بندے مہمان اسلئے ان دنوں میں روزہ رکھنا گویا رب تعالٰی کی دعوت سے انکار ہے اس زمانہ میں خوب کھاؤ خوب پیو اور خوب اللہ کا ذکر کرو، یہ حدیث گزشتہ حدیث کی تفصیل ہے جس نے بتایا کہ وہاں بقر عید سے مراد یہ چار دن تھے ۴ے احمد، طبرانی، دار قطنی، ابن ابی شیبہ وغیرہم نے مختلف الفاظ سے روایتیں کیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم منٰی کے زمانہ میں اعلان کراتے تھے صحابہ منٰی کے بازار میں شور کرتے پھرتے تھے کہ خبردار ایام تشریق میں روزے نہ رکھنا یہ دن کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کے ہیں ۵ے یعنی نفلی روزہ صرف جمعہ کا نہ رکھے یا جمعرات جمعہ یا جمعہ ہفتہ دو دن روزے رکھے، اس کی تحقیق آگے آرہی ہے ۶ے فتح القدیر میں ہے کہ امام ابو حنیفہ و امام محمد کے ہاں صرف جمعہ کا روزہ جائز ہے یہ ممانعت تنزیہی ہے وہ بھی بعض صورتوں میں جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے نفلی روزہ صرف جمعہ کا نہ رکھنا بہتر اس کی وجہ اللہ رسول ہی جانتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ چونکہ یہ دن غسل کرنے کپڑے بدلنے خطبہ سننے نماز جمعہ پڑھنے وغیرہ عبادات کا ہے ممکن ہے روزے کی وجہ سے بندہ یہ کام بخوبی انجام نہ دے سکے جیسے حاجی کے لئے عرفہ کے دن روزہ رکھنا بہتر نہیں کہ وہ اس دن روزہ رکھ کر آ کا

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَخْتَصُّوْا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ اللَّيَالِيْ وَلَا تَخُصُّوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ الْاَيَّامِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ صَوْمٍ يَّصُوْمُهٗ اَحَدُكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بَعَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ کی رات کو دیگر راتوں میں شب بیداری کیلئے خاص نہ کرو[1] اور جمعہ کے دن کو دیگر دنوں میں روزے سے خاص نہ کرو[2] مگر یہ کہ جمعہ اس تاریخ میں آجائے جس میں کوئی روزہ رکھتا ہو[3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے تو اللہ اسے آگ سے ستر سال کی راہ دور رکھے گا[4] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں فرمایا مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

کے کام اسی طرح شروع کرے گا اس شارحین نے اس حدیث کی بہت سی وجہیں بیان کی ہیں، لیکن یہ وجہ زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے: بعض نے فرمایا کہ یہود کے ہاں ہفتہ کا دن افضل ہے اور عیسائیوں کے ہاں اتوار بہتر ہے وہ لوگ ان دنوں میں روزے رکھتے ہیں اگر مسلمان اپنے افضل دن یعنی صرف جمعہ کا روزہ رکھیں تو ان سے مشابہت ہوجائے گی، واللہ اعلم۔ [1] اسطرح کہ صرف اسی رات میں عبادت کو لازم کرلیا جائے اور دوسری راتوں میں بالکل ہی غافل رہو، بلکہ اور راتوں میں بھی عبادت کیا کرو، اس توجیہ پر حدیث بالکل صاف ہے یعنی جمعہ کی رات میں عبادت کرنا منع نہیں، بلکہ اور راتوں میں بالکل عبادت نہ کرنا مناسب نہیں کہ یہ غفلت کی دلیل ہے، چونکہ جمعہ کی رات ہی زیادہ عظمت والی ہے، اندیشہ تھا کہ لوگ اسکو نفلی عبادتوں سے خاص کرلیں گے اسلئے اسی رات کا نام لیا گیا۔ [2] کیونکہ جمعہ ہفتہ بھر کی عید ہے اور عید میں روزہ رکھنا کیا۔ لمعات میں ہے امام مالک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کوئی فقیہ صرف جمعہ کے روزے کو منع نہیں کرتا، بلکہ بعض فقہاء ارادۃً جمعہ ہی کا روزہ رکھتے ہیں (اشعہ) خلاصہ یہ کہ تمام فقہاء کے ہاں یہ حدیث خلاف اولی کے لئے ہے، کیونکہ آگے خود حدیث میں آرہا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کو بہت کم افطار کرتے، روزہ ہی رکھتے تھے۔ [3] مثلاً کوئی شخص ہر گیارہویں یا بارہویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا عادی ہو، اور اتفاق سے اس دن جمعہ آجائے تو رکھ لے، اب خلاف اولی بھی نہیں، بعض لوگ مخصوص تاریخوں میں خاص عبادتیں کرنے کو منع کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے عبادت یا دن مقرر کرنا حرام ہے اور ان دو حدیثوں کی آڑ پکڑتے ہیں، الحمد للہ اس جملے نے ان کے خیال کو باطل کردیا اور صاف بتادیا کہ جمعہ کا روزہ مقرر کرنے کی وجہ سے حرام نہیں ہوا، بلکہ اسکی وجوہ کچھ اور ہیں جو پہلے عرض کی گئیں، ورنہ تاریخوں کا مقرر کرنا کیوں درست ہوتا، اس کی پوری بحث اس جگہ مرقات میں ملاحظہ فرمایئے۔ [4] عربی میں خریف موسم خزاں کو کہتے ہیں چونکہ اہل عرب اپنے کاروبار میں اس موسم سے سال شروع کرتے ہیں، اسلئے اس سے پورا سال بھی مراد لے لیتے ہیں وہی یہاں مراد ہے اور حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے اس روزے سے نفلی روزہ مراد ہے، اسی لئے صاحب مشکوۃ یہ حدیث نفلی روزے کے باب میں لائے یعنی بندہ مسلم اگر ایک نفلی روزہ

وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا
وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا لَا
مَنْ صَامَ الدَّهْرَ صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ صُمْ كُلَّ شَهْرٍ
ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَاقْرَءِ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ إِنِّيْ أُطِيْقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ

نے عبد اللہ کیا مجھے یہ خبر نہیں ملی کہ تم ہمیشہ دن میں روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو۱؎ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا
ایسا مت کرو روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو قیام بھی کرو اور سوؤ بھی۲؎ کیونکہ تم پر تمہارے جسم کا بھی حق ہے اور تم پر تمہاری آنکھوں کا بھی حق ہے۳؎ اور تم پر تمہاری
بیوی کا بھی حق ہے اور تم پر تمہارے ملاقاتی کا بھی حق ہے۴؎ جس نے عمر بھر روزے رکھے اس نے روزے رکھے ہی نہیں۵؎ ہر مہینہ تین روزے ساری عمر کے
روزے ہیں ہر مہینہ میں تین روزے رکھو۶؎ اور ہر مہینہ ایک قرآن ختم کرو میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں فرمایا تو

ملے، روزہ اللہ قبول کرے تو دوزخ میں جانا دور کیا وہ دوزخ سے قریب بھی ہوگا اور روحانی بھی ہوگا ۱؎ یہ سوال انکاری ہے یعنی مجھے خبر ملی ہے کہ تم ہمیشہ
پانچ ممنوعہ دنوں کے باقی سال بھر مسلسل نفل روزے رکھتے رہتے ہو اور رات کو عبادات کرتے ہو نہ دن میں کبھی افطار کرتے ہو نہ رات میں سوتے ہو ۲؎ ورنہ تم اتنے کمزور
ہو جاؤ گے کہ فرض عبادتیں اور لوگوں کے شرعی حقوق ادا نہ کر سکو گے، اور نفل کی وجہ سے فرض چھوڑنا یا فرض چھوٹنے کے اسباب پر عمل کرنا نہ عقلاً مناسب ہے نہ شرعاً خیال
رہے کہ اس سے وہ بات ہیں یہ ممانعت تنزیہی ہے بہتر ہے کہ نفس چھوڑ دے اور حرام ہے ۳؎ ہمیشہ روزہ رکھنے سے تمہارا جسم بہت کمزور ہو جائے گا اور بالکل نہ سونے
سے نگاہ کمزور پڑ جانے کا خطرہ ہے ۴؎ اور ہمیشہ روزہ رکھنے اور شب بیداری کرنے سے تم کما نہ سکو گے اور بیوی کو حق نہ دو گے، ملاقاتی لوگ وہ ملنا چاہتے ہیں
کہ تم ان کے ساتھ کھاؤ پیو اور رات کو دو گھڑی ان سے بات چیت کرو تم یہ بھی نہ کر سکو گے ان جملوں سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ روزے رکھنے کی ممانعت ہم جیسے
لوگوں کے لئے ہے جو تمام حقوق چھوڑ بیٹھیں جن کے لئے ہمیشہ کا روزہ اور رات بھر کا جاگنا مذکورہ حقوق سے آڑ نہ ہو ان کے لئے اس میں حرج نہیں، مگر ایسے بہادر
لوگ لاکھوں میں ایک آدھ ہیں، جیسے حضرت عمر وغیرہ صحابہ میں اور امام ابوحنیفہ تابعین میں ۵؎ یعنی کامل روزے نہ رکھے جس سے پورا ثواب ملے ہمارا کا
پہلی شرح سے معلوم ہو چکا کہ یہاں ممنوع سے مراد وہ عام مسلمین ہیں جو دن میں عبادتوں میں مشغول ہو کر باقی حقوق ادا نہ کر سکیں ۶؎ کیونکہ ایک نیکی کا
بدلہ دس گنا ہے، تو ہر مہینہ میں تین روزوں کا ثواب پورے مہینہ کے روزوں کا ہوگا بہتر یہ ہے کہ یہ تین روزے چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو رکھے جائیں
۷؎ یہ جملہ قرآن کریم کے تیس پارے بنانے کی اصل ہے زمانہ نبوی میں قرآن کریم کی تقسیم سورتوں اور منزلوں پر تھی، رکوع اور پاروں پر نہ تھی، پھر
خلافت عثمانیہ میں اس میں رکوع قائم کئے گئے، کہ حضرت عثمان غنی تراویح کی رکعتوں میں جس قدر تلاوت کرکے رکوع فرماتے، اس کا نام رکوع رکھا
گیا اور حاشیہ پر ع کا نشان لگایا گیا، تاکہ تراویح کا باقاعدہ رواج دینے والے جناب عمر اور اس رواج کو تمام دنیا میں پھیلانے والے حضرت عثمان
کی طرف اشارہ ہو، تراویح روزانہ بیس رکعت ہوتی تھیں، اور ستائیسویں شب کو ختم قرآن ہوتا اس لئے قرآن کریم کے پانچسو چالیس رکوع ہوئے یعنی

أَفْضَلُ الصَّوْمِ صَوْمُ دَاوُدَ صِيَامُ يَوْمٍ وَإِفْطَارُ يَوْمٍ وَاقْرَأْ فِي كُلِّ سَبْعِ لَيَالٍ مَرَّةً وَلَا تَزِدْ عَلَى ذٰلِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِي ۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَاُحِبُّ اَنْ يُّعْرَضَ عَمَلِيْ وَاَنَا صَائِمٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

بہترین روزہ یعنی روزہ داؤد رکھو کہ ایک دن روزہ ایک دن افطار اور سات راتوں میں ایک قرآن ختم کرو اس سے زیادہ نہ کرو (مسلم، بخاری)
دوسری فصل: روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے (ترمذی، نسائی)
روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اعمال پیر و جمعرات کو پیش کیے جاتے ہیں لہذا میں چاہتا ہوں کہ میرے عمل اس حال میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

قرآن مجید قرآن کریم کے تیس پارے کیے گئے تاکہ روزانہ تلاوت کرنے والوں کو آسانی ہو کہ وہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے ہر مہینہ ایک قرآن ختم کیا کریں ث لہذا مجھے زیادہ عبادت کی اجازت دیجئے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ممانعت سے نوافل اور روزے ناجائز نہ ہو گئے تھے، اس لیے آپ خوشامد کرکے زیادہ کی اجازت حاصل کر رہے ہیں، اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات خداداد معلوم ہوئے اور یہاں ہی صحابہ کا شوق عبادت بھی ظاہر ہو گیا قرآن بزرگوں کے طفیل ہمیں بھی عبادات کا شوق دے۔ لہ کہ روزانہ فمی بشوق کی ترتیب پر ایک منزل پڑھو تاکہ ہفتہ میں ایک قرآن ختم ہو۔ ابھی عرض کیا جا چکا کہ یہ حکم ان لوگوں کے لیے ہے جو حضرت عبداللہ ابن عمرو جیسی طاقت رکھتے ہوں، ان سے کمزور مہینہ میں ختم کریں اور ان سے زیادہ قوی ہفتہ سے کم میں بھی ختم کر سکتے ہیں ایک مہینہ میں بھی ختم نہ کرنا بڑی محرومی ہے۔ سے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جمعرات اور پیر کے دن نفلی روزے رکھتے تھے، اسکی وجہ اگلی حدیث میں آ رہی ہے، پیر کو یوم الاثنین غالباً اسلئے کہتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر بعض نے کہا کہ عرب میں ہفتہ اتوار سے شروع ہوتا ہے، لہذا اتوار پہلا دن ہوا اور پیر دوسرا اور جمعرات پانچواں مگر علماء کا قول یہ ہے کہ ہفتہ سنیچر سے شروع ہوتا ہے (مرقات) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کا پہلا دن جمعہ ہے کہ اسی دن ہی پیدائش عالم کی ابتداء پڑی، واللہ اعلم۔ سے اس طرح کہ اعمال لکھنے والے فرشتے بندوں کے ہفتہ بھر کے اعمال ان دونوں میں رب تعالٰی کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ اعمال کا اٹھانا یعنی آسمانوں پر پہنچانا اور ہے اور رب تعالٰی کی بارگاہ میں پیشی کچھ اور، اعمال کا اٹھانا تو روزانہ چوبیس گھنٹے میں دوبار ہوتا ہے کہ دن کے اعمال رات سے پہلے اور رات کے اعمال دن سے پہلے وہاں پہنچائے جاتے ہیں، مگر پیشی ہفتہ میں دوبار، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں روزانہ دوبار اعمال اٹھانے کا ذکر ہے (مرقات) یا اس کے معنی یہ ہیں کہ اعمال لکھنے والے فرشتے اعمال نامے ان فرشتوں پر پیش کرتے ہیں جو اعمال ناموں کی نقل اپنے رجسٹروں میں کرتے ہیں (اشعہ) تب تو یہ حدیث بالکل صاف ہے۔ سے تاکہ روزے کی برکت سے رحمت الٰہی کا دریا جوش مارے۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّھْرِ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ فَصُمْ ثَلٰثَ عَشْرَۃَ وَاَرْبَعَ عَشْرَۃَ وَخَمْسَ عَشْرَۃَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ مِنْ غُرَّۃِ کُلِّ شَھْرٍ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ وَقَلَّمَا کَانَ یُفْطِرُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَرَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ اِلٰی ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ ۔
وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ مِنَ الشَّھْرِ السَّبْتَ وَالْاَحَدَ وَالْاِثْنَیْنِ وَمِنَ الشَّھْرِ الْاٰخَرِ الثُّلٰثَاءَ وَالْاَرْبِعَاءَ وَالْخَمِیْسَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ ۔
وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْمُرُنِیْ اَنْ اَصُوْمَ ثَلٰثَۃَ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے ابوذر جب تم ہر مہینہ تین روزے رکھو تو تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کے رکھو[1] (ترمذی، نسائی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ میں پہلی تین تاریخوں میں روزے رکھتے تھے[2] اور جمعہ کے دن بہت کم افطار کرتے تھے[3] (ترمذی، نسائی) اور ابوداؤد نے تین ایام تک روایت کی روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ میں ہفتہ، اتوار اور پیر کا روزہ رکھتے تھے اور دوسرے مہینہ میں منگل، بدھ اور جمعرات کا[4] (ترمذی) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم دیتے تھے کہ میں تین روزے

خیال رہے کہ سال بھر کے اعمال کی تفصیلی پیشی شعبان میں ہوتی ہے کیونکہ وہ اللہ کے ہاں سال کا آخری مہینہ ہے اور رمضان سال کا شروع مہینہ جیسے دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے، جو شمسی سال اور ہے جس کی ابتداء محرم سے، اعتبار بقرعید پر ہو شمسی سال کچھ اور (از مرقات)۔

[1] انہی دنوں کو عربی میں ایام بیض یعنی چمکدار دن کہا جاتا ہے جن کی راتیں روشن ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان تاریخوں میں اکثر روزے رکھتے تھے جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔ [2] یعنی پہلی، دوسری، تیسری تاریخوں میں یا ان کے قریب، حضرت ابن مسعود کی یہ روایت اپنے علم کے مطابق ہے ورنہ سرکار کا یہ عمل کبھی کبھی تھا اکثر ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو روزہ رکھا کرتے تھے، لہذا یہ حدیث نہ تو اس حدیث کے خلاف ہے کہ سرکار مہینہ کے روزوں میں خاص تاریخوں کے پابند نہ تھے اور نہ اس کے خلاف کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض یعنی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کے روزے رکھتے تھے۔ [3] یعنی اکثر جمعہ کو روزہ رکھتے تھے چونکہ جمعہ کی نیکی کا ثواب ستر گنا ہے، ظاہر یہ ہے کہ آپ صرف جمعہ کا روزہ رکھتے تھے، اور یہ آپ کی خصوصیات میں سے نہیں، ہر شخص کو اس دن کے روزے کی اجازت ہے لہذا یہ حدیث مذہب حنفی و امام مالک کے فتوے کی مؤید ہے کہ جمعہ کا روزہ ممنوع نہیں، جہاں ممانعت آئی ہے وہاں کسی عارضہ سے ہے یا یعنی خلاف اولیٰ ہے (از مرقات و اشعہ)۔ [4] یعنی آپ نے ہفتہ کے سات دنوں میں اپنے روزے تقسیم کر دیئے تھے تاکہ کوئی دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کی برکت سے محروم نہ رہے، چنانچہ ایک مہینہ میں تین دن اور دوسرے مہینہ میں اگلے تین دن روزے رکھتے تھے اور جمعہ کے روزے کی تو عادت کریمہ تھی ہی جیسا کہ ابھی حدیث پاک میں گزر گیا، ہم لوگ

صرف جمعہ کو کبھی نفلی روزہ جائز ہے

أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ أَوَّلُهَا الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ مُسْلِمٍ
الْقُرَشِيِّ قَالَ سَأَلْتُ أَوْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ الدَّهْرِ قَالَ
إِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا صُمْ رَمَضَانَ وَالَّذِيْ يَلِيْهِ وَكُلَّ أَرْبِعَاءَ وَخَمِيْسٍ فَإِذًا أَنْتَ
قَدْ صُمْتَ الدَّهْرَ كُلَّهُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ
بْنِ بُسْرٍ عَنْ أُخْتِهِ الصَّمَّاءِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَصُوْمُوْا يَوْمَ

ہر مہینہ میں رکھوں جن میں پہلا روزہ پیر یا جمعرات کا ہو (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت مسلم قرشی سے فرماتے ہیں کہ میں نے یا کسی اور نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر بھر کے روزوں کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے رمضان کا اور اس کے متصل کا روزہ رکھو اور ہر بدھ و جمعرات کا روزہ رکھو تو تم نے ساری عمر کے روزے رکھ لئے (ابوداؤد، ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام عرفات میں عرفہ کے روزے سے منع فرمایا (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے وہ اپنی بہن صماء سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہفتہ کے

سے برکت حاصل کرتے ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات سے دن برکت پاتے تھے جیسے ہم چاند سے روشنی پاتے ہیں اور چاند سورج سے ۔ ۱؎ یہ حکم استحبابی ہے تاکہ دیرپا ہو، اسی واسطے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے وہ روزے نفل ہوتے تھے۔ مرقات نے فرمایا کہ اثنین پیر کے دن کا نام بن چکا ہے، جیسے بحرین ایک علاقہ کا نام ہے، اور ناموں میں تبدیلی نہیں ہوتی، اسلئے یہاں رفع کی حالت میں اثنان نہ آیا بلکہ اثنین ہی آیا، بعض کا خیال ہے کہ یہاں یوم پوشیدہ ہے اثنین اس کا مضاف الیہ ہے، مگر پہلی بات بہت قوی ہے، مطلب یہ ہے کہ کسی مہینہ میں پیر منگل اور بدھ کے روزے رکھو اور کسی میں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کے، بعض شارحین کے خیال میں یہ واؤ بمعنی أو ہے یعنی تمہیں اختیار ہے کہ پیر سے شروع کرو یا جمعرات سے۔ ۲؎ کہ پانچ ممنوعہ دنوں کے علاوہ باقی سارا سال روزہ رکھنے کا شرعی حکم کیا ہے ثواب ہے یا گناہ ۔ ۳؎ اس کے متصل سے مراد یا شعبان ہے یا شوال یعنی اکثر شعبان و رمضان کے روزے رکھو یا سارے رمضان اور چھ شوال کے روزے رکھو، یہ حدیث مجمل ہے جس کی شرح پہلی احادیث تھیں ۔ ۴؎ یعنی ان روزوں میں تمہیں ساری عمر کے روزوں کا ثواب مل جائے گا، یہاں مرقات نے فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ عمر بھر کے روزے بذات خود ممنوع نہیں، بلکہ اگر ضعف پیدا کریں جس سے مسلمان دوسرے حقوق ادا نہ کر سکے تو ممنوع ہیں، لہذا بعض صحابہ کرام اور مشائخ عظام کا عمر بھر روزے رکھنا اس حدیث کے خلاف نہیں۔ ۵؎ یعنی حاجی کو نویں بقرعید کے دن عرفات شریف میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا گیا تاکہ حاجی اس دن دعا مانگنے، نمازوں کے جمع کرنے اور حج کے دیگر کاموں سے عاجز نہ ہو جائے اور روزے کی وجہ سے اس کے اخلاق اپنے ساتھیوں کے ساتھ خراب نہ ہو جائیں، یہ ممانعت بھی تنزیہی ہے، حضرت عائشہ صدیقہ نے بارہا اس دن روزہ رکھا ہے، حضرت عطا فرماتے ہیں کہ سردی میں ایسا موقع آئے تو میں روزہ رکھ لیتا ہوں، گرمیوں میں نہیں ۔

السَّبْتِ إِلَّا فِيمَا افْتُرِضَ عَلَيْكُمْ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلَّا لِحَاءَ عِنَبَةٍ أَوْ عُودَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضَغْهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَالدَّارِمِيُّ ❁ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ❁ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَنِيمَةُ الْبَارِدَةُ الصَّوْمُ فِي الشِّتَاءِ

جو تم پر فرض ہو اور روزہ نہ کھولے اگر تم میں سے کوئی انگور کی چھال یا درخت کی لکڑی کے سوا کچھ نہ پائے تو وہی چبالے ۲؎ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) ۳؎ روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے ۴؎ تو اللہ تعالٰی اس کے اور آگ کے درمیان ایسی خندق کردیگا جیسی آسمان اور زمین کے درمیان ۵؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت عامر ابن مسعود سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھنڈی غنیمت جاڑوں کے روزے ہیں ۲؎

۱؎ یعنی نفلی روزہ صرف ہفتہ کے دن نہ رکھو کیونکہ اس میں یہود سے مشابہت ہے کہ وہ اگرچہ اس دن روزہ تو نہیں رکھتے مگر اس کی تعظیم بہت ہی کرتے ہیں تو ہمارے اس روزے میں ان سے اشتباہ ہوگا جمہور علماء کا قول یہ ہے اور یہ ممانعت بھی تنزیہی ہے لہذا یہ حدیث ہفتہ کے دن کے روزے کی احادیث کے خلاف نہ ہوگی اگر ہفتہ کے ساتھ اور دن کا بھی روزہ ملا لیا جائے تو نہ مشابہت رہے گی نہ ممانعت، یہاں وہ بیان جواز کے لئے ہیں اور یہ حدیث بیان استحباب کے لئے۔ ۲؎ فرض سے مراد صرف شرعی فرض نہیں بلکہ جیسے ضروری ہے لہذا رمضان، قضائے رمضان، نذر، کفارہ، عاشورہ، گیارھویں، بارھویں وغیرہ متبرک تاریخوں کے روزے اس دن میں رکھنا بلا کراہت جائز ہیں (مرقات و لمعات) ۳؎ یعنی ہفتہ کے دن تقاضائے ناقہ بھی نہ کرے اگر گھر میں کچھ کھانے پینے کو نہ ہو تو معمولی چیز چکھ کر ہی فاقہ سے بچ جائے، یہ فرمان مبالغہ کے لئے ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ ممانعت تحریمی ہو اور حدیث منسوخ ہو ۴؎ اس حدیث کو حاکم نے صحیح علی شرط بخاری کہا اور نووی فرماتے ہیں کہ محدثین نے اس کی تصحیح کی ہے، ابوداؤد فرماتے ہیں حدیث منسوخ ہے (مرقات) ۵؎ اللہ کی راہ سے مراد جہاد، حج، عمرہ، طلب علم دین کا سفر ہے یعنی ان میں سے جو سفر ایک دن بھی روزہ رکھے یا اس سے مراد رضائے الٰہی ہے یعنی جو کوئی گھر یا سفر میں ایک نفلی روزہ رکھ لے ۶؎ یعنی پانچسو سال کی راہ اس سے پہلے ستر سال کی راہ کا فاصلہ بھی آچکا ہے، مگر ان میں آپس میں تعارض نہیں، کیونکہ اخلاص کے فرق سے ثواب میں فرق ہوجاتا ہے خندق فرما کر اس جانب اشارہ فرمایا گیا کہ ان شاء اللہ اس تک آگ تو کیا آگ کی تپش بھی نہ پہنچ سکے گی، جیسے اتنی لمبی چوڑی خندق پھلانگ کر دشمن نہیں پہنچ سکتا ۱؎ ان کے نام اور ان کی صحابیت میں بڑا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ یہ عامر بن عبداللہ ابن مسعود ہیں، تابعی ہیں، بعض نے فرمایا کہ یہ عامر ابن مسعود ابن امیہ ابن خلف جمحی ہیں، یعنی صفوان ابن امیہ کے بھتیجے، حق یہی ہے کہ آپ صحابی نہیں، تابعی ہیں ۲؎ کیونکہ جن میں تکلیف بہت کم اور اصل روزے کا ثواب پورا، جیسے جہاد میں دشمن بغیر مقابلہ بھاگ جائے، اور سردی کا موسم بھی ہو کہ غازی بلا تکلیف ثواب و غنیمت لے آتا ہے سردی کے رمضان کا بھی یہی حال ہے خیال رہے کہ یہ اصل ثواب میں گفتگو ہے، ورنہ گرمی کے روزوں میں زیادہ مشقت کا ثواب بھی ملیگا، اسی لئے حضرت علی مرتضٰے

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ مُرْسَلٌ وَذُكِرَ حَدِيْثُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ مَا مِنْ أَيَّامٍ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ فِيْ بَابِ الْأُضْحِيَةِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَوَجَدَ الْيَهُوْدَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ تَصُوْمُوْنَهُ فَقَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ أَنْجَى اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَقَوْمَهُ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ فَصَامَهُ مُوْسٰى شُكْرًا فَنَحْنُ نَصُوْمُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ

(احمد، ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث مرسل ہے ۱؎ اور حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث ما من ایام الحدیث قربانی کے باب میں ذکر ہو چکی

تیسری فصل: روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہود کو عاشورے کے دن روزہ رکھتے پایا ۲؎ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیسا دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو ۳؎ وہ بولے یہ وہ عظمت والا دن ہے جس میں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے شکریہ میں روزہ رکھا ہم بھی رکھتے ہیں ۴؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم موسیٰ علیہ السلام کے تم سے زیادہ حقدار ہیں ۵؎

فرماتے ہیں کہ مجھے تین چیزیں بڑی پیاری ہیں اکرام الضیف، صیام الصیف، الجہاد بالسیف، مہمان کی خدمت، گرمی کے روزے، تلوار سے جہاد۔ ۱؎ کیونکہ عامر ابن مسعود نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نہ پائی، خیال رہے کہ آپ ابراہیم ابن عامر قرشی کے والد ہیں اور آپ کی اس کے سوا کوئی حدیث نہیں۔ ۲؎ یعنی ہجرت کے دوسرے سال میں جب عاشورے کا دن آیا تو آپ نے یہود کو روزہ دار دیکھا، کیونکہ ربیع الاول شریف میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچے تھے اس سال کا عاشورا گذر چکا تھا۔ ۳؎ خیال رہے کہ یہود کے مہینے اور تاریخیں اسلامی مہینوں اور تاریخوں کے علاوہ تھیں، مگر انہوں نے عاشورے کے دن کو روزے کے لئے چھانٹ لیا تھا جیسے چاند کے حساب ہی روزے رکھتے تھے محض برکت کے لئے لہٰذا حدیث پر اعتراض نہیں، یا جب یہود کے مہینے بھی چاند کے تھے، تو ان کا عاشورا کے دن روزہ کیسے نہ ہو گا۔ ۴؎ شرعی تائید و دینی باتوں میں کفار کی خبر معتبر نہیں، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ خبر معتبر مانی یا اسلئے کہ عبداللہ ابن سلام وغیرہ علمائے یہود جو اسلام لا چکے تھے انہوں نے بھی یہ خبر دی، یا اسلئے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ وحی سے معلوم تھا، اسکی تائید کرنے کیلئے ان سے یہ سوال فرمایا گیا، یا اس لئے کہ یہود کے ہاں یہ خبر متواتر تھی، متواتر خبریں کفار کی بھی معتبر ہیں، تواتر مستقل ہر ثبوت ہے۔ ۵؎ کیونکہ انبیاء علیہم السلام سارے بھائی ہیں، بعض دین میں سب متفق ہیں، اے یہود تم نے تورات کی کتاب ہی بدل دی، اور تم اصل دین ہی میں ان کے مخالف ہو گئے، تو جب ہم ان کی خوشی میں شرکت کرتے ہیں تو ہم بھی ان کی خوشی میں شریک ہوں گے، اور ان کی یادگار قائم کریں گے: اس میں لطیف اشارہ اس جانب بھی ہے کہ ہم عاشورے کا روزہ تمہاری مشابہت کے لئے نہیں رکھتے بلکہ موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کے لئے رکھتے ہیں، اور موافقت انبیاء علیہم السلام اسلام میں بڑی پیاری چیز ہے، دیکھو سورۂ ص کا سجدہ داؤد علیہ السلام کی موافقت کے لئے ہے نہ کہ داؤدیوں کی مشابہت کے لئے، فقیر کی اس تقریر سے اس حدیث پر یہ شبہ اٹھ گیا کہ یہود

فَصَامَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ يَوْمَ السَّبْتِ وَيَوْمَ الْاَحَدِ اَكْثَرَ مَا يَصُومُ مِنَ الْاَيَّامِ وَيَقُولُ اِنَّهُمَا يَوْمَا عِيْدٍ لِلْمُشْرِكِيْنَ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اُخَالِفَهُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُ بِصِيَامِ

چنانچہ یہ روزہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی رکھا اور اس روزہ کا حکم بھی دیا (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جن دنوں میں روزے زیادہ رکھتے تھے ان میں اکثر ہفتہ و اتوار کو رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ دونوں دن مشرکین کی عید کے دن ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کی مخالفت کروں (احمد) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عاشوراء کے دن روزہ رکھنے

نصاریٰ سے مشابہت اسلام میں منع ہے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ شروع اسلام میں یہ مشابہت ممنوع نہ تھی بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بہت سی باتوں میں اہل کتاب کی موافقت کرتے تھے حتیٰ کہ اسلام کا پہلا قبلہ بیت المقدس رہا، کیونکہ ان کی تالیف قلوب چاہئے تھی پھر جب ان کی ہٹ دھرمی کھل گئی تو اسلام میں ان کی مخالفت لازم کردی گئی (مرقات) حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ روزہ رکھنا موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کے لئے ہے نہ کہ ان کی متابعت کے لئے، موافقت اور متابعت میں زمین آسمان کا فرق ہے رب تعالے فرماتا ہے فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ یہاں موافقت کا ذکر ہے کہ آپ سارے انبیاء کی موافقت فرمائیں اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بحیات ظاہری زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے بغیر چارہ کار نہ تھا یہاں اتباع کا ذکر ہے خلاصہ یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم انبیاء کے موافق ہیں اور انبیاء کرام حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع ۔ ۲؎ چنانچہ شروع اسلام میں عاشوراء کا روزہ فرض رہا پھر رمضان کی فرضیت سے عاشوراء کے روزہ کی فرضیت تو منسوخ ہو گئی مگر سنیت اب بھی باقی ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ عظیم واقعات کی یادگاریں منانا سنت اسلامی ہے دوسرے یہ کہ یادگاریں منتقل ایسے مراسم نہ کی جائیں گی کہ ان میں مشابہت کفار کا شائبہ ہو۔ تیسرے یہ کہ اسلامی یادگاریں کھیل کود سے نہ منائی جائیں بلکہ عبادتوں سے منائی جائیں، دیکھو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی یادگار میں روزہ رکھا جو کہ عبادت ہے چوتھے یہ کہ اللہ والوں کی خوشی میں شرکت کرنا کچھ ملنے کا باعث ہو جاتا ہے بادشاہوں کے نوکر چاکر شہزادوں کی سالگرہ میں دکھلاوے کی خوشی منا کر بھی کچھ پا لیتے ہیں، تو اگر ہم عید میلاد و عید معراج دل سے منائیں تو ان شاء اللہ رب سے مانگی مرادیں پائیں گے بلکہ پا رہے ہیں ان تمام عیدوں کی اصل یہ حدیث ہے ۳؎ خیال رہے کہ ہفتہ یا اتوار یا دونوں دنوں کے روزے رکھنا یہود یا عیسائیوں کی مخالفت کرنے کے لئے بہت ہی بہتر ہے اور ان دنوں کی تعظیم کے لئے روزہ رکھنا سخت منع، لہذا یہ حدیث اس گزشتہ کے خلاف نہیں جس میں ہفتہ کے روزے سے منع فرمایا گیا تھا۔ کیونکہ وہاں دوسری نوعیت کا روزہ مراد تھا اور یہاں اس قسم کا روزہ مقصود ہے، اور ہو سکتا ہے کہ وہاں صرف ہفتہ کا روزہ مراد ہو، اور یہاں ہفتہ اتوار دونوں دن کا روزہ ہے ۴؎ یعنی ہفتہ کا دن یہود کی عید ہے اور اتوار کا دن عیسائیوں کی عید ان میں وہ خوب کھاتے پیتے ہیں، اور عیش کرتے ہیں ہم ان کی مخالفت میں روزہ رکھیں مشرکین سے مراد یہودی عیسائی ہیں، کیونکہ یہود عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مان کر ان کو پوجا

يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَحُثُّنَا عَلَيْهِ وَيَتَعَاهَدُنَا عِنْدَهُ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ لَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا عَنْهُ وَلَمْ يَتَعَاهَدْنَا عِنْدَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ أَرْبَعٌ لَمْ يَكُنْ يَدَعُهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامَ عَاشُورَاءَ وَالْعَشْرِ وَثَلٰثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُفْطِرُ أَيَّامَ الْبِيضِ فِي حَضَرٍ وَلَا سَفَرٍ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

کا حکم دیتے تھے ہم کو اس پر رغبت دیتے تھے اور عاشورہ کے دن ہماری تحقیقات فرماتے تھے پھر جب رمضان فرض ہوا تو نہ ہمیں اس کا حکم دیا نہ منع کیا نہ تحقیقات فرمائی (مسلم) روایت ہے حضرت حفصہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چار کام نہ چھوڑتے تھے عاشورہ کا روزہ بقرعید کے دس دن اور ہر مہینہ تین دن کے روزے ۳؎ اور فجر سے پہلے کی دو رکعتیں (نسائی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاندنی کے روشن دنوں میں روزے نہ چھوڑتے تھے نہ گھر میں نہ سفر میں ۴؎ (نسائی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا

کرتے ہیں وہ عیسائی بیٹے علیہ السلام کو لہٰذا یہ دونوں مشرک ہوئے، قرآن شریف میں عموماً شرک بمعنی کفر اور مشرک بمعنی کافر استعمال ہوا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ اور فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ ان آیتوں میں شرک بمعنی کفر ہے ہو سکتا ہے کہ یہاں بھی مشرکین سے کفار مراد ہوں ۲؎ یہ دونوں واقعے ہجرت کے بعد ہیں، ہجرت سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی روزہ کا حکم نہیں دیا تھا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شروع اسلام میں عاشورہ کا روزہ فرض تھا، کیونکہ اس کا حکم دینا اور عاشورہ آنے پر تحقیقات فرمانا کہ کس نے روزہ رکھا اور کس نے نہیں فرضیت کی علامت ہے رمضان کی فرضیت کے بعد عاشورہ کی فرضیت اٹھ گئی، مگر سنیت باقی رہی، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف تک یہ روزہ رکھا ہے۔ مسلم بخاری میں حضرت سلمہ ابن اکوع سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے یہ اعلان کرایا کہ جس نے کچھ کھا لیا ہو وہ بقیہ دن کچھ نہ کھائے اور جس نے نہ کھایا ہو وہ روزہ رکھ لے، کیونکہ آج عاشورہ ہے، یہ حدیث اس زمانہ کی ہے جب عاشورہ کا روزہ فرض تھا ۳؎ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف تک یہ تینوں قسم کے روزے رکھے، لہٰذا یہ سب سنت ہیں، بقرعید کے دس دن سے مراد نو دن ہیں، دسویں بقرعید کو روزہ حرام ہے یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثری عمل مراد ہے نہ کہ ہمیشہ کا، لہٰذا یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ کی اس گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں، جس میں آپ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کو بقرعید کے عشرہ میں روزہ رکھتے نہ دیکھا، بقرعید کا عشرہ بہت ہی بہتر ہوتا ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ کی راتیں بہتر ہیں کہ ان میں شب قدر ہے اور بقرعید کے پہلے عشرہ کے دن افضل ہیں کہ ان میں عرفہ کا دن ہے۔ ۴؎ یہاں مرقات نے فرمایا ایام بیض کے متعلق علماء کے ۹ قول ہیں جن میں سے زیادہ قوی قول یہ ہے کہ چاند کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں راتیں ہیں، انہیں ایام بیض کے متعلق یا تو اس لئے کہتے ہیں کہ ان کی راتیں اُجیالی ہیں اور یا اس لئے کہ ان کے روزے دلوں کو نورانی اور اُجیالا کرتے ہیں، اور یا اس لئے کہ آدم علیہ السلام کے اعضاء جنت سے آکر سیاہ پڑ گئے تھے، رب تعالیٰ نے انہیں ان تین

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ شَيْءٍ زَكٰوةٌ وَزَكٰوةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ
عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَقِيْلَ يَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ تَصُوْمُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَقَالَ اِنَّ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ يَغْفِرُ اللّٰهُ
فِيْهِمَا لِكُلِّ مُسْلِمٍ اِلَّا ذَا هَاجِرَيْنِ يَقُوْلُ دَعْهُمَا حَتّٰى يَصْطَلِحَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ
وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ بَعَّدَهُ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزے ہیں ۲؎ (ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے دن روزے رکھتے تھے عرض کیا گیا یارسول اللہ حضور پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے ہیں تو فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالٰے سوائے عداوت والوں کے باقی سب مسلمانوں کو بخش دیتا ہے ۲؎ ان کے متعلق فرماتا ہے انہیں چھوڑ دو حتی کہ آپس میں صلح کریں ۳؎ (احمد، ابن ماجہ)
روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو رضائے الٰہی کی تلاش میں ایک دن روزہ رکھے ۴؎ تو اللہ

روزوں کا حکم دیا اور روزے سے آپ کا تمام جسم چمکیلا ہوا تھا کہ تین روزوں کے بعد سارا جسم نہایت حسین ہو گیا نہ لے کہ روزہ میں برکت ہے اکثر آدمی دبلے ہو جاتے ہیں، جسم کا کچھ گوشت گل جاتا ہے یا یوں کہ روزہ کی برکت سے جسم گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے، یا روزہ کی برکت سے آگ روزہ دار تک نہ پہنچ سکے گی غرضکہ روزہ زکوٰۃ کے سے تینوں کام کرتا ہے ۲؎ سبحان اللہ یہ دونوں دن بڑی عظمت اور برکت والے ہیں کیوں نہ ہوں کہ انہیں عظمت والوں سے نسبت ہے، جمعرات آخر ہفتہ یعنی ہے اور حضرت آستانوں کے حاضر ہونے کا دن ہے اور پیر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا بھی دن ہے اور نزول قرآن کریم کا بھی جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ بخاری شریف میں ہے کہ ایک صحابی (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) نے ابولہب کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا، پوچھا کیا حال ہے بولا سخت عذاب میں گرفتار ہوں، مگر پیر کے دن میرا عذاب کچھ ہلکا ہوتا ہے اور اپنے داہنے ہاتھ کی بیچ والی انگلی سے مجھے پانی ملتا ہے، کیونکہ میں نے اس دن حضور انور کی پیدائش کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو اس انگلی کے اشارہ سے کہا تھا کہ تو آزاد ہے۔ سبحان اللہ قیامت ان دو دنوں میں اللہ کے فضل سے ہم گنہگار بخشش اور مغفرت کی تھالیاں لیے رہیں گے۔ شعر

بزرگوں سے نسبت بڑی چیز ہے   خدا کی یہ نعمت بڑا چیز ہے

یہاں مرقات نے فرمایا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پیر و جمعرات کے دن ان مسلمانوں کی بخشش ہوتی ہے جو ان دونوں میں روزہ رکھنے کے عادی ہیں ۳؎ یہ خطاب یا انہیں چھوڑ دو یا تو اس فرشتے سے ہوتا ہے جو سال کے رجسٹروں سے لوگوں کے گناہ مٹانے پر مقرر ہے یا ان لوگوں سے خطاب ہے جو ان کے لیے دعائے مغفرت کریں (مرقات واشعہ) یعنی ابھی ان کے گناہ باقی رہنے دو جب تک کہ یہ آپس میں صلح کرلیں، عداوت سے مراد دنیاوی عداوتیں ہیں، جو جائداد مال وغیرہ کے باعث ہوں، دینی عداوتیں تو عبادت ہیں، ہر مسلمان سرکار سے عداوت رکھے، رب تعالٰی فرماتا ہے ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروھم اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان سے کینہ و عداوت اللہ تعالٰے کی بڑی رحمت سے محرومی کا باعث ہے سینہ کینہ سے پاک رکھو ۴؎ بس میں مدینے کے ارادہ میں کچھ گندگی یعنی ریاء و حرص کینہ نہیں ہوتے ہیں یہ ظاہر یہ ہے کہ اس روزے سے مراد نفلی روزہ ہے اسی لیے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث

مِنْ جَهَنَّمَ كَبُعْدِ غُرَابٍ طَائِرٍ وَهُوَ فَرْخٌ حَتّٰى مَاتَ هَرِمًا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ قَيْسٍ ‎٭ بَابٌ ‎٭ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ‎٭ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقُلْنَا لَا قَالَ فَاِنِّيْ اِذًا صَائِمٌ ثُمَّ اَتَانَا يَوْمًا اٰخَرَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ اُهْدِيَ لَنَا حَيْسٌ فَقَالَ اَرِيْنِيْهِ فَلَقَدْ اَصْبَحْتُ صَائِمًا فَاَكَلَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ‎٭ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

اسے دوزخ سے اتنا دور کردے گا جیسے اڑنے والے کوّے کی دوری جب بچہ ہو حتیٰ کہ بوڑھا ہو کر مر جائے (احمد) اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سلمہ ابن قیس سے روایت کی۔ باب پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ ہے ہم نے عرض کیا نہیں تو فرمایا تو ہم آج روزہ سے ہیں پھر دوسرے دن تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں حیس ہدیۃً آیا ہے تو فرمایا مجھے دکھاؤ میں نے روزہ دار ہو کر صبح کی تھی پھر آپ نے کھا لیا (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ

نفلی روزوں کے باب میں لائے۔ تلاش رضاء الٰہی کی قید اس لئے ہے کہ کوئی عمل بغیر اخلاص مقبول نہیں، نہ اس کا کوئی ثواب، نہ ان کے فوائد کا ظہور ہو۔ اس میں اشارۃً بتایا جا رہا ہے کہ جب ایک نفلی روزے کے ثواب کا یہ حال ہے تو اندازہ لگاؤ کہ فرضی روزے کا ثواب کتنا ہوگا۔ کوّے کی طبعی عمر ایک ہزار سال ہے وہ بہت اونچا اور بہت تیز اڑتا ہے۔ یہاں دوزخ سے انتہائی دوری بتانے کے لئے بطور تمثیل ارشاد ہوا کہ کوّے کا بچہ اگر پیدا ہوتے ہی اڑنا شروع کرے اور مرتے دم تک ایک ہزار سال تک برابر اڑتا رہے تو اندازہ لگاؤ کہ وہ اپنے گھونسلے سے کتنی دور جا پہنچے گا، ایسے ہی یہ روزہ دار دوزخ سے دور رہے گا۔ حدیث بالکل ظاہر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ صاحب مشکوٰۃ کی بعض خطائیں ہیں جیسے وہم دیکھائی دے رہا ہے کہ سلمہ ابن قیس سے روایت فرمائی حالانکہ ان کا نام سلمہ ابن قیس نہیں بلکہ سلمہ ابن قیصر حضرمی ہے۔ [illegible] اس باب میں گزشتہ بابوں کے متعلق مختلف مضامین بیان ہوں گے نفلی روزے اور روزہ رکھ کر توڑ دینا، روزے کی قضا وغیرہ اسی لئے مصنف نے اس کا ترجمہ بعنوان قائم نہ فرمایا گویا یہ باب متفرقات ہے۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ سوال تمام ازواج پاک سے تھا، اور جواب بھی سب کی طرف سے ہوا یعنی ازواج میں سے کسی کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں، جو مالک کونین ہے اس کے اپنے گھر کا یہ حال ہے۔ شعر

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں　　　دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فقر و فاقہ اختیاری ہے، فرماتے ہیں اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔ یعنی چونکہ آج گھر میں کچھ کھانے کو نہیں لہذا ہم اب اسی وقت سے روزۂ نفل کی نیت کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ روزے نفل کی نیت ضحوۂ کبریٰ یعنی نصف نہار شرعی سے پہلے پہلے ہو سکتی ہے رات سے ہونا ضروری نہیں۔ مصنف اسی مقصد کے لئے یہ حدیث یہاں لائے۔ یعنی کسی شخص نے حیس کا حلوہ بطور ہدیہ بھیجا ہے حضور ملاحظہ فرمائیں۔ عربی میں حیس کے معنے ہیں خلط یا مخلوط چیز۔ اصطلاح میں یہ ایک حلوہ ہے جو مکھن، پنیر، کھجور یا آٹے، مکھن اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے جو بہت اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے۔ فقیر نے مدینہ طیبہ میں حیس بھی کھایا ہے اور حریرہ بھی۔ یہ صورت پہلے کا عکس ہوئی کہ وہاں تو گھر میں کھانا نہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُمِّ سُلَيْمٍ فَاَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَّسَمْنٍ فَقَالَ اَعِيْدُوْا سَمْنَكُمْ فِيْ سِقَائِهٖ وَتَمْرَكُمْ فِيْ وِعَائِهٖ فَاِنِّيْ صَائِمٌ ثُمَّ قَامَ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ الْبَيْتِ فَصَلّٰى غَيْرَ الْمَكْتُوْبَةِ فَدَعَا لِاُمِّ سُلَيْمٍ وَاَهْلِ بَيْتِهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلٰى طَعَامٍ وَّهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ صَائِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اِذَا

علیہ وسلم ام سلیم کے ہاں تشریف لائے تو وہ حضور کی خدمت میں چھوہارے اور گھی لائیں تب حضور نے فرمایا اپنا گھی تو مشکیزہ میں لوٹا دو اور اپنے چھوہارے اس کے برتن میں ڈال دو میں روزہ دار ہوں۲؎ پھر گھر کے ایک گوشہ میں کھڑے ہوئے تو فرض کے علاوہ نماز پڑھی پھر ام سلیم اور ان کے گھر والوں کے لیے دعا کی۳؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے اور وہ روزہ دار ہو تو کہہ دے میں روزہ دار ہوں۵؎ ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا جب

ہے کسی وجہ سے روزہ کی نیت کر لی گئی تھی اور یہاں کھانا دیکھ کر رکھا ہوا نفلی روزہ توڑ دیا گیا، ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ نفلی روزہ یا نماز شروع کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں کہ ان کا پورا کرنا ضروری ہو جاتا ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ اور فرماتا ہے فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا یعنی اہل کتاب نے نیک اعمال شروع کرکے انہیں نبھایا نہیں، معلوم ہوا کہ نیکی شروع کرکے پوری کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی شخص نفلی روزہ شروع کرکے توڑ دے تو اس کی قضا واجب ہے ان دو گزشتہ آیتوں کی وجہ سے اور اس حدیث کی وجہ سے جو بروایت حضرت عائشہ صدیقہ آگے آرہی ہے اور نفلی حج و عمرہ پر قیاس کی وجہ سے، کہ یہ دونوں چیزیں احرام باندھتے ہی واجب ہو جاتی ہیں، کہ اگر انہیں پورا نہ کر سکے تو قضا کرنا واجب ہے۔ خیال رہے کہ نفلی روزہ اور نماز بلا عذر توڑنا ناجائز ہیں، دعوت اور مہمان کی آمد بھی عذر ہیں یہ حدیث حنفیوں کے خلاف نہیں کیونکہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ روزہ توڑنا مذکور نہیں بلکہ روزے کی وجہ سے کھانا ملاحظہ نہ فرمایا اور اس میں یہ ذکر نہیں کہ آپ نے اس روزے کی قضا نہ کی لہذا یہ حدیث نہ شافعیوں کی دلیل ہے نہ مالکیوں کی اور نہ حنفیوں کے خلاف۔ نوٹ: شوافع کے ہاں نفلی روزہ توڑنے سے مطلقاً قضا واجب نہیں، اور مالکیوں کے ہاں اگر بلا عذر توڑا ہو تو قضا واجب ہے، ہمارے ہاں مطلقاً قضا واجب۔ ۲؎ ام سلیم بنت ملحان کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں کہ یہ حضرت انس کی والدہ ہیں اور ابو طلحہ کی زوجہ، ان کے نام میں بہت اختلاف ہے سہلہ ہے یا ملیکہ یا غمیصہ یا رمیصاء پہلے مالک ابن نضر کے نکاح میں تھیں، ان سے حضرت انس پیدا ہوئے پھر حضرت ابو طلحہ سے اسلام کی شرط پر نکاح کیا۔ ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ملاقات کے لیے تشریف لائے تھے اور ام سلیم نے خاطر و تواضع کے طور پر یہ پیش کیا، باقاعدہ دعوت نہ تھی، ورنہ ام سلیم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے روزہ کے دن دعوت نہ دیتیں یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم روزے کے عذر سے دعوت قبول نہ فرماتے، نیز دعوت میں عموماً روٹی سالن پیش کیا جاتا ہے نہ کہ فقط کھجور و گھی، اس سے معلوم ہوا کہ ملاقاتی اور مہمان کی خاطر و تواضع کرنا سنت ہے، علماء فرماتے ہیں کہ بغیر کھائے پیئے گزرنا مردوں کی سی ملاقات ہے۔ ۴؎ روزے کا اظہار اس لیے فرما دیا تاکہ جناب ام سلیم کو اس تمر واپس دینے پر رنج نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفلی روزہ دار کو اگر پتہ ہو کہ میرے روزے سے گھر والے مطلع ہو کر نہ کھانے پر ناراض نہ ہوں گے تو روزہ نہ توڑنا افضل ہے، اور اگر ان کے رنجیدہ ہونے کا اندیشہ ہو تو روزہ توڑ دینا اور کچھ کھا لینا بہتر ہے بعد میں قضا کر لی جائے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی چھپی عبادت کا ظاہر فرما دینا ریا نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ گھر میں کھانے پینے کا سامان جمع رکھنا توکل کے خلاف نہیں۔ دیکھو حضرت ام سلیم کے گھر گھی کی

دُعِيَ اَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ فَاِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ وَاِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ❊ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَجَلَسَتْ عَلٰى يَسَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُمُّ هَانِئٍ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَجَاءَتِ الْوَلِيْدَةُ بِاِنَاءٍ فِيْهِ شَرَابٌ فَنَاوَلَتْهُ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ نَاوَلَهٗ اُمَّ هَانِئٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ اَفْطَرْتُ وَكُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ لَهَا اَكُنْتِ تَقْضِيْنَ شَيْئًا قَالَتْ لَا قَالَ

تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے تو قبول کرے پھر اگر روزہ دار ہو تو دعا کرے اور اگر بے روزہ ہو تو کھالے (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ام ہانی سے فرماتی ہیں کہ جب فتح مکہ کا دن ہوا تو حضرت فاطمہ زہرا آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف بیٹھ گئیں اور ام ہانی حضور کے داہنی طرف تھیں تو ایک لونڈی ایک برتن لائیں جس میں شربت تھا حضور کو پیش کیا آپ نے پیا پھر ام ہانی کو دے دیا انہوں نے پیا کہنے لگیں یا رسول اللہ میں نے روزہ توڑ دیا میں تو روزہ دار تھی تو فرمایا کیا تم کوئی روزہ قضا کر رہی تھیں بولیں نہیں فرمایا

شکیں بھری ہوئی تھیں اور بھوسہ دوں نے ذکر ہے کہ گھر کے گوشہ میں نماز تو اس لئے پڑھی تاکہ وہ گھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفل سے متبرک ہو جائے اور یہ جگہ گھر والوں کے لئے دائمی جائے نماز بن جائے، اور دعا اس لئے کی تاکہ معلوم ہو کہ روزہ دار اگر کھانا نہ کھائے تو گھر والوں کے لئے دعا ضرور کرے یا اس طرح کہ دعوت قبول ہی نہ کرے یا اس طرح کہ قبول کرے اور پہنچ بھی جائے مگر وہاں کھائے نہیں، یہ عذر کر دے، دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے خیال رہے کہ نفلی روزے کا چھپانا بہتر ہے، مگر چونکہ یہاں کھانے سے یا صاحب خانہ کے دل میں عداوت پیدا ہو گی یا رنج و غم مسلمان کے دل کو خوش کرنا بھی عبادت ہے اس لئے روزے کے اظہار کا حکم دیا گیا۔ ؎ یہ دعا کا حکم تو استحبابی ہے کہ وہیں نفل پڑھ کر یا بغیر نفل پڑھے دعا کر دینا بہتر ہے اور کھانے کا حکم وجوبی بھی ہو سکتا ہے اور استحبابی بھی جیسے دعوت ولیمہ اور جیسے دیگر دعوات۔ لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں دعوت کے لئے نفلی روزہ توڑنے کا حکم ہے۔ ؎۲ خیال رہے کہ یہ ترتیب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھی کیونکہ ام ہانی فاطمہ زہرا کی نند بھی تھیں اور پھوپھی بھی، عمر میں بھی آپ سے بڑی تھیں اسلئے انہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنی طرف بٹھلایا اور فاطمہ زہرا کو بائیں طرف، اب بھی اجتماع کے موقعہ پر نشستگاہوں میں مرتبہ کے مطابق ترتیب چاہیے، غالبًا یہ واقعہ ام ہانی کے اپنے گھر میں نہ ہوا بلکہ کسی دوسرے گھر میں، ورنہ ام ہانی میزبان کی خدمت خود انجام دیتیں۔ خیال رہے کہ ام ہانی نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت نہیں کی تھی۔ ؎۳ سنت یہ ہے کہ مجلس میں پانی وغیرہ کا برتن پہلے بزرگ کی خدمت میں پیش کیا جائے، پھر داہنی طرف کو دے دے اگرچہ اس طرف چھوٹا آدمی یا بچہ ہی ہو اور بائیں طرف بڑا، مگر دیا جائے داہنی طرف ہی، اور یہاں تو اتفاقاً داہنی جانب ام ہانی تھیں جو رشتہ اور عمر میں فاطمہ زہرا سے بڑی تھیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم قرابت دار مرد و عورت ایک دوسرے کا جھوٹا پانی پی سکتے ہیں، جن روایات میں ہے کہ عورت مرد کا جھوٹا نہ پیئے نہ مرد عورت کا، وہاں اجنبی لوگ مراد ہیں، لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ ؎۴ سبحان اللہ کیا عجیب عمل ہے کہ ام ہانی نے پہلے روزہ توڑا پھر مسئلہ پوچھا، ان کے نزدیک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا پس خوردہ تبرک پینا روزے سے افضل تھا

فَلَا يَضُرُّكِ إِنْ كَانَ تَطَوُّعًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ وَالتِّرْمِذِيِّ نَحْوَهُ وَفِيهِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَمَا إِنِّي كُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ الصَّائِمُ الْمُتَطَوِّعُ أَمِيرُ نَفْسِهِ إِنْ شَاءَ صَامَ وَإِنْ شَاءَ أَفْطَرَ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ فَقَالَتْ حَفْصَةُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا كُنَّا صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ قَالَ اقْضِيَا يَوْمًا آخَرَ مَكَانَهُ رَوَاهُ

اگر نفلی روزہ تھا تو تمہیں کچھ حرج نہیں (ابوداؤد، ترمذی، دارمی) اور احمد و ترمذی کی روایت میں اسی کی مثل ہے اور اس میں یہ ہے کہ آپ بولیں یارسول اللہ میں روزہ دار تھی تو فرمایا نفلی روزہ والا اپنے نفس کا خود مختار ہے اگر چاہے روزہ رکھے اور اگر چاہے افطار کرے (۱) روایت ہے حضرت زہری سے وہ عروہ سے وہ عائشہ صدیقہ سے راوی فرماتی ہیں کہ میں اور حفصہ دونوں روزہ دار تھیں اور ہمارے سامنے وہ کھانا آیا جس کی ہمیں رغبت تھی ہم نے اس میں سے کھالیا تو حضرت حفصہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم دونوں روزہ دار تھیں ہمارے سامنے مرغوب کھانا آیا تو ہم نے اس میں سے کھالیا تو فرمایا اس کی جگہ کسی دن قضا کرو

ان کے دل سے فتویٰ پوچھا کہ روزے کی قضا یا کفارہ ادا کروں گی۔ مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹا میسر کہاں ملتا، عشق کے رنگ نرالے ہیں شعر

نیست ایں باراں از ایں ابر شما ☆ ہست باراں دیگر و دیگر سما

عشق کا مذہب ہی دوسرا ہے اور اس کے آسمان و زمین ہی کچھ اور (۲) یعنی اگر یہ روزہ نذر یا قضائے رمضان وغیرہ کا تھا تو اسکا توڑنا منع تھا اور اگر محض نفلی تھا تو توڑنا بالکل جائز اگرچہ اس کی قضا واجب۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرید یا شاگرد اپنے پیر یا استاد کے تبرک کھانے کیلئے نفلی روزہ توڑ سکتا ہے دعوت کی طرح یہ بھی روزہ توڑنے کا ایک عذر ہے (۳) ان ظاہری الفاظ سے امام شافعی نے فرمایا کہ نفلی روزہ توڑ دینے سے قضا واجب نہیں لیکن یہ دلیل ضعیف ہے کیونکہ یہاں گناہ کی نفی ہے نہ کہ قضا کی، قضا کا حکم تو اگلی حدیث میں آ رہا ہے اَمِیْرُ نَفْسِہٖ کا مطلب یہ ہے کہ نفلی روزہ دار کسی موقعہ اور محل پر افطار بہتر سمجھے تو توڑ سکتا ہے۔ اس حدیث پر بڑا اعتراض یہ ہے کہ فتح مکہ رمضان میں ہوئی، ام ہانی اس دن مسافر نہ تھیں، ان پر روزہ رمضان فرض تھا نفلی روزہ رکھ سکتی نہ تھیں۔ اس لئے ترمذی نے فرمایا کہ اس کی اسناد میں کچھ ضعف ہے، نسائی نے کہا کہ اس کی اسناد میں بہت اختلاف ہے امام منذری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت نہیں، اور اگر ہو بھی تو یہاں فتح مکہ کے دن سے زمانہ فتح مکہ مراد ہے، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد مکہ میں پندرہ دن قیام فرمایا تھا لہذا یہ واقعہ ماہ رمضان کے بعد شوال کا ہے۔ بعض شیخ نے فرمایا کہ فتح کیلئے مدینہ منورہ سے سفر رمضان میں ہوا، مگر فتح بعد رمضان۔ لیکن پہلی توجیہ قوی معلوم ہوتی ہے کیونکہ سارے مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ فتح مکہ بھی رمضان ہی میں ہوئی (۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان دونوں بزرگ بیبیوں کا یہ روزہ نفلی تھا قضائے رمضان یا نذر کا فرضی روزہ نہ تھا کیونکہ فرضی روزہ توڑ دینا ایسی جرأت کوئی عام مسلمان بھی نہیں کرتا چہ جائیکہ ازواج مطہرات محض چٹخارے کیلئے ایک اہم عبادت توڑیں۔ لہذا بعض شارحین کا اسے فرضی روزہ قرار دینا درست نہیں ان بزرگوں کی شان کے خلاف ہے بلکہ یہ دونوں بزرگ سمجھیں کہ جب دعوت کیلئے نفلی روزہ توڑ دینا جائز ہے تو یہ بھی کیلئے جائز ہو جاتا ہے کہ دونوں قریباً یکساں ہیں یہ بھی اجتہادی غلطی یا اشتباہ ہے۔ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کیونکہ اقضیا امر ہے اور امر وجوب کیلئے ہوتا ہے

التِّرْمِذِيُّ وَذَكَرَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْحُفَّاظِ رَوَوْا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَائِشَةَ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ
عُرْوَةَ وَهٰذَا أَصَحُّ وَرَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ عَنْ زُمَيْلٍ مَوْلَى عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ ۔
وَعَنْ أُمِّ عُمَارَةَ بِنْتِ كَعْبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَدَعَتْ لَهُ بِطَعَامٍ
فَقَالَ لَهَا كُلِي فَقَالَتْ إِنِّي صَائِمَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الصَّائِمَ إِذَا أَكَلَ

ترمذی، حافظین کی ایک جماعت نے اسے زہری سے انہوں نے حضرت عائشہ سے مرسلاً روایت کیا اور اس میں عروہ کا ذکر نہ کیا یہی صحیح تر ہے اور روایت کیا ابوداؤد نے اسے عروہ کے آزاد کردہ زمیل سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کیا۔ روایت ہے حضرت ام عمارہ بنت کعب سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے حضور کے لیے کھانا منگایا حضور نے ان سے فرمایا تم بھی کھاؤ بولیں میں روزہ دار ہوں تب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب روزہ دار کے پاس کچھ کھایا جائے ....

معلوم ہوا کہ اگر نفلی روزہ شروع کرکے توڑ دیا جائے تو اس کی قضا واجب ہوتی ہے اور جس کی قضا واجب ہو وہ خود بھی واجب ہوتا ہے لہٰذا نفلی روزہ شروع کر دینے سے واجب ہو جاتا ہے شوافع فرماتے ہیں کہ یا تو یہ روزہ قضا یا نذر کا واجب روزہ تھا اس کا جواب تو ابھی عرض کر دیا گیا اور یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی کیونکہ نفل پہلے بھی نفل ہے اور بعد شروع بھی نفل، شروع کے بعد واجب ہو جانا اس کی نفلیت کے خلاف ہے مگر یہ حضرات بھی نفل حج و عمرہ کو شروع ہو جانے کے بعد واجب مانتے ہیں اور توڑ دینے یا چھوڑ دینے پر قضا لازم سمجھتے ہیں لہٰذا ان کا یہ استدلال یہاں بھی مردود ہے نیز جب نذر مان لینے سے نفل واجب ہو جاتے ہیں تو شروع کر دینے سے بھی واجب ہو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں اس مسئلے پر بہت قوی دلائل ہیں ہم ابھی کچھ پہلے عرض کر چکے دار قطنی نے حضرت جابر سے اور بیہقی نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت کی کہ ایک شخص نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی دعوت کی جب سب حضرات کھانے لگے تو ایک صاحب الگ بیٹھ گئے بولے میرا روزہ ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا روزہ توڑ دو اور اپنے بھائی میزبان کو خوش کرو اور اس کی قضا کر لو (مرقات ولمعات) ۲؎ یہاں مرسل سے اصطلاحی مرسل مراد نہیں یعنی صحابی کا چھوٹ جانا بلکہ لغوی مرسل مراد ہے یعنی اسناد میں راوی کا رہ جانا جسے محدثین کے ہاں منقطع کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جناب زہری و حضرت عائشہ کے درمیان عروہ ہیں جن کا اس اسناد میں ذکر نہیں ۳؎ یعنی اسناد میں بھی انقطاع ہے کیونکہ زمیل نے عروہ سے حدیث نہیں سنی نیز زمیل مجہول شخص ہیں لہٰذا یہ اسناد ضعیف ہے مرقات نے یہاں فرمایا کہ یہ ضعف مضر نہیں کیونکہ ابن حبان وغیرہ نے عن جریر ابن حازم عن یحیی ابن سعید عن عمرہ عن عائشہ روایت کی اور ابن ابی شیبہ نے عن خصیف عن سعید ابن جبیر عن عائشہ روایت کی اور طبرانی نے عن خصیف عن عکرمہ عن ابن عباس عن عائشہ روایت کی اور بزار نے عن حماد ابن ولید عن عبید اللہ ابن عمر عن نافع عن ابن عمر عن عائشہ روایت کی اور طبرانی نے عن محمد ابن عمرو عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ عن عائشہ روایت کی جب اتنی صحیح اسنادیں موجود ہیں تو حدیث صحیح ہے اور اس سے دلیل پکڑنا درست لہٰذا مذہب حنفی نہایت ہی قوی ہے ۴؎ آپ کا نام نسیبہ بنت کعب ابن عمرو ہے انصاریہ ہیں زید ابن عاصم کی بیوی ہیں بیعت عقبہ و بیعت رضوان میں حاضر تھیں غزوہ احد میں آپ نے بارہ زخم کھائے تھے کفار سے جنگ کی وجہ سے ایک ہاتھ کٹ گیا تھا بڑی بہادر تھیں اللہ تعالٰی عنہا اسکے باوجود تمام غزوں میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں ۵؎ چنانچہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھایا

عِنْدَهُ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى يَفْرُغُوا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ دَخَلَ بِلَالٌ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَغَدّٰى فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَاءَ يَا بِلَالُ قَالَ إِنِّي صَائِمٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَأْكُلُ رِزْقَنَا وَفَضْلُ رِزْقِ بِلَالٍ فِي الْجَنَّةِ أَشَعَرْتَ يَا بِلَالُ أَنَّ الصَّائِمَ تُسَبِّحُ عِظَامُهُ وَتَسْتَغْفِرُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ مَا أُكِلَ عِنْدَهُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ۔

تو فرشتے دعائیں دیتے ہیں جب تک کہ وہ فارغ ہوں۱؎ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) **تیسری فصل** روایت ہے حضرت بریدہ سے۲؎ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ حضور ناشتہ کررہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال ناشتہ کرو۳؎ عرض کیا یا رسول اللہ میں روزہ دار ہوں تب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اپنی روزی کھا رہے ہیں اور بلال کی بہتر روزی جنت میں ہے۴؎ اے بلال کیا تمہیں خبر ہے کہ جب تک روزہ دار کے سامنے کچھ کھایا جائے تب تک اس کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں اسے فرشتے دعائیں دیتے ہیں۵؎ (بیہقی شعب الایمان)

۱؎ انہوں نے نہ کھایا اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ روزہ دار مہمان کی تواضع خاطر کھانے سے کر سکتا ہے۔ دوسرے رمضان میں روزہ توڑ دوں اور روزہ چھوڑ دوں کو نہ کھانا کھانے والوں کے سامنے کھانا چاہئے کہ یہ گناہ پر مدد ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ دوسرے یہ کہ اگر مہمان کی ناراضی کا اندیشہ نہ ہو تو میزبان نفلی روزہ نہ توڑے اور مہمان سے عذر کردے۔

۲؎ کیونکہ یہ روزہ دار دو عبادتیں کر رہا ہے، ایک روزہ دوسرا کھانا کھاتے دیکھ کر صبر اس لئے اس کا اجر و ثواب بھی زیادہ ہے اور فرشتوں کی دعائیں نفع ہیں ظاہر یہ ہے کہ فرشتوں سے مراد اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں ۳؎ آپ مشہور صحابی ہیں، اسلمی ہیں، آگئی ہیں، ازمنہ نبوی اور زمانہ خلفائے راشدین میں آپ نے اسلام کی شاندار خدمات کیں، جنگ جمل و صفین میں جناب علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ تھے یزید پلید کے زمانہ میں ۶۳ ہجری میں مقام مرو میں وفات ہوئی، وہیں آپ کا مزار ہے جس سے لوگ برکتیں حاصل کرتے ہیں ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کھانا کھاتے میں کوئی آجائے تو اسے بھی کھانے کے لئے بلانا سنت ہے، مگر دلی ارادہ سے بلائے، جھوٹی تواضع نہ کرے، اور آنے والا بھی جھوٹ بول کر یہ نہ کہے کہ مجھے خواہش نہیں، تاکہ بھوک اور جھوٹ کا اجتماع نہ ہو جائے بلکہ اگر کھانا کم دیکھے تو کہہ دے بارک اللہ، یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی عبادات نہیں چھپانی چاہئیں بلکہ ظاہر کردی جائیں، تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر گواہ بن جائیں یہ اظہار ریا نہیں ۵؎ یعنی آج کی روزی ہم تو اپنی یہیں کھائے لیتے ہیں، اور بلال اس کے عوض جنت میں کھائیں گے، وہ عوض اس سے بہتر بھی ہوگا اور زیادہ بھی ۶؎ یہ حدیث بالکل اپنے ظاہری معنے پر ہے، واقعی اس وقت روزہ دار کی ہر ہڈی و جوڑ بلکہ رگ رگ تسبیح کرتی ہے جس کا روزہ دار کو پتہ نہیں ہوتا مگر سرکار سنتے ہیں یہ تسبیح اگرچہ بغیر اختیار ہے، مگر اس پر ثواب بے شمار جیسے سبزہ کی تسبیح سے میت کو فائدہ پہنچ جاتا ہے تو ان ہڈیوں کی تسبیح سے خود روزہ دار بلکہ اس کے پاس بیٹھنے والوں کو بھی ثواب ملے گا۔

بَابُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرٰى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ

باب شب قدر کا بیان پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق تاریخوں میں ڈھونڈو ۱؎ بخاری روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کو شب قدر خواب میں دکھائی گئی کہ رمضان کے آخری ہفتہ میں ہے ۲؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری خوابیں آخری ہفتہ پر متفق ہو گئیں ۳؎

۱؎ شب قدر اس امت محمدیہ کی خصوصیات سے ہے ہم سے پہلے کسی کو نہ ملی قدر کے معنے ہیں اندازہ لگانا عزت و عظمت تنگی چونکہ اس رات میں سال بھر کے ہونے والے واقعات فرشتوں کے صحیفوں میں لکھ کر انہیں دے دیئے جاتے ہیں ملک الموت کو سال بھر میں مرنے والوں کی فہرست مل جاتی ہے حضرت میکائیل کو تقسیم رزق کی فہرست عطا ہوتی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے فیہا یفرق کل امر حکیم نیز اس رات میں اتنے فرشتے زمین پر اترتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے ارشاد باری تعالٰی ہے تنزل الملئکۃ والروح فیہا اس لیے اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں نیز اس رات کی عزت و عظمت بہت زیادہ اس شب میں عبادت کرنے والا رب کے ہاں عزت والا ہے اس لیے اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں اس میں بہت اختلاف ہے کہ یہ رات کب ہوتی ہے بعض کے خیال میں یہ مقرر نہیں کسی سال کسی مہینہ اور کسی تاریخ میں ہو دوسرے سال کسی مہینہ اور تاریخ میں بعض کا خیال ہے کہ رمضان شریف میں ہوتی ہے مگر تاریخ مقرر نہیں بعض کے خیال میں رمضان کے آخری عشرہ میں ہے بعض کہتے ہیں کہ اس عشرہ کی طاق تاریخوں میں ہے اکیسویں تیئسویں وغیرہ مگر زیادہ قوی قول یہ ہے کہ ان شاء اللہ شب قدر ہمیشہ ستائیسویں رمضان کی شب ہے کیونکہ لیلۃ القدر میں ۹ حرف ہیں اور یہ لفظ سورۂ قدر میں تین جگہ ارشاد ہوا ہے تو ستائیس ہوتے ہیں نیز سورۂ قدر میں تیس حرف ہیں جن میں سے ستائیسواں حرف ہی ہے جو لیلۃ القدر کی طرف لوٹتی ہے اس کی پوری تحقیق اور اس رات میں کرنے کے اعمال ہماری کتاب مواعظ نعیمیہ اور اسلامی زندگی میں ملاحظہ کرو ۲؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شب قدر ہر سال ماہ رمضان میں ہوتی ہے اور ہوتی بھی ہے آخری عشرہ میں اور بھی طاق تاریخوں میں قرآن کریم بھی اس کی تائید فرماتا ہے کیونکہ ایک جگہ ارشاد ہے شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن جس سے معلوم ہوا کہ نزول قرآن ماہ رمضان میں ہے دوسری جگہ ارشاد ہے انا انزلنہ فی لیلۃ القدر جس سے معلوم ہوا کہ قرآن شب قدر میں آیا یہ دونوں آیتیں جب ہی جمع ہو سکتی ہیں کہ شب قدر رمضان میں ہو خیال رہے کہ شب قدر کو رب تعالٰی نے مبہم چھپایا تاکہ لوگ اس کی تلاش میں بہت راتوں میں عبادت کریں حضور کو شب قدر کا علم دیا گیا مگر اس کے اظہار کی اجازت نہ دی گئی عوام سے چھپایا گیا تاکہ اس کی تلاش رہے اور راتیں بھی اس کی تلاش کی عبادت میں گزریں ۳؎ مطلب یہ ہے کہ کسی صحابی نے خواب دیکھا کہ وہ رمضان کی اکیسویں شب ہے کسی نے دیکھا تیئسویں ہے کسی نے پچیسویں اور کسی نے ستائیسویں یا انتیسویں کہا ہے یعنے آخری عشرہ کی طاق راتیں، چونکہ یہ راتیں آخری ہفتہ میں ہیں یعنے تیئسویں سے انتیسویں تک اس لئے آخری ہفتہ ارشاد ہوا اس جملہ کی شرح میں شارحین کو بہت دشواری ہوئی ہے فقیر نے جو عرض کیا وہ زیادہ قرین ہے واللہ ورسولہ اعلم

۳؎ یعنے اے صحابہ تمہاری خوابیں متفق ہیں

الاواخر فمن كان متحريها فليتحرها في السبع الاواخر متفق عليه وعن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم قال التمسوها في العشر الاواخر من رمضان ليلة القدر في تاسعة تبقى في سابعة تبقى في خامسة تبقى رواه البخاري وعن ابي سعيد الخدري ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اعتكف العشر الاول من رمضان ثم اعتكف العشر الاوسط في قبة تركية ثم اطلع راسه فقال اني اعتكفت العشر الاول التمس هذه الليلة ثم اعتكفت العشر

جو شب قدر تلاش کرے وہ آخری ہفتہ میں تلاش کرے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو جب نو دن باقی رہیں یا سات دن باقی رہیں یا پانچ دن باقی رہیں (بخاری) روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا پھر ترکی خیمہ میں درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا پھر سر نکالا فرمایا کہ میں نے اس رات کی تلاش میں پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا پھر درمیانی عشرہ کا اعتکاف کیا

۲ یعنی خواب جا بجا رب کی قدرت ہے یہ خواب معتبر ہے کہ مومن کا خواب ہے اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کے آخری ہفتہ میں دیکھا ہر شخص نے [illegible] متفق ہیں مگر کوئی تعیین ہی تو مختلف ہیں بھی ہو جاتی ہے دیکھو اذان خواب ہی میں صحابہ نے دیکھی تھی اور آج تک اسلام میں جاری ہے بلکہ اسلام کا شعار ہے [illegible] لہذا اکیسویں تیسویں پچیسویں ستائیسویں انتیسویں میں اس کی تلاش کی جائے اس کی تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے ۳ عرب میں دستور ہے کہ ابتدائی مہینہ میں تاریخ گزری کا اعتبار کرتے ہیں یعنی پانچویں تاریخ وہ جس سے پہلے چار تاریخیں گزر گئی ہوں اور آٹھویں وہ جس سے پہلے مہینہ کے سات دن گزر چکے ہوں مگر مہینہ کے انتہا میں آخری طرف سے حساب لگاتے ہیں یعنی نویں تاریخ وہ جس کے بعد مہینہ کے نو دن باقی ہوں یعنی اکیسویں اور ساتویں تاریخ وہ جس کے بعد مہینہ کے سات دن باقی ہوں یعنی تیسویں اور پانچویں وہ جس کے بعد پانچ [illegible] لفظ تبقی بول رہے ہیں اسی لحاظ سے یہ فرمان عالی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ شب قدر رمضان کی اکیسویں تیسویں پچیسویں وغیرہ میں تلاش کرو بعض شارحین نے اس جملے کے اور معنے کئے ہیں کہ تاسعہ سے ستائیسویں شب مراد ہے سابعہ سے انتیسویں اور خامسہ سے پچیسویں مگر فقیر نے جو معنی کئے وہ [illegible] صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام بہت آسان ہے ۴ یہاں اول [illegible] سے بھی ہو سکتا ہے تفضیل کا واحد مذکر کیونکہ لفظ عشر واحد بھی ہے مذکر بھی اور [illegible] کے پیش وال کے زبر سے بھی اولیٰ کی جمع کیونکہ عشر معنے کے لحاظ سے مونث ہے اور جمع ہے پہلی قرأت زیادہ مشہور ہے اگلا جملہ بھی اس کا [illegible] اوسط واحد ذکر کیا ہے یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایکبار رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا تھا اس خیمہ کو ترکی [illegible] کہتے ہیں [illegible] ایک چھوٹا سا گول خیمہ ہوتا ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے مسجد ہی میں لگایا گیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں اپنے لئے جگہ خاص کر لیتا ہے جہاں چادر وغیرہ تان لے جس میں بغیر اجازت کوئی نہ آسکے ۵ اس وقت تک حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی اطلاع نہیں دی گئی تھی آپ نے حضرت اجتہاد سے یہ تلاش فرمائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے کل علم تھا کہ شب قدر رمضان [illegible] میں ہے [illegible] مہینوں میں نہیں یہ حدیث ان بزرگوں کے خلاف نہ ہوگی جو کہتے ہیں کہ [illegible] شب قدر

الْاَوْسَطَ ثُمَّ اُتِیْتُ فَقِیْلَ لِیْ اِنَّهَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَمَنْ کَانَ اعْتَکَفَ مَعِیْ فَلْیَعْتَکِفِ الْعَشْرَ
الْاَوَاخِرَ فَقَدْ اُرِیْتُ هٰذِهِ اللَّیْلَةَ ثُمَّ اُنْسِیْتُهَا وَقَدْ رَاَیْتُنِیْ اَسْجُدُ فِیْ مَآءٍ وَّطِیْنٍ مِّنْ
صَبِیْحَتِهَا فَالْتَمِسُوْهَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَالْتَمِسُوْهَا فِیْ کُلِّ وِتْرٍ قَالَ فَمَطَرَتِ السَّمَآءُ تِلْکَ
اللَّیْلَةَ وَکَانَ الْمَسْجِدُ عَلٰی عَرِیْشٍ فَوَکَفَ الْمَسْجِدُ فَبَصُرَتْ عَیْنَایَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَسَلَّمَ وَعَلٰی جَبْهَتِهٖ اَثَرُ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ مِنْ صَبِیْحَةِ اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

پھر ہمارے پاس آ کر فرمایا کہ مجھے بتایا گیا کہ وہ رات آخری عشرہ میں ہے لہٰذا جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ آخری عشرہ کا بھی اعتکاف کرے کہ مجھے یہ رات دکھائی گئی تھی پھر بھلا دی گئی ہے اس رات کی سویرے مجھے کیچڑ پانی میں سجدہ کرتا دیکھا گیا ہے لہٰذا تم اسے آخری عشرہ میں ڈھونڈو ہر طاق تاریخ میں تلاش کرو۔ راوی فرماتے ہیں کہ اس شب بارش ہوئی اور مسجد چھپر کی تھی چنانچہ مسجد ٹپکی اور میری آنکھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیسویں کے سویرے دیکھا کہ آپ کی پیشانی پاک پر کیچڑ کا اثر تھا (مسلم، بخاری)

سال بھر میں بھی ہو جاتی ہے لہٰذا چونکہ اس عشرہ کی ہر رات میں شب قدر ہونے کا احتمال تھا اس لئے یہاں اعتکاف فرمایا (مرقات) یعنی بیسویں تاریخ کو فرشتے نے عرض کیا کہ شب قدر اگلے عشرہ میں ہے۔ رب تعالیٰ چاہتا تھا کہ محبوب کا سارا مہینہ اعتکاف میں گزرے اس لئے پہلے اطلاع نہ دی۔ تاکہ اس کی برکت رائیگاں نہ جائے اور شب قدر کی تلاش میں کامیاب ہو جائے۔ اس جملہ سے بھی معلوم ہوا کہ شب قدر رمضان میں ہے اور آخری عشرہ میں ہے۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ غالباً حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی خصوصی علامت بتائی گئی تھی پھر وہ بھلا دی گئی تاکہ امت اس کی تلاش میں کوشش کرے اور ثواب پائے معین رات عرض نہ بتائی گئی تھی کہ اس کو بھول جائیں۔ پھر بعید از عقل ہے خیال رہے کہ جو چیز مقرر یا مقدر ہو وہ چیز بے بھول سکتی ہیں اور اس بھول میں ہزاروں حکمتیں ہیں یہ بھی خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر وغیرہ تمام چیزوں کا تفصیلی علم عطا ہوا۔ فرماتے ہیں فتجلی لی کل شیء وعرفت ہر چیز میں شب قدر بھی یقیناً داخل ہے بھلا دی گئی فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ ہماری یعنی کوتاہی سے نہیں ہوا بلکہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہوا رب تعالیٰ فرماتا ہے فلا تنسیٰ الا ما شاء اللہ۔ یعنی میں نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ اس سال شب قدر میں بارش ہوگی، مسجد کی چھت ٹپکے گی جس سے مسجد میں کیچڑ ہو جائے گی اور ہم اس کیچڑ میں نماز فجر ادا کریں گے یہ مطلب نہیں کہ ہر سال شب قدر میں بارش ہوا کرے گی اور ہم کیچڑ میں سجدہ کیا کریں گے۔ معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کا علم نہ بھولا گیا تھا بلکہ اس کا تعین بھول گیا تھا اس لئے فرمایا شب قدر کو آخری عشرہ رمضان کی طاق تاریخوں، اکیسویں، تئیسویں، پچیسویں وغیرہ میں ڈھونڈو۔ کہ بجائے ستونوں کے کھجور کے تنے کھڑے کئے گئے تھے اور چھت کھجور کی شاخیں تھیں جن پر کچھ مٹی ڈال دی گئی تھی دھوپ بھی چھن کر آتی تھی اور بارش بھی اسی لئے تھوڑی سی بارش سے مسجد میں کیچڑ ہو جاتی تھی۔ تب ہی پتہ لگا کہ آج اکیسویں شب کو لیلۃ القدر ہو گئی۔ اس حدیث کی وجہ سے بعض علماء فرماتے ہیں کہ شب قدر اکیسویں رمضان ہے بعض نے فرمایا کہ اس سال اکیسویں شب تھی ہمیشہ نہیں۔ ہم عرض کر چکے ہیں کہ دلائل ہر رات کے متعلق موجود ہیں، مگر ستائیسویں شب کے دلائل بہت قوی اور زیادہ ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ میں پیشانی زمین پر ضرور لگائے اگرچہ فرش پر کیچڑ ہو اور نماز میں پیشانی وغیرہ نہ پونچھے۔

فِي الْمَعْنَى وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ إِلَى قَوْلِهِ فَقِيلَ لِي إِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَالْبَاقِي لِلْبُخَارِيِّ وَفِي
رِوَايَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُنَيْسٍ قَالَ لَيْلَةُ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ
سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقُلْتُ إِنَّ أَخَاكَ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ مَنْ يَقُمِ الْحَوْلَ يُصِبْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ
فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَرَادَ أَنْ لَا يَتَّكِلَ النَّاسُ أَمَا إِنَّهُ قَدْ عَلِمَ أَنَّهَا فِي رَمَضَانَ وَأَنَّهَا فِي الْعَشْرِ
الْأَوَاخِرِ وَأَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ ثُمَّ حَلَفَ لَا يَسْتَثْنِي أَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ فَقُلْتُ
بِأَيِّ شَيْءٍ تَقُولُ ذٰلِكَ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ قَالَ بِالْعَلَامَةِ أَوْ بِالْآيَةِ الَّتِي أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

معنی میں اور لفظ مسلم کے ہیں یہاں تک کہ مجھ سے کہا گیا وہ آخری عشرہ میں ہے اور باقی بخاری کے ہیں اور حضرت عبداللہ ابن انیس کی روایت میں ہے فرمایا وہ تیئسویں رات ہے (مسلم) روایت ہے حضرت زر ابن حبیش سے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابی ابن کعب سے پوچھا میں نے کہا کہ آپ کے بھائی ابن مسعود فرماتے ہیں جو سال بھر شب بیداری کرے وہ شب قدر پالے گا تو فرمایا اللہ ان پر رحم کرے ان کا منشا یہ تھا کہ لوگ بھروسہ نہ کرلیں ورنہ وہ جانتے ہیں کہ شب قدر رمضان میں ہے اور آخری عشرہ میں ہے اور وہ ستائیسویں شب ہے پھر آپ نے بغیر ان شاء اللہ کے قسم کھائی کہ وہ ستائیسویں شب ہے میں نے کہا اے ابو المنذر آپ کس دلیل سے یہ فرماتے ہیں فرمایا اس نشانی یا اس دلیل سے جو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی۔

سنیں گی کیچڑ دیکھ رہے ہیں یہاں نماز پڑھ رہے ہیں کہ یہ عبادت کا اثر ہے جس کا اظہار یہیں ہو رہا ہے اس جملہ میں یہ بتانا ہے کہ آواز پر ہو تو سمجھو کہ بارش وغیرہ تیئسویں رمضان کی شب میں ہوا بعض راویوں کی یاد میں اختلاف ہے حضرت ابو سعید خدری کو یاد رہا کہ اکیسویں شب کو بارش ہوئی اور حضرت عبداللہ ابن انیس کو تیئسویں شب یاد رہی اور یہ لیلۃ کو پیش ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ شب قدر تیئسویں رمضان کی رات ہے اسی لئے انہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات بہت عبادت کرنا علم ہے آپ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں آپ کی عمر ایک سو بیس یا ایک سو بائیس یا ڈیڑھ سو برس ہوئی آدھی عمر جاہلیت میں گزاری آدھی اسلام میں زبردست قاری تھے حضرت ابن مسعود و ابی ابن کعب کے ساتھیوں میں سے ہیں شب بیداری سے مراد نماز تہجد پڑھنا ہے لہٰذا تمام سال ہر رات تہجد کیلئے اٹھنا چاہیے اس مسئلہ میں شب قدر کو رمضان کی کسی خاص تاریخ سے مخصوص نہ سمجھو رب تعالیٰ فرماتا ہے قم اللیل الا قلیلا یہ حدیث ان بزرگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ شب قدر رمضان کی کسی خاص تاریخ سے مخصوص ہے نہ رمضان سے بلکہ سال کے کسی مہینہ میں ضرور ہوتی ہے مسئلہ اگر کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ تجھے شب قدر کی صبح کو طلاق ہے تو کہنے سے سال بھر کے بعد طلاق واقع ہوگی کیونکہ نکاح یقینی تھا اور شب قدر کی تعیین میں شک ہے سال میں یقیناً ہوتی ہے یقینی چیز یقینی ہی سے زائل ہو سکتی ہے یعنی میرا بھی گمان غالب قریباً یقین ہے اور حضرت ابن مسعود کا بھی کہ شب قدر ستائیسویں رمضان کی رات ہے مگر انہوں نے اس کا اظہار اس لئے نہ کیا کہ تم لوگ اس کی تلاش نہ چھوڑ دو تلاش میں مشغول رہو کہ ثواب پاتے رہو اچھی چیز کی تلاش بھی اچھی ہے یعنی یوں فرمایا کہ قسم خدا کی شب قدر ستائیسویں رمضان کی شب ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسائل اجتہادیہ پر قسم کھائی جاسکتی ہے مثلاً حنفی کہے قسم خدا کی آمین دل میں آہستہ کہنا سنت ہے یا اللہ کی قسم رفع یدین نہ کرنا سنت ہے دیکھو حضرت ابی ابن کعب اپنے اجتہاد سے جانی ہوئی بات پر قسم کھا رہے ہیں آپ کو اتنا اعتماد ہے

اللہ علیہ وسلم انہا تطلع یومئذ لا شعاع لہا رواہ مسلم۔ وعن عائشۃ قالت کان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتہد فی العشر الاواخر ما لا یجتہد فی غیرہ رواہ مسلم۔ وعنہا
قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شد مئزرہ واحیی لیلہ و
ایقظ اہلہ متفق علیہ۔ الفصل الثانی۔ عن عائشۃ قالت قلت یا رسول اللہ ارءیت

علیہ وسلم نے بتائی کہ اس دن سورج بغیر شعاؤں کے طلوع ہوتا ہے[1] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ میں اس قدر مشقت فرماتے تھے جو دیگر ایام میں نہ کرتے تھے (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ جب آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمر بستہ ہو جاتے[2] راتوں کو خود جاگتے اور گھر والوں کو جگاتے[3] (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمایئے۔

[1] یعنی شب قدر کی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ اس کے سویرے کو سورج کی بوقت طلوع شعاعیں نہیں پڑتیں سفید بغیر شعاع طلوع ہوتا ہے بعد میں شعاعیں ظاہر ہوتی ہیں، اور میں نے یہ آزمایا کہ ستائیسویں رمضان کو ایسا ہوتا ہے، اس دلیل کا کبری نص سے ثابت ہے اور صغری ان کے اجتہاد سے، لہذا دلیل اجتہادی ہوئی۔ اشعۃ اللمعات میں اس جگہ فرمایا کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے شب قدر کے متعلق پوچھا تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی ساتویں رات ہے خواہ سات باقی ہوں یا سات گزر گئی ہوں، یعنی تیئسویں یا ستائیسویں شب، جناب عمر نے پوچھا دلیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ رب تعالٰی نے آسمان بنائے سات، زمین سات، ہفتہ کے دن سات، انسان کی پیدائش سات اندام سے، نیز انسان کھاتا ہے سات اعضاء سے، سجدہ کرتا ہے سات اعضاء پر، طواف میں سات چکر ہیں، رمی جمار میں سات کنکریاں مارے جاتے ہیں، لہذا شب قدر میں بھی سات کا ہی عدد چاہیئے۔ حضرت عمر نے فرمایا اے ابن عباس تم نے وہی خبر حاصل کی جو ہمارے علم میں ہی ہے۔ [2] چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بھی کرتے تھے اور عموماً شب بیداری بھی، یا تو اس لیے کہ اس عشرہ میں شب قدر ہے یا اس لیے کہ رمضان جا رہا ہے اور وداع سامنے ہے جو اوقات مل جائیں غنیمت ہے، یا امت کی تعلیم کے خاطر زیادہ عبادتوں پر بعض بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ بڑھاپے میں دنیا سے کنارہ کر کے عبادت زیادہ کرنے میں کہ اب چلنا وقت ہے جو پہلا کر لیں۔ شعر

اٹھتے چاند سی چاندنی جو ہو سکے کرلے ❊ اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے

[3] میزر وہ تہبند ہے یعنی تہبند یا پاجامہ، اس کے لغوی معنی ہیں اپنا تہبند باندھ لینا، ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد ہے شاق کاموں کے لیے تیار ہو جانا جیسے کہا جاتا ہے فلاں نے کمر باندھ لی، اور ہو سکتا ہے کہ مقصد یہ ہو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں ازواج پاک سے علیحدہ رہتے، اعتکاف کی وجہ سے بھی اور زیادہ عبادتوں میں مشغولیت کے سبب سے بھی، کہ لیجیے اس عشرہ کی راتوں میں قریباً تمام رات جاگتے تھے تلاوت قرآن، نوافل، ذکر اللہ میں راتیں گزارتے تھے اور ازواج پاک کو بھی اس کا حکم دیتے تھے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رات بیداری و عبادت کبھی نہ کی، خیال رہے کہ یہاں احیاء سے مراد ہے عبادت کیلیے جاگنا، دلیل اس کا ظرف ہے یعنی رات بھر عبادت کے لیے جاگتے، ہو سکتا ہے کہ لیلہ مفعول بہ ہو یعنی رات کے اوقات کو اپنی عبادت سے زندہ کر دیتے یا زندہ رکھتے، جو وقت اللہ کی یاد میں گزرے وہ زندہ ہے جو غفلت میں گزرے وہ

إِنْ عَلِمْتُ أَيُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا أَقُولُ فِيهَا قَالَ قُولِي اللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ ۔ وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْتَمِسُوهَا يَعْنِي لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي تِسْعٍ يَبْقَيْنَ أَوْ فِي سَبْعٍ يَبْقَيْنَ أَوْ فِي خَمْسٍ يَبْقَيْنَ أَوْ ثَلَاثٍ أَوْ آخِرِ لَيْلَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ هِيَ فِي كُلِّ رَمَضَانَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَقَالَ رَوَاهُ سُفْيَانُ وَشُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ مَوْقُوفًا عَلَى ابْنِ عُمَرَ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُنَيْسٍ قَالَ قُلْتُ

اگر میں جان لوں کہ شب قدر کونسی رات ہے تو اس میں کیا پڑھوں فرمایا یہ عرض کرو الٰہی تو معاف فرمانے والا ہے معافی پسند کرتا ہے مجھے معافی دیدے (۱) احمد ابن ماجہ ترمذی اور ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے روایت ہے حضرت ابی بکرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ یہ رات یعنی شب قدر ڈھونڈو جب نو (۲) دن باقی رہیں یا سات دن باقی رہیں یا پانچ دن باقی رہیں یا تین یا آخری رات (۳) ترمذی روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا وہ ہر رمضان میں ہوتی ہے (۴) ابوداؤد، اور ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث سفیان و شعبہ نے ابو اسحاق سے حضرت ابن عمر پر موقوف روایت کی روایت ہے حضرت عبداللہ ابن انیس سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا

---

(۱) جامع صغیر میں ہے کہ جو عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے اس نے گویا شب قدر میں عبادت کی طبرانی نے بروایت حضرت ابو امامہ روایت کی کہ جو نماز عشاء جماعت سے پڑھے وہ گویا آدھی رات عبادت گزار رہا اور جو فجر بھی جماعت سے پڑھے تو گویا وہ تمام رات عابد رہا۔ یعنے اگر کبھی میری آنکھوں سے حجاب اٹھ جائیں اور میں شجر و حجر کو سجدہ کرتے، فرشتوں کو اترتے، شب قدر کا نور پھیلتے، روح فرشتہ کو زمین پر آتے دیکھوں جس سے معلوم کروں کہ یہی شب قدر ہے تو میں اس میں کیا مانگوں معلوم ہوا کہ بعض اولیاء کبھی شب قدر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں مگر انہیں بھی چھپانے کا حکم ہے، کہ شب قدر کو چھپانا سنت ہے (مرقاۃ) (۲) یہ دعا نہایت مختصر ہے اور بہت جامع ہے کیونکہ جب رب تعالٰی نے بندے کو معافی دے دی تو سب کچھ دے دیا خیال رہے کہ گنہگار لوگ گناہوں سے معافی مانگتے ہیں اور نیک کار نیکی کر کے معافی کے خواستگار ہوتے ہیں کہ خدایا تیری بارگاہ کے لائق نیکی نہ ہو سکی تو معاف فرمانے والا ہے، معافی پسند کرتا ہے مجھے معافی دیدے۔ شعر:

زاہداں از گناہ توبہ کنند ÷ عارفاں از اطاعت استغفار

حضرت عائشہ صدیقہ رب تعالٰی کے فضل سے گناہوں سے محفوظ ہیں، پھر بھی معافی مانگنے کا حکم دیا گیا، گناہوں سے معافی نہیں بلکہ وہ معافی جو عرض کی گئی (۳) یعنے شب قدر کو اکیسویں رمضان یا تیئسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں یا انتیسویں کی راتوں میں تلاش کرو، اس کی تحقیق ابھی کچھ پہلے عرض کی جا چکی ہے۔ اہل عرب کبھی آخر ماہ سے حساب لگاتے ہیں، وہاں یبقین یا بقیت کہہ دیتے ہیں، اور یہ حساب اسی حساب سے ہے کہ رمضان تیس دن کا ہو (۴) اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ ہمیشہ شب قدر رمضان میں ہوگی، اس کے علاوہ دوسرے مہینہ میں نہیں ہوگی اور یہ ہو کہ کوئی سال شب قدر سے خالی نہ ہوگا کسی مہینہ میں شب قدر ہو اور رمضان کے سوا کسی اور مہینہ میں ہو جاوے، دوسرے یہ کہ رمضان کے ہر حصہ میں شب قدر ہو سکتی ہے۔ آخری

يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ لِي بَادِيَةً أَكُونُ فِيهَا وَأَنَا أُصَلِّي فِيهَا بِحَمْدِ اللّٰهِ فَمُرْنِي بِلَيْلَةٍ أَنْزِلُهَا إِلَى هٰذَا الْمَسْجِدِ فَقَالَ انْزِلْ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ قِيلَ لِابْنِهِ كَيْفَ كَانَ أَبُوكَ يَصْنَعُ قَالَ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ فَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ لِحَاجَةٍ حَتّٰى يُصَلِّيَ الصُّبْحَ فَإِذَا صَلَّى الصُّبْحَ وَجَدَ دَابَّتَهُ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ فَجَلَسَ عَلَيْهَا وَلَحِقَ بِبَادِيَتِهٖ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ اَلْفَصْلُ

یارسول اللہ میرا ایک جنگل ہے جس میں میں رہتا ہوں [1] اور بحمدہ تعالیٰ وہاں ہی نماز پڑھتا ہوں [2] مجھے ایک رات بتا دیجئے جس میں میں اس مسجد میں آیا کروں [3] فرمایا تیئسویں رات یہاں آیا کرو [4] ان کے بیٹے سے پوچھا گیا کہ آپ کے والد کیا کرتے تھے فرمایا جب عصر پڑھ لیتے تو مسجد نبوی میں چلے جاتے [5] پھر کسی کام کیلئے نہ نکلتے حتی کہ نماز فجر پڑھ لیتے [6] جب فجر پڑھ لیتے تو اپنی سواری مسجد کے دروازے پر پاتے اس پر سوار ہو کر اپنے جنگل چلے جاتے [7] (ابوداؤد) [8] فصل

عشرہ رمضان میں نہیں بلکہ شروع تاریخوں میں ہوگی کبھی درمیانی میں اور کبھی آخری تاریخوں میں۔ یہ حدیث ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ ہمیشہ شب قدر رمضان ہی میں ہوگی مگر تاریخ مقرر نہیں کبھی کسی تاریخ میں اور کبھی کسی میں واللہ ورسولہ اعلم [1] یعنی میرا مکان مدینہ منورہ سے دور اپنی زمین میں واقع ہے جہاں میرا کنواں باغ وغیرہ ہے وہاں ہی میرے جانور رہتے ہیں اور وہاں ہی میرے بال بچے۔ عرب میں یہ بات عام مروج تھی کہ باغوں زمینوں والے اپنی زمینوں میں رہتے تھے [2] اس طرح کہ اس زمین میں میں نے مسجد بنالی ہے جہاں ہم سب گھر والے باجماعت نمازیں پڑھ لیا کرتے ہیں یا دیگر مساجد میں وہاں نمازیں پڑھتے ہیں جیسا کہ پنجاب میں کنوؤں کی مسجدوں میں ہوتا ہے لہذا ان صحابی پر ترک جماعت کا اعتراض نہیں ہوسکتا [3] یعنی مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوجایا کروں رات بھر نوافل پڑھنے کیلئے یعنی شب قدر بتادیں تاکہ زمین اور مکان دونوں کی برکتیں حاصل کرلیا کروں شب قدر بھی ہو مسجد نبوی کی زمین پاک ہو اور میری جبین نیاز ہو اس طرح نوافل ادا کیا کروں رب تعالیٰ ہم کو بھی یہ سعادت میسر کرے [4] یعنی تیئسویں رمضان کی رات یہاں آکر شب بیداری اور نوافل ادا کیا کرو کہ یہ رات شب قدر ہے۔ یہ حدیث ان بزرگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ تیئسویں رمضان ہی شب قدر ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کا علم دیا گیا [5] یعنی میرے والد تیئسویں رمضان کی عصر پڑھ کر مسجد نبوی میں داخل ہوجاتے تھے ظاہر یہ ہے کہ نماز عصر اپنے گھر پڑھ کر آتے تھے اور ہوسکتا ہے کہ نماز عصر یہاں مسجد نبوی شریف میں ہی پڑھتے ہوں، تب داخلہ سے مراد ٹھہرنے کا داخلہ ہوگا اس طرح کہ یہاں عصر پڑھی پھر ضروریات سے فارغ ہوئے پھر رات بھر قیام کی نیت سے مسجد میں آگئے [6] ظاہر یہ ہے کہ حاجت سے مراد مطلق ضرورت ہے تو آپ تمام ضروریات انسانی سے ایسے فارغ ہوکر مسجد میں داخل ہوتے تھے کہ پھر وضو کیلئے بھی باہر نہ نکلتے تھے وضو ٹوٹتا ہی نہ تھا اس جگہ کی اور بہت شرحیں کی گئی ہیں مگر یہ شرح بہت ہی مناسب ہے خیال رہے کہ آپ معتکف نہ ہوتے تھے کیونکہ نفلی اعتکاف تو بعض گھڑی کا ہوسکتا ہے اور اعتکاف سنت رمضان کے پورے آخری عشرہ کا اور اعتکاف نفل ایک ساعت کا بھی ہوسکتا ہے مگر اس میں مسجد سے باہر آنا ممنوع نہیں جب چاہے معتکف باہر آجائے اور جب چاہے اندر جائے پھر بہ نیت اعتکاف کے اندر جیسا شمار رہیں اس سے اعتکاف بھی وہ مناسب نہیں معلوم ہوتا آپ اس رات کی حاضری کو غنیمت جانتے تھے اور ایک منٹ کیلئے بھی باہر نہ آتے تھے [7] اور پھر شہر میں بھی کبھار آتے اس سے اشارۃً معلوم ہورہا ہے کہ اس رات کو وہ شب قدر جان کر یہ عبادت کرتے تھے جیسا کہ مرقات میں ہے [8] ابوداؤد نے یہ حدیث ضمرہ ابن عبداللہ ابن انیس سے روایت کی اس اسناد میں محمد ابن اسحاق راوی ہیں جن کا حال یہ ہے کہ اگر وہ حدثنا کہکر روایت کریں

الثَّالِثُ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِاُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا لَّكُمْ فَالْتَمِسُوْهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ يُصَلُّوْنَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ اَوْ قَاعِدٍ يَّذْكُرُ اللّٰهَ

تیسری روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں شب قدر بتانے تشریف لائے تو دو مسلمان جھگڑ پڑے تو حضور نے فرمایا کہ میں تمہیں شب قدر بتانے آیا تھا مگر فلاں فلاں لڑ پڑے تو شب قدر اٹھالی گئی شاید یہ اٹھا لیا جانا تمہارے لیے بہتر ہو لہٰذا اسے انتیسویں ستائیسویں پچیسویں میں تلاش کرو (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شب قدر ہوتی ہے تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت میں اترتے ہیں کہ ہر اس کھڑے بیٹھے بندے کو دعائیں دیتے ہیں جو اللہ کا ذکر کر رہا ہو

تو اسناد صحیح ہوتی۔ اصل حدیث مسلم کی ہے بروایت ابو سعید یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی خبر بھی دے دی گئی اور بتانے کی اجازت بھی دے دی گئی اس لئے سرکار بتانے کیلئے تشریف لائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کا علم دیا گیا تھا یہ حضرات عبداللہ ابن ابی حدرد اور کعب ابن مالک تھے جن کا جھگڑا قرض کے متعلق تھا جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھا معاف کرا دیا اور باقی ادا کرا دیا یعنی میرے علم سے اس کا تقرر دور کر دیا گیا اور مجھے بھلا دی گئی یہ مطلب نہیں کہ خود شب قدر ہی ختم کر دی اب وہ رہا ہی نہ کرے گی ان کا جھگڑا خود ہونا جھگڑا ناحق بھی تھا اور اعتدال سے زیادہ بھی جس کا اثر یہ ہوا معلوم ہوا کہ دنیاوی جھگڑے منحوس ہیں ان کا وبال بہت ہی زیادہ ہے اسی کی وجہ سے اللہ کی آئی ہوئی رحمتیں رک جاتی ہیں یعنی اس سزا کے ضمن میں تمہارے لئے خیر ہے کہ اب تم شب قدر کی تلاش کرو گے اور اس کی تلاش بھی عبادت ہے لہٰذا تم اس پر بھی بہت ثواب پاؤ گے یہاں مرقات نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص شب قدر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے تو وہ بھی دوسروں پر ظاہر نہ کرے کہ اس کا ظاہر نہ کرنا سنت ہے اور ظاہر کر دینا خلاف سنت اللہ تعالٰی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر مطلع کر دیا تھا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تحقیقی اطلاع نہ دی تھی یا علامتیں بتائیں یا فوری تقرر فرما کر بھلا دیا گیا یعنی رمضان کی انتیسویں ستائیسویں پچیسویں راتوں میں زیادہ امید ہے کہ غالب ہے کہ ان میں سے کسی رات میں ہے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ اس جھگڑے سے خود شب قدر نہ اٹھی بلکہ اس کا تعین اٹھ گیا ورنہ اس کے تلاش کرنے کا کیا معنی؟ تلاش وہ چیز کی جاتی ہے جو ہو مگر اس کا پتہ نہ ہو یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے کہ تنزل الملائکة والروح فیها اس سے پتہ لگا کہ وہاں روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور ملائکہ سے مراد فرشتوں کی وہ جماعت ہے جو ان کے ساتھ اترتی ہے یہ جماعت سوا شب قدر کے اور کبھی نہیں اترتی بعض بزرگوں نے کبھی اس جماعت کو دیکھا بھی ہے روح کی تفسیریں اور بہت ہیں مگر قوی یہی ہے کہ وہ حضرت جبریل ہیں ۲ اس تعلیم سے معلوم ہوا کہ شب قدر میں صرف نماز ہی پڑھنا لازم نہیں بلکہ نماز تلاوت قرآن اور تمام قسم کے ذکر اللہ کئے جائیں پھر نماز نفل کھڑے ہو کر پڑھی جائے یا بیٹھ کر ہر طرح فرشتوں کی دعائیں مل جاتی ہیں

عزوجل فاذا کان یوم عیدھم یعنی یوم فطرھم باھی بھم ملائکته فقال یا ملائکتی ما جزاء أجیر وفی عمله قالوا ربنا جزاؤہ ان یوفی اجرہ قال ملائکتی عبیدی وامائی قضوا فریضتی علیھم ثم خرجوا یعجون الی الدعاء وعزتی وجلالی وکرمی وعلوی وارتفاع مکانی لأجیبنھم فیقول ارجعوا فقد غفرت لکم وبدلت سیاٰتکم حسنات قال فیرجعون مغفورا لھم رواہ

پھر جب بندوں کی عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ ان بندوں سے اپنے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے فرماتا ہے اے میرے فرشتو اس مزدور کی اجرت کیا ہونی چاہیے جو اپنا کام پورا کر دے عرض کرتے ہیں اے رب اس کی اجرت یہ ہے کہ اسے پورا ثواب دیا جائے فرماتا ہے اے فرشتو میرے بندوں بندیوں نے میرا فریضہ پورا کیا پھر دعا میں شور مچاتے نکل پڑے مجھے اپنی عزت اپنے جلال اپنے کرم اپنی بلندی اپنے بلند مرتبہ کی قسم میں ان کی دعا قبول کروں گا پھر فرماتا ہے لوٹ جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیاں بنا دیا فرمایا پھر یہ لوگ بخشے ہوئے لوٹتے ہیں

۱؎ فرماتا ہے اے فرشتو [illegible]
روزے رکھے راتوں کو [illegible] شب قدر وغیرہ [illegible]
[illegible] فرشتو [illegible] لوح محفوظ [illegible] تو عبادات [illegible] مگر [illegible] انسان سے خاص [illegible] رب تعالیٰ فرماتا
وحملها الانسان [illegible]
بیداری وغیرہ سب کام پورے کر لیے [illegible] لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ انسان کا کام تو مرتے وقت پورا ہوتا ہے ابھی کیوں
فرمایا کیونکہ یہاں اس ماہ کی عبادات پوری کر لینا مراد ہے [illegible] ان مزدوروں کا حق ہے [illegible] تو نے اپنے [illegible] کرم [illegible] لازم فرما لیا ہے [illegible]
ہے [illegible] معلوم ہوا [illegible] فرشتوں کی سفارش [illegible] کہ فرشتے مومنوں کے لیے [illegible] دعا [illegible] کرتے رہتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے الذین
یحملون العرش یسبحون بحمد ربھم ویستغفرون للذین آمنوا [illegible] یہ سب کچھ [illegible]
[illegible] شب قدر میں فرشتے [illegible] حدیث سے پتہ لگا کہ عید الفطر [illegible]
[illegible] حقیقت [illegible] نعمت کا شکریہ [illegible] ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم [illegible]
[illegible] عید کی خوشی [illegible] زیادہ خوشی [illegible] بعد نماز عید دعا
مانگیں گے وہ قبول کروں [illegible] معلوم ہوا کہ نماز عید کے بعد [illegible] دعا [illegible]
چاہیے [illegible] اس طرح [illegible] سارے گناہ بخش دے [illegible]
اور گناہوں کو نیکیاں بنا دینا توبہ کرنے والوں کے لیے [illegible] اس کی تائید اس آیت سے ہے الا من تاب وآمن وعمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاٰتھم
حسنات اس کا مطلب یہ ہے کہ نامۂ اعمال سے گناہ مٹا کر ان کی جگہ نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں [illegible] رب تعالیٰ کے کرم سے کوئی بعید نہیں
شیخ سعدی فرماتے ہیں [illegible] نماز [illegible] لوگ [illegible] جاتے جیسے

البیہقی فی شعب الایمان۔ بابُ الاعتکاف۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ اَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ كَانَ جِبْرِيْلُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ

بیہقی شعب الایمان۔ اعتکاف کا باب[1] پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے تھے حتی کہ اللہ نے آپ کو وفات دی[2] پھر آپ کی بیویوں نے آپ کے بعد اعتکاف کیا[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے بڑھ کر بھلائی کے سخی تھے[4] اور آپ رمضان میں تو بہت ہی سخاوت فرماتے تھے[5] ہر رات جبریل امین آپ سے ملتے تھے

(بیہقی) لوگ اور عبادتیں وغیرہ ان کی بخشش اس کے بغیر بھی ہوتی ہے جیسے عام مسلمانوں کی بخشش روزہ نماز سے بچوں اور دیوانوں کی بخشش محض کرم سے اس لئے عطا ہماری طلب پر موقوف نہیں۔ شعر

ما نبودیم و تقاضا ما نبود ۔ لطف تو ناگفتہ ما مے شنید

[1] اعتکاف عکف سے بنا بمعنی ٹھہرنا یا قائم رہنا رب تعالیٰ فرماتا ہے یعکفون علٰی اصنام لہم اور فرماتا ہے وانتم عاکفون فی المساجد شریعت میں بنیت عبادت مسجد میں خاص ٹھہرنے کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔ اعتکاف بڑی پرانی عبادت ہے رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام سے فرمایا تھا اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ اعتکاف تین قسم کا ہے۔ اعتکاف فرض جیسے نذر مانا ہوا اعتکاف اس میں روزہ شرط ہے اور اس کی مدت کم از کم ایک دن و رات ہے۔ اعتکاف سنت ماہ رمضان کی بیسویں کی عصر سے عید کا چاند دیکھنے تک ہے۔ اعتکاف نفل اس میں نہ روزہ شرط ہے نہ اس کی مدت مقرر جب بھی مسجد میں جائے تو کہہ دے میں نے اعتکاف کی نیت کی جب تک مسجد میں رہوں حق یہ ہے کہ رمضان کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر بستی میں کسی نے نہ کیا تو سب سنت کے تارک ہوئے اگر ایک نے بھی کر لیا تو سب کی طرف سے ادا ہو گیا۔ مرد تو جماعت والی مسجد میں ہی اعتکاف کر سکتا ہے جہاں نماز پنجگانہ باجماعت ہوتی ہو اور عورت اپنے گھر میں کوئی جگہ صاف و پاک کرکے وہاں ہی اعتکاف کرے جسے مسجد خانہ کہتے ہیں (لمعات، مرقاۃ وغیرہ)

[2] اس ہمیشگی سے معلوم ہوا کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے اور چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم امت کو صراحۃً نہ دیا بلکہ رغبت دی معلوم ہوا کہ یہ اعتکاف واجب نہیں کیونکہ وجوب کے لئے حکم دینا ضروری ہے۔ لہذا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ رمضان کا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے پھر سارے مدینہ منورہ میں صرف حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ ہی اعتکاف کرتے تھے سب مسلمان نہ کرتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔

[3] یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج پاک نے ہمیشہ اپنے گھروں میں اعتکاف کیا نہ کہ مسجد نبوی شریف میں مسجد میں تو ایک بار ان بیویوں نے اعتکاف کیا تھا اعتکاف کے لئے پردے سے خیمے لگائے تھے جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اکھڑوا دیئے تھے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگرچہ عورت مسجد میں بھی باپردہ ہو کر اعتکاف کر سکتی ہے مگر اس کے لئے گھر میں اعتکاف بہت اچھا ہے۔

[4] کہ ہمیشہ ہی مال کی، اعمال کی، علم کی، ہر رحمت الٰہیہ کی سخاوت کرتے تھے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی سی سخاوت آج تک نہ کسی نے کی نہ کوئی کر سکتا ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطا۔۔۔

رَمَضَانَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ فَاِذَا لَقِيَهٗ جِبْرِيْلُ كَانَ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ يُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنُ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً فَعُرِضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِيْ قُبِضَ وَكَانَ يَعْتَكِفُ كُلَّ عَامٍ عَشْرًا فَاعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ فِي الْعَامِ الَّذِيْ قُبِضَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل پر قرآن پیش فرماتے تھے تو جب آپ سے جبریل ملتے تب آپ بھیجی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ سخی بالخیر ہوتے تھے مسلم بخاری روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر سارا قرآن ہر سال ایک بار پیش کیا جاتا تھا جس سال حضور انور کی وفات ہوئی اس سال دو بار پیش کیا گیا اور حضور ہر سال دس دن اعتکاف کرتے تھے وفات کے سال بیس دن اعتکاف کیا بخاری روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ

ہواؤں کے تلاطم میں۔ قرآن پاک نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو کریم یعنی سخی داتا فرمایا۔ شعر

یارب تو کریمی و رسول تو کریم ؛ صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

۲ کہ ماہ رمضان میں تو کسی کو کسی طرح رد فرماتے ہی نہ تھے جنت مانگنے والوں کو جنت رحمت کے سائلوں کو رحمت خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے حضور کو مانگنے والوں کو بھی تو بیدریغ مال مانگنے والوں کو مال اعمال، کمال، لقاء ذوالجلال غرضکہ جو سائل جو مانگتا تھا منہ مانگی پاتا تھا، بعض عشاق اب بھی رمضان میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے ہر چیز مانگتے ہیں مسلمانوں کو بھی رمضان میں بہت سخاوت کرنا چاہیے کہ یہ سنت رسول ہے صلے اللہ علیہ وسلم۔

۳ یہاں مرقات نے فرمایا کہ ہر رمضان میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل کے ساتھ اول سے آخر تک سارا قرآن مع تجوید و مخارج و حروف کے دور فرماتے تھے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ رمضان میں دور قرآن کرنا یا قرآن کا دورہ کرنا سنت رسول بھی ہے اور سنت جبریل بھی، دوسرے یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اول ہی سے سارا قرآن جانتے ہیں نزول قرآن تو امت پر احکام جاری کرنے کے لئے ہوا کیونکہ ہر رمضان میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پورا قرآن سن بھی رہے ہیں اور حضرت جبریل کو سنا بھی رہے ہیں، حالانکہ ابھی سارا قرآن نازل نہیں ہوا تھا نزول کی تکمیل تو وفات سے کچھ پہلے ہوئی چونکہ یہ تلاوت خصوصیت سے اعتکاف میں ہوتی تھی اس لئے مصنف یہ حدیث اعتکاف کے باب میں لائے یعنی جیسے ہوا کی سخاوت عام ہے کہ ہر شخص ہوا سے ہی سانس لیتا ہے، اور ہوا ہی سے بارش آتی ہے ہوا سے ہی کھیت و باغ پھلتے پھولتے ہیں، پھر ہر جگہ ہوا موجود ہے ہر جاندار و غیر جاندار کو ہر طرح فیض پہنچاتی ہے، ایسے ہی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ملاقات جبریل کے موقعہ پر ہر ایک کو ہر طرح ہر چیز دیتے تھے خیال رہے کہ رب تعالٰی رمضان میں بہت جود و کرم فرماتا ہے اس سنت الٰہیہ کے مطابق حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بھی رمضان میں زیادہ سخاوت کرتے تھے ہو سکے یہ رب تعالٰی کا مظہر اتم صلے اللہ علیہ وسلم ہے یعنی شروع نبوت سے مابعد ہجرت شروع سے ہر رمضان میں حضرت جبریل اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک پارہ روزانہ دورہ کرتے تھے جس سے پورے رمضان میں ایک ختم ہوتا تھا وفات کے سال دو پارہ روزانہ دور کیا جس سے مہینہ میں دو ختم ہوئے یوں سمجھو کہ افضل رسول پر افضل مہینہ میں افضل کلام افضل مقام میں لاکر سنتے اور سناتے تھے، یہاں عام رمضان سے مراد سارا مہینہ ہے دور شعر۔

نور آیا نور لایا نور پر نورانی رات ؛ اس لئے رمضان کا سارا مہینہ نور ہے

رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اعْتَکَفَ اَدْنٰی اِلَیَّ رَاْسَہٗ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَاُرَجِّلُہٗ وَکَانَ لَا یَدْخُلُ الْبَیْتَ اِلَّا لِحَاجَۃِ الْاِنْسَانِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُنْتُ نَذَرْتُ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ اَنْ اَعْتَکِفَ لَیْلَۃً فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ فَاَوْفِ بِنَذْرِکَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کرتے تو مسجد میں رہتے ہوئے میری طرف اپنا سر جھکا دیتے میں کنگھی کر دیتی ۱؎ اور بغیر ضروریات انسانی گھر میں تشریف نہ لاتے تھے ۲؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ حضرت عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا عرض کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا ۱؎ فرمایا اپنی نذر پوری کرو ۲؎ (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم..

جس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کی خبر تھی کہ اسی سال ہوگی اسی لئے اس سال سفر آخرت کی تیاری خصوصیت سے فرمائی ہے۔ یہ حدیث اہل سنت کے بہت سے مسائل کی اصل ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر شخص بڑھاپے میں یا مرض وفات میں خصوصیت سے آخرت کی تیاری کرے دنیاوی تعلقات کم کر کے زیادہ عبادات کرے یہی سنت رسول ہے۔ اللہ تعالٰی توفیق دے۔ ۱؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کا دروازہ مسجد میں تھا تو بحالت اعتکاف آپ مسجد میں رہتے اور حضرت عائشہ گھر میں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے سر مبارک حجرہ میں کر دیتے ام المومنین کنگھی کر دیتی تھیں۔ اس حدیث سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے: ایک یہ کہ معتکف اپنے بعض اعضاء مسجد سے نکال دے تو جائز ہے یہ مسجد سے نکلنا نہیں کہا جاتا، دوسرے یہ کہ اسی طرح حائضہ عورت اپنے بعض اعضاء مسجد میں داخل کر دے جائز ہے۔ تیسرے یہ کہ کنگھی وغیرہ مسجد میں نہ کرنا بہتر ہے کہ اس سے بال مسجد میں گریں گے، چوتھے یہ کہ کام مسجد میں رہ کر گھر والوں سے لئے جا سکتے ہیں۔ ۲؎ حاجت انسانی سے مراد ہے پیشاب پاخانہ کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم احتلام سے محفوظ ہیں۔ فقہاء صرف چار کاموں کے لیے معتکف کو مسجد سے نکلنے کی اجازت دیتے ہیں: پیشاب، پاخانہ، غسل جنابت اور نماز جمعہ اگر اس مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو اور اس پر جمعہ فرض ہو۔ غسل جمعہ کے متعلق روایات مختلف ہیں، حضرت شیخ نے یہاں اشعہ میں فرمایا کہ معتکف غسل نفل کے لیے بھی مسجد سے نکل سکتا ہے، مرقاۃ نے فرمایا کہ اگر مسجد میں رہتے ہوئے کسی ٹب وغیرہ میں اس طرح غسل کرے کہ مسجد میں مستعمل پانی بالکل نہ گرے تو وہاں ہی کرے غسل خانہ میں نہ جائے۔

۱؎ زمانہ جاہلیت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے زمانہ کو کہتے ہیں جب اہل عرب بالکل اندھیروں میں تھے گزشتہ نبیوں کی تعلیم گم ہو چکی تھی، مگر یہاں اشاعت نبوت سے پہلے کا زمانہ مراد ہے کیونکہ حضرت عمر کی یہ نذر قبول اسلام کے بعد کی ہے، آپ نے مسلمان ہو کر یہ نذر مانی مگر پوری نہ کر سکے کیونکہ کفار مکہ کا بہت زور تھا وہ آپ کو مسجد حرام میں رات گزارنے نہ دیتے تھے وہاں ٹھہرنے میں آپ کو جان کا خطرہ تھا (مرقاۃ)۔ ۲؎ رات سے مراد رات مع دن ہے، اہل عرب رات بول کر پورے چوبیس گھنٹے مراد لیتے ہیں جو روزہ کے اعتکاف میں روزہ شرط ہے اور روزہ دن ہی میں ہوتا ہے، امام شافعی کے ہاں صرف رات بھر کا بھی اعتکاف ہو سکتا ہے کیونکہ ان کے ہاں روزہ شرط نہیں وہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں، مگر یہ دلیل نہایت ہی کمزور ہے کیونکہ حضرت عائشہ کی حدیث آ رہی ہے کہ بغیر روزہ اعتکاف نہیں، اس صریح حدیث کے ہوتے ہوئے اس اشارہ پر عمل نہیں کیا جا سکتا ۳؎ یہ امر وجوبی ہے کیونکہ حضرت عمر کی نذر اسلام قبول کر لینے کے بعد کی ہے مسلمان کی نذر درست ہے، اگر کافر زمانہ کفر میں کسی اچھے کام کی نذر مانے پھر مسلمان ہو جائے تو اسے نذر پورا کرنا مستحب ہے

يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ اعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى أَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ فِي مُعْتَكَفِهٖ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ. وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَيَمُرُّ كَمَا هُوَ فَلَا يُعَرِّجُ يَسْأَلُ عَنْهُ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ. وَعَنْهَا قَالَتْ اَلسُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے ایک سال اعتکاف نہ کر سکے جب اگلا سال آیا تو حضور انور نے بیس دن اعتکاف کیا (ترمذی) اور ابوداؤد و ابن ماجہ نے حضرت ابی ابن کعب سے روایت کی روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو نماز فجر پڑھتے پھر اعتکاف گاہ میں داخل ہو جاتے (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحالت اعتکاف بیمار کی مزاج پرسی یوں فرماتے تھے کہ اسی طرح چلتے رہتے نہ ٹھہرتے تھے اس کا مزاج پوچھ لیتے تھے (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں معتکف کیلئے سنت یہ ہے

ظاہر یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو جو نذر کے سبب مسجد حرام میں اعتکاف کا حکم دیا بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر مسجد نبوی میں اعتکاف کی نذر مانی ہو تو دوسری مسجد میں اعتکاف نہیں کر سکتا ان کی دلیل یہ حدیث ہے بعض کے ہاں کر سکتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم استحبابی ہے خیال رہے کہ یہ حدیث ابوداؤد، نسائی اور دار قطنی نے بھی نقل کی مگر ان کی روایت میں ہے کہ جناب عمر نے کعبہ معظمہ کے پاس ایک دن رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی نسائی اور دارقطنی نے روایت کی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اعتکاف اور روزے کا حکم دیا۔ مرقات، فتح القدیر میں ہے کہ مسلم و بخاری کی روایت میں بھی ہے کہ حضرت عمر نے ایک دن رات کے اعتکاف کی نذر مانی تھی۔ سلہ کسی مجبوری کی وجہ سے ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا عذر اعتکاف کبھی نہ چھوڑا، ہمیشہ رمضان کے آخری عشرہ میں کرتے تھے مرقات نے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ یہ گزشتہ رمضان کے اعتکاف کی قضاء نہ تھی اور نہ اس رمضان تک انتظار نہ فرماتے بلکہ رمضان گزرتے ہی قضاء کر لیتے جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری رمضان میں جس کے بعد وفات شریف واقع ہوئی بیس دن اعتکاف فرمایا تھا ایسے ہی اس رمضان میں کیا ہو سکتا ہے کہ دس دن گزشتہ رمضان کی قضاء ہی ہوں تو یہ قضاء حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے ورنہ آپ پر اعتکاف فرض نہ تھا اور قضا صرف فرض یا واجب کی ہوتی ہے جیسے ایک دفعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ظہر چار رکعت رہ گئی تھیں تو بعد عصر ان کی قضاء کی پھر ہمیشہ یہ رکعتیں پڑھتے رہے، وہ بھی خصوصیات میں سے تھا مرقات نے فرمایا کہ موقت نفلوں کی قضاء کر لینا بہتر ہے جیسے نفل تہجد سلہ اس حدیث کی بنا پر امام اوزاعی و لیث نے فرمایا کہ اعتکاف بعد فجر شروع کیا جائے مگر باقی تمام ائمہ کے ہاں اعتکاف سنت و نفل بعد عصر شروع کیا جائے وہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت سے اعتکاف گاہ میں داخل تیاری اعتکاف کیلئے ہوتا تھا، اصل اعتکاف بعد عصر شروع فرماتے تھے اسی لئے آپ فرما رہی ہیں کہ اپنے اعتکاف گاہ میں داخل ہو جاتے یہ نہ فرمایا کہ اعتکاف شروع کر لیتے تھے۔ اعتکاف شروع کرنا اور ہے اور اعتکاف گاہ میں داخل ہونا اور اعتکاف گاہ سے مراد چٹائی کا وہ حجرہ ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کیلئے بنایا جاتا تھا کہ چٹائی کی شکل میں کھڑی کر دی جاتی تھی سلہ یعنی جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بحالت اعتکاف پیشاب یا پاخانہ کے لئے مسجد سے باہر جاتے

أَنْ لَا يَعُوْدَ مَرِيْضًا وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً وَلَا يَمَسَّ الْمَرْأَةَ وَلَا يُبَاشِرَهَا وَلَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ إِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا بِصَوْمٍ وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِيْ مَسْجِدٍ جَامِعٍ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ.

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا اعْتَكَفَ طُرِحَ لَهُ فِرَاشُهُ أَوْ يُوْضَعُ لَهُ سَرِيْرُهُ وَرَاءَ أُسْطُوَانَةِ التَّوْبَةِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

کہ نہ تو بیمار کی مزاج پرسی کرے اور نہ جنازہ میں جائے اور نہ عورت کو ہاتھ لگائے نہ اسے چھوئے نہ کسی کام کو جائے سوائے ضروری کام کے بغیر روزہ اعتکاف نہیں ہوتا ہے اور صرف جامع مسجد میں ہی اعتکاف کرے (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ جب اعتکاف کرتے تو آپ کیلئے بستر بچھا دیا جاتا یا ستون توبہ کے پیچھے آپ کا تخت پوش ڈال دیا جاتا تھا (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ

اور اتفاقاً کوئی بیمار مل جاتا تو چلتے ہوئے ہی مزاج پرسی فرما لیتے تھے نہ ٹھہرتے نہ اس کی خاطر راستے سے مڑتے جمہور علماء کے ہاں معتکف کے لئے یہ ہی حکم ہے اگر وہ مزاج پرسی کے لئے بقدر ادائے نماز ٹھہرے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اگر اس سے کم ٹھہرا تو مکروہ ہوگا۔ جمہور علماء کا فتویٰ یہ حدیث ہے۔

یعنی نہ مزاج پرسی کے لئے مسجد سے نکلے اور نہ مسجد سے باہر اس کے لئے ٹھہرے لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ وہاں چلتے ہوئے مزاج پرسی مراد تھی اور یہاں ٹھہر کر یعنی نماز جنازہ کے لئے مسجد سے باہر نہ جائے اگرچہ خارج مسجد میں نماز جنازہ ہو کر معتکف اندر والی مسجد میں رہنا چاہیے۔ بلا ضرورت وضو اور غسل کی جگہ بھی نہ جائے اگرچہ یہ جگہ مسجد کی حدود میں ہوتی ہیں یعنی معتکف اپنی بیوی کو نہ شہوۃً ہاتھ سے چھوئے نہ اس سے چمٹے نہ صحبت کرے صحبت سے تو اعتکاف یقیناً جاتا رہے گا اور بوس و کنار یا شہوۃً چھونے سے انزال ہو گیا تو اعتکاف گیا ورنہ سخت مکروہ ہوا اس سے معلوم ہوا کہ نفلی غسل گرمی کے غسل کے لئے مسجد سے نکلنا بھی جائز نہیں صرف پیشاب پاخانہ غسل جنابت کے لئے نکل سکتا ہے جس پر جمعہ فرض نہیں جیسے عورت یا دیہاتی وہ نماز جمعہ کے لئے مسجد سے نہیں جا سکتا یہ حکم اعتکاف فرض یا اعتکاف سنت کے لئے ہے کہ ان دونوں میں روزہ شرط ہے، اعتکاف نفل میں نہ روزہ شرط ہے نہ وقت کی پابندی یہ حکم مردوں کے اعتکاف کے لئے ہے عورتوں کے اعتکاف کے لئے مسجد شرط نہیں وہ اپنے گھروں میں اعتکاف کریں جامع مسجد سے مراد جماعت والی مسجد ہے جہاں مؤذن و امام مقرر ہو اور نماز پنجگانہ باجماعت ہوتی ہو ایسی ہی مسجد میں اعتکاف کرے اور اگر کسی مسجد والی میں نماز جمعہ بھی ہوتی ہو تو بہتر ہے بعض صحابہ کہ جامع مسجد والی مسجد میں اعتکاف مستحب ہے جائز تو ہر مسجد میں ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وانتم عاکفون فی المساجد خیال رہے کہ سب سے افضل اعتکاف حرم کعبہ یعنی مسجد حرام میں ہے پھر مسجد نبوی میں پھر بیت المقدس میں پھر وہاں جہاں کا امام افضل ہو پھر وہاں جہاں جماعت بڑی ہوتی ہو برکات ولمعات یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ ہر مسجد ہی میں اعتکاف کر سکتا ہے یہ حدیث کچھ فرق سے نسائی نے بھی نقل کی موطا امام مالک میں کچھ تھوڑی تبدیلی سے ہے اس حدیث کی اسناد میں عبدالرحمن ابن اسحاق ہیں جن پر بعض محدثین نے جرح کی ہے مگر بعض محدثین نے انہیں ثقہ کہا اور جب جرح و تعدیل میں تعارض ہو تو تعدیل مقدم ہوتی ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ کا یہ فرمانا کہ سنت یہ ہے مرفوع حدیث کے حکم میں ہے کیونکہ یہ بات عقل و قیاس سے نہیں کہی جا سکتی یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ستون توبہ کے پاس اعتکاف کرتے تھے وہاں آپ کیلئے کبھی تو صرف بستر بچھا دیا جاتا اور کبھی چارپائی کی طرح تخت بھی معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں چارپائی یا تخت پر سو سکتا ہے بشرطیکہ بالکل پاک صاف ہو ستون توبہ مسجد نبوی شریف کا وہ ستون ہے

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی الْمُعْتَکِفِ ھُوَ یَعْتَکِفُ الذُّنُوْبَ وَیُجْزٰی لَہٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ کَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ کُلِّھَا رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ ٭ کِتَابُ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ ٭ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ٭ عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ٭ وَعَنْ

...صلے اللہ علیہ وسلم نے معتکف کے بارے میں فرمایا کہ اعتکاف گناہوں سے باز رکھتا ہے[1] اور معتکف کو تمام نیکیوں کا ثواب دیا جاتا ہے تمام نیکیاں کرنے والے کی طرح[2]

قرآن کے فضائل کا بیان[3] پہلی فصل روایت ہے حضرت عثمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے[4] (بخاری) اور روایت ہے حضرت

ستون توبہ کہتے ہیں اسی ستون سے انہیں باندھا گیا تھا اب حجاج وہاں کھڑے ہو کر توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ ۱ یعنی اعتکاف کا ظاہری فائدہ تو یہ ہے کہ یہ معتکف کو گناہوں سے باز رکھتا ہے کیونکہ مسجد میں رہ کر گناہ سے باز رہتا ہے کیونکہ عام گناہ غیبت، جھوٹ اور چغلی وغیرہ لوگوں سے اختلاط کے باعث ہوتے ہیں، معتکف کو نہ کسی سے ملنا ہو جو اس سے ملنے آتا ہے وہ بھی مسجد و اعتکاف کا لحاظ رکھتے ہوئے بری باتیں نہیں کرتا ہے ذکر کرتا ہے۔ ۲ یعنی معتکف اعتکاف کی وجہ سے جن نیکیوں سے محروم ہوگیا جیسے زیارت قبور، مسلمانوں سے ملاقات، بیمار کی مزاج پرسی، نماز جنازہ میں حاضری، اسے ان سب نیکیوں کا ثواب اسی طرح ملتا ہے جیسے یہ کام کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے۔ ان شاء اللہ غازی، حاجی، طالب علم دین کا بھی یہی حال ہے۔ ۳ فضائل فضیلت کی جمع ہے فضیلت فضل سے بنا بمعنی زیادتی عرف میں فضیلت اس خصوصی بزرگی کو کہتے ہیں جو دوسرے کو حاصل نہ ہو خیال رہے کہ فضل صفت ہے اور فضول عیب یعنی عبث یا فائدہ سے خالی قرآن کی وجہ تسمیہ ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد اول کے مقدمہ میں ملاحظہ کیجئے کہ یہ لفظ قرء سے بنا یا قراءۃ سے یا قرن سے قرآن کے فضائل بعض عمومی ہیں جیسے سارے قرآن کے فضائل اور بعض خصوصی جیسے بعض سورتوں یا بعض آیتوں کے خصوصی فائدے و تاثیریں جن آیات میں حمد و نعت ہیں وہ ذکر بھی افضل مذکور بھی مطلقًا اور مذکور بھی بہتر مگر جن آیات میں کفار کا ذکر ہے وہاں ذکر کا مطلب ذکر افضل مگر مذکور بدترین خلق، اسی لئے قل ھو اللہ تین بار پڑھنے میں سارے قرآن کی تلاوت کا ثواب ہے کہ یہ رب کی حمد کی سورت ہے اور تبت یدا تین سو بار بھی پڑھو تو یہ ثواب نہیں کعبہ معظمہ سارا ہی خدا کا گھر ہے مگر رکن اسود بہت اعلیٰ ہے مسجد ساری بیت اللہ ہے مگر محراب و منبر اعلیٰ ہیں۔ لہذا اس فضیلت پر منکرین حدیث کا یہ اعتراض نہیں پڑ سکتا کہ سارا ہی قرآن کلام الٰہی ہے پھر یہ فرق مراتب کیسا، نبیوں، ولیوں میں فرق مراتب موجود ہے حالانکہ وہ سارے اللہ کے پیارے ہیں تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض۔ ۴ قرآن سیکھنے سکھانے میں بہت وسعت ہے بچوں کو قرآن کے ہجے روزانہ سکھانا، مسلموں کا تجوید سیکھنا سکھانا، علماء کا قرآنی احکام بذریعہ حدیث و فقہ سیکھنا سکھانا، صوفیائے کرام کا اسرار و رموز قرآنی بسلسلہ طریقت سیکھنا سکھانا سب قرآن ہی کی تعلیم ہے صرف الفاظ قرآن کی تعلیم مراد نہیں، لہذا یہ حدیث فقہاء کے اس فرمان کے خلاف نہیں کہ فقہ سیکھنا تلاوت قرآن سے افضل ہے کیونکہ فقہ احکام قرآن ہے اور تلاوت میں الفاظ قرآن چونکہ کلام اللہ تمام کلاموں سے افضل ہے لہذا اس کی تعلیم تمام کاموں سے بہتر اور اسرار قرآن الفاظ قرآن سے افضل ہیں کہ الفاظ قرآن کا نزول حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک پر ہوا اور اسرار و احکام کا نزول حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے دل پر ہوا، تلاوت سے علم فقہ افضل رب تعالٰی فرماتا ہے نزلہ علی قلبک عمل بالقرآن علم قرآن کے بعد ہے۔ لہذا عالم جاہل سے افضل ہے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم تھے فرشتے جاہل مگر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل مسجود رہے ٭ ٭ ٭

عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي الصُّفَّةِ فَقَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ
يَغْدُوَ كُلَّ يَوْمٍ اِلٰى بُطْحَانَ اَوْ اِلَى الْعَقِيْقِ فَيَاْتِيَ بِنَاقَتَيْنِ كَوْمَاوَيْنِ فِي غَيْرِ اِثْمٍ وَلَا قَطْعِ رَحِمٍ فَقُلْنَا يَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلُّنَا نُحِبُّ ذٰلِكَ قَالَ اَفَلَا يَغْدُوْ اَحَدُكُمْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَيَعْلَمَ اَوْ يَقْرَاَ اٰيَتَيْنِ مِنْ
كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ نَاقَتَيْنِ وَثَلَاثٌ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلَاثٍ وَاَرْبَعٌ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَرْبَعٍ وَمِنْ
اَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْاِبِلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ ہم صفہ میں تھے تو فرمایا تم میں کون یہ چاہتا ہے کہ ہر صبح بطحان یا عقیق کی طرف نکل جایا کرے اور بغیر گناہ کئے بغیر رشتہ توڑے موٹی اونچی دو اونٹنیاں لے آیا کرے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو ہم سب چاہتے ہیں فرمایا تو تم میں سے ہر شخص روزانہ صبح کو کیوں نہ مسجد چلا جایا کرے وہاں قرآن کریم کی دو آیتیں سیکھ لیا کرے یا پڑھ لیا کرے کہ یہ دو اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور تین تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چار چار سے اور اسی قدر اونٹوں سے بہتر ہیں مسلم۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ صفہ کے لغوی معنی ہیں چبوترہ، اصطلاح میں مسجد نبوی سے متصل پیچھے کی جانب تھوڑا سا چبوترہ بنا دیا گیا تھا جہاں مہمان اترتے تھے اور علم سیکھنے والے حضرات صحابہ وہاں مستقل طور پر رہتے تھے یہ حضرات اصحاب صفہ کہلاتے تھے انہیں کی سی صفت رکھنے والوں کو آج صوفیاء کہتے ہیں یعنی صفائی دل اور صوف کا لباس رکھنے والی جماعت یہ حضرات کم و بیش ہوتے رہتے تھے کبھی ستر اور کبھی دو سو سے زیادہ مگر یہ مدرسہ نبوی تھا عقبہ ابن عامر اور ابوہریرہ بھی انہی میں سے تھے۔ ۲؎ یعنی تھوڑی دور جا کر تھوڑی سی دیر میں بہت سا حلال مال لے آوے عرب میں اونٹنی بڑا اعلیٰ مال تھا عقیق مدینہ منورہ سے دو تین میل پر ایک بازار ہے جہاں جانور زیادہ فروخت ہوتے ہیں بطحان مدینہ پاک کا ایک وسیع جنگل ہے ۳؎ یعنی بغیر محنت یا بغیر لالچ کے۔ ۴؎ یعنی یا رسول اللہ یہ تو ہم سب چاہتے ہیں خیال رہے کہ حضرات اگرچہ تارک دنیا تھے مگر دین کیلئے دنیا حاصل کرنے کو بہت افضل جانتے تھے دنیا اگر دین کیلئے ہو تو عین دین ہے اور اگر طبیعت کی لذت کیلئے ہو تو دنیا ہے لہذا یہ دلی چاہت دنیا پرستی پر مبنی نہیں کہ وہ لوگ تو قطب دنیا تھے پھر یہ جواب کیوں دیا کہ یہ گفتگو صرف ان اعلیٰ اصحاب سے نہیں ہے وہ تو ہر وقت گویا مسجد ہی میں رہتے بلکہ تاقیامت مسلمانوں سے ہے کہ دنیاوی کاروبار میں مشغول ہونے سے پہلے کچھ علم قرآن حاصل کر لیا کرو اس سے معلوم ہوا کہ دینی مدرسے مسجد میں ہونا بہتر ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مدرسہ صفہ میں تھا جو مسجد سے متصل تھا گویا مسجد ہی میں تھا نیز معلوم ہوا کہ صبح سویرے علم قرآن حاصل کرنا افضل ہے صبح کے کام میں برکت ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء یا قابل طلباء کو علم سکھایا کریں ۵؎ یعنی پانچ آیات پانچ اونٹوں سے افضل اور چھ یا سات آیتیں اسی عدد اونٹوں سے افضل عرب میں ابل مطلقاً اونٹ کو کہتے ہیں نر ہو یا مادہ اور جمل نر اور ناقہ مادہ کو جیسے انسان یا آدمی مطلقاً انسان کو کہتے ہیں اور رجل مرد کو اور امرأۃ عورت کو خیال رہے کہ یہاں آیت سے مراد آیت سیکھنا یا اس کی تعلیم میں مشغول رہنا ہے یعنی ایک آیت سیکھنا ایک اونٹنی کی ملکیت سے بہتر ہے لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ آیت قرآنی تو تمام دنیا سے بہتر ہے ایک اونٹ کا ذکر کیوں ہوا یا یہ تفصیل ان اہل عرب کو سمجھانے کے لئے ہے جنہیں اونٹ بہت مرغوب ہے جیسے میٹھی نیند سونے والوں کو جگانے کیلئے فجر کی اذان میں کہتے ہیں الصلوٰۃ خیر من النوم اس نیند سے بہتر جماعت نماز تو ساری دنیا سے بہتر ہے۔

أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ أَنْ يَجِدَ فِيهِ ثَلَاثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَثَلَاثُ آيَاتٍ يَقْرَأُ بِهِنَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ ثَلَاثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ جب اپنے گھر لوٹے تو وہاں تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیاں پائے ہم نے عرض کیا ہاں فرمایا تو تین آیتیں جنہیں کوئی اپنی نماز میں پڑھے[1] اسے تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے بہتر ہیں[2] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کا ماہر عزت والے نیکوکار فرشتوں کے ساتھ ہوگا[3] اور جو قرآن پڑھتا ہو اس میں اٹکتا ہو اور قرآن اس پر گراں ہو اس کیلئے دو ثواب ہیں[4] (مسلم، بخاری)

[1] یعنے جب سفر یا بازار سے گھر پہنچے تو وہاں یہ مال دولت پائے۔ اہل عرب سارے اونٹ خصوصاً جب وہ حاملہ بھی ہو اونٹنی اور موٹی بھی بہت ہی پسند کرتے ہیں۔ اس لئے یہ مثال ارشاد ہوئی کیونکہ اونٹنی سے نسل چلتی ہے اور موٹے سے نہیں چلتی اور ظاہر ہے کہ اچھی نسل کی اونٹنی کی نسل بھی اچھی ہوگی [2] قرآن کریم اعلیٰ چیز ہے اور جب نماز میں پڑھا جائے تو نور علیٰ نور ہے کہ نماز و قرآن کی برکتیں جمع ہو جاتی ہیں اور اگر اتفاق سے موسم کے یا حرم مدینہ میں نماز نصیب ہو جائے تو اس تلاوت کی برکتیں بے شمار ہو جاتی ہیں کہ تین خوبیاں جمع ہو گئیں، نماز، تلاوت، حرم کی زمین [3] ان اونٹنیوں کا نفع صرف دنیا میں ہے اور آیات قرآنیہ کا نفع دنیا میں بھی آخرت میں بھی اور نفع بے انتہا۔ خلاصہ یہ ہے کہ دنیاوی مال میں مشغول ہو کر آخرت سے غافل نہ ہو جاؤ یہ مطلب نہیں کہ دنیا بالکل چھوڑ دو کہ اسلام میں ترک دنیا منع ہے بلکہ جو دنیا دین کمانے کا ذریعہ ہو وہ بھی دین ہے [3] قرآن کریم کا ماہر وہ عالم ہے جو الفاظ قرآن، معانی و مسائل قرآن، اسرار و رموز قرآنی کا واقف ہو اس کا بڑا درجہ ہے۔ شیخ محقق نے فرمایا کہ یہاں سفرہ سے فرشتوں کی جماعت مراد ہے اور کرام بررۃ سے نیک لوگ۔ صاحب مرقات نے فرمایا کہ یہ تینوں صفتیں فرشتوں کی ہیں، سفرہ یا تو سفر سے بنا ہے یعنی سفر کرتے رہنے والے فرشتے جو ہمیشہ حق تعالیٰ اور رسولوں کے درمیان آتے جاتے رہتے ہیں، وحی وغیرہ کے لئے یا سفر سے بنا یعنی کتاب جس کی جمع اسفار ہے جیسے اسفاراً یعنی وہ فرشتے جو لوح محفوظ سے صحیفوں میں نقل کرتے رہتے ہیں یا کاتبین اعمال فرشتے یا اسفار بمعنی اصلاح سے بنا یعنی وہ فرشتے جو رب تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر مصلحت و رحمت کی خبریں لاتے ہیں۔ چونکہ یہ فرشتے اعلیٰ درجہ کے مقرب بارگاہ الٰہی ہیں اور گناہوں سے بہت ہی پاک و صاف اس لئے ان کے یہ تین لقب ہوئے قرآن کریم کا عالم ان فرشتوں اور نبیوں کا سا کام کرتا ہے اس لئے اس کا حشر بھی انہی جماعتوں کے ساتھ ہوگا معلوم ہوا کہ قیامت میں اچھوں کا ساتھ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے شعر

گر گدا کا ساتھ ہو جائے ❊ پھر تو مجھ کو نجات ہو جائے

بعض نے فرمایا کہ یہ تینوں صفتیں صحابہ کرام کی ہیں کہ انہوں نے قرآن جمع بھی کیا اور وہ اللہ کے ہاں مقبول اور گناہوں سے محفوظ بھی ہیں[4] سبحان اللہ عالم و حافظ قرآن کا تو وہ مرتبہ ہے جیسا کہ ذکر ہوا اور چونکہ یہ عجمی زبان والا قرآن پاک سیکھے تو وہ سخت کوشش میں ہوتا ہے کہ مرتے دم تک رٹ لگا جائے وہ ڈبل ثواب کا مستحق ہے۔ شوق و محنت خیال رہے کہ یہ دو گنا ثواب اس عالم قرآن کے مقابلہ میں نہیں ہے، عالم قرآن تو فرشتوں،

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاحَسَدَ اِلَّا عَلَى اثْنَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِىْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِىْ لَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ التَّمْرَةِ لَا رِيْحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِىْ لَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيْحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِىْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حسد دو شخصوں پر جائز ہے ایک وہ جسے اللہ نے علم قرآن دیا وہ دن رات اسے پڑھتا ہو دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا وہ دن رات اس سے خیرات کرے (مسلم بخاری) اور روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے ترنج کی سی ہے کہ جس کی خوشبو بھی اچھی اور لذت بھی اچھی اور اس مومن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا چھوارے کی سی ہے جس میں خوشبو کوئی نہیں مزا میٹھا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا اندرائن (حنظل) کی سی ہے جس میں خوشبو کوئی نہیں اور مزا کڑوا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے

بعض روایات میں اس کے ساتھ علم کے مقابل میں ہے یعنی جو تلاوت قرآن پڑھ کر بس کرے یہاں حسد بمعنی رشک ہے حسد تو کسی پر جائز نہیں وہ دنیا اور پرانی ہے اور شیطان اور حضرت آدم علیہ السلام پر حسد ہی کی وجہ سے مردود ہوا حسد کے معنی ہیں دوسرے کی نعمت کا زوال چاہنا اور رشک کے معنی ہیں دوسرے کی سی نعمت اپنے لئے بھی چاہنا دینی چیزوں میں رشک جائز ہے یعنی علم دین جو دن رات نمازیں پڑھتا ہو قرآن پر عمل کرتا ہو ہر وقت اس کے مسائل پر عمل ہو اس میں خود بھی کامل ہو اور لوگوں کو بھی سکھائے اس کی عمر مبارک ہے وہ عملی ہو قرآن و حدیث ہی کا ذکر کرے مگر مدینہ پاک کی خدمت میں آکر عجیب شعر

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے ۔ یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

مسلمان جس شکل میں بھی اس میں رہے گا ان شاء اللہ کامیاب رہے گا بعض صحابہ کرام قبر میں بھی سورۂ ملک پڑھتے سنے گئے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ اس پر خیرات اعلانیہ خیرات سے افضل ہے اس لئے یہاں رات کا ذکر دن سے پہلے ہوا یعنی وہ اللہ خفیہ بھی خیرات کرے اور علانیہ بھی خیال رہے کہ سنت کی نیت سے اپنے اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرنا بھی اسی میں داخل ہے یعنی تلاوت قرآن کرتا رہتا ہے حرام نہیں چھوڑتا معلوم ہوا کہ ہمیشہ تلاوت قرآن کرنا بہت بڑی عبادت ہے خواہ معنے سمجھ یا نہ سمجھے ترنج عرب کا مشہور پھل ہے جس کا رنگ بہت اچھا ہوتا ہے خوشبو نہایت اعلیٰ مزہ بہت بہتر یہ دماغ اور معدہ کو بہت قوت دیتا ہے اس کے بہت فوائد کتب طب میں مذکور ہیں یہ ہی اس مومن کا حال ہے کہ لوگ اس کی تلاوت سے ایمانی لذت بھی حاصل کرتے ہیں اور ثواب بھی خود اسے بھی لذت و ثواب دونوں ملتے ہیں قرآن شریف بہت ہی لذیذ چیز ہے ایسے ہی یہ غافل مسلمان ہے کہ اس کا ظاہر خاص ایمانی مگر باطن نور ایمانی سے منور ہے لوگ اس سے ظاہری فائدہ نہیں اٹھاتے مگر اس کی صحبت سے کچھ باطنی فیض پاتے ہیں مومن کی صحبت بھی اچھی ہے

مَثَلُ الرَّیْحَانَةِ رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَّطَعْمُهَا مُرٌّ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَلْمُؤْمِنُ الَّذِیْ یَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَیَعْمَلُ بِهٖ کَالْاُتْرُجَّةِ وَالْمُؤْمِنُ الَّذِیْ لَایَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَیَعْمَلُ بِهٖ کَالتَّمْرَةِ ۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ یَرْفَعُ بِهٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِهٖ اٰخَرِیْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ اُسَیْدَ بْنَ حُضَیْرٍ قَالَ بَیْنَمَا هُوَ یَقْرَءُ مِنَ اللَّیْلِ

ریحان کی سی ہے جس کی خوشبو اچھی اور مزہ کڑوا (مسلم، بخاری) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ مومن جو قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے ترنج کی طرح ہے اور وہ مومن جو قرآن نہ پڑھے اور اس پر عمل کرے چھوہارے کی طرح ہے روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اس قرآن سے کچھ قوموں کو بلندی دیتا ہے اور کچھ کو پست کرتا ہے (مسلم) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے کہ حضرت اسید ابن حضیر فرماتے ہیں اس اثناء میں کہ وہ رات میں

۱؎ ریحان ایک مشہور بوٹی ہے جس میں کسی قسم کی بو نہیں اور مزہ سخت کڑوا ہوتا ہے۔ منافق کا ظاہر اچھا باطن برا لہذا یہ دین جو بربادی کے لئے یا مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے قرآن پڑھے اگرچہ خود تو بے مزہ ہے کہ منافق ہے مگر اس کی تلاوت سے سننے والوں کو لطف و کیف راحت میسر ہو جاتی ہے جیسے ریحانہ گھاس بدمزہ ہے تو بدمزہ مگر اس کی خوشبو سے دماغ معطر ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تلاوت قرآن کا اثر ظاہر و باطن میں ہوتا ہے کہ اس سے زبان، کان، دل، دماغ، ایمان سب ہی تازہ ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ قرآن پاک کی تاثیریں مختلف ہیں جیسے پڑھنے والے کی زبان ویسی ہی تاثیر قرآن۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ڈھیلے پر قل ھو اللہ پڑھ کر دم کر دیا تو سونا ہو گیا، اور فرمایا کہ کلام ربانی کے ساتھ زبان فریدی چاہیے دیکھو یہاں مومن و منافق کی تلاوتوں میں فرق فرمایا گیا پھر جیسا مومن ویسی ہی تلاوت کی تاثیر۔ تیسرے یہ کہ ہر تلاوت قرآن کرنے والا مسلمان ہو کہ بعض منافق بھی ہوتے ہیں۔ قرآن کریم ریڈیو کی طرح ہے تلاوت والے کے دل کی سوئی اگر شیطان کی طرف لگی ہوئی ہے تو اس کے سامنے تو قرآن ہوگا مگر اس کے منہ سے شیطان بولے گا اور اگر دل کی سوئی مدینہ پاک کی طرف ہے تو ان شاء اللہ زبان سے مدینہ کے فیضان نکلیں گے۔ ۲؎ مرقات نے فرمایا کہ جس گھر میں ترنج ہو وہاں جنات نہیں آتے۔ ایک شاعر کہتا ہے شعر:

کانه فعل الاترج طاب معا ۔ حملا و نورا و طاب العود والورق

۳؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تلاوت بھی مستقل عبادت ہے اور اس پر عمل مستقل نیکی، محبوب کا پیغام، دل کا خط پڑھنے سننے میں بھی مزہ آتا ہے۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ تلاوت قرآن محض بیکار ہے قرآن عمل کے لئے ہے صرف پڑھنے کے لئے نہیں کھانا کھانے پینے اور دیکھنے کے لئے ہوتی ہے بعض نسخہ پڑھ لینے سے شفا نہیں ہوتی ان بے وقوفوں کو خبر نہیں کہ بعض دواؤں کا سونگھنا مفید ہوتا ہے بعض کا محض دیکھنا فائدہ مند، سبزہ دیکھنے سے آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے اور بعض دواؤں کے سونگھنے سے فائدہ ہوتا ہے، بیمار عشق کے لئے محبوب کا ذکر مناسب ہے حقیقت یہ ہے کہ لیموں یا ترش چیز کا ذکر کرو تو منہ میں پانی بھر جاتا ہے۔ ۴؎ یعنی جو مسلمان قرآن کریم کو صحیح طرح سمجھیں صحیح طرح عمل کریں تو وہ دنیا و آخرت میں بلند درجے پائیں گے اور جو اس سے غافل رہیں یا غلط طرح سمجھیں، غلط طور پر عمل کریں وہ دنیا و آخرت میں ذلیل ہوں گے قرآن کریم سے زندگی و روح حاصل ہوتی ہے جیسے مچھلی کے لئے پانی ہے اور جو ہیں کے لئے دوا اور خون و بہ اب بھی قرآن پاک کے صحیح تبع بڑی عظمت و عزت کے مالک ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے وَتِلْکَ الْاَیَّامُ

سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ وَفَرَسُهٗ مَرْبُوْطَةٌ عِنْدَهٗ اِذْ جَالَتِ الْفَرَسُ فَسَكَتَ فَسَكَنَتْ فَقَرَأَ فَجَالَتْ
فَسَكَتَ فَسَكَنَتْ ثُمَّ قَرَأَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ فَانْصَرَفَ وَكَانَ ابْنُهٗ يَحْيٰى قَرِيْبًا مِّنْهَا فَاَشْفَقَ اَنْ
تُصِيْبَهٗ فَلَمَّا اجْتَرَّهٗ رَفَعَ رَأْسَهٗ اِلَى السَّمَآءِ فَاِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيْهَا اَمْثَالُ الْمَصَابِيْحِ فَلَمَّا اَصْبَحَ
حَدَّثَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ قَالَ فَاَشْفَقْتُ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ تَطَأَ يَحْيٰى وَكَانَ مِنْهَا قَرِيْبًا فَانْصَرَفْتُ اِلَيْهِ وَرَفَعْتُ رَأْسِيْ اِلَى السَّمَآءِ فَاِذَا
مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيْهَا اَمْثَالُ الْمَصَابِيْحِ فَخَرَجْتُ حَتّٰى لَا اَرَاهَا قَالَ وَتَدْرِيْ مَا ذَاكَ قَالَ لَا قَالَ

سورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے ان کا گھوڑا ان کے پاس بندھا ہوا تھا گھوڑا اچھلنے لگا تو خاموش ہو گئے گھوڑا بھی ٹھہر گیا انہوں نے پھر پڑھا تو گھوڑا پھر اچھلا جب چپ ہو گئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا
انہوں نے پھر پڑھا گھوڑا پھر اچھلا آپ نے قرات بند کر دی کیونکہ ان کا بیٹا یحییٰ گھوڑے کے قریب تھا ڈر ہوا کہ گھوڑا اس کو کچل نہ دے جب بیٹے کو ہٹایا تو آسمان کی
طرف دیکھا کہ شامیانہ کی طرح کوئی چیز ہے جس میں چراغ جیسے ہیں جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واقعہ عرض کیا تو فرمایا اے ابن حضیر پڑھتے رہو
اے ابن حضیر پڑھتے رہو عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ڈر لگا کہ گھوڑا یحییٰ کو کچل نہ دے کیونکہ وہ قریب ہی تھا تو میں اس کے پاس چلا گیا اور پھر آسمان کی طرف سر اٹھایا تو
شامیانہ سا تھا جس میں چراغ جیسی چیزیں روشن تھیں میں باہر آ گیا حالانکہ وہ نظر نہیں آ رہا تھا آپ نے فرمایا جانتے ہو یہ کیا تھا عرض کیا نہیں فرمایا

ولا یزید الظالمین الا خسارا حضرت اسید بن حضیر بڑے عالم [illegible] قرآن کا ماہر تھے آپ نقیب انصار
میں سے ہیں جلیل القدر صحابی ہیں ۲۰ھ میں وفات پائی حضرت عمرؓ نے آپ کا جنازہ اٹھایا اور نماز پڑھائی تہجد کا وقت تھا آپ نماز تہجد سے فارغ ہو کر تلاوت
قرآن کر رہے تھے آخر شب میں نماز کے سوا تلاوت بھی ثواب کا عمل تھا بیٹے کی جان کے خوف سے اور اس واقعہ میں غور و تامل کرنے کیلئے کیونکہ تلاوت میں مشغول
رہ کر اس طرف متوجہ ہو گیا تھا سکون قلب حاصل کرنے کیلئے تلاوت بند فرمائی [illegible] نماز کی حالت میں سانپ بچھو تکلیف دے تو [illegible]
میں [illegible] یہ حرج نہیں ہو سکتا کہ اپنے دینی و دنیاوی [illegible] کام کیوں بند کر دیا [illegible] غالب یہی ہے کہ یہ شامیانہ
[illegible] کی تلاوت پر جمع ہوا تھا مگر آپ کی نگاہ سے حجاب اٹھا دیئے گئے [illegible] دیکھ بھی لیا بلکہ آپ کی فیض صحبت سے آپ کے
گھوڑے نے بھی اسے دیکھ لیا اس سے معلوم ہوا کہ مرید اپنے شیخ کی خدمت میں قلبی واردات اور مخفی اثرات اعمال کی تاثیر پر عرض کر سکتا ہے
اس میں ریا نہیں بلکہ کبھی اس سے اپنی خامی دور ہوتی ہے اور کبھی حالت میں ترقی ہوتی ہے مریض اپنا ہر حال طبیب سے عرض کرتا ہے حصول صحت کیلئے
و مشکلات امور کا اظہار عوام پر نہ کرے خواص پر خصوصاً اپنے شیخ پر کرے [illegible] تلاوت قرآن کیا کرو ان جیسے واقعات سے گھبرانا نہیں
[illegible] کوئی چیز نہیں ہے یہی شرح زیادہ ظاہر ہے بعض شارحین نے فرمایا [illegible] تم نے اور زیادہ [illegible] بند کیوں کر دی [illegible]
شرح کی بنا پر اگلا جواب بالکل ظاہر ہے جو حضرت اسیدؓ نے عرض کیا [illegible] تو میرا بھی جی چاہتا تھا کہ تلاوت خوب کروں کسی کی [illegible] کی وجہ سے میں نے
تلاوت بند نہ کی بلکہ واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے مجھے تلاوت بند کرنی پڑی تھی اس کو جو بیٹے گھوڑے سے [illegible]

تِلْكَ الْمَلٰٓئِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَاَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ اِلَيْهَا لَا تَتَوَارٰى مِنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ وَفِيْ مُسْلِمٍ عَرَجَتْ فِي الْجَوِّ بَدَلَ فَخَرَجْتُ عَلٰى صِيْغَةِ الْمُتَكَلِّمِ

وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ وَاِلٰى جَانِبِهٖ حِصَانٌ مَرْبُوْطٌ بِشَطَنَيْنِ فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُوْا وَتَدْنُوْ وَجَعَلَ فَرَسُهٗ يَنْفِرُ فَلَمَّا اَصْبَحَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى

یہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز کے قریب آگئے تھے اگر تم پڑھتے رہتے تو فرشتے اس طرح صبح کر دیتے کہ لوگ انہیں دیکھتے فرشتے ان سے نہ چھپتے (مسلم، بخاری) لفظ بخاری کے ہیں مسلم میں بجائے فخرجت کے ہے عرجت کہ وہ فضا میں چڑھ گیا۔ روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا اس کے پہلو میں دو رسیوں سے گھوڑا بندھا تھا تو ان پر ایک بادل چھا گیا وہ قریب ہونے لگا اور قریب ہونے لگا اور ان کا گھوڑا بدکنے لگا پھر جب صبح ہوئی تو وہ صاحب نبی کریم صلی اللہ

دیکھیں صحابہ کرام کا یہ عالم تھا کہ ایمان کی برکت سے حضرت اسید کا ان فرشتوں کو دیکھ لینا اس وجہ سے ہوا کہ آج رب تعالیٰ نے ان کی آنکھ سے غیبی حجابات اٹھا دیئے تھے جیسے ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تیز بارش دیکھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کو دفن کرکے قبرستان تشریف لے گئے تھے واپسی پر آپ نے عرض کیا کہ حضور اس بارش میں آپ کہاں تھے بھیگے کیوں نہیں فرمایا تمہارے سر پر کیا کپڑا ہے عرض کیا آپ کا تہبند فرمایا اس تہبند کی برکت سے تم نے یہ غیبی نورانی بارش دیکھی ورنہ یہ بارش کسی کو نظر نہیں آتی، مثنوی شریف میں اس واقعہ کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے جس کے آخری اشعار یہ ہیں

گفت چہ بر سر فگندی از ازار ⁂ گفت کردم آں ردائے تو خمار

گفت بہر آں نمود اے پاک جیب ⁂ چشم پاکت را خدا باران غیب

نیست آں باراں ازیں ابر شما ⁂ هست باران دیگر و دیگر سما

بعض بزرگ مرید کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں تو اس کی آنکھ سے غیبی حجاب اٹھ جاتے ہیں اور وہ عالم غیب کا مشاہدہ کر لیتا ہے مولانا فرماتے ہیں شعر

سرمہ کن در چشم خاک اولیاء ⁂ تا ببینی ز ابتدا تا انتہا

۵؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ فرشتے پرے باندھ کر ان کی تلاوت سن رہے تھے ان کے سامنے شامیانہ کی طرح حجاب بن گئے، ان کے چہرے چراغوں کی طرح چمک رہے تھے نورانی اجسام کا ازدحام آڑ بن سکتا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ایسا ہی ہے جیسے فرمایا آج ہم نے شیطان کو پکڑ لیا تھا چاہا کہ اسے مسجد کے ستون سے باندھ دیں، اگر باندھ دیتے تو مدینہ کے بچے اس سے کھیلتے ۶؎ کیونکہ وہ آسمان کے رہنے والے فرشتے تھے تلاوت سننے اور قاری سے قرب حاصل کرنے یہاں آئے تھے تلاوت بند ہو جانے پر اپنے مقام پر چلے گئے، زمینی فرشتے نہ تھے کہ پیچھے رہتے، اگرچہ فرشتے آسمان پر بیٹھے بیٹھے زمین والوں کی آواز سن لیتے ہیں مگر قرب حاصل کرنے کیلئے ایسی مجلس خیر میں آتے ہیں نعت خواں ایک شعر پڑھا کرتے ہیں شعر

فرشتے محفل میلاد میں رحمت لے آتے ہیں ⁂ رسول اللہ خود اس بزم میں تشریف لاتے ہیں

اس شعر کا ماخذ یہ حدیث ہے مجلس ذکر میں اب بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا بہت سی روایات سے ثابت ہے دیکھو ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول ۷؎ گھوڑے کا یہ بدکنا ایک عجیب چیز کے نظارہ کی وجہ سے تھا جیسا کہ عرض کیا گیا

اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ تِلْكَ السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْاٰنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ
أَبِيْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُعَلّٰى قَالَ كُنْتُ أُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أُجِبْهُ
ثُمَّ أَتَيْتُهٗ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّيْ كُنْتُ أُصَلِّيْ قَالَ أَلَمْ يَقُلِ اللهُ اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا
دَعَاكُمْ ثُمَّ قَالَ أَلَا أُعَلِّمُكَ أَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَأَخَذَ بِيَدِيْ

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ ماجرا عرض کیا فرمایا یہ سکینہ تھی جو قرآن کی وجہ سے اتری۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابو سعید ابن معلی سے فرماتے ہیں
کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا۲؎ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا میں نے جواب نہ دیا پھر میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا۳؎ تو فرمایا کیا اللہ
نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ رسول کا حکم مانو جب تمہیں بلائیں۴؎ پھر فرمایا کیا میں تمہیں مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن کی عظیم الشان سورۃ نہ بتادوں۵؎ پھر حضور نے میرا ہاتھ پکڑا

۱؎ فرشتوں کی ایک جماعت کا نام سکینہ ہے جن کے اترنے سے لوگوں کے دل کو سکون و چین حاصل ہوتا ہے اس لئے اسے سکینہ کہتے ہیں مومن پر بعض خاص حالت
میں بھی اور خاص عبادات کے موقعہ پر بھی یہ فرشتے اترتے ہیں رب تعالٰی نے ہجرت کے غار کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے حضرت صدیق اکبر کے متعلق فرماتا ہے
فانزل اللہ سکینتہ علیہ صدیق اکبر کو اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت غم اور کفار کا اندیشہ تھا اس لئے ان پر سکینہ اتری۔ خیال رہے
کہ بزرگوں کے تبرکات سے بھی سکون قلبی نصیب ہوتا ہے انہیں بھی رب تعالٰی نے سکینہ فرمایا ہے چنانچہ تابوت سکینہ جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما
السلام کے تبرکات نعلین وغیرہ تھے ان کے متعلق رب تعالٰی فرماتا ہے فیہ سکینۃ من ربکم وبقیۃ مما ترک اٰل موسٰی واٰل ھٰرون تحملہ
الملئکۃ بعض لوگ قبروں پر تلاوت قرآن کراتے ہیں تاکہ اس تلاوت سے میت کو سکون قلبی نصیب ہو اس کا ماخذ یہ حدیث ہے اور بعض لوگ اپنی قبر
میں اپنے بزرگوں کے تبرکات عمامہ وغیرہ اور اپنا شجرہ، آیات قرآنیہ رکھ دینے کی وصیت کرتے ہیں تاکہ سکون قبر میسر ہو ان کا ماخذ قرآن کریم کی مذکورہ آیت
ہے صحابہ کرام نے اپنے کفنوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن، بال، تہبند شریف رکھوائے، خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی بی بی زینب
کے کفن میں اپنا تہبند شریف رکھا اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے۔ ۲؎ یہ حضرت مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوئے، جبکہ حضور
انور صلی اللہ علیہ وسلم برسر منبر خطبہ ارشاد فرمارہے تھے اور آیت قد نری تقلب وجھک فی السماء تلاوت فرمارہے تھے انہوں نے تحیۃ المسجد
نفل کی نیت باندھ لی ایک گوشہ میں نماز پڑھنے لگے (مرقاۃ)۔ ۳؎ یعنی میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلاوا سن لیا مگر نماز کی مشغولیت کی
وجہ سے حاضر نہ ہوا پھر بعد سلام حاضر ہوا اور معذرت کیلئے یہ عرض کیا۔ ۴؎ یہاں اللہ رسول کے بلانے سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلانا ہے اور رب تعالٰی
بلاواسطہ کسی کو نہیں بلاتا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلانا ہے اسی لئے دعا واحد کا صیغہ ارشاد ہوا (مرقاۃ) اس فرمان سے چند مسئلے معلوم ہوئے
ایک یہ کہ اگر کبھی نماز میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو بلائیں تو اسی وقت اسی حالت میں حاضر بارگاہ ہوجانا واجب ہے دوسرے یہ کہ اس حاضری
ہو جانے سے بلکہ جو خدمت سرکار فرمائیں اس کے بجالانے سے نماز ٹوٹے گی نہیں وہ نماز ہی میں رہے گا، اور خدمت سے فارغ ہوکر بقیہ رکعتیں پوری کرلیگا جیسے حضور
کو خطاب اور حضور کو سلام نماز نہیں توڑتا، ایسے ہی حضور کی یہ اطاعت نماز فاسد نہیں کرتی (مرقات) نمازی وضو ٹوٹنے پر پانی کے پاس جائے تو نماز نہیں جاتی
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمت الٰہی کا سمندر ہیں آپ کے پاس آنے سے نماز کیسے جائے گی۔ ۵؎ پہلے سے یہ فرمانا شوق بڑھانے کیلئے تاکہ خوب یاد رکھیں جو بات

فَلَمَّا اَرَدْنَا اَنْ نَخْرُجَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ قُلْتَ لَاُعَلِّمَنَّكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ اُوْتِيْتُهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ
عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ
يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِيْ يُقْرَاُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ

جب ہم نکلنے لگے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں تم کو قرآن کی عظیم الشان سورۃ بتاؤں گا فرمایا وہ الحمد للہ رب العٰلمین ہے وہ ہی تو وہ سات مکرر آیتیں ہیں اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا ہوئی (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ کہ شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے (مسلم) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں میں نے

۱؎ انتظار کے بعد اس کی قدر ہوتی ہے سورۂ فاتحہ قرآن شریف کا وہ حصہ ہے جس میں مضمون مکمل ہو اور اس کا نام بھی ہو یہاں مرقات نے فرمایا کہ تمام آسمانی کتابوں کے مضامین قرآن شریف میں ہیں اور سارے قرآن شریف کے مضامین سورۂ فاتحہ میں اور ساری سورۂ فاتحہ کے مضامین بسم اللہ میں اور ساری بسم اللہ کے مضامین اس کے ب کے نقطہ میں دیکھو جیسے تمام انجیل یا جغرافیہ میں پورے ملک یا پورے شہر کی طرف ایک نقطہ سے اشارہ کر دیا جاتا ہے اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کو بڑی سورۃ فرمایا اور ہر رکعت میں یہ دہرائی جاتی ہے۔

۲؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا وعدہ یاد رہا مگر آپ نے ابتداءً تعلیم نہ دی تا کہ ان کے اپنے شوق کا پتہ لگے کہ انہوں نے یہ بات یاد رکھی یا نہیں اور ان کا شوق پورا ہے یا نہیں۔ ۳؎ خلاصہ فرمان یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ بہت سی خوبیوں کی جامع سورۃ ہے اس میں حمد الٰہی نعت پاک مصطفوی، وعدے و وعیدیں، حشر و نشر کا ذکر، محبوب و مردود بندوں کا تذکرہ، رب تعالٰی سے سوال کی تعلیم، دین برحق کی پہچان وغیرہ تمام مضامین ہیں دیکھو ہماری تفسیر نعیمی کلاں اس میں سات آیتیں ہیں جو نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں اس کا نزول دوبارہ ہوا ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد یہ سورۃ سات حروف سے خالی ہے ث، ج، خ، ز، ش، ظ، ف، لہذا یہ سبع مثانی ہے یعنی سات مکرر آیتیں نیز یہ سورۃ اس سات کی خصوصیت سے ہے جن کو ہم پہلے رکھی اسی لئے رب تعالٰی نے اس کی عطا کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کہ ارشاد کیا وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ اگرچہ قرآن پاک میں یہ سورۃ بھی آگئی مگر اس کا ذکر مستقل طور پر فرمایا۔ لمعات، مرقات، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی بعض سورتیں بعض سے افضل ہیں اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے۔ ۴؎ یعنی گھروں میں مُردے دفن نہ کرو کہ یہ خصوصیت انبیاء ہے یا اپنے گھروں کو ذکر اللہ سے خالی نہ رکھو جیسے قبرستان خالی ہوتا ہے ایسے گھر قبرستان ہیں اور وہاں کے باشندے مردے دوسرے معنی زیادہ موزوں ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے خیال رہے کہ مومن مردے اپنی قبروں میں ذکر اللہ کرتے ہیں مگر وہ ذکر ہم نہیں سنتے ہم کو قبرستان سنسان معلوم ہوتے ہیں اسی لحاظ سے ارشاد ہوا لہذا یہ حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

۵؎ یعنی شیاطین کا سرگروہ ابلیس اس گھر سے دور رہتا ہے یا سورۂ بقرہ پڑھتے وقت قرین شیطان دور رہتا ہے اگرچہ بعد میں آجائے یا اس گھر کے باشندوں کو وہ جنت سے بہکا نہیں سکتا یعنی بے دین بے ایمان نہیں بنا سکتا ان شاء اللہ لہذا حدیث واضح ہے خیال رہے کہ شیطان کو دفع کرنے کی نیت ظاہر ہیں نفس خود ان سے نہیں ہٹتا … اسی لئے اگرچہ رمضان میں شیطان قید ہوتا ہے مگر لوگ گناہ کرتے ہیں نفس امارہ موجود ہے

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِقْرَؤُا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّہٗ یَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ شَفِیْعًا لِاَصْحَابِہٖ اِقْرَؤُا
الزَّہْرَاوَیْنِ الْبَقَرَۃَ وَسُوْرَۃَ اٰلِ عِمْرَانَ فَاِنَّہُمَا تَاْتِیَانِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّہُمَا غَمَامَتَانِ وَغَیَایَتَانِ
اَوْ فِرْقَانِ مِنْ طَیْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ اَصْحَابِہِمَا اِقْرَؤُا سُوْرَۃَ الْبَقَرَۃِ فَاِنَّ اَخْذَہَا بَرَکَۃٌ وَّ
تَرْکَہَا حَسْرَۃٌ وَّلَا یَسْتَطِیْعُہَا الْبَطَلَۃُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ سَمِعْتُ
النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یُؤْتٰی بِالْقُرْاٰنِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَہْلِہِ الَّذِیْنَ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بِہٖ تَقْدُمُہٗ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قرآن پڑھا کرو کہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کا سفارشی بن کر آئے گا۱ دو چمکدار سورتیں یعنی بقرہ و آل عمران پڑھا کرو کہ یہ
دونوں قیامت کے دن یوں آئیں گی جیسے بادل کے ٹکڑے یا سائبان یا صف بستہ پرندوں کی ٹولیاں ہیں کہ اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑیں گی۲ سورۂ بقرہ پڑھا
کرو کہ اس کا لینا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت اور جادوگر اس کی طاقت نہیں رکھتے۳ (مسلم) روایت ہے حضرت نواس ابن سمعان سے فرماتے ہیں میں نے نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن قرآن اور قرآن والے جو اس پر عمل کرتے تھے بلائے جائیں گے۴

۱ یعنی ہمیشہ تلاوت کیا کرو اور اس موقعہ کو غنیمت جانو قرآن کریم کی تلاوت مستقل عبادت ہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے [illegible] اس کے اجزاء معلوم
ہوں یا نہ ہوں وہ گنہگاروں کی مغفرت کی سفارش کریگا [illegible] قرآن کی تلاوت کرے [illegible]
ہی اور ہوتے ہیں مگر یہاں تلاوت کرنے والے مراد ہیں جیسا کہ اس مضمون سے ظاہر ہے ۲ [illegible] یہ دونوں سورتیں ایسی ہیں جیسے تارے [illegible]
انہیں زہراوین یعنی چمکدار سورتیں فرمایا گیا [illegible] یہ تین تشبیہیں تین قسم کے تلاوت کرنے والوں کے لحاظ سے ہیں [illegible]
کل قیامت میں ویسا ہی ان کا سایہ ہیں مخلص کے لئے یہ سورتیں ابر رحمت بن کر سایہ بھی کریں گی اور روشنی بھی دیں گی اور درمیانی اخلاص والے کے لئے
سائبان و شامیانہ کی طرح اور معمولی اخلاص والے کے لئے پرندوں کی جماعت کی طرح یہ تشبیہ [illegible] جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا، نیز
یہاں ثواب تلاوت مراد نہیں بلکہ خود یہ سورتیں کل ان شکلوں میں ہوں گی یہاں کے عرض اور اعمال وہاں جسم و جوہر ہوں گے آج ہم خواب میں [illegible]
کو جسمانی شکل میں دیکھتے ہیں، بادشاہ مصر نے [illegible] سات گائیں اور بالیوں کی شکل میں دیکھے تھے یا اس کے دشمنوں سے جھگڑا
کریں گی یا عذاب کے فرشتوں سے جھگڑا کر کے چھڑا لیں گی یا خود رب تعالٰی سے جھگڑا [illegible] جھگڑا [illegible]
پیار بیٹا اپنے باپ سے جھگڑ کر دوسروں کی سفارش کرتا ہے لہٰذا حدیث واضح ہے کوئی اعتراض نہیں ۳ یعنی قیامت میں ان سورتوں کے پڑھنے والے
کا ثواب دیکھ کر نہ پڑھنے والے کف افسوس ملیں گے جنتی لوگ تمنا کریں گے کہ کاش ہم نے دنیا میں ایک سانس بھی بغیر ذکر [illegible]
[illegible] یہ [illegible] سورتیں یاد [illegible] ان کی تلاوت نہ کر سکیں گے انہیں یہ دونوں سورتیں بہت دراز اور گراں [illegible]
معلوم ہوں گی دوسرے یہ کہ جادوگر وغیرہ ان سورتوں کا اثر اپنے جادو کے زور سے زائل نہیں کر سکتے اور ان کی تلاوت کرنے والے کو نقصان
نہیں پہنچا سکتے تیسرے یہ کہ ان کی صداقت اس قدر [illegible] ہے کہ انہیں جھوٹے لوگ جھٹلا نہیں سکتے ۴ عزت و عظمت کے ساتھ [illegible] کی شکل میں [illegible]

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاٰلُ عِمْرَانَ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ ظُلَّتَانِ سَوْدَاوَانِ بَيْنَهُمَا شَرْقٌ اَوْ كَاَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ
طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِيْ اَيُّ اٰيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَعَكَ اَعْظَمُ قُلْتُ اَللّٰهُ
وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِيْ اَيُّ اٰيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَعَكَ اَعْظَمُ قُلْتُ
اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ قَالَ فَضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ وَقَالَ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ رَوَاهُ

کہ سورہ بقرہ و آل عمران آئیں گی گویا وہ دو سفید بادل ہیں یا کالے سائبان ہیں جن کے درمیان چمک ہے یا صف بستہ پرندوں کی دو ٹولیاں ہیں اپنے جاننے والوں کی طرف سے جھگڑتی ہوں گی (مسلم) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے ابو المنذر کیا جانتے ہو تمہارے پاس کتاب اللہ کی کونسی شاندار آیت ہے میں نے عرض کیا اللہ رسول ہی جانیں فرمایا اے ابو المنذر کیا جانتے ہو تمہارے پاس کتاب اللہ کی کونسی شاندار آیت ہے میں نے عرض کیا اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم تو حضور نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا تمہیں علم مبارک ہو اے ابو المنذر ...

[illegible] کیلئے لے جائیں گے رب تعالیٰ فرماتا ہے یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا ونسوق المجرمین الی جہنم وردا لہذا یہ سورتیں بعض شارحین [illegible] سفید بادل کی طرح اور [illegible] سیاہ سائبان کی طرح [illegible] چمکتا [illegible] ان لوگوں کے ساتھ [illegible] کہ حضرات قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور اس پر عمل کرتے [illegible] قیامت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کی پہچان [illegible] عربی میں [illegible] کہتے ہیں یہاں اس سے ان دونوں سورتوں کے درمیان فاصلہ مراد ہے یعنی فاصلہ بسم اللہ شریف [illegible] دو سورتوں میں فاصلہ فرق کرتی ہے [illegible] دونوں سورتوں کے درمیان روشنی ہوگی [illegible] سورج وغیرہ کی نہ ہوگی نور الٰہی کی ہوگی رب تعالیٰ فرماتا ہے واشرقت الارض بنور ربہا [illegible] حضرت ابی ابن کعب [illegible] قرآن کریم [illegible] سوال [illegible] قرآن کریم کی تلاوت [illegible] حدیث [illegible] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] جواب [illegible] سینہ پر ہاتھ رکھ کر [illegible] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی ابن کعب کو [illegible] سینہ میں علوم کے دریا بہہ گئے [illegible] فرمان [illegible]

مسلم۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ وَكَّلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكٰوةِ رَمَضَانَ فَاَتَانِیْ اٰتٍ فَجَعَلَ یَحْثُوْا مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ وَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَعَلَیَّ عِیَالٌ وَلِیْ حَاجَةٌ شَدِیْدَةٌ قَالَ فَخَلَّیْتُ عَنْهُ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِیْرُكَ الْبَارِحَةَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَكَا حَاجَةً

مسلم روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے فطرہ کی حفاظت پر مقرر فرمایا تو ایک شخص آیا لپ بھرنے لگا میں نے پکڑلیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا وہ بولا میں محتاج ہوں میرے بال بچے ہیں اور مجھے سخت حاجت ہے فرماتے ہیں میں نے اسے چھوڑ دیا تو صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ رات تمہارے قیدی کا کیا بنا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے سخت حاجت

رمضان کے صدقہ فطر کی حفاظت پر یعنی صدقات ہی نہیں بلکہ علم دین مبارک ہے، اگر کتابیں پڑھے تاکہ دین اور رہبر مال کی ایک قطرہ کر کے تقسیم سب کچھ مل گیا۔ یعنی صحابہ کرام جو اپنے فطرے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر کر جاتے تھے تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود فقراء میں تقسیم فرما دیں تاکہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے رب تعالٰی قبول فرمائے اس جمع شدہ فطروں کی حفاظت اس دفعہ حضرت ابوہریرہ کے سپرد ہوئی۔ یعنی فطرے کا گندم چرانے اور لے جانے لگا میں نے اسے یہ حرکت کرتے دیکھ لیا۔ خیال رہے کہ ابلیس اور اس کی ذریت اور تمام جن پھل، مٹھائیاں سب کچھ کھاتے ہیں، ہاں سوائے ہڈی گوبر وغیرہ بھی کھاتے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بغیر بسم اللہ پڑھے کھانے تو شیطان کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ابلیس کو کھانے کی کیا حاجت اس سے معلوم ہوا کہ شیطان چوری کرتا ہے اس لئے آیۃ الکرسی وغیرہ وال پڑھ کر دم کر دی جائے تاکہ جن و انس کی چوری سے محفوظ رہے گا اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اولیاء اللہ خصوصاً صحابہ کرام شیطان کو دیکھ سکتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کی برکت سے ان کی آنکھوں سے غیبی حجاب اٹھ جاتے ہیں ان حضرات نے تو بارہا فرشتوں کو دیکھا جن کی کیا حقیقت ہے، دوسرے یہ کہ شیطان ان کی گرفت سے چھوٹ نہیں سکتا، وہ لوگ نورانی ہیں، نور کی طاقت نار سے زیادہ ہے جن کا ہاتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہو اس کی گرفت سے کون چھوٹے، تیسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے شیطان گھبراتا ہے، وہاں حاضری کی ہمت نہیں کرتا۔ خیال رہے کہ قرآن کریم شیاطین کے متعلق فرماتا ہے اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ کہ وہ اور اس کی ذریت تو تم کو دیکھتے ہیں مگر تم ان کو نہیں دیکھتے، آیت کا منشا یہ ہے کہ تم ان جنات کو ان کی اصلی شکل میں نہیں دیکھ سکتے، لیکن جب وہ شکل انسانی میں ہوں تو انہیں دیکھا جا سکتا ہے لہذا یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں (مرقات) یا آیت میں عام انسانوں کا ذکر ہے اور یہاں اللہ کے خاص بندوں کا تذکرہ ہے۔ اس سے قرض وغیرہ معلوم ہوا کہ شیطان جھوٹ بولتا، وہ محتاج ہے اور اس کے بال بچوں کو فاقہ ہے یعنی وہ اس کی نگاہ میں ہی بہت مسکین کرنے والوں کو وہ وہ مال پہنچاتا ہے جسے ناجائز دست غیب کہا جاتا ہے جائز دست غیب رب تعالٰی کی رحمت ہے، ناجائز دست غیب حرام ہے یا اس لئے چھوڑ دیا کہ ابھی اس نے چوری نہیں کی تھی ارادہ ہی کیا تھا یا چوری تو کر لی تھی مگر چوری کا مال پکڑنے سے پہلے حق العبد بھی ہے اور وہاں پکڑ کر حق اللہ بن جاتی ہے پہلی صورت میں بندہ اس کے مال چھین کر اسے چھوڑ سکتا ہے دوسری صورت میں معاف نہیں کر سکتا، لہذا کسی کے پاس جا کر اس نے زکوٰۃ وغیرہ اس سے چوری کرے تو ہاتھ نہ کٹیں گے کیونکہ اس مال میں اس کا بھی حق ہے جیسے بیوی بخیل خاوند کے

شَدِيدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ قَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ لِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ سَيَعُودُ فَرَصَدْتُهُ فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ لَا أَعُودُ فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَقَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ لِقَوْلِ

اور عیال کا عذر کیا اس پر مجھے رحم آگیا تو میں نے چھوڑ دیا حضور نے ارشاد فرمایا وہ جھوٹا ہے پھر آئے گا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کی وجہ سے یقین ہوگیا کہ وہ ضرور آئے گا میں اس کی تاک میں رہا وہ آیا اور غلہ لپ بھرنے لگا میں نے پکڑ لیا اور کہا اب کے تو تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ضرور لے چلوں گا۔ مجھے چھوڑ دے میں بہت محتاج ہوں اور بال بچوں کا بوجھ مجھ پر ہے اب نہ آؤں گا مجھے رحم آگیا اور میں نے چھوڑ دیا صبح ہوئی تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ تمہارے قیدی کا کیا ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے سخت حاجت اور بال بچوں کا عذر کیا مجھے اس پر رحم آگیا۔ — اس لیے چھوڑ دیا حضور نے فرمایا کہ وہ جھوٹا ہے اور وہ پھر آئے گا مجھے حضور کے ارشاد کی وجہ سے

ف: اس سے پہلے حق کے لیے غلہ پوری کرے تو مجرم نہیں کہ اس نے چوری نہیں کی بلکہ حق لیا بہر حال حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ابوہریرہ کو چھوڑ دینے کا کیا حق تھا کہ پہلے جب میں نماز پڑھنے کے لیے حاضر دربار ہوا تو پہلے ہی یہ عرض کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال فرمایا معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پر ظاہر ہو چکی تھی یہ مخفی ہے ایسی چیز ان سے مخفی نہیں وہ تو غیر کے عذر کے عذاب اور ہر ایک کے حال سے باخبر رہے ہیں۔ مصرع

چہ حاجت ... مافی الصدور (اقبال)

اس جگہ پر غیر کی مرض کی بڑی توجیہ کی گئی یعنی یہ کہ حضرت ابوہریرہ کو اس پر رحم کرنے کا بھی حق تھا اور چھوڑ دینے کا بھی اسی لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پر عتاب نہ فرمایا کہ ابوہریرہ تمہیں چھوڑ دینے کا کیا حق تھا۔ اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب بھی معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آئندہ ہونے والے واقعات کا رب تعالیٰ نے علم بخشا جو آئندہ ہونے والا ہے وہ بتا رہے ہیں۔ شعر

خدا مطلع ساخت بر حال غیب ۞ علی کل شیء خبیر آمدی

سلہ یعنی دوسری شب کو میں خوب چوکنا رہا سویا نہیں ... حضرت ابوہریرہ اس کا یہ قول ... اس کی تو دیکھا اسی ... سچا نہ تھا ... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے معلوم ہو چکا تھا ... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ پر عتاب نہ فرمایا لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے کوئی اعتراض نہیں ... خیال فرمایا ... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ... اس کی ... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پاک کی مخالفت نہیں ... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُّهٗ فَجَاۤءَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ
لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا اٰخِرُ ثَلٰثِ مَرَّاتٍ اَنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُوْدُ ثُمَّ
تَعُوْدُ قَالَ دَعْنِىْ اُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَّنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَاْ اٰيَةَ الْكُرْسِىِّ اَللّٰهُ
لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ حَتّٰى تَخْتِمَ الْاٰيَةَ فَاِنَّكَ لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبُكَ
شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهٗ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ

علیہ وسلم کے فرمانے سے وہ پھر آئے گا یقین ہو گیا کہ ضرور آئے گا میں گھات میں رہا وہ آیا اور لپیں بھرنے لگا میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا کہ اب تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں لے کر جاؤں گا یہ تیسری بار ہے کہ تو کہتا ہے پھر نہ آؤں گا اور پھر آتا ہے اس نے کہا مجھے چھوڑ دے میں تجھے ایسے کلمات بتاتا ہوں کہ اللہ ان کی برکت سے تجھ کو
نفع دے گا جب تو بستر پر جائے تو آیۃ الکرسی اللّٰہ لا الہ الا ہو الحی القیوم آخر آیت تک پڑھ لیا کر تجھ پر اللہ کی طرف سے ایک محافظ رہے گا اور صبح تک
شیطان تیرے قریب نہ آئے گا میں نے اس کو چھوڑ دیا صبح ہوئی تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ہوا . . .

اس کے چھوڑ دینے سے منع نہ کیا تھا اس لئے خیال ہو کہ شیطان معروف ہو یا کوئی اور شخص دوسری بار بھی پکا ارادہ تھا کہ اب نہ چھوڑوں گا مگر حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ جو کہ وہ کہتا ہے میں دادا تھا
اس نے جب یہ فرمایا کہ میں تم سے اس بات کو کہتا ہوں جو کہ اب دراز ہو گا اور پھر آ گیا کہ وہ ہرگز دونوں طرح کہا جاتا ہے جیسے کہ تیسری بار میں پکڑ لیا
اور میں حقیقت پھر گیا مطلب یہ ہے کہ تجھ کو صدیق و اخلاص میں آپ پر ایک کلام بتا کر احسان کرتا ہوں آپ کے عوض مجھ پر یہ احسان کریں کہ مجھے چھوڑ دیں کیونکہ اس
کے بدلہ احسان ہوتا ہے ابلیس کی اس خوشامد سے معلوم ہوا کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہوئے ڈرتا ہے اگر وہ حاضر ہو جاتے پھر رہائی ہو جاتا اب جیسے
اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو وہ شیطان سے بدتر ہے شیطان بھی تو خدا سے ڈر کر کہتا ہے اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ اور جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم
ہر مسلمان کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی محبت چاہیے شاعر اقبال یوں دعا کرتے ہیں شعر

مکن رسوا بروئے خواجہ مارا ۔ حساب من ز چشم او نہاں گیر

سوتے وقت سونے کے لئے بستر پر یا فرش خاک پر یا تخت پر بستر لگا کر عرف کی بنا پر ہے اور سونا خواہ دن میں ہو یا رات میں لیٹے لیٹے خود رب تعالیٰ نے
یا اس کا مقرر کردہ فرشتہ آپ کے جان و مال کی حفاظت کرے گا کہ گھر نہ گر جائے آگ نہ لگ جائے وغیرہ سے محفوظ رہے گا اور مال چوری وغیرہ سے
مصیبت اور دوسری احادیث میں وارد ہے یہ عمل بہت ہی مجرب ہے شیطان دینی یا دنیاوی نقصان پہنچانے کے لئے شیطان ابلیس آپ کے قریب نہ آ سکے گا ،
مطلقاً قریب آنے کی نفی نہیں البتہ حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ ہم آیۃ الکرسی پڑھ کر سوتے ہیں پھر بھی احتلام ہو جاتا ہے اور احتلام
شیطان سے ہوتا ہے وہاں آیۃ الکرسی کی برکت سے شیطان نماز قضا نہ کرا سکے گا کہ یہ دینی نقصان ہے یوں ہی اس کی برکت سے اولاً تو گھر میں چور سانپ وغیرہ آئیں گے
نہیں اگر اتفاقاً آ گئے تو شیطان اسے اس موقعہ پر غافل نہ کر سکے گا کہ اس میں دنیاوی نقصان ہے ان شاء اللہ آنکھ کھل جائے گی اور یہ شخص ان کے شر سے
محفوظ رہے گا اس بار رحم کھا کر نہ چھوڑا بلکہ اس کے احسان کے عوض ۔ اور اس چھوڑ دینے میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت نہ تھی

أَسِيرُكَ قُلْتُ زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللّٰهُ بِهَا قَالَ أَمَا إِنَّهُ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ وَ
تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثِ لَيَالٍ قُلْتُ لَا قَالَ ذَاكَ شَيْطَانٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
قَالَ بَيْنَمَا جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِيضًا مِنْ

تمہارے قیدی کا کیا ہوا میں نے عرض کیا اس نے کہا کہ مجھے ایسے کلمات سکھائے گا جن سے اللہ مجھے نفع دے گا حضور نے فرمایا وہ ہے تو جھوٹا مگر تم سے سچ بول گیا کیا
جانتے ہو کہ تم تین دن سے کس سے گفتگو کرتے رہے ہو میں نے کہا نہیں فرمایا یہ شیطان ہے (بخاری)۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں جب حضرت
جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے تو آپ نے اوپر سے آواز سنی

کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہ کیا بلکہ اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ شیطان قرآن شریف سے بھی واقف ہے اور آیات قرآنیہ کے احکام و اسرار و اشارات سے بھی خبردار ہے، امام فخر الدین رازی نے فرمایا کہ شیطان ہر دین کے اچھے برے اعمال سے تفصیل وار واقف ہے، اور ہر شخص کی نیت و ارادہ پر مطلع ہے اس کے بغیر وہ خلق کو بہکا نہیں سکتا جب اس بہکانے والے کے علم کا یہ حال ہے تو خلق کے ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا کیا پوچھنا، دوسری طاقت بیماری سے زیادہ چاہیے قرآن کریم فرماتا ہے اِنَّهٗ یَرٰىکُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ شیطان اور اس کی ذریت تم سب کو دیکھتے ہیں مگر تم انہیں نہیں دیکھتے یعنی وہ حاضر ناظر ہے، کیوں؟ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے، تو جس کے ذمہ خلق کی ہدایت ہے وہ بھی حاضر ناظر ہیں صلی اللہ علیہ وسلم، دوسرے یہ کہ شیطان کافر کبھی کبھی سچ بول دیتا ہے، تیسرے یہ کہ مومن کو چاہیے جہاں سے اچھے علم ملیں لے لے، مگر بد دین کو استاد دین کا نہ بنائے، یہاں حضرت ابوہریرہ نے شیطان کو استاد نہ بنایا جیسے قابیل کو کوے نے طریقہ دفن سکھایا، مگر کوا ان کا استاد نہ تھا، خیال رہے کہ کافر بد دین کی اچھی بات پر بلا اعتماد کرنے لگنا ہے وہ شہد میں زہر ہو رہا ہوں یہاں جناب ابوہریرہ نے شیطان کی جب مانی جبکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تائید و تصدیق فرمادی، چوتھے یہ کہ آیۃ الکرسی دفع شیطان کے لئے اکسیر ہے خود شیطان اس کی خبر دے گیا کہ میرے بھاگنے کا ذریعہ آیۃ الکرسی ہے بھگانے والے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی تائید فرمادی، اور بھاگنے والے مردود نے بھی اس کی خبر دے دی، پانچویں یہ کہ کافر کی سچی بات کی مسلمان تصدیق و تائید کر سکتا ہے، چھٹے یہ کہ ابلیس شاید اس مال میں برکت ختم کرنے آیا تھا ورنہ اسے چوری کرنے کی کیا ضرورت تھی، یہ حدیث تسخیر جنات کی اصل ہے بعض عامل حضرات جنات کو اپنے عمل سے قید کر دیتے ہیں، بالکل حق ہے دلیل یہ حدیث ہے۔ فقیر کی اس مذکورہ شرح سے حسب ذیل اعتراضات اٹھ گئے، اول یہ کہ حضرت ابوہریرہ کو شیطان نظر کیسے آگیا قرآن پاک فرماتا ہے کہ تم انہیں نہیں دیکھ سکتے، دوسرے یہ کہ حضرت ابوہریرہ کی گرفت میں شیطان کیونکر آگیا وہ ہوا یا آگ کے شعلہ کی طرح ہے جسے پکڑا نہیں جاسکتا، تیسرے یہ کہ شیطان کو چوری کی کیا ضرورت ہے، چوتھے یہ کہ حضرت ابوہریرہ کو اسے پکڑ کر چھوڑ دینے کا کیا حق تھا، پانچویں یہ کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا کہ وہ جھوٹا ہے، اور پھر آئیگا۔ تو جناب ابوہریرہ نے اس کی بات کا اعتبار کیوں کیا، چھٹے یہ کہ شیطان کو کیا خبر کہ قرآن کریم کی کس آیت میں کیا تاثیر ہے، ساتویں یہ کہ اس سے لازم آیا کہ شیطان حضرت ابوہریرہ کا استاد ہو گیا۔

سمع کا فاعل حضرت جبریل علیہ السلام ہیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض شارحین نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں کیونکہ اگلی ضمیریں بھی انہیں کی طرف راجع ہیں نقیض نقض سے بنا جیسے ٹوٹنا چیز ٹوٹنے اور لکڑی وغیرہ کے ٹوٹنے کے وقت کٹ کی آواز پیدا ہوتی ہے اس لئے اب ہر سخت آواز کو نقیض کہہ دیتے ہیں

فَوْقِهٖ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ فَقَالَ هٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ فَقَالَ اَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ اُوْتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَاَ بِحَرْفٍ مِّنْهُمَا اِلَّا اُعْطِيْتَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاٰيَتَانِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَاَ بِهِمَا فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو آپ نے سر مبارک اٹھایا حضرت جبریل نے عرض کیا کہ آسمان کا ایک دروازہ کھولا گیا جو آج کے سوا کبھی نہ کھولا گیا تھا اس سے ایک فرشتہ اترا جبریل نے کہا یہ فرشتہ زمین پر آج سے پہلے کبھی نہیں اترا اس نے سلام کیا پھر بولا آپ خوش ہوجائیں ان دو نوروں سے جو آپ کو دیئے گئے جو آپ سے پہلے کسی کو نہ دیئے گئے سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں ان دونوں کا ایک حرف بھی آپ نہ پڑھیں گے مگر آپ کو وہ عطا کیا جائے گا (مسلم) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بقرہ کی آخری دو آیتیں جو کوئی انہیں رات میں پڑھے تو وہ اسے کافی ہیں (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابو الدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

خیال رہے کہ آسمان کے بے شمار دروازے ہیں جن سے مختلف چیزیں آتی جاتی ہیں بعض دروازوں سے رزق آتا ہے بعض سے عذاب بعض سے وحی وغیرہ بعض سے خاص فرشتے اترتے ہیں۔ ایک دروازہ وہ بھی ہے جو صرف معراج کی رات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھولا گیا۔ آج کا یہ دروازہ اس فرشتے کے لیے کھولا گیا تھا اس سے پہلے یہ فرشتہ کبھی زمین پر آیا تھا نہ یہ دروازہ کبھی کھلا تھا یعنی کسی کام کے لیے زمین پر یا کسی پیغمبر کو کوئی پیغام سنانے کے لیے یہ فرشتہ صرف آج ہی آیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خدمت میں آیا۔ اس فرشتہ کا نزول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت و عزت کے اظہار کے لیے تھا ورنہ یہ پیغام تو حضرت جبریل بھی عرض کرسکتے تھے۔ چونکہ یہ دونوں سورتیں دنیا میں سیدھے راستہ کی ہادی ہیں اور پل صراط پر روشنی جس کے ذریعہ ان کی تلاوت کرنے والا اس سے طے کریگا اس لیے انہیں نور فرمایا خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی سراپا نور ہیں۔ یعنی آپ سے پہلے نبیوں میں سے کسی کو ایسی شاندار آیات و سورتیں نہ ملیں توریت انجیل وغیرہ میں ایسی شان کی آیات نہیں یوں تو سارا قرآن شریف ہی ان کتب سے افضل ہے مگر یہ آیات جیسی افضل ہیں۔ یعنی سورۂ بقرہ کا آخری رکوع لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ سے عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ تک۔ یعنی ان آیات کے ہر حرف کی تلاوت پر آپ کو اور آپ کے طفیل سے آپ کی امت کو خصوصی ثواب ملے گا علاوہ تلاوت کے ثواب کے کہ وہ ثواب تو قرآن شریف کے تمام حروف پر ہے دس دس۔ یا حرف سے مراد آیت ہے یعنی ان میں جو آیات دعائیں ہیں ان میں سے ہر آیت قبول ہوگی اور اس آیت کی دعا ضرور منظور ہوگی۔ یعنی ان دونوں جگہ میں بہت شاندار دعائیں ہیں۔ یعنی سوتے وقت ان کی تلاوت کرنے والا ان شاء اللہ رات بھر ہر دکھ درد سے محفوظ رہتا ہے اور اگر اتفاقاً کبھی آ بھی جائیں تو اللہ مشکل حل کردیتا ہے یا تمام وظیفوں کی طرف سے کافی ہیں، یا نماز تہجد میں جو ان آیتوں کی تلاوت کیا کرے تو بہت سی تلاوت سے کافی ہیں۔ نماز تہجد میں اس کی تلاوت ضرور کی جائے کہ بہت ہی مفید ہے ایک رکعت میں یہ آیات پڑھے دوسری میں اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ تک ان شاء اللہ اس سے حضور قلبی بھی نصیب ہوگا اور بہت فیضان بھی میسر ہوگا۔ اگر یہ سورتیں رات میں بھی پڑھ لی جائیں اور تہجد میں بھی بہت مفید ہے۔

مَنْ حَفِظَ عَشْرَ اٰيَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَاَ فِيْ لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ قَالُوْا وَكَيْفَ
يَقْرَاُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ قَالَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ يَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا عَلٰى سَرِيَّةٍ وَكَانَ
يَقْرَاُ لِاَصْحَابِهٖ فِيْ صَلٰوتِهِمْ فَيَخْتِمُ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

کہ جو شخص سورۂ کہف کی اول دس آیتیں پر پابندی کرے وہ دجال سے محفوظ رہے گا (مسلم) انہیں صحابی سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تم میں سے کوئی عاجز ہوگا کہ رات میں تہائی قرآن پڑھ لیا کرے؟ لوگ بولے تہائی قرآن کیسے پڑھا جا سکتا ہے؟ فرمایا قل ہو اللہ احد تہائی قرآن کے برابر ہے (مسلم، بخاری میں حضرت ابوسعید سے یہ روایت ہے) حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو لشکر کا سردار بنا کر بھیجا وہ اپنے ساتھیوں کی امامت نماز میں کرتا تھا تو ہمیشہ قل ہو اللہ احد پر قرأت ختم کرتا تھا جب یہ لوگ لوٹے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا

ف: اس طرح کہ روزانہ ان کی تلاوت کر لیا کرے یا ہر جمعہ کو بعض لوگ ہر جمعہ کو سورۂ کہف کی تلاوت کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ علی قاری کہتے ہیں کہ دجال سے مراد وہی بڑا دجال ہے جو قرب قیامت نکلے گا اس کا فتنہ اتنا سخت ہوگا کہ ہر نبی نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا یعنی اگر اس کی تلاوت کرنے والے کے زمانہ میں دجال ظاہر ہو تو ان شاء اللہ اس کے فتنے سے محفوظ رہے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ دجال سے مراد تمام فتنہ گر بے دین لوگ مراد ہوں جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تیس دجال پیدا ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے ان آیات کی برکت سے یہ شخص ہر بے دین کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ اس لئے کہ ان میں اصحاب کہف کا ذکر ہے کہ وہ کافر بادشاہ کے شر سے محفوظ رہے، ان آیات پڑھنے والے پر انشاء اللہ دجال کا فتنہ نہیں ہوگا بعض روایات میں آخری آیات ارشاد ہوئیں گویا دونوں ہی داخل ہیں غرض یہ حدیث اس کا مطلب نہیں کہ بالفعل دس پارے کی تلاوت مشکل ہے ایک دو دن تو ہمت کر کے پڑھا جا سکتا ہے مگر شارحین نے اس جملہ کے بہت معنی لکھے ہیں، بہترین معنی یہ ہیں کہ ایک بار قل ہو اللہ احد پڑھنے کا ثواب دس پارے تلاوت کرنے کے برابر ہے، لہٰذا تین بار تلاوت کر لینے سے سارا قرآن شریف پڑھ لینے کا ثواب ہے ختم شریف وغیرہ میں تمام سورتیں ایک ایک بار پڑھی جاتی ہیں مگر سورۂ اخلاص تین بار، اس عمل کی اصل یہی حدیث ہے، خیال رہے کہ قرآن کریم میں تین قسم کے مضامین ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، قصے، احکام اور سورۂ اخلاص میں ذات و صفات الٰہی کا کلی ذکر ہے، اسی لئے یہ سورۃ قرآن کریم کے تہائی کا ثواب رکھتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حمد الٰہی کی آیات دیگر آیات سے افضل ہیں شاید کیونکہ امامت کا حق سلطان اسلام یا سردار قوم کو ہے جبکہ وہ علم شریعت رکھتے ہوں، چونکہ یہ اس فوج کے کمانڈر تھے اسی لئے ان کے امام بھی رہے۔ یعنی ہر نماز کی آخری رکعت میں اور جماعت کی دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد قل ہو اللہ احد پڑھا کرتے تھے قرأت ختم کرنے کے یہی معنی ہیں یہ مطلب نہیں کہ ہر رکعت میں اور سورۃ پڑھ کر قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے کیونکہ یہ تو مکروہ ہے شاید یہ واقعہ نفل کا ہے یا شاید کیونکہ صحابہ کرام نماز میں کوئی سورۃ مقرر نہ کرتے تھے، فرائض میں یہ مکروہ بھی ہے ہاں نوافل میں سورتوں کا تقرر جائز ہے مثلاً کوئی شخص ہمیشہ تہجد میں قل ہو اللہ ہی پڑھا کرے اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد کی شکایت استاد سے مرید کی شکایت پیر سے، بیٹے کی اپنے امام کی شکایت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَلُوْهُ لِاَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فَسَاَلُوْهُ فَقَالَ لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ وَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَاَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قَالَ اِنَّ حُبَّكَ اِيَّاهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ مَعْنَاهُ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ

حضور انور نے فرمایا ان سے پوچھو ایسا کیوں کرتے تھے[1] لوگوں نے ان سے پوچھا وہ بولے اس لیے کہ یہ رحمٰن کی صفت ہے مجھے اس کا پڑھنا بڑا پسند ہے[2] تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں خبر دو کہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ میں اس سورۃ قل ہو اللہ احد سے بڑی محبت کرتا ہوں حضور نے فرمایا تیری یہ محبت تجھے جنت میں پہنچا دیگی[4] ترمذی اور بخاری نے اس کے معنی کی حدیث کی[5] روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں

سے یعنی سلام سے کر سکتے ہیں یہ غیبت نہیں بلکہ اصلاح ہے یہ صاحب نماز مختصر کرنے کیلئے قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے یا اس لئے کہ انہیں دوسری سورتیں کم یاد ہیں یا کسی اور وجہ سے معلوم ہوا کہ فریقین کا بیان سن کر حاکم کو فیصلہ کرنا چاہیئے نہ کہ صرف ایک فریق کا بیان سن کر دیکھو حضور علیہ السلام نے ان کی بات سن کر فرشتوں میں سے ایک کا بیان سن کر فیصلہ دیا تھا یہ حدیث تعلیم فیصلہ کے لئے ہے۔ یعنی مجھے اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اور عاشق کو اپنے محبوب کا ذکر پیارا ہوتا ہے اور وہ سورۃ ذکر رب ہے اس لئے میں ہی نماز میں اکثر یہ سورت پڑھا کرتا ہوں اور دوسری سورتیں بھی پڑھیں گے یا تو اس سورۃ سے محبت کرنے کی بنا پر یا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کی بنا پر اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی آیات ذات و صفات الٰہی سے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جانے کا ذریعہ ہے ایسے ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بلکہ ان کی اطاعت خدا کی محبوبیت کا ذریعہ ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سب جیسوں کے ایسے حالات سے خبردار ہیں جن کی خود انہیں بھی خبر نہیں، محبوب خدا یا مردود بارگاہ ہونا ایک ایسی چھپی ہوئی صفت ہے جو کسی دلیل یا علامت سے معلوم نہیں ہو سکتی مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بھی خبردار ہیں اس ایک جملہ میں اس کے تقوے پر استقامت ایمان پر خاتمہ قبر و حشر میں نجات جنت میں داخلہ سب کی خبر دے دی گئی۔ ظاہر یہ ہے کہ ان صحابی کو ہمیشہ نماز میں سورہ اخلاص پڑھنے کی اجازت دے دی گئی یہ اجازت ان کی خصوصیات سے ہے دوسروں کے لئے یہ عمل مکروہ ہے اسی لئے دوسرے صحابہ نے یہ خوشخبری سن کر خود یہ عمل شروع نہ کر دیا لہٰذا یہ حدیث فقہی مسئلہ کے خلاف نہیں کہ اس طرح کرنے والے کا نام کلثوم ابن زہم ہے، پہلا قول زیادہ قوی ہے، مرقات[5] سبحان اللہ کیا مختصر اور جامع جواب ہے یعنی تو اس سورت سے محبت کی بنا پر اللہ کا پیارا بن جائیگا۔ اور اللہ کے پیارے کی جگہ جنت ہی تو ہے، بعض لوگ سورہ اَلَمْ نَشْرَحْ، وَالضُّحٰى اور سورہ فتح و احزاب سے بھی محبت کرتے ہیں اس لئے کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کی سورتیں ہیں ان کی یہ محبت بھی انشاء اللہ جنتی ہونے کا ذریعہ ہے[6] یہ مصنف پر اعتراض ہے کہ اس نے پہلی فصل میں ترمذی کی حدیث نقل کی حالانکہ بخاری میں اس کی شکل موجود تھی چنانچہ بخاری نے حضرت انس سے تعلیقاً ایک لمبا واقعہ روایت کیا کہ ایک انصاری مسجد قبا شریف میں امام تھے وہ ہر رکعت میں الحمد پڑھ کر پہلے سورہ اخلاص پڑھتے پھر دوسری سورۃ اس پر مقتدیوں نے اعتراض کیا انہوں نے فرمایا کہ میں امامت چھوڑ دونگا مگر سورہ اخلاص پڑھنا نہیں چھوڑونگا چونکہ وہ افضل صحابہ میں سے تھے اس لئے لوگ ان کی امامت کو غنیمت جانتے تھے ایکبار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا کی زیارت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَمْ تَرَ اٰيَاتٍ اُنْزِلَتِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيْهِمَا فَقَرَاَ فِيْهِمَا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهٖ يَبْدَاُ بِهِمَا عَلٰى رَاْسِهٖ وَوَجْهِهٖ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَمَّا اُسْرِيَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَابِ الْمِعْرَاجِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تمہیں خبر نہیں کہ آج رات وہ آیتیں اتریں جن کی مثل کبھی دیکھی نہ گئیں یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر رات جب بستر پر تشریف لاتے ۲؎ تو اپنے ہاتھ جمع کرتے پھر ان میں پھونکتے ۳؎ پھر ان میں قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے ۴؎ پھر جہاں تک ہو سکتا اپنے جسم پر ہاتھ پھیرتے ۵؎ ان سے شروع فرماتے سر مبارک اور چہرہ پاک کے سامنے والے حصے سے ۶؎ یہ تین بار کرتے تھے ۷؎ (مسلم، بخاری) اور حضرت ابن مسعود کی یہ حدیث کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی ان شاء اللہ باب المعراج میں بیان کریں گے ۸؎ ...

۱؎ یعنی شب میں متعدد آیات وعالی میں پیش کیا گیا جس پر سرکار نے ان کا بیان سے کر یہ فیصلہ دیا مرقات اس حدیث کو ترمذی اور بیہقی نے بھی روایت کیا۔ ۲؎ الم تر میں عام مسلمانوں سے خطاب ہے اور یہ فرمان اظہار تعجب یا ان سورتوں کی اہمیت دکھانے کے لیے ہے پہلے تعوذ اور جھاڑ پھونک کے متعلق جتنی آیتیں آئی تھیں ان سب میں یہ سورتیں افضل ہیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ قل ہو اللہ احد تو ان سورتوں سے بھی افضل ہے۔ ۳؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بسم اللہ سورۃ کا جز نہیں کہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کا ذکر نہ فرمایا قل اعوذ سے سورۃ کی ابتدا فرمائی نیز یہ بھی کہ بسم اللہ شریف ان کی جز نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ یہ دونوں سورتیں قرآن میں ہیں اسی پر امت کا اجماع ہے لہذا جو انہیں قرآن نہ مانے وہ کافر ہے اور جو کہا گیا ہے کہ حضرت ابن مسعود اور ابی ابن کعب نے انہیں قرآن نہ مانا غلط ہے ان بزرگوں پر تہمت ہے مرقات۔ ۴؎ ان روایات کے مجموعے سے معلوم ہوا کہ یہ عمل دن کے قیلولہ میں نہ کرتے تھے صرف رات کو سوتے وقت کرتے تھے بستر سے مراد خوابگاہ ہے لہذا اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جنگل میں بھی رات کو سوتے تو یہ عمل کرکے سوتے۔ ۵؎ نفخ اور نفث دونوں کے معنے ہیں پھونکنا مگر نفخ میں محض سانس نکالنا ہوتا ہے اور نفث میں سانس کے ساتھ کچھ لعاب بھی شامل ہوتا ہے۔ ۶؎ یہاں فقرؤ کی فاء ایسی ہے جیسے رب تعالٰی کا فرمان فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ۔ یا جیسے اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم۔ یعنی جب بستر پر لیٹنے کا ارادہ کرتے تو پہلے تو سورتیں پڑھتے یہ مطلب نہیں کہ دم تو پہلے کر لیتے اور سورتیں بعد میں پڑھتے لہذا ہمارا ترجمہ درست ہے بعض کے خلاف نہیں بعض نسخوں میں و قرأ ہے تب تو بالکل واضح ہے۔ ۷؎ تاکہ قرآن کی برکت کے ساتھ اپنے سانس اور ہاتھ شریف کی برکتیں بھی شامل ہو جاویں اس سے بزرگوں کا دم درود یا مریض کی جگہ ہاتھ رکھ کر یا ہاتھ پھیر کر دم کرنا ثابت ہوا۔ ۸؎ ہم کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیے اس میں آفات سے حفاظت ہے۔ ۹؎ یہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی مگر ہم اسے باب المعراج میں بیان کریں گے کیونکہ وہ اس باب سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔

الفصل الثانی عن عبد الرحمن بن عوف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلثة تحت العرش یوم القیمة القرآن یحاج العباد له ظهر وبطن والامانة والرحم تنادی الا من وصلنی وصله الله ومن قطعنی قطعه الله رواه فی شرح السنة وعن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقال لصاحب القرآن اقرأ وارتق ورتل کما کنت ترتل فی

دوسری فصل روایت ہے حضرت عبدالرحمن بن عوف سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی آپ نے فرمایا قیامت کے دن تین چیزیں عرش کے نیچے ہوں گی ایک قرآن کریم جو بندوں سے جھگڑے گا قرآن کا ایک ظاہر ہے ایک باطن دوسری امانت تیسری رحم جو پکار رہا ہوگا کہ جس نے مجھے جوڑا اللہ اسے جوڑے اور جس نے مجھے توڑا اللہ اسے توڑے (شرح سنہ) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن والے سے کہا جائے گا کہ پڑھ اور چڑھ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسے دنیا میں ٹھہر کر پڑھتا

۱؎ یعنی ان تین چیزوں کو بہت ہی عزت و قرب الٰہی عطا فرمایا جائے گا کہ خاص عرش اعظم کے نیچے انہیں جگہ دی جائے گی جیسے وزیر کی نشست بادشاہ کے قریب ہوتی ہے اور ان کے طفیل ان کے عاملوں کو بھی عرش کا قرب نصیب ہوگا ان شاء اللہ ان کا ذکر فارغ ذکر کرے گا ۲؎ جھگڑنے سے مراد قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر عمل کرنے والے مسلمان ہیں اور جھگڑنے سے مراد جھگڑ جھگڑ کر ان کی شفاعت کرنا ہے یعنی قرآن شریف اپنے تلاوت کرنے والوں اور اپنے عاملین کی شفاعت رب تعالیٰ سے جھگڑ جھگڑ کر کرے گا یہ جھگڑا اعتقادی نہیں بلکہ ناز کا ہوگا ۳؎ یعنی قرآن پاک کے بعض معنی ظاہر ہیں جو عام مسلمان سمجھ لیتے ہیں بعض مخفی جو وجب استادیل ہیں جن تک علماء کی رسائی ہے یا تلاوت قرآن پاک کا ایک ظاہر ہے یعنی الفاظ کا زبان سے پڑھنا اور ایک باطن یعنی اس میں غور و تدبر کرنا یا شرعی احکام قرآن کا ظاہر ہے اور طریقت کے اسرار اس کا باطن جیسے ہم انسان ہمارا ظاہر ہے اور روح انسان ہمارا باطن مطلب یہ ہے کہ قرآن کی شفاعت بقدر تعلق ہوگی ظاہر قرآن والوں کی شفاعت اور قسم کی کرے گا اور باطن قرآن سے تعلق رکھنے والوں کی شفاعت اور قسم کی کرے گا ۴؎ امانت سے مراد خلق و خالق کے حقوق ہیں جو ہم پر واجب الادا ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال امانت کے یہ معنی ہی کئے گئے ہیں یا امانت سے مراد عشق الٰہی اور عشق رسول ہے کہ قرآن کو عشق سے بہت تعلق ہے شعر [illegible] ۵؎ رحم سے مراد آپس کے قرابت داریاں ہیں چونکہ ان قرابت داریوں کا تعلق عورت کے رحم سے ہے اس لئے ان قرابتوں کو رحم فرمایا جاتا ہے چونکہ اہل قرابت کے حقوق ادا کرنا بہت ضروری ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے وآت ذا القربی حقه الخ اسی لئے رحم بھی وہاں ہوگا خیال رہے کہ دنیا کے اعمال کل قیامت میں جسم ہو کر نمودار ہوں گے اعمال کی شکل و صورت ہوگی یہ بات بھی کریں گے جیسے یہاں خواب میں اعراض اجسام نظر آتے ہیں ۶؎ یعنی دنیا میں جس نے اپنے اہل قرابت کے حقوق ادا کئے تھے آج اسے قرب الٰہی اور رحمت الٰہی نصیب ہوں گے اور جس نے دنیا میں اپنے اہل قرابت کے حقوق ادا نہ کئے ان سے تعلق توڑ رکھا آج وہ خدا کی رحمت سے محروم ہے رحم کا یہ پکارنا رب تعالیٰ کے حکم سے ہوگا جیسے حکام کے چپراسی کچہری کے دروازے پر اعلانات کرتے ہیں خیال رہے کہ یہ تینوں قسم کے حق ہیں اللہ تعالیٰ کے عام انسانوں کے اور خاص قرابت والوں کے قرآن پاک کا تعلق حقوق اللہ سے ہے امانت کا تعلق عام لوگوں سے ہے اور رحم کا تعلق اپنے عزیز و قرابت داروں سے اس لئے یہ تینوں عرش اعظم کے نیچے ہوں گے کامیاب بندہ وہ ہے جو ان سب حقوق کو ادا کرکے جائے ۷؎ قرآن والے سے مراد وہ مسلمان ہے جو ہمیشہ تلاوت کرتا ہو اور اس پر عامل ہو وہ شخص نہیں جو قرآن پڑھتا ہو اور قرآن اس پر لعنت کرتا ہو کہ تلاوت تو عذاب الٰہی کا باعث ہے بعض اگر اور

الدُّنْيَا فَاِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَاُهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الَّذِيْ لَيْسَ فِيْ جَوْفِهٖ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْاٰنُ عَنْ ذِكْرِيْ وَمَسْاَلَتِيْ اَعْطَيْتُهٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِي السَّائِلِيْنَ وَفَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ

کہ تیرا ٹھکانہ وہاں ہوگا جہاں تو آخری آیت پڑھے (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کے سینے میں قرآن نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے (ترمذی، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رب تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے جسے قرآن مجید میرے ذکر اور مجھ سے مانگنے سے روک دے اسے میں اس سے بہتر دوں گا جو مانگنے والوں کو دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی فضیلت

عیسائی بھی قرآن پاک پر اعتراضات کرنے کے لئے قرآن پاک پڑھتے بلکہ حفظ تک کر لیتے ہیں، پنڈت کالی چرن چودہ پاروں کا حافظ ہوا۔ مرقات نے فرمایا کہ جنت کے درجات اوپر چڑھ جس قدر درجے کی جنتی (اسی قدر) بہتر، انشاء اللہ اس دن تلاوتِ قرآن مومن کے لئے پروں کا کام دے گی یا اس سے مراتبِ قرب الٰہی میں ترقی کرنا مراد ہے یعنی تلاوت کرتا جا اور رب سے قریب تر ہوتا جا۔

ے یعنی جہاں تیرا پڑھنا ختم ہو وہاں تیرا ٹھکانہ۔ وہاں اسی قدر تلاوت کرسکے گا جس قدر تلاوت دنیا میں کرتا تھا اور جس طرح آہستہ یا جلدی یہاں تلاوت کرتا تھا اسی طرح وہاں کرے گا اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ جنت کے چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ درجے ہیں کیونکہ قرآن کریم کی آیات اتنی ہی ہیں اور ہر آیت پر ایک درجہ ملے گا، اگر درجے اس سے کم ہوں تو یہ حساب کیسے درست ہو اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان، مرقات۔ دوسرے یہ کہ جنت میں کوئی عبادت نہ ہوگی سوائے تلاوتِ قرآن کے، مگر یہ تلاوت بطور ترقی درجات کے لئے ہوگی جیسے فرشتوں کی تسبیح۔ تیسرے یہ کہ دنیا میں تلاوتِ قرآن کریم کا عادی بعد موت انشاء اللہ حافظِ قرآن ہو جائے گا ورنہ یہ شخص وہاں بغیر قرآن دیکھے سارا قرآن کیسے پڑھتا۔ چوتھے یہ کہ بغیر ترجمہ سمجھے بھی تلاوت بہت مفید ہے کہ یہاں تلاوت کو مطلق رکھا گیا۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ قرآن میں تفکر کرنا محض تلاوت سے افضل ہے اسی لئے حضرت صدیق اکبر حفاظ صحابہ سے افضل ہوں گے جنت میں سب امت سے اونچے درجہ میں وہ ہی ہوں گے جو سب سے حقیقی معنی ہیں جیسے اسی لئے مسلم میں ہے کہ جوف یعنی خالی پیٹ والا کہتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ۔ مگر یہاں جوف سے مراد دل یا سینہ ہے گھر کی آبادی انسان و سامان سے ہے دل کی آبادی قرآن سے باطن یعنی روح کی آبادی ایمان سے تو جسے قرآن بالکل یاد نہ ہو یا اگرچہ یاد تو ہو مگر کبھی اس کی تلاوت نہ کرے یا اس کے خلاف عمل کرے اس کا دل ایسا ہی ویران ہے جیسے انسان و سامان سے خالی گھر۔ شعر

آباد وہی دل ہے کہ جس میں تمہاری یاد ہے ⁂ جو یاد سے غافل ہوا ویران ہے برباد ہے

ے قرآن سے مراد حفظ قرآن یا تلاوتِ قرآن یا تفکر و تدبر فی القرآن ہے جیسے جو حافظ یا قاری قرآن یاد کرنے یا پڑھانے میں یا عالم دین قرآن کریم سے مسائل مستنبط کرنے

عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ
وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ
أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ

تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالٰی کی فضیلت اپنی مخلوق پر (ترمذی، دارمی، بیہقی شعب الایمان) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کتاب اللہ (قرآن کریم) کا ایک حرف پڑھے گا تو اسے ایک نیکی اور نیکی کا دس گنا ملے گا میں نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے (ترمذی، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث

میں اتنا مشغول رہے کہ اسے دیگر وظیفے و دعاؤں کا وقت ہی نہ ملے، اسی طرح جو معلم تعلیم علوم قرآن کی مشغولیت کی وجہ سے درود وظیفے دعائیں نہ کر سکے یہاں دعاؤں وظیفوں سے مراد وہ دعائیں وظیفے ہیں جو قرآن مجید کے علاوہ ہیں، ورنہ قرآن شریف میں خود بہت دعائیں وظیفے ہیں۔ لہ اعطی اسم کا صیغہ ہے اسی لئے سائلین منصوب آیا خیال رہے کہ رب تعالٰی سے دعائیں مانگنا صراحۃً اور عبادات سے بھیک مانگنا ہے مگر تلاوت قرآن یا تعلیم قرآن بالواسطہ بھیک ہے جیسے ہمارے دروازہ پر بھکاری کھڑے ہو کر ہماری تعریفیں کرتے ہیں کہ آپ بڑے سخی داتا ہیں یوں ہی درود شریف بھی بالواسطہ دعا ہے بھکاری سخی کے بال بچوں کو دعائیں دے کر در پردہ بھیک مانگتے ہیں بچے جیتے رہیں جان مال کی خیر ہو، ہم بھی رب تعالٰی کے محبوب کو دعائیں دیتے کہ اس سے بھیک مانگتے ہیں اسی لئے درود شریف کے متعلق بھی مشکوٰۃ شریف میں گذر چکا کہ جو شخص درود شریف میں مشغولیت کی وجہ سے دعا نہ مانگ سکے اس کے تمام ضروریات خود ہی پورے ہو جائیں گے درد اور رنج و غم خود دور ہی دفع ہوتے رہیں گے۔

۲؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ جملہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فرمان عالی ہے جیسے کلام کی شان متکلم کی شان کے بقدر ہوتی ہے، ایک بات فقیر کہے تو کوئی اس پر کوئی دھیان بھی نہیں دیتا وہی بات بادشاہ کہے تو دنیا میں دھوم مچ جاتی ہے چونکہ کلام اللہ رب تعالٰی کا کلام ہے اس لئے تمام مخلوق کے کلام سے یقیناً افضل ہے، اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بعد خدا تمام خلق سے افضل ہیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث تمام خلق کے کلام و بعد قرآن افضل ہونگی ۳؎ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے عطیہ عوفی کے کہ ان میں کچھ ضعف ہے، مگر فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی معتبر ہے خصوصاً جبکہ دوسری روایتوں یا قرآنی آیتوں سے اسے قوت پہنچ جائے اس حدیث کو دوسری اسنادوں سے قوت حاصل ہے اس لئے امام ترمذی نے حسن فرمایا ۴؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں حرف سے مراد وہ حرف ہے جو جدا جدا پڑھا جائے لہذا الٓمّٓ میں تین حرف ہیں اور ذٰلک میں ایک، صاحب مرقات مگر قوی تر یہ ہے کہ حرف سے مراد مطلقاً حرف ہے خواہ علیحدگی کے قابل ہوں یا نہ ہوں کیونکہ حدیث پاک میں کوئی قید نہیں، لہذا قرآن کریم میں لفظ اللہ پڑھنے سے چالیس نیکیاں ملیں گی خیال رہے کہ قرآن پاک میں خبیث چیزوں کے نام بھی ہیں جیسے ابی لہب، ابلیس، الشیطان، خنزیر وغیرہ مگر ان ناموں کی تلاوت پر بھی ثواب اسی حساب سے ہوگا کہ یہ حروف یا ان کے ترجمے برے نہیں بلکہ ان کے مصداق خبیث ہیں یہ تحقیق خیال میں رکھی جائے ۵؎ اس فرمان میں اسی آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ أَمْثَالِهَا یہ تو ادنیٰ ثواب ہے آگے رب تعالٰی کا فضل ہماری شمار سے باہر ہے وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ مرقات میں فرمایا کہ یہ

حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ إِسْنَادًا ، وَعَنِ الْحَارِثِ قَالَ مَرَرْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ يَخُوضُونَ فِي الْأَحَادِيثِ فَدَخَلْتُ عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ أَوَقَدْ فَعَلُوهَا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَمَا إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَلَا إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ قُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ كِتَابُ اللهِ فِيهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ هُوَ الْفَصْلُ

اسنادًا حسن ہے صحیح بھی غریب بھی۱ روایت ہے حضرت حارث سے فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں گزرا تو لوگ بات چیت میں مشغول تھے۲ تو میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا آپ کو اس کی خبر دی۳ تو فرمایا کیا لوگ یہ حرکت کرنے لگے میں بولا ہاں فرمایا آگاہ رہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قریب فتنے ہوں گے۴ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان سے رہائی کی سبیل کیا ہے۵ فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب۶ جس میں تمہارے اگلوں کی خبریں اور پچھلوں کی خبریں ہیں۷ تمہارے آپس کے فیصلے ہیں۸ قرآن فیصلہ کن ہے

ثواب تو عام تلاوتوں کا ہے، مکہ معظمہ و مدینہ میں تلاوت کا ثواب اس حدیث سے معلوم کرو کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے اور مدینہ پاک میں پچاس ہزار۔ ۵ چونکہ عربی میں حروف مبانی، حروف معانی یعنی حرف ہجا اور حرف معنیہ، مطلقاً کلمہ سب کو ہی کہا جاتا ہے۔ اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ تفسیر فرمائی کہ الف لام میم کو حرف فرمایا جاتا ہے ورنہ یہ حرفوں کے نام یعنی اسمائے حروف ہیں۔ اس میں لطیف اشارہ اس طرف ہے کہ اگرچہ الم میں تین حرف ہیں ا، ل، م مگر اس کو ہم ایک حرف ہی مانتے ہیں کہ قرآنی تلاوت میں یہ ایک حرف ہو کر آتا ہے اگرچہ اس کے اجزاء تین ہیں۔ بعض شارحین نے کہا کہ الم تو کیونکہ الم کی تیس نیکیاں ہیں اور آیت ذٰلِكَ الْكِتٰبُ میں لام کی نوے نیکیاں ہیں کیونکہ اس میں حرف نو ہیں، اسمائے حروف اگرچہ تین ہی ہیں مگر یہ قول اس حدیث کے خلاف ہے کیونکہ مکتوبی یعنی لکھے ہوئے حروف مراد ہیں نہ کہ ملفوظی یعنی پڑھے ہوئے حروف اور مکتوبی حروف سورہ فیل وغیرہ میں یکساں ہیں۔

۱ اسنادًا کا تعلق صرف غریب سے ہے یعنی یہ حدیث اسناد میں غریب ہے نہ کہ متن میں، اس کا متن تو صحیح ہے۔ مرقات۔ ۲ احادیث سے مراد دنیاوی باتیں ہیں جو مسجد میں حرام ہیں اگرچہ جائز باتیں ہی ہوں۔ وہاں غیبت و جھوٹ وغیرہ حرام گفتگو تو اور سخت حرام ہے۔ احادیث سے مراد احادیث نبویہ نہیں جیسا کہ بعض نے سمجھا کیونکہ مسجد میں حدیث شریف و فقہ وغیرہ دینی علوم کا درس بہترین عبادت ہے۔ اصحاب صفہ مسجد نبوی میں رہتے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مدرسہ دینی علوم سیکھتے تھے۔ ۳ یہ حارث تابعی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خدام خاص میں سے ہیں کہ اگرچہ اس وقت اور صحابہ بھی موجود تھے مگر آپ خصوصیت سے حضرت علی کے پاس گئے کہ حضرت علی دروازہ شہر نبوت ہیں انا مدینۃ العلم وعلی بابہا۔ یہ حدیث اگرچہ اسناد مقررہ سے ضعیف ہے مگر قوی حدیث صحیح ہے۔ مرقات۔ ۴ ظاہر یہ ہے کہ یہاں فتنوں سے مراد وہ لڑائیاں اور جھگڑے ہیں جو صحابہ میں رونما ہوئے اور مسجدوں میں دنیاوی باتیں کرنا ان فتنوں کے ظہور کی علامت ہے یعنی اب وہ وقت قریب آ گئے کیونکہ مسجد میں دنیاوی باتیں ہونے لگیں۔ بعض نے اس سے مراد [illegible] لیا مگر پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں۔ ۵ خیال رہے کہ فتنہ عام مصیبت یا آزمائش کو کہتے ہیں۔ ۶ یعنی ایسا کون سا کام کیا جائے جس سے ان فتنوں سے مسلمان بچا رہے۔ ۷ قرآن کریم پر عمل یا اس کی تلاوت میں مشغولیت۔ معلوم ہوا کہ بعض نیکیوں کی برکت سے انسان دنیاوی آفات سے محفوظ رہتا ہے اور درود شریف کی کثرت موت و زندگی کے فتنوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ ۸ یعنی تمہارے لیے قرآن شریف ایسی جامع کتاب ہے کہ اس میں گزشتہ امتوں کے واقعات آئندہ تا قیامت بلکہ جنت و دوزخ کے حالات بھی ہیں اور عبادات و معاملات و سیاسیات بھی ہیں۔

لَيْسَ بِالْهَزْلِ مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِي غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ هُوَ الَّذِيْ لَا تَزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَآءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَآءُ وَلَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا تَنْقَضِيْ عَجَائِبُهٗ

وہ دل لگی نہیں ہے جو ظالم اسے چھوڑ دیگا اللہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا اور جو اس کے غیر میں ہدایت ڈھونڈیگا اللہ اسے گمراہ کر دیگا وہ اللہ کی مضبوط رسی ہے اور وہ حکمت والا ذکر ہے وہ سیدھا راستہ ہے قرآن وہ ہے جس کی برکت سے خیالات بگڑتے نہیں اور جس سے دوسری زبانیں مشتبہ نہیں ہوتیں جس سے علماء سیر نہیں ہوتے جو زیادہ دہرانے سے پرانا نہیں پڑتا جس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے

۱؎ یہ جملہ یا خبر ہے یا بد دعا یعنی جو شخص قرآن کے خلاف چلے خدا اس کے ٹکڑے اڑا دے گا یا جو اس کے علاوہ دوسری راہ اختیار کرے گا خدا تعالیٰ اسے برباد کر دیگا جیسے وہ کافر ہو گیا خیال رہے کہ قرآن شریف کو ناحق جان کر چھوڑ دینا کفر ہے اور اسے حق جان کر عمل نہ کرنا فسق اور مجبوراً اس پر عمل نہ کر سکنا معذوری ہے جس پر پکڑ نہیں۔ ۲؎ یعنی ہدایت صرف قرآن میں ہے اس سے مراد حدیث و فقہ وغیرہ قرآن سے بیگانہ علوم ہیں جو قرآن کی شرح ہیں جیسے صرف و نحو قرآن پاک کے لئے مدد گار ہیں لہذا اس حدیث سے منکرین حدیث دلیل نہیں پکڑ سکتے۔ ۳؎ یہ تمام چیزیں قرآن کریم کے اوصاف بھی ہیں اور اس کے نام بھی قرآن پاک میں وہ تمام موجود ہیں جس طرح رسی کے ذریعہ بکھرے موتیوں کو جمع کیا جاتا ہے یا رسی کے ذریعہ کنوؤں سے گری ہوئی چیز نکالی جاتی ہے قرآن کریم میں یہ ساری صفات موجود ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔ حبل اللہ سے مراد یا قرآن پاک ہے یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یا دونوں ذکر کے معنی عزت، شہرت، نصیحت۔ قرآن کریم میں یہ سب صفات موجود ہیں کہ اس قرآن کی وجہ سے اہل عرب کی دنیا میں شہرت و عزت ہو گئی اس میں ہر قسم کی نصیحتیں اور ہر قسم کے مذکرے ہیں یعنی خدا تعالیٰ تک پہنچانے والا سیدھا راستہ ہے جو اسے چھوڑ دے وہ رب تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔ ۴؎ یعنی جو قرآن کریم سے صحیح طور پر استدلال کرے گا وہ اپنے خیالات کو بگڑنے سے محفوظ رکھے گا اگر کوئی اس سے غلط استدلال ہی کرے اور گمراہ ہو جائے تو قرآن کریم کا قصور نہیں بلکہ اس کے استدلال کا قصور ہے قرآن کریم کو حدیث و فقہ کی روشنی میں سمجھو لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا نیز اس حدیث سے موجودہ زمانہ کے چکڑالوی دلیل نہیں پکڑ سکتے کہ وہ قرآن کریم کو صحیح طور سے سمجھتے ہی نہیں بعض شارحین نے اس جملہ کے معنی یہ کئے ہیں کہ قرآن کریم کو گمراہ لوگ بدل نہیں سکتے یا کسی طرح محفوظ رہے گا کیونکہ خود رب تعالیٰ اس کا محافظ ہے فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اس صورت میں بدلنے کی بہت تدبیریں شاہد ہیں کہ قرآن کریم بدلنے کی بہت کوششیں کی گئیں، مگر بدلنے والے مٹ گئے قرآن کریم نہ بدل سکا۔ ۵؎ یعنی قرآن مجید کی عبارت دوسرے کلاموں سے ایسی ممتاز ہے کہ دوسرا عربی کلام خواہ کتنا ہی فصیح و بلیغ ہو اس سے خلط نہیں ہو سکتا مخلوق کا کلام خالق کے کلام سے مشتبہ نہیں ہو سکتا یا اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ یہ کلام مسلمانوں کی زبان پر گراں نہیں پڑتا آسانی سے پڑھ لیا جاتا ہے بلکہ حفظ کر لیا جاتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر۔ ۶؎ یعنی قرآن کریم کے اسرار و نکات کبھی ختم نہیں ہوتے، علماء جب بھی غور کرتے ہیں اس سے نئے مسائل و اسرار معلوم کرتے ہیں قرآن کریم کی گہرائی تک کوئی نہیں پہنچا یہ ان موتیوں کا وہ سمندر ہے جس کے موتی کبھی ختم نہیں ہوتے۔ ۷؎ یہ قرآن کریم کا کھلا معجزہ ہے کہ بغیر معنی سمجھے بھی اس کا پڑھنا لذت دیتا ہے اور عمر بھر پڑھو بار بار پڑھو لطف دیتا ہے اس سے دل اکتاتا نہیں دوسرے کلام کتنے ہی اچھے ہوں مگر چند بار پڑھ لینے کے بعد دل اکتا جاتا ہے۔ ۸؎ یہ جملہ پچھلے جملوں کی یا تو شرح ہے یا دلیل یعنی اگر

هُوَ الَّذِیْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ اِذْ سَمِعَتْهُ حَتّٰی قَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا
بِهٖ مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ وَمَنْ حَکَمَ بِهٖ عَدَلَ وَمَنْ دَعَا اِلَیْهِ هُدِیَ
اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ اِسْنَادُهٗ مَجْهُوْلٌ
وَفِی الْحَارِثِ مَقَالٌ۔ وَعَنْ مُعَاذِ الْجُهَنِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَاَ
الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِمَا فِیْهِ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ضَوْءُهٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِیْ بُیُوْتِ
الدُّنْیَا لَوْ کَانَتْ فِیْکُمْ فَمَا ظَنُّکُمْ بِالَّذِیْ عَمِلَ بِهٰذَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ
عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوْ جُعِلَ الْقُرْاٰنُ فِیْ اِهَابٍ ثُمَّ اُلْقِیَ

قرآن ہی وہ ہے کہ جب جنات نے اس کو سنا تو بے اختیار کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے ہم اس پر ایمان لے آئے جو
شخص قرآن کا قائل ہو وہ سچا ہے اور جو اس پر عمل کرے وہ ماجور ہے اور جو اس کے موافق حکم کرے وہ منصف ہے اور جو اس کی طرف بلائے وہ سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کیا گیا
اس حدیث کی سند مجہول ہے اور حارث میں کلام ہے۔ حضرت معاذ جہنی سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن پڑھے
اور اس کے احکام پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے اچھی ہوگی جو دنیا کے
گھروں میں ہو تو اگر تمہارے گھروں میں ہو تو اس شخص کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جو اس پر عمل کرے اسے احمد و ابو داؤد نے روایت کیا ہے حضرت عقبہ بن عامر
سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اگر قرآن [illegible] ڈال دیا جائے

علماء سیر نہیں ہوتے یعنی بار بار پڑھنے سے جی نہیں بھرتا کیونکہ اس کے عجیب مضامین کبھی ختم نہیں ہوتے ہر بار عجیب لطف دیتا ہے ف یہ قصہ ہے
جنات کا وہ قصہ ہے جو قرآن شریف نے سورۂ جن میں بیان فرمایا کہ جنات کے ایک گروہ نے سوق عکاظ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم سنا اپنی قوم میں جا
کر یہ گفتگو کی یہ تمام خوبیاں قرآن کریم سے وہ حاصل کر سکتا ہے جو اسے محض اپنی رائے سے نہ دیکھے بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے تحت دیکھے ورنہ آج بہت سے بے دین
قرآن کریم ہی کا نام لے کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں ف یعنی اس حدیث کی اسناد میں ایک راوی حارث ہیں حارث اگرچہ حضرت علی کے ساتھ رہے ہیں اور ان سے چار
حدیثیں بھی روایت کی ہیں مگر محدث نسائی نے کہا یہ قوی نہیں، شعبی نے کہا یہ جھوٹا تھا مگر ابو داؤد نے فرمایا یہ بڑا فقیہ علم فرائض کا بڑا عالم اور حسب نسب والا
تھا بہرحال اگرچہ الفاظ حدیث میں کچھ ضعف ہو مگر مضمون حدیث بالکل صحیح ہیں نیز فضائل میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے مرقات و لمعات ف ظاہر یہ ہے کہ یہاں
قرآن پڑھنے سے مراد روزانہ اس کی تلاوت کرنا ہے اور ہو سکتا ہے کہ قرآن پڑھنے سے مراد علم قرآن سیکھنا ہو یعنی عالم باعمل کا ثواب ہو جو آگے مذکور ہے
ف یعنی عالم باعمل کے مومن ماں باپ کا درجہ یہ ہوگا خواہ انہوں نے اسے اپنی کوشش سے پڑھایا ہو یا نہیں کیونکہ حدیث مطلق ہے پڑھانے کی قید نہیں
ف یعنی اگر سورج زمین پر ہو کر تمہارے گھروں میں اس کی چمک دمک روشنی تمہارے گھروں میں کیسی ہوتی اس سے زیادہ اس تاج کے موتی چمکتے ہوں گے۔
ف یعنی پھر عالم باعمل کے متعلق سوچو کہ اس کا درجہ قیامت میں کیا ہوگا وہ تو ہمارے خیال سے وراء ہے۔

فِي النَّارِ مَا احْتَرَقَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَظْهَرَهُ فَأَحَلَّ حَلَالَهُ وَحَرَّمَ حَرَامَهُ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهُ فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَحَفْصُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّاوِي لَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيِّ بْنِ

تو جلے ۱؎ (دارمی) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن پڑھے پھر اسے یاد رکھے ۲؎ اس کے حلال کو حلال سمجھے حرام کو حرام جانے ۳؎ تو اسے اللہ جنت میں داخل کرے گا اور اس کے گھر والوں میں سے ایسے دس آدمیوں میں اس کی شفاعت قبول فرمائے گا جن پر دوزخ ضروری ہو چکی تھی ۴؎ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور حفص ابن سلیمان راوی قوی نہیں انہیں حدیث میں ضعیف مانا گیا ہے ۵؎ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُبی ابن

۱؎ اس حدیث پاک کی بہت شرحیں کی گئی ہیں قوی تر شرح یہ ہے کہ آگ سے مراد دوزخ کی آگ ہے مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی عظمت یہ ہے کہ اگر بفرض محال کسی کھال میں رکھ کر اسے دوزخ میں ڈالو تو قرآن پاک کا صدقہ وہ کھال نہ جلے تو جس مومن کے دل میں قرآن ہو وہ دوزخ میں کیسے جلے گا اور جس جسم پر قرآن کا عمل ہو وہ دوزخ میں کیسے جل سکے گا بعض نے فرمایا کہ قرآن کریم کا یہ معجزہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظاہر تھا جیسے حضرت انس کا رومال جس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ مبارک پونچھے تھے تو وہ آگ میں نہ جلتا تھا مولانا فرماتے ہیں۔ شعر:

گفت چوں از مصطفیٰ دست و دہاں ٭ بس بمالید اندریں دستار خواں

اے دل ترسندہ از نار و عذاب ٭ با چنیں دست و دہاں کن اقتراب

بعض نے فرمایا کہ یہ کلام فرضی ہے یعنی تقدیر یہ ہے کہ قرآن پاک کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ آگ میں اس کا تصرف بھی نہ ہو جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۔ حضرت ابوامامہ سے روایت ہے فرماتے ہیں قرآنی سورتیں حفظ کرو کہ جس دل میں قرآن ہوگا اسے آگ سے عذاب نہ دیا جائے گا (لمعات و مرقات) خیال رہے کہ قرآن پاک کے یہ تمام فوائد مومن کے لئے ہیں اگر سارا قرآن حفظ کر لیں کفار تو بھی دوزخی ہیں رام چندر جی کو وید کے چاروں وید حفظ تھے مگر بے جان جسم کو کوئی دوا مفید نہیں بے ایمان دل کو کوئی عمل فائدہ مند نہیں ۲؎ استظہار کے معنے ہیں مدد لینا یعنی تلاوت قرآن میں اپنے دل سے مدد لے کر اسے یاد رکھے ہر وقت اس کا خیال و لحاظ رکھے ۳؎ یعنی صرف تلاوت و حفظ پر قناعت نہ کرے بلکہ اس کے عقائد و احکام پر عمل کرے لہذا اس میں حافظ و عالم باعمل دونوں داخل ہیں ۴؎ ایسے باعمل عالم کو قرآن پاک کے صدقہ دو عظیم الشان مرتبے حاصل ہوں گے ایک یہ کہ اول ہی سے جنت میں داخل کیا جائے گا دوسرے یہ کہ اس کے اہل قرابت میں سے دس دوزخی مسلمان اس کی شفاعت سے بخشے جائیں گے معلوم ہوا کہ شفاعت بلندئ درجات ہی کی نہ ہوگی بلکہ معافی سیئات کی بھی ہوگی اور علماء، حفاظ، شہداء وغیرہم کی شفاعت برحق ہے خیال رہے کہ شفاعت کبریٰ کا سہرا صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر ہے شفاعت صغریٰ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بھی کریں گے شفاعت کی تحقیق و تقسیم ہماری تفسیر نعیمی

كَعْبٍ كَيْفَ تَقْرَأُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَرَأَ أُمَّ الْقُرْاٰنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا أُنْزِلَتْ فِي التَّوْرٰىةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيْلِ وَلَا فِي الزَّبُوْرِ وَلَا فِي الْقُرْاٰنِ مِثْلُهَا وَإِنَّهَا سَبْعٌ مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ أُعْطِيْتُهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى الدَّارِمِيُّ مِنْ قَوْلِهٖ مَا أُنْزِلَتْ وَلَمْ يَذْكُرْ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ فَاقْرَءُوْهُ فَإِنَّ مَثَلَ الْقُرْاٰنِ لِمَنْ تَعَلَّمَ

کعب سے فرمایا تم نماز میں قرآن کیسے پڑھتے ہو تو انہوں نے الحمد شریف پڑھی۱؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس جیسی سورت نہ توریت میں اتری نہ انجیل میں اور نہ زبور میں اور نہ قرآن میں یہ سات مکرر آیتیں اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا ہوا۲؎ ترمذی اور دارمی نے ما انزلت کی روایت کی اور ابی ابن کعب کا واقعہ ذکر نہ کیا۳؎ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن سیکھو پھر اسے پڑھا کرو کیونکہ جو قرآن سیکھے اور

جلد سوم میں ملاحظہ فرمائیے یہ حدیث غریب بھی ہے اور حفص ابن سلیمان راوی کی وجہ سے اس کی یہ اسناد جس میں یہ راوی ہے ضعیف بھی ہے گو ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ فضائل میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے۔

۱؎ یعنی نماز کی ہر رکعت میں کونسی سورۃ پڑھتے ہو اور کیسے پڑھتے ہو بطور امتحان پوچھا۔ معلوم ہوا کہ شاگردوں کا امتحان لینا سنت ہے خیال رہے کہ اس حدیث پر یہ اعتراض نہ ہوا کہ حضرت ابی کا جواب سرکار کے سوال کے مطابق نہیں کیونکہ یہاں سوال قرأت طریقۂ قرأت اور مقروء سب سے متعلق تھا اس جواب میں حضرت ابی کا سورہ فاتحہ پڑھ کر سنا دینا ہر سوال کا جواب ہو گیا۔ ۲؎ سورۂ فاتحہ کے بہت سے نام ہیں جن میں سے ایک نام ام القرآن بھی ہے کیونکہ یہ سورۃ سارے قرآن کے مضامین کو اپنے میں ایسے لے ہوئے ہے جیسے ماں بچہ کو اپنے پیٹ یا گود میں لے ہوتی ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی پارہ اول میں ملاحظہ فرمایئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد کا استاد کو پڑھا ہوا سبق سنانا سنت صحابہ ہے۔ ۳؎ یعنی ایسے فضائل والی جامع سورۃ کسی آسمانی کتاب میں نہ آئی بلکہ خود قرآن کریم میں بھی نہیں ہے سورۃ فاتحہ کے فضائل بے شمار ہیں اسی لیے یہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے اس کے فضائل کی کچھ تفصیل ہماری تفسیر نعیمی پارہ اول میں ملاحظہ کیجئے یہ سورۃ شفا ہے ایمان ہے مؤمن کی حرز جان ہے۔ ۴؎ یعنی قرآن مجید میں ارشاد ہوا سبعا من المثانی والقرآن العظیم اس سے مراد سورۃ فاتحہ ہے اس میں سات آیتیں ہیں اور ہر رکعت میں بار بار پڑھی جاتی ہیں نیز اس کا نزول ہجرت سے پہلے بھی ہوا اور بعد بھی اس لیے یہ مثانی ہے یعنی سات مکرر آیتیں اور یہ قرآن عظیم بھی ہے کیونکہ قرآن کریم کی ہر آیت قرآن ہے جیسے پانی کا ہر قطرہ پانی ہے لہذا اس آیت کریمہ میں سبع سے مراد سورۃ فاتحہ ہے۔ ۵؎ یعنی دارمی کی روایت میں حضرت ابی ابن کعب کا یہ واقعہ مذکور نہیں صرف فضائل مذکور ہیں۔ ۶؎ ظاہر یہ ہے کہ قرآن سیکھنے سے مراد عام ہے جس میں قرآن کے الفاظ معانی احکام سیکھنا سب ہی شامل ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں حفظ قرآن فرض کفایہ ہے مختلف بستیوں میں اتنے حافظ ضروری ہیں جن سے قرآن کریم کا تواتر قائم رہے اور کوئی بےدین قرآن میں تبدیلی نہ کرسکے۔ لہذا اگر لوگ حفظ قرآن چھوڑ دیں تو سب گنہگار ہیں اور اگر اتنے لوگ حفظ کرلیں تو سب کا فرض ادا ہوگیا علم قرآن کا بھی یہی حال ہے اور بقدر جواز نماز قرآن حفظ کرنا فرض عین ہے جیسے بقدر ضرورت مسائل یاد کرنا سیکھنا فرض عین ہے اور

فَقَرَأَ وَقَامَ بِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْكًا تَفُوحُ رِيحُهٗ كُلَّ مَكَانٍ وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهٗ فَرَقَدَ وَهُوَ فِي جَوْفِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ أُوكِيَ عَلٰى مِسْكٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حٰمٓ الْمُؤْمِنَ إِلٰى إِلَيْهِ الْمَصِيرُ وَآيَةَ الْكُرْسِيِّ حِينَ يُصْبِحُ حُفِظَ بِهِمَا حَتّٰى يُمْسِيَ وَمَنْ قَرَأَهُمَا حِينَ يُمْسِي بِهِمَا حَتّٰى يُصْبِحَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ۞ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ

اسکی قرأت کرے اور اس پر عمل کرے اس کی مثال اس تھیلے کی سی ہے جس میں مشک بھرا ہو جس کی خوشبو ہر جگہ مہک رہی ہو اور جو اسے سیکھے پھر سو رہے ۲ے حالانکہ اس کے سینے میں قرآن ہو وہ اس تھیلے کی طرح ہے جو مشک پر سر بند کر دیا گیا ہو (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص صبح کے وقت سورہ حٰم مومن الیہ المصیر تک اور آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرے تو شام تک ان کی حفاظت کی جائے گی ۳ے اور جو ان دونوں کو شام کے وقت پڑھ لیا کرے تو صبح تک ان کی حفاظت کی جائے گی ۴ے (ترمذی، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۵ے روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں فرمایا

لے یعنی عالم دین جو فرض کفایہ ہے یا قرآن شریف یاد کرنے اور سیکھنے کے بعد اسکا ورد رکھے اور اپنے حافظہ پر اعتماد کر کے سو جاتا ہے یا مطلب یہ ہے کہ قرأت قرآن یعنی تجوید بقدر ضرورت سیکھ کر جو فرض ہے اور تجوید سیکھنا کہ جو فرض نہیں ہے اور یا قاری جو فرض کفایہ ہے سو رہے یعنی ختم میلاد اور گیارھویں شریف وغیرہ میں قرآنی ذکر کرے جو نہ پڑھتے ہیں تاکہ لوگوں میں قرأت کا چرچا ہے یہ چیزیں خصوصاً فاتحہ کی نماز تو قرآن کا جز ور یہ ہیں لہٰذا ایسے عالم و قاری کا سینہ گویا تھیلا ہے اور اس میں قرآن گویا تھیلے میں بھرا ہوا مشک ہے اور اس قاری کا تلاوت کرنا اس مشک کی مہک ہے جس سے سننے والے فائدہ اٹھاتے ہیں ہر جگہ سے مراد قرآن سننے والے ہیں اور جو قرآنی علوم کی اشاعت کر جائے اسکی مہک سے قیامت تک کے مسلمان فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں رب تعالیٰ خدمت قرآن کی توفیق بخشے ۲ے کہ اس کی تلاوت نہ کیا کرے یا اس پر عمل نہ کیا کرے کہ اس بند تھیلے میں اگرچہ مشک تو ہے اور اسی مشک کی وجہ سے تھیلا قیمتی بھی ہے مگر لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے ایسے ہی یہ شخص اللہ کے نزدیک قیمتی ہے حافظ قرآن یا عالم قرآن ہونے کی وجہ سے مگر لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ خود بھی فائدہ نہیں اٹھاتا کسی پنجابی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے شعر

علم دا ڈھیر پڑھ لیا عمل نہ کیتو نیک ۔ ای گھاٹا انزیگی ہوندی ہے مزا ایک

احمد یار احمق ہو گئیوں علم دا ڈھیر پڑھ کے ۔ پڑھ لکھ کے تے مان نہ کر پیٹ جاندا ودھ پڑھ کے

۳ے یعنی سورہ مومن کی پہلی آیت حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۔ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ تک پڑھے شاید کہ جو شخص نماز فجر سے پہلے یا اس کے بعد یہ دو آیتیں پڑھ لیا کرے خواہ آیۃ الکرسی پہلے پڑھے اور سورہ مومن کی آیتیں بعد یا اس کے برعکس صورت وغیرہ، تو شام تک وہ اللہ کی امان و حفظ میں رہے گا کہ شیطان جادو اور دوسری دنیاوی آفتیں اس تک انشاء اللہ نہ پہنچ سکیں گی ۴ے یعنی بعد نماز مغرب یہ آیتیں پڑھ لیا کرے تو صبح تک اللہ کی حفظ و امان میں رہے گا خیال رہے کہ بغیر نماز کوئی وظیفہ یا عمل مفید نہیں تمام ورد وظیفوں کے لئے پابندی نماز ضروری ہے ۵ے یہ حدیث احمد و ابن حبان نے بھی روایت کی ہے۔

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِأَلْفَيْ عَامٍ أَنْزَلَ مِنْهُ آيَتَيْنِ خَتَمَ بِهِمَا سُورَةَ الْبَقَرَةِ وَلَا تُقْرَآنِ فِي دَارٍ ثَلٰثَ لَيَالٍ فَيَقْرَبُهَا الشَّيْطٰنُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ۔ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ ثَلٰثَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی تھی جس میں سے دو آیتیں اتاریں جن پر سورۂ بقرہ ختم فرمائی
جس گھر میں یہ آیتیں برابر تین شب پڑھی جائیں پھر شیطان اس کے پاس نہیں جاتا ترمذی، دارمی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے
روایت ہے حضرت ابو الدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سورۂ کہف کی شروع کی تین آیتیں پڑھ لے وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا
ترمذی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ دو ہزار برس سے مراد اس قدر مدت ہے کہ اگر سورج ہوتا تو اس کی مدت کے دو ہزار برس بن جاتے ورنہ اس وقت سورج نہ تھا نہ دن رات پھر دن، ہفتے اور سال کیسے بن سکتے ہیں، لکھنے سے مراد فرشتوں کو لکھنے کا حکم دینا ہے خاص خدا کا کام گویا سلطان ہی کا کام ہے خیال رہے کہ مخلوق کی تقدیریں آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے لکھی گئیں، مگر یہ تحریر دو ہزار برس پہلے ہوئی، لہٰذا یہ حدیث پچاس ہزار برس کی روایت کے خلاف نہیں کہ وہاں لوح محفوظ میں تقدیروں کی تحریر مراد ہے اور یہاں قرآن کریم کی تحریر مراد اور ہو سکتا ہے کہ یہاں دو ہزار برس سے مقصود صرف زیادتی بیان ہو جیسے مطلق زیادتی بیان
کی جاتی ہے۔ ۲؎ یعنی وہ دو آیتیں آمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر سورۂ بقرہ تک ہیں اگرچہ سارا قرآن شریف ہی لوح محفوظ میں تھا اور وہاں سے ہی نازل ہوا مگر ان آیتوں میں تو خصوصیت ہے جس کا ذکر آگے ہو رہا ہے اس لئے ان کا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔ ۳؎ جیسے ان آیتوں کی برکت سے وہ گھر وغیرہ شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے جہاں تین دن یہ آیات پڑھ لی جاویں تو جس زمین میں یہ آیتیں پڑھی گئیں ان شاء اللہ وہ بھی شیطان سے محفوظ رہیں گے، ان جیسی تمام احادیث میں شیطان سے مراد ابلیس ہوتا ہے ورنہ قرین شیطان اور نفس امارہ تو بہر حال انسان کے ساتھ رہتے ہیں ان موذیوں سے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں۔ ۴؎ یعنی وہی پہلے کہ اس حدیث کو نسائی، ابن حبان اور حاکم نے اپنی مستدرک میں بھی روایت کیا ہے۔ ۵؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ چونکہ سورۂ کہف میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو دقیانوس بادشاہ کے ظلم و ستم سے بچا لیا اور وہ بادشاہ ان بزرگوں کو دین حق سے نہ ہٹا سکا اس ذکر میں یہ تاثیر ہے کہ ان شاء اللہ ہر مؤمن ان آیات کا پڑھنے والا دجال کے شر سے محفوظ رہے گا کہ اگر اس کی زندگی میں دجال آ جائے تو اسے ایمان سے نہ ہٹا سکے گا بزرگوں کے ذکر میں بھی تاثیر ہوتی ہے۔

خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاً تو پوری سورۂ کہف میں یہ رکھی تاثیر تھی پھر اس کی دس اگلی آیتوں میں یہ تاثیر بخش دی پھر اس کی تین آیتوں میں یہ تاثیر رکھ دی گئی رب تعالیٰ کی عطائیں مختلف رہیں لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں پوری سورۂ کہف یا اس کی دس آیتوں کی یہ تاثیر مذکور ہے۔

اللہ علیہ وسلم اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ قَلْبًا وَقَلْبُ الْقُرْاٰنِ یٰسٓ وَمَنْ قَرَأَ یٰسٓ کَتَبَ اللہُ لَہٗ بِقِرَاءَتِھَا قِرَاءَۃَ الْقُرْاٰنِ عَشْرَ مَرَّاتٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللہَ تَعَالٰی قَرَأَ طٰہٰ وَیٰسٓ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِاَلْفِ عَامٍ فَلَمَّا سَمِعَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ الْقُرْاٰنَ قَالَتْ طُوْبٰی لِاُمَّۃٍ یَّنْزِلُ ھٰذَا عَلَیْھَا وَطُوْبٰی لِاَجْوَافٍ تَحْمِلُ ھٰذَا وَطُوْبٰی لِاَلْسِنَۃٍ تَتَکَلَّمُ بِھٰذَا رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حٰمٓ الدُّخَانَ فِیْ لَیْلَۃٍ اَصْبَحَ یَسْتَغْفِرُ

فرمایا ہر چیز کا دل ہے اور قرآن کا دل سورہ یٰسین ہے۱؎ جو سورہ یٰسین پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی تلاوت کے عوض دس بار قرآن ختم کرنے کا ثواب دے گا۲؎ (ترمذی، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ طٰہٰ اور یٰسین زمین و آسمان پیدا فرمانے سے ایک ہزار سال پہلے پڑھیں۳؎ جب فرشتوں نے قرآن سنا تو بولے خوشخبری ہے اس امت کو جس پر یہ اترے گی اور خوشی ہے ان سینوں کو جو اسے اٹھائیں گے اور خوشی ہے ان زبانوں کو جو اسے پڑھیں گی۴؎ (دارمی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رات میں سورہ حٰم الدخان پڑھے وہ اس طرح سویرا کرے گا کہ

۱؎ جیسے دل سے اصل زندگی وابستہ ہے کہ اگر یہ ٹھیک ہے تو سارا جسم ٹھیک ہے اور اس کو ٹھیس لگتی ہی بے جان ہو جاتا ہے ایسے ہی قرآن کریم کا اصل مقصود سورہ یٰسین سے وابستہ ہے یہ سورہ پورے قرآن شریف کا گویا خلاصہ ہے کہ اس میں قیامت کے حالات کا مکمل بیان ہے اس کی تلاوت سے دل زندہ، ایمان تازہ، روح شاداں و فرحاں ہوتے ہیں، قریب موت اس کی تلاوت سے جان کنی آسان ہوتی ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ ایمان کا دل ہے قیامت کے حالات کو ماننا اور حالات قیامت جس تفصیل سے سورہ یٰسین میں مذکور ہیں دوسری سورت میں مذکور نہیں اس لئے اسے قرآن کا دل فرمایا ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ سارا قرآن شریف ہی کلام الٰہی ہے مگر اس کی سورتوں کی تاثیریں مختلف ہیں ایک بار سورہ یٰسین کی تلاوت دس ختم قرآن کا ثواب رکھتی ہے جیسے اس کی بے مثال خصوصیت ہے خیال رہے کہ دس ختم قرآن کا ثواب ملنا اور ہے اور حقیقۃً دس قرآن کریم ختم کرنا کچھ اور طبیب کہتے ہیں کہ ایک مثقال گوشت ہضم کرنے کی طاقت میں ایک روٹی کی طاقت ہے مگر پیٹ بھرے گا روٹی ہی کھانے سے ختم قرآن ہوگا تیسوں پارے پڑھنے سے اس لئے کہ اس کی اسنادوں میں ہارون ابن محمد ہیں جو محدثین کے نزدیک بہت قوی نہیں ۳؎ یہ حدیث اپنے ظاہری معنے پر ہے واقعی رب تعالیٰ نے یہ سورتیں پڑھیں، فرشتوں نے بلا واسطہ سنیں اب رب تعالیٰ کی تلاوت کی نوعیت ہماری عقل سے وراء ہے اس طرح قرأت کی جو اس کی شان کے لائق ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ یٰسین اور طٰہٰ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام شریف ہیں چونکہ ان سورتوں کی ابتداء حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے ہے جس کی وجہ سے یہ سورتیں بہت عظمت والی ہیں اسی وجہ سے رب تعالیٰ نے فرشتوں کو سنائیں۔ معلوم ہوا کہ نعت کی سورتیں، آیتیں رب تعالیٰ کو بڑی پیاری ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کی پیدائش زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے ہے ۴؎ طوبیٰ جنت کا ایک درخت بھی ہے جس کی شاخیں جنت کے ہر محل میں ہیں اور بمعنی خوشخبری بھی یہاں دونوں معنے بن سکتے ہیں یعنی ساری امت محمدیہ کو اور ان سورتوں کے حافظ و قاری خصوصاً درخت طوبیٰ کے مالک ہیں یا انہیں خصوصی خوشخبری ہے یا ہوگی

لَهُ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعُمَرُ بْنُ خَثْعَمٍ الرَّاوِيْ
يُضَعَّفُ وَقَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي الْبُخَارِيَّ هُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حٰمٓ الدُّخَانَ فِيْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ غُفِرَ لَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا
حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ضَعِيْفٌ وَهِشَامٌ اَبُو الْمِقْدَامِ الرَّاوِيْ يُضَعَّفُ وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ
اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ الْمُسَبِّحَاتِ قَبْلَ اَنْ يَّرْقُدَ يَقُوْلُ اِنَّ فِيْهِنَّ اٰيَةً خَيْرٌ
مِّنْ اَلْفِ اٰيَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ مُرْسَلًا وَ

اس کے لیے ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کریں گے اسے ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور عمر ابن خثعم راوی ضعیف مانے گئے ہیں امام محمد بخاری نے فرمایا وہ منکر الحدیث ہیں روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جمعہ کی رات حم دخان پڑھے اس کی بخشش ہوگی ترمذی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ضعیف ہے اور ہشام ابو مقدام راوی کو ضعیف کہا گیا ہے روایت ہے حضرت عرباض ابن ساریہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے تسبیح والی آیتیں پڑھا کرتے تھے فرماتے تھے کہ ان میں ایک آیت ہزار آیتوں سے بہتر ہے ترمذی و ابوداؤد دارمی نے یہ حدیث خالد ابن معدان سے مرسلاً روایت کی اور

خوش نصیب ہیں وہ جنہیں اس کی تلاوت کے وقت سے صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے خیال رہے کہ اس دعا سے خصوصی دعا مراد ہے ورنہ حاملین عرش اور دوسرے فرشتے ہمیشہ ہی مومنوں کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے والذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربہم ویستغفرون للذین آمنوا ربنا وسعت کل شیء رحمۃ وعلما لہٰذا یہ حدیث اس قرآنی آیت کے خلاف نہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۂ دخان پڑھنا ان معصوموں کی معصوم زبان سے دعائیں لینے کا ذریعہ ہے ۲ امام عسقلانی نے شرح نخبۃ الفکر میں فرمایا کہ محدثین کی اصطلاح میں منکر الحدیث کہنا ضعیف کہنے سے زیادہ سخت ہے یعنی عمر ابن خثعم کو دوسرے محدثین نے تو ضعیف فرمایا مگر امام بخاری نے اسے منکر فرمایا یعنی ضعیف سے بھی سخت تر خیال رہے کہ یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے فضائل میں حدیث ضعیف قبول ہے ۳ اس سے معلوم ہوا کہ سورۂ دخان دوسری راتوں میں پڑھنا تو اچھا ہے مگر اس کے ذریعہ ستر ہزار فرشتوں کی دعائیں ملتی ہیں لیکن شب جمعہ میں اس کی تلاوت بہت ہی بہتر ہے کہ اس سے فرشتوں کی دعائیں بھی ملتی ہیں اور رب تعالیٰ کی مغفرت بھی گویا اس رات کی تلاوت سے دو نعمتیں ملتی ہیں ۴ یہ معلوم کہ ان کے ضعف کی وجہ کیا ہے مگر فضائل اعمال میں حدیث مجہول معتبر ہیں ۵ یعنی جن سورتوں کے اول میں سبّح یا یسبّح یا سبحان یا سبّح اسم ربک یا سبّحن ہے وہ سورتیں پڑھتے تھے یہ سورتیں کل سات ہیں سورۂ اسرٰی حدید حشر صف جمعہ تغابن اعلیٰ مرقاۃ ظاہر یہ ہے کہ سرکار یہ پوری سورتیں نہ پڑھتے ہوں گے کہ یہ تو بہت زیادہ ہیں بلکہ ان کی ایک ایک دو دو آیات تلاوت فرماتے ہوں گے ۶ ان الفاظ سے یہ پتہ نہ لگا کہ وہ آیت کونسی ہے بعض نے فرمایا کہ وہ آیت لو انزلنا ہذا القرآن آخر تک ہے بعض نے فرمایا کہ وہ آیت ہر سورہ کی شروع کی آیت ہے جس میں سبح یا یسبح ہے حق یہ ہے کہ وہ آیت رب تعالیٰ کے اسم اعظم و شب قدر کی طرح مبہم راز میں رکھی گئی ہے مرقات تاکہ لوگ یہ ساری سورتیں پڑھا کریں جیسے عاشق ہے یعنی ان تمام سورتوں میں ایک ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیتوں سے افضل و بہتر ہے شکر خالد ابن معدان شامی ہیں

قَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ سُوْرَةً فِي الْقُرْاٰنِ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰى غُفِرَ لَهٗ وَهِيَ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَرَبَ بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِبَاءَهٗ عَلٰى قَبْرٍ وَهُوَ لَا يَحْسِبُ اَنَّهٗ قَبْرٌ فَاِذَا فِيْهِ اِنْسَانٌ يَقْرَاُ سُوْرَةَ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ حَتّٰى خَتَمَهَا فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ الْمَانِعَةُ هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيْهِ مِنْ

ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی ایک تیس آیتوں والی سورۃ نے ایک شخص کی یہاں تک شفاعت کی کہ اس کی بخشش ہوگئی وہ سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک ہے (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے ایک قبر پر خیمہ ڈال لیا انہیں خبر نہ تھی کہ یہاں قبر ہے تو اچانک اس میں ایک شخص سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھ رہا ہے حتی کہ اس نے ختم کرلی تو وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں خبر دی تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سورۃ روکنے والی ہے نجات دینے والی ہے

ہیں خود بھی تابعی ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ سے ملاقات کی ہے جن سے پہلے عرض کیا کہ ثقہ تابعی کا ارسال معتبر ہے اور ان سے مرسل حدیث حجت ہے کہ وہ تابعی خود بھی ثقہ ہے اور صحابہ سارے ہی عادل ہیں۔ ۲؎ دمشقی نے حضرت عرباض ابن ساریہ سے مرفوعًا اور ابن عباس سے موقوفًا روایت کیا اس سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ قرآن سورۃ کا جز نہیں ورنہ ملک کی آیتیں ۳۱ ہو جاتیں کیونکہ سورۂ ملک بسم اللہ کے علاوہ تیس آیتیں ہیں۔ ۳؎ یعنی ایک شخص سورۂ ملک کا ورد رکھتا تھا اس نے بہت گناہ کئے تھے کہ مرنے کے بعد اس سورۃ نے اس کی سفارش کی تو اس کی شفاعت کی برکت سے وہ شخص عذاب قبر سے محفوظ رہا لہذا یہاں شفعت بمعنی ماضی ہی ہے معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس عالم کی ہر بات ہر واقعہ کی تفصیلی خبر تھی یہی بہتر ہے۔ اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ شفعت بمعنی مستقبل بھی ہو سکتا ہے یعنی سورۂ ملک اپنے عاملوں کی شفاعت کریگی اور اس شفاعت کی برکت سے عامل کی بخشش ہوگی۔ اس صورت میں یہ مضمون ترغیب کے لئے ہے کہ لوگ اس کی تلاوت کیا کریں اس کی شفاعت کی امید رکھیں۔ ۴؎ یہ حدیث ابن حبان اور حاکم نے بھی روایت کی حاکم کی روایت میں یوں ہے کہ فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ سورۃ ہر مسلمان کے دل میں ہوتی۔ ۱؎ اگر قبر کی خبر ہوتی تو وہاں ہرگز خیمہ نہ ڈالتے کیونکہ قبر پر بیٹھنا لیٹنا اس پر چلنا پھرنا ممنوع ہے۔ ۲؎ مرقات نے یہاں فرمایا کہ بعض مردے قبر میں بھی وہ نیکیاں کرتے رہتے ہیں جو زندگی میں کرتے تھے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جس حال میں جئیں گے اسی میں مریں گے اور جس حال میں مریں گے اسی میں اٹھیں گے، اس لئے کوشش کرو کہ زندگی اچھے اعمال میں گزارو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت بلال اذان دیتے ہوئے قبر سے اٹھیں گے ان کا ماخذ غالبًا ایسی ہی روایات ہیں۔ ان شاء اللہ نعت خواں مسلمان قبر میں بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت ہی پڑھتے رہیں گے رب تعالیٰ قبول فرمائے۔ ان صحابی کا یہ خود سننا ان کی کرامت ہے ورنہ عمومًا لوگ نہیں سنتے اور قبر کا اظہار کیا کہ وہ بھی تلاوت قرآن کر رہا تھا یعنی اس سورۃ کی تلاوت کرنے والے

عَذَابِ اللّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَنَامُ حَتّٰى يَقْرَأَ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ وَتَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ
وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَكَذَا فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَفِي الْمَصَابِيحِ غَرِيبٌ
وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زُلْزِلَتْ
تَعْدِلُ نِصْفَ الْقُرْاٰنِ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ وَقُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تَعْدِلُ
رُبُعَ الْقُرْاٰنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اللہ کے عذاب سے بچانے والی ہے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوتے نہ تھے حتی کہ پڑھ لیتے الم تنزیل اور تبارک الذی بیدہ الملک (احمد، ترمذی، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے یوں ہی شرح سنہ میں ہے اور مصابیح میں ہے کہ غریب ہے روایت ہے حضرت ابن عباس و انس ابن مالک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اذا زلزلت آدھے قرآن کے برابر ہے اور قل ھو اللہ احد تہائی قرآن کے برابر اور قل یا ایہا الکافرون چوتھائی قرآن کے برابر (ترمذی) روایت ہے حضرت معقل ابن یسار سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی

کو زندگی میں گناہوں سے موت کے وقت خرابی خاتمہ سے قبر میں عذاب و تنگی گور سے آخرت میں دوزخ و لعنت عذاب سے بچاتی ہے ۱؎ یعنی عذاب قبر و حشر سے بچائے گی خواہ جواب دیکر اگر شخص اپنی زندگی میں اس سورۃ کی تلاوت کرتا تھا اب قبر میں بھی تلاوت کر رہا ہے اور اس سے مذکورہ بالا فائدے حاصل کر چکا ہے اب بھی کر رہا ہے آئندہ بھی کریگا۔ ۲؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز عشاء اور سونے سے پہلے یہ دونوں سورتیں ہمیشہ پڑھا کرتے تھے خواہ مسجد ہی میں یا بستر پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ شب کو یہ سورتیں پڑھنا سنت ہے اور اس میں بہت فوائد ہیں ۳؎ خیال رہے کہ حدیث کی غرابت اس کے صحیح ہونے کے خلاف نہیں ایک ہی حدیث صحیح بھی ہوتی ہے غریب بھی لہذا ترمذی کا اسے صحیح کہنا اور مصابیح کا غریب فرمانا دونوں درست ہیں، یہ حدیث نسائی، ابن ابی شیبہ اور حاکم نے بھی حضرت جابر سے روایت کی ۴؎ یعنی سورۂ اذا زلزلت کی تلاوت میں پندرہ پارے تلاوت کرنے کا ثواب ہے یا یہ کہ قرآن کریم میں معاش و معاد دونوں کا ذکر ہے اور اذا زلزلت میں معاد کا ذکر ہے، یعنی قیامت اور وہاں کے حالات کا لہذا اس کا مضمون معنًا قرآن پاک کے نصف ہے ۵؎ اس کی شرح ابھی پہلے عرض کی گئی ہے اسی باب میں ۶؎ کیونکہ قرآن مجید میں اصل مضامین چار ہیں، شرک اور بدعقیدگیوں سے دوری توحید و رسالت اور تمام عقائد اسلامیہ کا اقرار، احکام قصص، سورۂ کافرون میں شرک سے بیزاری کا کامل طور پر ذکر ہے لہذا قرآن کا چوتھائی مضمون اس سورۃ میں ہے اس لئے یہ سورۃ چار بار پڑھے تو پورے قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے، لمعات و اشعہ وغیرہ جو کوئی سوتے وقت یہ سورۃ پڑھ لیا کرے، تو ان شاء اللہ اسے ایمان پر خاتمہ نصیب ہو گا فقیر حقیر بطفیل رب تعالیٰ اس پر عامل ہے ۱۱ اور حسن خاتمہ کی رب تعالیٰ سے امید رکھتا ہے اللہ نصیب کرے

قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ فَقَرَأَ
ثَلٰثَ اٰيَاتٍ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْحَشْرِ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ سَبْعِيْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ
مَاتَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مَاتَ شَهِيْدًا وَمَنْ قَالَهَا حِيْنَ يُمْسِيْ كَانَ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ
الدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
مَنْ قَرَاَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَتَيْ مَرَّةٍ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ مُحِيَ عَنْهُ ذُنُوْبُ خَمْسِيْنَ سَنَةً اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ عَلَيْهِ دَيْنٌ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَفِيْ رِوَايَتِهٖ خَمْسِيْنَ مَرَّةً وَلَمْ يَذْكُرْ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ عَلَيْهِ دَيْنٌ وَعَنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّنَامَ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَنَامَ عَلٰى يَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَرَاَ

کہ حضور نے فرمایا جو صبح کے وقت تین بار یہ کہہ لیا کرے میں سننے والے جاننے والے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں مردود شیطان سے ۱؎ پھر سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھ لیا کرے ۲؎ تو اللہ اس پر ستر ہزار فرشتے مقرر فرما دیتا ہے جو شام تک اسے دعائیں دیتے رہیں گے اور اگر اس دن مر جائے تو شہید مرے گا ۳؎ اور جو یہ چیزیں شام کے وقت پڑھے تو اس کا بھی یہی درجہ ہے ۴؎ (ترمذی، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا جو روزانہ دو سو بار قل ہو اللہ احد پڑھ لیا کرے تو اس کے پچاس سال کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے سوائے قرض کے ۵؎ (ترمذی، دارمی) اور دارمی کی ایک روایت میں پچاس بار ہے اور قرض کا ذکر نہیں ہے ۶؎ روایت ہے انہی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور انور نے فرمایا جو اپنے بستر پر سونا چاہے ۷؎ تو داہنی کروٹ پر لیٹے ۸؎ پھر

۱؎ یعنی میری بات سننے والے میرا دل جاننے والے رب کی پناہ مانگتا ہوں خیال رہے کہ اعوذ باللہ چونکہ بے کلمہ استغفار یعنی اعوذ بھی اپنی پہلی میں ۲؎ یعنی دن بھر ہر وہ مجھے بیماریوں بلاؤں میں درمیان زندگی کے چونکہ سویرا زندگی کی دکان کھلنے کا وقت ہے اس لئے خصوصیت سے اسی وقت یہ پڑھو ۳؎ یعنی ھو اللہ الذی سے آخر سورۃ وھو العزیز الحکیم تک یہ آیات خاص عظمت کی ہیں ۴؎ یہاں فرشتوں کی دعا سے ان کی خصوصی دعائیں مراد ہیں ورنہ فرشتے عمومی دعائے مغفرت تو ہر مسلمان کے لئے کرتے رہتے ہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا اور شہید سے مراد شہادت حکمی ہے کہ خواہ اگرچہ اپنے بستر پر مرے مگر قیامت میں اس کا شمار ان شہداء میں ہو جو راہ خدا میں مارے گئے ۵؎ لغت میں صباح آدھی رات سے زوال تک کو کہتے ہیں اور مساء زوال سے آدھی رات تک کو اور اصطلاح میں صبح صادق سے سورج نکلنے کے کچھ بعد تک ہے اور شام اس کے مقابل یعنی سورج چھپنے سے کچھ رات گئے تک یعنی وقت عشاء آنے سے پہلے اور اوقات اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے صبح و شام کی نہایت نفیس تحقیق اپنی کتاب الوظیفۃ الکریمہ میں فرمائی ہے ناظرین اس کا مطالعہ ضرور کریں ۶؎ یعنی دن رات کے کسی حصہ میں پوری سورۂ اخلاص دو سو بار پڑھ لے بہتر یہ ہے کہ ایک دم ہی پڑھے اور اگر مختلف مجلسوں میں پڑھے تب بھی اجر مذکور کی امید ہے شوق سے پڑھو بڑا ہی مجرب ہے ان شاء اللہ پچاس سال کے گناہ صغیرہ معاف ہوں گے اور اگر اتنے گناہ نہ ہوں تو درجے بلند ہوں گے گنہگاروں کے لئے معافی ہے نیک کاروں کے لئے رفع درجات یہ قانون کرم ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر تو نیک لوگ یہ عمل نہ کیا کریں ۷؎ کہ قرض اور حقوق العباد بغیر ادا کئے یا قرض خواہ کے بغیر معاف کئے ساقط نہیں ہوتا سارے حقوق العباد کا یہی حال ہے ۸؎ بستر کا ذکر اتفاقی ہے اگر کوئی زمین پر بھی لیٹے تو یہ پڑھے مگر لیٹ

مِائَةَ مَرَّةٍ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ يَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ يَا عَبْدِيْ اُدْخُلْ عَلٰى يَمِيْنِكَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَقَالَ وَجَبَتْ قُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ قَالَ الْجَنَّةُ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ. وَعَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ شَيْئًا اَقُوْلُهُ اِذَا اَوَيْتُ اِلٰى فِرَاشِيْ فَقَالَ اقْرَأْ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ فَاِنَّهَا بَرَاءَةٌ مِّنَ الشِّرْكِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ. وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ بَيْنَا اَنَا اَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْجُحْفَةِ وَالْاَبْوَاءِ اِذْ غَشِيَتْنَا رِيْحٌ وَظُلْمَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَعَلَ

سورۃ قل ہو اللہ احد پڑھے تو جب قیامت کا دن ہوگا رب تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندے اپنی داہنی طرف سے جنت میں جا۔ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قل ہو اللہ احد پڑھتے سنا تو فرمایا واجب ہو گئی میں نے عرض کیا کیا واجب ہو گئی فرمایا جنت۔ (مالک، ترمذی، نسائی) روایت ہے حضرت فروہ بن نوفل سے وہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی چیز سکھا دیجئے جو میں بستر پر جاتے وقت پڑھا کروں تو فرمایا قل یا ایہا الکافرون پڑھا کرو کہ یہ شرک سے بیزاری ہے (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) روایت ہے حضرت عقبہ بن عامر سے فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جحفہ اور ابواء کے درمیان سفر کر رہے تھے کہ اچانک ہم کو ہوا اور سخت تاریکی نے گھیر لیا تو حضور

سونے سے پہلے دیسے لیٹنے کا حکم نہیں اس سے اس بیدار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے ارادے کا ذکر فرمایا نہ اس طرح کہ قبلہ رو رخ ہو اور داہنی ہتھیلی داہنے رخسار کے نیچے رکھو کہ سنت اسی طرح لیٹنا ہے پھر بائیں کروٹ لے کر سو جائے جو قبلہ سیدھا رخ قبر کا سا ہو۔

۴؎ فقط قل ھو اللہ احد نہیں بلکہ پوری سورۃ مع بسم اللہ کے ہر بار اگرچہ یہ عمل ہے تو مشکل مگر بہت مفید ہے۔ ۵؎ جیسے چلو تو میرے محبوب کی سنت پر عمل کرتے ہوئے داہنی کروٹ لیٹا تھا اور میری حمد والی سورۃ پڑھ کر سویا تھا اس کے انعام میں آج تو جنت کے داہنے باغ میں داخل ہو جا وہ تیرا ہے خیال رہے کہ جنتی لوگ تین قسم کے ہوں گے مقربین حضرات یمین والے ہیں ابرار داہنے والے ہیں گنہگار جن کی شفاعت کی بنا پر مغفرت ہو چکی یا صادق ہوں رب تعالیٰ فرماتا ہے فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت کا داہنا حصہ بائیں سے افضل ہے اور یہ کہ عرش کی داہنی طرف داہنی سمت والوں سے بہتر ہے علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شریف پوری صحیح کو پہنچی مگر اس پر عمل ہے لہٰذا کم از کم ایک بار ضرور عمل کرے کہ اس کے عمل کو بڑی بشارت ہے فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے۔ ۶؎ سبحان اللہ یعنی اس سورۃ شریف کی تلاوت کی برکت سے اس کے لئے جنت واجب و لازم ہو گئی خیال رہے کہ نیک اعمال جنت حاصل ہونے کے اسباب ہیں علت تامہ نہیں بڑے بڑے نیک لوگ پھسل جاتے ہیں مگر یہ شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کی وجہ سے جنتی یقیناً ہو گیا کہ آپ کی زبان رب تعالیٰ کا قلم ہے اس شخص کا جنتی ہونا قطعی ہو گیا۔ ۷؎ فروہ کی صحابیت میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ یہ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں مگر آپ کے والد نوفل صحابی ہیں ۸؎ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ قل ھو اللہ احد پڑھ کر سو جایا کرو پھر کسی سے بات نہ کرو

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ بِاَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَاَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ وَيَقُوْلُ يَا عُقْبَةُ
تَعَوَّذْ بِهِمَا فَمَا تَعَوَّذَ مُتَعَوِّذٌ بِمِثْلِهِمَا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خُبَيْبٍ قَالَ خَرَجْنَا فِيْ
لَيْلَةِ مَطَرٍ وَظُلْمَةٍ شَدِيْدَةٍ نَطْلُبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَدْرَكْنَاهُ فَقَالَ قُلْ قُلْتُ
مَا اَقُوْلُ قَالَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِيْنَ تُصْبِحُ وَحِيْنَ تُمْسِيْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيْكَ
مِنْ كُلِّ شَيْءٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تعوذ فرمانے لگے اعوذ برب الفلق سے اعوذ برب الناس پڑھنے لگے اے عقبہ ان دونوں سورتوں سے تعوذ کیا کرو کسی پناہ لینے
والے نے ان جیسی سے تعوذ نہیں کیا (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبد اللہ بن خبیب سے فرماتے ہیں کہ ہم ایک بارش کی اور سخت اندھیری رات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو
ڈھونڈنے نکلے تو ہم نے حضور کو پا لیا حضور نے فرمایا کہو میں نے عرض کیا کیا کہوں فرمایا صبح و شام کے وقت قل ھو اللہ احد اور معوذتین تین تین بار پڑھ لیا کرو یہ تمہیں
ہر چیز سے کافی ہوں گی (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول

بات مکرر وارد ہو اگر کرنا چاہے تو اس پر عمل ہو سکتا ہے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اس کا عامل انشاء اللہ ایمان پر مرے گا علماء نے اس کی تصریح فرمائی ہے
جحفہ اور ابواء دونوں مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیان دو مقامات ہیں ابواء تو وہی جگہ ہے جہاں حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات شریف
ہوئی جحفہ شام، مصر اور مغرب والوں کا میقات ہے جہاں سے یہاں کے حجاج احرام باندھتے ہیں اسی جگہ کے متعلق حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم
نے دعا فرمائی تھی کہ خدایا مدینہ کی وبا جحفہ کی طرف منتقل فرما دے چنانچہ وہاں بیماریاں خصوصاً بخار بہت زیادہ ہے، حتیٰ کہ اگر پرندہ بھی وہاں سے گزرے تو
اسے بھی بخار ہو جاتا ہے یہ جگہ رابغ کے پاس ہے بعض کا خیال ہے کہ اب اسی جگہ کا نام رابغ ہے جحفہ اور ابواء کے درمیان تئیس میل کا فاصلہ ہے (لمعات و مرقاۃ)
ف یعنی کالی آندھی آ گئی اور ہم اس میں گھر گئے سفر میں ایسی صورت بہت تکلیف دہ ہوتی ہے :
اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں سورتیں صرف جادو کے لئے ہی نہیں ہیں بلکہ دوسری آفتوں میں بھی کام آتی ہیں اگر ان کا تعویذ لکھ کر ساتھ رکھا جائے تو بھی
مفید ہے قرآنی آیات سے تعویذ بنانا ثابت ہے ف یعنی ہم حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے ہم لوگ پیچھے رہ گئے
تو ہم نے رفتار تیز کر دی تاکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے مل جائیں چنانچہ ہم اپنے مطلوب و محبوب تک پہنچ گئے اور اپنا مقصد پا لیا ف ہمارے سلسلہ میں ایک عمل ہے
کہ بعد نماز فجر و مغرب حسب ذیل سورتیں پڑھ لیا کرے سورہ حشر کا آخری رکوع اذا زلزلت الارض، قل یا ایہا الکافرون قل ھو اللہ احد تین بار فلق
ناس انشاء اللہ دنیاوی مصیبتوں سے محفوظ رہیگا اور ایمان پر خاتمہ نصیب ہوگا اور مرتے وقت اپنی جنت کی جگہ خواب میں دیکھ لے گا اور قبر
میں اسے خواب گاہ دی جائیگی کہ تیرا وقت قریب ہے تیاری کر لے فقیر نے یہ عمل اپنے بزرگوں سے پایا ہے اور بحمدہ تعالیٰ اس پر عامل ہے اس کے نتائج کی اچھی
امید رکھتا ہے اللہ نصیب کرے ف یعنی تجھے سحر آفت کے مقابلہ ہر مصیبت کو دفع کرنے میں کافی ہوں گی یا تجھے ہر ورد و وظیفہ سے غنی کر دیں گی ان کے ہوتے
تجھے ضرورت نہ ہوگی اور کوئی وظیفہ کرنا ہو تو کرے اس دوسرے معنی کی تفسیر وہ حدیث ہے کہ ان سورتوں سے بہتر کوئی تعویذ نہیں یہ بہترین تعویذ و امان ہے

اللّٰہِ اَقْرَأُ سُوْرَةَ هُوْدٍ اَوْ سُوْرَةَ يُوْسُفَ قَالَ لَنْ تَقْرَأَ شَيْئًا اَبْلَغَ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ: اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرِبُوا الْقُرْاٰنَ وَاتَّبِعُوْا غَرَائِبَهٗ وَغَرَائِبُهٗ فَرَائِضُهٗ وَحُدُوْدُهٗ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ فِی الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَيْرِ الصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَيْرِ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِيْحِ وَالتَّكْبِيْرِ وَالتَّسْبِيْحُ

اللہ کی! میں سورہ ہود یا سورہ یوسف پڑھا کروں ۱؎ فرمایا تم قل اعوذ برب الفلق سے بڑھ کر کوئی ایسی سورت نہیں پڑھ سکتے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بلیغ ہو ۲؎ (احمد نسائی دارمی) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو خوب ظاہر کرو ۳؎ اور قرآن کے عجائبات کی پیروی کرو اس کے عجائب اس کے فرائض و حدود ہیں ۴؎ روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز میں قرآن پڑھنا بیرون نماز کی قرأت سے افضل ہے ۵؎ اور بیرون نماز قرآن شریف پڑھنا تسبیح و تکبیر پڑھنے سے بہتر ہے ۶؎ اور تسبیح پڑھنا

۱؎ [illegible] آفات سے بچنے اور مصیبتوں کے دفع کرنے کے لیے سورہ ہود یا یوسف کا ورد کروں [illegible] کی اجازت نہیں چاہ رہے ہیں بلکہ ورد کی اجازت حاصل کرنا چاہتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ورد و وظیفوں میں شیخ کی اجازت چاہیے ورنہ ثواب تو مل جائیگا مگر تاثیر نہ ہوگی یہ حدیث اجازت شیخ کی اصل ہے ۲؎ یعنی سورہ فلق پڑھا کرو یہ نہایت آسان ہے کہ مختصر سی سورۃ ہے اور ہر بلا کو دفع کرنے میں [illegible] اور جامع ہے کیونکہ اس میں ہر مخلوق کی شر سے پناہ مانگی گئی ہے [illegible] سورہ فلق و ناس مراد ہوں [illegible] ایک کا ذکر کر دو دونوں کی اجازت دی [illegible] ناس سورہ فلق کی ساتھی ہے ۳؎ [illegible] قرآن کریم کی لوگوں میں خوب اشاعت کرو اسے چھپا کر نہ رکھو جیسے یہود و نصاریٰ نے اصل توریت و انجیل چھپا دی [illegible] قرآن [illegible] اعراب [illegible] حرکات یعنی زیر زبر پیش کی [illegible] عجائب سے مراد قرآنی متشابہات نہیں [illegible] بلکہ قرآنی احکام ہیں [illegible] فرائض [illegible] حدود [illegible] فرائض سے مراد [illegible] ہیں اور حدود سے مراد [illegible] احکام ہیں یا فرائض سے مراد [illegible] احکام ہیں اور حدود سے مراد قرآنی اسرار ہیں یعنی قرآنی احکام [illegible] ہیں [illegible] قرآن کا ایک ظاہر ہے ایک باطن جیسے انسان کا ظاہر بدن ہے اور باطن [illegible] فرائض میں ظاہری طرف اشارہ ہے حدود میں باطن کی طرف اس سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف کے [illegible] بغیر قرآن کے [illegible] ظاہر ہو سکتے ہیں [illegible] ۵؎ کیونکہ نماز میں تلاوت سے دو عبادتوں کا اجتماع ہے اور ایک عبادت سے دو افضل [illegible] نماز [illegible] قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے وہ بیرون نماز نصیب نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ دو عبادتوں کا اجتماع افضل ہے [illegible]

أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصَّدَقَةُ أَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ ۔ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَوْسٍ الثَّقَفِيِّ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةُ الرَّجُلِ الْقُرْاٰنَ فِيْ غَيْرِ الْمُصْحَفِ أَلْفُ دَرَجَةٍ وَقِرَاءَتُهٗ فِي الْمُصْحَفِ تُضَعَّفُ عَلٰى ذٰلِكَ إِلٰى أَلْفَيْ دَرَجَةٍ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ إِذَا أَصَابَهُ الْمَاءُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جِلَاؤُهَا

خیرات سے بہتر ہے ١ اور خیرات روزے سے افضل ہے ٢ اور روزہ آگ سے ڈھال ہے ٣ روایت ہے حضرت عثمان ابن عبداللہ ابن اوس ثقفی سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی شخص کا بغیر قرآن کریم دیکھے تلاوت کرنا ہزار درجہ ہے ٤ اور قرآن میں دیکھ کر تلاوت کرنا اس پر دو ہزار درجہ تک افضل ہے ٥ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ دل ایسے زنگ آلود ہو جاتے ہیں جیسے لوہا پانی لگنے سے زنگ آلود ہو جاتا ہے ٦ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ان دلوں کی جلا کیا ہے ٧

ہیں اسی لئے تسبیح و تہلیل قرآن کا جز ہیں، اور وہ تو دست ہیں کل قرآن ہے اور جزو سے کل افضل نیز قرآن میں وظیفہ بھی ہے اور رب تعالیٰ کا کلام بھی علاوہ ازیں نماز میں رکوع و سجود و تشہد سے قیام افضل ہے کیونکہ قیام میں تلاوت قرآن ہے اگلی دلیل یہ حدیث ہے جس میں فرمایا گیا کہ بیرون نماز تلاوت نفلی تسبیح و تہلیل سے بھی افضل ہے۔ ٢ یعنی اس خیرات سے بہتر ہے جو ذکر اللہ سے خالی ہو یہ ظاہر ہے کہ صدقہ ہے ہمارا کام اور تسبیح و تہلیل میں ہے رب کا نام ہمارے کام سے رب کا نام افضل ہے، چاہیے کہ خیرات کے وقت اللہ کا ذکر بھی کیا جاوے ٣ اس وجہ سے کہ صدقہ میں مال راہ خدا میں خرچ کرنا ہے اور روزے میں مال نفس کے لئے روکنا اور بچانا ہے اور روزہ میں دوپہر کا کھانا بچ جاتا ہے اور مال بچانے سے خرچ کرنا افضل ہے۔ بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ صدقہ وہ افضل ہے جس میں بچا ہوا مال خرچ کر دیا جائے جیسے نفلی روزہ رکھ کر دوپہر کا کھانا خیرات کر دے تا کہ صدقہ و خیرات جمع ہو جائیں بلکہ روزہ میں ذکر اللہ زیادہ کرے تا کہ صدقہ و تسبیح و تہلیل کا اجتماع نصیب ہو یہ وجہ ہے کہ روزہ میں صرف روزہ دار کا نفع ہے اور صدقہ میں لینے والے کا بھی اور فقیر کا بھی بھلا، اور لازم عبادت سے متعدی عبادت بہتر ہے۔ خیال رہے کہ یہ فضیلت جزئی ہے ورنہ کلیۃً روزہ خیرات سے بہتر ہے لہذا یہ حدیث روزہ کی فضائل کی احادیث کے خلاف نہیں ٤ کہ جب روزہ جو ان تمام عبادات میں سے آخر درجہ کی عبادت ہے اس کا یہ فائدہ ہے تو سوچو کہ اس سے اوپر والی عبادتوں کا کیا فائدہ ہوگا وہ ہمارے خیال و وہم سے وراء ہے ٥ یعنی حفظ تلاوت قرآن کا ثواب دیگر عبادات سے ہزار گنا زیادہ ہے، اس کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ٦ یعنی قرآن کریم میں دیکھ کر تلاوت کرنے کا ثواب دوسری عبادات سے دو ہزار گنا زیادہ یا حفظ تلاوت سے دو ہزار درجہ زیادہ ہے کیونکہ قرآن کریم کو دیکھنا بھی عبادت ہے اور اس کی تلاوت بھی عبادت تو دیکھ کر پڑھنے والا دوہری عبادت کرتا ہے اور حفظ تلاوت کرنے والا ایک عبادت کرتا ہے۔ خیال رہے کہ چند چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے قرآن کریم، کعبہ معظمہ، عالم دین کا چہرہ ماں باپ کو شفقت کی نظر سے دیکھنا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا تو بڑی ہی عبادت ہے کہ اس سے مومن صحابی بن جاتا ہے ٧ کہ گناہوں کی یا دنیاوی الجھنوں میں مشغولیت ذکر محبوب سے غفلت وغیرہ دل کے زنگ کا سبب ہے یہ زنگ کبھی معمولی ہوتی ہے اور معمولی کوشش سے جاتی رہتی ہے اور کبھی بہت سخت

قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الْاَرْبَعَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ
وَعَنْ اَيْفَعَ بْنِ عَبْدِ الْكَلَاعِيِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ سُوْرَةِ الْقُرْاٰنِ اَعْظَمُ قَالَ قُلْ هُوَ
اللّٰهُ اَحَدٌ قَالَ فَاَيُّ اٰيَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ اَعْظَمُ قَالَ اٰيَةُ الْكُرْسِيِّ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ
قَالَ فَاَيُّ اٰيَةٍ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ تُحِبُّ اَنْ تُصِيْبَكَ وَاُمَّتَكَ قَالَ خَاتِمَةُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فَاِنَّهَا
مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ تَحْتِ عَرْشِهٖ اَعْطَاهَا هٰذِهِ الْاُمَّةَ لَمْ تَتْرُكْ خَيْرًا مِنْ

فرمایا موت کا زیادہ یاد کرنا اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا ان چاروں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا روایت ہے حضرت ایفع ابن عبد الکلاعی سے فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ قرآن کریم کی کونسی سورۃ بہت بڑی ہے فرمایا قل ھو اللہ احد عرض کیا پھر قرآن کریم کی کونسی آیت بہت بڑی ہے فرمایا آیۃ الکرسی یعنی اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم عرض کیا یا نبی اللہ کس آیت کے متعلق آپ چاہتے ہیں کہ اس کی برکت آپ کو اور آپ کی امت کو پہنچے فرمایا سورۂ البقرہ کی آخری آیات کہ وہ اللہ تعالٰی کی رحمت کے عرشی خزانے ہیں جو اللہ نے اس امت کو بخشے ان آیتوں نے دنیا

اور بہت کوشش کے بعد صاف ہوتی ہے اور کبھی وہ قابل صاف نہیں رہتا اور ختم کیا جاتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے کلا بل ران علی قلوبھم ماکانوا یکسبون خیال رہے کہ یہاں ھذہ القلوب سے مراد عام انسانوں کے دل ہیں انبیاء کرام اور خاص اولیاء اللہ کے دل اس سے مستثنٰی ہیں وہ ہمیشہ صاف ستھرے ہی رہتے ہیں ان کے لئے ذکر موت اور تلاوت قرآن زیادتی انوار کے سبب ہیں جیسے بری چیزوں کی صحبت سے گناہ زنگ لگتے ہیں اور نیکی کی پالش چمکا دیتی ہے تو دونوں کی پالش و صفائی کس چیز سے ہوگی۔

۲؎ کیونکہ موت کو یاد کرنے میں دل دنیا سے سرد ہو جاتا ہے آخرت کی طرف راغب ہو جاتا ہے گناہوں سے متنفر اور نیکیوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے جو شخص روزانہ موت کو یاد کر لیا کرے اس کو درجہ شہادت ملیگا اگرچہ طبعی موت سے مرے شامی اسی لئے زیارت قبور سنت ہے کہ اس سے اپنی موت یاد آتی ہے موت خاموش واعظ ہے ۳؎ کیونکہ قرآن گویا اپنے روحانی وطن کا خط ہے جو ہم پردیسیوں کو وہاں کی یاد دلاتا ہے اس دیس کی یاد اس جسمانی عارضی دیس سے دل سرد کر دیتی ہے یہ بھی قاعدہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ یاد موت کی کثرت دل کا زنگ دور کرتی ہے اور تلاوت مطلقاً خواہ زیادہ ہو یا کم یہ اثر کرتی ہے ۴؎ آپ کا نام ایفع ابن ناکور کلاعی ہے ذوالکلاع یمن کا مشہور قبیلہ ہے بعض نے فرمایا کہ آپ صحابی ہیں مگر مرقات نے فرمایا کہ آپ تابعی ہیں کیونکہ آپ یمن سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے لئے روانہ ہوئے مدینہ منورہ پہنچے تھے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی ۵؎ کیونکہ اس سورت میں رب تعالٰی کی توحید کا نہایت جامع اور مکمل بیان ہے اور کلام کی عظمت اس کے مضمون کی عظمت سے ہوتی ہے لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ارشاد ہوا کہ سورۂ فاتحہ بڑی اعظم سورۃ ہے ، کہ وہاں عظمت سے مراد یہ ہے کہ وہ بہت سے معانی کی جامع ہے اور یہاں اعظمیت دوسری حیثیت سے ہے خیال رہے یہاں سوال بھی اسی حیثیت کا تھا۔ لہٰذا جواب سوال کے مطابق ہے ۶؎ جس میں رب کی ذات و صفات کا مکمل و جامع بیان ہو پہلے سورۃ کے متعلق سوال تھا اب آیت کے متعلق سوال ہے ۷؎ آخر آیت وھو العلی العظیم تک آیۃ الکرسی بہت ہی نافع آیت ہے اس کے فضائل حد و حساب سے باہر ہیں ۸؎ یہاں برکت سے مراد دائمی ثواب و فائدہ ہے جو کبھی ختم نہ ہو ۹؎ امن الرسول سے آخر تک اور بہتر یہ ہے کہ للہ ما فی السموات سے آخر تک پڑھا کرے

خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ. وَعَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ فَاتِحَةِ الْكِتٰبِ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ. وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ مَنْ قَرَاَ اٰخِرَ اٰلِ عِمْرَانَ فِيْ لَيْلَةٍ كُتِبَ لَهٗ قِيَامُ لَيْلَةٍ. وَعَنْ مَكْحُوْلٍ قَالَ مَنْ قَرَاَ سُوْرَةَ اٰلِ عِمْرَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلٰٓئِكَةُ اِلَى اللَّيْلِ رَوَاهُمَا الدَّارِمِيُّ. وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ خَتَمَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ بِاٰيَتَيْنِ اُعْطِيْتُهُمَا مِنْ كَنْزِهِ الَّذِيْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَعَلَّمُوْهُنَّ وَعَلِّمُوْهُنَّ نِسَآءَكُمْ

دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی ایسی نہیں جو ان پر مشتمل نہ ہو (دارمی) روایت ہے عبدالملک ابن عمیر سے مرسلاً فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری کی شفا ہے ؎ (دارمی، بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت عثمان ابن عفان سے فرماتے ہیں کہ جو آل عمران کا آخر رات میں پڑھے تو اسے تمام رات کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا ؎ روایت ہے حضرت مکحول سے فرماتے ہیں جو جمعہ کے دن سورۂ آل عمران پڑھے تو رات تک فرشتے اس پر دعائیں کرتے ہیں ؎ (دارمی) روایت ہے حضرت جبیر ابن نفیر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کو ان دو آیتوں پر ختم فرمایا جو مجھے اپنے عرش کے نیچے والے خزانے سے عطا فرمائیں انہیں سیکھو

من خزانوں کا نزول عرش سے ہوا اور اس امت کے سوا کسی امت کو اس جیسی عظیم الشان نعمت نہ ملی ؎ کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی توحید، ملکیت، دعا، مغفرت، ستاری وغیرہ صفات کا بھی اعلیٰ بیان ہے، اور جامع دعائیں بھی ہیں اور رب تعالیٰ کو بندے کا مانگنا بہت محبوب ہے یہ آیت عشاء اور تہجد کی نماز میں خصوصاً پڑھنا چاہیے اس کے بڑے فائدے دیکھے گئے ہیں ؎ یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ عبدالملک ابن عمیر تابعی ہیں، امام شعبی کے بعد کوفہ کے قاضی رہے، عالم دمشقی، وہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صحابی کا ذکر نہ کیا اسی کا نام ارسال ہے ؎ جسمانی، خیالی اور روحانی تمام بیماریوں کی شفا مطلق ہے سب بیماریوں میں مختلف طریقوں سے استعمال کی جاتی ہے اور بہت مفید ہوتی ہے تجربہ ہے، ایمان و یقین شرط ہے۔

؎ یہ حدیث اگرچہ حضرت عثمان پر موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ قرآنی سورتوں کے فضائل عقل سے نہیں معلوم ہو سکتے صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان شریف سے ہی معلوم ہو سکتے ہیں، آخر آل عمران سے مراد آیت ان فی خلق السموت والارض سے آخر تک ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو کر تہجد کے لیے اٹھتے وقت بھی پڑھتے تھے آسمان کے تاروں کو ملاحظہ فرماتے جاتے اور آیات پڑھتے جاتے بہتر یہ ہے کہ تہجد کے وقت اٹھتے ہی یہ پڑھے اور نماز تہجد میں بھی ؎ مطلب یہ ہے کہ جو کوئی یہ آیتیں رات کے کسی حصہ میں خصوصاً تہجد میں پڑھے تو اسے تمام رات نوافل پڑھنے کا ثواب ملے گا، سبحان اللہ رب تعالیٰ کی عطا ہے ؎ یعنی حضرت مکحول شامی جو مشہور تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن میں پوری سورۂ آل عمران پڑھے تو وہ فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق ہو جاتا ہے، دعاؤں سے مراد خاص دعائیں ہیں کیونکہ ان کی عام دعائیں تو ہر مسلمان کے لیے وقف ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے، یہ اگرچہ حضرت مکحول کا قول ہے مگر حدیث مرفوع کے حکم میں ہے ؎ یعنی امن الرسول سے آخر سورۃ تک کی دو آیتیں عرشی خزانوں میں سے ہیں، خزانوں سے مراد رحمت کے معنوی خزانے ہیں۔

؎ یعنی ان دونوں آیتوں کا ایک ایک کلمہ سیکھو اور سکھاؤ ... ارشاد ہوا ... ضمیر تثنیہ آنی چاہیے تھی رب تعالیٰ

فَاِنَّهَا صَلٰوةٌ وَّقُرْبَانٌ وَّدُعَاءٌ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُرْسَلًا، وَعَنْ كَعْبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اقْرَءُوْا سُوْرَةَ هُوْدٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ؛ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَاَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ اَضَاءَ لَهُ النُّوْرُ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ رَوَاهُ
الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ؛ وَعَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ قَالَ اقْرَءُوا الْمُنْجِيَةَ وَهِيَ الٓمّٓ
تَنْزِيْلُ فَاِنَّهُ بَلَغَنِيْ اَنَّ رَجُلًا كَانَ يَقْرَؤُهَا مَا يَقْرَأُ شَيْئًا غَيْرَهَا وَكَانَ كَثِيْرَ الْخَطَايَا

اور یہ نماز اور باعث قرب الٰہی اور دعا ہیں لے (دارمی مرسلاً) روایت ہے حضرت کعب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن سورۂ ہود پڑھا کرو ۲ (دارمی) روایت ہے حضرت ابو سعید سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن میں سورۂ کہف پڑھے تو اس کا نور ایمان دو جمعوں کے درمیان چمکتا ہے ۳ (بیہقی دعوات الکبیر) ۴ روایت ہے حضرت خالد ابن معدان سے ۵ کہ انہوں نے فرمایا نجات دینے والی سورۃ پڑھا کرو جو الٓمّٓ تنزیل ہے ۶ کیونکہ مجھے خبر ملی ہے کہ ایک شخص یہی سورۃ پڑھتا تھا اس کے سوا کچھ نہ پڑھتا تھا ۷ اور وہ بڑا گنہگار تھا۔

فرمایا هذان خصمان اختصموا اور فرمایا وان طائفتان من المومنین اقتتلوا الخ عورتوں کا ذکر خصوصیت سے اس لئے فرمایا کہ عام طور پر دو [illegible] کہ عورتیں گناہ زیادہ کرتی ہیں اسی لئے یہ دوزخ میں زیادہ ہیں جیسے یہود آیتیں اپنے سارے گھر والوں کو سکھا دو کہ ان کے سکھانے سے بیوی بچے جلد سیکھ جائیں گے کیونکہ بچوں کا پہلا مکتب ماں کی گود ہے لے صلوٰۃ سے مراد دعا و استغفار ہے جیسے ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی میں فرشتوں کی صلوٰۃ سے مراد ہے استغفار یا یہ مطلب ہے کہ نماز میں تلاوت کی جانے والی آیتیں ہیں، مطلب یہ ہے کہ نماز یا خارج نماز ان آیات کے پڑھنے میں بہت فائدے ہیں ان میں دعا بھی ہے قربت الٰہی بھی استغفار بھی اور ان سے نماز بھی ہوتی ہے کہ ان میں غفرانک بھی ہے اور والیک المصیر بھی یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب کا ذریعہ ہے ایسی جامعیت دوسری آیات میں کم ہے معلوم ہوا کہ آیات کے فضائل کبھی ان کے مضامین کی اہمیت کی وجہ سے بھی ہوتے ہیں ۲ کیونکہ جیسے ابن حجر تابعی ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد کیا صحابی کا ذکر نہ آیا، حاکم نے حضرت ابو ذر سے مرفوعاً روایت کی تھوڑے فرق سے مرفوعاً کہ یہ بروزن صرف بھی ہے اور غیر منصرف بھی اور جمعہ میم کے پیش سے بھی ہے اور سکون سے بھی مگر قرآن کریم میں میم کے پیش سے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن سورۂ ہود پڑھنا بہت برکتوں کا باعث ہے جیسے اسی دن سورۂ کہف کی تلاوت دفع بلا کے لئے ہے ۳ یہ چمک اس کے چہرہ پر ہوگی یا دل میں قبر میں یا قیامت کے دن اور دو جمعوں کے درمیان سے مراد اتنی مدت اور اتنا وقت ہے جو شخص ہر جمعہ کو یہ پڑھ لیا کرے تو ان شاء اللہ ہمیشہ پُر نور رہے یہ سورۃ فتنہ دجال سے امن ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا بلکہ یہ نور ہی دجال کی آفت سے بچنے کا ذریعہ ہوگا ان شاء اللہ ۴ یہ حدیث مختلف طریقوں اور مختلف عبارتوں سے حاکم، دارمی، نسائی، طبرانی، بزار نے بھی روایت کی ۵ آپ مشہور تابعی ہیں ستر صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے ثقہ ہیں عالم ہیں ۶ مشہور یہ ہے کہ یہ سورۃ عذاب دینی آفات، عذاب قبر و حشر سے نجات کا ذریعہ ہے اس لئے اسے منجیہ کہتے ہیں جب قرآنی سورۃ کو منجیہ کہنا درست ہے، تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو منجی یعنی نجات دہندہ کہا جا سکتا ہے ۷ یعنی صرف اس سورۃ کا وظیفہ کرتا تھا اس کے سوا اس کا کوئی اور وظیفہ نہ تھا ؛

فَنَشَرَتْ جَنَاحَهَا عَلَيْهِ قَالَتْ رَبِّ اغْفِرْ لَهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُكْثِرُ قِرَاءَتِي فَشَفَّعَهَا الرَّبُّ تَعَالَى فِيهِ وَ
قَالَ اكْتُبُوا لَهُ بِكُلِّ خَطِيئَةٍ حَسَنَةً وَّارْفَعُوا لَهُ دَرَجَةً وَقَالَ أَيْضًا إِنَّهَا تُجَادِلُ عَنْ
صَاحِبِهَا فِي الْقَبْرِ تَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ مِنْ كِتَابِكَ فَشَفِّعْنِي فِيهِ وَإِنْ لَمْ أَكُنْ مِنْ كِتَابِكَ
فَامْحُنِي عَنْهُ وَإِنَّهَا تَكُونُ كَالطَّيْرِ تَجْعَلُ جَنَاحَهَا عَلَيْهِ فَتَشْفَعُ لَهُ فَتَمْنَعُهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ
وَقَالَ فِي تَبَارَكَ مِثْلَهُ وَكَانَ خَالِدٌ لَا يَبِيتُ حَتّٰى يَقْرَأَهُمَا وَقَالَ طَاؤُسٌ فُضِّلَتَا
عَلٰى كُلِّ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ بِسِتِّينَ حَسَنَةً رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ

تو اس سورت نے آکر اس پر اپنے پر پھیلا دیئے اور کہا یا رب اس کی بخشش کر دے کیونکہ یہ مجھ کو بہت تلاوت کرتا تھا رب تعالیٰ نے اس کے بارے میں شفاعت قبول کی اور فرمایا کہ اس کے ہر گناہ کے عوض ایک نیکی لکھو اور ایک درجہ بلند کرو نیز خالد یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑے گی کہے گی الٰہی اگر میں تیری کتاب میں ہوں تو میرے حق میں میری شفاعت قبول کر اور اگر میں تیری کتاب میں نہیں ہوں تو مجھے اس میں سے مٹا دے اور یہ سورت پرندہ کی طرح بن جائے گی اپنے پر اس پر پھیلائے گی اور اس کی سفارش قبول کی جائے گی اور عذاب قبر سے بچائے گی اور یہی سب مضمون سورۂ تبارک کے بارے میں کہا اور خالد ان دونوں سورتوں کو پڑھے بغیر نہ سوتے تھے حضرت طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں سورتیں قرآن کی ہر سورت پر ساٹھ نیکیوں سے زیادہ فضیلت رکھتی ہیں۔

ف یعنی صاحب سورہ قبر میں کہ یہ سورت پرندہ کی شکل میں ہو کر موجود ہوگی اور اس پر اپنے پروں کا سایہ کرے گی تاکہ اس شخص پر عذاب ہونے کے قابل ہے کہ بغیر حضور دل کے عذاب ہو، یا یہ مطلب ہے کہ مجاہد کر کے
ہو بعض صاحب نے عبث گناہ مرتد ہو تو یہ بھی مگر اس میں یہ استحقاق کوئی نہیں گناہ وجب فسق کیا اور یہ اس شفاعت کی برکت سے عذاب قبر دفع ہی ہو گیا اور وہ تو اس عذاب قبر سے بچایا ہوگا
کیا کہ جیسے کہ نامہ اعمال سے سارے گناہ مٹا دو اور ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی ثبت کر دو یہ مطلب نہیں ہے کہ گناہ مٹا کر یہ لکھو کہ اس نے نیکیاں کیں ایسا جھوٹ ہے جیسا کہ فرمایا فاولئک
یبدل اللہ سیئاتہم حسنات بادشاہ خوش ہوتے ہیں تو ایسی ہی انعام و صدقہ دیا ہے بڑے شاہ خلعت دیتے ہیں اور ضرورت سے قلیل ہے کہ کثیر ہے مراد حقوق اللہ کے گناہ
صغیرہ ہیں نہ کہ حقوق العباد، لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں کہ الم تنزیل پڑھنے والا لوگوں کے مال مارے چوری ڈکیتی کرتا رہے اور اس کو ان جرموں پر ثواب ملے گی اور اس کی قبر
وسعت افزا کر دے اور اسے سوالات نکیرین میں کامیاب فرما دے کیونکہ یہ مجھے بہت تلاوت کرتا تھا آج اس کا بدلہ دے دے یعنی مجھے لوح محفوظ سے مٹا دے
یا قرآن اوراق سے اٹھا لیجئے ناز سے اس کا پرورش کیا ہے جیسے ناز پروردہ غلام اپنے آقا سے کہے کہ اگر میں تیرا غلام ہوں تو میری بات مان اور نہ
مجھے رخصت فرما دے، یا بیٹا باپ سے عرض کرے کہ اگر میں آپ کا فرزند ہوں تو میرے حق کا لحاظ فرما دیں، اگر نہیں ہوں تو مجھے اپنے گھر سے باہر
نکال دیجئے، لہٰذا یہ اگر کر شک و تردد کے لئے نہیں ہے یعنی جیسے مرغی یا چڑیا اپنے بچوں کو اپنے پروں میں لے لیتی ہے جس سے بچوں تک باہر کی تکلیف نہیں پہنچتی
باقی ایسے ہی یہ سورۃ اپنے عامل کو قبر و قیامت میں اپنے پروں میں لے لیگی جس سے اس شخص تک گرمی و وحشت و دہشت وغیرہ نہ پہنچ سکے گی اسی طرح حضرت
خالد ابن معدان نے سورہ ملک کے فضائل بھی تقریباً ایسے ہی بیان کئے ۔ یعنی بعض خصوصی فائدوں میں دوسری تمام سورتوں سے ساٹھ گنا
زیادہ ہیں، یا بعض حالات میں ان کی تلاوت دوسری سورتوں کی تلاوت سے ساٹھ گنا زیادہ مفید ہو جیسے نماز وتر میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور قل یا
ایہا الکافرون اور قل ھو اللہ احد پڑھنا سنت بہتر ہے اور جمعہ کی فجر میں سورۃ سجدہ ۱۲ ۔

قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ يٰسٓ فِي صَدْرِ النَّهَارِ قُضِيَتْ حَوَائِجُهُ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُرْسَلًا. وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ الْمُزَنِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ يٰسٓ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ فَاقْرَءُوهَا عِنْدَ مَوْتَاكُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ. وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ سَنَامًا وَإِنَّ سَنَامَ الْقُرْآنِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَإِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ لُبَابًا وَإِنَّ لُبَابَ الْقُرْآنِ

فرماتے ہیں مجھے خبر ملی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شروع دن میں سورہ یٰسٓ پڑھے اس کی تمام ضرورتیں پوری ہوں گی لہ (دارمی مرسلًا) روایت ہے حضرت معقل ابن یسار مزنی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو رضائے الٰہی کے لیے سورہ یٰسٓ پڑھے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے لہ لہذا اسے اپنے مُردوں کے پاس پڑھا کرو لہ (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی ایک بلندی ہے اور قرآن کی بلندی سورۂ بقرہ ہے لہ اور ہر چیز کا مغز ہوتا ہے

اور سورہ وغیرہ کی تلاوت افضل ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کے فضائل زیادہ ہیں لہ آپ جلیل القدر تابعی ہیں بے مثل عالم اور بے نظیر فقیہ تھے ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے عطا سے بڑا تو کیا ان جیسا عالم و فقیہ نہ دیکھا ، سیاہ رنگ ایک آنکھ چپٹی ناک ایک ہاتھ شل تھا ، پاؤں سے لنگڑے تھے ، آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے ، اٹھاسی سال عمر پائی ۱۱۵ھ میں وفات ہوئی ، امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں اگر علم نسب یا دوسری خصوصیات سے ملتا تو عطا کو نہ ملتا کہ ان میں کوئی ظاہری خصوصیت نہ تھی مگر علم کے خزانے ان کے سینے میں تھے پاک ہے وہ جس کی عطا کسی کے کمال پر موقوف نہیں ۔ شعر

داد حق را قابلیت شرط نیست ❊ بلکہ شرط قابلیت داد است

آپ نے حضرت ابن عباس ، ابوہریرہ ، ابوسعید خدری ، جابر ، ابن عمر ، عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث لیں اور ان سے فیوض حاصل کئے لہ بعض بزرگ نماز فجر کے بعد سورہ یٰسٓ کی تلاوت کرتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے یہ عمل نہایت مجرب ہے اس کا عامل ان شاء اللہ کبھی فقر و فاقہ یا دیگر آفات میں نہ پھنسے گا ، دفع حاجات کے لیے یہ سورۃ اکسیر ہے لہ یہ سورۃ یٰسٓ کا اخروی فائدہ ہے یعنی اس کی تلاوت کرنے والا دنیاوی آفات سے محفوظ رہے گا اور اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے ان شاء اللہ کبیرہ گناہ بھی (مرقات) لہ ظاہر یہ ہے کہ یہاں موتیٰ سے مراد وہ ہے جس کی جان نکل رہی ہو قریب الموت ہو ، ایسی حالت میں سورۃ یٰسٓ تلاوت کرنے کا عام رواج ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے کیونکہ اس سورۃ سے مشکل بھی حل ہوتی ہے اور گناہ بھی معاف ، اسی لئے اس وقت سورۃ یٰسٓ پڑھنا نہایت مناسب ہے اور ہو سکتا ہے کہ موتیٰ سے مراد میت ہی ہو ، یعنی قبر پر یا دفن سے پہلے سورۃ یٰسٓ پڑھا کرو پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں (لمعات و مرقات) لہ یعنی اونٹ کا حسن اونچے کوہان سے ہے مسجد کا حسن اونچے میناروں سے ہے اور قرآن کا حسن سورۂ بقرہ سے ہے ، کہ اکثر احکام شرعیہ اسی سورۃ میں ہیں اور آیات جہاد بھی اسی سورۃ میں ہیں اور جہاد سے اسلام و قرآن سب ہی کی بقا ہے نیز یہ سورۃ تمام سورتوں سے بڑی ہے ❊

المفصل رواه الدارمي ۔ وعن علي قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لكل شيء عروس وعروس القرآن الرحمن ۔ وعن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قرأ سورة الواقعة في كل ليلة لم تصبه فاقة ابدا وكان ابن مسعود يأمر بناته يقرأن بها في كل ليلة رواهما البيهقي في شعب الايمان ۔ وعن علي قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحب هذه السورة سبح اسم ربك الاعلى رواه

مفصل ہے ١ (دارمی) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہر چیز کی ایک زینت ہے اور قرآن کی زینت سورۂ رحمٰن ہے ٢ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو ہر رات سورۂ واقعہ پڑھا کرے تو اسے کبھی فاقہ نہ ہوگا ٣ حضرت ابن مسعود اپنی لڑکیوں کو حکم دیتے تھے کہ ہر رات یہ پڑھا کریں ٤ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس سورۃ سے بہت محبت کرتے تھے سبح اسم ربک الاعلیٰ ٥

١ سورۂ حجرات سے والناس تک کو مفصل کہتے ہیں اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوال مفصل ہے اور بروج سے لم یکن تک اوساط اور لم یکن سے والناس تک قصار مرقات نے فرمایا کہ بقیہ قرآن کے مضامین توریت و انجیل کے مضامین کے مشابہ ہیں، مگر مفصل کے مضمون بے مثال ہیں۔ یا یوں کہو کہ مفصل میں اکثر ان مضامین کی تفصیل کر دی گئی ہے جو بقیہ قرآن میں اجمالاً مذکور ہوئے، اس لئے اسے خلاصۂ قرآن فرمایا گیا۔ ٢ چند وجہ سے سورۂ رحمٰن کو قرآن کی دولہن، زینت، فرمایا گیا اس سورۃ میں اللہ تعالٰی کی ذات و صفات کا ذکر ہے اور ذات و صفات پر اعتقاد ایمان کی زینت ہے اس سورۃ میں جنت کی دولہنوں ان کے حسن و جمال، ان کے زیورات کا ذکر ہے، یہ چیزیں جنت کی زینت ہیں، اس سورۃ میں آیت کریمہ فبای آلاء ربکما تکذبان اکتیس بار ارشاد ہوا اس سے اس سورۃ کی زینت زیادہ ہو گئی۔ خیال رہے کہ عربی میں عروس دولہا کو بھی کہتے ہیں اور دولہن کو بھی عروس سے بنا ہے جیسے شادی بارات چونکہ دولہا دولہن کو نہایت آراستہ پیراستہ کیا جاتا ہے اس لئے مجازاً یہ لفظ بمعنی زینت و بناؤ استعمال ہونے لگا یہاں اسی مجازی معنے میں ارشاد ہوا ہے۔ جنت میں رب تعالٰی سورۂ رحمٰن کی تلاوت فرمائے گا جنتی سنیں گے اس سننے سے جو لذت و سرور حاصل ہوگا وہ بیان بلکہ گمان سے وراء ہے۔ اچھے قاری کی تلاوت سن کر لوگ لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں، تو رب تعالٰی کی تلاوت کیسی ہوگی ٣ بعض شارحین نے اس حدیث کی تاویلیں کی ہیں کہ اسے فاقہ میں بے صبری نہ ہوگی یا اسے توکل نصیب ہوگا یا اسے دلی فاقہ یعنی عبادت سے غفلت نہ ہوگی، مگر حق یہ ہے کہ حدیث ظاہر پر ہے سورۂ واقعہ ہر رات پڑھنے والا فقر و فاقہ سے محفوظ رہتا ہے، یہ عمل بہت مجرب ہے، اللہ تعالٰی نے بعض سورتوں آیتوں میں دنیاوی فائدے بھی رکھے ہیں کہ لوگوں کو تلاوت قرآن کی رغبت ہو مختلف آیتوں میں مختلف دنیاوی تاثیریں بھی رکھی گئی ہیں۔ لمعات ٤ تاکہ تلاوت کا ثواب بھی پائیں اور فقر و فاقہ سے محفوظ بھی رہیں معلوم ہوا کہ دنیاوی نفع و اثر کے لئے بھی قرآن پاک پڑھنا جائز ہے، ہاں ناجائز مقاصد کے لئے قرآن کریم پڑھنا یا کوئی عمل کرنا جا ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم قرآنی آیات اور دوسری دعائیں بیماروں پر استعمال فرماتے تھے شفا کے لئے ٥ چنانچہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں یہی سورۃ پڑھتے تھے اور ویسے بھی اس کی تلاوت زیادہ کرتے تھے اس لئے کہ اس سورۃ میں حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں کا

أحمد. وعن عبد الله بن عمرو قال أتى رجل النبي صلى الله عليه وسلم فقال أقرئني يا رسول الله فقال اقرأ ثلاثا من ذوات الر فقال كبرت سني واشتد قلبي وغلظ لساني قال فاقرأ ثلاثا من ذوات حم فقال مثل مقالته فقال الرجل يا رسول الله أقرئني سورة جامعة فأقرأه رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا زلزلت حتى فرغ منها فقال الرجل والذي بعثك بالحق لا أزيد عليها أبدا ثم أدبر الرجل فقال رسول الله صلى الله

(احمد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا یا رسول اللہ مجھے قرآن سکھایئے[1] فرمایا الرٰ والی تین سورتیں پڑھا کرو[2] عرض کیا میری عمر بہت ہو چکی دل سخت اور زبان موٹی ہو چکی[3] فرمایا تو حٰم والی تین سورتیں پڑھا کرو[4] تو اس نے پھر وہی کہا پھر وہ بولا یا رسول اللہ مجھے کوئی جامع سورۃ سکھا دیجئے[5] تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ اذا زلزلت پڑھائی حتی کہ اس سے فارغ ہو گئے[6] تو وہ شخص بولا اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس پر کبھی کچھ زیادتی نہ کروں گا[7] پھر پیٹھ پھیری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

بھی ذکر ہے، اور مشکلات آسان کرنے کا بھی وعدہ ہے، جیسے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۂ فتح دنیا و ما فیہا سے زیادہ پیاری ہے کہ اس میں فتح مکہ کا وعدہ ہے اور حضرت کی بشارت ہے۔ مرقات میں اس جگہ فرمایا کہ انسان اپنے اوقات کے تین حصے کرے ایک حصہ میں اپنے نفس کا حساب کرے کہ میں نے آج کیا جرم کئے اور کیا نیکی، دوسرے حصہ میں اللہ تعالٰی کی صنعتوں میں غور کرے، تیسرے حصے میں اپنا معاش کرے۔ اس سورۃ میں یہ تینوں چیزیں صراحۃً یا اشارۃً مذکور ہیں۔

[1] یعنی تلاوت قرآن کی اجازت دیجئے یا قرآنی ورد و وظیفہ بتائیے جو میں پڑھا کروں یہ مطلب نہیں کہ مجھے قرآنی الفاظ کے ہجے یا روانی سکھائیے جیسا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے معلوم ہو رہا ہے۔ [2] یعنی جن سورتوں کے اول میں الف لام را ہے ان میں سے تین سورتیں روزانہ پڑھ لیا کرو، بہت فائدہ دیکھو گے۔ [3] یعنی یہ سورتیں ہیں لمبی اور بڑھاپے کی وجہ سے میرا دل قابو میں ہے نہ زبان، زیادہ لمبے ورد نہیں پڑھ سکتا بہت زیادہ تلاوت نہیں کر سکتا۔ [4] یعنی اگر الرٰ والی دراز سورتیں روزانہ نہیں پڑھ سکتے تو حٰم والی سورتیں پڑھ لیا کرو کہ یہ ان سے چھوٹی ہیں۔ [5] یعنی ایسی سورۃ بتائیے جو پڑھنے میں آسان ہو، الفاظ میں مختصر ہو، فوائد میں جامع ہو، کہ بڑی بڑی سورتوں کے فضائل و فوائد رکھتی ہو، جامع سے یہی مراد ہے۔ [6] یعنی اس سے یہ سورۃ سیکھی اور سن کر اس کے ورد کی اجازت دے دی۔ حضرات صوفیاء دلائل الخیرات شریف وغیرہ وظیفے مریدوں کو سکھاتے ہیں، پھر ان سے سنتے ہیں، پھر ان کی اجازت دیتے ہیں جس سے ان کی تاثیر بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس سننے اور اجازت دینے کی اصل یہ حدیث بھی ہے کہ اس شخص نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اولاً قرأت کے حق کی اجازت لی۔ حضور علیہ السلام نے اسے اجازت مرحمت فرمائی۔ کلام کے اثر کے ساتھ زبان کی تاثیر بھی چاہیے۔ کارتوس کی طاقت کے ساتھ رائفل کی قوت بھی ضروری ہے۔ [7] یعنی صرف اسی سورت کا وظیفہ کیا کروں گا اگرچہ تلاوت سارے قرآن شریف کی کیا کروں گا یہ مطلب نہیں کہ سوائے اسی سورۃ کے اور کوئی آیت یا سورۃ کبھی نہ پڑھوں گا کہ یہ تو غلط ہے، نماز میں الحمد شریف پڑھنا واجب ہے اور اس کے بعد سورتیں بدل کر پڑھنا بھی ضروری ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرید شیخ کے بتائے ہوئے ورد وظیفے میں نہ تو زیادتی کرے نہ تبدیلی کرے ورنہ فائدہ نہ ہوگا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتْحَ الدُّنْيَا مَحَلَّ مَرَّتَيْنِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ ۞ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا يَسْتَطِيْعُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَاَ اَلْفَ اٰيَةٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ قَالُوْا وَمَنْ يَّسْتَطِيْعُ
اَنْ يَّقْرَاَ اَلْفَ اٰيَةٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ قَالَ اَمَا يَسْتَطِيْعُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَاَ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ
فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۞ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ مُرْسَلًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ
قَرَاَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ بُنِيَ لَهٗ بِهَا قَصْرٌ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ قَرَاَ عِشْرِيْنَ مَرَّةً بُنِيَ لَهٗ
بِهَا قَصْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ قَرَاَهَا ثَلٰثِيْنَ مَرَّةً بُنِيَ لَهٗ بِهَا ثَلٰثَةُ قُصُوْرٍ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ
عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا لَنُكْثِرَنَّ قُصُوْرَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

دوبارہ فرمایا یہ شخص کامیاب ہو گیا دو بار (احمد، ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تم میں کوئی نہیں
رکھ سکتا کہ روزانہ ہزار آیتیں پڑھ لیا کرے لوگوں نے عرض کیا روزانہ ہزار آیتیں کون پڑھ سکتا ہے فرمایا کیا کوئی یہ نہیں کر سکتا کہ الھکم التکاثر پڑھ لیا کرے (بیہقی شعب
الایمان) روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے ارسالاً وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جو قل ہو اللہ احد دس بار پڑھے اللہ اس کے لئے جنت میں
محل تیار کر دیگا اور جو بیس بار پڑھے اللہ اسکی برکت سے جنت میں دو محل بنائیگا اور جو تیس بار پڑھے اللہ اسکی برکت سے جنت میں تین محل تیار کریگا
تو حضرت عمر ابن الخطاب نے عرض کیا یارسول اللہ تب تو اللہ کی قسم ہم اپنے محل بہت بنوالیں گے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

۱ سورۂ زلزال فضائل میں اور کے لحاظ سے بھی جامع ہے اور احکام و مسائل شریعت و طریقت میں بھی جامع ہے اس کی ایک آیت میں دونوں جہاں جمع ہیں۔
فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ، وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو جامعہ فاذہ
فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے آئندہ کے عمل اور اس کے خاتمہ کو جانتے ہیں۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم
نے بیان اس شخص کے متعلق دو خبریں دیں ایک یہ کہ اسے اس عمل کے سیکھنے کی توفیق ملے گی دوسرے یہ کہ اس کا انجام بخیر ہوگا۔ یعنی کامیابی انہیں
چیزوں پر موقوف ہے۔ ۲ یعنی ایک دو دن تو آدمی تمام کام بند کرکے ایک ہزار آیتیں پڑھ سکتا ہے روزانہ نہیں پڑھ سکتا اور وہ دوسرے کاموں
کے لئے وقت دینے کا ہم لوگ کمزور بار ہی کرتے ہیں ۳ کہ اس کی تلاوت میں ایک ہزار آیتوں کی تلاوت و عمل کا ثواب ہے۔ قرآن کریم میں چھ ہزار چھ
سو چھیاسٹھ ۶۶۶۶ آیتیں ہیں کسر کو نکالو تو چھ ہزار آیات رہتی ہیں۔ اور مقاصد قرآن چھ ہیں جن میں سے ایک ہے آخرت کی یاد یہ سورۃ اکثر
ہے اس لئے یہ سورۃ گویا قرآن کریم کا تقریباً چھٹا حصہ ہے اس میں غور کرنے سے دنیا سے بے رغبتی ہوتی ہے آخرت میں رغبت جس سے نفس گناہوں سے
متنفر اور نیکیوں میں راغب ہوتا ہے۔ ۴ ظاہر یہ ہے کہ ہر دس بار پر ایک بے مثل محل کا عطیہ ہے یہ تکرار اس لئے ذکر ہوئی کہ کوئی شخص یہ خیال
کرے کہ محل کی عطا صرف پہلے دس بار پر ہے بعد میں نہیں۔ وسعت عطا بہر زمانے کے لئے ارشاد فرمایا یعنی جتنے دسے پڑھو گے اتنے ہی محل پاؤ گے۔ ۵
یعنی محض تعجب کے طور پر یہ عرض کیا کہ اگر رب کی عطا کا یہ حال ہے تو ہم میں سے ہر شخص خوب تلاوت سورۂ اخلاص کیا کرے گا اور خوب محل بنوائے گا۔

وَسَلَّمَ اللّٰهُ اَوْسَعُ مِنْ ذٰلِكَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ❊ وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَاَ فِيْ لَيْلَةٍ مِائَةَ اٰيَةٍ لَمْ يُحَاجَّهُ الْقُرْاٰنُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَمَنْ قَرَاَ فِيْ لَيْلَةٍ
مِائَتَيْ اٰيَةٍ كُتِبَ لَهٗ قُنُوْتُ لَيْلَةٍ وَمَنْ قَرَاَ فِيْ لَيْلَةٍ خَمْسَ مِائَةٍ اِلَى الْاَلْفِ اَصْبَحَ وَلَهٗ
قِنْطَارٌ مِّنَ الْاَجْرِ قَالُوْا وَمَا الْقِنْطَارُ قَالَ اثْنَا عَشَرَ اَلْفًا رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ❊ بَابٌ ❊ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَاهَدُوا الْقُرْاٰنَ

اللہ اس سے بھی زیادہ وسعت والا ہے ۱؎ (دارمی) روایت ہے حضرت حسن سے ۲؎ مرسلًا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایک رات میں سو آیتیں پڑھے تو قرآن شریف اس رات کے متعلق اس سے خصومت نہ کریگا ۳؎ اور جو رات میں دو سو آیتیں پڑھے تو اس کے لئے تمام رات کی عبادت لکھی جاوے گی اور جو رات میں پانچ سو سے ہزار آیتوں تک پڑھے تو وہ صبح کرے گا کہ اس کے لئے ثواب کا ڈھیر ہوگا لوگوں نے عرض کیا ڈھیر کتنا فرمایا بارہ ہزار ۴؎ (دارمی) باب آداب تلاوت ۵؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نگرانی رکھو ۶؎

۱؎ یعنی اے عزیزو تم اس عطا پر تعجب نہ کرو رب کی جنت بہت وسیع ہے اور اس کی عطا بہت زیادہ اگر تمام انسان ایمان لا کر ہزار ہا بار روزانہ سورۂ اخلاص کی تلاوت کیا کریں تو رب کی کوئی حساب سے جنتی محل عطا فرمائے گا اور اس کے خزانوں میں کچھ کمی نہ ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالٰی کی عطاؤں کے مظہر ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض وقت ہر سوال پر جنت بخش دی ہے شعر ۔

جو ہیں لکھوکھا برسوں تک بھی نہ دو وطرے آئے ❊ ہم کو معلوم ہے دولت تری دولت تیری

۲؎ محدثین جب حسن مطلق بولتے ہیں تو حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ مراد ہوتے ہیں جو جلیل القدر تابعی ہیں۔ ۳؎ قیامت میں قرآن شریف کی ایک شکل وصورت ہوگی وہ اپنے عاملوں کی شفاعت، اور غافلوں کی شکایت کریگا۔ قرآن کریم کی دو شکایتیں ہونگی ایک تو اس کے خلاف عمل کرنے والے کی، دوسرے اس حافظ کی جو قرآن کریم کا دور نہ کرے حتٰی کہ اسے بھول جائے یہاں دوسری شکایت کا ذکر ہے یعنی جو حافظ ہر شب سو آیتیں تلاوت کر لیا کرے تو قرآن کریم اس حافظ کی یہ شکایت نہ کرے گا، لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے یہاں توجیہ کی کوئی ضرورت نہیں، قرآن سے یہی قرآن مراد ہے جو ہم پڑھا کرتے ہیں اور شکایت سے ظاہری شکایت ہی مراد ہے ۴؎ بارہ ہزار درہم یا دینار یا بارہ ہزار اوقیہ خیرات کرنے کا ثواب ملے گا اور ایک اوقیہ آسمان و زمین کی وسعت سے زیادہ وسیع ہے غرضکہ رب تعالٰی کی عطا ہمارے فہم و گمان سے وراء ہے مرقات وغیرہ عربی میں قنطار بہت مال کو کہتے ہیں رب تعالٰی نے فرمایا وان اتیتم احداھن قنطارا ۵؎ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں صرف باب ہے یعنی قرآن کریم کے متعلق متفرق مسائل کا باب، اور بعض نسخوں میں باب آداب التلاوۃ ہے، اور بعض نسخوں میں ہے باب آداب التلاوۃ ودروس القرآن (اشعہ) ۶؎ تعاھد عہد سے بنا بمعنی حفاظت نگرانی وغیرہ وعدے کو بھی اسی لئے عہد کہتے ہیں کہ اس کی حفاظت کی جاتی ہے، قرآن شریف کی نگرانی کرنے سے مراد ہے اس کا دور کرتے رہنا، اس کی تلاوت کی عادت ڈالنا خصوصًا حافظ صاحبان کے لئے ظاہر یہ ہے کہ قرآن سے مراد الفاظ قرآن، معانی قرآن، علوم قرآن اور مسائل قرآن سب ہی ہے یعنی حفاظ اپنے حفظ کی، قاری صاحبان تجوید کی، علماء علوم قرآنیہ کی تجدید تکرار کرتے رہیں ورنہ بھول جانے کا اندیشہ ہے۔

نَفْسِي بِيَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنَ الْاِبِلِ فِي عُقُلِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا لِاَحَدِهِمْ اَنْ يَّقُوْلَ نَسِيْتُ اٰيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ نُسِّيَ وَاسْتَذْكِرُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ اَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ بِعُقُلِهَا ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ اِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ اَطْلَقَهَا

اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ قرآن رسی میں بندھے اونٹ سے زیادہ بھاگ جانے والا ہے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کا یہ کہنا برا ہے کہ میں فلاں آیت بھول گیا بلکہ وہ بھلوا دیا گیا اور قرآن یاد کرتے رہو کیونکہ قرآن لوگوں کے سینوں سے وحشی جانور سے بھی زیادہ بھاگ جانے والا ہے (مسلم، بخاری) اور مسلم نے یہ زیادہ کیا کہ اپنی رسی سے۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن والے کی مثال بندھے اونٹ والے کی سی ہے اگر اس کی نگہبانی کریگا تو اسے روک سکے گا اور اگر چھوڑ دے گا تو

۔ عقل عقال کی جمع ہے عقال وہ رسی جس سے جانور باندھا جاوے، یہاں بندھی ہوئی مراد ہے یعنی جیسے اونٹ کو باندھنے کے باوجود اس سے غافل نہیں ہوسکتے اسی طرح قرآن شریف حفظ کرنے کے باوجود اپنی یاد پر اعتماد نہ کرو، یہ بہت جلد بھول جاتا ہے۔ یعنی ہم کو کلام الٰہی قدیم اور ہم حادث، ہم کو اس سے نسبت ہی کیا ہے، یہ رب تعالٰی کی مہربانی ہے کہ ہم اسے سیکھ لیتے ہیں اور یہ ہمارے ذہنوں میں سما جاتا ہے تو ہماری ذرا سی غفلت اور لاپرواہی سے یہ نعمت ہم سے جاتی رہے گی، پان والے ہمیشہ پان کے ڈھیر کو الٹتے پلٹتے رہتے ہیں، تو قرآن والے ہمیشہ اس کی الٹ پلٹ رکھیں۔ لے یعنی اگر کسی شخص کو قرآن شریف یا کوئی یاد کی ہوئی سورۃ یا آیت یاد نہ رہے تو یہ نہ کہے کہ میں بھول گیا، کیونکہ اس میں اپنے گناہ کا اعلان ہے۔ اور قرآن شریف کی بے ادبی، اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ میں نے قرآن شریف سے لاپرواہی برتی کہ اسے چھوڑ دیا اسی لئے بھول گیا یہ عیب کفار کا ہے اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى بلکہ یوں کہے کہ مجھے رب تعالٰی کی طرف بھلوا دیا گیا، اس کلام میں اظہار حسرت ہے یعنی ہائے افسوس میں اس نعمت سے محروم کر دیا گیا، رب تعالٰی فرماتا ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا بجائے اعلان گناہ کے اظہار حسرت کرے، کہ اعلان گناہ بھی گناہ ہے اور اظہار حسرت ثواب۔ خیال رہے کہ یہ حکم استحبابی ہے، لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا رَجُلٌ اُنْسِيَ اٰيَةً نَسِيْتُهَا یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو ایک آیت کی تلاوت کرتے سنا تو فرمایا لَقَدْ اَذْكَرَنِيْ اٰيَةً كُنْتُ اُسْقِطْتُهَا اس جملہ کی اور بھی شرحیں کی گئی ہیں مگر یہ شرح بہترین ہے۔ تلے یعنی جیسے شکاری جانور کا وطن جنگل ہے وہ تمہاری قید میں جب تک ہی رہے گا جب تک کہ تم اس کی نگرانی رکھو، یوں ہی قرآن کریم کا وطن عالم بالا ہے تمہارے سینوں میں جب تک ہی محفوظ رہے گا جب تک کہ تم اس کی نگہبانی کرتے رہو ورنہ جیسے پرندہ پنجرے سے اڑ جائے گا، بہ تجربہ بھی ہے کہ بڑے سے بڑا حافظ یا عالم اگر کچھ دن یہ شغل نہ رکھے تو بھول جاتا ہے اسی لئے علامہ شامی نے فرمایا کہ قاری کو کچھ روز بعد کتب بینی کرتے رہنا چاہیے تاکہ علم قرآن شریف بھول نہ جائے۔

ذهبت متفق علیه۔ وعن جندب بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرءوا القرآن ما ائتلفت عليه قلوبكم فاذا اختلفتم فقوموا عنه متفق عليه۔ وعن قتادة قال سئل انس كيف كانت قراءة النبي صلى الله عليه وسلم فقال كانت مدا مدا ثم قرأ بسم الله الرحمن الرحيم يمد ببسم الله ويمد بالرحمن ويمد بالرحيم رواه البخاري وعن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما اذن الله لشيء ما اذن لنبي حسن الصوت بالقرآن يجهر به متفق عليه۔ وعنه قال قال رسول الله صلى الله

تو بھاگ جائیگا مسلم بخاری روایت ہے حضرت جندب ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تک تمہارا دل لگا قرآن پڑھتے رہو اور جب دل اچاٹ ہو جائے تو اس سے اٹھ جاؤ مسلم بخاری روایت ہے حضرت قتادہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت انس سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کیسی تھی تو فرمایا مد کی تھی کھینچ کر پھر آپ نے پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم کہ بسم اللہ کو کھینچتے تھے پھر رحمن کو اور رحیم کو کھینچتے تھے بخاری روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو جتنا خوش الحانی سے تلاوت قرآن کا حکم دیا اتنا کسی اور چیز کا نہ دیا مسلم بخاری روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ یعنی اونٹ تو صرف رسی سے کھونٹے پر رہتا ہے اور قرآن شریف ہمیشہ دہرانے اور تکرار کرتے رہنے سے سینہ میں ٹھہرتا ہے پھر جیسے اونٹ اگر چھوٹ جائے تو واپس ہاتھ نہیں آتا بے حد مشکل ہوتی ہے گزشتہ وغیرہ سب ہی دیتا ہے ایسے ہی قرآن اگر ذہن میں ٹھہر جائے تو ایمان عرفان وغیرہ سب کچھ اسی کی خیر میں ۲؎ یہ قاعدہ ان خوش نصیب لوگوں کیلئے ہے جنکو قرآن شریف کی تلاوت میں لذت اور حضور قلب میسر ہوتا ہے اور کبھی زیادہ تلاوت کی وجہ سے دل اکتا جاتا ہے وہ دل لگنے تک پڑھتے رہیں لیکن جس کا دل تلاوت میں لگتا ہی نہ ہو وہ دل کو مجبور کر کے تلاوت کرے دل لگنے کے انتظار میں تلاوت نہ چھوڑے پہلے کچھ دن دل پر جبر کرنا پڑتا ہے پھر ان شاء اللہ دل لگنے لگے گا ۳؎ یعنی تلاوت تمام عبادات کا یہی حال ہے کہ دل لگا کر ادا کرو ۴؎ یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ تلاوت فرماتے تھے ٹھہر ٹھہر کر جلدی اور تیزی سے نہیں تاکہ ہم بھی اسی طرح تلاوت کیا کریں معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن کریم میں بھی سنت کا لحاظ رکھے اور کوشش کرے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تلاوت کرے کیونکہ طریقہ تلاوت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ ہی نے سکھایا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ان علینا جمعہ وقرآنہ ۵؎ یہاں مد سے مراد اصلی و طبعی مد ہے کہ اگر الف، ی، واو ساکن کو قدرے کھینچ کر نہ پڑھا جائے تو یہ حروف ادا نہیں ہوتے بلکہ زبر زیر پیش بن جاتے ہیں اسے مد اصلی کہتے ہیں ایک مد فرعی ہوتا ہے جس کے سبب دو ہیں یا تو ان ہی حروف یعنی الف، ی، واو کے بعد ہمزہ آجائے یا حرف ساکن خواہ مشدد ہو یا غیر مشدد تو انہیں کھینچ کر پڑھا پڑتا ہے جیسے لام، میم، نون کے الف، ی، واو یا دابۃ، الضالین کے ی اور اسرائیل کا الف ہمزہ خواہ ایک ہی کلمہ میں ان حروف کے بعد واقع ہو جیسے السماء، السوء، جیئ یا دوسرے کلمہ میں جیسے ما انزل، قالوا امنا وغیرہ اس کی پوری تحقیق کتب تجوید میں ملاحظہ فرمائیے ۶؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں نبی سے مراد تمام انبیائے کرام ہیں اور قرآن سے مراد تمام آسمانی کتابیں اور صحیفے ہیں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِيٍّ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ اِقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ اَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ فَقَرَأْتُ سُوْرَةَ النِّسَآءِ حَتّٰى اَتَيْتُ اِلٰى هٰذِهِ الْاٰيَةِ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا

نہ اللہ نے کسی چیز کا اتنا حکم دیا جتنا نبی کو خوش الحانی سے قرآن پڑھنے کا حکم دیا ۱؎ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ۲؎ (بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ آپ منبر پر تھے میرے سامنے تلاوت کرو ۳؎ میں نے عرض کیا کیا میں آپ کے سامنے پڑھوں آپ پر ہی تو قرآن اترا ہے ۴؎ فرمایا میں چاہتا ہوں کہ دوسرے سے سنوں ۵؎ میں نے سورۂ نساء پڑھی حتی کہ میں اس آیت پر پہنچ گیا کہ کیا ہوگا جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ بنا لائیں گے ۶؎ . . . . .

۱؎ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو جس قدر تاکیدی حکم اس کا دیا کہ اپنی کتاب آسمانی خوش الحانی سے پڑھیں اتنا تاکیدی حکم اور دوسری چیزوں کا نہ دیا اذن بمعنی حکم ہے۔ نبی سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور قرآن سے مراد یہی قرآن شریف ہو یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا تاکیدی حکم یہ دیا کہ قرآن کریم خوش الحانی سے تلاوت کریں ویسا تاکیدی حکم دوسرا نہ دیا کیونکہ خوش الحانی قرآن کریم کی زینت ہے جس سے قرآن کا حسن اور بھی بڑھ جاتا ہے لمعات وغیرہ نے اسی طرح شرح کی۔ یہاں حدیث میں لفظ تغنی بالقرآن کے معنی استغناء بھی ہیں اگلی حدیث میں ہم عرض کریں گے۔ ۲؎ تغنی یا تو غناء سے بنا ہے بمعنی خوش الحانی اور گنگنا کے پڑھنا یا غناء سے بنا بمعنی بے پرواہی بے نیازی یعنی جو شخص قرآن شریف خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہمارے طریقے سے خارج ہے معلوم ہوا کہ بری آواز والا بھی بقدر طاقت اچھی آواز سے قرآن شریف پڑھے کہ خوش آوازی قرآن کریم کا زیور ہے جس سے تلاوت میں کشش پیدا ہوتی ہے لوگوں کے دل مائل ہوتے ہیں اس لیے تبلیغ کا ذریعہ ہے یا جسے اللہ قرآن کا علم دے وہ لوگوں سے بے نیاز ہو جائے اور اپنے کو ان کا محتاج نہ سمجھے وہ ہمارے طریقہ یا ہماری جماعت سے خارج ہے عالم صرف اللہ رسول کا محتاج ہے اور باقی مخلوق عالم دین کی حاجتمند ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن پڑھ کر بھیک مانگنا یا علم کا مال اور دولت کے دروازوں پر ذلت سے جانا ممنوع ہے اللہ تعالیٰ علماء دین کو کفایت بھی دے قناعت بھی (از لمعات) ۳؎ یعنی تم قرآن پڑھو میں سنوں۔ شعر؎

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں ✻ گفتہ آید در حدیث دیگراں

۴؎ معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھنا پڑھوانا سننا سنانا سب عبادت اور سنت رسول ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پڑھوانا تعلیم کے لیے تھا نہ اصلاح کے لیے بلکہ صرف سننے کے لیے تھا جیسے حضور آپ کو حضرت جبریل قرآن سناتے ہیں تو غیری کیا حقیقت ہے یا قرآن کریم حکمت سے حضور علیم ہیں، جنہیں اللہ عزیز علیم نے سکھایا حکمت حکیم کے منہ سے بھی ہے یعنی حضور کے سامنے پڑھنے کا حوصلہ نہیں پڑتا ۵؎ کیونکہ قرآن پڑھنا بھی عبادت ہے اور دوسرے سے پڑھوا کر سننا بھی عبادت تو ہم کرتے رہتے ہیں آج چاہتے ہیں کہ دوسری عبادت بھی ادا کریں۔ عرب شریف میں اب بھی یہ دستور ہے کہ جب چند احباب جمع ہوتے ہیں تو وہاں ایک دوسرے سے قرآن شریف سنتے ہیں یہ اس حدیث پر عمل ہے ۶؎ یعنی اے محبوب قیامت کے دن ان کا کیا بنے گا۔

قَالَ حَسْبُكَ الْآنَ فَالْتَفَتُّ اِلَيْهِ فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ اٰللّٰهُ
سَمَّانِيْ لَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ نَعَمْ فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ
اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قَالَ وَسَمَّانِيْ قَالَ نَعَمْ فَبَكٰى
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ
اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ لَا تُسَافِرُوْا بِالْقُرْاٰنِ فَاِنِّيْ لَا اٰمَنُ اَنْ يَّنَالَهُ

فرمایا اب بس کرو میں نے آپ کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی ابن کعب سے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے سامنے قرآن پڑھوں؎ عرض کیا کیا اللہ نے میرا نام لیا فرمایا ہاں عرض کیا کیا رب العلمین کی بارگاہ میں میرا ذکر ہوا فرمایا ہاں تو ان کی آنکھیں بہہ گئیں؎ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ مجھے اللہ نے حکم دیا کہ تم پر لم یکن الذین کفروا تلاوت کروں؎ عرض کیا کیا رب نے میرا نام لیا فرمایا ہاں تو رو دیئے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کی زمین میں قرآن لے کر سفر کرنے سے منع فرمایا؎ (مسلم، بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ قرآن لے کر سفر نہ کرو کہ مجھے اطمینان نہیں کہ اسے

جب کہ ان کے نبی ان کے خلاف گواہی دیں گے اور اے محبوب تم ان تمام انبیاء کی تائید کی گواہی دو گے کیونکہ یہ سارے انبیاء سچے ہیں ان کی قوموں نے واقعی بہت سرکشی کی تھی اپنے نبیوں کی بات نہ مانی تھی، اس آیت کریمہ کی نفیس تفسیر ہماری کتاب شان حبیب الرحمان اور تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کرو۔

؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی یا تو ہیبت الٰہی سے قیامت کے اس منظر کے تصور سے یا اپنی امت پر رحمت کی وجہ سے، مرقات نے فرمایا کہ اس آیت پر بعض لوگ بے ہوش ہو گئے اور بعض حضرات رب کو پیارے ہو گئے معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھ کر یا سن کر رونا سنت ہے جب کہ بے ساختہ ہو، بیہقی شریف میں ہے کہ قرآن کریم غم و رنج لے کر اترا ہے اس لئے تم اس کی تلاوت پر رویا کرو (مرقاۃ)۔ ؎ اس طرح کہ قرآن کریم کی بعض آیتیں یا سورتیں خصوصیت سے تم کو سناؤں اگرچہ حضور انور ہر مسلمان کو سارے احکام سناتے تھے تبلیغی فریضہ سے۔ معلوم ہوا کہ کسی خاص شخص کو قرآن پاک سنانا بھی سنت ہے۔ ؎ یہ سوال تعجب کے لئے ہے کہ کیا مجھ جیسے عاجز مسلمان کا نام بھی رب تعالٰی نے آپ کے سامنے عزت کے ساتھ لیا کیا میں ایسا خوش نصیب انسان ہوں، سوال کے بہت مقصد ہوتے ہیں ایک تعجب بھی ہے۔ ؎ یہ رونا انتہائی خوشی کا تھا اور اس اندیشہ کی بنا پر تھا کہ میں عاجز انسان اتنی بڑی نعمت کا شکریہ کس طرح ادا کر سکوں گا۔ حضرت ابی ابن کعب نے قرآن سیکھنے میں بڑی محنت کی تھی حتی کہ آپ تمام صحابہ میں بڑے پائے کے قاری تھے اسی بنا پر رب تعالٰی نے فرمایا کہ اے محبوب چونکہ دنیا ان سے قرأت سیکھے گی لہذا آپ خصوصیت سے انہیں قرأت سنائیں آپ بہترین شاگرد والے ہیں یہ آپ کے شاگرد رشید ہوں۔ ؎ خصوصیت سے یہ سورۃ تلاوت فرمانے کی وجہ ہو سکتی ہے کہ حضرت ابی ابن کعب علمائے یہود سے تھے اور اس سورۃ میں علمائے اہل کتاب کا ذکر ہے اس کے سننے سے ان کا ایمان اور بھی قوی ہوگا، اس حدیث سے حضرت ابی ابن کعب کی عظمت کا پتہ لگا یہ بھی معلوم ہوا کہ افضل مفضول کو اور مفضول افضل کو قرآن کریم سکھا سکتا ہے۔ ؎ ظاہر یہ ہے کہ قرآن شریف سے مراد یہی لکھا ہوا قرآن مجید ہے، اور دشمن سے مراد کفار حربی ہیں اور بلاد سے مراد وہ علاقہ ہے جس

الْعَدُوُّ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ؎ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَلَسْتُ فِيْ عِصَابَةٍ مِّنْ ضُعَفَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَاِنَّ بَعْضَهُمْ لَيَسْتَتِرُ بِبَعْضٍ مِّنَ الْعُرْيِ وَقَارِئٌ يَّقْرَأُ عَلَيْنَا اِذْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكَتَ الْقَارِئُ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ قُلْنَا كُنَّا نَسْتَمِعُ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

دشمن سے لے۔ دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ میں غریب مہاجرین کی جماعت میں بیٹھا تھا ان حضرات میں ننگے پن کی وجہ سے بعض بعض کی آڑ لیتے تھے ایک قاری ہم پر تلاوت کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہم پر کھڑے ہوگئے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے تو قاری خاموش ہوگئے حضور نے سلام کیا پھر حضور نے فرمایا تم کیا کر رہے تھے ہم نے عرض کیا ہم اللہ کی کتاب قرآن سن رہے تھے فرمایا شکر ہے

میں کفار سے قرآن کریم کی بے حرمتی کا اندیشہ قوی ہو لہٰذا اگر لشکر اسلام قرآن شریف لے کر دارالحرب میں جائے یا کوئی مسلمان کفار کی اجازت سے کر وہاں جائے یا جو مسلمان کفار کی رعایا بن کر ان کے ملک میں رہتے ہوں اور ان کے پاس قرآن شریف ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ ان صورتوں میں قرآن کی بے حرمتی کا قوی اندیشہ نہیں لہٰذا اب قرآن کریم کے پارسل کفار کے ملک میں بھیجنے یا خود کفار کے ہاتھ قرآن پاک فروخت کرنا یا کفار کے خط میں قرآنی آیت لکھنا یا انہیں قرآن سنانا سب کچھ جائز ہے کہ یہ تبلیغ ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں قرآن سے مراد حافظ قرآن ہیں یا وہ صحیفے جن میں زمانہ صحابہ میں قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ مقصد یہ ہے کہ آجکل حافظ قراء اکیلے دشمن کے ملک میں نہ جائیں کہ اگر یہ شہید کر دیئے گئے تو قرآن مجید ضائع ہو جائے گا یا یہ صحیفے کہ دشمن کے ملک میں اکیلے رہ جاؤ کہ اگر یہ رہ گئے تو قرآن کریم کا بہت حصہ جاتے رہنے کا اندیشہ ہے۔ لمعات و مرقات نے فرمایا کہ اس میں غیبی خبر ہے کہ آئندہ قرآن کریم کتابی شکل میں جمع ہوگا کیونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کریم کتابی شکل میں نہ تھا۔

سلہ اور لیکر اس کی توہین کرے یا تم کو واپس نہ دے یا اسے جلا دے یا پھاڑ دے سلہ یعنی صفہ والے صحابہ کے ساتھ جو فقیر باشریعت تھے جنہوں نے اپنے کو علم دین سیکھنے کے لئے وقف کر دیا تھا سلہ یعنی ان کی غریبی و افلاس کا یہ حال تھا کہ بعض کے جسم پر بقدر ستر پوشی بھی پورا کپڑا نہ تھا تو وہ دوسرے کی آڑ میں بیٹھا تھا کہ کچھ ستر پوشی ہو جائے۔ اللہ اکبر۔ شعر

یہ وہ تھے جن سے حق کا بول بالا ہونے والا تھا ؎ یہ وہ تھے جن سے دنیا میں اجالا ہونے والا تھا

سلہ یعنی اس جماعت میں ایک قاری تلاوت قرآن کر رہے تھے باقی تمام سن رہے تھے سب یکدم نہ پڑھتے تھے کہ یہ ممنوع ہے سلہ یعنی جب قاری خاموش ہو گیا تب آپ نے سلام کیا اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ کسی دینی بزرگ کی تشریف آوری پر تلاوت بند کر دینا ان کے احترام کے لئے خاموش ہو جانا بالکل جائز بلکہ سنت صحابہ ہے۔ بلکہ قرآن مجید بند کر کے اس کی تعظیم کو کھڑا ہو جانا بھی درست ہے کہ صحابہ کرام نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب عین نماز میں کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر مصلے امامت سے پیچھے ہٹ کر مقتدی بن گئے۔ دوسرے یہ کہ آنے والا بحالت تلاوت سلام نہ کرے بلکہ جب تلاوت بند ہو جائے تب سلام کرے۔ تیسرے یہ کہ اگر آتے وقت سلام کا موقعہ نہ ہو تو بعد میں بھی آمد کا سلام کرنا جائز ہے۔ ف حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا سوال اگلی خوشخبری کی تمہید ہے۔ ورنہ سرکار نے ان کی تلاوت سن لی تھی اور ان کی مشغولی دیکھی تھی جیسے رب نے موسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا

الَّذِیْ جَعَلَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ اُمِرْتُ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِیْ مَعَهُمْ قَالَ فَجَلَسَ وَسْطَنَا لِيَعْدِلَ بِنَفْسِهٖ فِيْنَا ثُمَّ قَالَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا فَتَحَلَّقُوْا وَبَرَزَتْ وُجُوْهُهُمْ فَقَالَ اَبْشِرُوْا يَا مَعْشَرَ صَعَالِيْكِ الْمُهَاجِرِيْنَ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَآءِ النَّاسِ بِنِصْفِ يَوْمٍ وَذٰلِكَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ ۞ وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۞ وَعَنْ

اس خدا کا جس نے میری امت میں وہ لوگ پیدا کئے جن کے ساتھ رہنے کا مجھے حکم دیا گیا پھر جائے وہاں لے تشریف فرما ہو گئے تاکہ اپنے کو ہمارے برابر رکھیں پھر دست اقدس سے اشارہ فرمایا کہ یوں ہو جاؤ تو لوگ حلقہ بن گئے اور سب کے چہرے حضور کے سامنے ہو گئے تو فرمایا اے فقراء مہاجرین کی جماعت تمہیں قیامت کے دن کامل نور کی بشارت ہو تم جنت میں مالداروں سے آدھا دن پہلے جاؤ گے یہ آدھا دن پانچ سو سال ہیں (ابو داؤد) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو اپنی آوازوں سے زینت دو (احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت

کہ جماعت پر حضور کیا ہے یہ برکت والی صلات ایمانی کے لئے تلاوت قرآن بہترین مشغلہ ہے، اللہ نصیب کرے، اس سے انسان دنیا کے سارے غم بھول جاتا ہے یہی تاثیر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک پڑھنے کی ہے اس کی شرح کرنے میں اس فقیر کا تجربہ ہے یعنی میری امت محمدیہ میں ایسے فقراء و مساکین پیدا کئے جو رب تعالیٰ کی یاد میں ایسے کامل ہیں اور مجھے حکم دیا گیا کہ تم ان کی صحبت میں رہو کہ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی ان ہی مساکین کے سینوں میں رہتے ہیں، اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنا ہے تو ان سینوں میں تلاش کرو ان کے سینے رحمت کے گنجینے ہیں یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں ہم میں اس طرح بیٹھ گئے کہ ہم سب قرب میں یکساں ہو گئے اور اونچی نشست پر جلوہ فرما ہونے نہ ہم سے علیحدہ، ہم فقراء کے زمرہ میں ہم مساکین کے حلقہ میں ایسے بیٹھ گئے جیسے تاروں کے درمیان چاند غرضکہ اس حلقہ پر حلقہ والے اس طرح تھے تاکہ سب پر حضور کی نظر رحمت یکساں پڑے یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل تھا وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ شعر۔

ہم وہاں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن　٭　مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

عام مجلسوں میں حلقہ بنانا افضل ہے، نماز و جہاد میں صف بنانا بہتر ہے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن فقراء و مساکین کا نور مسلمان مالداروں سے زیادہ ہوگا، کیونکہ صبر کا نور شکر کے نور سے قوی تر ہے، جیسے چاند کے نور سے سورج کا نور قوی ہے ۳ یعنی قیامت کا دن ایک ہزار سال کا اس کا آدھا پانچ سو سال ہوگا، مالداروں کو حساب دینے میں دیر لگے گی، مگر ان فقراء سے وہ لوگ مراد ہیں جو صابر متقی ہوں، اسی وجہ سے ارشاد ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہے، یہ گفتگو ایک درجہ کے فقراء و اغنیاء میں ہے، ورنہ غیر صحابی فقیر صحابی غنی کے قدم کی خاک کو نہیں پہنچ سکتا یونہی خلفائے راشدین تک ان کے ماتحت حضرات نہیں پہنچ سکتے لہذا عثمان غنی پر عوام فقیر بہت اونچی شان والے ہیں کہ یہ حضرات بے حساب جنتی ہیں نہ ان کا حساب ہوگا نہ انہیں دیر لگے گی۔ خیال رہے کہ قیامت کا دن ہے تو ایک ہزار سال کا، مگر کفار کو پچاس ہزار سال کا محسوس ہوگا اور بعض خاص مومنین کو چار رکعت نماز کی بقدر لگے جیسے خوشی اطمانی اور

سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنِ امْرِئٍ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ ثُمَّ يَنْسَاهُ اِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَجْذَمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فِيْ اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ ۞ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

سعد ابن عبادہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی نہیں جو قرآن پڑھ کر بھلا دے مگر وہ قیامت کے دن اللہ تعالٰی سے کوڑھی ہو کر ملے گا (ابوداؤد، دارمی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تین دن سے کم میں قرآن کریم ختم کرے وہ سمجھے گا نہیں (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

سے زیادہ گمکیں آواز سے تلاوت کرو اور یہودونصاریٰ کے طرز سے بچو، ادا کرو، مگر گا کر تلاوت کرنا جس سے قرأت میں فرق آ جائے حرام ہے۔ یہ حدیث نسائی، ابن حبان، حاکم نے بھی روایت کی، ان میں یہ بھی ہے کہ اچھی آواز قرآن کا زیور ہے۔ **حکایت** ایک بار حضرت عبداللہ ابن مسعود کسی مجلس پر گزرے جہاں ایک گویا بہت اچھی آواز سے گا رہا تھا آپ نے فرمایا کاش یہ آواز قرآن شریف پر استعمال ہوتی یہ خبر گویّے کو پہنچی اس نے بچی توبہ کی اور حضرت ابن مسعود کے ساتھ رہنے لگا حتےٰ کہ قرآن کریم کا عالم و قاری ہو گیا (مرقات)۔

لے اس حدیث کی بہت شرحیں کی گئیں جن میں قوی تر یہ ہے کہ جو شخص قرآن شریف پورا یا اس کی کوئی سورۃ حفظ کرے، پھر اس کا دور چھوڑ دے، حتیٰ کہ وہ بھول جائے تو یہ شخص قیامت میں کوڑھی اٹھے گا، اس کی کوڑھ اس کے اس جرم کی علامت ہوگی جس سے سب لوگ پہچان لیں گے، بعض نے فرمایا کہ اجذم سے مراد دانت گرا ہوا ہے، بعض کا خیال ہے کہ اجذم سے مراد مقطوع الدلیل ہے جو رب تعالٰی کے سامنے بول نہ سکے وغیرہ مگر پہلی تفسیر اعلیٰ ہے۔ ۲ یعنی جو شخص ہمیشہ تین دن سے کم میں ختم قرآن کیا کرے، وہ جلدی تلاوت کی وجہ سے نہ تو الفاظ قرآن صحیح طور پر کہہ سکے گا، اور نہ اس کے ظاہری معنٰی میں غور کر سکے گا۔ خیال رہے کہ یہ حکم عام مسلمانوں کے لئے ہے کہ وہ اگر بہت جلدی تلاوت کریں، تو زبان بہک جاتی ہے حروف صحیح ادا نہیں ہوتے۔ خواص کا حکم اور ہے خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی ایک ایک رکعت میں پانچ پانچ چھ چھ پارے پڑھ لیتے تھے، حضرت عثمان غنی نے ایک رات میں ختم قرآن کیا ہے، داؤد علیہ السلام چند منٹ میں زبور ختم کر لیتے تھے حضرت علی گھوڑا کسنے سے پہلے ختم قرآن کر لیتے تھے، مرقات نے فرمایا کہ شیخ موسیٰ سدرانی شیخ ابو مدین کے اصحاب میں سے تھے ایک دن و رات میں ستر ہزار ختم کر لیتے تھے ایک دفعہ انہوں نے کعبہ معظمہ میں سنگ اسود چوم کر دروازہ کعبہ پر پہنچ کر ختم قرآن فرما لیا اور لوگوں نے ایک ایک حرف سنا۔ امروہہ ضلع مراد آباد میں مولوی اشرف علی صاحب نے اس کی تصدیق کی کہ مولوی محمد اسمٰعیل خان رامپوری نے ایکبار نماز عصر کے بعد سے نماز مغرب تک پورا قرآن ختم کیا کہ ہر حرف الگ الگ سنا گیا، لہٰذا اس حدیث کی بنا پر نہ تو دہ سے تبلیغیوں کو حرام کہا جا سکتا ہے، اور نہ امام اعظم ابو حنیفہ اور ان صحابہ کرام پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے جو ایک دن و رات میں پورا ختم کر لیتے تھے کہ یہ حکم عوام مسلمانوں کے لئے ہے جو اس قدر جلد قرآن شریف پڑھنے میں درست نہ پڑھ سکیں، ختم قرآن میں عام بزرگوں کے طریقے مختلف رہے ہیں، بعض ایک ماہ میں ایک، بعض ایک ہفتہ میں ایک ختم جس کی ترتیب منزلوں کے لحاظ سے پہلی منزل سورۂ فاتحہ سے شروع ہوتی تھی اور دوسری مائدہ سے تیسری یونس سے چوتھی بنی اسرائیل سے

وَسَلَّمَ اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ ۔ وَعَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ اَنَّهٗ سَاَلَ اُمَّ سَلَمَةَ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ

۱؎ علانیہ قرآن پڑھنے والا علانیہ صدقہ دینے والے کی طرح ہے اور آہستہ قرآن پڑھنے والا خفیہ صدقہ دینے والے کی طرح ہے (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے۔ روایت ہے حضرت صہیب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ شخص قرآن پر ایمان ہی نہ لایا جس نے اس کے حرام کو حلال جانا ۲؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا اس کی اسناد قوی نہیں ۳؎ روایت ہے حضرت لیث ابن سعد سے وہ ابن ابی ملیکہ سے راوی وہ یعلی ابن مملک سے کہ انہوں نے حضرت ام سلمہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے متعلق پوچھا تو آپ حضور کی قرأۃ واضح بیان کرنے لگیں کہ ایک ایک حرف الگ الگ ۴؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) ۵؎ روایت ہے

۱؎ پارہ چھبیس شروع ہوچکی والذاریات پر ساتویں میں سورۃ ق پر بعض بزرگوں میں ہے یعنی دونوں طرح تلاوت جائز اور باعث ثواب ہے جیسے دونوں طرح کا صدقہ خیرات باعث ثواب ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ مگر بعض حالات میں بلند تلاوت افضل ہے کہ اس سے دل بیدار ہوتا ہے دوسروں کو تلاوت کا شوق پیدا ہوتا ہے، نیند بھاگتی ہے شیطان دفع ہوتا ہے، رحمان راضی ہوتا ہے، اور بعض حالات میں آہستہ تلاوت افضل ہے جبکہ تلاوت میں ریا کا اندیشہ ہو، یا کسی نمازی وغیرہ کو تکلیف ہو (مرقات و اشعہ) یہ اختلاف احکام ان تلاوتوں میں ہے جن میں جہر و اخفا واجب نہ ہو ورنہ نماز ظہر و عصر میں اخفا اور فجر وغیرہ میں جہر واجب ہے (لمعات و اشعہ)۔ ۲؎ یعنی تلاوت قرآن جب مفید ہے جب کہ اس کے احکام

پر ایمان ہو ایمان کے بغیر نہ تلاوت مفید ہے نہ قرآن یاد رکھنا اگرچہ سارے ہی محرمات کو حرام ماننا ضروری ہے مگر چونکہ قرآن کریم بہت عظمت والا ہے اس لیے خصوصیت سے اسی کا ذکر فرمایا حلال و حرام پر ایمان نہ لانے والا کافر ہے پھر تلاوت کا ثواب کیسے پائے، اندھا اور زندہ کو مفید ہے نہ کہ مردے کو۔ ۳؎ اگرچہ حدیث بعض راویوں کی وجہ سے قوی نہ ہو مگر قرآن مجید اس کی تائید فرما رہا ہے فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ ۴؎ لیث ابن سعد مشہور تابعی فقیہ ہیں مصر کے امام ہیں، اور ابن ابی ملیکہ تابعی ہیں کہ مکہ کے قاضی تھے حضرت ابن زبیر کی طرف سے، آپ نے تیس صحابہ سے ملاقات کی ہے، یعلی ابن مملک بھی تابعین میں سے ہیں۔ ۵؎ یعنی حضرت ام سلمہ نے خود قراۃ کرکے سنائی تو اس قراۃ شریف میں دو خوبیاں تھیں ایک تو نہایت ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر تھی اور دوسرے ہر حرف اپنے مخرج سے صحیح ادا ہوتا تھا معلوم ہوا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بڑی قاریہ تھیں، ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأۃ کی نقل نہ کرسکتیں، حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ مجھے ترتیل سے ایک سورۃ تلاوت کرنا بغیر ترتیل کے سارا قرآن پڑھنے سے زیادہ پسند ہے، زیادہ حسن اچھا ہے، ایک موتی،

أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهُ يَقُولُ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقُولُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ثُمَّ يَقِفُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَقَالَ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ لِأَنَّ اللَّيْثَ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ
يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَحَدِيثُ اللَّيْثِ أَصَحُّ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ: عَنْ جَابِرٍ
قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَفِينَا الْأَعْرَابِيُّ وَ
الْأَعْجَمِيُّ فَقَالَ اقْرَءُوا فَكُلٌّ حَسَنٌ وَسَيَجِيءُ أَقْوَامٌ يُقِيمُونَهُ كَمَا يُقَامُ الْقِدْحُ يَتَعَجَّلُونَهُ

ابن ابی ملیکہ سے وہ حضرت ام سلمہ سے راوی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے تھے[1] اس طرح کہ پڑھتے الحمد للہ رب العالمین پھر ٹھہر جاتے پھر پڑھتے الرحمن الرحیم پھر ٹھہر جاتے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا اس حدیث کی اسناد متصل نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث لیث نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی انہوں نے یعلی ابن مملک سے انہوں نے ام سلمہ سے اور لیث کی حدیث زیادہ صحیح ہے[2] تیسری فصل روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر تشریف لائے جب ہم قرآن پڑھ رہے تھے ہم میں عربی و عجمی سب ہی تھے[3] تو فرمایا پڑھو سب ٹھیک ہو[4] کچھ قومیں ایسی ہوں گی جو تلاوت کو ایسے درست کریں گی جیسے تیر سیدھا

[1] ہر آیت پر وقف بہتر ہوتا ہے یعنی ہر آیت پر ٹھہر کر سانس توڑ دیتے تھے پھر دوسری آیت تلاوت فرماتے تھے، سکتہ اور وقف میں یہ ہی فرق ہے کہ وقف میں سانس توڑ دی جاتی ہے، پھر ٹھہرا جاتا ہے مگر سکتہ میں ٹھہرتے تو ہیں سانس نہیں توڑتے۔ قراء کہتے ہیں کہ وقف تین قسم کا ہے۔ وقف حسن وقف کافی، وقف تام۔ الرحمن الرحیم پر وقف کرنا وقف کافی ہے، وقف حسن نہیں بہتر یہ ہے کہ مالک یوم الدین پر وقف کرے اسی طرح رب العالمین پر وقف تام تو ہے حسن نہیں، وقف حسن یہی ہے کہ الحمد سے شروع کرکے یوم الدین پر ٹھہرے، ہمارے ہاں بعض لوگ رب العالمین پر وقف کو سخت برا جانتے ہیں یہ بھی درست نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ہاں یہ کہو کہ بہتر نہیں[2] کیونکہ ابن ابی ملیکہ نے حضرت ام سلمہ سے ملاقات نہیں کی لہذا درمیان میں کوئی راوی چھوٹ گئے حدیث منقطع ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ ابن ابی ملیکہ سے لیث ابن سعد نے بھی روایت کی ہے اور جریج نے بھی، مگر لیث ابن سعد کی روایت صحیح تر ہے کہ اس میں کوئی راوی چھوٹا نہیں، ام سلمہ سے پہلے یعلی ابن مملک کا ذکر ہے اور جریج کی روایت میں راوی چھوٹ گیا ہے یہ منقطع ہے، لیث ابن سعد بہت ثقہ تھے، انہوں نے ابن ابی ملیکہ، عطاء، زہری سے روایات لیں اور ان سے بہت لوگوں نے، انہیں بیس ہزار دینار کی سالانہ آمدنی تھی مگر ان پر کبھی زکوٰۃ واجب نہ ہوئی نیز اس حدیث کا متن بالفت و لہجہ کے بھی خلاف ہے کہ الرحمن الرحیم پر وقف بہتر نہیں (مرقات وغیرہ)[3] یعنی اس مجلس میں شہری صحابہ بھی تھے اور دیہات کے باشندے بھی عربی و اعرابی میں یہ ہی فرق ہے کہ عربی عام ہے اعرابی خاص اہل دیہات اور عجمی بھی تھے بیرون عرب کے بھی کہ بلال حبشہ کے تھے، سلمان فارس کے، صہیب روم کے رضی اللہ عنہم کسی کا شعر ہے۔

لگایا تھا مالی نے اک باغ ایسا ؛ نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا

[4] یعنی قرآن شریف عجمی، عربی، شہری، بدوی سب کے لئے آیا ہے سب ہی تلاوت کیا کرو یہ خیال نہ کریں کہ چونکہ ہمارا لہجہ عرب کا سا نہیں ہو سکتا

وَلَا يَتَأَجَّلُوْنَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۞ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِهَا وَاِيَّاكُمْ وَلُحُوْنَ اَهْلِ الْعِشْقِ وَلُحُوْنَ اَهْلِ الْكِتَابَيْنِ وَسَيَجِيْءُ بَعْدِيْ قَوْمٌ يُرَجِّعُوْنَ بِالْقُرْاٰنِ تَرْجِيْعَ الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ مَفْتُوْنَةٌ قُلُوْبُهُمْ وَقُلُوْبُ الَّذِيْنَ يُعْجِبُهُمْ شَاْنُهُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَرَزِيْنٌ فِيْ كِتَابِهٖ ۞ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ حَسِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ فَاِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيْدُ الْقُرْاٰنَ

دنیا ہی میں چاہتے ہیں گے آخرت کے لئے نہ رکھیں گے (ابوداؤد و بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید عربی لہجوں اور عربی آوازوں سے پڑھو[1] عشق والوں کی راگنیوں اور توریت و انجیل والوں کے لہجوں سے بچو[2] میرے بعد وہ قومیں آئیں گی جو قرآن میں ایسے گٹکریاں کریں گے جیسے گانے اور نوحہ میں[3] قرآن اُن کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا[4] اُن کے اور انہیں پسند کرنے والوں کے دل فتنہ میں مبتلا ہوں گے[5] (بیہقی شعب الایمان) اور رزین اپنی کتاب میں روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ فرماتے تھے قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو کیونکہ اچھی آواز قرآن کا

بلکہ ہم تلاوت کا پھیر دیں۔ جو بھی پڑھے اس میں پڑھے صورۃ صحیح پڑھو جس کا اعتبار نہیں صحت کا اعتبار ہے اور اخلاص کا ثواب شعر

ما دروں را بنگریم و حال را ٭ ما بروں را ننگریم و قال را

[1] یعنی آخر زمانہ میں بعض ریاکار لوگ صرف قرآن کا لہجہ درست کرنے میں بہت تکلفات کریں گے مگر ثواب سے محروم رہیں گے اس کی وجہ آگے آرہی ہے [2] یعنی ان کی تمام محنتیں صرف لہجہ تحسین کرنے کے لئے ہوں گی تاکہ لوگ زیادہ پسند کریں واہ واہ ہو جیسے خوب ہیں اخلاص نہ ہوگا پھر ثواب کیسے پائیں حیا ان کی محنت بھلی ہے مگر محض طالب کی، ہر عبادت کا یہی حال ہے اللہ تعالٰے اخلاص نصیب کرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ناراضی ان کی محنت پر نہیں بلکہ ریا و نمود پر ہے [3] اہل عرب کی تلاوت میں صرف آواز کی عمدگی، مخارج کی صحت، ادا و الفاظ کی نفاست ہوتی ہے تکلف اور موسیقی کے طریقوں سے خالی ہو کہ قرآن شریف عربی ہے اسے عربی طریقے سے پڑھو، لحن کے معنی ہیں خوش وطرب اور آواز کی لچک و لہر [4] یعنی نہ تو قرآن گیت کے طور پر گاؤ جیسے حضان گویئے ٹھمری دادرے وغیرہ گاتے ہیں اور نہ ایسے تکلفات سے پڑھو جیسے یہود و نصاریٰ توریت و انجیل پڑھتے ہیں ایسے اصل عبارت بگڑ جاتی ہے جہاں مدّ نہ ہو وہاں پیدا ہو جاتا ہے جہاں شدّ ہو وہاں نہیں رہتا، الف زبر ہو جاتا ہے زبر الف وغیرہ، فقیر نے بعض قوالوں کو قرآنی آیات طبلے سارنگی پر نغموں سے گاتے سنا کہ ان کے گیتوں میں آیتیں ہیں انہیں بار بار دہراتے ہیں [5] یعنی قرآن میں ایسے بازیاں سوانگ، راگنی گانا دینی عبادت کے کام ہیں گے جیسے گیت یا قوالی کا شعر بنادیا کریں گے جیسا کہ آج دیکھا جارہا ہے اس غیب دان نبی نے پہلے ہی اس کی خبر دے دی تھی [6] یعنی صرف زبانی قرآن کے الفاظ ہوں گے دل پر قرآن کا کوئی اثر نہ ہوگا ایمان میں پختگی نہ پیدا ہوگی نہ قاری اور سامعین کو کیونکہ جو زبان سے نکلتا ہے وہ کان پر اثر کرتا ہے جو دماغ سے نکلتا ہے وہ دماغ پر اثر کرتا ہے جو دل سے نکلتا ہے وہ دل پر اثر کرتا ہے [7] یعنی خود ان کے اور سامعین کے دل اس تلاوت سے فائدہ نہ اٹھائیں گے بلکہ الٹا نقصان

حَسَنًا رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ طَاؤُسٍ مُرْسَلًا قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ النَّاسِ اَحْسَنُ صَوْتًا لِلْقُرْاٰنِ وَاَحْسَنُ قِرَاءَةً قَالَ مَنْ اِذَا سَمِعْتَهُ يَقْرَأُ اُرِيْتَ اَنَّهُ يَخْشَى اللّٰهَ قَالَ طَاؤُسٌ وَكَانَ طَلْقٌ كَذٰلِكَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ عُبَيْدَةَ الْمُلَيْكِيِّ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَهْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ

حسن پڑھا کرو (دارمی) روایت ہے حضرت طاؤس سے ارسالاً فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون شخص قرآن میں خوش آواز اور اچھی قرات والا ہے فرمایا وہ کہ جب تم اسے قرآن پڑھتے سنو تو محسوس کرو کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے طاؤس فرماتے ہیں کہ طلق ایسے ہی تھے (دارمی) روایت ہے حضرت عبیدہ ملیکی سے اور انہیں صحبت حاصل تھی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے قرآن والو قرآن کو تکیہ نہ بناؤ

اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ ہر شخص کی آواز اس کے لحاظ سے ہوگی اگر کوئی شخص اپنی آواز بری ہی نکال سکتا ہے اور بھلی اچھی ہے تو قرآن کی تلاوت میں اچھی آواز استعمال کرے یہ مطلب نہیں کہ حبشی کی آواز اچھی نہ ہو وہ تلاوت قرآن ہی نہ کرے حضرت بلال اپنی موٹی آواز سے ہی اذان و تلاوت کرتے تھے رب تعالیٰ کو وہی پیاری تھی کہ ان دل کی آواز سنی جاتی ہے۔ شعر:

گفت ہاتف باز از بانگ بلال ÷ خوش شدہ پرورش رب ذوالجلال

مطلب یہ ہے کہ جتنی اور جیسی خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھو تاکہ سننے والوں کو قرآن کی طرف میلان ہو یہ نہ ہو کہ۔ شعر:

گر تو قرآن بدیں نمط خوانی ÷ ببری رونق مسلمانی

اچھی آواز کا مطلب وہ ہے جو اگلی حدیث میں آرہا ہے یعنی درد والی آواز جو درد دل کا پتہ دے، خشوع و خضوع ظاہر کرے۔ سبحان اللہ کیا پیارا سوال ہے مقصد یہ ہے کہ لوگ اچھی آواز تو سریلی رسیلی آواز کو سمجھتے ہیں اور نغمہ والی تلاوت کو اچھی تلاوت سمجھتے ہیں سرکار نے جو اچھی آواز میں تلاوت قرآن کا حکم دیا ہے کیا اس سے بھی یہی مراد ہے یا کچھ اور، یہ حدیث تمام ان احادیث کی شرح ہے جن میں اچھی آواز اچھی تلاوت کا حکم دیا گیا یعنی درد دل والی ادا اور خوف خدا والی قرات اچھی ہے نفس آواز باریک ہو یا موٹی بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ ان کی آواز موٹی تھی مگر ان کی تلاوت سے رونے والوں کے اور سننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے دل کانپ جاتے تھے اللہ تعالیٰ ایسی تلاوت نصیب کرے آمین یعنی طلق ابن علی ابن عمرو حنفی یمامی اسی طرح تلاوت کرتے تھے کہ خدا یاد آجاتا تھا آپ قیس ابن طلق یمانی کے والد ہیں مشہور صحابی ہیں حضرت طاؤس نے ان سے ملاقات کی ہے یہ جملہ معترضہ ہے اور امام بیہقی کا قول ہے، یعنی عبیدہ ملیکی صحابی ہیں کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر ہے خیال رہے کہ صحابی بننے کے لئے ایک آن کی صحبت یا ایک نظر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا کافی ہے مگر تابعیت کے لئے صحابی کے ساتھ رہنا فیضان صحبت حاصل کرنا ضروری ہے اصطلاح میں اہل قرآن ہر قرآن کے ماننے والے پڑھنے والے اس پر عمل کرنے والے کو کہتے ہیں اور اہل حدیث وہ خاص جماعت ہے جو اپنی زندگی علم حدیث حاصل کرنے اور سکھانے میں گزار دے یعنی محدث، نہ تو اہل قرآن سے چکڑالوی منکر حدیث مراد ہوسکتے ہیں نہ لفظ اہل حدیث سے موجودہ وہابی غیر مقلد مراد ہوتے ہیں یعنی اے قرآن والے مسلمانو! قرآن شریف پر سر رکھ کر نہ لیٹو کہ یہ بے ادبی ہے قرآن سے بے فکر نہ ہوجاؤ کہ اس کی تلاوت میں سستی کرو

وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ مِنْ اٰنَاءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاَفْشُوْهُ وَتَغَنَّوْهُ وَتَدَبَّرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَلَا تَعْجَلُوْا ثَوَابَهٗ فَاِنَّ لَهٗ ثَوَابًا رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

بَابٌ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى غَيْرِ مَا اَقْرَؤُهَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَاَنِيْهَا فَكِدْتُّ اَنْ اَعْجَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَمْهَلْتُهٗ حَتَّى انْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّبْتُهٗ بِرِدَائِهٖ فَجِئْتُ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى

اور رات دن اس کی تلاوت کرو جیسا تلاوت کا حق ہے اور قرآن کا اعلان کرو اسے خوش آوازی سے پڑھو اس کے مضمون میں غور کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ اور اس کا ثواب جلدی نہ مانگو کہ اس کا بہت ثواب ہے (بیہقی شعب الایمان) باب پہلی فصل روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں میں نے ہشام ابن حکیم ابن حزام کو سورۂ فرقان اس کے خلاف پڑھتے سنا جیسے میں پڑھتا تھا اور مجھے یہ سورۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھی قریب تھا کہ میں ان پہ جلدی کر بیٹھوں مگر میں نے انہیں مہلت دی حتی کہ وہ فارغ ہو گئے پھر میں نے انہیں ان ہی کی چادر میں لپیٹ لیا پھر انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لایا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے انہیں سنا کہ سورۂ فرقان اس کے علاوہ پڑھ رہے ہیں جو آپ نے

خلاصہ دوسرے حضرات زیادہ قوی ہیں جیسا کہ ان کے مضمون سے ظاہر ہے اس حدیث میں دو حکم ہیں ہمیشہ قرآن پڑھنا اور درست پڑھنا، قرآن کا حق تلاوت یہ ہے کہ اس کی تلاوت صحیح طریقہ سے کرے اور اس پر عمل کرے رضائے الٰہی کیلئے پڑھے نہ کہ لوگوں کو خوش کرنے کیلئے رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ الآیۃ بعض روایات نے فرمایا قرآن کریم پر تکیہ لگانا اس کی طرف پاؤں پھیلانا اس پر کوئی اور کتاب رکھنا … مستحب ہے اس سے … کہ دیکھنے … بیٹھے ہیں یعنی قرآن کریم خوش الحانی سے پڑھو اور قرآن کے ذریعہ لوگوں سے مستغنی و بے نیاز ہو جاؤ … یہ نہیں کہ قرآن شریف … اور حافظ قرآن … سمجھ کر پڑھیں کہ یہ وہ … نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ نے پڑھے … تلاوت قرآن، تعلیم قرآن، تجوید قرآن، خدمت قرآن کا ثواب آخرت میں ملے گا جو تمہارے علم و فہم سے وراء ہے تم صرف یہاں ہی اس کا ثواب نہ دیکھو دنیا ہی کا مقصود نہ بناؤ … قرأت قرآن کے متعلق متفرق مضامین کا باب بعض نسخوں میں یوں ہے باب اختلاف القرآن وجمع القرآن یعنی قرآن شریف کی مختلف قرأتوں اور جمع قرآن کا باب جمع قرآن سے مراد … ہشام ابن حکیم ابن حزام قرشی ہیں حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے ہیں فتح مکہ کے دن ایمان لائے آپ کے والد حکیم بھی صحابی ہیں … یعنی مجھے اپنی قرأت کے صحیح ہونے کا یقین تھا کیونکہ میں نے کسی اور سے نہ سیکھی تھی خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی تھی اس لئے مجھے شبہ ہوا کہ ہشام دیدہ و دانستہ قرآن غلط پڑھ رہے ہیں … حق ہونے ایک یہ کہ دین میں کسی کی رعایت نہیں عزیز قریبی ہو یا اجنبی معمولی آدمی ہو یا بڑا دوسرے یہ کہ تلاوت قرآن کا بڑا احترام ہے کسی شخص کو دوران

غَيْرِ مَا أَقْرَأَنِيهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسِلْهُ اِقْرَأْ فَقَرَأَ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ لِي اِقْرَأْ فَقَرَأْتُ فَقَالَ هٰكَذَا أُنْزِلَتْ إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ خِلَافَهَا فَجِئْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ فَقَالَ

جو مجھے حضور نے پڑھائی ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں چھوڑ دو ہشام پڑھو انہوں نے وہی قرأت تلاوت کی جو میں نے انہیں تلاوت کرتے سنی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں ہی اتری ہے پھر مجھ سے فرمایا پڑھو میں نے پڑھی فرمایا یوں ہی اتری ہے یہ قرآن سات قرأتوں پر اتارا گیا ہے جو تم کو آسان ہو تلاوت کرو (مسلم بخاری) اور لفظ مسلم کے ہیں روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں میں نے ایک شخص کو تلاوت کرتے سنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے خلاف تلاوت کرتے سنا تھا تو میں انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا اور یہ سب بتایا تو میں نے حضور کے چہرہ میں ناراضی دیکھی

تلاوت میں ہی سے فرمایا چھوڑ دو یعنی چھوڑ دو ان کی تلاوت میں مداخلت نہ کرو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر قرآن کریم کے الفاظ میں فرق دیکھ کر غیرت میں آگئے مگر تلاوت ختم ہونے پر حضرت ہشام کو پکڑا [illegible] آپ اس سے منع فرما دیں اور گذشتہ قصور پر سزا دیں معلوم ہوا کہ [illegible] اور حضرت ہشام [illegible] حضرت عمر [illegible] حضرت ہشام [illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون کی [illegible] قرآن کریم [illegible] قریش میں نازل ہوا [illegible] قبیلے کی زبان [illegible] یہاں سات سے مراد بیان زیادتی [illegible] تلاوت قرآن [illegible] تلاوت کی اجازت دے دی گئی تھی [illegible] طریقہ تلاوت ہے خواہ [illegible] ذات میں فرق ہو جیسے نُنْشِزُهَا زے سے اور نُنْشِرُهَا رائے سے [illegible] صفات حرف میں فرق ہو جیسے مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ اور مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ خواہ طریقہ ادا میں فرق ہو جیسے ادغام، اظہار، تفخیم، ترقیق، امالہ، مد، قصر [illegible] وغیرہ مگر ان اختلاف کی وجہ سے معانی نہ بدلیں گے قرآن کریم کی سات قرائتیں تو متواتر ہیں اور پھر وہ شاذ، متواتر قرأتوں کی تلاوت [illegible] جیسے فصیام ثلثة ایام متتابعات اور جیسے وصلوٰۃ الوسطیٰ صلوٰۃ العصر وغیرہ اب ہماری قرآن [illegible] قاریوں کو چاہیے [illegible] قرأت [illegible] بعض علماء نے فرمایا کہ یہ حدیث متواتر ہے [illegible] شاید متواتر سے مراد [illegible] قرآن شریف میں اختلاف کی وجہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرہ تھا کہیں مسلمان کتاب میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف نہ کرنے لگیں۔

كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ فَلَا تَخْتَلِفُوْا فَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوْا فَهَلَكُوْا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ؛ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ يُصَلِّيْ فَقَرَأَ قِرَاءَةً اَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ ثُمَّ دَخَلَ اٰخَرُ فَقَرَأَ سِوٰى قِرَاءَةِ صَاحِبِهٖ فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلٰوةَ دَخَلْنَا جَمِيْعًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنَّ هٰذَا قَرَأَ قِرَاءَةً اَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ وَدَخَلَ اٰخَرُ فَقَرَأَ سِوٰى قِرَاءَةِ صَاحِبِهٖ فَاَمَرَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ فَحَسَّنَ شَاْنَهُمَا فَسَقَطَ فِيْ نَفْسِيْ مِنَ التَّكْذِيْبِ وَلَا اِذْ كُنْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ غَشِيَنِيْ ضَرَبَ

فرمایا تم دونوں ٹھیک پڑھتے ہو آپس میں جھگڑا مت کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگ جھگڑے تو ہلاک ہو گئے (بخاری) اور روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص آیا نماز پڑھنے لگا اس نے ایسی قرأت کی جس کا میں نے انکار کیا پھر دوسرا شخص آیا تو اس نے بھی اس پہلے والے کی قرأۃ کے سوا اور قرأت کی کہ جب ہم نماز پڑھ چکے تو ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ ان صاحب نے ایسی قرأت کی ہے جس کا میں انکاری ہوں اور دوسرے صاحب آئے انہوں نے ان کے سوا اور ہی قرأت کی تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو حکم دیا انہوں نے قرأت کی تو حضور نے ان دونوں کی تحسین کی تو میرے دل میں ایسی تکذیب پیدا ہوئی جو زمانہ جاہلیت میں بھی نہ ہوئی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر چھایا ہوا دیکھا تو آپ نے میرے

۱؎ یعنی تم دونوں ٹھیک [illegible] قرآن کریم کی قرأت [illegible] [illegible] [illegible] قرآن کریم [illegible] [illegible] حضرت ابی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے [illegible] تلاوت [illegible] [illegible] دوسرے صاحب کی قرأت میری قرأت کے بھی خلاف تھی اور اس پہلے شخص کی قرأۃ کے بھی خلاف [illegible] مرقات نے فرمایا [illegible] نماز چاشت [illegible] مسجد نبوی میں [illegible] بعد نماز یہ حضرات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے میں حاضر ہوئے جہاں اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی ان مختلف قرأتوں کو صحیح فرمایا کہ تم بھی ٹھیک پڑھتے ہو اور تم بھی [illegible] کلام الٰہی ہونے کا انکار [illegible] خیال [illegible] عذاب [illegible] حضرت ابی [illegible] غیر اختیاری [illegible] دل میں بدگمانی سی پیدا ہوئی [illegible] غیر اختیاری [illegible] اس قسم کا [illegible] میرے دل میں

فِي صَدْرِي فَفِضْتُ عَرَقًا وَكَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى اللّٰهِ فَرَقًا فَقَالَ لِي يَا أُبَيُّ أُرْسِلَ إِلَيَّ أَنِ اقْرَأِ الْقُرْاٰنَ عَلٰى حَرْفٍ فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِي فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّانِيَةَ اقْرَأْهُ عَلٰى حَرْفَيْنِ فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِي فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّالِثَةَ اقْرَأْهُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُكَهَا مَسْأَلَةٌ تَسْأَلُنِيهَا فَقُلْتُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي وَأَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ إِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰى إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ: وَعَنِ ابْنِ

دست اقدس مارا میں پسینہ سے تر ہوگیا اور ڈر سے میں ایسا ہو گیا گویا رب کو دیکھ رہا ہوں تو مجھ سے فرمایا اے ابی قرآن مجھ پر ایک قرأت میں بھیجا گیا تھا میں نے رب کی بارگاہ میں رجوع کیا کہ الٰہی میری امت پر آسانی کر رب نے مجھے دوبارہ جواب دیا کہ دو قرأتوں پر پڑھ سکتے ہو پھر میں نے رب کی طرف رجوع کیا کہ میری امت پر آسانی فرما رب نے تیسرا جواب دیا کہ سات قرأتوں پر تلاوت کر سکتے ہو اور اے محبوب تمہیں ہر بار رجوع کے عوض ایک خصوصی دعا بخشتے ہیں جو تم ہم سے مانگو تو میں نے عرض کیا الٰہی میری امت بخش دے الٰہی میری امت بخش دے اور میں نے تیسری دعا اس دن کے لیے بچا رکھی ہے جب ساری مخلوق حتی کہ ابراہیم علیہ السلام بھی میری طرف شفاعت کیلئے آئیں گے (مسلم) روایت ہے حضرت ابن

دیا تھا تفصیل یہ ہے کہ اس انکار کی شامت کہ اس وقت انکار کے بعد تو وہ مسلمان تھے ہی نہیں اس وقت انکار کرنا اشارۃً جرم تھا مگر یہ شک مسلمان ہونے کے بعد بھی انکار جرم ہے یہ خطرہ یہ پہلے کا سا خطرناک انکار دل میں آگیا تھا اس انکار کا خطرناک ہونا ایمان کی دلیل ہے اور یہ حالت بہتری عبادت ہو سکتی ہے کہ اس کا فاعل پوشیدہ ہو اور حسن اتفاق نبی کی تعلیم سے اس غیر اختیاری تکذیب کی وجہ سے مجھے اتنی شرمندگی ہوئی اور میرے دل میں ایسی ندامت واقع ہوئی کہ ایسی ندامت اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی ایمان و اسلام میں اس صورت میں لفظ بالکل واضح ہیں یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تین بار مجھ سے ظاہر ہونا ایک تاکید ہے اور انہی کی دلی ندامت اور شرمندگی معلوم فرمالینا اور سینہ پر دست اقدس رکھ کر اس انکار اور ندامت کو ختم فرما دینا تیسرے حضرت ابی ابن کعب کی ایمان کے اعلیٰ درجہ پر پہنچا دینا حضرت ابی کو یہ محسوس ہونے لگا میں رب کو دیکھ رہا ہوں اس وقت جو فیضان نصیب ہوا وہ بیان سے باہر ہے حضرت ابی کو سینہ اقدس فوقِ فیض کا بہانہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار رب سے عرض کرنا معلوم ہوا مشائخ اپنے مریدوں کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فیض دیتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے مگر بار بار کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ تسکین عطا فرمانے کے بعد ساری تسکین ہے حضرت ابی کا اطمینان تو پہلے ہی ہو چکا تھا مگر وہ بیان میں مستعمل ہے کلام ارشاد فرمانا بھی تبلیغ ہی ہو سکتی ہے کہ پہلے طریقت سکھائی پھر شریعت بتائی کہ جیسے اے محبوب ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ قرآن کریم کی قرأتیں سات ہوں گی مگر ہمارا منشا یہ تھا کہ آسانی تمہاری طلب پر دیں تاکہ یہ نعمت امت کو تمہاری طفیل ملے جیسے پچاس نمازوں کی پانچ رہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض اور تمہاری کوشش سے اور ہم کو تمہاری یہ عرض کرنا ایسی پیاری معلوم ہوئی کہ ہم تمہیں ہر عرض پر ایک انعام خاص بخشتے ہیں کہ تم نے تین بار عرض کیا ہم تمہیں تین خصوصی دعائیں دیتے ہیں جو مانگو سو پاؤ گے اس رحمت والے نانا کے قربان اس کی دین کے صدقے اس وقت حضور اپنے اور اپنی اولاد کے لئے جو چاہتے مانگ لیتے مگر امت کو یاد فرمایا خیال رہے کہ پہلے بخشش سے کبیرہ گناہوں کی بخشش مراد ہے اور دوسری بخشش سے صغیرہ گناہوں کی مغفرت مقصود دعا یعنی الٰہی میری امت کے چھوٹے بڑے سارے گناہ بخش دے یہ تو دو بخششیں عرف مجرم مسلمانوں کے

عباسٍ قال اِنّ رسولَ اللهِ صلّى اللهُ عليهِ وسلّم قال اَقرأني جبريلُ على حرفٍ فراجعتُهُ فلم ازل استزيدُهُ ويزيدُني حتّى انتهى الى سبعةِ احرفٍ قال ابنُ شهابٍ بلغني انّ تلكَ السبعةَ الاحرفَ انّما هي في الامرِ تكونُ واحدًا لا تختلفُ في حلالٍ ولا حرامٍ متفقٌ عليه۔ **اَلفصلُ الثّاني** عن اُبيّ بنِ كعبٍ قال لقيَ رسولُ اللهِ صلّى اللهُ عليهِ وسلّم جبريلَ فقال يا جبريلُ اِنّي بُعثتُ الى اُمّةٍ اُمّيّينَ منهمُ العجوزُ والشيخُ الكبيرُ والغلامُ والجاريةُ والرجلُ الّذي لم يقرأ كتابًا قطّ قال يا محمّدُ اِنّ

عباس سے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جبریل نے ایک قرات پر قرآن پڑھایا تھا میں نے انہیں واپس کیا میں ان سے زیادہ مانگتا رہا وہ مجھے زیادہ دیتے رہے حتی کہ سات قرآتوں تک پہنچ گئے ابن شہاب فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی کہ یہ سات قراتیں حقیقتاً ایک ہی ہیں جو حلال و حرام میں مختلف نہیں (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبریل سے ملاقات کی تو حضور نے فرمایا اے جبریل میں ایسی ان پڑھ جماعت کی طرف بھیجا گیا ہوں جن میں بڑھی عورتیں بڑے بوڑھے بچے بچیاں اور وہ لوگ بھی جنہوں نے کبھی کوئی کتاب نہ پڑھی تھی انہوں نے عرض کیا اے محمد

ط ہی ہو سکتی ہیں اس لئے اپنی امت کا ذکر کیا بلکہ ہم تیری دعا قیامت کے لئے اٹھا رکھی ہے اس دعا کا فائدہ کفار، مسلمان، گنہگار، نیک کار، علماء کرام و اولیاء عظام سب ہی اٹھائیں گے کہ اس دعا سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کبریٰ کا دروازہ کھولیں گے اس کی برکت سے کفار کو میدان محشر سے نجات، ہم گنہگاروں کو دوزخ سے نجات، نیک کاروں کو رفع درجات میسر ہوں گے اور سب کے لئے عرض حاجات کا دروازہ کھل جائے گا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی دھوم مچ جائے گی۔ شعر

کرتے ہوں گے مژدہ مولوے یہ گرے ہونے ÷ روودے شفاعت کی تمہید اٹھائی ہے

اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

ؔ یعنی پہلی ایک قرات تو رب کی طرف سے میری بغیر طلب ملی اور بقیہ چھ قراتیں میری طلب پر عطا ہوئیں یہ قرآنی آیات بلکہ اسلامی احکام کا حال ہے کہ بعض تو رب تعالیٰ نے عطا فرمائیں اور بعض حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب و خواہش پر دی گئیں رب تعالیٰ فرماتا ہے قد نری تقلب وجھک فی السماء الخ تو یہ معلوم ہوا کہ تبدیلی قبلہ کا حکم ایسا ہی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کی بنا پر ہے یہ خواہش ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا اظہار ہے

ؔ ابن شہاب یعنی امام زہری کا مقصد یہ ہے کہ یہاں سبعہ حروف سے مراد احکام قرآنی نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا وہ یہ ہے کہ قصے، مثالیں، امر، نہی، حلال، حرام، محکم، متشابہ وغیرہ مضامین جو قرآن کریم میں وارد ہوئے یہاں وہ مراد ہیں، امام زہری فرماتے ہیں نہیں یہ مراد نہیں بلکہ سات قراتیں مراد ہیں کہ ان قراتوں میں صرف حروف کی ہیئتوں میں فرق ہوتا ہے معانی و احکام وغیرہ میں فرق نہیں ہوتا علمائے اصول نے فرمایا کہ قرآن میں مطلق، مقید، عام، خاص، نص، مؤول، ناسخ، منسوخ، مجمل، مفسر وغیرہ جو فرق ہیں ان کا اس میں ذکر حذف، تقدیم، تاخیر، استعارہ، تکرار، کنایہ وغیرہ۔

الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ وَأَبِي دَاوُدَ قَالَ لَيْسَ مِنْهَا
إِلَّا شَافٍ كَافٍ وَفِي رِوَايَةٍ لِلنَّسَائِيِّ قَالَ إِنَّ جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ أَتَيَانِي فَقَعَدَ جِبْرِيلُ عَنْ
يَمِينِي وَمِيكَائِيلُ عَنْ يَسَارِي فَقَالَ جِبْرِيلُ اقْرَأِ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ قَالَ مِيكَائِيلُ
اسْتَزِدْهُ حَتَّى بَلَغَ سَبْعَةَ أَحْرُفٍ فَكُلُّ حَرْفٍ شَافٍ كَافٍ ۔ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّهُ

یہ قرآن سات قرأتوں پر اتارا گیا ہے [1] (ترمذی) اور احمد و ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے ان قرأتوں میں سے ہر قرأت شافی کافی ہے [2] اور نسائی کی روایت میں ہے کہ فرمایا حضور انور نے جبریل و میکائیل میرے پاس آئے جبریل تو میری داہنی جانب بیٹھ گئے اور میکائیل میری بائیں طرف تو جبریل بولے قرآن ایک قرأت پر تلاوت کیجئے حضرت میکائیل نے کہا یا رسول اللہ زیادتی کا مطالبہ فرماؤ [3] حتی کہ سات قرأتوں تک پہنچ گئے ہر قرأت شافی کافی ہے [4] روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ وہ

... مراقبہ خوف امید رضا و شکر و صبر محبت
حقیقت وغیرہ میں جو فرمایا وہ فرمایا کہ قرآن میں زہد و قناعت یقین عزت علامت حیاء کرم جود
شوق اشتیاق وغیرہ ہیں یہاں وہ مراد ہے۔ مگر امام زہری کا قول قوی ہے کہ یہاں سات قرأتیں مراد ہیں [2] خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم تا قیامت
لوگوں کے لئے آیا اور ان میں سب لائق و فائق ہی نہ ہوں گے بلکہ ہر قسم کے لوگ ہوں گے تو اگر اس کی قرأت صرف ایک ہی ہوتی تو لوگوں کو دشواری ہوتی کہ
بعض لوگوں کی زبان پر یہ آسان ہوتا ہے بعض کی زبان پر وہ لہٰذا تفہیم سہل ہو سکے اس میں نرمی ہونی چاہیے جبریل امین کے یہ فرمانا درحقیقت رب تعالیٰ سے عرض کیا
کہ ہم حضرت جبریل رب و محبوب کے درمیان وسیلہ ہیں جیسے ہمارا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے درد کہنا درحقیقت حق تعالیٰ سے عرض کرنا ہے معلوم ہوا
کہ رب کے مقبول بندوں سے عرض و معروض درحقیقت رب تعالیٰ ہی کو کہنا ہے بنی اسرائیل کو جو کچھ رب سے کہنا ہوتا تھا وہ موسیٰ علیہ السلام سے ہی عرض
کرتے تھے وسیلہ کا ثبوت ہوا۔
[3] یعنی قرآن کریم سات حصوں میں نازل ہوا جس کو جو لغت آسان ہو اس میں تلاوت کرو اس کی مفصل شرح پہلے ہو چکی ہے [4] یعنی ان سات قرأتوں
میں سے جو قرأت پڑھی جائے وہ مومن کے لئے باعث شفا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کافی دلیل ہے یا دنیا میں شافی ہے آخرت
میں ثواب کے لئے کافی ہر قرأت کا ثواب یکساں کیونکہ صرف الفاظ اور طریقہ ادا میں کچھ فرق ہے معنے یکساں ہیں [5] سبحان اللہ فرشتے نورانی اور
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نور، نوروں نے نور کو گھیر لیا اور بیچ نور سے نور ہو گیا وہی حضرت جبریل داہنے اور حضرت میکائیل بائیں قدم بوسی کے لئے حاضر
ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مختلف فرشتے مختلف مقاصد لے کر حاضری دیتے تھے کوئی وحی دینے کو کوئی فیض لینے کو [6] یہ جبریل
امین ہیں اور وہ عرض کر رہے ہیں رب العالمین سے تاکہ آپ کی امت کو یہ فیض اور یہ آسانی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے اور ان فرشتوں کے
ذریعہ سے ملے خیال رہے کہ حضرت جبریل کا عرض کرنا ایک قرأت پر تلاوت قرآن کیجئے رب تعالیٰ کی طرف سے تھا اور حضرت میکائیل کی یہ عرض بھی
حقیقۃً رب تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے کہ یہ عرض ان کے دل میں ڈالی وہی اس کی حکمتیں ہم ابھی کچھ پہلے عرض کر چکے ہیں [7] اس طرح کہ حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم کے فرمان پر یہ جبریل آمین بارگاہ رب العالمین میں حاضر ہوئے اور دو قرأتوں کی اجازت لائے پھر دوبارہ فرمان عالی پاکر پھر وہاں پہنچے اور تین قرأتوں
کی اجازت لائے خوشا نصیب و محبوب کے درمیان سات چکر لگائے جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں نمازیں کم کرانے کو حضرت کلیم اللہ درگاہ ۔

مَرَّ عَلٰى قَاصٍّ يَقْرَأُ ثُمَّ يَسْأَلُ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَلْيَسْأَلِ اللّٰهَ بِهٖ فَاِنَّهٗ سَيَجِيْءُ اَقْوَامٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ يَسْأَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ يَتَاَكَّلُ بِهِ النَّاسَ جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَوَجْهُهٗ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ایک قصہ خواں پر گزرے جو قرآن پڑھتا اور لوگوں سے مانگتا تھا۱؎ آپ نے اناللہ پڑھی پھر فرمایا۲؎ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو قرآن پڑھے تو اس کے ذریعہ رب سے مانگے عنقریب ایسی قومیں ہوں گی جو قرآن پڑھیں گی اس کے ذریعہ لوگوں سے مانگیں گی۳؎ (احمد، ترمذی) تیسری فصل روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن پڑھے اس کے ذریعہ لوگوں کا کھائے۱؎ وہ قیامت کے دن یوں آئے گا کہ اس کے منہ میں ہڈیاں ہوں گی گوشت نہ ہوگا۲؎ (بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

سہ اے عاملین کے درمیان درس و وعظ گردش فرمائی تھی یہ منظر بہت عجیب ہے جو آجکل بھی علماء و عوام کی اصلاح میں قاضی جیسے مولوی و واعظوں کو کہتے ہیں جو اپنی تقریر میں احکام شرعیہ بیان نہ کریں صرف شعر و شاعری قصے کہانیاں سنا کر لوگوں کو خوش کرنے کی کوشش کریں اگرچہ قرآن شریف ہی کے قصے سنائیں مگر احکام سے خالی جیسے آجکل کے عام بے علم واعظ یہ سب قاصی ہیں جو خطاب کے وعظ و نصیحت کرتے ہیں اس لئے کہ ان کا مقصد نصیحت نہیں بلکہ صرف پیسہ ہے حاجتمند کسی کو نصیحت نہیں کر سکتا اس لئے اس کا وعظ بے اثر ہوتا ہے قیامت کے قریب ایسے لوگ بہت ہوں گے ۲؎ اظہار رنج کیلئے آپ نے انا للہ پڑھی سبحان اللہ اس طرح کہ دوران تلاوت میں جب آیت رحمت پر گزرے تو اس کے حصول کی دعا مانگے اور جب آیت عذاب تلاوت کرے تو اس سے پناہ مانگے یا اس طرح کہ تلاوت سے فارغ ہو کر مانگے علماء فرماتے ہیں کہ ختم قرآن کے موقعہ پر دعا ضرور مانگی جائے کہ قبول ہوتی ہے جیسا کہ آج کل دیکھا جاتا ہے کہ بعض بھکاری مسجدوں میں بلکہ گلی کوچوں میں تلاوت کرتے پھرتے ہیں اور ہاتھ پھیلایا ہوتا ہے یہ حرام ہے کہ اس میں قرآن کریم کی توہین ہے۔ خیال رہے کہ طلباء سے ختم قرآن شریف کرا کر ان کی دعوت بھی کی جاتی ہے اور کچھ نقدی بھی دی جاتی ہے یا علماء دینی مجلس میں وعظ کہا کر ان کو نذرانے دیئے جاتے ہیں یہ تمام صورتیں اس حکم سے خارج ہیں کہ وہاں ختم اور وعظ فی سبیل اللہ ہے اور ان کی خدمت فی سبیل اللہ جیسے مدرسین وغیرہ کی تنخواہیں یا وظائف اسی طرح بیمار کو جھاڑ پھونک وظیفہ نیز دم و تعویذ کی اجرت بھی اس سے خارج ہے کہ وہ تو علاج کی اجرت ہے نہ کہ تلاوت قرآن کی خلفائے راشدین نے خلافت پر تنخواہ لی اور صحابہ نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر مارگزیدہ پر دم کیا اجرت میں بکریاں لیں جن کا گوشت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ملاحظہ فرمایا جیسا کہ اسی مشکوٰۃ شریف کتاب الاجارہ میں ان شاء اللہ آوے گا اس طرح کہ بھکاری چند قصے حاصل کر لیتے ہیں اور دروازوں پر بجائے صدا دینے کے قرآن کریم پڑھ کر لوگ کچھ دے دیں اسے قرآن پڑھانے والوں کی اجرت مدرسین، دعا کی تنخواہوں سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ روشن حدیث سے ظاہر ہے۔

۳؎ یعنی ان کے چہروں پر ذلت و خواری چھائی ہوگی جیسے آج بھی بعض لوگوں کو دیکھتے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ فقیر بھکاری ہے خیال رہے کہ امت محمدیہ کے یہ عیب اللہ تعالیٰ انہیں چھپائے گا شان ستاری کی جلوہ گری ہوگی اگر یہ عیب خود ان لوگوں نے ہی ظاہر کئے تو وہاں پر بھی ظاہر ہوں گے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَعْرِفُ فَصْلَ السُّوْرَۃِ حَتّٰی یُنْزَلَ عَلَیْہِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ رَوَاہُ
اَبُوْدَاوٗدَ؛ وَعَنْ عَلْقَمَۃَ قَالَ کُنَّا بِحِمْصَ فَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ سُوْرَۃَ یُوْسُفَ فَقَالَ رَجُلٌ مَا
ھٰکَذَا اُنْزِلَتْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ وَاللّٰہِ لَقَرَأْتُھَا عَلٰی عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ اَحْسَنْتَ فَبَیْنَا ھُوَ یُکَلِّمُہٗ اِذْ وَجَدَ مِنْہُ رِیْحَ الْخَمْرِ فَقَالَ اَتَشْرَبُ الْخَمْرَ وَتُکَذِّبُ
بِالْکِتَابِ فَضَرَبَہُ الْحَدَّ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ؛ وَعَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ اَرْسَلَ اِلَیَّ اَبُوْبَکْرٍ

علیہ وسلم سورتوں کی جدائی نہ جانتے تھے حتی کہ آپ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم اترتی تھی ۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت علقمہ سے فرماتے ہیں ہم حمص میں تھے تو حضرت ابن مسعود نے سورۂ
یوسف پڑھی تو ایک شخص بولا یہ اس طرح نہیں اتری ۲؎ حضرت عبداللہ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے یہ سورۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں پڑھی تو حضور
نے فرمایا ٹھیک پڑھی ۳؎ جبکہ وہ شخص باتیں کر رہا تھا کہ اس سے شراب کی بو محسوس کی تو عبداللہ نے فرمایا تو شراب پیتا ہے اور قرآن کو جھٹلاتا
ہے پھر اسے حد لگائی ۴؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت زید ابن ثابت سے فرماتے ہیں مجھے ابوبکر صدیق نے

جمع قرآن

ظاہر ہو گئے۔ لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر تو ساری قرأت مصطفوی میں سے تھا پھر اسکا یہ عیب کیوں ظاہر فرمایا گیا کیونکہ یہ اظہار تو خود وحی الٰہی ہے رب تعالٰی کا
ہی منشاء نہیں کرایا ۱؎ یہ حدیث مذہب حنفی کی قوی دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر سورت کا جزو نہیں ہے بلکہ سورتوں کے درمیان فصل کیلئے نازل فرمائی گئی ہے اسی لئے امام اعظم
نمازوں میں بسم اللہ جہر سے نہیں پڑھتا اور جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی سورۃ یعنی اقرأ باسم ربک اتری تو بسم اللہ نہ اتری کہ یہ نزول میں پہلی سورت تھی یہاں فصل
کی ضرورت نہ تھی اور اسی لئے بسم اللہ دوسری آیتوں سے علیحدہ نہیں لکھی جاتی بلکہ علیحدہ سطر میں لکھی جاتی ہے اور اسی لئے سورۃ توبہ میں بسم اللہ نہ لکھی گئی کیونکہ حضور انور نے اسکا حکم
نہ دیا کہ سورۃ توبہ علیحدہ سورۃ ہے یا مشکوک تھا اس لئے وہاں سورۃ کا نام تو لکھ دیا گیا بسم اللہ نہ لکھی گئی بعض علماء نے فرمایا کہ بسم اللہ رحمت کی آیت ہے۔ اور سورۃ توبہ عذاب
و قہر کی سورۃ ہے اس لئے قہری سورت میں رحمت کی آیت مناسب نہیں (مرقات و لمعات مع اضافہ) ۲؎ یعنی وہ کہتا ہے کہ سورۂ یوسف اس طرح نازل نہیں
ہوئی اور خود صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ سورۃ سنی اور تصدیق و تحسین فرمائی تھی ۳؎ یہ فخر یہ نہ کہا تھا، بلکہ نعمت الٰہی کے اظہار
کے لئے فرمایا ۴؎ کوڑے شراب پینے کی سزا اس سے چند مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ شراب کی بو منہ سے پائی جائے تو اس سے شراب پینے کا
ثبوت ہو جائے گا مجرم اقرار کرے یا نہ کرے، گواہی قائم ہو یا نہ ہو، مگر شرط یہ ہے کہ بلاشک شراب ہی کی بو ہو کسی اور چیز کی نہ ہو، یہ ہی احناف کا
مذہب ہے، دوسرے یہ کہ شراب کی بو پائے جانے یا شراب کی قے کرنے پر بھی حد شرب یعنی شراب کی سزا دی جا سکتی ہے، تیسرے یہ کہ نشہ والے کا انکار معتبر
نہیں کہ وہ اپنے ہوش میں ہی نہیں ہوتا، دیکھو قرآن شریف کا یا اس کی متواتر قرأت یعنی طریقہ ادا کا انکار کفر ہے، مگر حضرت ابن مسعود نے اسے مرتد قرار نہ دیا،
بلکہ شرابی قرار دیا ورنہ آپ یا تو اسے قتل کرتے اور یا تجدید ایمان و تجدید نکاح کا حکم دیتے، ایک بار حضرت حمزہ نے نشہ کی حالت میں حضور انور صلی اللہ علیہ
وسلم و دیگر صحابہ سے کہہ دیا تھا ھل انتم الا عبید لابی۔ یہ کلمہ کفر تھا، مگر انہیں کافر نہ کہا گیا فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر بحالت نشہ کوئی کلمہ کفر بات
کسی منہ سے نکل جائے تو وہ کافر نہ مانا جائیگا اس کی نماز جنازہ و دفن کیا جائیگا کہ اس وقت ہوش ٹھکانے نہیں ہوتے بے ہوشی میں کہہ رہا ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ ہاں

مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَخْشَى إِنِ اسْتَحَرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ هٰذَا وَاللهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي حَتّٰى شَرَحَ اللهُ صَدْرِي لِذٰلِكَ وَرَأَيْتُ فِي ذٰلِكَ الَّذِي رَأَى عُمَرُ

جنگ یمامہ کے موقعہ پر بلا بھیجا تو حضرت عمر ابن خطاب آپ کے پاس ہی تھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عمر میرے پاس آئے تو کہا کہ یمامہ کے دن قرآن کے قاری بہت شہید ہو گئے ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ اگر چند جنگوں میں یوں قاری شہید ہوتے رہے تو بہت سا قرآن ضائع ہو جائے گا لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن جمع کرنے کا حکم دیں میں نے عمر سے کہا کہ تم وہ کام کیسے کر سکتے ہو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا فرماتے ہیں کہ تب حضرت عمر نے کہا رب کی قسم یہ کام اچھا ہے حضرت عمر مجھ سے بار بار کہتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے اس کام کے لئے میرا سینہ کشادہ کر دیا اور میں نے حضرت عمر کی رائے میں مصلحت دیکھی۔

یمامہ ایک بستی ہے یہیں انا الحق یا سبحانی ما اعظم شانی والا مسیلمہ کذاب رہتا تھا یمامہ ایک مشہور شہر ہے جو مدینہ منورہ سے بطرف مشرق پندرہ منزل ہے یا حضور کے نام پر گیا وہاں قبیلہ بنی حنیفہ کا ایک شخص مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا اس پر بہت لوگ ایمان لے آئے ان مرتدین سے حضرت ابوبکر صدیق نے جہاد کیا بڑے گھمسان کی جنگ ہوئی سات سو مسلمان شہید ہوئے جن میں سات سو حفاظ قرآن و قاری صحابہ بھی تھے قرآن کریم کی حفاظت خطرہ میں پڑ گئی حضرت خالد ابن ولید اسلامی سپہ سالار تھے آخر حضرت وحشی نے مسیلمہ کو ہلاک کیا [illegible] ہو گئے اس جنگ کی خبر قرآن کریم نے یوں دی سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ ۲؎ کیونکہ ابھی تک قرآن کریم نہ تو جمع ہو چکا تھا نہ کتابی شکل میں باقاعدہ لکھا گیا ہے صرف سینوں میں ہے اگر یہ سینے ہی ختم ہو گئے تو قرآن بھی ختم ہو جائے گا ۳؎ اللہ تعالیٰ ہم سب کی طرف سے جزائے خیر دے آپ نے قرآن جمع کیا اور آپ ہی نے حفاظت قرآن کا ذریعہ قائم کیا یعنی باقاعدہ تراویح کی جماعت میں ختم قرآن ہونا اگر تراویح نہ ہوتی تو حفظ قرآن کا رواج بھی ختم ہو چکا ہوتا آپ کا یہ احسان ہے مسلمان تا قیامت سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ ۴؎ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے یہ تھی کہ جمع قرآن بدعت ہے اور ہر بدعت بری ہوتی ہے لہٰذا یہ کام بھی برا ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ ہر وہ کام جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں نہ ہو وہ بدعت ہے اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت قائم کر کے فرمایا نعمت البدعۃ ھذہ یہ بڑی اچھی بدعت ہے یعنی سنت صحابہ عرفی بدعت ہے خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی پاک میں قرآنی آیات کی ترتیب تو درست کی تھی کہ ہر آیت کے نزول پر فرما دیتے تھے کہ اسے فلاں سورۃ میں فلاں آیت کے بعد لکھو یہ ترتیب لوح محفوظ کی ترتیب کے موافق تھی مگر قرآن جمع نہ فرمایا تھا لہٰذا مختلف سورتوں کی مختلف آیتیں آ رہی تھیں جمع قرآن کی یہ سعادت تو حضرت صدیق اکبر و عثمان غنی کے نصیب میں تھی ۵؎ اور میں نے بھی یہ سمجھ لیا کہ ہر بدعت بری نہیں ہوتی بلکہ بعض بدعتیں اچھی بھی ہوتی ہیں جیسے کہ بدعت حسنہ مستحب کبھی واجب اور کبھی فرض بھی ہوتی ہے اس وقت جمع قرآن بدعت تھا مگر فرض تھا اس سے بدعت حسنہ کا قوی ثبوت ہوا مجھے یقین ہو گیا کہ اس وقت جمع قرآن ضروری

زَيْدٌ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لَا نَتَّهِمُكَ وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ
لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَتَبَّعِ الْقُرْاٰنَ فَاجْمَعْهُ فَوَاللّٰهِ لَوْ كَلَّفُوْنِيْ نَقْلَ جَبَلٍ
مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ اَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا اَمَرَنِيْ بِهٖ مِنْ جَمْعِ الْقُرْاٰنِ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلُوْنَ
شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ اَبُوْبَكْرٍ
يُرَاجِعُنِيْ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ لِلَّذِيْ شَرَحَ صَدْرَ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْاٰنَ
اَجْمَعُهٗ مِنَ الْعُسُبِ وَاللِّخَافِ وَصُدُوْرِ الرِّجَالِ حَتّٰى وَجَدْتُ اٰخِرَ سُوْرَةِ التَّوْبَةِ مَعَ اَبِيْ

حضرت زید کہتے ہیں کہ جناب ابوبکر نے فرمایا تم جوان ہو عقلمند ہو ہم تم پر بد اعتقادی نہیں لاتے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لکھتے تھے
لہٰذا تم ہی قرآن تلاش کرو اور اسے جمع کر دو۔ اللہ کی قسم اگر وہ مجھے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کے منتقل کرنے کا حکم دیتے وہ مجھ پر اتنا گراں نہ ہوتا جتنا
قرآن جمع کرنے کا حکم مجھ پر بھاری پڑا فرماتے ہیں میں نے کہا آپ وہ کام کیوں کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا حضرت صدیق نے فرمایا
خدا کی قسم یہ کام بہت اچھا ہے پھر حضرت صدیق بار بار یہ فرماتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے میرا سینہ بھی کھول دیا جس کے لئے حضرت صدیق و فاروق
کا سینہ کھولا تھا پھر میں نے قرآن کی تلاش شروع کی کھجور کی شاخوں، پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنے لگا حتیٰ کہ سورۂ توبہ کا آخری حصہ ابو

یہاں اس کے واقعے پر نیا سبب ہوا یہاں مرقات نے فرمایا کہ جمع قرآن بدعت تھا مگر غیر بدعت حسنہ کہ جمع قرآن میں وقت کی بھی ضرورت ہے اور علم حفاظ و دیانتداری کی بھی ضرورت
یہ خدا کا فضل ہے کہ یہ سب اوصاف جمع ہیں [illegible] زید نے تمام صحابہ تھے جن میں خلفائے راشدین بھی ہیں [illegible]
کاتب وحی تھے [illegible] خلفائے اربعہ، حضرت عثمان بن عفان، [illegible] ابی بن کعب، ثابت بن
قیس [illegible] ابن سعید، ابن عاص [illegible] زید بن ثابت، معاویہ، ابی سفیان، شرحبیل، ابن حسنہ [illegible]
[illegible] زید بن ثابت کی روایت ہے [illegible] جمع قرآن [illegible]
مستحق [illegible] جمع قرآن میں [illegible] جمع قرآن [illegible]
تمام مسلمانوں کے ایمان و اعمال کی حفاظت کی ذمہ داری ہے کہ اگر ایک آیت میں ذرا سی بھی غلطی ہو گئی تو کسی کا نہ ایمان ٹھیک رہے نہ اعمال [illegible] اگرچہ
قرآن جمع کرنا بدعت ہے مگر اچھی بدعت ہے خیال رہے کہ ایجادات صحابہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت فرمایا ہے عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ
الرَّاشِدِيْنَ [illegible] رب تعالیٰ فرماتا ہے سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا [illegible] ہر بدعت بری
نہیں ہوتی [illegible] جمع قرآن [illegible] خیال رہے کہ چار صحابہ کو قرآن کریم کل حفظ تھا ابی بن کعب، زید
بن ثابت، معاذ ابن جبل، ابو الدرداء رضی اللہ عنہم مگر حضرت زید نے صرف اپنی یاد پر جمع نہ فرمایا بلکہ تمام صحابہ سے ہر آیت کی تائید حاصل کی چنانچہ
[illegible] مختلف صحابہ سے مختلف طرح ملیں کسی کو صرف یاد تھیں کسی کے پاس یاد کے علاوہ پتوں پتھروں وغیرہ پر لکھی ہوئی بھی تھیں حضرت زید بن ثابت نے

خزيمة الانصاري لم اجدها مع احد غيره لقد جاءكم رسول حتى خاتمة براءة فكانت الصحف عند ابي بكر حتى توفاه الله ثم عند عمر حياته ثم عند حفصة بنت عمر رواه البخاري۔ وعن انس بن مالك ان حذيفة بن اليمان قدم على عثمان وكان يغازي اهل الشام في فتح ارمينية واذربيجان مع اهل العراق فافزع حذيفة اختلافهم في القراءة فقال حذيفة لعثمان يا امير المؤمنين ادرك هذه الامة

خزیمہ انصاری کے پاس پایا ان کے سوا کسی کے پاس نہ پائی یعنی لقد جاءکم رسول سے ختم سورۂ برأت تک[3] پھر یہ اوراق حضرت ابوبکر کے پاس رہے حتی کہ رب نے انہیں وفات دی پھر تاحین حیات حضرت عمر کے پاس پھر حضرت حفصہ بنت عمر کے پاس[4] (بخاری) روایت ہے حضرت انس ابن مالک سے کہ حضرت حذیفہ ابن یمان جناب عثمان کی خدمت میں آئے جب کہ آپ فتح آرمینیہ میں شام کو اور فتح آذربیجان میں عراق والوں کو جہاد کرا رہے تھے[1] حضرت حذیفہ کو لوگوں کی قرأت قرآن کے اختلاف نے گھبرا دیا تھا[2] چنانچہ حضرت حذیفہ نے حضرت عثمان سے عرض کیا اے امیر المؤمنین اس امت کا ان سے پہلے تدارک کیجئے

یعنی تمام حفاظ و اوراق جمع کیے گئے پھر ان مختلف اوراق میں یکجائی کی شکل میں یکجا کرکے انہیں دھاگے سے باندھ کر ایک تھیلی میں محفوظ کر دیا صدیق اکبر کے زمانہ میں جمع قرآن کی یہ نوعیت تھی کہ آیات قرآنیہ متفرق نہ رہیں بلکہ صحائف اور ایک تھیلی میں جمع ہو گئیں حضرت عثمان کے زمانہ میں یہ تمام اجزاء اور ورق ایک کتابی شکل میں جمع کر کے ان کی نقلیں کرا کر ہر طرف بھیج دی گئیں کتابی شکل میں قرآن کا آنا عہد عثمانی میں ہوا اس لئے حضرت عثمان کو جامع قرآن کہا جاتا ہے خیال رہے کہ جمع قرآن تین بار ہوا ایک بار عہد نبوی میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لوگوں نے اپنے اپنے پاس ترتیب دی ہیں پھر عہد صدیقی میں کہ مختلف اوراق ایک صحائف ایک تھیلی میں جمع ہوئے پھر عہد عثمانی میں قرآن کریم کتابی شکل میں آگیا لہذا روایات میں اس تقریر سے تمام شبہات دفع ہو گئے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جمع قرآن کیوں نہ کیا یا جب جامع قرآن ابوبکر صدیق ہیں تو عثمان غنی کیوں جامع قرآن کہے جاتے ہیں پھر قرآنی آیات سورتوں میں بعض شکوک ہو گئیں جو مختلف اوراق یا ہڈیوں یا پتھروں سے لی گئیں وغیرہ۔

[1] یعنی یہ آیت ابوخزیمہ انصاری کے سوا کسی کے پاس لکھی ہوئی محفوظ نہ تھی یاد مجھے بھی تھی اور دوسرے صحابہ کو بھی تھی میں نے صرف اپنی یاد پر آیات جمع نہ کیں لہذا اس سے لازم نہیں کہ یہ آیت متواتر نہ ہو۔ [2] براۃ سورۃ توبہ کا نام کیونکہ اس کے اول میں ہے براءۃ من اللہ یعنی سورۃ توبہ کی آخری آیت لقد جاءکم سے رب العرش العظیم تک حضرت ابوخزیمہ انصاری کے پاس لکھی ہوئی ملی مرقات نے فرمایا کہ الفاظ قرآن دلیل قطعی سے ثابت ہیں اور طریقہ کتابت دلیل ظنی سے [3] چونکہ صدیق اکبر کی حیات شریف میں ہی حضرت عمر خلیفہ ہو گئے تھے اس لئے اوراق آیات کا یہ تھیلا عمر فاروق کو خود صدیق اکبر ہی نے عطا فرما دیا تھا اور حضرت فاروق کی زندگی میں خلیفہ مقرر نہ ہوا تھا بعد میں چناؤ ہونا تھا اس لئے یہ اوراق جناب عمر کی صاحبزادی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام المؤمنین حفصہ کے پاس امانۃً محفوظ رہے جو پھر حضرت عثمان نے ان سے منگائے جس کا ذکر اگلی حدیث میں آرہا ہے [4] یہاں مرقاۃ نے حدیث نقل کی کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ مسلمانوں پر احسان عظیم فرمانے والے ابوبکر صدیق ہیں اللہ ان پر رحمتوں کی بارش کرے کہ مسلمانوں کو قرآن جمع کرکے دے گئے جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے علیحدہ قرآن جمع کیا وہ روافض کی گھڑی ہوئی بات ہے ورنہ وہ ضرور اس قرآن کی اشاعت کرتے قرآن نہ

قَبْلَ اَنْ يَّخْتَلِفُوْا فِی الْكِتَابِ اِخْتِلَافَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی فَاَرْسَلَ عُثْمَانُ اِلٰی حَفْصَةَ
اَنْ اَرْسِلِیْ اِلَيْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخُهَا فِی الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّهَا اِلَيْكِ فَاَرْسَلَتْ بِهَا حَفْصَةُ
اِلٰی عُثْمَانَ فَاَمَرَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ
الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَسَخُوْهَا فِی الْمَصَاحِفِ وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّيْنَ الثَّلٰثَةِ
اِذَا اخْتَلَفْتُمْ اَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ فَاكْتُبُوْهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَاِنَّمَا

جیسے وہ یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب میں اختلاف کر بیٹھیں تب جناب عثمان ؓ نے بی بی حفصہ کو پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس وہ اوراق بھیجدو تاکہ ہم انہیں مصحفوں میں نقل کریں پھر تمہیں واپس کر دیں گے تو حضرت حفصہ نے وہ صحیفے جناب عثمان کو بھیج دیئے آپ نے حضرت زید ابن ثابت عبد اللہ ابن زبیر سعید ابن عاص عبد اللہ ابن حارث ابن ہشام کو حکم دیا کہ انہوں نے مختلف صحیفوں میں نقل کیا اور حضرت عثمان نے قریشی جماعت سے فرمایا تینوں صاحب تھے کہ جب تم اور زید ابن ثابت قرآن کی کسی آیت میں اختلاف کرو تو اسے زبان قریش ہی میں لکھنا کیونکہ

مداہنت کرنے والے آیات کو غار میں چھپانے کے لئے رب تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات اولٰئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون
قرآن چھپانے والے پر اللہ کی اور سب خلق کی لعنت ہے بلاد المغرب میں آذربیجان مشہور شہر ہے اور اسی شہر کے نام سے علاقہ کو بھی آذربیجان کہا جاتا ہے اس علاقہ
میں آرمینیہ مشہور شہر ہے عہد عثمانی میں یہ علاقہ فتح ہوا اس جہاد میں شام و عراق کے غازی جمع تھے یہ حضرات قرآن کریم مختلف طرح پڑھتے تھے اور ہر ایک کہتا
تھا کہ میرا قرآن صحیح دوسرے کا غلط ہے یہ اختلاف یا تو مختلف قرأتوں کی وجہ سے تھا جو زمانہ نبوی میں مروج ہو چکی تھیں یا اس لئے کہ بعض صحابہ کے پاس قرآنی آیتوں کے
ساتھ کچھ تفسیری نوٹ تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے وہ سے قرآن کے ساتھ لکھ لیتے تھے اور قرآن کی طرح ان کی بھی تلاوت کر لیتے تھے اندیشہ ہوا
کہ آئندہ جا کر اس وقت سے قرآن میں اختلاف پیدا ہو جاوے گا اور مختلف قسم کے قرآن جمع ہو جاویں گے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہو جاوے گا ہر فرقہ کا اپنا
قرآن ہوگا جیسا کہ آج توریت و انجیل کے نسخوں کا حال ہے حضرت عثمان غنی نے چاہا کہ سب مسلمانوں کو جمع فرما کر ان سے مشورہ کیا سب
نے بالاتفاق جمع قرآن کی رائے دی پھر آپ نے حضرت ام المومنین حفصہ بنت عمر فاروق سے جمع شدہ قرآن منگایا یہاں صحف سے مراد وہ اوراق ہیں جو حضرت صدیق اکبر
کے زمانے میں جمع کر کے رکھے گئے تھے اور مصاحف سے مراد قرآن پاک کے مکمل نسخے ہیں جو کتابی شکل میں ہوں لہٰذا حدیث واضح ہے کیونکہ حضرت حفصہ کے پاس
قرآن کے صحیفے امانت تھے یہ اوراق قرآن مجید نقل کر کے اوراق انہیں بھیج دیئے گئے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرت حفصہ کو وہ اوراق واپس کیوں کئے گئے
لے لیجئے قرآن کے جمع کے لئے یہ چار حضرات منتخب ہوئے جن میں سے حضرت زید ابن ثابت تو انصاری تھے باقی تینوں حضرات مہاجر قریشی تھے چار یا سات نسخے
قرآن کریم کے جمع کئے گئے جن میں سے ایک نسخہ یہاں مدینہ پاک میں رکھا گیا باقی تمام اطراف میں بھیج دیئے گئے جن کے نام ابھی ابھی ذکر کئے گئے عبد اللہ
ابن زبیر، سعید ابن عاص، عبد اللہ ابن حارث اس طرح کہ تمہاری قرأۃ کچھ اور طرح ہو اور حضرت زید ابن ثابت کی قرأۃ دوسری طرح اس
اختلاف کی وجہ وہ ہے جو پہلے گزر چکی کہ زمانہ نبوی میں تلاوت قرآن مختلف قرأتوں سے ہوتی تھی۔

نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوا حَتّٰى إِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ إِلٰى حَفْصَةَ وَأَرْسَلَ إِلٰى كُلِّ أُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوا وَأَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِي كُلِّ صَحِيفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ أَنْ يُحْرَقَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ فَقَدْتُ اٰيَةً مِنَ الْأَحْزَابِ حِينَ نَسَخْنَا الْمُصْحَفَ قَدْ كُنْتُ

قرآن زبان قریش میں اترا ہے ۱؎ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا حتی کہ جب یہ صحیفے دیگر مصاحف میں نقل کر لیے تو حضرت عثمان نے یہ اوراق بی بی حفصہ کو واپس کردیئے اور ان نقل شدہ میں سے ہر طرف ایک ایک نسخہ بھیج دیا ۲؎ اور اس کے سوا قرآن کے بقیہ اوراق و نسخوں کو جلا دینے کا حکم دے دیا ۳؎ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ مجھے خارجہ ابن زید ابن ثابت نے خبر دی ۴؎ کہ انہوں نے حضرت زید ابن ثابت کو فرماتے سنا کہ ہم نے سورۂ احزاب کی ایک آیت قرآن نقل کرتے وقت گم پائی جو ہیں ......

۱؎ یعنی نزول قرآن تو قریشی زبان میں ہوا مگر آسانی کے لیے دیگر عربوں کو اپنی لغتوں میں تلاوت کی اجازت دی گئی تھی اس وقت کے لحاظ سے جیسے نزول تو ہوا مٰلِكِ يَوْمِ الدِّينِ مگر اجازت دی گئی مَلِكِ پڑھنے کی بھی یا نزول تو ہوا ننشزھا زنقطے والی سے مگر اجازت دی گئی ننشرھا پڑھنے کی بھی ما بعد کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے صرف جمع قرآن کا اہتمام فرمایا لغت قریش پر ہو یا دوسری لغت پر مگر حضرت عثمان نے جمع بھی کیا اور دوسری قراءتوں سے چھانٹ بھی دیا جمع صدیقی اور جمع عثمانی میں ایک فرق یہ بھی ہے حضرت حفصہ سے اوراق قرآن منگانے کا منشا یہ تھا کہ کوئی دیدہ ور دیکھ لے کہ بعینہٖ نقل کردیا جائے ابتداء اس واقعہ پر اعتراض نہیں ۲؎ چنانچہ قرآن کریم کے سات نسخے نقل کرائے گئے جن میں سے ایک مدینہ پاک میں رکھا گیا اور ایک کوفہ، ایک بصرہ، ایک شام، ایک بحرین اور ایک مکہ معظمہ کو بھیجے گئے ۳؎ یحرق یا جلادے سے بنا ہے یعنی جلا دینا۔ بعض نسخوں میں یخرق خ منقوطہ سے ہے یعنی پھاڑ دینا یعنی اس کے علاوہ قرآن کے دوسرے اوراق کے جلا دینے کا حکم دیا یا پھاڑ دینے کا مگر یحرق حا سے زیادہ مشہور ہے خیال رہے کہ بعض صحابہ کے پاس کچھ اوراق تھے جن میں وہ آیات بھی تھیں جو منسوخ التلاوت ہوچکی تھیں مگر انہیں نسخ کی خبر نہ ہوئی تھی اور بعض تفسیری فوائد بھی تھے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کے ساتھ بطور تفسیر ارشاد فرمائے تھے یہ حضرات انہیں بھی قرآن ہی سمجھے ہوئے تھے جیسے حضرت ابی ابن کعب یا ابن مسعود کے مصاحف، اگر وہ اوراق باقی رہ جاتے تو مسلمانوں میں بڑا فتنہ پھیلتا، ہر فرقہ کہتا کہ یہ قرآن درست دوسرا غلط اس لئے باقی تمام نسخے جلوا دیئے گئے۔ بعض بے وقوف کہتے ہیں کہ فضائل علی و اہل بیت کی آیات جلادی گئیں اور اب یہ موجودہ قرآن ناقص ہے مگر یہ محض غلط ہے ورنہ حضرت علی مرتضٰی اس وقت خاموش نہ بیٹھتے قرآن کی حفاظت کے لئے اپنی جان قربان کردیتے یا کم از کم اپنے دور خلافت میں اس اصلی قرآن کو جاری کرتے اور اسی قرآن سے نماز وغیرہ بھی ادا کرتے، یہ بھی خیال رہے کہ اس وقت ان نسخوں کا جلا دینا ہی بہتر بلکہ ضروری تھا کہ اگر وہ باقی ہوتے تو بعد میں پھر نکال لئے جاتے، اور ان کی اشاعت سے فساد پھیلتا اور اتنے اوراق دفن کرنا دشوار بھی تھا اور خطرناک بھی ورنہ بیکار قرآن کے اوراق کا دفن کر دینا بہتر ہے یا اگر قلمی صندوق ہو تو اسے دھو کر پی لینا افضل ہے کہ یہ پانی ہر مرض کی شفا ہوجاتا ہے۔

۴؎ ابن شہاب امام زہری کی کنیت ہے، اور خارجہ زید ابن ثابت کے بیٹے ہیں مدینہ منورہ کے بڑے علماء میں سے تھے:

تابعی ہیں انہوں نے اپنے والد زید ابن ثابت سے یہ سنا

اسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ بہا فالتمسناہا فوجدناہا مع خزیمۃ بن
ثابت الانصاری من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فالحقناھا فی
سورتہا فی المصحف رواہ البخاری۔ وعن ابن عباس قال قلت لعثمان ما حملکم علی
ان عمدتم الی الانفال وھی من المثانی والی براءۃ وھی من المئین فقرنتم بینہما
ولم تکتبوا سطر بسم اللہ الرحمن الرحیم ووضعتموھا فی السبع الطول ما حملکم علی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنا کرتا تھا ہم نے بہت تلاش کیا تو ہم نے خزیمہ ابن ثابت انصاری کے پاس پایا وہ یہ آیت ہے
کہ مومنوں میں بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ سے کئے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا چنانچہ ہم نے اسے قرآن شریف میں اس سورۃ سے ملا دیا ۳ (بخاری)
روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں میں نے حضرت عثمان سے پوچھا کہ آپ کے اس کا کیا سبب ہوا کہ تم نے سورۂ انفال کو جو مثانی میں سے ہے سورۃ
براءۃ سے جو مئین میں سے ہے ملا دیا اور ان کے بیچ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ لکھی ۵ اور تم نے اسے سات بڑی سورتوں میں رکھ دیا اس کی وجہ

۲ یعنی جب ہم نے صحیفہ صدیقی سے مصحف عثمانی میں قرآن شریف نقل کیا تو اس صحیفہ میں یہ آیت نہ ملی غالب یہ ہے کہ وہ پرچہ اس زمانہ میں گم ہو گیا ہو یا گل گیا ہو
ورنہ حضرت صدیق اکبر کے زمانہ میں سارے صحابہ نے سارا قرآن جمع کر لیا تھا ان بزرگوں کو یہ آیت زبانی یاد تھی مگر تلاش یہ کی گئی کہ کہیں سے یہ آیت لکھی
ہوئی بھی مل جائے اور ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ عہد صدیقی میں جمع قرآن کے وقت کا ہو ۳ یعنی لکھی ہوئی صرف حضرت خزیمہ انصاری کے پاس تھی باقی حضرات نے
زبانی لکھوائی حضرت خزیمہ کی کنیت ابو عمارہ ہے اوسی ہیں، بدری صحابی ہیں اور ان کے سوا تمام غزوات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے
جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے اسی جنگ میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ ۴ اس طرح کہ یہ آیت سورۂ احزاب میں اپنی جگہ پر لکھی گئی مرقات نے فرمایا
کہ غالب یہ ہے کہ یہ قصہ پہلے جمع کے وقت ہوا یعنی زمانہ صدیقی میں اس وقت سورۂ توبہ کی آیت لقد جاءکم رسول کا بھی یہی قصہ ہوا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ زمانہ صدیقی میں تمام
قرآن جمع ہو جائے اور پھر یہ آیت اس میں درج نہ ہو [illegible] عہد صدیقی کا جمع کیا ہوا قرآن [illegible] کے زمانہ میں [illegible] حضرت حفصہ کی وفات
کے بعد اشعۃ اللمعات میں [illegible] حضرت علی نے بھی [illegible] کے مطابق قرآن [illegible] خوف سے اس قرآن کی اشاعت نہ کی بلکہ [illegible]
مسلمانوں میں [illegible] فتنہ کا باعث ہو [illegible] قرآن کریم کی تقسیم یوں ہے کہ [illegible] مثانی [illegible] مفصل [illegible] حجرات
سے آخر قرآن کا نام مفصل ہے، مثانی سورۂ فاتحہ کا نام بھی ہے اور سارے قرآن کریم کا بھی اور اس کی اگلی سات سورتوں کا بھی حضرت ابن عباس نے
حضرت عثمان سے دو سوال کئے ایک یہ کہ سورۂ انفال اعتبار ترتیب کے مطابق مثانی میں سے کی سورۃ ہے اور سورۂ توبہ مئین حصہ کی سورۃ آپ حضرات نے ان
دو سورتوں کو ملا کیوں دیا نیز سورۂ انفال چھوٹی سورۃ ہے کہ پچھتر آیتوں کی ہے اور سورۂ توبہ بہت بڑی کہ اس کی ایک سو انتیس آیتیں ہیں مگر آپ
حضرات نے مثانی سورتیں [illegible] مگر آپ نے [illegible] سورت کو مثانی میں داخل کیا اور بڑی یعنی توبہ کو [illegible] چاہیے تھا اس کے برعکس ۔ ۵
۵ یہ دوسرا سوال ہے یعنی تمام سورتوں کو بسم اللہ سے شروع کیا جاتا ہے مگر تم نے سورۂ توبہ کے اول بسم اللہ نہ لکھی، خلاصہ یہ ہے کہ سورۃ کا صورت

ذٰلِكَ قَالَ عُثْمَانُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يَاْتِيْ عَلَيْهِ الزَّمَانُ وَهُوَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ السُّوَرُ ذَوَاتُ الْعَدَدِ وَكَانَ اِذَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ دَعَا بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ فَيَقُوْلُ ضَعُوْا هٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتِ فِي السُّوْرَةِ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا وَاِذَا اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ الْاٰيَةُ فَيَقُوْلُ ضَعُوْا هٰذِهِ الْاٰيَةَ فِي السُّوْرَةِ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا وَكَانَتِ الْاَنْفَالُ مِنْ اَوَائِلِ مَا نَزَلَتْ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَتْ بَرَاءَةٌ مِنْ اٰخِرِ الْقُرْاٰنِ نُزُوْلًا وَكَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيْهَةً بِقِصَّتِهَا

کیا ہوا؟ ۱؎ حضرت عثمان نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زمانہ گزرتا جاتا تھا کہ آپ پر متعدد سورتیں نازل ہوتی رہتی تھیں ۲؎ اور جب بھی آپ پر کوئی آیت اترتی تو بعض کاتبین وحی کو بلاتے اور فرماتے کہ یہ آیتیں اس سورۃ میں رکھو جس میں فلاں فلاں چیزوں کا ذکر ہے ۳؎ پھر جب آپ پر کوئی آیت نازل ہوتی تو فرماتے کہ اس آیت کو اس سورۃ میں رکھو جس میں ایسا ایسا ذکر ہے ۴؎ اور سورۂ انفال ان سورتوں میں سے ہے جو مدینہ پاک میں پہلے نازل ہوئیں اور سورۂ برأت نزول میں آخر قرآن ہے ۵؎ اور اس کا قصہ سورۂ انفال کے قصے سے مشابہ تھا ۶؎

۱؎ یعنی دو چیزوں سے معلوم ہوتا تھا ایک سورۃ کے تمام آیتوں یا دو کے ... اور دوسرے بسم اللہ آپ نے ان دونوں سورتوں یعنی انفال و توبہ کے درمیان ایک فصل تو رکھا مگر وہ فصل بسم اللہ والا نہ کیا اس کی کیا وجہ ہے؟ یہاں منشاء سوال یہ ہے کہ اس لیے سورۂ انفال کو جس کی آیتیں سو سے کم ہیں مثانی میں رکھا جاتا اور مثانی کی آیتیں تو مئین سے بھی زیادہ ہونی چاہئیں مئین سورتوں کی آیتیں سو سے زیادہ ہیں اس لیے انہیں مئین کہتے ہیں اور مثانی کی آیتیں مئین سے بھی زیادہ ہیں خلاصہ یہ ہے کہ سورۂ توبہ پہلے چاہیے تھی کہ بڑی ہے اور سورۂ انفال بعد میں اس لیے کبھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی وحی آتی تھی اور کبھی مسلسل سورتیں اترتی تھیں ۲؎ یعنی نزول کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی سورۃ کی کوئی آیت آتی اور کبھی دوسری سورۃ کی کوئی آیت سورتوں کے نزول کا بھی یہی حال تھا کہ کبھی پچھلی سورۃ پہلے آگئی اور کبھی اگلی سورۃ پیچھے نازل ہوگئی کیونکہ سورتوں و آیتوں کا نزول حسب ضرورت ہوتا تھا یہ ترتیب نزول کے مطابق نہیں بلکہ لوح محفوظ کی ترتیب کے لحاظ سے ہے ۳؎ یہ کلام جواب کے علاوہ ہے مطلب یہ ہے کہ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو فرما دیتے کہ یہ آیت فلاں سورۃ کی فلاں آیت کے بعد لکھو معلوم ہوا کہ ترتیب آیات توقیفی چیز ہے جس میں عقل کو دخل نہیں، اسی لیے خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حکم اپنے اہتمام سے ترتیب دلوائی کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر لوح محفوظ پر بھی، دیکھتے تھے کہ وہاں کون سی آیت کس جگہ ہے، ادھر دیکھ کر ادھر ترتیب دیتے تھے ۴؎ دونوں جملے معلوم ہوتے ہیں مگر ان میں فرق یہ ہے کہ وہاں شیٔ فرمایا گیا جس سے چند آیتوں کا مجموعہ مراد ہے اور یہاں الآیۃ ارشاد ہوا یعنی ایک آیت مطلب یہ ہوا کہ اگر چند آیتیں ایک دم اتریں تو ان میں بھی سرکار خود ہی ترتیب دیتے تھے اور اگر صرف ایک آیت آتی تب بھی ترتیب دیتے خیال رہے کہ آیتوں کی ترتیب تو بالاتفاق توقیفی ہے جس میں عقل کو دخل نہیں مگر سورتوں کی ترتیب میں اختلاف ہے بعض نے کہا وہ بھی توقیفی ہے بعض کے ہاں نہیں ۵؎ وہ موقعات ہیں یعنی سورۃ انفال و برأت دونوں مدنی ہیں اس لحاظ سے ایک ساتھ رکھا گیا پھر سورۂ انفال پہلے اتری اس لیے وہ آگے رکھا گیا اور سورۂ برأت بعد میں اس لحاظ سے پیچھے رکھا گیا ۶؎ یہ وجہ جمع و ترتیب کی ہوئی کہ یعنی سورۂ انفال و برأت کا مضمون یکساں ہے کہ سورۃ انفال میں اکثر دین کی سر بلندی کفر کی نگونساری کا ذکر ہے اور

فَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَنَا اَنَّهَا مِنْهَا فَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ قَرَنْتُ بَيْنَهُمَا وَلَمْ اَكْتُبْ سَطْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَوَضَعْتُهَا فِي السَّبْعِ الطُّوَلِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ۔ كِتَابُ الدَّعَوَاتِ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهٗ وَاِنِّيْ اخْتَبَاْتُ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور ہم سے صراحۃً بیان نہ فرمایا کہ یہ سورہ سورۂ انفال کا جزو ہے اسی وجہ سے میں نے ان دونوں کو ملا دیا مگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کی سطر نہ لکھی اور اسے سات لمبی سورتوں میں رکھا (احمد، ترمذی، ابوداؤد) دعاؤں کا بیان پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نبی کی ایک دعا قطعی قبول ہوتی ہے تو ہر نبی نے وہ دعا یہاں ہی استعمال کر لی اور میں نے

۵ سورہ برأۃ میں زیادہ تر منافقوں کا اور کافروں کی بد عہدی و عتاب کا ذکر ہے جو جزیہ کی جدوجہد کا نتیجہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی سورت ہیں۔ ۶ اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ کے نزول سے معلوم فرماتے تھے کہ یہ آیات مستقل علیحدہ سورۃ میں ہیں یا ہم لگا دیتے تھے مگر سورہ برأۃ کے متعلق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر نہ دی کہ یہاں بسم اللہ لگاؤ جو سورۃ انفال سے علیحدہ سورت ہے لہٰذا جواب یہ ہوا کہ ان دونوں سورتوں کے مضامین کا بہت مناسب ہونا بیان میں بسم اللہ کا نہ آنا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں سورتیں ایک ہی سورۃ ہیں اس لیے درمیان میں بسم اللہ نہ لکھی گئی مگر دونوں کے نزول میں فاصلہ ہوتا کہ سورۂ انفال شروع ہجرت میں نازل ہوئی اور یہ سورت آخر میں اس سے معلوم ہوا کہ یہ الگ الگ دو سورتیں ہیں اس لیے دونوں مضمون کی علیحدگی کی ایک علامت تو رکھ دی یعنی درمیان میں خالی جگہ چھوڑ دی اس کی آیتیں الگ شمار کیں اور دوسری علامت نہ رکھی یعنی بسم اللہ نہ لکھی پتہ لگا کہ جمع قرآن میں بہت ہی احتیاط سے کام لیا گیا ہے حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ بسم اللہ رحمت کی آیت ہے اور سورۂ توبہ کفار سے امان اٹھانے، عذاب بھیجنے کی آیت ہے اس لیے رحمت کی آیت اس کے اول میں نہ لکھی گئی۔ ۷ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں کی ترتیب بعض توقیفی نہیں اس میں کچھ عقل کو بھی دخل ہے۔ اس سوال و جواب سے معلوم ہوا کہ جمع صدیقی و عثمانی میں فرق یہ ہے کہ جمع صدیقی کتابی شکل میں نہ تھی اوراق کو مرتب ایک دھاگے سے باندھ دیا گیا تھا اور جمع عثمانی میں قرآن کتابی شکل میں ہوا دوسرے یہ کہ جمع صدیقی میں تمام قراءتیں موجود تھیں مگر جمع عثمانی میں صرف ایک قراءۃ رکھی گئی کیونکہ مختلف قراءتوں کی اب ضرورت نہ رہی تھی لوگ اس قراءت کے عادی ہو چکے تھے اور اس جمع میں وہ ہی قراءت رکھی گئی جو جبریل امین لائے تھے باقی قراءتوں کی لوگوں کو اجازت دی گئی تھی کہ اپنی زبان میں قرآن پڑھیں ان قبیلوں کی زبانوں میں کچھ الفاظ میں معمولی فرق تھا جیسے تابوت، تابوہ اور حتیٰ اور عتیٰ وغیرہ۔ ۸ دعوات دعوت کی جمع ہے بمعنی دعا چونکہ دعا اپنے عجز اور رب کے سامنے اظہار عجز کے ساتھ مانگی جاتی ہے اس لیے دعوات عبادت بلکہ عبادات کا مغز ہے حدیث۔ بعض علماء دعا کو افضل کہتے ہیں بعض رضا بالقضا کو مگر بہتر یہ ہے کہ جب دعا کا شوق ہو دعا مانگے اور دل میں رضا رکھے کہ اگر دعا قبول نہ ہو تو ملول نہ ہو اس صورت میں دعا اور رضا دونوں پر عمل ہو گا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ لوگوں کے لیے دعا مانگنا بہتر ہے کہ اس میں بندگی کا اظہار ہے اسی لیے تمام انبیاء خصوصاً حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں مانگی ہیں مگر وقت احتیاج دعا

دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ
بِاللّٰهِ شَيْئًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَلِلْبُخَارِيِّ أَقْصَرُ مِنْهُ ○ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَللّٰهُمَّ إِنِّي اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيْهِ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ فَأَيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ آذَيْتُهُ شَتَمْتُهُ
لَعَنْتُهُ جَلَدْتُهُ فَاجْعَلْهَا لَهُ صَلٰوةً وَزَكٰوةً وَقُرْبَةً تُقَرِّبُهُ بِهَا إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اپنی دعا روز قیامت کے لیے بچا رکھی اپنی امت کی شفاعت کے واسطے چنانچہ میری وہ دعا ان شاء اللہ ہر اس امتی کو پہنچے گی جو اس طرح مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو (مسلم) اور بخاری میں کچھ مختصر ہے روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الٰہی میں نے تجھ سے ایک عہد لیا ہے تو ہرگز اس کے خلاف نہ کرے گا کہ میں بشر ہوں لہذا جس مسلمان کو میں ایذا دوں اسے برا کہوں لعنت کروں یا ماروں تو تو اس کے لیے رحمت و پاکی اور قربت بنا کہ اس کے ذریعے قیامت کے دن اسے اپنے قریب فرما (مسلم، بخاری)

[illegible] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے وقت دعا نہ کی جب حضرت جبریل نے عرض کیا تو فرمایا کہ کفانی من سؤالی علمہ بحالی لہٰذا دعا نہ [illegible] اوقات میں [illegible] دعا اور کبھی [illegible] جیسی حالت ویسا عمل۔ یعنی یوں تو انبیاء کرام کی قریباً ساری دعائیں ہی قبول ہیں مگر رب تعالیٰ کی طرف سے ہر نبی کو ایک خصوصی دعا ملتی ہے جس کے متعلق رب تعالیٰ کا حتمی وعدہ قبولیت کا ہے وہ دعا قبول کریگا تمام نبیوں نے اپنی اپنی وہ دعا دنیا ہی میں استعمال فرمالیں کسی نے بددعا کفار کیلئے جیسے حضرت نوح و صالح و ہود علیہم الصلوٰۃ والسلام اور بعض انبیاء کرام نے کسی اور مقصد کیلئے استعمال فرمائیں جیسے حضرت ابراہیم و اسماعیل و یعقوب و یوسف علیہم الصلوٰۃ والسلام کسی بزرگ نے اپنی دعا کسی اور مقصد میں استعمال فرمالی [illegible] مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وہ دعا یہاں استعمال نہ کی بلکہ قیامت کیلئے اٹھا رکھی ہے اس سے اپنی امت کی شفاعت کریں گے [illegible] ہر شخص [illegible] ایمان پر [illegible] جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ الخ لہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مرزائیوں، چکڑالویوں وغیرہ مرتدوں کو پہنچے گی کیونکہ وہ مشرک تو نہیں [illegible] یہ ہے کہ عہد سے مراد وعدہ ہے اور یہ کلام اخبار نہیں بلکہ انشاء ہے یعنی میں تجھ سے دعا کرتا ہوں مجھے یقین ہے کہ تو میری دعا رد نہ فرمائے گا کیونکہ نبی کی دعا رد نہیں ہوتی [illegible] بشریت [illegible] غصہ [illegible] کسی کو زبان یا ہاتھ سے تکلیف پہنچا دوں تو تو میری بددعا یا میری مار کو اس شخص کے لئے رحمت بنا دے [illegible] اس فرمان پاک سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بددعاؤں کو جو کسی مسلمان کے لئے ہوں [illegible] دعا بنا دیا [illegible] قبول نہ فرما بلکہ ان کے برعکس کر دے دوسرے یہ کہ نبی اگر کسی پر ناراضگی فرمادیں برا کہدیں مار دیں تو ان پر قصاص نہیں دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کی داڑھی بھی پکڑ لی اور بالوں سے پکڑ کر کھینچا بھی مگر قصاص نہیں دیا تیسرے یہ کہ حضرت امیر معاویہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان کا پیٹ نہ بھرے یہ بددعا [illegible] دعا ہو گئی [illegible] اور حضرت علی کے بھائی عقیل [illegible] دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ [illegible] خیال رہے کہ ان تمام [illegible] دعائیں [illegible]

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ ارْحَمْنِي إِنْ شِئْتَ ارْزُقْنِي إِنْ شِئْتَ وَلْيَعْزِمْ مَسْأَلَتَهُ إِنَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَلَا مُكْرِهَ لَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ؛ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ وَلٰكِنْ لِيَعْزِمْ وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ أَعْطَاهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ؛ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں کوئی دعا مانگے تو یوں نہ کہے الٰہی اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے الٰہی اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر اگر تو چاہے تو مجھے روزی دے بلکہ یقین سے عزم سے دعا مانگے کیونکہ رب تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اسے کوئی مجبور نہیں کر سکتا (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں کوئی دعا مانگے تو یوں نہ کہے الٰہی اگر چاہے تو مجھے بخش دے لیکن عزم کرے اور رغبت خوب ظاہر کرے کیونکہ رب تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز بڑی نہیں جو وہ عطا فرمادے (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ مانگے جب تک کہ جلد بازی نہ کرے عرض کیا گیا یا رسول اللہ

مراد ہیں جو چیز حق کو دی جائیں اور [illegible] دعائیں [illegible] کی جائیں یا غیر مستحق کو بشرطیکہ وہ مسلمان ہو (اشعہ) یہاں مرقات نے فرمایا کہ ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز بہت اصرار سے مانگی اور سرکار کا دامن پیچھے سے پکڑ کر کھینچا کہ مجھے وہ چیز دے دیجئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلا کہ تمہارے ہاتھ ٹوٹ جائیں حضرت ام المومنین غمگین ہو گئیں۔ تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی جس سے [illegible] حفاظت سے متعلق [illegible] فرمایا [illegible] مطلب یہ ہے کہ [illegible] اس چیز کی ضرورت تو نہیں لیکن اگر مل جائے تو [illegible] اس کے کرم پر موقوف ہے [illegible] شعر ہے

اگر [illegible] ۔ [illegible] یا رسول اللہ

کہ جیسے جو چیز ہمارے لئے مشکل ہے وہ رب تعالیٰ کو آسان سے آسان ہے اگر تمام جہان کی ساری تمنائیں پوری کردے تو یہ تمام اس کے سمندر کرم کا ایک قطرہ بلکہ اس سے بھی کم [illegible] اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کی دعا مانگنا کہ خدایا مجھے شراب [illegible] یا فلاں کو قتل کردینے کا موقع دے ایسے ہی جن رشتوں کا جوڑنے کا حکم ہے ان کے توڑنے کی دعا نہ کرے کہ خدایا مجھے میرے باپ سے دور رکھ [illegible] مرقات نے فرمایا کہ ناممکن چیزوں کی دعا مانگنا بھی منع ہے جیسے خدایا مجھے دنیا میں ان آنکھوں سے اپنا دیدار کرادے یا فلاں مسلمان کو ہمیشہ دوزخ میں رکھ یا فلاں کافر کو

الاستعجال قال يقول قد دعوت وقد دعوت فلم أر يستجاب لي فيستحسر عند ذلك ويدع الدعاء رواه مسلم. وعن أبي الدرداء قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم دعوة المرء المسلم لأخيه بظهر الغيب مستجابة عند رأسه ملك موكل كلما دعا لأخيه بخير قال الملك الموكل به آمين ولك بمثل رواه مسلم. وعن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تدعوا على أنفسكم ولا تدعوا على أولادكم ولا تدعوا على أموالكم لا توافقوا من الله ساعة يسأل فيها عطاء فيستجيب لكم رواه مسلم وذكر

جلد بازی کیا ہے فرمایا یہ کہے کہ میں نے دعا کی اور پھر کی مجھے امید نہیں کہ قبول ہو پھر اس پر دل تنگ ہو جائے اور دعا کرنا چھوڑ دے (مسلم) روایت ہے حضرت ابو درداءؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کی پیٹھ پیچھے دعا ضرور قبول ہوتی ہے اس کے سر کے پاس ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے کہ وہ جب بھی اپنے بھائی کے لیے دعائے خیر کرتا ہے تو مقرر فرشتہ کہتا ہے آمین اور تجھ کو بھی ایسی ہی ملے (مسلم) روایت ہے حضرت جابرؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلاف بددعا نہ کرو اپنی اولاد کو بددعا نہ دو اپنے مالوں کو بددعا نہ دو کہیں اتفاقاً وہ ایسی گھڑی ہو جس میں رب سے جو مانگا جائے وہ ملے اور تمہاری یہ دعا قبول ہو جائے (مسلم) اور

بعض دعا اس لیے قبول نہیں ہوتی کہ وہ منظور رحمت الٰہی نہیں ہوتی مطلب حدیث کا یہ ہے کہ قبولیت دعا کی ایک شرط یہ ہے کہ ناجائز چیزوں کی دعا نہ کرے وہ قبول نہ ہوگی اس لیے قبول دعا کی دوسری شرط یہ ہے کہ اگر قبول دعا میں دیر لگے تو دل تنگ ہو کر رب کی رحمت سے مایوس نہ ہو دیکھو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی دعا تھی کہ فرعون کو ہلاک کر دے چالیس سال کے بعد قبول ہوئی یعنی قبول کا ظہور ہوا حضرت یعقوب علیہ السلام فراق یوسف علیہ السلام میں چالیس یا اسی سال تک روتے رہے مگر رب کی رحمت سے مایوس نہ ہوئے بلکہ اپنے بچوں سے فرمایا ولا تیأسوا من روح اللہ اس کی رحمت سے امید رہو خیال رہے کہ ہر کام کا ایک وقت ہے دعا مانگے جاؤ، مانگنا بندہ کا کام ہے دینا رب کا کام اپنے کام کرو اس کے کام پر اعتراض نہ کیجئے۔ شعر

حافظ وظیفہ تو دعا کردن است و بس ٭ در بند آن مباش کہ نشنید یا شنید

۲ قبول دعا کی بہت قسمیں ہیں سوال مل جانا دعا کی برکت سے کوئی آفت ٹل جانا دعا کا ثواب مل جانا درجات بلند ہو جانا گناہ بخشے جانا وغیرہ حاصل ہو کسی کے سامنے دعا کرنے میں ریا کی، خوشامد یا ریا وغیرہ کا احتمال ہے مگر پس پشت دعا میں یہ کوئی احتمال نہیں اس میں اخلاص ہی ہوگا اسی لیے پس پشت کی قید لگائی ۱۲ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان بھائی کی خدمت بہترین عبادت ہے اور اس کی خیر خواہی بہترین عمل ہے یہ فرشتہ کوئی اور فرشتہ ہے جس کے ذمہ یہی خدمت ہے کہ ایسی دعاؤں پر آمین کہا کرے یہ حافظ یا کاتب اعمال فرشتہ نہیں وہ فرشتے تو داہنے بائیں ہر وقت رہتے ہیں لہٰذا تم مسلمان بھائی کے لئے دعا کرو تو فرشتہ تمہارے لئے دعا کرے گا اگر تم نے فرشتہ کی دعا لینا ہے تو دوسروں کو دعا دو بعض بزرگ جب کوئی دعا کرنا چاہتے ہیں تو پہلے دوسروں کے لئے دعا کرتے ہیں اور اپنے لئے بھی جمع کے صیغہ سے دعا کرتے ہیں ۱۲ ان عملوں کا ماخذ یہ حدیث ہے یہ عمل بھی ہے کہ پہلے اپنے لئے دعا کرے پھر دوسرے مومنوں کیلئے جیسا کہ رب اغفرلی ولوالدی دعا کے بعد ہے اگر یہ آئے تو دعا بجائے دعا ہوتی ہے اور اگر ... تو یہ دعائے خیر ہے ... مطلب یہ ہے کہ غصہ یا جوش میں اپنی

حدیث ابن عباس اتق دعوة المظلوم فی کتاب الزکوٰة ۔ الفصل الثانی ۔ عن النعمان بن بشیر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الدعاء هو العبادة ثم قرأ وقال ربکم ادعونی استجب لکم رواه احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجة
وعن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الدعاء مخ العبادة رواه الترمذی

حضرت ابن عباس کی یہ حدیث کہ مظلوم کی بددعا سے بچو کتاب الزکوٰۃ میں ذکر کی جا چکی دوسری فصل روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دعا ہی عبادت ہے پھر یہ آیت تلاوت کی کہ تمہارا رب فرماتا ہے مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دعا عبادت کا مغز ہے (ترمذی)

جان، مال، اولاد کے لیے بددعا اور خادم کی ہلاکت کی دعا نہ کرو۔ غالبًا اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو اپنی بددعاؤں کے عادی ہو چکے ہیں، بات بات میں بکتے ہیں: میں مر جاؤں، تو مر جائے، تجھے سانپ کاٹے، تجھے گولی لگے، معاذ اللہ، اور اگر کوئی ایسا حادثہ ہو جائے تو پھر روتے پیٹتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبولیت کی گھڑی صرف جمعہ یا شب قدر یا آخری رات ہی میں نہیں ہے اور وقت میں بھی ہوتی ہے مگر چھپی ہوئی، تو ہر ساعت میں احتمال ہے کہ وہ قبولیت کی ہو اس لئے ہمیشہ اچھی دعائیں ہی مانگے، کبھی بددعا نہ کرے۔ خیال رہے کہ لعان میں ایسے ہی مباہلہ میں اپنے اوپر بددعا اظہار حق کے لئے ہوتی ہے وہ محض بددعا نہیں ہوتی وہاں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر میں حق پر نہ ہوں تو ہلاک ہو جاؤں لہٰذا یہ حدیث آیت لعان اور آیت مباہلہ کے خلاف نہیں۔ دعا آیات اپنی جگہ حق ہیں [illegible] یعنی اللہ سے دعا کرنا بھی عبادت ہے کہ اس میں اپنی بندگی اور رب تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار و اظہار ہے، بڑی عبادت ہے [illegible] اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی بندے سے کچھ مانگنا گویا اس کی عبادت ہے یہ شرک ہے لہٰذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنا، عالم سے علم، مالداروں سے کچھ مانگنا نہ یہ اصطلاحی دعا ہے اور نہ کفر و شرک، بندے بندوں سے دعا اور دوا مانگا ہی کرتے ہیں [illegible] دعا شرعی اور ہے اور دعا لغوی کچھ اور جیسے صلوٰۃ شرعی اور ہے یعنی نماز اور صلوٰۃ لغوی کچھ اور یعنی نزول رحمت اور دعائے رحمت وغیرہ، رب تعالیٰ فرماتا ہے اقیموا الصلوٰۃ یہاں صلوٰۃ شرعی مراد ہے اور صلوا علیہ میں صلوٰۃ لغوی مراد، لہٰذا اللہ کے بندوں سے دعا مانگنا رب تعالیٰ کی عبادت ہے [illegible] جیسے کعبہ کی طرف سجدہ کرنا رب تعالیٰ کی عبادت ہے نہ کہ کعبہ کی، بہرحال یہ حدیث وہابیوں کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ یہ آیت شہادت کے طور پر پیش فرمائی کہ جیسے رب تعالیٰ نے نماز روزے کا حکم دیا ہے ویسے ہی دعا کا حکم دیا ہے اور اس پر قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے عرض کیا جا چکا ہے کہ قبولیت دعا کی تین صورتیں ہیں [illegible] اس کے بعد رب تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین یستکبرون عن عبادتی [illegible] عبادت کا ذکر فرمانے سے معلوم ہوا کہ دعا عبادت ہے، خیال رہے کہ دعا مانگنا اگرچہ مستحب ہے واجب نہیں لہٰذا آیت کی یہ وعید اس کے لئے ہے جو تکبر سے دعا نہ مانگے [illegible] یعنی دعا عبادت کا رکن اعظم ہے جیسے مغز کے بغیر ہڈی کی اور گٹھلی کے بغیر چھلکے کی کوئی قدر نہیں ایسے ہی دعا سے خالی عبادت کی کوئی قدر نہیں، رب تعالیٰ مانگنے کو پسند فرماتا ہے جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں [illegible] ہے [illegible] عبادت نام ہے اپنی انتہائی عاجزی رب تعالیٰ کی انتہائی عظمت کے اظہار کا، دعا میں یہ دونوں چیزیں اعلیٰ طریقے سے

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ شَیْءٌ اَکْرَمَ عَلَی اللّٰہِ مِنَ الدُّعَآءِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ ، وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرُدُّ الْقَضَآءَ اِلَّا الدُّعَآءُ وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ ، وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الدُّعَآءَ یَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ یَنْزِلْ فَعَلَیْکُمْ عِبَادَ اللّٰہِ بِالدُّعَآءِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے ہاں دعا سے زیادہ کوئی چیز گرامی نہیں ۱؎ (ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے روایت ہے حضرت سلمان فارسی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضا کو دعا کے سوا کوئی چیز نہیں ٹالتی اور عمر میں نیکی کے سوا کوئی چیز زیادتی نہیں کرتی ۲؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دعا نازل شدہ آفت میں بھی نافع ہے اور اس بلا میں بھی جو نازل نہ ہوئی ہو تو اے اللہ کے بندو دعا کو مضبوط پکڑو ۳؎ (ترمذی) اور

۱؎ کیونکہ اس میں بندہ [illegible] رب تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَاؤُکُمْ [illegible] دعا کی برکت سے [illegible] اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ [illegible] ۲؎ [illegible] تقدیر معلق [illegible] تقدیر مبرم [illegible] اِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ [illegible] تقدیر مبرم [illegible] وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِہٖٓ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ [illegible] یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗٓ اُمُّ الْکِتٰبِ [illegible] تقدیر [illegible] پہلی تقدیر میں تبدیلی [illegible] تفسیر نعیمی جلد سوم میں ملاحظہ کیجئے حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر آدم علیہ السلام کی دعا سے ساٹھ سال سے سو سال ہوگئی [illegible] ۳؎ [illegible] تقدیر معلق کے متعلق ہے [illegible] امام غزالی فرماتے ہیں کہ جیسے ڈھال [illegible] ہتھیار [illegible] پانی [illegible] ایسے ہی

رَوَاہُ اَحْمَدُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ؛ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ یَدْعُوْ بِدُعَاءٍ اِلَّا اٰتَاہُ اللّٰہُ مَا سَاَلَ اَوْ کَفَّ عَنْہُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَہٗ مَا لَمْ یَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِیْعَۃِ رَحِمٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ؛ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَلُوا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ یُّسْاَلَ وَاَفْضَلُ الْعِبَادَۃِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ؛ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَسْاَلِ اللّٰہَ یَغْضَبْ عَلَیْہِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ؛

(احمد) اور روایت معاذ ابن جبل سے ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کوئی دعا مانگے تو ضرور اللہ تعالیٰ اسکی منہ مانگی مراد دیتا ہے یا اس جیسی کوئی آفت روک دیتا ہے۱ جب تک کہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے۲ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو۳ کہ اللہ تعالیٰ مانگنے کو پسند فرماتا ہے۴ اور بہترین عبادت کشائش کا انتظار ہے۵ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے تو اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے۶ (ترمذی)

۱ دعا کی برکت یا تو مراد کی لینی ہو اور یا کسی آفت کا بچاؤ ہے۔ اسباب بھی رب تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور مسببات بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے خذوا حذرکم وا تخذوا حذرکم جنگ میں اپنا بچاؤ اور ہتھیار لے کر جاؤ لہذا دنیا میں بھی انسان دعاؤں کا بچاؤ اور نیک اعمال کے ہتھیار لے کر رہے، ورنہ آفات کچل دیں گی ۲ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے ادعونی استجب لکم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری قبول کروں گا اس حدیث نے بتایا کہ قبولیت دعا کی چند صورتیں ہیں، ایک منہ مانگی مراد مل جانا، دوسرے اس جیسی آفت ٹل جانا مثلاً کسی کے سو روپیہ کی چوری ہونی تھی، اس نے اللہ سے دعا مانگی کہ خدایا مجھے سو روپیہ دیدے تو اسے سو روپے تو نہ ملے مگر اتنی چوری ٹل گئی۔ بہرحال دعا خالی نہیں جاتی لہذا مانگے جاؤ تنگ دل نہ ہو بعض مرادیں نہ ملنا ہی بہتر ہوتا ہے ۳ یہ قبول دعا کی شرط ہے کہ انسان بری چیز کی دعا نہ مانگے کہ وہ قبول نہیں اور دعا کی تاثیر میں خیال رہے کہ کبھی بندہ بری بات بھی مانگ لیتا ہے اور پا لیتا ہے، مگر یہ اس کی دعا کی قبولیت نہیں بلکہ ہونا ہی ایسا ہی تھا اس نے مانگ بھی لیا نیز اس دعا پہ ثواب کوئی نہیں بلکہ گناہ ہے ۳ یعنی اس کا فضل مانگو عدل نہ مانگو ورنہ چونک جاؤ گے عدل یہ ہے جو کام کے عوض دیا جائے، فضل وہ ہے جو بغیر عوض محض مہربانی سے دیا جائے اگر رب عدل فرمائے تو ہم گنہگار بڑی سزا کے مستحق ہیں فضل فرمائے اور بخش دے تو اس کی مہربانی ہے من فرما کر یہ بتایا کہ اس کا بعض فضل مانگو نہ کہ سارا کیونکہ اس کا فضل غیر متناہی ہے اور تمہاری جھولی متناہی پیالی والا سارا سمندر سمیٹنے کی کوشش نہ کرے ۴ عجیب بارگاہ ہے، بے نیاز ہے دوسرے سخی مانگنے والوں سے گھبرا جاتے ہیں رب مانگنے والوں سے خوش ہوتا ہے بندوں کے ساتھ اس کا نیا معاملہ اور اس کے دستِ کرم پر بھکاری کا نیا ناز و انداز شعر۔

اے کہ ہر دل نوازی دگر ÷ ہر گدا را بدرت نازے دگر

۵ یعنی گرفتار مشکلات شکایت نہ کرتا پھرے بلکہ اس کی مہربانی کا انتظار رکھے اور اس دامن کی آس توڑی نہیں جاتی خیال رہے کہ کسی سے وعدہ یا دعا کی

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فُتِحَ لَهٗ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَآءِ فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَمَا سُئِلَ اللّٰهُ شَيْئًا يَعْنِيْ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يُّسْاَلَ الْعَافِيَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّسْتَجِيْبَ اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَ الشَّدَآئِدِ فَلْيُكْثِرِ الدُّعَآءَ فِي الرَّخَآءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُوا اللّٰهَ وَاَنْتُمْ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھول دیا جائے تو اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور عافیت سے بڑھ کر کوئی محبوب چیز اللہ سے نہ مانگی گئی جو اسے زیادہ پیاری ہو (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو چاہے کہ مصیبتوں کے وقت اللہ اس کی دعا قبول کرے تو وہ آرام کے زمانہ میں دعائیں زیادہ مانگا کرے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ سے دعا کرو

درخواست کرنا شکایت نہیں اور دعا اس استغنا کے خلاف ہے لہذا جو شخص غرور و تکبر اور اپنے کو رب تعالٰی سے بے نیاز سمجھ کر دعا نہ مانگے وہ غضب و لعنت کا مستحق ہے ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے وقت دعا نہ مانگی کیونکہ وہ سمجھے کہ یہ امتحان کا وقت ہے شاید دعا کرنا بے صبری میں شمار ہو فرمایا حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے اللہ کے ذکر یا درود شریف کی کثرت دعا سے روک دے تو اسے دعا مانگنے والوں سے زیادہ دیا جاتا ہے اور وہ حدیث کے خلاف نہیں ہے نیز جسے ہر وقت ہر حال میں دعا مانگنے کی توفیق ملے تو یہ اس کی علامت ہے کہ اس کیلئے رب تعالٰی نے رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ دعا کی طرف دل کا راغب ہونا دعا کیلئے اچھے الفاظ ملنا رب تعالٰی کا کرم ہے جب وہ کچھ دینا چاہتا ہے تو ہمیں مانگنے کی آرزو بخشتا ہے شعر

مری طلب بھی تمہارے کرم کا صدقہ ہے ؎ قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

لمعات نے فرمایا کہ عافیت کے معنے سلامتی ہیں یہاں کامل سلامتی مراد ہے یعنی زندگی موت قبر حشر کی تمام ظاہری باطنی چھوٹی بڑی آفتوں سے سلامتی دنیاوی ظاہری صحت کیلئے یہ دعا ہے الدعاء یہ مرادات سے فرمایا کہ رب تعالٰی نے مصیبتیں پیدا ہی اس لئے کی ہیں تاکہ بندہ رب سے سلامتی کی دعائیں مانگے صوفیائے کرام فرماتے کہ عافیت اسی میں ہے جس میں رب راضی ہے لہذا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا خیبر میں زہر کھانا فاروق اعظم کا مصلائے مصطفے پر خنجر کھا کر شہید ہونا عثمان غنی کا قرآن پڑھتے ہوئے ذبح ہو جانا حسین علیہ السلام کا بے آب و دانہ دشت کربلا میں شرع مصطفوی پر نثار ہو جانا عافیت ہی تھا لہذا رب تعالٰی سے وہ عافیت مانگو جو اس کے علم میں ہمارے لئے عافیت ہے نہ وہ جو ہمارے علم میں ہمارے لئے عافیت ہو حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی بہترین دعا سکھایئے فرمایا چچا جان اللہ سے دین و دنیا کی عافیت مانگو اس کی وجہ ظاہر ہے کہ مصیبت میں دعا مانگنا اور راحت میں رب سے غافل ہو جانا خود غرضی ہے اور ہر وقت دعا مانگنا عبدیت ہے رب کو خود غرضی ناپسند ہے عبدیت پسند رب فرماتا ہے وَاِذَا اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ایسے خود غرض کا حشر برا ہوتا ہے

مُوْقِنُوْنَ بِالْإِجَابَةِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَآءً مِّنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْأَلُوْهُ بِبُطُوْنِ اَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْأَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
سَلُوا اللّٰهَ بِبُطُوْنِ اَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْأَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا فَاِذَا فَرَغْتُمْ فَامْسَحُوْا بِهَا وُجُوْهَكُمْ رَوَاهُ
اَبُوْ دَاوُدَ ۔ وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ
مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اِلَيْهِ اَنْ يَّرُدَّهُمَا صِفْرًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ

قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے ۱ اور جان رکھو کہ اللہ غافل و لاپرواہ دل کی دعا قبول نہیں فرماتا ۲ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت مالک ابن یسار سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم اللہ سے دعا مانگو تو ہتھیلیوں سے مانگا کرو پشت سے نہ مانگو ۳ اور حضرت ابن عباس کی روایت میں یوں ہے کہ اللہ سے دعا کرو ہتھیلیاں پھیلا کر اس کی پشت سے نہیں پھر جب فارغ ہو جاؤ تو منہ پر ہاتھ پھیر لو ۴ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سلمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارا رب حیادار کرم والا ہے شرماتا ہے کہ بندہ اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے وہ انہیں خالی لوٹا دے ۵ (ترمذی، ابوداؤد، بیہقی)

کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے اس پر مصیبت ہے وہ تو کمائی یا جانے پیسے وہ دعا سے پر عاجز رہے ۲ یعنی دعا کرتے وقت یقین کرو کہ رب تعالیٰ اپنے کرم سے میری یہ دعا ضرور قبول کرے گا اس میں لطیف اشارہ اس جانب بھی ہے کہ دعا کے وقت تمام شرائط قبول اور آداب دعا پورے کرو جس سے تمہارے دل کو قبولیت کا یقین ہو جائے پھر ساتھ ہی اس کے کرم سے امید رکھو اللہ تعالیٰ اس داتا ہوں کو نا امید نہیں فرماتا اس کا نام ہے رجاء (الصالحین) (مرقات و لمعات) ۳ قبولیت دعا کی بہت سی شرطیں ہیں جن میں سے بڑی اہم شرط دل لگنا ہے اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ دل لگا کر دعا دل اور طرف ہو منہ اور طرف ہاتھ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پھیلے ہوں خیال بازار وغیرہ میں ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی قبولیت دعا اس شرط سے ہاتھ زبان دل سب حاضر ہوں ۳ یعنی دعا کے وقت ہتھیلیاں آسمان کی طرف پھیلاؤ ہاتھوں کی پیٹھ زمین کی طرف کرو کیونکہ مانگنے والا داتا کے سامنے ہتھیلی ہی پھیلاتا ہے نیز اس میں اظہار عجز زیادہ ہے ہاں جن دعاؤں میں کچھ ہٹانا ہو کہ کسی آفت سے بچا جائے وہاں سنت یہ ہے کہ پہلے تو ہتھیلیاں پھیلاؤ اور پھر آسمان کی طرف ہاتھوں کی پیٹھ کر دو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز استسقاء کے بعد ایسے ہی دعا مانگتے تھے اس الٹے ہاتھ رکھنے میں اشارۃً یہ عرض کرنا ہے کہ مولا دنیا کا حال بدل دے تنگی کو فراخی کر دے گرانی کو ارزانی سے بدل دے ۴ پہلے ہاتھوں پر اللہ کی رحمت اترتی ہے ان ہاتھوں کو منہ پر پھیر لینے سے رحمت منہ پر پہنچ جاتی ہے یہ عمل سنت بھی ہے اتباع سنت میں برکت ہے مرقات۔ بعض علماء نے فرمایا کہ کھانے کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے اگر مجمع میں کھانا کھایا جائے تو اس دعا میں ہاتھ اٹھائے تاکہ ان لوگوں کو شرمندگی نہ ہو جو بھی ان کی طرح نہ ہو حصن حصین شریف میں ہے کہ ہاتھ اٹھانا آداب دعا سے ہے جن احادیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوائے استسقاء کے اور دعاؤں میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے ان سے زیادہ اونچے ہاتھ اٹھانا مراد ہے یعنی نماز استسقاء میں ہاتھ سر سے بھی اونچے اٹھاتے تھے باقی دعاؤں میں سینے کے مقابل لہٰذا

الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ. وَعَنْ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يَحُطَّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ وَيَدَعُ مَا سِوٰى ذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ. وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَسْرَعَ الدُّعَاءِ اِجَابَةً دَعْوَةُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ. وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اسْتَاْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْرَةِ فَاَذِنَ لِيْ وَقَالَ اَشْرِكْنَا يَا اُخَيَّ فِيْ دُعَائِكَ وَلَا

دعوات کبیر میں روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا میں اپنے ہاتھ اٹھاتے تو انہیں منہ پر پھیرے بغیر نہ گراتے ۱ (ترمذی) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع دعائیں پسند فرماتے تھے اور اس کے ماسوا دعائیں چھوڑ دیتے تھے ۲ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت جلد قبول ہونے والی دعا غائب کی غائب کے لئے ہے ۳ (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے لئے جانے کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت دی اور فرمایا اے بھائی ہمیں اپنی دعا میں شریک رکھنا

۱ احادیث میں تعارض نہیں کہ اس میں ہاتھ پھیرنے کی حکمت کا بیان ہے منشاء یہ ہے کہ جو ہاتھ رب کی بارگاہ سے خالی نہیں لوٹتے خیال رہے کہ رب تعالیٰ جواد کریم ہے بلکہ اس کے خزانے سے چیزوں کا نتیجہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایسا کرتا نہیں کہ بندے کے پھیلے ہوئے ہاتھ کو خالی پھیر دے اس کے معنی ہم عرض کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مانگنے والے کو ضرور دیتا ہے خواہ اس طرح کہ اس کی مراد پوری کر دے یا اس طرح کہ اس کی کوئی آفت ٹال دے یا اس طرح کہ درجات بلند کر دے، لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بہت دفعہ ہاتھ پھیلا کر دعائیں کی جاتی ہیں اور مراد نہیں ملتی ۲ دعا میں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے کی وجہ یہ ہے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے اور رزق و رحمت کے آنے کی جگہ یہ وجہ نہیں کہ رب تعالیٰ آسمان میں رہتا ہے جیسے کہ وہ بیچ والے فرمانے پر چلے جاتے ہیں خزانے میں ۳ جامع دعا وہ کہلاتی ہے جس کے الفاظ تھوڑے ہوں، معانی زیادہ جیسے رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً الخ اور جیسے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ یعنی عمومی دعا، مراد یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر جامع دعائیں مانگتے تھے، خاص موقعوں پر خاص دعائیں بھی مانگی ہیں جیسے استغفار میں اور شکر وغیرہ، لہٰذا یہ حدیث ان روایات کے خلاف نہیں ۴ یعنی جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے اس کی غیر موجودگی میں دعائے خیر کرے تو بہت جلد قبول ہوتی ہے اس لئے کہ یہ دعا مسلمان بھائی کا خیر خواہ بھی ہے اور مخلص بھی، سامنے دعا کرنے میں ریا و دکھاوے و خوشامد کا احتمال ہو سکتا ہے ۵ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام سے پہلے عمرہ کی نذر مانی تھی جو پوری نہ کر سکے تھے کہ مسلمان ہو گئے پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تو فرمایا نذر پوری کرو تب آپ عمرہ کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے روانہ ہوئے ۶ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عمر کو بھائی فرمایا یہ انتہائی کرم کریمانہ ہے، جیسے سلطان اپنی رعایا سے کہے میں تمہارا خادم ہوں مگر کسی مسلمان کو حق نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہے وہ بڑا جھگڑا

منسنا فقال كلمة ما يسرني ان لي بها الدنيا رواه ابو داؤد والترمذي وانتهت روايته عند قوله ولا تنسنا ٭ وعن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلثة لا ترد دعوتهم الصائم حين يفطر والامام العادل ودعوة المظلوم يرفعها الله فوق الغمام وتفتح لها ابواب السماء ويقول الرب وعزتي لانصرنك ولو بعد حين رواه الترمذي ٭ وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلث دعوات مستجابات لا شك فيهن

ہمیں بھول نہ جانا ۱ے تو حضور نے ایسی بات فرمائی کہ مجھے اس کے عوض ساری دنیا ملنا پسند نہیں ہے (ابوداؤد، ترمذی) اور ترمذی کی روایت ولا تنسنا پر ختم ہو گئی کہ ہمیں بھول نہ جانا۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شخصوں کی دعا رد نہیں ہوتی ۲ روزہ دار کی جب افطار کرے ۳ اور منصف بادشاہ حاکم کی ۴ اور مظلوم کی دعا کو تو اللہ تعالٰی بادلوں کے اوپر اٹھا لیتا ہے ۵ اس کیلئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور رب تعالٰی فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا اگرچہ کچھ دیر بعد ۶ (ترمذی) اور انہی سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دعائیں یقیناً قبول ہیں

دعاء الرجل کی دعا کو بعضکم بعضا فرمایا اس لیے کہ بعض امتی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اصل ہیں بلکہ تمام روایات حدیث میں یہ تمام کا ہی ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ... معلوم ہوا کہ بزرگوں سے دعا کرانا سنت ہے ... اس لیے کہ حضور ... درود شریف پڑھا ... تاکہ اس کی برکت سے تمہاری دعائیں قبول ہوں حضور کیلئے ... شریف پڑھنا ... حقیقت ... ہمارا ... ہے ... بھیک ... حضرت عمر ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھائی کے خطاب سے نوازا، معلوم ہوا کہ میں دنیا و آخرت میں ... معلوم ہوا کہ میرا امر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے لائق ہے ... یہ ایسی بشارتیں ہیں کہ تمام دنیا کی نعمتیں ان پر قربان ہیں ۲ یہ تین شخص ... مسلمان ... یا عورت ... دعا ... مطلب ہے ... ملا علی قاری ... و درجات ... عبادت سے فراغت کا وقت ہے ... دعائیں قبول ہوتی ہیں ... نماز، حج، زکوٰۃ سے فراغت پر دعائیں کرنا چاہیے ۔ معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازہ بھی دعا کی جائے کہ وہ بھی رب کی عبادت ہے اور عبادت کے بعد دعا قبول ہے ۳ مرقات نے فرمایا کہ مسلمان حاکم کا ایک گھڑی عدل و انصاف کرنا ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے کہ اس عدل سے خلق خدا کا انتظام قائم ہے ۵ مرقات نے فرمایا کہ مظلوم بلکہ مظلوم کافر و فاسق کی بھی دعا قبول ہوتی ہے، اگر مسلمان مظلوم کی دعا زیادہ قبول ہے کیونکہ مظلوم مضطر و بے قرار ہوتا ہے اور بے قرار کی دعا عرش پر قرار کرتی ہے رب فرماتا ہے امن یجیب المضطر اذا دعاہ ۔ دعا کو بادلوں پر اٹھانے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جانے کا مطلب ہے جلد قبول اور اس کی دعا کی عزت افزائی اور اہمیت کا اظہار فرمانا ہے حین عربی میں مطلقاً وقت کو کہتے ہیں مگر اکثر کم سے کم چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ چالیس سال پر بولتے ہیں

دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَسْاَلْ اَحَدُكُمْ رَبَّهٗ حَاجَتَهٗ كُلَّهَا حَتّٰى يَسْاَلَ شِسْعَ نَعْلِهٖ اِذَا انْقَطَعَ زَادَ فِيْ رِوَايَةٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ مُرْسَلًا حَتّٰى يَسْاَلَهُ الْمِلْحَ وَحَتّٰى يَسْاَلَهٗ شِسْعَهٗ اِذَا انْقَطَعَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ

باپ کی دعا اولاد کے لیے، مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) تیسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص اپنے رب سے اپنی ساری حاجتیں مانگے حتی کہ جب جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اسے بھی مانگے ایک روایت میں ثابت بنانی سے مرسلاً یہ زیادتی بھی ہے کہ رب سے نمک مانگے اور جب تسمہ ٹوٹ جائے تو اسے بھی مانگے (ترمذی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں اپنے ہاتھ اتنے اٹھاتے تھے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی جاتی تھی

طلب یہ ہے کہ میں حلیم ہوں بندہ ظالم کو جلدی نہیں پکڑتا اسے توبہ اور مظلوم سے معافی مانگنے کا وقت دیتا ہوں اگر وہ اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھائے تو پکڑتا ہوں۔

۵؎ خیال رہے کہ پہلی حدیث میں تین دعا رد نہ ہونے والوں کا ذکر تھا، اور یہاں تین دعاؤں کا تذکرہ ہے، یعنی یہ تین دعائیں بذات خود قابل قبول ہیں اور پہلے ناموں کی برکت سے بھی لائق قبول، اسی لیے وہاں عادل اور روزے کا ذکر فرمایا جس میں فاعل بہ تکلف مشقت اٹھاتا ہے یہاں مسافر اور باپ کا ذکر ہے جس میں تکلف و مشقت نہیں (مرقات)۔

۱؎ اولاد کے حق میں باپ کی دعا قبول ہے اور بددعا بھی مگر چونکہ باپ اکثر دعائیں ہی دیتا ہے اس لیے دعا کا ذکر فرمایا، والد سے مراد ماں باپ دونوں ہیں اور دادی بھی اس میں داخل ہے، کیونکہ بالواسطہ وہ بھی والدہ ہے، ماں کی دعا بہت زیادہ قبول ہوتی ہے۔ ۲؎ یوں تو مسافر کی بحالت سفر تمام دعائیں ہی قبول ہیں مگر اپنے محسن کے لیے دعا، اور اپنے ستانے والے پر بددعا بہت قبول ہے (مرقات) اسی طرح مظلوم کی بددعا قبول، مگر ستانے والے کے لیے بددعا، اور امداد کرنے والے یا بچانے والے کے لیے دعا بہت قبول ہے۔ ۳؎ یعنی بندہ یہ خیال نہ کرے کہ اتنے بڑے آستانہ سے معمولی چیز کیا مانگوں کوئی بڑی حاجت مانگوں گا نہیں ہر حاجت مانگو چھوٹی ہو یا بڑی، اگر اس سے بڑی کا چیزیں مانگی جائیں تو چھوٹی حاجتوں کے لیے کہاں جاؤ سوالی ہے، غلام اپنے آقا سے ہر چیز مانگا ہی کرتے ہیں دیکھو موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے رب تعالیٰ سے مدین پہنچ کر روٹی کا ٹکڑا مانگا، عرض کیا رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر۔ ۴؎ یعنی ایک ہانڈی کا نمک جو چند پیسے کا ہوتا ہے، ایسے ہی ایک جوتی کا تسمہ جو کوڑی دو کوڑی کا ہوتا ہے وہ بھی رب تعالیٰ ہی سے مانگو۔ ۵؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سر سے اونچے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے، حتی کہ اگر قمیص مبارک ڈھیلے ہوتے تو بغل شریف کی سفیدی نظر آجاتی۔ خیال رہے کہ اس قدر اونچے ہاتھ اٹھانا یا نماز استسقاء میں ہوتا تھا یا کبھی کبھی بیان جواز کے لیے، ورنہ عموماً عام دعاؤں میں سینے یا کندھے تک ہاتھ اٹھاتے تھے، لہذا یہ حدیث کندھوں یا سینہ تک ہاتھ اٹھانے کے خلاف نہیں۔ اور نہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر قمیص کے نماز پڑھتے تھے کیونکہ یہ تو سخت مکروہ ہے، آجکل بعض لوگ بغیر قمیص نماز پڑھتے ہیں اور اس حدیث کی آڑ لیتے ہیں مگر غلط

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ يَجْعَلُ أُصْبُعَيْهِ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ وَيَدْعُوْ. وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَعَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَسَحَ وَجْهَهُ بِيَدَيْهِ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْأَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ. وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الْمَسْئَلَةُ أَنْ تَرْفَعَ يَدَيْكَ حَذْوَ مَنْكِبَيْكَ أَوْ نَحْوَهُمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ أَنْ تُشِيْرَ بِإِصْبَعٍ وَاحِدَةٍ وَالْاِبْتِهَالُ أَنْ تَمُدَّ يَدَيْكَ جَمِيْعًا وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ وَالْاِبْتِهَالُ هٰكَذَا وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَجَعَلَ ظُهُوْرَهُمَا مِمَّا يَلِيْ وَجْهَهُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ يَقُوْلُ إِنَّ رَفْعَكُمْ أَيْدِيَكُمْ بِدْعَةٌ مَا زَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ حضور دعا کے وقت اپنی دو انگلیاں کندھوں کے مقابل کرتے تھے اور دعا کرتے تھے ۱؎ روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تو ہاتھ شریف اٹھاتے پھر ہاتھ منہ پر پھیر لیتے ۲؎ ان تینوں حدیثوں کو بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کیا روایت ہے حضرت عکرمہ سے وہ حضرت ابن عباس سے راوی کہ آپ نے فرمایا طریقہ دعا یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کندھوں کے مقابل یا ان کے قریب اٹھاؤ ۳؎ اور طریقہ استغفار یہ ہے کہ ایک انگلی سے اشارہ کرو ۴؎ اور عاجزی و زاری کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ خوب پھیلاؤ ۵؎ اور ایک روایت میں فرمایا کہ زاری یوں ہے اور آپ نے ہاتھ اٹھائے اور ان کی پشت چہرے کے سامنے کی ۶؎ (ابوداؤد) روایت ہے ابن عمر سے وہ فرماتے تھے کہ تمہارا زیادہ ہاتھ اٹھانا بدعت ہے ۷؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱؎ غالبًا یہ نماز کے بعد کی حالت ہے یا سفر میں گزری لہٰذا پہلے آپ اور عرض وقت اٹھاتے کہ ہاتھوں کی انگلیاں کندھوں کے مقابل ہو جاتیں پھر دعا مانگتے تھے یہ اکثری حالات کا ذکر ہے اور پچھلی حدیث میں بعض خصوصی حال کا ذکر تھا۔ ۲؎ یعنی جن دعاؤں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھاتے ان میں ہاتھ منہ پر پھیر لیتے تھے اور جن میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے جیسے نماز، طواف، کھانے کے بعد کی دعائیں ان میں ہاتھ منہ پر بھی نہ پھیرتے تھے لہٰذا دو دعاؤں کا فرق ہے لہٰذا احادیث صاف ہیں۔ ۳؎ یعنی عام دعاؤں میں ہاتھ سینے تک اٹھانا سنت ہے، کہ حاجت مانگتے وقت یہاں تک ہی ہاتھ اٹھاتے اور پھیلاتے ہیں۔ ۴؎ یعنی استغفار پڑھتے وقت اپنی کلمہ کی انگلی اپنے نفس کی طرف کر کے عرض کرے کہ یا اللہ یہ نفس ہے اور یہ بندہ گنہگار ہے۔ ۵؎ ابتہال کے معنی ہیں اظہار عجز اور خشوع یہاں اس سے مراد دفع بلا کی دعا ہے جیسے استسقاء میں قحط کے دفع ہونے کی دعا مانگی جاتی ہے ایسی دعاؤں میں ہاتھ سر سے اوپر اٹھانے چاہئیں۔ ۶؎ یعنی ہاتھ پورے اٹھا دیئے جائیں حتی کہ ہاتھوں کی پیٹھ چہرے کی طرف ہو جائے۔ ۷؎ یعنی اے لوگو تمہارا ہر دعا میں سر سے اونچے ہاتھ اٹھانا اور دعاؤں میں فرق نہ کرنا کہ کس دعا میں اتنے اونچے ہاتھ اٹھانے چاہئیں یہ خلاف سنت ہے اسے چھوڑ دینا چاہیے خیال رہے کہ بدعت کے ایک معنی تو ہیں نیا کام یعنی جو کام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد ہوا اس بدعت کی دو قسمیں ہیں بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ جس کی پوری بحث باب الاعتصام میں گزر چکی، جمع قرآن کے وقت بعض صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق سے عرض کیا تھا کہ آپ وہ کام کیوں کر رہے ہیں جو حضور انور نے

عَلٰی هٰذَا یَعْنِیْ اِلَی الصَّدْرِ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔ وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَکَرَ اَحَدًا فَدَعَا لَهٗ بَدَاَ بِنَفْسِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ صَحِیْحٌ۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَدْعُوْ بِدَعْوَةٍ لَیْسَ فِیْهَا اِثْمٌ وَّلَا قَطِیْعَةُ رَحِمٍ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ بِهَا اِحْدٰی ثَلٰثٍ اِمَّا اَنْ یُّعَجِّلَ لَهٗ دَعْوَتَهٗ وَاِمَّا اَنْ یَّدَّخِرَهَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ وَاِمَّا اَنْ یَّصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْٓءِ مِثْلَهَا قَالُوْا اِذًا نُکْثِرُ قَالَ اللّٰهُ اَکْثَرُ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسُ دَعَوَاتٍ یُسْتَجَابُ لَهُنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ حَتّٰی یَنْتَصِرَ وَدَعْوَةُ الْحَاجِّ

اس زیادہ یعنی سینہ تک لے (احمد) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کا ذکر کرکے اس کے لئے دعا کرتے تو پہلے اپنی ذات سے دعا شروع کرتے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کوئی مسلمان نہیں جو کوئی ایسی دعا مانگے جس میں نہ گناہ ہو نہ قطع رحمی مگر اللہ تعالٰی اسے تین میں سے ایک عطا فرما دیتا ہے یا تو اس کی دعا یہاں ہی قبول کرلیتا ہے یا آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ کردیتا ہے یا اس جیسی مصیبت ٹال دیتا ہے صحابہ نے عرض کیا تب تو ہم بہت زیادہ دعائیں کریں گے فرمایا رب کی عطا بہت زیادہ ہے (احمد) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں پانچ دعائیں بہت قبول کی جاتی ہیں مظلوم کی دعا حتی کہ بدلہ لے حاجی کی دعا

اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ بدعت بعد عروج ہیں نے فرمایا کہ واللہ ھو خیر رب کی قسم بڑا اچھا کام ہے، یعنی بدعت حسنہ ہے اور دوسرے خلاف سنت کام یہ بدعت ہمیشہ بیٹھا اور بری ہی ہوگی، یہاں دوسرے معنی مراد ہیں کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہمیشہ سینہ تک ہاتھ اٹھائے لہذا ہم سر سے اونچے اٹھاتے ہو تو اس سنت کو چھوڑتے ہو، اس سے بار بار پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اس سے عام دعائیں مراد ہیں خطبہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں میں کبھی ہاتھ کم اٹھاتے تھے کبھی زیادہ، مگر زیادتی سینہ سے اونچے ہوتی لہذا یہ حدیث گزشتہ ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں کبھی سر سے اونچے ہاتھ اٹھانے کا ثبوت ہے یہ اس میں امت کو تعلیم ہے کہ تم جب کسی کے لئے دعا کرو تو پہلے اپنے لئے کرو پھر اس کے لئے ورنہ دوسرے کے لئے دعا کرنے میں اپنے استغنا اور بے نیازی کا شبہ ہوتا ہے مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحمۃ اللہ اس پر رحم کرے یا فرماتے اللھم صل علی آل ابی اوفی وغیرہ یعنی اس دعا میں نہ تو گناہ ہو نہ قطع رحمی مثلاً یہ کہ فلاں کو زنا نصیب کر یا مجھے دولت دے تاکہ میں اپنے عزیزوں کو اپنا غلام بنا کر رکھوں کہ ایسی دعائیں ممنوع ہیں کہ اس کی منہ مانگی مراد جلد یا کچھ دیر سے دے دیتا ہے کہ دنیا میں تو اس کی مراد پوری نہیں کرتا مگر آخرت میں اس کے عوض اس کے گناہ معاف فرما دیتا یا اس کے درجے بلند کردیتا ہے معلوم ہوا کہ دعا بے کار نہیں جاتی اس لئے مراد پوری نہ ہونے پر دل نہ بُرا کرنا چاہیئے کہ اگر سارا جہاں ہمیشہ دعائیں مانگے تو رب تعالٰی کے ہاں کمی نہ ہوگی شعر جو مانگے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا یعنی زبان سے یا ہاتھ سے یا حاکم کے

حَتّٰى يَصْدُرَ وَدَعْوَةُ الْمُجَاهِدِ حَتّٰى يَقْعُدَ وَدَعْوَةُ الْمَرِيْضِ حَتّٰى يَبْرَأَ وَدَعْوَةُ الْاَخِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ ثُمَّ قَالَ وَاَسْرَعُ هٰذِهِ الدَّعَوَاتِ اِجَابَةً دَعْوَةُ الْاَخِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ ۔ بَابُ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَالتَّقَرُّبِ اِلَيْهِ ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَ

حتی کہ لوٹ آئے[1] غازی کی دعا حتی کہ جنگ سے فارغ ہو جائے[2] بیمار کی دعا حتی کہ تندرست ہو جائے مسلمان بھائی کی پس پشت دعا پھر فرمایا ان سب میں جلد قبول ہونے والی مسلمان بھائی کی دعا پس پشت ہے[3] یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے دعوات کبیر میں روایت کیں۔ باب اللہ عزوجل کا ذکر اور اس کا قرب حاصل کرنا۔ پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کوئی جماعت نہیں جو اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے[4] مگر انہیں فرشتے گھیر لیتے ہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے[5] اور ان پر سکینہ اترتا ہے[6] اور

واپس گھر پہنچنے تک جب سے اس کی مظلومیت ختم ہو جائے ۔ خواہ حج اکبر ہو یا حج اصغر یعنی عمرہ کرے دونوں کی دعائیں اپنے وطن آنے تک قبول ہیں اس لئے حاجی سے دعائیں کراتے ہیں ۲؎ یا غازی اپنے گھر لوٹ آئے مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں حتی یفقد ہے یعنی مجاہد جہاد سے بیٹھ جائے یا فوت ہو جائے جہاد کی وجہ سے یا میدان جہاد سے گھر آجائے ۳؎ کیونکہ اس دعا میں خلوص بہت ہوتا ہے نیز یہ شخص دوسروں کیلئے مفید ہے ۴؎ ذکر کے چند معنے ہیں یاد کرنا، یاد رکھنا، چرچا کرنا، عزت و شرف وغیرہ قرآن کریم میں ذکر ان تمام معنوں میں وارد ہوا یہاں ذکر کے پہلے تین معنے ہو سکتے ہیں یعنی اللہ کو یاد کرنا اسے یاد رکھنا اس کا چرچا کرنا۔ چنانچہ ذکر اللہ تین قسم کا ہے ذکر لسانی ذکر جنانی ذکر ارکانی ہر عضو کا ذکر علیحدہ ہے آنکھ کا ذکر ہے خوف خدا میں رونا زبان کا ذکر ہے اس کا نام لینا وغیرہ ذکر اللہ بالواسطہ بھی ہوتا ہے اور بلاواسطہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا تذکرہ بلاواسطہ ذکر اللہ ہے اس کے محبوبوں کی محبت سے چرچا کرنا اس کے دشمنوں کی برائی سے ذکر کرنا سب بالواسطہ اللہ کا ذکر ہیں دیکھو سارا قرآن ذکر اللہ ہے مگر اس میں کہیں تو خدا کی ذات و صفات مذکور ہیں، کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و محامد کہیں کفار کے تذکرے۔ ذکر اللہ بہترین عبادت ہے اسی لئے رب تعالیٰ نے اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تاکیدی حکم دیا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے فاذکرونی اذکرکم تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا مولانا فرماتے ہیں

گر تو خواہی زیستن با آبرو ÷ ذکر او گو ذکر او گو ذکر او
ہر گدا را ذکر او سلطان کند ÷ ذکر او گو بس ترا ایمان بود
ہر کہ دیوانہ بود در ذکر حق ÷ زیر پائش عرش و کرسی و طبق

حضرات نقشبندیہ کے ہاں ذکر خفی افضل ہے دوسرے سلسلوں میں ذکر بالجہر بہتر فریقین کے دلائل ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ کیجئے ۔ تقرب الی اللہ سے مراد مکانی قرب نہیں کہ رب تعالیٰ مکان و جگہ سے پاک ہے بلکہ محبوبیت کا قرب مراد ہے ... محبوب در حضور ... ظاہر یہ ہے کہ بیٹھے سے مراد کھڑے ہونے کے مقابل ہے لہذا اس جملے سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ذکر اللہ بیٹھ کر کرنا افضل ہے کہ اس میں سکون زیادہ ہوتا ہے دوسرے

وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيْرُ فِيْ طَرِيْقِ مَكَّةَ فَمَرَّ عَلٰى جَبَلٍ يُقَالُ لَهٗ جُمْدَانُ فَقَالَ سِيْرُوْا هٰذَا جُمْدَانُ
سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَالذَّاكِرَاتُ
رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ اَبِي مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ

اپنے پاس والے فرشتوں میں اللہ ان کا ذکر کرتا ہے (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے راستہ میں جا رہے تھے
کہ ایک پہاڑ پر گزرے جسے جمدان کہا جاتا ہے تو فرمایا چلو یہ جمدان ہے مفرد لوگ آگے بڑھ گئے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مفرد کون لوگ
ہیں فرمایا اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد و عورتیں (مسلم) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثال جو رب کا ذکر کرے

یعنی ذکر اللہ جماعت میں کرنا افضل ہے جیسا کہ اگلی روایت سے معلوم ہوا یہ بھی ممکن ہے کہ پچھلے سے مراد ہمیشہ ذکر اللہ کرنا ہو یعنی ہمیشہ ذکر کرنا افضل ہے یہاں فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو ذکر کے
حلقے تلاش کرتے رہتے ہیں ذاکرین کے حلقے ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور رحمت سے مراد خاص رحمت الٰہی ہے جو ذاکرین کے لیے مخصوص ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو
انسان کو ہر وقت ہی گھیرے رہتے ہیں کیونکہ ہر وقت ساتھ رہنے والے فرشتے اور ہیں سکینہ کی شرح باب فضائل القرآن میں گزر چکی یا اس سے مراد خاص
کا زیادتی یقین و سکون ہے اللہ کے ذکر سے دل کو چین نصیب ہوتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اور فرماتا ہے هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ
یعنی اللہ تعالیٰ ملائکہ مقربین میں جو ہمیشہ اس کے پاس رہتے ہیں انتظام عالم کے لیے نہیں آتے اور ارواح انبیاء علیہم السلام و اولیاء عظام میں ذاکرین
کا ذکر فخر سے عزت و عظمت سے کرتے ہیں (مرقاۃ) یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ پھر جس طرح بندہ رب کو یاد کرتا ہے اسی طرح رب بندہ
کو بندہ کہتا ہے کہ مولیٰ میں گنہگار ہوں رب فرماتا ہے بندے مت گھبرا میں غفار ہوں وغیرہ یہ پہاڑ مدینہ منورہ کے قریب ہے مکہ معظمہ کے راستے پر جہاں
سے مدینہ منورہ ... میل ایک رات کے فاصلے پر ہے طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی کہ ایک دوسرے کو نام بنام پکار کر پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی اللہ
کا ذاکر گزرا اگر کوئی پہاڑ کہتا ہے کہ ہاں مجھ پر گزرا تو سب کہتے ہیں مبارک ہو عوارف المعارف میں حضرت انس سے روایت ہے کہ روزانہ صبح و شام زمین کے
بعض حصے بعض سے پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی بندہ ایسا گزرا یا بیٹھا جو اللہ کا ذکر کر رہا ہو اگر کوئی طبقہ کہتا ہے کہ ہاں مجھ پر گزرا ہے تو دوسرے طبقے کہتے ہیں
تو ہم سب سے افضل ہے (مرقات) یعنی اے جماعت صحابہ یہ جمدان پہاڑ ہے یہاں اللہ کا ذکر کرتے چلو کہ کل قیامت میں تمہارا گواہ ہو مفردون
تفرید سے ہے بمعنی الگ کرنا جنہوں نے اپنے کو دنیا داری المجنون اخیار کی مجلس سے الگ رکھا یا جنہوں نے تمام ذکروں سے اللہ کے ذکر
کو چھانٹ لیا جس میں وہ ہر وقت لگے رہتے ہیں یہ سوال احوال کے لیے ہے نہ کہ سوال ذات کے لیے جیسے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا
وما رب العالمین یعنی اللہ تعالیٰ کے صفات کیا ہیں اسی لیے یہاں من نہ فرمایا ما فرمایا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب بھی صفات فرمایا جو سوال
کے مطابق ہے چونکہ اللہ کے ذاکر مرد زیادہ ہیں اور عورتیں کم اسی لیے مردوں کا ذکر پہلے ہوا عورتوں کا بعد میں مرقات نے فرمایا کہ اللہ کا بہت ذکر کرنے
والا وہ ہے جو کسی حال میں رب کو نہ بھولے خلوص سے اس کی عبادت کرے خلقت سے مستغنی رہے فکر و شکر میں مشغول رہے جو خدا سے غافل کرے اس سے

رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَکَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَکَرْتُهٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

اور جو ذکر نہ کرے زندہ و مردہ کی سی ہے ۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالٰی فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوتا ہوں جو مجھ سے رکھے ۲؎ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں ۳؎ اگر بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اکیلے ہی یاد کرتا ہوں اور اگر مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اسے بہتر مجمع میں یاد کرتا ہوں ۴؎ (مسلم، بخاری)

۱؎ ذاکر وہ ہے جو اللہ کے ذکر میں ایسی لذت پاتا ہو کسی اور چیز میں نہ پائے رب تعالٰی فرماتا ہے وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا۔ یعنی تمام غیر اللہ سے کٹ کر رب کے ہو جاؤ مطلب یہ ہے کہ جیسے زندہ کا جسم روح سے آباد ہے مردہ کا غیر آباد، ایسے ہی ذاکر کا دل ذکر سے آباد ہے غافل کا دل ویران یا جیسے شہروں کی آبادی زندوں سے ہے مُردوں سے نہیں ایسے ہی آخرت کی آبادی ذاکرین سے ہے غافلین سے نہیں یا جیسے زندہ دوسروں کو نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے مردہ نہیں، ایسے ہی اللہ کا ذاکر سے نفع و نقصان خلق حاصل کرتی ہے غافل سے نہیں یا جیسے مردے کو کوئی دوا یا غذا مفید نہیں ایسے ہی غافل کو کوئی عمل دینی مفید نہیں اللہ کا ذکر ہی روح ہے اعمال عبادات کی جیسا کہ غافل زندہ رہ کر بھی مردہ ہے مرقات نے فرمایا کہ اس میں اشارۃً ارشاد ہوا کہ ذاکر کی لاموت کا دل ذاکر کو حیات غیر فانیہ بخش دیتا ہے اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہیں مرقات نے مسلم شریف میں جو گھر اللہ کے ذکر سے آباد ہو وہ زندہ ہے اور جو گھر ذکر سے خالی ہو وہ مردہ ہے گھر سے مراد ہی کا دل ہے کہ دل اللہ کا گھر ہے بیوں کہتے ہیں اس گھر کو آباد کرو کہ جو اس کو ویران کرے۔ شعر:- آباد وہی دل ہے جس میں تمہاری یاد ہے ✤ جو یاد سے غافل ہو اویران ہے برباد ہے

۲؎ یہاں ظن سے مراد یقین ہے اور ظن بمعنی یقین بھی آتا ہے جیسے یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ اور بمعنی گمان نیک بھی جیسے ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا اور بمعنی بدگمانی بھی جیسے اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ یہاں دوسرے معنے درست ہیں یعنی بندہ میرے متعلق جیسا یقین رکھتا ہے میں ویسا ہی معاملہ اس سے کرتا ہوں یا بندہ میرے متعلق جیسا گمان کرے گا میں ویسا ہی کروں گا مطلب یہ ہے کہ اگر بندہ قبولیت کی امید یا یقین پر دعا و عبادت کرے گا تو میں اس کی دعا و عبادت ضرور قبول کروں گا اور اگر رد کا یقین یا گمان کرے گا تو رد ہی کروں گا مقصد یہ ہے کہ اعمال بھی کرو اور قبول کی امید بھی رکھو عمل نہ کرکے بخشش کی امید رکھنا محض نفس کا دھوکا اور دعوے عمل حرز میں فرق چاہئے جو بو کر گندم کاٹنے کی امید محض بیکار ہے مولانا فرماتے ہیں شعر:-

گندم از گندم بروید جو ز جو ✤ از مکافات عمل غافل مشو

بعض لوگ امید و دھوکے میں فرق نہیں کرتے وہ اس حدیث سے دھوکا کھاتے ہیں اس حدیث واضح ہے کہ رحمت و کرم، توفیق و مہربانی خیال ہے کہ بندہ رب سے ذکر اللہ کرتے وقت بہت قریب ہوتا ہے اور جو ہر وقت ذکر کرے وہ ہر وقت رب سے قریب ہے ۴؎ بہتر مجمع سے مراد اور ملائکہ انبیاء اور اولیاء ہیں لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، اور ہو سکتا ہے اس مجمع سے مراد مقرب فرشتوں کا مجمع ہو چونکہ بعض لحاظ سے فرشتے انسان سے افضل ہیں کہ ہم انسان نیک و بد ہر طرح کے کام کر لیتے ہیں، فرشتے صرف نیک کام ہی کرتے ہیں اسی لئے انہیں خیر منہم کہا گیا، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ انسان فرشتے سے افضل ہے پھر یہاں فرشتوں کو انسان سے افضل کیوں فرمایا گیا مسئلہ ماہیت انسان ماہیت فرشتہ سے افضل ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِہَا وَاَزِیْدُ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَجَزَآءُ سَیِّئَۃٍ مِّثْلُہَا اَوْ اَغْفِرُ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْہُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْہُ بَاعًا وَمَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ہَرْوَلَۃً وَمَنْ لَقِیَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطِیْئَۃً لَا یُشْرِکُ بِیْ شَیْئًا لَقِیْتُہٗ بِمِثْلِہَا مَغْفِرَۃً رَوَاہُ مُسْلِمٌ

روایت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو ایک نیکی کرے اسے دس گنا ثواب ہے اور زیادہ بھی دوں گا اور جو ایک گناہ کرے تو ایک برائی کا بدلہ اس کے برابر ہی ہے یا بخش دوں گا اور جو مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک گز نزدیک ہو جاتا ہوں اور جو مجھ سے ایک گز نزدیک ہوتا ہے تو میں اس سے ایک باع قریب ہو جاتا ہوں اور جو میرے پاس چلتا ہوا آتا ہے میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں اور جو کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرائے پھر زمین بھر گناہ لے کر مجھ سے ملے تو میں اتنی ہی بخشش کے ساتھ اس سے ملوں گا (مسلم) روایت ہے

[illegible] انسان کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے [illegible] تفصیل یہ ہے کہ خاص انسان جیسے انبیاء و اولیاء [illegible] تمام فرشتوں سے افضل ہیں مگر عام مسلمان عام فرشتوں سے افضل [illegible] کفار [illegible] سے بھی بدتر ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے اُولٰٓئِکَ ہُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر افضل ہے کہ آہستہ ذکر کرنے والوں کا ذکر وہاں بھی خفیہ ہی ہوتا ہے اور مجمع [illegible] ذکر کرنے والوں کا [illegible] فرشتوں [illegible] ذکر بالجہر [illegible] [illegible] ایک [illegible] دس گنا اجر [illegible] مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِہَا [illegible] سات سو یا پچاس ہزار بلکہ ایک لاکھ ہے [illegible] کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ [illegible] لہٰذا [illegible] حدیث [illegible] کہ [illegible] ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار ہے یا [illegible] کی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ [illegible] مومن ہے اور عام گناہ مراد ہیں، عام حالات میں مومن کے ایک گناہ کا عوض ایک ہی ہے یا وہ بھی بخش دیا جائے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں [illegible] ایک [illegible] جب انسان دونوں ہاتھ سیدھے کر کے پھیلائے تو دونوں ہاتھ کی [illegible] کو باع کہتے ہیں یہ کلام تمثیلی طور پر ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تم اخلاص کے ساتھ تھوڑے عمل کے ذریعے قرب الٰہی حاصل کرو تو رب تعالیٰ اپنے کرم سے بہت زیادہ رحمت کے ساتھ تم سے قریب ہو گا [illegible] یہ کلام بطور مثال سمجھانے کے لیے ہے مطلب یہ ہے کہ تمہارے [illegible] ہماری رحمت [illegible] اگر تم ایسے معمولی اعمال کرو [illegible] تو ہم تم کو اپنے کرم سے بہت جلد اپنی رحمت میں لے لیں گے [illegible] قرب ہماری بخشش سے ہو گا تو قیامت تک ہم اس تک نہ پہنچ سکتے [illegible] اس کی رحمت سے ہے [illegible] شرک سے مراد کفر ہے اور بخشش سے مراد [illegible] بخشش ہے [illegible] مسلمان کتنا ہی گنہگار ہو اس کی بخشش ضرور ہو گی خواہ پہلے ہی سے ہو جائے یا کچھ سزا دے کر [illegible] بخشش بقدر گناہ ہو گی، ایک گناہ کی بخشش بھی ایک اور لاکھوں گناہوں کی بخشش بھی لاکھوں، مقصد یہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا گنہگار بھی رحمت الٰہی سے ناامید نہ ہو بلکہ بخشش کی امید پر توبہ کرے یہ مقصد نہیں کہ بخشش حاصل کرنے کے لیے خوب گناہ کرے [illegible]

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ مَنْ عَادٰى
لِیْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ
عَبْدِیْ يَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ يَسْمَعُ بِهٖ وَ
بَصَرَهُ الَّذِیْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِیْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ يَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِيَنَّهٗ

حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں اسے اعلان جنگ دیتا ہوں
اور میرے کسی بندے کا بتائے ہوئے فرض عبادتوں کے ذریعہ جیسے مجھ سے قرب ہوا مجھے زیادہ پسند نہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ قریب
ہوتا رہتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پھر جب اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں
جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے چلتا ہے اگر وہ مجھ سے مانگے تو اسے دیتا ہوں۔

کی امداد دینے کیلئے نہیں بلکہ توبہ کی دعوت دینے کیلئے ہے رب فرماتا ہے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ خیال رکھو کہ رب تعالیٰ کی رحمت بھی وسیع ہے اور اس کا عذاب بھی سخت ہے دوسری
رحمت کے پیچھے عذاب کے پڑے [illegible] کا نام ایمان ہے ولی اللہ وہ بندہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ والی وارث ہوگیا کہ اسے ایک
آن کیلئے بھی اس کے نفس کے حوالے نہیں کرتا بلکہ خود اس سے نیک کام لیتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ اور وہ بندہ ہے جو اللہ رب تعالیٰ کی عبادت کا متولی
ہو جائے ایک قسم کے ولی کا نام مجذوب یا سالک [illegible] یہ مقام کمال سے حاصل
ہو سکتا ہے یعنی جو میرے کسی ولی کا دشمن ہے [illegible] رب تعالیٰ کی طرف سے اعلان
جنگ [illegible] رب تعالیٰ فرماتا ہے فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ [illegible] ولی کا دشمن [illegible] اس کے کفر پر مرنے کا اندیشہ
ہے [illegible] ایک ولی اللہ سے اس لئے عداوت [illegible] کافر ہے [illegible] ایمان [illegible] کسی ولی سے اختلاف [illegible] نہ کفر ہے نہ فسق
لہذا اس حدیث کی بنا پر یوسف علیہ السلام کے بھائی اور وہ صحابہ جن کی آپس میں لڑائیاں رہیں ان کو برا نہیں کہا جا سکتا کہ وہاں اختلاف رائے تھا عناد نہ تھا
عناد و اختلاف میں بڑا فرق ہے اس کے لئے ہماری کتاب امیر معاویہ دیکھئے مثلاً حضرت سارہ کو اس بنا پر برا نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے حضرت
ہاجرہ و اسمٰعیل علیہ السلام کی مخالفت کی اس لئے یہاں عادی فرمایا خالف نہ فرمایا اور لی ولیا فرمایا ولی اللہ نہ فرمایا۔

۳؎ یعنی مجھ تک پہنچنے کے بہت ذریعے ہیں مگر ان تمام ذرائع سے زیادہ محبوب ذریعہ ادائے فرائض ہے اسی لئے صوفیاء فرماتے ہیں کہ فرائض کے بغیر نفل قبول
نہیں ہوتے ان کی ماخذ یہ حدیث ہے افسوس ان لوگوں پر جو فرض عبادات میں سستی کریں اور نوافل پر زور دیں اور بڑا افسوس ان پر جو جنگل میں
حرام کمانے بچانے کو خدا رسی کا ذریعہ سمجھیں نماز روزے کے قریب نہ جائیں گے ۴؎ یعنی بندہ مسلمان فرض عبادات کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتا رہتا ہے حتی کہ وہ
میرا پیارا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ فرائض و نوافل کا جامع ہوتا ہے درجات [illegible] اس کا مطلب یہ نہیں کہ فرض چھوڑ کر نوافل ادا کرے [illegible] سے مراد کامل محبت ہے
۵؎ اس عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ ولی میں حلول کر جاتا ہے جیسے کوئلہ میں آگ یا پھول میں رنگ و بو کہ خدا تعالیٰ حلول سے پاک ہے اور یہ عقیدہ
کفر ہے بلکہ اس کے چند مطلب ہیں ایک یہ کہ ولی اللہ کے یہ اعضاء گناہ کے لائق نہیں رہتے ہمیشہ ان سے نیک کام ہی سرزد ہوتے ہیں اس پر عبادات

وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ وَلَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ فَإِذَا

اور اگر میری پناہ مانگے تو اسے پناہ دیتا ہوں اور جس کام کو میں کرنے والا ہوں اس میں بھی ایسا تردد نہیں کرتا جیسا کہ مسلمان کی جان نکالنے میں توقف کرتا ہوں جو موت سے گھبراتا ہے اور میں اسے ناخوش کرنا پسند نہیں کرتا اور موت بھی اس کے لئے ضروری ہے (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے کچھ فرشتے راستوں میں ذکر اللہ والوں کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں پھر جب کسی قوم کو اللہ کا ذکر کرتے

انسان ہوتا ہوں یعنی وہ ساری جانیں جن سے میں کام لیتا ہوں یا یہ کہ پھر وہ بندہ ان اعضاء کو دنیا کے لئے استعمال نہیں کرتا صرف میرے لئے استعمال کرتا ہے ہر چیز میں مجھ کو دیکھتا ہے ہر آواز میں میری آواز سنتا ہے یا یہ کہ وہ بندہ فانی فی اللہ ہو جاتا ہے جس سے خدائی طاقتیں اس کے اعضاء میں کام کرتی ہیں اور وہ بندہ وہ کام کر لیتا ہے جو عقل سے وراء ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے ہوئے مصر سے چلی ہوئی قمیص یوسفی کی خوشبو سونگھ لی حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کی آواز سن لی حضرت آصف برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے تخت بلقیس لاکر شام میں حاضر کر دیا حضرت عمر نے مدینہ منورہ سے منبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے نہاوند تک اپنی آواز پہنچا دی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے واقعات بچشم ملاحظہ فرمالئے یہ سب اسی طاقت کے کرشمے ہیں بجلی کی طاقت سے ریڈیو، تار، وائرلیس، ٹیلیویژن عجیب کرشمے دکھاتے ہیں تو نور کی طاقت کا کیا پوچھنا اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو طاقت اولیاء کے منکر ہیں بعض صوفیا جوش میں سبحانی ما اعظم شانی کہہ گئے جس نے کہا مافی جبتی الا اللہ یہ سب اسی فنا کے آثار تھے مولانا فرماتے ہیں شعر:

چوں روا باشد انا اللہ از درخت ٭ کے روا نبود کہ گوید نیک بخت

یعنی وہ بندہ مقبول الدعا بن جاتا ہے کہ جو کچھ مانگے یا جس شر سے پناہ چاہے اس کی ضرور سنتا ہوں معلوم ہوا کہ اولیاء رب تعالٰی کی پناہ میں رہتے ہیں تو جو شخص ان سے دعا کرائے اس کی قبول ہوگی اور جو ان کی پناہ میں آئے وہ رب کی پناہ میں آجاتا ہے مولانا جامی فرماتے ہیں شعر:

یا رسول اللہ بدرگاہت پناہ آوردہ ام ٭ ہمچو کاہے آمدم کوہے گناہ آوردہ ام

سبحان اللہ کیا ناز و انداز والا کلام ہے یعنی میں رب ہوں اور اپنے کسی فیصلہ میں کبھی تردد و توقف کرتا ہوں نہ تامل جو چاہوں حکم کروں مگر ایک موقعہ پر ہم توقف و تامل فرماتے ہیں وہ یہ کہ کسی ولی کا وقت موت آجائے اور وہ ولی ابھی مرنا نہ چاہے تو ہم اسے فوراً نہیں مار دیتے بلکہ اسے ادھر موت کی طرف مائل کر دیتے ہیں جنت اور وہاں کی نعمتیں اسے دکھا دیتے ہیں اور بیماریاں، پریشانیاں اس پر نازل کر دیتے ہیں جس سے اس کا دل دنیا سے متنفر ہو جاتا ہے اور آخرت کا مشتاق پھر وہ خوشی خوشی مرنا چاہتا ہے اور ہمارے پاس آتا ہے یہاں تردد کے معنی حیرانی پریشانی نہیں کہ وہ بے علمی سے ہوتی ہے رب تعالٰی اس سے پاک ہے بلکہ مطلب وہ ہے جو فقیر نے عرض کیا موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا واقعہ اس حدیث کی تفسیر ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام کو موت و زندگی کا اختیار دیا جاتا ہے وہ حضرات اختیار سے خوشی خوشی موت قبول کرتے ہیں اور دربار خداوندی کی جانب یار کا ظہور ہوتا ہے ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں شعر:

نشان مرد مومن با تو گویم ٭ چو مرگ آید تبسم برلب اوست

وَجَدُوْا قَوْمًا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ تَنَادَوْا ھَلُمُّوْا اِلٰی حَاجَتِکُمْ قَالَ فَیَحُفُّوْنَھُمْ بِاَجْنِحَتِھِمْ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا قَالَ فَیَسْاَلُھُمْ رَبُّھُمْ وَھُوَ اَعْلَمُ بِھِمْ مَا یَقُوْلُ عِبَادِیْ قَالَ یَقُوْلُوْنَ یُسَبِّحُوْنَکَ وَیُکَبِّرُوْنَکَ وَیَحْمَدُوْنَکَ وَیُمَجِّدُوْنَکَ قَالَ فَیَقُوْلُ ھَلْ رَاَوْنِیْ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰہِ مَا رَاَوْکَ قَالَ فَیَقُوْلُ کَیْفَ لَوْ رَاَوْنِیْ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْکَ کَانُوْا اَشَدَّ لَکَ عِبَادَۃً وَّاَشَدَّ لَکَ تَمْجِیْدًا وَّاَکْثَرَ لَکَ تَسْبِیْحًا قَالَ فَیَقُوْلُ فَمَا یَسْاَلُوْنَ قَالُوْا یَسْاَلُوْنَکَ الْجَنَّۃَ قَالَ یَقُوْلُ وَھَلْ رَاَوْھَا

کرتے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ اپنے مقصد کی طرف آ دوڑو چنانچہ وہ فرشتے ان ذاکرین کو اپنے پروں میں ڈھانپ لیتے ہیں آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں حضور نے فرمایا کہ رب تعالٰی تو علیم و خبیر ہے مگر ان سے پوچھتا ہے کہ میرے وہ بندے کیا کہہ رہے تھے فرمایا عرض کرتے ہیں کہ تیری تسبیح و تکبیر تیری حمد اور تیری بزرگیاں بیان کررہے تھے فرمایا رب تعالٰی فرماتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے فرمایا وہ عرض کرتے ہیں تیری قسم انہوں نے تجھے کبھی نہیں دیکھا فرمایا رب فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو کیا ہو فرمایا وہ عرض کرتے ہیں کہ اگر تجھے دیکھ لیں تو تیری بہت عبادت کریں اور تیری بہت بڑائی بولیں اور تیری بہت ہی تسبیح کریں فرمایا رب تعالٰی فرماتا ہے وہ مانگتے کیا ہیں عرض کرتے ہیں تجھ سے جنت مانگ رہے ہیں فرمایا رب تعالٰی فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے،

وصال یعنی محبوب سے ملنا ہے اور اولیاء اخیار کی وفات پیاروں سے ملنے کا دن ہے اسی لئے ان کی موت کے دن کو عرس یعنی شادی کا دن کہا جاتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کے ارادہ، مشیت، رضا، کراہت میں بہت فرق ہے بعض چیزیں رب تعالٰی کو پسند ہیں مگر ان کا ارادہ ہے اور بعض چیزیں پسند ہیں مگر ان کا ارادہ نہیں یہاں فرشتوں سے وہ فرشتے مراد ہیں جو ذکر اللہ سننے پر مقرر ہیں راستوں سے مسلمانوں کے راستے مراد ہیں یعنی یہ فرشتے ذاکرین کے راستوں میں چکر لگاتے رہتے ہیں تاکہ ان کی زیارت کریں اور ان سے اللہ تعالٰی کا ذکر سنیں یعنی وقت سے پہلے وہ حضرات مجلس ذکر کے ارد گرد گھومتے رہتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ انہیں ذکر یا ذاکر کی خبر نہیں یہ تو ہر جگہ موجود رہتے پھرتے ہیں تاکہ ذاکرین کا دیدار کریں ان کی زیارت کریں ان کی زبان سے اللہ رسول کا ذکر سنیں معلوم ہوا کہ دوسروں سے رب رسول کا ذکر سننا بھی محبوب ہے، اور محفل میلاد شریف، گیارہویں شریف وغیرہ میں رحمت کے فرشتے شرکت کرتے ہیں کہ یہ بھی اللہ رسول کے ذکر کی مجلسیں ہیں **شعر؎**

فرشتے محفل میلاد میں رحمت کے آتے ہیں ۔ رسول اللہ خود اس بزم میں تشریف لاتے ہیں

اس شعر کے پہلے مصرعہ کی اصل یہ حدیث ہے دوسرے مصرعہ کی اصل ان شاء اللہ احادیث میں آئے گی یعنی یہ فرشتے پرے بنا کر ان مجلس والوں پر اس طرح چھا جاتے ہیں جیسے رحمت کے بادل زمین پر اور یہ پرے آسمان تک پہنچتے ہیں کہ نیچے ایک پرا، اس کے اوپر دوسرا اس پر تیسرا مجلس ختم ہونے پر لوگ تو اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں اور یہ فرشتے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوجاتے ہیں تب رب تعالٰی ان سے یہ سوال فرماتا ہے مگر یہ سوال رب کی بے علمی سے نہیں بلکہ فرشتوں کو اپنے حضور پر گواہ بنانے کے لئے ہوتا ہے یا تو بلاواسطہ یا بالواسطہ اس طرح کہ تیرے محبوبوں کا عظمت سے ذکر کررہے تھے اور تیرے دشمنوں کا حقارت سے تذکرہ کرتے تھے جیسا کہ شروع باب میں عرض کیا گیا بغیر دیکھے تیرے عاشق ہیں اللہ تعالٰی محبوب حقیقی ہے کہ بغیر دیکھے دلوں میں اس کا عشق ہے اس کا پرتو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آج ان کا دیکھنے والا کوئی نہیں عاشق جانثار کروڑوں ہیں یہ دونوں سوال تعجب کے اظہار کے لئے ہیں کہ حبیب میرے بندے مجھے بغیر دیکھے صرف میرے اوصاف سن کر میری ایسی والہانہ عبادت کررہے ہیں تو اگر مجھے دیکھ لیں تو ان کی محبت و عبادت"

فَيَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا رَاَوْهَا قَالَ يَقُوْلُ فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا قَالَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا
كَانُوْا اَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا وَّاَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَّاَعْظَمَ فِيْهَا رَغْبَةً قَالَ فَمِمَّ يَتَعَوَّذُوْنَ قَالَ يَقُوْلُوْنَ
مِنَ النَّارِ قَالَ يَقُوْلُ فَهَلْ رَاَوْهَا قَالَ يَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا رَاَوْهَا قَالَ يَقُوْلُ
فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا قَالَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَّاَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً قَالَ
فَيَقُوْلُ فَاُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ يَقُوْلُ مَلَكٌ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ فِيْهِمْ فُلَانٌ لَّيْسَ

عرض کرتے ہیں یا رب تیری قسم نہیں دیکھی ۱؎ فرمایا رب تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ جنت دیکھ لیں تو کیا ہو فرمایا وہ عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ جنت دیکھ لیں تو اس کے بہت حریص اور بہت طلبگار اور اس میں بہت راغب ہو جائیں ۲؎ فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے فرمایا وہ عرض کرتے ہیں آگ سے ۳؎ فرمایا رب تعالیٰ فرماتا ہے تو کیا انہوں نے آگ دیکھی ہے حضور نے فرمایا عرض کرتے ہیں یا رب تیری قسم نہیں دیکھی فرمایا رب فرماتا ہے اگر وہ آگ دیکھ لیں تو کیا ہو فرمایا عرض کرتے ہیں اگر وہ آگ دیکھ لیں تو اس سے بہت بھاگیں اس سے بہت ڈریں ۴؎ فرمایا پھر رب فرماتا ہے میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا ۵؎ فرمایا کہ ان فرشتوں میں سے ایک عرض کرتا ہے کہ ان میں فلاں بھی تھا جو ذاکروں میں سے نہ تھا ۶؎

۱؎ یعنی سوال بھی ہیں جن میں اشارۃً فرمایا جارہا ہے کہ اے فرشتو تم نے تو کیا اعتقاد انسان تو زیر پردہ ہیں اور دیکھ بھی نہیں انسانوں میں ایسے غازی ذاکر کہ تو میں جن سے سارا عالم چھپا ہوا ہے اور عالم شہادت یعنی دنیا کے ہزارہا جھگڑوں میں گرفتار ہیں مگر پھر بھی رب کے ذاکر و شاکر ہیں معلوم ہوا کہ ایمان بالغیب رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے ۲؎ یعنی اگر اس پر ایمان رکھتے اور اس کے طلبگار ہو رہے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جنت پیدا ہو چکی ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ جنت بعد قیامت پیدا ہوگی غلط کہتے ہیں اس کی مکمل بحث ہماری تفسیر نعیمی جلد اول الم اور اسرار الاحکام میں ملاحظہ فرمایئے اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ سے جنت مانگنا برا نہیں۔ ان صرف جنت حاصل کرنے کے لئے عبادت کرنا برا ہے عبادت تو رضائے رب ذوالجلال کے لیے چاہیے جنت اس کے فضل سے ملے گی ۳؎ یعنی پھر تو یہ لوگ جنت کی طلب میں ہمک اللہ دنیا ہی چھوڑ بیٹھیں نہ ورنہ ذکر بھول بیٹھیں کیونکہ معاملہ بغیر دیکھنا ہی کی ہے معلوم ہوا کہ انسانوں سے جنت چھپانے میں ہزارہا حکمتیں ہیں اگر جنت دکھادی جاتی تو کوئی شخص کوئی دنیاوی کام نہ کرتا ۴؎ یعنی دوزخ کی آگ سے خیال رہ کر فرشتے بھی بچنے کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ خیال رہے کہ دوزخ تو قیامت کے بعد ہوگا مگر آگ کا عذاب مرتے ہی شروع ہو جاتا ہے اس لئے آگ کے عذاب سے پناہ مانگنا چاہیے قرآن کریم نے جو جامع دعا ہم کو سکھائی ہے اس کے آخر میں ہے وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ نیز دوزخ کے ٹھنڈے طبقوں میں بھی آگ ہی کا عذاب ہے گرم طبقوں میں آگ کے قرب سے عذاب ہے ٹھنڈے طبقوں میں آگ کی دوری سے عذاب جیسے دنیا میں گرم اور سرد موسموں میں سورج کی دوری و نزدیکی سے سردی گرمی ہوتی ہے ۵؎ اس طرح کہ پھر تو دوزخ کے خوف سے دنیا میں عیش و آرام بھول جائیں ہمیشہ روتے ہی رہیں جس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ عالم ظاہر کر دیا جائے تو یہ عالم تباہ ہو جائے اگر رب تعالیٰ کا انکار و بیان ہو جائے تو کوئی کافر نہ رہے۔ شعر

کفر و اسلام کے جھگڑے ترے چھپنے سے بڑھے ؛ تو اگر پردہ اٹھادے تو ابھی تو ہو جائے

۶؎ گزشتہ ساری گفتگو اسی کا خرچہ تھی کہ فرشتوں کو ان ذاکر مومنوں کی بخشش پر گواہ بنانا تھا خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ ان کے گناہ بخشتا ہوں کہ اس میں شبہ ہوتا کہ شاید پچھلے گناہ بخشے گئے بلکہ فرمایا انہیں بخشتا ہوں یعنی آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق دوں گا اور اگر کبھی ان سے کوئی گناہ ہو

مِنْهُمْ إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ قَالَ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى جَلِيسُهُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي رِوَايَةِ مُسْلِمٍ قَالَ إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضُلًا يَبْتَغُونَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوا مَجْلِسًا فِيهِ ذِكْرٌ قَعَدُوا مَعَهُمْ وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِأَجْنِحَتِهِمْ حَتّٰى يَمْلَئُوا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَإِذَا تَفَرَّقُوا عَرَجُوا وَصَعِدُوا إِلَى السَّمَاءِ قَالَ فَيَسْأَلُهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ أَعْلَمُ مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ فَيَقُولُونَ

وہ تو کسی کام سے آیا تھا فرمایا وہ تو ذاکرین ہیں ایسے ہم نشین ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا (بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا اللہ کے کچھ فالتو فرشتے چلتے پھرتے گھومنے والے ہیں جو ذکر کی مجلسیں ڈھونڈتے رہتے ہیں جب کوئی ایسی مجلس پاتے ہیں جہاں ذکر ہو تو ذاکرین کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور بعض بعض کو اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں حتی کہ ان لوگوں اور آسمان دنیا کے درمیان فضا بھر دیتے ہیں پھر جب لوگ بکھر جاتے ہیں تو وہ فرشتے آسمان پر پہنچ جاتے ہیں فرمایا کہ رب تعالیٰ علیم و خبیر ہے مگر ان سے پوچھتا ہے کہاں سے آرہے ہو تو وہ عرض کرتے ہیں

بھی جائے گا تو اس کی بخشش کا آج ہی فیصلہ کئے دیتا ہوں، اگر نہ بخشا اور بے گنہگار کو بخشا گیا، درحقیقت گنہگار کو بخشا گیا ہے

۵ یعنی ذکر اللہ سننے نہ آیا تھا بلکہ کسی کام کو جا رہا تھا راستہ میں یہ مجلس نظر پڑی تو کچھ دیر کے لئے بیٹھ گیا یا کھڑے کھڑے کچھ ذکر سن لیا یہ عرض و معروض اس کو بخشوانے کے لئے ہے معلوم ہوا کہ فرشتے ذاکرین کے بڑے خیر خواہ ہیں ہم کو بھی چاہیئے کہ ان کے لئے دعائے خیر کیا کریں، دلائل الخیرات میں بعض دعائیں فرشتوں کے لئے بھی آتی ہیں، ہمیں ان سے کام پڑتا ہے ان سے تعلق رکھنا چاہیئے ۶ یعنے ان مجلس والوں کو تو ذکر کی وجہ سے بخش دیا اور اس گزرنے والے کو ان اچھوں کی صحبت کی برکت سے بخش دیا صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ نیک صحبت ساری عبادات سے افضل ہے دیکھو صحابہ کرام سارے جہان کے اولیاء سے افضل ہیں کیوں، اس لئے کہ صحبت یافتہ جناب مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اصحاب کہف کا کتا بھی بہتر ہو گیا اولیاء کی صحبت کی برکت سے، مرقات نے فرمایا کہ اللہ کی صحبت اختیار کرو، اگر نہ ہو سکے تو اللہ کے پاس رہنے والوں کی صحبت کرو، مولانا فرماتے ہیں **شعر**

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا ✿ او نشیند در حضور اولیاء

۷ یعنے وہ فرشتوں کے سوا دنیا میں گھومنے پھرنے کے اور کوئی ڈیوٹی نہیں بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ جہاں عرس وغیرہ مجلس ذکر ہوتی ہیں شرکت کرتے ہیں ان کا تذکرہ حدیث سے، مرقات، فضل بعض نسخوں میں فضل کے پیش ض کے جزم سے ہے یعنے دوسرے فرشتوں سے افضل ہیں اس طرح کہ اس ڈیوٹی چھانٹے پھرتے فرشتے پر بیٹھ جاتے ہیں ذاکرین بیٹھے ہیں کوئی جگہ خالی نہیں چھوڑتے تاکہ انہیں فیض دیں اور ان سے فیض لیں ۸ یعنے بعض فرشتے ان بعض انسانوں کو یا بعض فرشتے بعض فرشتوں کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں کہ نیچے والے اوپر والوں کے پروں کے سایہ میں ہوجاتے ہیں ۹ معلوم ہوا کہ ذاکرین کی آواز آسمان تک پہنچتی ہے کہ وہاں تک کے فرشتے سنتے ہیں جب بجلی کے ذریعہ آج انسانی آواز ہزار ہا میل پہنچتی ہے تو نورانی آواز کہاں تک پہنچے گی ۱۰ اس طرح کہ مجلس ختم ہو جاتی ہے اور لوگ اپنے اپنے گھروں یا کاموں کو چلے جاتے ہیں ۱۱ کیونکہ یہ فرشتے تو صرف مجلس ذکر سننے کے لئے ہیں، اکیلوں کا ذکر سننا ان کا کام نہیں اس کے علاوہ دوسرے فرشتے ہیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر ذکر خفی سے افضل ہے

یہ حدیث حضرات قادریہ چشتیہ کی دلیل ہے حضرات نقشبندیہ کی دلیل دوسری احادیث و آیات ہیں

جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَكَ فِي الْأَرْضِ يُسَبِّحُوْنَكَ وَيُكَبِّرُوْنَكَ وَيُهَلِّلُوْنَكَ وَيَحْمَدُوْنَكَ وَيَسْأَلُوْنَكَ قَالَ وَمَاذَا يَسْأَلُوْنِيْ قَالُوْا يَسْأَلُوْنَكَ جَنَّتَكَ قَالَ وَهَلْ رَأَوْا جَنَّتِيْ قَالُوْا لَا أَيْ رَبِّ قَالَ وَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا جَنَّتِيْ قَالُوْا وَيَسْتَجِيْرُوْنَكَ قَالَ وَمِمَّ يَسْتَجِيْرُوْنِيْ قَالُوْا مِنْ نَارِكَ قَالَ وَهَلْ رَأَوْا نَارِيْ قَالُوْا لَا قَالَ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا نَارِيْ قَالُوْا يَسْتَغْفِرُوْنَكَ وَقَالَ فَيَقُوْلُ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَأَعْطَيْتُهُمْ مَا سَأَلُوْا وَأَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوْا قَالَ يَقُوْلُوْنَ رَبِّ فِيْهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ إِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ قَالَ فَيَقُوْلُ وَلَهُ غَفَرْتُ هُمُ الْقَوْمُ لَا

ہم تیرے ان بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو زمین میں تیری تسبیح و تکبیر و تہلیل کرتے تھے اور تیری حمد و ثنا کرتے تھے اور تجھ سے دعائیں مانگ رہے تھے رب فرماتا ہے وہ مجھ سے کیا مانگتے تھے عرض کرتے ہیں تیری جنت مانگتے تھے فرماتا ہے کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے عرض کرتے ہیں یا رب نہیں فرماتا ہے اگر وہ میری جنت دیکھ لیں تو کیا ہو عرض کرتے ہیں اور وہ تیری پناہ مانگتے ہیں فرماتا ہے کس چیز سے میری پناہ مانگتے تھے عرض کرتے ہیں تیری آگ سے فرماتا ہے کیا انہوں نے میری آگ دیکھی ہے عرض کرتے ہیں نہیں فرماتا ہے اگر وہ میری آگ دیکھ لیں تو کیا ہو عرض کرتے ہیں وہ تجھ سے معافی مانگتے ہیں فرماتا ہے میں نے انہیں بخش دیا اور جو مانگتے ہیں انہیں دے دیا اور جس سے پناہ مانگتے ہیں اس سے پناہ دی فرماتا ہے پھر عرض کرتے ہیں یا رب ان میں فلاں بندہ بڑا گنہگار تھا وہ ادھر سے گزرا تو ان کے ساتھ بیٹھ گیا فرماتا ہے میں نے اسے بھی بخش دیا وہ ایسی قوم ہے جن کا ۞

ا؎ یہ فرشتے ان بندوں کے نام اور حالات پر عرض کرتے ہیں۔ سبحان اللہ ان لوگوں اور اس جگہ کے بھاگ جاگ جاتے ہیں کہ ذکر الٰہی کی برکت سے معصوموں کی زبان پر بارگاہ الٰہی میں ان کے نام آ جاتے ہیں مسجد کے دینی مدرسے اور خانقاہیں جہاں ہمیشہ اللہ کا ذکر رہتا ہے۔ شعر

زہے مسجد و مکتب و خانقاہ ۞ کہ در وے بود قیل و قال محمد

۲؎ خیال رہے کہ جنت کی نسبت اللہ تعالٰی کی طرف بھی ہوتی ہے جیسے یہاں ہے کیونکہ رب تعالٰی جنت کا خالق اور حقیقی مالک ہے اور کبھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعطاء الٰہی جنت کے مالک ہیں۔ رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ اور کبھی مسلمانوں کی طرف کیونکہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے اس کے مستحق ہیں انہی کی خاطر بنائی گئی ہے۔ شعر

مسلمانوں کو کوئی خلد سے روکے تو کیوں روکے ۞ یہ امت ہے محمد کی وہ جنت ہے محمد کی

۳؎ مسلم بخاری کی روایتوں میں فرق یہ ہے کہ بخاری کی روایت میں تعجب کا اظہار بھی مذکور ہے اور فرشتوں کا جواب بھی مگر مسلم کی روایت میں فرشتوں کا جواب مذکور نہیں صرف اظہار تعجب کا ہی ذکر ہے فرشتے جواب دیتے ہیں مگر یہاں اس کا ذکر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان ایسے موقعوں پر خصوصیت سے آخرت کی نعمتیں مانگیں صرف دنیا مانگنا اچھا نہیں آخرت مانگو دنیا ان شاء اللہ خود بخود مل جائے گی پھل بچے ان شاء اللہ خود مل جائیں گے گلدستے میں پھول بغیر پتے کے نہیں ہوتے۔ معلوم ہوا کہ فرشتے ہر بندے کو پہچانتے ہیں اور ہر شخص کے تمام نیک و بد حال کی پوری پوری خبر رکھتے ہیں اور ہر شخص کے ارادے سے باخبر ہیں ورنہ انہیں کیا خبر ہوتی کہ یہ بندہ کون ہے نیک ہے یا برا ہے یہاں کس ارادہ سے آیا ہے جب ان فرشتوں کا یہ حال ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا کیا پوچھنا ۞

يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ ۔ وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِيْعِ الْاُسَيِّدِيِّ قَالَ لَقِيَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ اَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا تَقُوْلُ قُلْتُ نَكُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَاَنَّا رَاْىَ عَيْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَوَاللّٰهِ اِنَّا لَنَلْقٰى مِثْلَ هٰذَا فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمنشین بھی بدنصیب نہیں ہوتا۔ روایت ہے حضرت حنظلہ ابن ربیع اسیدی سے فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیق ملے پوچھا حنظلہ کیسے ہو میں بولا حنظلہ تو منافق ہوگیا فرمایا سبحان اللہ کیا کہتے ہو میں بولا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں حضور جنت و دوزخ کا ذکر ہمیں سناتے ہیں گویا وہ دونوں ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں پھر جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلتے ہیں تو بیوی بچوں مال و اسباب میں گھل مل کر بہت سا بھول جاتے ہیں حضرت ابوبکر بولے اللہ کی قسم ہم سب کو بھی یہ پیش آتا ہے پھر میں اور حضرت ابوبکر صدیق چلے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں پہنچے۔

لہ جب عام ذاکروں کی مجلس کی یہ برکت ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک کیسی بابرکت ہوگی جن کا نام لیوا بھی بدنصیب نہیں ہوتا۔ شعر

سلام اس پر کہ جس کے ذکر سے سیری نہیں ہوتی ÷ سلام اس پر کہ جس کی بزم میں قسمت نہیں سوتی

دیکھا ایک گنہگار ذاکرین کی مجلس میں ایک آن کے لئے آیا تو بخشا گیا، تو جو حضرات سایہ کی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ان کی مغفرت میں شک کیسا ان کے متعلق رب تعالیٰ نے اعلان فرما دیا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔ سہ یہ حنظلہ غسیل الملائکہ نہیں ہیں بلکہ دوسرے صحابی ہیں، جو کاتب وحی تھے اسیدی ہیں یعنی بنی تمیم کی اولاد سے ہیں، بڑی عمر پائی حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی۔ سہ یعنی میری حالت منافقوں کی سی ہوگئی کہ میرے یکسانیت نہیں یہاں نفاق سے اعتقادی نفاق مراد نہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے ورنہ اس کلام میں کفر یا نفاق کا اقرار ہے آپ کا یہ قول انتہائی خوف خدا پر مبنی ہے، اقرار کفر تو کفر ہے، مگر اقرار گناہ جو خوف خدا سے ہو عین تقویٰ ہے حضرت یونس علیہ السلام نے عرض کیا اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا، مگر ان بزرگوں کو ظالم نہیں کہا جا سکتا، ایسے ہی ان صحابی کو اس کلام کی بنا پر عاصی یا منافق نہیں کہا جا سکتا، لہٰذا یہ حدیث روافض کی دلیل نہیں بن سکتی۔ سہ تم سے نفاق کو کیا نسبت تم صحابی رسول ہو کاتب وحی ہو، پوچھے کلام کا مطلب خود بیان کرو۔ شہ یعنی اس وقت ہم کو خوف و امید اس درجہ کی ہوتی ہے گویا ہم جنت و دوزخ دیکھ کر اس سے ڈر رہے ہیں اور اسے چاہ رہے ہیں معلوم ہوا کہ ایمان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہے یقین نصیب ہو جاتا تھا معمول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کی تجلی کچھ ہم کو بھی نصیب کرے۔ شہ ضیعات ضیعۃ کی جمع ہے ضیعہ وہ چیز ہے جس سے روزی وابستہ ہو اکثر زمین، باغات، کھیتی باڑی کو ضیعہ کہا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ ہم پر گھر پہنچ کر کچھ غفلت طاری ہو جاتی ہے دل کا حال وہ نہیں رہتا جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں ہوتا ہے، دل کا یکساں حال نہ رہنا بھی حال کی منافقت ہے۔ شہ یعنی یہ اختلافِ حال صرف تمہارا ہی نہیں بلکہ ہم تمام صحابہ کا ہے، تو کیا ہم سب منافق ہوگئے کیسے ہو سکتا ہے چلو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں۔

فقلت نافق حنظلة يا رسول الله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وما ذاك قلت يا رسول الله نكون عندك تذكرنا بالنار والجنة كأنا رأي عين فإذا خرجنا من عندك عافسنا الأزواج والأولاد والضيعات نسينا كثيرا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذي نفسي بيده لو تدومون على ما تكونون عندي وفي الذكر لصافحتكم الملائكة على فرشكم وفي طرقكم ولكن يا حنظلة ساعة وساعة ثلث مرات رواه مسلم۔ الفصل الثاني عن أبي الدرداء قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ألا أنبئكم بخير أعمالكم

میں نے عرض کیا یارسول اللہ حنظلہ تو منافق ہوگیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قصہ کیا ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں جنت و دوزخ کا ذکر یوں سناتے ہیں گویا وہ ہماری آنکھوں کے آگے ہیں پھر جب آپ کے پاس سے ہم نکلتے ہیں تو بیوی بچوں مال و اسباب میں مشغول ہوجاتے ہیں بہت کچھ بھول جاتے ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہارا حال جو میرے پاس ہوتا ہے اگر اس پر ہمیشہ رہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کیا کریں لیکن اے حنظلہ تھوڑا تھوڑا تین بار فرمایا[1] مسلم فصل دوسری روایت ۔ حضرت ابی الدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا میں تمہیں ایسے بہترین اعمال نہ بتادوں

[1] یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ آپ کے بیان سے عالم غیب گویا عالم شہادت بن جاتا تھا آپ کی تقریر میں سامعین کو ایسا محسوس ہوتا جیسے وہ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں بار بار ذکر معراج، ذکر ہجرت وغیرہ میں ایسا ہی کیا گیا جیسے بیان و اخلاص کا کمال ہے [illegible] لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب صحابہ منافق نہ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھول جاتے تھے [illegible] وفی الذکر [illegible] اور ذکر [illegible] ہمیشہ [illegible] کشف [illegible] اگر ایسی ہی ہو تو تم کو فرشتے علانیہ طور پر مصافحہ کیا کریں [illegible] صحابہ کرام [illegible] مصافحہ بھی کرتے تھے [illegible] شکلوں میں [illegible] زندگی کا بعض حصہ گویا [illegible] ایک ہندی شاعر نے کیا خوب کہا شعر

تو دنیا میں ایسا ہو رہ جیوں مرغابی ساگر میں ✣ ذکر ہے اپنے ایسے چاہیں چت ناری کا گر میں

مرغابی دریا میں اگر تیرتی ہے تو اس کا پر نہیں بھیگتا [illegible] پنہاری عورت دو گھڑے سر پر ایک گھڑا بغل میں [illegible] ہاتھ میں [illegible] اپنی سہیلیوں سے باتیں کرتی ہوئی راستہ طے کرلیتی ہے، ایک وقت راستہ پر بھی نظر رکھتی ہے اور گھڑوں کا دھیان بھی اور سہیلی کی طرف توجہ بھی۔ ایسے ہی مسلمان مسجد میں پہنچ کر فرشتہ صفت ہو جائے، بازار میں جاکر [illegible] دین و دنیا دونوں کو سنبھالے، خالق و مخلوق سب کے حقوق ادا کرتا ہوا زندگی کا راستہ طے کرے، [illegible] کیا نفیس تعلیم ہے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کی ہر ساعت اللہ کے ذکر میں گزرتی ہے کہ دنیاوی کاروبار انہیں ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتا [illegible] تعلیم [illegible] بعض گھڑیاں [illegible] ذکر میں اور بعض گھڑیاں دنیاوی مشغلہ میں صحابہ کرام میں بھی [illegible] قسم کے حضرات تھے حضرت [illegible]

وَاَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَاَرْفَعِهَا فِيْ دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٍ لَّكُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَخَيْرٍ لَّكُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّ مَالِكًا وَقَفَهُ عَلٰى اَبِي الدَّرْدَاءِ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ فَقَالَ طُوْبٰى لِمَنْ طَالَ عُمْرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ اَنْ تُفَارِقَ الدُّنْيَا وَ

جو رب کے نزدیک بہت ستھرے اور تمہارے درجوں میں بہت بلند اور تمہارے لئے سونا چاندی خیرات کرنے سے بھی بہتر اور تمہارے لئے اس سے بھی بہتر کہ تم دشمن سے جہاد کرو تم ان کی گردنیں مارو وہ تمہاری گردنیں ماریں صحابہ نے عرض کیا ہاں فرمایا وہ اللہ کا ذکر ہے ۱؎ (مالک، احمد، ترمذی، ابن ماجہ) مگر مالک نے یہ حدیث حضرت ابوالدرداء پر موقوف کی ۲؎ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے ۳؎ فرماتے ہیں کہ ایک بدوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا کون شخص اچھا ہے فرمایا اسے مبارک ہو جس کی عمر دراز ہو اور عمل اچھے ۴؎ عرض کیا یا رسول اللہ کون سا عمل افضل ہے فرمایا یہ کہ تم دنیا کو اس حال میں چھوڑو کہ

دوسری جماعت سے مقابلہ اس لحاظ سے بہتر ہوا کیونکہ حضرت حنظلہ سے خطاب فرمایا، صدیق اکبر سے خطاب نہ فرمایا کہ حضرت صدیق پہلی جماعت سے تھے۔

۱؎ یعنی بدنی و مالی عبادات سے افضل ہوں گے اگر یہاں ذکر اللہ سے مراد زبانی ذکر ہے تو اس کی افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ ذکر اللہ بلاواسطہ رب تعالٰی تک پہنچاتا ہے اور دوسری عبادتیں بالواسطہ، اور ظاہر ہے کہ بلاواسطہ پہنچانا بالواسطہ سے افضل ہے، اور اگر ذکر سے مراد قلبی و دلی ذکر اللہ ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ ذکر دلی عبادت ہے اور دوسری عبادات بدنی عبادات اور دل بادشاہ ہے اعضاء اس کی رعایا، بادشاہ کا عمل بھی رعایا کے اعمال سے افضل ہے۔ اسی لئے رب تعالٰی نے قرآن کریم میں ذکر اللہ کے بڑے وجہ بیان فرمائے کہ فرمایا فاذکرونی اذکرکم کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا حدیث قدسی ہے، انا جلیس من ذکرنی میں اپنے ذکر کا ہمنشین ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض آسان عمل مشکل عملوں سے درجہ میں بڑھ جاتے ہیں دیکھو ذکر اللہ آسان ہے اور جہاد دشوار مگر ثواب میں ذکر اللہ بڑھ گیا مگر یہ اس جہاد کا ذکر ہے جو اللہ کی یاد سے خالی ہو لیکن اگر ہاتھ میں تلوار اور زبان پر ذکر یار ہو تو سبحان اللہ سب سے بہتر۔ شیخ نے فرمایا کہ بعض لازم عمل متعدی عمل سے بہتر ہو جاتے ہیں جیسا یہاں ہوا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جہاد میں کافروں کو مارا جاتا ہے اور ذکر اللہ میں نفس و شیطان کو اسی لئے ذکر اللہ جہاد اکبر ہے کہ اس میں دل کا تزکیہ ہے پھر ذکروں میں بعض ذکر دوسرے ذکروں سے افضل ہیں جیسے تلاوت قرآن شریف درود شریف دوسرے اذکار سے بہتر ہیں ۲؎ یعنی موطا امام مالک میں یہ حدیث موقوف ہے اور باقی محدثین کے ہاں مرفوع ہے حاکم نے بھی اسناد صحیح سے مرفوعًا ہی نقل فرمایا ۳؎ آپ خود اور آپ کے والد بسر آپ کے بھائی عطیہ آپ کی بہن صماء تمام صحابہ ہیں یہ حضرات ایک ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھانا کھلایا اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی شام میں سب سے آخر صحابی آپ ہی فوت ہوئے۔ ۴؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ فرمان خبر ہے اور طوبٰی سے مراد مژدہ و خوشخبری ہے بعض نے فرمایا کہ یہ کلام دعائیہ ہے اور طوبٰی سے مراد جنت کا مشہور درخت طوبٰی ہے یعنی جس کی عمر دراز اور اعمال نیک ہوں خدا کرے اسے طوبٰی درخت ملے مگر پہلا قول ظاہر ہے (مرقات)

لِسَانُكَ رَطْبٌ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُوْمُوْنَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْهِ اِلَّا قَامُوْا عَنْ مِثْلِ جِيْفَةِ حِمَارٍ وَكَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةٌ

تمہاری زبان ذکر اللہ سے تر رہے (احمد، ترمذی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم جنت کی کیاریوں سے گزرو تو کچھ چر لیا کرو لوگوں نے پوچھا جنت کی کیاریاں کیا ہیں فرمایا ذکر کے حلقے (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کسی مجلس میں بیٹھے جس میں اللہ کا ذکر نہ کرے تو وہ اس پر اللہ کی طرف سے حسرت و خسارہ ہوگی اور جو کسی خوابگاہ میں لیٹے جس میں اللہ کا ذکر نہ کرے تو یہ اس پر اللہ کی طرف سے ندامت ہوگی (ابوداؤد) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی قوم یا جماعت نہیں جو کسی مجلس سے بغیر اللہ کا ذکر کئے اٹھ جائے مگر وہ مردار گدھے کی مثل سے اٹھتے ہیں اور ان پر حسرت ہوتی ہے

۱؎ یعنی دنیا سے اس حالت میں جاؤ کہ جب تمہیں موت آئے تو تمہاری زبان اللہ کے ذکر میں چل رہی ہو یا ابھی ابھی چل چکی ہو لہٰذا اس میں وہ [illegible] بوقت [illegible] وقت ہوتا ہے مگر جو ہمیشہ ذکر اللہ کرتا رہے [illegible] مطلب یہ ہے کہ [illegible] ایسی موت نصیب ہو [illegible] بعض علماء فرماتے ہیں [illegible] یہ حدیث [illegible] فرشتے [illegible] مرقات نے [illegible] طبرانی میں [illegible] حدیث نقل فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر خشک و تر [illegible] معلوم ہوا [illegible] روحانی [illegible] انسان [illegible] کھیتی ہے [illegible] ذکر اللہ [illegible] معلوم ہوا کہ ایک [illegible] کے جلسے [illegible] فرشتوں کا [illegible] ہے۔ لہٰذا میلاد شریف، مدرسے، قرآن گیارھویں پاک [illegible] افضل [illegible] حلقے بنا کر بیٹھنا افضل ہے۔ نماز میں صف بستہ کھڑے ہو کر فرشتے صف بستہ رہتے ہیں [illegible] ذکر اللہ کے حلقے [illegible] حلقے بنا کر بیٹھا کرتے رب تعالیٰ فرماتا ہے [illegible] تیسرے یہ کہ اکیلے ذکر سے جماعت میں ذکر کرنا اور سننا افضل ہے اس سے ذکر بالجہر کا ثبوت ہوا۔ اگر مجمع کے ذکر میں ایک کا ذکر بھی قبول ہوا تو سب کا قبول ہوگا۔ اس صورت میں مجلس سے مراد ہر جائز مجلس ہے جو گندگی وغیرہ سے خالی ہو لہٰذا قضائے حاجت کی مجلس، اسی طرح شراب خوروں کی مجلس اس سے مستثنیٰ جہاں وقوف پر خدا تعالیٰ کا نام لینا [illegible] ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کسی دینی یا دنیاوی مجلس میں بیٹھو اور جب بھی سونے کے لیے بستر پر جاؤ تو اللہ کا ذکر ضرور کر لو ورنہ کل قیامت میں ان اوقات کے ضائع ہو جانے پر کف افسوس ملو گے بعض لوگ ہر وقت درود شریف پڑھتے رہتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے۔ مومن کی

رواہ احمد وابوداؤد ۔ وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما جلس قوم مجلسا لم يذكروا الله فيه ولم يصلوا على نبيهم الا كان عليهم ترة فان شاء عذبهم وان شاء غفر لهم رواه الترمذی ۔ وعن ام حبيبة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل كلام ابن ادم عليه لا له الا امر بمعروف او نهى عن منكر او ذكر الله رواه الترمذی وابن ماجة وقال الترمذی هذا حديث غريب ۔ وعن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

احمد ابوداؤد اور انہی سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بیٹھی کوئی قوم کسی مجلس میں جس میں نہ تو اللہ کا ذکر کرے اور نہ اپنے نبی پر درود پڑھے مگر یہ مجلس ان پر حسرت ہوگی اگر رب چاہے انہیں اس پر عذاب دے اور اگر چاہے بخش دے (ترمذی) روایت ہے حضرت ام حبیبہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کا ہر کلام اسی پر وبال ہے مفید نہیں سوائے اچھی بات کا حکم یا بری بات سے منع کرنے یا اللہ کے ذکر کے (ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کوئی حالت ذکر اللہ سے خالی نہ چاہیے ۔ یعنی گویا یہ غافل لوگ مردار گدھا کھا کر اٹھے جو پلید بھی ہے اور حقیر بھی اور اپنی زندگی حماقت میں مشہور بھی ہے ۔ اور شیطان کا مظہر بھی، کہ اس کے دیکھنے پر لاحول پڑھی جاتی ہے ۔ خلاصہ یہ کہ اللہ کے ذکر سے خالی مجلسیں مردار گدھے کی طرح ہیں اور ان میں شرکت کرنے والے اس مردار کے کھانے والے ہیں ۔ الحمد للہ سنی کی کوئی مجلس اللہ کے ذکر سے خالی نہیں ہوتی ۔ وعدہ پر ان شاء اللہ کہتا ہے چھینک پر الحمد للہ جمائی پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ ۔ غم کی خبر پر انا للہ ۔ غرضکہ بات بات پر اللہ تعالٰی کا نام لیتا ہے ۔ درود ہو یا کسی وعظ شریف و اس پر صلوٰۃ ہو اس محمود ذات پر جس نے ہماری زندگی سنبھال دی اور ہماری مجلسیں اللہ کے ذکر سے آباد کر دیں صلی اللہ علیہ وسلم ۔

۲ے اگرچہ ذکر اللہ میں درود شریف بھی داخل تھا، مگر چونکہ درود شریف ذکر اللہ کی بہترین قسم ہے اس لیے اس کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا، کیونکہ درود پاک میں اللہ کا نام بھی ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آل اولاد کو دعا بھی ۔ ۳ے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ عموماً مجلسوں میں چھوٹے غیبت وغیرہ گناہ ہو جاتے ہیں، اگر ان میں حمد و صلوٰۃ وغیرہ بھی ہوتی رہے تو اس کی برکت سے یہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اگر مجلس ان چیزوں سے خالی ہو تو گناہ تو پایا گیا، کفارہ نہ ادا ہوا لہٰذا اب پکڑ اور سزا کا سخت اندیشہ ہے ۔ مرقات نے فرمایا کہ اس جملہ میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی معافی گناہ کا ذریعہ ہے ۔ اس جملہ سے اشارۃً یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مجلس میں اللہ رسول کا ذکر ہو تو اس کے گناہ یقیناً بخشے جائیں گے رب تعالٰی کا وعدہ ہے ۔ ۴ے کیونکہ ہمارے کلام یا تو گناہ ہوتے ہیں جن کا عذاب ہونا ظاہر ہے یا محض بے فائدہ جو لہو و لعب میں داخل ہیں یہ بھی وبال ہے اور جائز کلام بھی جب فائدہ اور ثواب سے خالی ہوں گے تو آخرت میں ہم کو وبال محسوس ہوں گے جیسے سفر میں غیر ضروری سامان ۔ لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے خیال رہے کہ کل قیامت میں عبث کلام ہم پر بار ہوں گے اور نیک کاموں پر ہم مسرور ہوں گے لہٰذا حدیث بھی واضح ہے خیال رہے کہ یہ تینوں نیکیاں وبال نہیں بلکہ نیک اعمال ہیں، پہلی دو نیکیاں متعدی ہیں اور آخری تیسری نیکی لازم اگرچہ تبلیغ بھی اللہ کا ذکر ہی ہے مگر وہ بالواسطہ ذکر ہے اور یہاں بلا واسطہ ذکر مراد ہے اس لیے اس کا ذکر علیحدہ فرمایا ورنہ ذکر اللہ میں سارے اذکار الٰہی داخل

لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِهِ نَزَلَتْ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ لَوْ عَلِمْنَا أَيُّ الْمَالِ خَيْرٌ فَنَتَّخِذَهُ فَقَالَ أَفْضَلُهُ لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَقَلْبٌ شَاكِرٌ وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تُعِينُهُ عَلَى إِيمَانِهِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ ۞ اَلْفَصْلُ

سوا ذکر اللہ کے بغیر زیادہ باتیں نہ کرو کیونکہ بغیر ذکر اللہ زیادہ باتیں دل کی سختی ہے اور لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ سے دور سخت دل والا ہے (ترمذی) روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں جب یہ آیت اتری کہ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں تو ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے بعض صحابہ نے فرمایا سونے چاندی کے متعلق تو یہ آیت نازل ہوئی کاش ہمیں پتہ لگ جاتا کہ کونسا مال اچھا ہے تو ہم وہ ہی جمع کرتے تو حضور نے فرمایا بہترین مال ذکر کرنے والی زبان شاکر دل اور مومنہ بیوی ہے جو ایمان میں اس کی مدد کرے (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) افضل

یعنی کثرت قرآن مجید و درود شریف یا کوئی اور ذکر خیر و مناجات اسکے بیان زیادہ باتوں سے مراد بیکار باتیں ہیں جن کا کوئی فائدہ نہ ہو جیسے فضول تجارتی باتیں مگر مفید دینی علمی بھی ہوں زیادہ باتوں میں شامل نہیں سے سختی دل کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اس میں وعظ و نصیحت اثر نہیں کرتا کبھی انسان اپنے گزشتہ گناہوں پر روتا نہیں یا ت ایسے ہی توبہ نہیں کرتا خدا تعالیٰ محفوظ رکھے زیادہ کلام اور زیادہ ہنسنا دل کو سخت کر دیتا ہے اور زیادہ ذکر اللہ یا اللہ والوں کی صحبت موت کی یاد آخرت کا دھیان قبرستان کی زیارت دل میں نرمی پیدا کرتی ہے سے یہاں دل سے مراد دل والا ہے یعنی سخت دل والا آدمی دنیا میں بھی اللہ سے دور ہے اور آخرت میں بھی اسی لئے رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں سختی دل کی بہت برائیاں بیان فرمائی ہیں فرماتا ہے ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ [illegible] کالحجارۃ اور فرماتا ہے اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ جیسے لوہا سخت ہو تو کچھ نہیں ہو سکتا ہے مگر جب نرم ہو گیا تو اسے جس طرح چاہو ڈھال لو اور جو چاہو بنا لو یونہی سخت دل نہ مومن بن سکے نہ عارف نہ متقی نہ پرہیزگار مگر دل نرم ہو کر ولی غوث و قطب سب کچھ بن جاتا ہے لوہا نرم کرنے کے لئے آگ چاہیے اور دل نرم کرنے کے لئے عشق کی آگ درکار ہے رب تعالیٰ نصیب کرے پھر فقط عشق کی آگ کافی نہیں بلکہ ساتھ میں کسی کاریگر کے ہتھوڑے کی چوٹ بھی ضروری ہے۔ مصرع

چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی۔ غرضکہ دل کے لئے آگ عشق تو نرم کرنے والی چیز ہے صحبت نیک عمدہ سانچہ ہے، نگاہ مرد کامل کاریگر کا ہنر جان تینوں چیزوں سے قلب کچھ کارآمد بنتا ہے سے یعنی اسی آیت سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ سونا چاندی جمع کرنا دوزخ کا ذریعہ ہے اور ان چیزوں کے بغیر دنیاوی کام چلتا نہیں اب کیا کریں اور ضرورت کے وقت اچھی کام نکالنے کو دنیاوی ضروریات بغیر مال پوری نہیں ہوتیں یہ حضرات غالباً یہ سمجھے کہ مطلقاً سونا چاندی جمع کرنا حرام ہے حالانکہ آیت میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کا ذکر ہے اسی لئے بیان فرمایا ضروری ہے سے یہ جواب حکیمانہ ہے کہ سائلین نے تو مال کے متعلق سوال کیا تھا مگر جواب میں وہ چیز ارشاد ہوئی جو مال سے بھی زیادہ مفید ہے کیونکہ مال سے جسم کا نفع ہے اور ان چیزوں سے روح و ایمان کو فائدہ خیال رہے کہ ایمان میں مدد دینے والی بیوی وہ ہے جو مرد کو زنا، چوری، شراب خوری، جوئے وغیرہ سے بچائے نماز روزے کا پابند بنائے وہ بیوی بھی اللہ کی رحمت ہے۔

الثَّالِثُ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ خَرَجَ مُعٰوِیَۃُ عَلٰی حَلْقَۃٍ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا اَجْلَسَکُمْ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ قَالَ آللّٰہِ مَا اَجْلَسَکُمْ اِلَّا ذٰلِکَ قَالُوْا آللّٰہِ مَا اَجْلَسَنَا غَیْرُہٗ قَالَ اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْکُمْ تُہْمَۃً لَّکُمْ وَمَا کَانَ اَحَدٌ بِمَنْزِلَتِیْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقَلَّ عَنْہُ حَدِیْثًا مِّنِّیْ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰی حَلْقَۃٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ فَقَالَ مَا اَجْلَسَکُمْ ھٰہُنَا قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ وَنَحْمَدُہٗ عَلٰی مَا ھَدٰنَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِہٖ عَلَیْنَا قَالَ

تیسری روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ مسجد میں ایک حلقہ پر گزرے تو پوچھا تمہیں یہاں کس چیز نے بٹھایا بولے ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں ۱؎ فرمایا خدا کی قسم تمہیں اسی چیز نے بٹھایا ہے بولے اللہ کی قسم ہمیں اس کے سوا کسی اور چیز نے نہ بٹھایا ۲؎ فرمایا کہ میں نے تم پر تہمت کی بنا پر تم سے قسم نہ لی نہ کوئی ایسا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سا قرب ہو پھر وہ مجھ سے کم حدیث روایت کرے ۳؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ایک حلقہ پر تشریف لائے تو پوچھا تمہیں یہاں کس چیز نے بٹھایا وہ بولے ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں اور اس کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور ہم پر بڑا احسان کیا ۴؎ فرمایا

۱؎ یعنی مسجد نبوی یا کسی اور مسجد میں ذکر اللہ کے لیے حلقہ بنائے بیٹھے تھے نماز کے انتظار میں نہ بیٹھے تھے کیونکہ اس وقت صرف یوں بیٹھنا چاہیے حلقہ بنانا منع ہے لہذا یہ حدیث حلقہ بنانے کی ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں اس طرح کہ ایک صاحب ذکر جہر کر رہے ہیں اور باقی حضرات سن رہے ہیں گویا مجلس وعظ کی مجلس ہے یا باری باری سے ہر شخص ذکر کر رہا ہے یا سب مل کر کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھ رہے ہیں ۲؎ پہلے اللہ اصل میں واللہ تھا ہمزہ استفہامیہ ہے واو قسمیہ اور واو کو الف سے بدل دیا گیا اور لفظ اللہ کو جر ہے بعض نسخوں میں واللہ بھی ہے یہ معنی دوسری توجیہ ہے یعنی کیا خدا کی قسم تم لوگ صرف ذکر کے لیے ہی بیٹھے ہو دوسرے اللہ کی اصل عبارت یہ ہے … آپ حضرت … ۳؎ یعنی میں نے … قسم نہ لی … حضرات صحابہ میں … بلکہ ادائے سنت کے لیے یہ قسم لی ہے کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سالا بھی ہوں کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا بھائی ہوں اور کاتب وحی بھی ہوں اسی لیے مولانا روم نے حضرت امیر معاویہ کو مسلمانوں کا ماموں فرمایا مگر روایت حدیث بہت کم کرتا ہوں احتیاط کے لیے دیکھو حضرت ابوبکر صدیق عمر بھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے مگر آپ نے روایت حدیث بہت کم فرمائی اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت امیر معاویہ کو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق سے بھی زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب رہا ہو بلکہ آپ جن لوگوں سے خطاب کر رہے ہیں یا جو آپ کے زمانہ میں صحابہ موجود تھے ان کے مقابلہ میں اپنی جزوی فضیلت قرب بیان فرما رہے ہیں خیال رہے کہ جن صحابہ نے حدیث کی روایت بالمعنی جائز سمجھی وہ احادیث زیادہ روایت کرتے تھے اور جن کے نزدیک روایت بالمعنی جائز نہ تھی وہ بہت کم روایت کرتے تھے حضرت امیر معاویہ دوسری جماعت سے ہیں ۴؎ معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کی سب سے بڑی نعمت ہدایت ایمان ہے اور سب سے بڑا احسان حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود پاک ہے رب تعالٰی فرماتا ہے بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ اور فرماتا ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا ایمان اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے سوا کسی اور نعمت پر رب تعالٰی نے لفظ منت ارشاد نہیں فرمایا شعر

رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود ؎ حق تعالٰی کی منت پہ لاکھوں سلام

اٰللّٰهِ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذٰلِكَ قَالُوْا اٰللّٰهِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذٰلِكَ قَالَ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ وَلٰكِنَّهٗ اَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُبَاهِيْ بِكُمُ الْمَلٰٓئِكَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ فَاَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ قَالَ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَيُّ الْعِبَادِ اَفْضَلُ وَاَرْفَعُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ الذّٰكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ

کیا خدا کی قسم تمہیں صرف اس نے بٹھایا ہے وہ بولے اللہ کی قسم ہم کو اسکے سوا کسی اور چیز نے نہیں بٹھایا فرمایا میں نے تم پر تہمت رکھتے ہوئے تم سے قسم نہ لی لیکن میرے پاس جبریل آئے انہوں نے مجھے بتایا کہ اللہ تم سے فرشتوں پر فخر کر رہا ہے مسلم، روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام کے احکام شرعیہ بہت ہیں مجھے کوئی ایک بات ایسی بتا دیں جسے میں مضبوط تھام لوں فرمایا تمہاری زبان اللہ کے ذکر میں تر رہے ترمذی، ابن ماجہ، ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے روایت ہے حضرت ابوسعید سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون بندے اللہ کے نزدیک افضل اور قیامت کے دن بلند درجے والے ہیں فرمایا اللہ کا بہت ذکر کرنے والے۔ اور

یہی معلوم ہوا کہ اسلام اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا شکریہ کے لئے مجلسیں کرنا اعلانیہ بٹھا کر بیٹھنا سنت صحابہ ہے یہ حدیث مجلس، میلاد شریف کی اصل ہے کیونکہ یہ حسن پرچھو اور صحابہ کرام پر خصوصاً بدگمانی کرنا جائز نہیں۔ بلکہ یہ قسم تمہاری عظمت و عزت کے اظہار کے لئے ہے اس طرح کہ فرشتوں سے فرما رہا ہے میرے ان بندوں کو دیکھو کہ نفس و شیطان کے تسلط میں ہیں، دنیاوی رکاوٹیں موجود ہیں، شہوت و غضب رکھتے ہیں ان رکاوٹوں کے ہوتے ہوئے سب پر لات مار کر میرا ذکر کر رہے ہیں یقیناً تمہارے ذکر سے میرا ذکر افضل ہے چونکہ فرشتوں ہی نے انسان کی شکایت کی تھی کہ وہ خون ریز و فسادی ہوگا اس لئے انہیں کو یہ سنایا جارہا ہے کہ دیکھو اگر انسان میں فسادی ہیں تو ایسے نمازی و غازی بھی ہیں جو نفس و شیطانی دشمنان کفار سب سے ہی جہاد کرتے رہتے ہیں۔ جو تفصیل وار مجھے یاد نہیں ہو سکتے وہ مجھ پر غالب ہیں۔ معلوم ہوا کہ کل عالم جاننا فرض نہیں بلکہ فرض کا ہے ورنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم انہیں تمام مسائل سیکھنے کا حکم دیتے۔ غالباً سائل کا سوال نوافل کے متعلق تھا۔ اس لئے انہیں یہ جواب دیا گیا۔ مقصد یہ ہے کہ ہر وقت زبان پر کوئی ذکر اللہ جاری رہے نہ معلوم موت کب آجائے، جب بھی ملک الموت تمہاری جان لانے آئیں تو تمہیں غافل نہ پائیں۔ اللہ تعالٰی ایسی زندگی نصیب کرے۔ رطب فرما کر اشارۃً بتایا کہ جیسے تر لکڑی آگ میں نہیں جلتی ایسے ہی اللہ کا ذکر زبان کی تری ہے جس سے بندہ دوزخ میں نہ جلے گا۔ یہ حدیث احمد، ابن ابی شیبہ اور حاکم نے بھی روایت کی۔ سبحان اللہ کیسا پیارا اور جامع سوال ہے کہ ایسا بندہ کون ہے جس کا ثواب بھی زیادہ ہو اور قرب الٰہی بھی زیادہ خیال رہے کہ ثواب اور ہے قرب درجہ کچھ اور اگر بادشاہ کسی موقع پر ایک سپاہی کو لاکھ روپے انعام دیدے اور وزیر کو کچھ نہ دے اس وقت اگرچہ انعام سپاہی نے زیادہ پایا مگر درجہ وزیر ہی کا زیادہ ہے۔

الذَّاكِرَاتُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ وَمِنَ الْغَازِي فِي سَبِيلِ اللهِ قَالَ لَوْ ضَرَبَ بِسَيْفِهِ فِي الْكُفَّارِ وَالْمُشْرِكِينَ حَتَّى يَنْكَسِرَ وَيَخْتَضِبَ دَمًا فَإِنَّ الذَّاكِرَ لِلّٰهِ أَفْضَلُ مِنْهُ دَرَجَةً رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّيْطَانُ جَاثِمٌ عَلَى قَلْبِ ابْنِ آدَمَ فَإِذَا ذَكَرَ اللهَ خَنَسَ وَإِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيقًا۔ وَعَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ ذَاكِرُ اللهِ فِي

بہت ذکر کرنے والی عورتیں[1] عرض کیا گیا یا رسول اللہ اور اللہ کی راہ کا غازی فرمایا اگر غازی مشرکین اور کفار پر تلوار اتنی چلائے کہ تلوار ٹوٹ جائے اور خون میں رنگ جائے تب بھی اللہ کا ذکر کرنے والا اس سے درجہ میں زیادہ ہوگا[2] (احمد، ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان انسان کے دل پر چمٹا رہتا ہے[3] جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ہٹ جاتا ہے[4] اور جب انسان غافل ہوتا ہے تو وسوسے ڈالتا ہے[5] اسے بخاری نے تعلیقاً روایت کیا۔ روایت ہے حضرت مالک سے فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے

1 ذکر سے مراد زبان و دل کے سارے ہی ذکر ہیں خصوصاً وہ ذکر جو احادیث شریفہ میں مذکور ہیں یعنی وہ مرد و عورتیں جو ذکر کرنے میں بہت بڑھے ہوئے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ بلا تبلیغ ثواب کا بھی ذریعہ ہے اور زیادتی قرب الٰہی کا بھی وسیلہ ہے دنیا کی تحقیق ذکر اللہ سے ہوتی ہیں۔ زیادتی ذکر سے مراد یہ ہے کہ ان کے اکثر اوقات ذکر میں گزریں جیسے دوسرے مشغلوں کیلئے بہت کم وقت بچے درجات و صفات۔ 2 بعض غازی غنیمت کے لیے بعض ملک جیتنے کی غرض سے بعض اپنی شجاعت دکھانے، بعض اسلام پھیلانے کیلئے کفار پر جہاد کرتے ہیں ان سب میں فی سبیل اللہ غازی کون ہے اس طرح کہ غازی بنے خون میں لت پت ہو جائے یعنی شہید ہو جائے خلاصہ یہ کہ یہ شخص غازی بھی درجہ اول کا ہے اور شہید بھی افضل ہے کیونکہ اس کا جہاد ظاہر ہے کہ ذکر مقصودی عبادت ہے اور جہاد غیر مقصودی عبادت کیونکہ جہاد اللہ کا ذکر پھیلانے کیلئے تو ہوتا ہے نیز جہاد غازی کا کام اور ذکر اللہ میں رب کا نام اور یقیناً رب تعالٰی کا نام ہمارے کام سے بہتر ہے نیز جہاد کی جزاء جنت اور ذاکر کی جزاء رب تعالٰی فرماتا ہے فاذکرونی اذکرکم جس میں مراد بھی وہ ہے کہ شخص درجہ میں ذکر کیا جاوے یہ تو بہتر ہے اشارۃً یہ بھی فرمایا گیا کہ بوقت جہاد غازی اللہ کا ذکر کرتا ہے کوئی غازی حق اللہ و رسول چھوڑ کے اللہ میں تلوار نہیں چلاتا۔ 3 ظاہر یہ ہے کہ شیطان سے مراد قرین شیطان ہے جو ہر انسان کے ساتھ الگ الگ ایک شیطان رہتا ہے ابلیس مراد نہیں وہ تو ان تمام شیاطین کا منتظم ہے۔ جیسے شیطان کی منزل انسان کا دل ہے جہاں وہ ایسے چمٹا رہتا ہے جیسے شہد سے مکھی خیال رہے کہ غافل کے دل پر شیطان کی منزل ہے اور کافر کے دل میں شیطان کا گھر ہے اس جگہ ابن آدم سے مراد غافل مسلمان ہے نہ کہ کافر جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ 4 اس سے معلوم ہوا کہ سوتے سے غفلت نہیں آتی بلکہ غفلت سے وسوسے آتے ہیں۔ 5 لہٰذا ذکر اللہ وسوسوں کا علاج ہے یہاں ذکر سے مراد مسلمان کا ذکر اللہ ہے کافر کا ذکر کہ اس سے شیطان تو ایمان سے نکلے گا بغیر ایمان اگر سارا قرآن بھی پڑھ دے شیطان نہ نکلے گا کیونکہ مسافر کو منزل سے ہٹانا آسان ہے مگر کسی کو اس کے گھر سے نکالنا مشکل خلاصہ یہ ہے کہ مومن کا دل مال گھر ہے شیطان چور ہے غفلت تاریکی ہے اور ذکر اللہ نور و روشنی ہے چور ہمیشہ اندھیرے میں آتا ہے اجیالا ہوتے ہی بھاگ جاتا ہے مومن کو چاہیے کہ اپنے دل کے گھر میں ذکر اللہ کا اجالا رکھے تاکہ اس چور سے امن

الْغَافِلِیْنَ کَالْمُقَاتِلِ خَلْفَ الْفَارِّیْنَ وَذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ کَغُصْنٍ اَخْضَرَ فِیْ شَجَرٍ یَابِسٍ وَ
فِیْ رِوَایَۃٍ مِثْلُ الشَّجَرَۃِ الْخَضْرَاءِ فِیْ وَسْطِ الشَّجَرِ وَذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ مَثَلُ مِصْبَاحٍ
فِیْ بَیْتٍ مُظْلِمٍ وَذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ یُرِیْہِ اللّٰہُ مَقْعَدَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ وَھُوَ حَیٌّ وَذَاکِرُ اللّٰہِ فِی
الْغَافِلِیْنَ یُغْفَرُ لَہٗ بِعَدَدِ کُلِّ فَصِیْحٍ وَّاَعْجَمَ وَالْفَصِیْحُ بَنُوْ اٰدَمَ وَالْاَعْجَمُ الْبَھَائِمُ رَوَاہُ رَزِیْنٌ
وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ مَا عَمِلَ الْعَبْدُ عَمَلًا اَنْجٰی لَہٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ رَوَاہُ مَالِکٌ

والا ایسا ہے جیسے بھاگ جانے والوں میں جہاد کرنے والا اور غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے خشک درخت میں ہری شاخ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جیسے درختوں میں سبز درخت ہے اور غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ ہے اور غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والے کو رب تعالیٰ زندگی ہی میں جنت کا گھر دکھا دیتا ہے اور غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والے کی تمام فصیحوں اور گونگوں کی تعداد میں بخشش ہوتی ہے فصیح انسان ہیں اور گونگے جانور (رزین) روایت ہے
حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں بندے نے کوئی ایسا عمل نہ کیا جو ذکر اللہ سے زیادہ عذاب الٰہی سے نجات دینے والا ہو (مالک)

سے یہاں تو ہر ذکر اللہ دفع عذاب کے لئے مفید ہے مگر لاحول شریف اور اعوذ دفع شیطان کے لئے اکسیر ہے اسی لئے بعد دفن قبر پر اذان کہی جاتی ہے کہ اس سے شیطان دور بھاگ جاتا ہے اور مردہ امتحان میں کامیاب ہو سکے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تبع تابعی ہیں لہٰذا اس حدیث میں اصل سلسلہ راوی چھوڑ گئے تابعی اور صحابی مگر کوئی حرج نہیں امام مالک جیسے محدث کی ایسی احادیث مقبول ہیں جیسے امام بخاری کی تعلیقیں معتبر ہیں تو امام مالک کی تعلیق بدرجہ اولیٰ معتبر ہے کہ جیسے جہاد میں ثابت قدم رہنے والا غازی جب دوسرے بھاگ رہے ہوں خود شہید ہو جائے دوسرے حرم والا ہے ایسے ہی غافل مسلمانوں میں ذکر کرنے والا غازی ہے کیونکہ ذاکرین میں ذکر اللہ کرنا آسان ہے مگر جب ماحول گندہ ہو تو صاف رہنا بہت مشکل ہے جیسے باغبان کے دل میں اس ہری شاخ والے درخت کی بڑی قدر ہے ایسے ہی رب تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسے ذاکر کی بڑی عزت ہے اندھیرے گھر اور غافل دل میں ذکر اللہ چراغ ہے اجیالے گھر اور روشن دلوں میں نور ہے حضور ہے اور سرور ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب بعض کو خواب میں بعض کو جاگتے ہوئے جیسے بعض صحابہ نے جہاد میں شہادت سے پہلے جنت دیکھ لی اور لوگوں کو خبر دی یا بوقت جانکنی کہ ملک الموت پہلے اس کا جنتی گھر دکھاتے ہیں پھر جان نکالتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے اَوْ نَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے خیال رہے کہ ذاکروں کو سکرات موت میں جنت دکھائی جاتی ہے اور عاشقوں کو نزع میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال دکھاتے ہیں جس سے سکرات و شدت نزع بالکل محسوس نہیں کرتا جیسے مصری عورتوں کو جمال یوسفی دیکھ کر ہاتھ کٹنے کا درد محسوس نہ ہوا کیونکہ ذکر اللہ کی برکت سے انسانوں کو عذاب سے امن ملتی ہے اور جانوروں کو بھی لہٰذا ذاکر سے سب ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اس لئے ان سب کی تعداد سے ثواب ملتا ہے یہ معلوم ہوا کہ ذکر اللہ دفع عذاب کے لئے اکسیر ہے اسی لئے بعد موت میت کو زیادہ تر ختم شریف وغیرہ کا ثواب پہنچاتے ہیں کہ اگر میت عذاب میں ہو تو اس ذکر کی برکت سے نجات پا جائے ذکر اللہ یہاں مطلق فرمایا گیا خواہ انسان خود کرے یا کوئی دوسرا ذکر کر کے اسے بخشے حدیث شریف میں ہے کہ اگر بارہ ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر کسی کو بخشا جائے تو اسے عذاب سے رہائی ملتی ہے اسے مولوی محمد قاسم صاحب دیوبندی

وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ أَنَا مَعَ عَبْدِيْ إِذَا ذَكَرَنِيْ وَتَحَرَّكَتْ بِيْ شَفَتَاهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللهِ وَمَا مِنْ شَيْءٍ أَنْجٰى مِنْ عَذَابِ اللهِ مِنْ ذِكْرِ اللهِ قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ قَالَ وَلَا أَنْ يَّضْرِبَ بِسَيْفِهِ حَتّٰى يَنْقَطِعَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ. كِتَابُ أَسْمَاءِ

ترمذی، ابن ماجہ نے روایت کی حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے میں اپنے بندے کے ساتھ رہتا ہوں جبکہ وہ میرا ذکر کرتا ہے اور میرے نام سے اس کے ہونٹ ہلتے ہیں (بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور فرماتے تھے کہ ہر چیز کی صیقل ہے اور دلوں کی صیقل اللہ کا ذکر ہے اور کوئی چیز ذکر اللہ سے بڑھ کر عذاب الٰہی سے نجات دینے والی نہیں صحابہ نے عرض کیا کہ نہ اللہ کی راہ میں جہاد فرمایا بلکہ نہ یہ کہ غازی اپنی تلوار سے کفار کو مارے حتّٰی کہ تلوار ٹوٹ جاوے (بیہقی دعوات کبیر) اللہ تعالٰے کے ناموں

سے بھی اپنی کتاب تحذیر الخواص میں نقل فرمایا ہم بھی پہلے عرض کر چکے ہیں یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے جیسا کہ مرقات نے فرمایا یہ حدیث احمد، طبرانی، ابن ابی شیبہ نے مرفوعاً روایت کی کہ یعنی جب تک بندہ میرا ذکر کرتا رہتا ہے میں رحمت، کرم، محبت سے توفیق خیر سے اس کے ساتھ رہتا ہوں خیال رہے کہ اللہ تعالٰے کی معیت عام ہر بندے کے ساتھ ہے قہر و غضب سے دشمنوں کے ساتھ ہے رحمت عامہ سے ہر ایک کے ساتھ ہے رحمت خاصہ سے ذاکر کے ساتھ ہے اور اپنے نور دیکھتے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونے میں بہت وسعت ہے یہ بڑا بیان قرآن کریم کی مختلف آیتوں میں مذکور ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذاکرین کے پاس رہنا اللہ تعالٰے کے پاس رہنا ہے کہ دنیاوی الجھنیں اور گناہ آئینہ دل کو میلا کر دیتے ہیں اور ذکر اللہ اس میل کو دور کر کے اس آئینہ کو شفاف چمکدار بنا دیتا ہے … اور ہمیشہ ذکر اللہ کرے تو دل پر ایسی پالش ہوتی ہے کہ سارا عالم اس دل میں نظر آتا ہے جیسے آئینہ کا سارا سامان دیوار میں لگے ہوئے شفاف آئینہ میں … ہر ذرہ کو ہتھیلی کی طرح دیکھتا ہے حضور غوث پاک فرماتے ہیں **شعر**:

نظرت الی بلاد اللہ جمیعا ۔ کخردلۃ علی حکم اتصال

قرآن کریم فرما رہا ہے کہ آصف برخیا نے شام سے بیٹھے ہوئے تخت بلقیس آنکھ جھپکنے میں منگا دیکھ بھی لیا اور اٹھا بھی لائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰے عنہ نے نہاوند کی جنگ کو دیکھ بھی لیا اور حضرت ساریہ کو نقشہ جنگ سمجھا بھی دیا یہ سب صفائی دل کے کرشمے ہیں ہر چیز کی صفائی علیحدہ ہے کپڑے کی صفائی صابن سے لوہے کی صیقل سے اور دل کی صفائی ذکر اللہ سے ہے یعنی تم تو صرف جہاد کو کہہ رہے ہو، اگر مجاہد اول درجہ کا غازی بھی ہو شہید بھی ذاکر اللہ کے درجہ کو نہیں پہنچتا اس کی وجہ پہلے بیان کی جا چکی ہے، یہاں ینقطع کا فاعل یا تو تلوار ہے یا غازی یعنی تلوار ٹوٹ جانے یا غازی کی زندگی کا تار ٹوٹ جائے ذکر اللہ کے جو معنے عرض کئے گئے ہیں وہ یاد رکھنا کہ اللہ کا ذکر بھی ذکر اللہ اس کے محبوب بندوں کا عظمت سے ذکر یہ بھی ذکر اللہ ہے اس کے دشمنوں کا برائی سے ذکر یہ بھی ذکر اللہ ہے لہذا ہر وقت درود شریف پڑھنے والا بھی ذاکر میں شامل ہے درس قرآن کریم، تعلیم حدیث

اللّٰہِ تَعَالٰی ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ
تَعَالٰی تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدَةً مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَهُوَ
وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ هُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ
لَا اِلٰہَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ

کا بیان سلہ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں یعنی ایک کم سو جو ان
ناموں کو یاد کرے جنت میں جائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ طاق ہے طاق کو پسند کرتا ہے سلہ (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے
ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو ان کی حفاظت کرے جنت میں جائے گا وہ اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں مہربان رحم والا
بادشاہ پاک ہے عیب سے سلامت امن دینے والا نگہبان غالب

وقت سب اس میں داخل سلہ اللہ تعالیٰ کے بہت نام ہیں جن میں سے ایک نام ذاتی ہے اللہ باقی نام صفاتی، صفاتی نام تین قسم کے ہیں صفت سلبی پر دلالت کرنے والے جیسے سبحان قدوس اعلیٰ وغیرہ، صفت ثبوتیہ حقیقیہ پر دال جیسے علیم، قادر، یا ثبوتیہ اضافیہ پر دال جیسے حمید، ملیک، مالک الملک وغیرہ، یا صفت فعلیہ پر دال جیسے رازق خالق وغیرہ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام توقیفی ہیں کہ شریعت نے جو بتائے ان ہی ناموں سے پکارا جائے اپنی طرف سے نام ایجاد نہ کئے جائیں اگرچہ ترجمہ ان کا صحیح ہو لہٰذا رب کو عالم کہہ سکتے ہیں عاقل نہیں کہہ سکتے اسے جواد کہیں گے نہ کہ سخی حکیم کہیں گے نہ کہ طبیب، خدا رب کا نام نہیں بلکہ ایک صفت یعنی مالک کا ترجمہ ہے جیسے پروردگار، پالنہار بخشنے والا وغیرہ، خدا تعالیٰ کے بعض نام مخلوق پر بھی بولے جاتے ہیں جیسے رؤف رحیم اللہ کا نام بھی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی مگر مخلوق کے لئے ان ناموں کے اور معنی ہوں گے جب کسی صفت الٰہی کی تجلی بندے پر پڑتی ہے تو اس وقت اس پر وہ نام بولا جاتا ہے سلہ حق تعالیٰ کے دو سو ایک نام دلائل الخیرات شریف میں بیان ہوئے ہیں اور مدارج النبوت میں ہے کہ اللہ رب تعالیٰ کے ایک ہزار نام ہیں لطف یہاں تو ننانوے نام وہ گنائے گئے جن کا یاد کرنا جنتی ہونے کا ذریعہ ہے کل نام یہ نہیں ہیں، ان ناموں میں سے بعض ذاتی ہیں بعض صفاتی بعض افعالی، لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حق تعالیٰ کے نام ننانوے سے زیادہ ہیں، اور وجہ یہ ہے کہ رب کی صفات کا نہ تو شمار ہے پھر صفاتی نام زیادہ کیوں نہ ہوں سلہ یعنی جو مسلمان یہ نام یاد کرے اور روزانہ ان کا ورد کیا کرے، وہ انشاء اللہ اول ہی سے جنت میں جائے گا سلہ یعنی حق تعالیٰ ذات و صفات میں وحدہ لاشریک ہے، وہ ان اعمال کو پسند فرماتا ہے جن میں اخلاص ہو شرک کا شائبہ نہ ہو اور اس بندے کو پسند فرماتا ہے جو دنیا سے کٹ کر اس کا ہو رہے، خیال رہے کہ وتر میں بہت احتمالات ہیں سلہ چونکہ رب تعالیٰ کے صفات و افعال بہت ہیں اس لئے اس کے نام بھی بہت ہیں، نیز اس کے بندوں کی حاجتیں بہت ہیں لہٰذا رب کے نام بھی بہت کہ بندہ جو حاجت رکھتا ہو اسی نام سے پکارے بیمار پکارے یا شافی، گنہگار پکارے یا غفار، بے کار پکارے یا ستار وغیرہ، خیال رہے کہ جتنے نام رب کے ہیں اتنے ہی نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ہیں جیسا کہ کتب تصوف دیکھنے والوں پر ظاہر ہے سلہ ان ناموں میں رب تعالیٰ کے بہت سے مشہور نام نہیں آئے جیسے قدیم، وتر، شدید، کافی، رب

الجبار المتکبر الخالق الباری المصوّر الغفار القہار الوہاب الرزاق الفتاح العلیم

جبار زبردست بڑائی والا پیدا کرنے والا ایجاد فرمانے والا صورت دینے والا گناہ بخشنے والا سب پر غالب بہت دینے والا روزی رساں بہت کھولنے والا علم والا

کرم والے، اکرم، اکرم الاکرمین، ذوالعرش المجید، فعال لما یرید، مالک یوم الدین، رفیع الدرجات، ذوالقوۃ المتین، ذوالعرش، احسن الخالقین وغیرہ وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کے کل نام ننانوے ہی نہیں ہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔ رحمٰن کے معنی ہیں دنیا میں تمام بندوں پر رحم فرمانے والا اور رحیم کے معنی ہیں آخرت میں صرف مسلمانوں پر رحم فرمانے والا چونکہ دنیا آخرت سے پہلے ہے اس لئے رحمٰن کا ذکر رحیم سے پہلے ہوا۔ اکثر علماء نے اللہ الصمد کو اسم اعظم مانا ہے۔ ملک دنیاوی بادشاہ مقرری زمین کے تھوڑے سے زمانہ میں بادشاہ ہوتے ہیں رب تعالیٰ بذات خود ہمیشہ سے بادشاہ ہے سارے عالموں کا مالک حقیقی ہے قدوس کے معنی ہیں امکان وحدوث سے پاک کسی کے وہم و خیال میں آنے سے پاک سلام کے معنی ہیں عیوب سے پاک۔ غرضکہ رب تعالیٰ ذاتی و صفاتی عیوب سے ہر طرح پاک ہے۔ لہٰذا قدوس اور سلام میں بڑا فرق ہے یا سلام کے معنی ہیں مخلوق میں سے اہل ایمان کو سلامتی و امن بخشنے والا۔ مومن کے معنی ہیں مخلوق کے لئے امن و امان کے سامان پیدا فرمانے والا جسم کے لئے ہزارہا بلائیں ہیں ہر بلا سے حفاظت و امن کا قدرتی انتظام ہے روح کے لئے بھی لاکھوں آفات ہیں ان کی امان کے لئے ایمان و تقویٰ ہے غرضکہ پیدا فرمانے والا مہیمن کے معنی ہیں خلق کے اعمال و رزق و احوال کا محافظ عزیز یعنی غالب ہے جس کے آستانہ تک کسی کی رسائی بغیر اس کے کرم فرمائی کے نہ ہو سکے اس حقیقت سے رب تعالیٰ کے سوا کوئی غالب نہیں۔

جبار جبر سے بنا بمعنی ٹوٹے کو جوڑنا کسی کا حال درست کرنا اسی سے ہے جبر نقصان یعنی رب تعالیٰ بندے کی برائیوں کا بدلہ بھلائیوں سے کرنے والا ان کے ٹوٹے دلوں شکستہ حالوں کو اپنے فضل و کرم سے جوڑنے والا۔ متکبر تکبر سے بنا جس کا مادہ ہے کبر۔ تکبر کے معنی ہیں انتہائی بڑائی یعنی مخلوق کے خیال و گمان سے وراء

شعر

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم ٭ وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم

بندہ متکبر کہلاتا ہے جو بڑا نہ ہو اور اپنے کو بڑا جانے یعنی شیخی خورا۔ یہ تینوں لفظ قریب المعنی ہیں خالق کے معنی ہیں اندازہ لگانے والا باری کے معنی ہیں نیست کو ہست کرنے والا جو کچھ نہ ہو اسے سب کچھ کر دینے والا مصور کے معنی ہیں ہر چیز کو اس کے لائق صورت و نقش عطا فرمانے والا لہٰذا خلق پہلے ہے پھر برء پھر تصویر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا اخلق لکم من الطین کہیئۃ الطیر رب تعالیٰ فرماتا ہے وتخلقون افکا اور فرماتا ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین ان آیتوں میں خلق بمعنی اندازہ کرنا ہے۔ غفار غفر سے بنا بمعنی چھپانا۔ غفار کے معنی ہیں دنیا میں بندے کے گناہ چھپانے والا اور آخرت میں معاف فرمادینے والا۔ معافی بھی چھپانے ہی کی ایک قسم ہے۔ خیال رہے کہ غفار بھی مبالغہ کا صیغہ ہے اور غفور بھی اور یہ دونوں رب تعالیٰ کے نام ہیں مگر غفار میں مقدار کے لحاظ سے مبالغہ ہے اور غفور میں کیفیت کے لحاظ سے مبالغہ کروڑوں گناہوں کو چھپانے و بخشنے والا اور ہر طرح چھپانے بخشنے والا۔ قہار قہر سے بنا بمعنی جائز غلبہ۔ ناجائز دباؤ کو ظلم کہا جاتا ہے۔ قہار مبالغہ ہے یعنی رب تعالیٰ ایسا عظیم الشان غالب ہے کہ بڑی سے بڑی مخلوق اس کے دربار میں عاجز و سرنگوں ہے۔ وہاب ہبہ سے بنا جس کے معنی ہیں بغیر عوض و بغیر غرض و لالچ دینا۔ وہاب مبالغہ ہے یعنی رب تعالیٰ ہر مخلوق کو ہر چھوٹی بڑی نعمت بغیر معاوضہ بغیر کسی طمع ہر وقت دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہاب خاص رب کی عطا بالواسطہ بھی ہے اور بلاواسطہ بھی فرماتا ہے وما بکم من نعمۃ فمن اللہ۔ لہٰذا اپنے بندے نبی و اولیاء یا بندہ کو حیا بخشا کچھ منافی اس کی وہابیت کے خلاف نہیں۔ رزاق رزق سے بنا بمعنی حصہ۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے وتجعلون رزقکم انکم تکذبون۔ رزاق کے معنی ہیں ہر ایک کا حصہ پیدا فرمانے والا اور اس کے مستحق کو پہنچانے والا۔ رزق دو قسم کا ہے رزق صوری جس کا تعلق پیٹ سے ہے اور رزق معنوی جس کا تعلق روح و دل سے

اَلْقَابِضُ اَلْبَاسِطُ اَلْخَافِضُ اَلرَّافِعُ اَلْمُعِزُّ اَلْمُذِلُّ اَلسَّمِيْعُ اَلْبَصِيْرُ اَلْحَكَمُ اَلْعَدْلُ اَللَّطِيْفُ اَلْخَبِيْرُ

تنگی و فراخی دینے والا، پست و بلند کرنے والا، عزت و ذلت دینے والا، سننے دیکھنے والا، حکومت و فیصلہ والا، انصاف والا، مہربانی کرنے والا، خبر رکھنے والا

جسمانی و روحانی روزی جیسے ایمان، عرفان، قرآن وغیرہ، روحانی روزی، جیسے جسمانی روزی میں لوگ مختلف ہیں کسی کو زیادہ ملی کسی کو کم ایسے ہی روحانی روزی میں لوگ مختلف ہیں۔ یعنی اپنی رحمت سے دروازے اپنی مخلوق پر کھولنے والا اور ہر مستحق کا حال و استحقاق خوب جاننے والا تمام علم کا جاننے والا علیم و خبیر مگر ان میں وہی فرق ہے جو غفار و غفور میں عرض کیا گیا، غفار کا تعلق علیم سے بہت ہی نفیس ہے، یعنی رب تعالیٰ کے علیم و خبیر ہونے کا یہ دھیان رکھ کر گناہ چھوڑ کر رکھنا۔

اس طرح کہ جس بندے کا رزق حسی یا معنوی جب چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے، بڑے بڑے عزت والے کبھی فقیر ہو جاتے ہیں اور بڑے بے خبر کبھی امیر ہو جاتے ہیں۔ قبض و بسط ہر چیز میں ہوتا رہتا ہے، اختیار والا دینا والا کبھی عالم کی خبر رکھتے ہیں کبھی اپنی بھی خبر نہیں پاتے۔ شعر

بگفت احوال ما برق جہان است ۞ دمے پیدا و دیگر دم نہان است

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم ۞ گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

کافروں کو ذلت سے نیچا اور مومنوں کو عزت سے اونچا، دشمنوں کو بدبختی سے نیچا، دوستوں کو خوش نصیبی سے اونچا کرنے والا، یا عاشقوں کو قفس میں پھنسا کر نیچا، عاشقوں کو اپنی محبت کے اعلیٰ علیین میں پہنچا کر اونچا فرمانے والا۔ بندے کو چاہئے کہ اپنے کسی عمل پر بھروسہ نہ کرے، فخر و غرور سے رب کے ہاتھ میں مخلوق ڈھنگ کی طرح اس کے قبضہ میں ہے۔ یعنی اپنے دوستوں کو دنیا میں گناہوں سے بچا کر نیکیوں کی توفیق دے کر پھر ان کی مغفرت فرما کر پھر انہیں دار کرامت میں پہنچا کر پھر انہیں اپنا دیدار دکھا کر عزت دینے والا اور اپنے دشمنوں کو دنیا میں توفیق خیر سے محروم رکھ کر اپنی معرفت سے نا آشنا کر کے آخرت میں عذاب و عقوبت میں داخل کر کے پھر اپنی رحمت کا طوق گلے میں ڈال کر ذلت و خواری دینے والا۔ حقیقی عزت و ذلت یہ ہے۔ یعنی ہر ایک کی ہر طرح ہر وقت زبان و دل کی خطرات کی آواز سننے والا اور ہر حال دیکھنے والا۔ مگر کان و آنکھ عضو و آلات کان و آنکھ بدلتے رہتے ہیں پھر ان کی طاقتیں محدود ہیں۔ رب تعالیٰ بدلنے اور محدود ہونے سے پاک ہے۔ خیال رہے کہ یہ صفتیں صفت علم کے علاوہ ہیں۔ یعنی ایسا حاکم کہ اس کے حکم کی کہیں اپیل نہیں اس کے فیصلہ میں خطا و غلطی کا احتمال نہیں، ایسا عادل کہ کسی پر کسی طرح ظلم نہیں۔ خیال رہے کہ رب تعالیٰ کے حکم دو قسم کے ہیں تکوینی و تشریعی، تکوینی احکام میں ہم مجبور ہیں، تشریعی احکام میں ہم با اختیار اس لئے تکوینی پر سزا و جزا نہیں، تشریعی احکام پر سب کچھ ہے۔ اور عدل مصدر ہے بمعنے عادل، یہ عدل ظلم کا مقابل ہے نہ کہ رحم کا، اللہ تعالیٰ عدل فرما کر مومن گنہگار پر عدل نہ کرے گا بلکہ فضل و کرم کرے گا، لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب وہ عادل ہے تو رحیم کیسے ہوا۔ لطیف کے بہت معنے ہیں، اس کی ذات بہم و ادراک سے وراء الوریٰ ہے، مولانا فرماتے ہیں شعر

یا خفی الذات محسوس العطاء ۞ انت کالماء و نحن کالرحیٰ

انت کالریح و نحن کالغبار ۞ یختفی الریح و غبراء جہار

ایسی مہربانیاں فرمانے والا جو ہماری عقل و ادراک سے وراء ہیں شعر

جھولیاں سب کی بھرتی رہتی ہیں ۞ دینے والا نظر نہیں آتا

الحلیم العظیم الغفور الشکور العلی الکبیر الحفیظ المقیت الحسیب الجلیل الکریم الرقیب

حلم وعظمت والا بخشنے والا قدردان بلندی و بزرگی والا حفاظت فرمانے والا قوت دینے والا حساب لینے والا جلالت والا بخشش والا نگہبان

ایسی نعمتیں دینے والا جو بندے کو دونوں جہان میں کام آئیں یا لطیف و باریک چیزوں کا دیکھنے جاننے والا خبیر کے معنی ہیں ہر وقت ہر ظاہر و باطن پر اطلاع رکھنے والا بلکہ ہماری پیدائش سے پہلے ہمارے ہر حال سے خبردار لہٰذا علم کے معنی ہیں آہستگی و بردباری یعنی رب تعالیٰ مستحق سزا کو جلدی نہیں پکڑتا توبہ کی مہلت دیتا ہے یا دنیا میں مجرموں پر بھی کرم و مہربانی فرماتا ہے العظیم عظمت سے بنا یعنی بڑائی بڑائی جسمانی بھی ہوتی ہے اور رتبے و عزت کی بھی یہاں عظمت و عزت کی بڑائی مراد ہے یعنی ایسی عظمت والا کہ کسی کا گمان و وہم وہاں کام نہ کرسکے۔ شعر ؎

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا ✽ پہچان گیا میں تری پہچان یہی ہے

غفار کے معنی بھی یہی ہیں بخشنے والا اور غفور کے معنی بھی ہیں بخشنے والا بہت سے گناہوں کو بخشنے والا غفار ہمیشہ بڑے گناہوں کو بخشنے والا غفور یعنی غفار میں مقدار کا مبالغہ ہے اور غفور میں کیفیت کا مبالغہ۔ شعر ؎

جُرم و خطا کا حساب کیا وہ اگرچہ لاکھوں سے ہیں سوا ✽ مگر اے غفور ترے عفو کا حساب ہے نہ شمار ہے

شکر جب بندے کی صفت ہو تو اس کے معنی ہیں انعام پاکر منعم کی حمد و ثنا بجالانا اور جب رب تعالیٰ کی صفت ہو تو معنی ہوتے ہیں تھوڑے عمل پر بہت فضل فرمانا جس کا ترجمہ قدردان بہت مناسب ہے کہ وہ کریم بندہ کے لائق چیز ہو تیار ہے اور اس کے کام کے لائق بلکہ اپنی شان کے لائق رتبہ ایک نیکی پر بڑے بڑے جزائیں ایک نماز پڑھ کر گئی کی جزا علیحدہ مسجد کے ہر قدم کی جزا علیحدہ پھر مسجد میں اگر انتظار نماز کی جزا علیحدہ پھر نماز میں قیام کی جزا علیحدہ رکوع کی سجود کی قرأت و تسبیح کی جزا علیحدہ بعد نماز دعا مانگنے کی جزائیں علیحدہ علیحدہ غرض اس کی عطا کا شمار نہیں ہر عبادت کا یہی حال ہے اسے شکور۔ اس بندہ گنہگار کی یہ خدمت قبول فرما اور اسے صدقہ جاریہ بنا آمین بجاہ حبیبک الکریم ﷺ۔ بلندی صفاتی رکھنے والا علی اور بلندی ذات والا کبیر۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ علی وہ جس کے صفات تک عقل نہ پہنچ سکے کبیر وہ جس کے تصور ذات سے ذہن عاجز ہو علی کا مقابل حقیر ہے کبیر کا مقابل صغیر حق تعالیٰ کا رتبہ سب سے اونچا سارے رتبہ والے اس سے نیچے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی تمام صفات کی عموماً اور ان دو صفتوں کی خصوصاً تجلی ڈالی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات ہمارے وہم گمان سے وراء ہیں۔ شعر ؎

اللہ اللہ آپ کا رتبہ صلی اللہ علیہ وسلم ✽ پڑھتی ہے دنیا رتبے کا خطبہ صلی اللہ علیہ وسلم

حفیظ کے معنی ہیں عالم اور عالم کی چیزوں کا بربادی سے محفوظ رہنا اس کی حفاظت کے باعث ہے۔ ہمارے مزاج میں چار دشمنوں کو جمع فرما دیا پھر ان میں سے ہر ایک محفوظ ہے اسی کی شان ہے مقیت قوت سے بنا یعنی روزی یعنی جسمانی جناتی روحانی روزیاں پیدا فرمانے والا اور ہر ایک کو اس کے لائق روزی دینے والا کہ چیونٹی کو کن ہاتھی کو من دیتا ہے رزق و قوت میں فرق ہے اسی طرح رزاق اور مقیت میں فرق ہے۔ حسیب کے معنی کافی بھی ہے جیسے اللہ ہر چیز کے ہر طرح کافی بھی ہے اسی واسطے بندے کہتے ہیں حسبی اللہ رب تعالیٰ فرماتا ہے ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ یا بمعنی حساب لینے والا کہ ساری خلق کا حساب چار گھنٹے میں لے لوں گا ان اللہ سریع الحساب یا دنیا میں ہر بندے کو حساب سے روزی دے رہا ہے۔ جلیل کے معنی ہیں صفات جلالیہ سے موصوف یعنی بزرگی جلالت و قدر والا۔ امام غزالی نے فرمایا کبیر کامل ذاتی اور جلیل کامل صفاتی پر دال ہے کریم وہ ہے جو جرم پر قادر ہو کر معافی دے دے وعدہ کرکے

المُجِیبُ الوَاسِعُ الحَکِیمُ الوَدُودُ المَجِیدُ البَاعِثُ الشَّہِیدُ الحَقُّ الوَکِیلُ القَوِیُّ المَتِینُ الوَلِیُّ الحَمِیدُ

دعائیں قبول کرنیوالا فراخی دینے والا حکمت والا بزرگی والا اٹھانیوالا حاضر حق کارساز قوت والا مضبوط مددگار لائق تعریف

پورا کرے اور امید سے زیادہ دے اور اپنے پناہ لینے والے کو ضائع نہ کرے تمام وسیلوں سے بے نیاز ہو۔ غرضکہ ایک لفظ کریم تمام معانی کا مجموعہ ہے رقیب وہ حافظ جس کی حفاظت سے کوئی چیز کسی طرح کے لئے باہر نہ ہو سکے۔ رقابت میں علم و حفظ ہے لازم ہے۔ مجیب کے معنی ہیں پکارنے والے کو جواب دینے والا یا مانگنے والوں کی دعائیں، آرزوئیں پوری کرنے والا بلکہ ہماری پیدائش سے پہلے ہماری ضروریات پوری فرمانے والا شعر

ما نبودیم و تقاضا ما نبود ✽ لطف تو ناگفتۂ ما مے شنود

واسع وسعت سے بنا بمعنی فراخی یا احاطہ رب العباد واسع ہے کہ اس کا علم اس کی قدرت، رحمت، حکمت اس کی عطا فرش کو گھیرے ہے۔ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ کرسی کی نہایت نفیس تفسیر ہماری تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کیجئے آیت الکرسی کے ماتحت، حکیم حکمۃ سے ہے یا حکمت سے یعنی ہر چیز کا جاننے والا کہ اس کے فیصلہ پر کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں یا اس کا ہر کام حکمت سے ہے کوئی چیز عبث نہیں بنائی، ودود ودّ سے بنا بمعنی سچی محبت یعنی اپنے دوستوں سے ان کے اچھے اعمال سے محبت فرمانے والا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا کو پسند فرمانے والا، مجید مجد سے بنا بمعنی بزرگی یعنی ایسی بزرگی والا کہ اس کی بزرگی تک کسی کے وہم کی رسائی نہیں یا ہر طرح بزرگ کہ اس کی ذات و صفات و افعال سب بزرگ، باعث بعث سے بنا بمعنی اٹھانا یعنی سوتوں کو نیند سے مردوں کو قبروں سے مردہ دلوں کو علم سے اٹھانے والا۔ غرضکہ باعث میں بہت وسعت ہے، شہید شہادت سے بنا یا شہود سے یعنی رب تعالیٰ بندے کے ہر عمل کا گواہ ہے کہ وہ ہر وقت ہر عمل کو دیکھ رہا ہے یا ہر جگہ حاضر ہے، مومنوں کے ایمان میں حاضر، عارفوں کی جان میں حاضر، خیال رہے کہ رب تعالیٰ کا نام شہید ہے حاضر نہیں کیونکہ رب کی ذات جسمانی یا مکانی حضور سے پاک ہے اور اس کا علم و قدرت و رحمت ہر جگہ موجود ہے حضور و شہود میں بڑا فرق ہے رب کی صفات ہر جگہ ہیں نہیں کہ مکان سے پاک و منزہ ہے، حق باطل کا مقابل ہے، باطل بمعنی معدوم ہے تو حق بمعنی ثابت و موجود، رب تعالیٰ ایسا موجود ہے کہ اس کے وجود کو فنا نہیں اور تمام موجودات اس کے کرم سے موجود ہیں، جیسے تمام دھوپیں اور سائے آفتاب کے فیض سے ہیں، رب تعالیٰ گویا سورج ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم گویا دیوار، ساری خلق اس دیوار اور ساری خلق اس دیوار کا سایہ کہ اگر درمیان سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہٹ جائے تو دھوپ ہی رہ جائے خلقت ختم ہو جائے مصرعہ اصل بے ظل بند ہاتم پہ گردد ہر دو دید امام غزالی نے فرمایا کہ قوت کے معنی ہیں کامل قدرت اور متانت کے معنی ہیں اس قدرت کی پختگی و مضبوطی، رب تعالیٰ فرماتا ہے ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِینُ یعنی وہ مضبوط قدرت و طاقت والا ہے، حول، قوت، قدرت میں بڑا فرق ہے۔ جیسے مرقات نے اس جگہ بہت تفصیل سے بیان کیا، ولی یا تو ولی سے ہے بمعنی قرب یا ولایت سے بمعنی والی ہونا یا مددگار ہونا یعنی اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی ان کے دشمنوں کے مقابل مدد فرمانے والا ہے یا ان کا والی و وارث و متولی امور ہے فرماتا ہے اللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ اور فرماتا ہے وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یا اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے قریب ہے حمید حمد سے بنا بمعنی اسم فاعل یا بمعنی اسم مفعول یعنی اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی حمد فرماتا ہے اسی لئے ان کا نام حامد ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد، خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد ہے یعنی بہت ہی حمد کئے ہوئے اور رب کا نام ہے محمود یعنی حمد کیا ہوا کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے محمد ہیں اور اللہ تعالیٰ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا محمود اور ظاہر ہے کہ اللہ کی محمدیت اعلیٰ ہے اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محمودیت بہت اکمل ہے

الْمُحْصِیْ الْمُبْدِئُ الْمُعِیْدُ الْمُحْیِیْ الْمُمِیْتُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ
الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِیْ الْمُتَعَالِیْ الْبَرُّ التَّوَّابُ

سب کو علم قدرت سے گھیرنے والا پہلی بار پیدا کرنے والا دوبارہ پیدا کرنے والا زندگی دینے والا موت دینے والا زندہ ہمیشہ قائم رکھنے والا وجود و ہستی والا بزرگی والا ایک اکیلا بے نیاز
قدرت والا قوت اقتدار والا آگے کرنے والا پیچھے کرنے والا سب سے پہلا سب سے پچھلا ظاہر پوشیدہ مددگار عظمت والا احسان فرمانے والا توبہ قبول کرنے والا

محصی احصاء سے بنا بمعنی شمار کرنا ، ور گنا یعنی اللہ تعالیٰ ایسا علیم ہے کہ سب کو تفصیلی عدد وار جانتا ہے اس کا علم گول مول اجمالی نہیں جیسے عظیم الشان مجمع دیکھ کر ہم مجمع کا اجمالی علم ہو جاتا ہے کہ دس ہزار آدمی ہیں مگر ان کی تفصیل نہیں معلوم ہوتی بلکہ اس کا علم تفصیلی ہے۔ اس نے خلق کو پہلے پیدا کیا لہذا وہ مبدی ہے وہ قیامت میں سب کو دوبارہ اٹھائے گا لہذا وہ معید ہے یا اس نے ہم کو پہلے مٹی سے بنایا لہذا وہ مبدی ہے اور وہی ہم کو موت دے کر پھر مٹی ہی میں لوٹا دیتا ہے لہذا وہ معید ہے خیال رہے کہ مردہ خواہ دفن ہو یا جلا دیا جائے یا اسے جانور کھا جائے آخر کار رہتا مٹی ہی ہے کہ گل کر راکھ بنا یا جانور کے پیٹ میں پاخانہ بن پھر وہ راکھ یا پاخانہ مٹی بن گئی رب تعالیٰ نے فرمایا مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ بالکل حق ہے جسم کو جان سے اور جان کو ایمان سے ایمان کو عرفان سے ، انسان کو علم و معرفت رحمان سے زمین کو سبزوں سے زندگی بخشتا ہے پھر کفار کو کفر سے غافلوں کو غفلت سے موت دیتا ہے۔ حی یعنی وہ خود زندہ و قائم ہے اور مردوں کو زندہ و قائم رکھتا ہے کہ تمام کی بقا اسی سے ہے ، اگر اس سے نسبت نہ رہے تو کوئی کچھ نہ رہے صوفیاء کی اصطلاح میں ولایت کا ایک درجہ بھی قیومیت کہلاتا ہے جس پر پہنچ کر بندہ قیوم کہلاتا ہے وہاں قیوم کے معنی ہیں باعث قیام عالم لفظ قیوم ایک ہے مگر رب تعالیٰ کیلئے ایک معنی ہیں اور بندہ کیلئے دوسرے معنی ہیں جیسے حی ، سمیع ، بصیر اللہ تعالیٰ کی بھی صفت ہے اور اسکے بندوں کی بھی مگر مختلف معنی سے اسی لئے اولیاء اللہ کو قیوم اول ، قیوم ثانی وغیرہ کہا جاتا ہے کہ وہ ہی واجب الوجود ہے سب اسی کے موجود کرنے سے موجود ہیں حقیقی بزرگی اسی کی ہے اور سب اس کے بنانے سے بزرگ بنے ، واجد یعنی کامل وجود و ہستی والا ، واحد یعنی ایک اور احد یعنی اکیلا و یگانہ یعنی ذاتاً بھی ایک کہ اس کے سوا دوسرا رب نہیں صفاتاً بھی ایک کہ اس جیسا کوئی نہیں افعالاً بھی ایک کہ اس جیسا کوئی اچھے افعال والا نہیں ، لہذا واحد اور احد میں تکرار نہیں۔ صمد کے بہت معنی ہیں وہ مالک جہاں سرداری و مالکیت ختم ہے وہ بے خوف جسے کسی کا ڈر نہیں ، حاجت و آفت سے منزہ و بری ، وہ باقی جسے فنا نہیں ، وہ سردار جس پر سارے بندے بھروسہ توکل کریں وہ مستحق جسے قصد و ارادہ یعنی ان کی توکل و بھروسہ اسی کی ذات ہے شیخ نے فرمایا کہ اس اسم کی تجلی جس پر پڑ جائے وہ دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم و ایمان و عرفان کسی سے حاصل نہ کیا سب نے سب کچھ حضور سے حضور نے یہ پردہ فرمایا ہے صلی اللہ علیہ وسلم یہ صمدیت کی تجلی ہے۔ قادر و مقتدر دونوں قدرت سے بنے مگر مقتدر میں مبالغہ ہے قادر جو مختار ہو چاہے کرے یا نہ کرے یا وہ ہے مقتدر وہ کہ بغیر کسی کام میں کسی کی مدد کا حاجتمند نہ ہو شاہانہ آگے پیچھے کرنے والا جیسے اسباب کو آگے کر دیا مسببات کو پیچھے ماں باپ کو آگے اولاد کو پیچھے فرما دیا یا مصطفےٰ کو انبیاء و اولیاء کو درجہ و مراتب میں سب سے آگے فرما دیا دوسروں کو ان کے پیچھے لگا دیا یا ہمارے حضور کو آگے بھی کیا کہ حضور کا نور سب سے پہلے پیدا ہوا صلی اللہ علیہ وسلم اور پیچھے بھی فرما دیا کہ آپ کا ظہور سب کے پیچھے ہوا صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس آگے پیچھے کے مزید معانی ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں ملاحظہ فرمائیے۔ اس طرح کہ ہمیشہ سے ہے جس کی ابتداء نہیں لہذا وہ اول ہے اور ہمیشہ تک ہے کہ جس کی انتہا نہیں لہذا وہ سب کے پیچھے بھی ہے یا وجود میں اول ہے سلوک میں آخر یا سب کی ابتداء بھی اسی سے ہے لہذا اول ہے اور سب کی انتہا بھی اسی پر لہذا وہ آخر ہے سب اسی کی طرف لوٹیں گے۔ شعر ۔

الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّءُوْفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِيُّ الْمُغْنِيُّ الْمُعْطِيُّ الْمَانِعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِيُّ الْبَدِيْعُ الْبَاقِيُّ الْوَارِثُ الرَّشِيْدُ الصَّبُوْرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

بدلہ لینے والا معافی دینے والا مہربانی والا ملک کا مالک[۳] غضب و کرم والا[۴] انصاف والا جمع فرمانے والا بے پرواہ اور بے پرواہ کر دینے والا دینے والا روکنے والا نفع نقصان کا مالک[۵] روشن کرنے والا ہدایت دینے والا بے مثال ہمیشہ باقی وارث[۶] ہدایت دینے والا صبر والا[۷] (ترمذی)

ذکر تیرہ ہیں رہے بلا ذکر میں جو باقی ÷ مٹیں گے سارے تجلی پہ رہے گا تو باقی

۱؎ صفات رحمت و جمال سب پر کھولدی ذات سب سے چھپی شعر۔

بے حجابی ہیں یہ کہ ہر ذرہ میں جلوہ آشکار ÷ اس پہ یہ پردہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے
یار تیرے حسن کو تشبیہ دوں کس چیز سے ÷ ایک تو ہی دیدہ ہے تیرے سوا نادیدہ ہے

۲؎ یعنی سب کا والی وارث سب کے خیال و وہم سے وراء تمام عیوب سے منزہ سب پر احسان فرمانے والا جیسے ہو یا اپنے کرم سے زیادہ کہ اس کے استحقاق سے زیادہ گنہگاروں کی توبہ قبول فرما کر انہیں بخشنے والا ہے اور توبہ کی توفیق دینے والا بلکہ گنہگاروں کو پکار پکار کر بلانے والا کہ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا۔ جسے وہ توبہ کی توفیق دیتا ہے تو بندہ توبہ کرتا ہے فرماتا ہے ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا۔ توبہ بندے کی بھی صفت ہے یعنی گناہوں سے رجوع کرنا اور رب کی صفت ہے یعنی ارادۂ عذاب سے رجوع فرمالینا۔

۳؎ یعنی کفار فجار سے بدلہ لینے والا مومن گنہگار کو معافی دینے والا، وہ عادل ہے یہ فضل۔ غفور سے عفو زیادہ مبالغہ ہے کہ غفر کے معنے ہیں چھپانا عفو کے معنے ہیں مٹانا، غفور عیبوں کے عیب چھپانے والا عفو عیبوں کو مٹانے والا۔ رؤف رافت سے بنا یعنی بے حد رحمت جس کی انتہا نہ ہو۔ بعض عشاق نے فرمایا کہ بندے کی حاجت کی بنا پر احسان کرنا رحمت ہے اور اپنی عادت کی بنا پر احسان فرمانا رافت۔ ملک ظاہر خلق ہے اور ملکوت باطنی خلق، حق تعالیٰ ہمارے جسموں کا مالک ہماری روح کا مالک، لہذا وہ مالک الملک بھی اور مالک ملکوت بھی۔ ۴؎ ذو الجلال رب کی صفت ذاتیہ ہے اور اکرام اس کی صفت فعلیہ یعنی جلال اس کی ذات میں ہے اور اکرام مخلوق پر ہے۔ بعض نے فرمایا کہ یہ اسم اعظم ہے۔ ۵؎ قسط کے معنے ظلم بھی ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا۔ اور یعنی عدل و انصاف بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ۔ مگر جب یہ باب افعال میں آئے تو عدل و انصاف ہی کے معنے میں ہوتا ہے یعنی عدل قائم کرنا، یا ظلم زائل کرنا۔ مقسط کے معنے ہوئے مظلوموں سے ظالموں کا ظلم دور فرمانے والا، رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔ جامع کے معنے خود تمام صفات کمالیہ کا جامع ہے کہ تمام خوبیاں اس میں جمع ہیں یا تمام بکھری خلق کو قیامت میں جمع فرمانے والا، رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ یا تمام بکھرے انسانوں کو بذریعہ اسلام، قرآن، ایمان میں جمع فرمانے والا۔ خود غنی ہے کہ اسے کسی کی حاجت نہیں اور مغنی بھی ہے کہ جسے چاہے اپنے ماسوا سے غنی و بے نیاز کر دے اور اسے رب کے سوا کسی کی حاجت نہ رہے۔ ۶؎ یعنی جسے جو چاہے عطا دے، بے پرواہ ہو کر لائق کو دینے والا نالائق کو نہ دینے والا، یا اسباب خیر دینے والا اور اسباب شر نہ دینے والا کہ رب مانگتا ہے مگر وہ اپنے کرم سے نہیں دیتا۔ نفع نقصان سب اسی کی ملک ہے کسی کو نفع دیتا ہے تاکہ وہ شکر کر کے قرب حاصل کرے، کسی کو نقصان دیتا ہے کہ وہ صبر کر کے قریب ہو۔ ۷؎ نور وہ جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کرے، رب تعالیٰ خود ظاہر بھی ہے اور اس نے اپنے محبوبوں کو خلق پر ظاہر بھی کر دیا، یا رب تعالیٰ نور بخشنے والا ہے

وَالْبَیْہَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْکَبِیْرِ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ہٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔ وَعَنْ بُرَیْدَۃَ اَنَّ
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا یَقُوْلُ اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ
اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ فَقَالَ دَعَی اللّٰہَ بِاسْمِہِ
الْاَعْظَمِ الَّذِیْ اِذَا سُئِلَ بِہٖ اَعْطٰی وَاِذَا دُعِیَ بِہٖ اَجَابَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤٗدَ۔ وَعَنْ اَنَسٍ

بیہقی دعوات کبیر میں ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت بریدہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا کہ الٰہی میں تجھ سے مانگتا
ہوں اس کے ذریعہ کہ تو ہی اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ایک ہے بے نیاز ہے جس نے نہ جنا اور نہ جنا گیا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے تو حضور انور نے فرمایا اس نے اللہ کے اسم اعظم کے ساتھ
دعا کی ہے کہ جب اسم اعظم سے مانگا جائے تو دیتا ہے اور جب اس نام سے دعا کی جائے تو قبول کرتا ہے ترمذی، ابوداؤد روایت ہے حضرت انس سے

مجبوروں کو نوازنے والا ہے فرماتا ہے اللہ نور السموات والارض اور فرماتا ہے قد جاءکم من اللہ نور۔ ہدایت کے معنی راہ دکھانا بھی ہیں اور مقصود پر پہنچانا
بھی اللہ تعالیٰ دونوں معنی سے ہادی ہے۔ بدیع کے معنی ہیں خود بے مثال کہ کوئی ذات صفات میں اس کا مثل نہیں، فرماتا ہے لیس کمثلہ شیء
یا بغیر مثال عالم بنانے والا یعنی موجد فرماتا ہے بدیع السموات والارض یا اپنے بندوں میں سے بعض کو بے مثال کرنے والا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے
مثال پیدا فرمایا۔ باقی کے معنی ہیں دائم الوجود کبھی فنا نہ ہو۔ وارث کے معنی ہیں بندوں کی فنا کے بعد باقی رہنے والا جب کوئی دعویدار نہ رہے گا تو بھی وہ رہے، فرماتا ہے
انا نحن نرث الارض ومن علیہا۔ وارث کے دوسرے معنی ہیں رب تعالیٰ پاک ہے یعنی مخلوق کے سب دعوے باطل ہو چکے [illegible] معاذ اللہ رشید و ہادی دونوں
کے معنی ہیں ہدایت دینے والا، مگر ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ ابتدائی فطری ہدایت کو رشد کہتے ہیں اور اختیاری ہدایت کو ہدایت، سارے انسان
بلکہ تمام جانور کھانے اور رکھنے کی چیزوں کو پہچانتے ہیں یہ رشد ہے اور بعض انبیائے کرام بعض کو ایمان ملتا ہے یہ رب کی ہدایت ہے رشد کا مقابل غوایت
ہے اور ہدایت کا مقابل ضلالت ہے رشید بھی اور رشیدی [illegible] مقابل ہیں صبور صبر سے بنا ہے [illegible] اگر یہ بندے کی صفت ہو تو
اس کے معنی ہوتے ہیں گھبراہٹ سے بچنے اور روکنا اگر رب کی صفت ہو تو معنی ہوتے ہیں مجرموں کے عذاب میں جلدی نہ فرمانا وقت سے پہلے کوئی کام نہ کرنا صبور
وہ جو جلدی نہیں کرتا مگر دیر سے سزا دے حلیم وہ جو کبھی سزا نہ دے رب تعالیٰ کفار کے لیے صبور ہے اور گنہگار مومن کے لیے حلیم ہے کریم ہے، رحیم ہے۔

لہ یہاں مرقات نے فرمایا کہ تمام اسمائے الٰہیہ آیات و دیگر احادیث میں بھی آئے ہیں مگر مجموعہ اس روایت کے سوا اور کسی حدیث میں نہ آئے ہاں ایک حدیث میں یہ
ہے فاتحہ [illegible] عن اللہ۔ یعنی مولا تیرے ناموں کے طفیل وسیلے سے تجھ سے دعا مانگ رہا ہوں ان ناموں کے صدقے سے میری مشکل
یہ دعا مانگنے والے حضرت ابو موسیٰ اشعری تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وسیلہ کے ساتھ دعا کرنا بہتر ہے وسیلہ خواہ اسمائے الٰہیہ کا ہو خواہ اس کے کسی محبوب بندے کا
سے بعض علماء نے فرمایا کہ اللہ اسم اعظم ہے کیونکہ یہ اسم ذات ہے جو سوائے خدا تعالیٰ کے کسی پر نہیں بولا جاتا بعض نے فرمایا کہ لا الٰہ الا انت اسم اعظم ہے بعض
کے خیال میں رب تعالیٰ کے بعض نام بعض کے مقابلہ میں اسم اعظم ہیں جیسے رحمٰن بمقابلہ رحیم کے اسم اعظم ہے۔ اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے، ایک
یہ کہ دعا میں اللّٰھم کہنا بہت بہتر ہے کہ اللہ اسم ذات ہے اور میم میں تمام ان ناموں کی طرف اشارہ ہے جن کے اول میں میم ہے جیسے ملک، مالک، منان، وغیرہ
دوسرے یہ کہ دعا کے آداب سے یہ ہے کہ پہلے حمد الٰہی کرے پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف، پھر اپنے گناہوں کا اعتراف پھر عرض حاجات تیسرے

قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَجُلٌ يُصَلِّي فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ اَسْأَلُكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا اللّٰهَ بِاسْمِهِ الْاَعْظَمِ الَّذِيْ اِذَا دُعِيَ بِهٖ اَجَابَ وَاِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰى رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِسْمُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ فِيْ هَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ وَفَاتِحَةِ اٰلِ عِمْرَانَ الٓمٓ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ❁ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ

فرماتے ہیں میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھا تھا ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس نے اپنی دعا میں کہا الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں کیونکہ تیری ہی تعریف ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو مہربان محسن ہے زمین و آسمان کا موجد ہے اے جلالت و کرم والے اے زندہ اے قائم رکھنے والے میں تجھ سے مانگتا ہوں تب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے اللہ کے اس اسم اعظم سے دعا مانگی کہ جب اس سے دعا مانگی جائے تو قبول فرماتا ہے اور جب اس نام سے کچھ مانگا جاوے تو دیتا ہے (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے تمہارا معبود ایک معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں رحم والا مہربان ہے اور سورۂ آل عمران کے شروع میں الٓمٓ اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ قائم رکھنے والا

(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت سعد سے فرماتے ہیں

کہ اللّٰھم یا ذا الا الہ الا انت۔ اسم اعظم ہے حنان کے معنی ہیں بہت مہربان منان کے معنی ہیں بہت احسان کرنے والا اس میں اشارۃً عرض کیا گیا کہ تو بغیر ہمارے استحقاق کے دیتا ہے [illegible] اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بہت [illegible] احسان جتانے والا تیرے سوا کسی سے نہیں مانگتا [illegible] تیرا ہی بندہ ہوں [illegible] اس لئے صحابہ کرام نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے حاجت مانگی ہے اس دونوں حدیثوں میں اللّٰھم اور لا الہ الا انت مشترک طور پر موجود ہیں، اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ ان دونوں میں کوئی نام اسم اعظم ہے۔ بعض نے فرمایا کہ جمعہ کی ساعت قبولیت دعا اور شب قدر کی طرح اسم اعظم بھی مخفی ہے تاکہ بندے اس کی تلاش میں رہیں یہ تلاش بھی عبادت ہے کہ اسے احمد ابن حبان حاکم، ابن ابی شیبہ نے کچھ فرق سے روایت فرمایا (مرقات) ❁ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ رب تعالیٰ کا اسم اعظم لا الہ الا ھو ہے کیونکہ ان دونوں آیتوں میں یہی مشترک ہے امام فخر الدین رازی نے فرمایا کہ اسم اعظم الحی القیوم ہے امام جزری نے فرمایا کہ اسم اعظم لا الہ الا ھو الحی القیوم ہے حاکم نے حضرت عبداللہ ابن عباس و ابو الدرداء رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ اسم اعظم رب ہے حضرت امام زین العابدین نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ اسم اعظم اللہ الذی لا الہ الا ھو رب العرش العظیم ہے بعض نے فرمایا کلمہ طیبہ اسم اعظم ہے بعض نے کہا اسم

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْوَةُ ذِي النُّوْنِ إِذْ دَعَا رَبَّهُ وَهُوَ فِي بَطْنِ الْحُوْتِ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِي شَيْءٍ إِلَّا اسْتُجِيبَ لَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مچھلی والے صاحب کی دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے رب سے کی یہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے میں ظالموں میں سے ہوں جو کوئی مسلمان کسی حاجت میں یہ دعا مانگے گا اللہ قبول فرمائے گا (احمد، ترمذی) تیسری فصل روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں میں رسول اللہ ؎

اعظم میں بہت روایات ہیں جنہیں امام جلال الدین سیوطی نے ایک رسالہ میں اور مولانا علی قاری نے مرقات میں جمع فرمایا خیال رہے کہ اللہ تعالٰے کے سارے ہی نام عظیم ہیں کوئی ناقص نہیں مگر بعض نام اعظم یعنی بہت بڑے ثواب و تاثیر والے ہیں بعض صوفیاء نے فرمایا کہ جو نام خلوص دل اور عشق و محبت سے لیا جائے وہی اسم اعظم ہے یہی امام جعفر صادق کا قول ہے ۔ ذوالنون حضرت یونس علیہ السلام کا لقب ہے کیونکہ آپ کچھ روز مچھلی کے پیٹ میں رہے تھے ، مگر اس کی غذا بن کر نہیں کہ نبی کا جسم تو قبر کی مٹی بھی نہیں کھاتی یہ جانور مچھلی کیسے کھا لے بلکہ امانت ہی بن کر اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا فالتقمه الحوت انہیں مچھلی نے نگل لیا جیسے موتی کو نگل لیتی ہے یہ نہ فرمایا کہ مچھلی نے انہیں کھا لیا علماء فرماتے ہیں کہ اس مچھلی کا پیٹ عرش اعظم سے افضل ہے کہ پیغمبر کا چند دن تجلی گاہ رہا جب مچھلی کا پیٹ عرش اعظم سے افضل ہو گیا تو حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کا وہ شکم پاک جس میں سید الانبیاء نو ماہ تک جلوہ افروز رہے ، وہ تو عرش سے کہیں افضل ہے اس کی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی جلد اول ملاحظہ فرمائیے قیمتی موتی قیمتی ڈبی میں رکھا جاتا ہے ۔ اس سے بھی اشارۃً معلوم ہوا کہ لا الہ الا انت اسم اعظم ہے اور یہ دعا حضرت یونس علیہ السلام کو رب تعالٰے کی طرف سے الہام ہوئی اسی دعا کی برکت سے آئی آفتیں ٹل جاتی ہیں ، بڑی مشکلیں حل ہو جاتی ہیں خیال رہے کہ ظلم کے تین معنے ہیں ، کفر و شرک رب تعالٰے فرماتا ہے ان الشرک لظلم عظیم گناہ ، خطاء ، بھول چوک یہاں تیسرے معنے مراد ہیں کیونکہ حضرات انبیاء بد عقیدگی و بدعملی سے معصوم و محفوظ ہیں نیز حضرت یونس علیہ السلام سے اس موقعہ پر صرف خطاء ہی سرزد ہوئی تھی جیسا کہ اس کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رب تعالٰے نے آپ کو مقام نینوی موصل کا نبی کیا جب قوم نے آپ کی اطاعت نہ کی تو آپ نے بحکم پروردگار انہیں خبر دی کہ تین دن بعد تم پر عذاب آ جائے گا اور آپ نینوی سے جو موصل کا ایک شہر ہے بغیر حکم الٰہی آگے روانہ ہو گئے یہ سمجھ کر کہ عذاب کی جگہ سے پیغمبر کو چلا جانا چاہیے پھر عذاب کا بادل نینوی پر چھا گیا وہاں کے باشندوں نے سچی توبہ کر لی اور آیا ہوا عذاب ٹل گیا تین دن کے بعد آپ نے دور سے اس شہر کو دیکھا تو آباد تھا آپ شہر میں اس لئے نہ آئے کہ میں نے تو انہیں عذاب کی خبر دی تھی اور عذاب آیا نہیں اب میری وہاں بڑی بے عزتی ہو گی اور دوسری جگہ چلے گئے جاتے ہوئے دریا سامنے آیا کشتی میں بیٹھے ، درمیان سمندر میں کشتی ٹھہر گئی ، ملاحوں نے کہا شاید اس کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام ہے جس کی نحوست سے کشتی آگے نہیں چلتی آپ نے فرمایا وہ میں ہی ہوں اور دریا میں چھلانگ لگا دی ایک مچھلی منہ پھاڑے بیٹھی تھی وہ آپ کو نگل گئی اور دریائے نیل پھر دجلہ میں ہوتی ہوئی شام کے علاقہ میں جا نکلی وہاں دریا آپ کو زمین پر اگل دیا پھر کدو کی بیل نے آپ پر سایہ کیا ہرنی آپ کو دودھ پلاتی رہی (مرقات وغیرہ) اس لئے رب تعالٰی کا وعدہ ہے کہ فرمایا فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ یعنی اس دعا کی برکت سے ہم نے انہیں بھی غم سے نجات دی اور تا قیامت مسلمانوں کو بھی اسی کی برکت سے نجات دیا کریں گے (مرقات) معلوم ہوا کہ ہر تنگی کی تدبیر یہی دعا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ عِشَاءً فَإِذَا رَجُلٌ يَقْرَأُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتَقُوْلُ هٰذَا مُرَاءٍ قَالَ بَلْ مُؤْمِنٌ مُنِيْبٌ قَالَ وَأَبُوْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيُّ يَقْرَأُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَسَمَّعُ لِقِرَاءَتِهِ ثُمَّ جَلَسَ أَبُوْ مُوْسٰى يَدْعُوْ فَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُشْهِدُكَ أَنَّكَ أَنْتَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَأَلَ اللّٰهَ بِاسْمِهِ الَّذِيْ إِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطٰى وَإِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أُخْبِرُهُ بِمَا سَمِعْتُ مِنْكَ قَالَ نَعَمْ فَأَخْبَرْتُهُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ أَنْتَ الْيَوْمَ لِيْ أَخٌ صَدِيْقٌ حَدَّثْتَنِيْ بِحَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کے وقت مسجد میں گیا تو وہاں ایک شخص بلند آواز سے تلاوت کر رہا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا حضور فرماتے ہیں کہ یہ ریاکار ہے فرمایا بلکہ رجوع کرنے والا مومن ہے۱؎ فرمایا اور ابو موسیٰ اشعری خوب بلند آواز سے تلاوت کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قرأت غور سے سننے لگے پھر ابو موسیٰ بیٹھ کر دعا مانگنے لگے یوں کہا الٰہی میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں اکیلا ایک بے نیاز ہے جس کا کوئی ہمسر نہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے اللہ سے اس نام سے دعا مانگی کہ جب اس نام سے کچھ مانگا جاوے تو رب دیتا ہے جب اس نام سے دعا کی جاوے تو قبول کرتا ہے۲؎ میں نے عرض کیا میں انہیں وہ بتا دوں جو میں نے آپ سے سنا فرمایا ہاں میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی خبر دی انہوں نے مجھ سے فرمایا تم آج سے میرے بھائی ہو کیونکہ تم نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پہنچائی۳؎

۱؎ [illegible] یعنی یا رسول اللہ یہ شخص اپنی مسجد شریف میں چیخ کر ذکر و تلاوت کر رہا ہے کیا حضور والا فرماتے ہیں کہ یہ ریاکار ہے ریاکار نفس ہوتا ہے اس لئے پکار کر پڑھتا ہے تاکہ لوگوں کو دکھا سکے اس سے معلوم ہوا کہ ایک مومن پر کسی پر بدگمانی نہ کرنی چاہیے دل کا حال اللہ ہی جانتا ہے اعمال ظاہری پر حکم لگانا چاہیے دو صحابی ... گمان کیا صاحب حضرت ابو موسیٰ اشعری تھے آپ بڑے ہی خوش الحان تھے حضور انور نے آپ کو ریاکار نہ کہا بلکہ ان کی قرأت کا احتمال کیا حالانکہ آپ جلیل القدر صحابی ہیں آپ پر ریاکاری کا الزام بہت عجیب ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی قرأت سے بہت ہی خوش ہوتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم خوش الحانی سے پڑھنا چاہیے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے کی تلاوت سننا سنت ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ تلاوت کے بعد دعا مانگنا سنت صحابہ ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا سے پہلے رب تعالیٰ کے اچھے اچھے نام لینا اور ان کے وسیلہ سے دعا مانگنا سنت ہے۔ ۲؎ یعنی ان ناموں میں رب تعالیٰ کا اسم اعظم ہے اور اسم اعظم کی یہ تاثیر ہے کہ اس کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں رب تعالیٰ کی جناب سے بھیک ملتی ہے اسی بنا پر بعض نے فرمایا کہ لا الٰہ الا انت اسم اعظم ہے اگرچہ اس میں یہ نام شریف موجود ہے۔ ۳؎ یعنی چونکہ تم نے مجھے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک پہنچائی لہٰذا تم آج سے میرے محسن بھائی ہو اور چونکہ تم نے مجھے ایک خوشخبری بھی سنائی لہٰذا آج سے تم میرے دوست بھی ہو اس سے معلوم ہوا کہ محدثین و فقہاء سے محبت کرنا چاہیے کیونکہ یہ حضرات ہمارے محسن ہیں کہ ہم تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰہ علیہ وسلم رواہ رزین۔ بَابُ ثَوَابِ التَّسْبِیْحِ وَالتَّحْمِیْدِ وَالتَّھْلِیْلِ وَالتَّکْبِیْرِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْكَلَامِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَحَبُّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا يَضُرُّكَ بِاَيِّهِنَّ بَدَاْتَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ اَقُوْلَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(رزین) سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر کہنے کا باب پہلی فصل روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے افضل کلمات چار ہیں[1] سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر[2] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اللہ کو پیارے کلمات چار ہیں سبحان اللہ الحمد للہ اور لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر جس کلمہ سے ابتدا کرو مضر نہیں[3] (مسلم) اور روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا سبحان اللہ، الحمد للہ اور لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر کہنا مجھے اس سب سے پیارا ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے[4] (مسلم)۔

سے فرمان پہنچاتے ہیں سُنت ہے۔ بڑے بدنصیب ہیں وہ جو محدثین یا علماء سے نفرت یا عداوت رکھیں۔ ۱ے یہ تعمیم کے بعد تخصیص ہے کیونکہ پہلے باب میں ذکر اللہ کے فضائل ہوئے ذکر اللہ میں یہ تسبیح وغیرہ بھی داخل تھی۔ مگر چونکہ دیگر اذکار سے یہ ذکر افضل ہیں، اسی لیے ان کے ثواب کے لیے علیحدہ باب بنایا۔ خیال رہے کہ تسبیح کے معنے ہیں اللہ تعالٰی کو تمام نقصان و عیوب سے پاک جاننا یا پاک بیان کرنا، اسمائے الٰہیہ ورد کرنے والے پر اس نام کی تجلی وارد ہوتی ہے، تو جو سبحان اللہ کا ورد کیا کرے تو ان شاء اللہ خود بھی برائیوں سے پاک ہو جائیگا۔ تسبیح بہت اعلٰی ذکر ہے اسی لیے نماز شروع کرتے ہیں سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ سے، رکوع میں سُبْحٰنَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ، سجود میں سُبْحٰنَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى، ہر عجیب پر سُبْحٰنَ اللّٰهِ کہتے ہیں۔ ۲ے یعنی انسانی کلمات یا دوسرے ورد وظیفوں سے یہ چار کلمے بہت ثواب کا باعث ہیں، کیونکہ ان کلمات میں رب تعالٰی کی بے شمار حمدیں مذکور ہیں۔ سبحان اللہ کے معنے ہیں اللہ تعالٰی کو سارے عیوب سے پاک مانتا ہوں۔ الحمد للہ کے معنی ہوئے تمام ہی تعریفیں رب تعالٰی کی ہیں کہ وہ تمام صفات کمالیہ کا جامع ہے۔ لا الٰہ الخ وہ کلمہ ہے جسے پڑھ کر بندہ مسلمان بنتا ہے اور اللہ اکبر میں اس کی کبریائی اور ہر مخلوق سے بڑے ہونے کا اعتراف ہے لہذا یہ کلمات رب تعالٰی کی جامع صفات ہیں۔ اب حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سب سے افضل تو قرآن شریف ہے پھر یہ کلمات کیسے افضل ہو گئے۔ خیال رہے کہ یہ چاروں کلمات قرآن شریف میں موجود ہیں۔ لگاتار تین تو صراحۃً اور چوتھا کلمہ اشارۃً وغیرہ، دوسری روایت میں ہے کہ یہ کلمات باقیات صالحات سے ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ ان کلمات کو کلام فرمانا لغۃً ہے نہ کہ اصطلاحًا لہذا اگر کوئی شخص کلام نہ کرنے کی قسم کھائے، وہ ان کلمات کے پڑھنے سے حانث نہ ہوگا، کہ قسم میں کلام سے مراد انسانی کلام ہے جیسے اصطلاح میں کلام کہا جاتا ہے۔ ۳ے اللہ اکبر کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالٰی ہماری حمد و ثنا بلکہ ہمارے خیال و وہم سے بڑا ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ میں تیری ثنا کا حق نہیں ادا کر سکتا۔ ۴ے مرقات میں فرمایا کہ یہ ترتیب جائز ہے اس کے خلاف بھی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فِيْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ وَحِيْنَ يُمْسِيْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ مِائَةَ مَرَّةٍ لَمْ يَاْتِ اَحَدٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهٖ اِلَّا اَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ اَوْ زَادَ عَلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو دن میں سو بار سبحان اللہ وبحمدہ پڑھے[۱] تو اس کی تمام خطائیں بخش دی جائینگی اگرچہ کف دریا یعنی سمندر کے جھاگ برابر ہوں[۲] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو صبح و شام کے وقت سبحان اللہ وبحمدہ سو بار پڑھ لیا کرے[۳] تو قیامت کے دن کوئی شخص اس سے بہتر عمل نہ لائیگا اسکے سوا جو اس طرح یا اس سے زیادہ پڑھا کرے[۴] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں ترازو میں بھاری ہیں

یعنی بہتر یہ ہے کہ اس ترتیب سے ورد کرے، اگر اس کے خلاف بھی کیا تو حرج نہیں۔ ف یعنی یہ کلمات مجھے ساری دنیا سے پیارے ہیں کیونکہ دنیا فانی ہے اور ان کا ثواب باقی، نیز دنیا رب تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہے اور یہ رب تعالیٰ کی یاد دلانے والے۔ خیال رہے کہ ما طلعت علیہ الشمس سے مراد ساری دنیا ہے زمین یا زمین کی چیزیں ہوں یا آسمان اور آسمان کی چیزیں، رہا قرآن و حدیث ہماری عبادات وغیرہ یہ اس سے علیحدہ ہیں کہ یہ چیزیں اگرچہ دنیا میں ہیں مگر دنیا نہیں دنیا میں ہیں دنیا ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ کلمات اور ان کے پڑھنے پر بھی تو سورج طلوع ہوتا ہے، اور یہ بھی تو دنیا میں ہیں صوفیاء فرماتے ہیں کہ دل دنیا میں ہو مگر دنیا دل میں نہ ہو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے کشتی دریا میں رہے تو خیر ہے لیکن اگر دریا کشتی میں آجائے تو ہلاکت ہے۔ [۱] خواہ ایک وقت یا مختلف اوقات میں صبح کے وقت پڑھے یا شام کو یا کسی اور وقت میں، غرضکہ کوئی پابندی نہیں، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ صبح یا شام پڑھے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔ [۲] یعنے بے عدد بے شمار مگر خطاؤں سے مراد گناہ صغیرہ ہیں جو حقوق اللہ کے متعلق ہوں، حقوق شرعیہ اور حقوق العباد اس سے علیحدہ ہیں، لہذا فوت شدہ نماز روزے، بندوں کے قرض اس وظیفہ سے معاف نہ ہو جائیں گے وہ تو ادا ہی کرنے ہوں گے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ [۳] یا اس طرح کہ کچھ تو صبح کے وقت پڑھ لیا کرے کچھ شام کے وقت یا اس طرح کہ صبح کو سو بار پڑھے اور شام کو بھی یعنی روزانہ دو سو بار، یہ ہی بہتر ہے، صبح سے مراد پو پھٹنے سے زوال تک کا وقت ہے اور شام سے مراد زوال سے لیکر صبح صادق تک ہے، عرب کی اصطلاح میں شام و سویرے کے یہ ہی معنے ہوتے ہیں، مگر عاملین کا طریقہ یہ ہے کہ بعد نماز فجر اور بعد نماز مغرب یہ پڑھا کرتے ہیں، لہذا یہ ہی افضل ہے۔ [۴] اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن نہ تو کوئی اسکے برابر نیکیاں لائے گا نہ اس سے زیادہ، ہاں جو کوئی اس کے برابر یہ کلمات پڑھ لیا کرے وہ تو اسکے برابر نیکیاں لائیگا یا جو اس شخص سے زیادہ یہ کلمات پڑھ لیا کرے وہ اس سے زیادہ نیکیاں لائیگا، فلاں شخص روزانہ دو سو بار یہ کلمات پڑھتا ہے اور دوسرا چار سو بار پڑھ لیا کرے یا یہاں یہ لفظ او بمعنے واؤ ہے یعنی جو شخص اس شخص کے برابر بھی پڑھے اور اس سے زیادہ بھی۔ لہذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ برابر پڑھنے والا اس سے بڑھ کیوں گیا، اور نہ یہ اعتراض ہے کہ وظیفوں کی تعداد میں زیادتی کمی نہ چاہیے جس قدر منقول ہوں اتنی ہی پڑھے جائیں جیسے فرض نماز کی رکعات

فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ
أَنْ يَكْسِبَ كُلَّ يَوْمٍ أَلْفَ حَسَنَةٍ فَسَأَلَهُ سَائِلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ كَيْفَ يَكْسِبُ أَحَدُنَا أَلْفَ
حَسَنَةٍ قَالَ يُسَبِّحُ مِائَةَ تَسْبِيحَةٍ فَيُكْتَبُ لَهُ أَلْفُ حَسَنَةٍ أَوْ يُحَطُّ عَنْهُ أَلْفُ خَطِيئَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَفِي كِتَابِهِ فِي جَمِيعِ الرِّوَايَاتِ عَنْ مُوسَى الْجُهَنِيِّ أَوْ يُحَطُّ قَالَ أَبُو بَكْرٍ الْبَرْقَانِيُّ وَرَوَاهُ شُعْبَةُ وَ

رحمٰن کو پیارے ہیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو حضور نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اس سے عاجز ہے کہ روزانہ ایک ہزار نیکیاں کرلیا کرے ہمنشینوں میں سے کسی نے پوچھا کہ کوئی روزانہ ہزار نیکیاں کیسے کرسکتا ہے فرمایا ایک سو دفعہ سبحان اللہ پڑھ لیا کرے اس کیلئے ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی ہزار خطائیں معاف کی جائیں گی (مسلم) اس کتاب مسلم میں موسیٰ جہنی سے تمام روایات میں یوں ہے کہ یا معاف کی جائیں گی ابوبکر برقانی فرماتے ہیں کہ اسے شعبہ

اور زکوٰۃ کی مقدار خیال رہے کہ اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جو پابندی سے یہ پڑھا کرے اسے اللہ تعالیٰ اس قدر نیکیوں کی توفیق بخشے گا کہ قیامت میں وہ دوسرے سے زیادہ نیکیاں لے کر آئے گا یہ مطلب نہیں کہ صرف یہ کلمات پڑھنے والا حاجیوں، غازیوں، شہیدوں، علماء، مجتہدین، محدثین سے بڑھ جائیگا لہٰذا حدیث واضح ہے۔ ۲ سبحان اللہ کیسی پیاری فصیح و بلیغ زبان ہے اس پیارے محبوب کی صلی اللہ علیہ وسلم۔ خفیفتان ثقیلتان میں جاسے چلکے اس میں متضادین کا اجتماع ہے۔ لسان وغیرہ اس میں متناسبین کا اجتماع ہے کیونکہ لسان انسانی زبان کو بھی کہتے ہیں اور ترازو کی زبان کو بھی، جو ہاتھ کی سیتی میں بوقت تولنے کے ہوتی ہے۔ حبیبتان اور رحمٰن اس میں ایسی مناسبت ہے کہ سبحان اللہ محبت و رحمت میں بہت ہی تعلق ہے یعنی یہ دو کلمے پڑھنے میں زبان پر بہت آسان ہیں، مگر کل قیامت میں ان کا وزن بہت زیادہ ہوگا کیونکہ بڑے کام سے رب تعالیٰ کا نام وزنی ہے، پھر خوبی یہ کہ رب تعالیٰ کو یہ کلمات بڑے پیارے ہیں، تو جو ان کا ورد کریگا وہ بھی پیارا ہوگا اس کی زبان پیاری ہوگی۔ ۳ یہ دو کلمے رب تعالیٰ کی دو قسم کی حمدوں کو جامع ہیں۔ عیوب سے پاکی کا مکمل بیان سبحان اللہ میں ہے اور صفات کمالیہ سے موصوف ہونے کا کامل بیان وبحمدہ میں ہے۔ اسی لئے یہ کلمات بہت جامع ہیں اور رب تعالیٰ کو پیارے ہیں۔ ۴ یعنی مسلسل روزانہ ایک ہزار نیکیاں کرتے رہنا طاقت انسانی سے باہر ہے۔ یہ عام انسانوں کا حال ہے ورنہ بعض مخصوص بندے تو ہر سانس میں نیکی کرتے ہیں۔ ۵ ظاہر یہ ہے کہ یہاں اَوْ معنی واؤ ہے یعنی سو بار سبحان اللہ پڑھ لینے سے پڑھنے والوں کو ہزار نیکیاں بھی ملیں گی اور اس سے ہزار گناہ بھی معاف ہونگے اور اگر اَوْ اپنے ہی معنی میں ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ رب تعالیٰ کے کرم پر موقوف ہے چاہے تو اسے ہزار نیکیاں دے، چاہے اس کے ہزار گناہ معاف کردے۔ خطیئۃ سے معلوم ہوا کہ گناہ صغیرہ معاف ہونگے، حقوق العباد اور گناہ کبیرہ کی معافی اس سے نہ ہوگی۔ ۶ یعنی مسلم شریف میں حضرت موسیٰ جہنی سے بہت سی روایات منقول ہیں ان سب میں اَوْ ہے یہ موسیٰ جہنی ابن عبداللہ ہیں قبیلہ جہینہ سے ہیں، کوفی ہیں، انہوں نے حضرت مجاہد مصعب ابن سعد سے روایات لیں، اور ان سے شعبہ، یحییٰ ابن سعید قطان نے احادیث نقل کیں۔ ۷ آپ ابوبکر احمد ابن محمد خوارزمی برقانی ہیں۔ برقان خوارزم کی ایک بستی کا نام ہے۔

أَبُو عَوَانَةَ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ مُوسَى فَقَالُوا وَيُحَطُّ بِغَيْرِ أَلِفٍ هٰكَذَا فِي كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ. وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْكَلَامِ أَفْضَلُ قَالَ مَا اصْطَفَى اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ جُوَيْرِيَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِينَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِي مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ أَنْ أَضْحَى وَهِيَ جَالِسَةٌ فَقَالَ مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِي فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِيُّ

ابوعوانہ اور یحییٰ ابن سعید قطان نے حضرت موسیٰ سے روایت کی ان سب نے ویحط فرمایا الف کے بغیر کتاب حمیدی میں اسی طرح ہے[1] روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کونسا کلام افضل ہے فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لیے منتخب فرمایا سبحان اللہ وبحمدہ[2] (مسلم) روایت ہے حضرت جویریہ سے[3] کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم انکے پاس سے گزرے جبکہ نماز فجر پڑھی وہ اپنی مسجد میں بیٹھی تھیں[4] پھر دوپہر کے بعد واپس لوٹے وہ وہاں ہی بیٹھی تھیں[5] فرمایا کیا تم اسی طرح بیٹھی ہو جیسے میں تمہیں چھوڑ گیا تھا عرض کیا ہاں تب نبی کریم

ل یعنی ان روایات میں ذرہ نہیں بلکہ ویحط ہے یعنی اس کی ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اسکے ہزار گناہ بھی معاف ہوتے ہیں لیکن اگر پہلی روایت میں او بمعنی واؤ ہو یا یہاں واؤ تنویع یعنی بیان نوعیت کے لیے ہو تو دونوں روایتوں میں کوئی فرق نہیں اور ہو سکتا ہے کہ پہلی روایت میں رب تعالیٰ کے قانون کا ذکر ہو اور اس روایت میں اس کے فضل و کرم کا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا دوسرے مقام پر فرماتا ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ ٢ یعنی سارے فرشتے ہمیشہ یہ پڑھتے ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اسی لیے فرشتوں نے عرض کیا تھا نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ فرشتوں کا ہمیشہ یہ پڑھنا اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ہے ذکر اپنی طرف سے۔ قرآن کریم میں ہے لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا یعنی یہ کلمات بہت افضل ہیں کیونکہ یہ فرشتوں کا ذکر ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ان فرشتوں کی عبادات کو بھی جانتے ہیں اور ان کے حالات سے بھی خبردار ہیں جو آسمانوں میں رہتے ہیں عرشی ہوں یا کرسی والے لہٰذا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو فرش والے انسانوں کے اعمال کی بھی یقیناً خبر ہے۔ دوسرے یہ کہ جو وظیفے بزرگوں سے منقول ہوں وہ دوسرے وظیفوں سے افضل ہیں دیکھو فرشتوں کے وظیفے افضل قرار دیا گیا۔ ایک مقابلے سے فرشتے عام انسانوں سے افضل ہیں۔ اگرچہ انسانیت یہ فرشتے سے افضل ہے تب فرماتا ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْۤ اٰدَمَ۔ ٣ حضرت جویریہ بنت حارث حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں مسلمانوں کی ماں۔ آپ کا نام برّہ تھا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بدل کر جویریہ رکھا آپ ۵ھ میں غزوۂ مریسیع میں گرفتار ہو کر حضرت ثابت ابن قیس کے حصے میں آئیں انہوں نے آپ کو مکاتب کر دیا ان کا بدل کتابت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا اور انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کیا ۶۵ سال عمر شریف ہوئی ربیع الاول ۵۰ھ میں وفات پائی رضی اللہ عنہا۔ ٤ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بعد نماز فجر آپ کے دولت خانہ سے باہر تشریف لے گئے اس وقت آپ اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی ذکر اللہ اور وظیفہ پڑھ رہی تھیں۔ مسجد سے مراد مصلے ہے یعنی سجدہ گاہ یا وہ جگہ جو گھر میں نماز کے لیے خاص کر لی جائے۔

٥ یعنے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نماز چاشت کے وقت (دوپہر کو) آپ کے پاس واپس آئے تو انہیں اسی مصلے پر اسی طرح بیٹھا۔ اللہ اکبر یہ ہے ازواج پاک کا شوق عبادت۔ ٦ خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی نیکیاں ظاہر کرنا ریا نہیں

صلى الله عليه وسلم لقد قلت بعدك اربع كلمات ثلث مرات لو وزنت بما قلت منذ اليوم لوزنتهن سبحان الله وبحمده عدد خلقه ورضا نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته رواه مسلم ۔ وعن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قال لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير في يوم مائة مرة كانت له عدل عشر رقاب وكتبت له مائة حسنة ومحيت عنه مائة سيئة وكانت له حرزا من الشيطان يومه ذلك حتى يمسي ولم يأت احد بافضل مما جاء به الا رجل عمل اكثر منه متفق عليه ۔ وعن ابي موسى الاشعري قال كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہارے پیچھے چار کلمے تین دفعہ پڑھے اگر انہیں تمہارے تمام وظیفوں سے تولا جائے جو تم نے سارے دن میں پڑھے تو ان پر بھاری ہو جائیں سبحان اللہ وبحمدہ عدد خلقہ ورضا نفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ایک دن میں سو بار یہ کہے کہ اللہ کے اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اسی کی تعریف ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا اور اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے سو گناہ معاف کیے جائیں گے اور اس دن دن بھر اسکی شیطان سے حفاظت ہوگی حتی کہ شام پالے اور کوئی شخص اس سے بہتر افضل عمل نہ کریگا اس کے سوا جو اس سے زیادہ پڑھ لے۔ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

بلکہ ذریعہ قبولیت ہے اسی طرح حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے گناہ عرض کرنا پردہ دری نہیں بلکہ معافی کا ذریعہ ہے۔ ۲؎ یعنی ہم نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد یہ وظیفہ پڑھ لیا جو عمل میں بہت ہلکا اور آسان ہے۔ ۳؎ یعنی اگر کل قیامت میں رب تعالیٰ میزان کے ایک پلے میں تمہارا آج کا سارے دن کا یہ وظیفہ رکھے اور دوسرے پلے میں ہمارے یہ کلمات رکھے، تو وہ بیں یہ کلمات بڑھ جائیں گے۔ ۴؎ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں رب تعالیٰ کی ایسی تسبیح کرتا ہوں جو تمام مخلوق کے برابر ہو، اس کی رضا کا باعث ہو، اس کی عرش کی زینت ہو، اور کلمات الٰہیہ کی بے حد و شمار ہے جو اس کے برابر ہو۔ اس جامع الفاظ میں ساری چیزیں آگئیں، کوئی چیز باقی نہ رہی، لہذا یہ جامع وظیفہ ہے، اس لئے اس کا اجر بھی زیادہ ہے۔ ۵؎ خواہ ایک دم یک مجلس میں سو بار کہے یا مختلف اوقات اور مختلف مجلسوں میں غرضکہ چوبیس گھنٹے میں یہ شمار پوری کرے (مرقات)۔ ۶؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ وہ کلمہ توحید ہے جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ۔ ۷؎ اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ اگر بندہ رات میں یہ پڑھ لیا کرے تو صبح تک شیطان سے محفوظ ہے مگر چونکہ بندہ دن میں جاگتا ہے اور جاگتے ہی میں شیطان زیادہ گناہ کراتا ہے اس لئے دن کا ذکر فرمایا، اگرچہ یہ کلمات ایک دم یا متفرق ہر وقت پڑھنا درست ہے لیکن صبح کے وقت ایک دم پڑھنا افضل ہے تاکہ دن بھر شیطان سے محفوظ رہے، یہ تاثیر تو سو بار پڑھنے کی ہے اگر اس سے زیادہ پڑھے تو زیادہ فائدہ ہوگا، غرضکہ یہ عمل بہت ہی مجرب تاثیر ہے (مرقات)۔ ۸؎ اس کی شرح پہلے گذر چکی ہے جس کوئی ورد وظیفہ پڑھنے والا اس جیسا وظیفہ پڑھ سکے گا اس جیسا ثواب پا سکے گا یا حیثیت درجہ

فِيْ سَفَرٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَجْهَرُوْنَ بِالتَّكْبِيْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ
ارْبَعُوْا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ إِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا إِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا وَهُوَ مَعَكُمْ
وَالَّذِيْ تَدْعُوْنَهٗ أَقْرَبُ إِلٰى أَحَدِكُمْ مِنْ عُنُقِ رَاحِلَتِهٖ قَالَ أَبُوْ مُوْسٰى وَأَنَا خَلْفَهٗ أَقُوْلُ
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ فِيْ نَفْسِيْ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى كَنْزٍ مِنْ كُنُوْزِ
الْجَنَّةِ فَقُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، اَلْفَصْلُ

ایک سفر میں تھے تو لوگ بلند آواز سے تکبیر کہنے لگے ۱؎ اس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو اپنی جانوں پر نرمی کرو ۲؎ تم لوگ نہ بہرے کو پکارتے ہو نہ غائب کو تم تو سمیع بصیر کو پکار رہے ہو ۳؎ جو تمہارے ساتھ ہے جسے تم پکار رہے ہو وہ تم میں سے ہر ایک کی سواری کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے ۴؎ ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ میں حضور کے پیچھے تھا اپنے دل میں کہہ رہا تھا لاحول ولا قوۃ الا باللہ تو حضور نے فرمایا اے عبداللہ ابن قیس کیا میں تم کو جنت کے خزانوں میں ایک خزانہ پر رہبری نہ کروں ۵؎ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہے ۶؎ (مسلم، بخاری)، فصل

۱؎ اس طرح کہ بلند آواز سے تکبیر کے نعرے لگانے لگے تو تکبیر اللہ اکبر کہ یہ نعرے برکت کیلئے تھے ذکر کی خوشی کی وجہ سے جیسا کہ آگے مضمون سے ظاہر ہے۔ یہ سفر غزوۂ خیبر کا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام کے خیبر فتح فرمانے تشریف لے جا رہے تھے، جیسا کہ دوسرے مقامات پر اس کی تصریح ہے۔ ۲؎ یہاں شیخ نے لمعات اور اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ اس نعرۂ تکبیر سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا اس لئے نہ تھا کہ ذکر بالجہر منع ہے بلکہ اس لئے تھا کہ صحابہ پر سفر کے تھکے ہوئے یہ نعرے تکلیف کا باعث تھے، اسی لئے فرمایا اپنی جانوں پر نرمی کرو، ورنہ بیت موقعہ پر صحابہ کرام بلکہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خوب بلند آواز سے ذکر الٰہی کرتے تھے، چنانچہ جماعت نماز کے بعد چیخ کر ذکر کرتے تھے، صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ کے دوران نعرۂ تکبیر لگاتے تھے نیز اس سفر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یہ تھا کہ خیبر پر ہم اچانک جا پڑیں، لوگوں کو اس حملہ کی خبر بھی نہ ہو سکے، تاکہ کفار تیاری نہ کر سکیں اور بہت کم خون خرابہ ہو اور خیبر فتح ہو جائے اس نعرے سے یہ مقصد فوت ہو جاتا۔ بہرحال ذکر بالجہر منع کرنے والوں کی یہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی ذکر بالجہر کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے۔ ۳؎ یہاں ذکر بالجہر مقصود نہیں، رب تعالٰی تو آہستہ ذکر بھی سنتا ہے، بلکہ تمہیں نقصان دہ ہے کہ تم اس وقت ذکر سے تھک جاؤ گے اور تمہارا دشمن تمہاری آمد پر مطلع ہو جائے گا اسلئے آہستہ ذکر کرو۔ ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ اس لئے چیخ کر اللہ کا ذکر کرنا کہ خدا نے آہستہ ذکر سن نہیں سکتا منع ہے بلکہ بدعقیدگی ہے۔ ذکر بالجہر تو اپنے نفس اور دوسرے غافلوں کو جگانے شیطان کو بھگانے در و دیوار کو اپنے ایمان کا گواہ بنانے کیلئے ہوتا ہے، مگر اس موقعہ پر مضر ہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالٰی کے ہماری شہ رگ سے زیادہ قریب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس کا علم، قدرت، رحمت قریب ورنہ حق تعالٰی قرب مکانی سے پاک ہے۔ اس کی تفسیر وہ آیت ہے إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ ۵؎ یعنی تم جو اپنے دل میں لاحول شریف پڑھ رہے ہو ہم اس پر مطلع ہیں، اس کے فضائل سے تم کو اطلاع دیتے ہیں۔ خیال رہے کہ لا حول شریف میں انسان اپنی انتہائی بے بسی کا اقرار اور رب تعالٰی کی انتہائی قدرت کا اعتراف کرتا ہے، یہی بندگی کا مدار ہے۔ اسی لئے یہ جنت کا خزانہ ہے حول کے معنی ہیں ظاہری طاقت، قوۃ کے معنی ہیں باطنی قدرت یا حول سے مراد ہے منع شر کا حیلہ، اور قوت سے مراد ہے خیر حاصل کرنے کا ذریعہ یعنی بندے

الثانی عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال سبحان اللہ العظیم وبحمدہ غرست لہ نخلۃ فی الجنۃ رواہ الترمذی۔ وعن الزبیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من صباح یصبح العباد فیہ الا منادٍ ینادی سبحوا الملک القدوس رواہ الترمذی۔ وعن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الذکر لا الہ الا اللہ

دوسری فصل: روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سبحان اللہ العظیم وبحمدہ پڑھے اس کے لئے جنت میں درخت بو دیا جاتا ہے۱ (ترمذی) روایت ہے حضرت زبیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی کوئی صبح نہیں جسے بندے پائیں مگر ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ پاک بادشاہ کی تسبیح پڑھو۲ (ترمذی) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بزرگ ترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے۳

۱؎ بغیر رب تعالیٰ کی مدد کے نہ ظاہری طاقت ہے نہ اندرونی قوت اس کے کرم بغیر بندہ نہ گناہوں سے بچ سکتا ہے نہ نیکیاں کر سکتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی مدد اس کے کرم سے بندہ میں ظاہری باطنی طاقتیں آسکتی ہیں جیسا کہ اولیاء و انبیاء کے کرامات و معجزات سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت سلیمان نے تین میل دور سے چیونٹی کی آواز سن کر سمجھ لی حضرت آصف برخیا پل بھر میں یمن سے تخت بلقیس لے آئے، یہ سب انکی طاقتیں رحمانی عطا سے تھیں، بجلی کے بلب پنکھے مشین وغیرہ بغیر پاور محض بیکار ہیں، پاور آجانے تو بہت طاقتور ہو جاتے ہیں، بجلی کا تار آدمی یا ہاتھی کو ہلاک کر دیتا ہے، قرآن کریم میں جو من دون اللہ کی برائیاں آئی ہیں یہ وہ ہی ہیں جو خدا سے الگ ہو دور ہیں رب تعالیٰ نے فرمایا وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے مردوں سے الگ دور دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانور بکریاں روکے کھڑی تھیں، بلکہ دون کے معنی الگ یا دور ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلموں کو خزانہ الٰہی فرمایا کہ یہ کلمے جنتی نعمتوں کے خزانے ملنے کے سبب ہیں، یا اللہ تعالیٰ نے دوسری تو درکنار یہ کلمات ایسے چھپائے تھے جیسے خزانے زمین میں چھپے جاتے ہیں۔ ۲؎ جنت کی بعض زمین تو میووں پھولوں کے درختوں سے بھری ہے بعض زمین خالی، اس خالی زمین میں باغات نیک اعمال تسبیح وغیرہ سے خود اگ جاتے ہیں، یہاں اس خالی زمین کا ذکر ہے۔ جنت میں باغات تو ہیں مگر کھیت نہیں، کیونکہ کھیت میں دانے جمتے ہیں جو غذا کے کام آتے ہیں وہاں نہ بھوک ہے نہ غذا کی ضرورت، وہاں صرف پھل پھول کھائے جائیں جن سے لذت لی جاتی ہے، تمام درختوں میں کھجور کا درخت بہت ہی مفید و لذیذ ہے اسی لئے اس کا ذکر خصوصیت سے ہوا ہے۔ ۲؎ یعنی ہر صبح کو فرشتہ پکار کر کہتا ہے کہ اس وقت تسبیح پڑھو یا آج دن بھر پڑھتے رہنا، چونکہ صبح کے وقت ہر مخلوق تسبیح کرتی ہے اسلئے خصوصیت سے انسانوں میں یہ اعلان ہوتا ہے کہ تم اشرف المخلوق ہو دوسری مخلوق سے پیچھے نہ رہو، نیز چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ندا ہم تک پہنچا دی اسلئے فرشتہ کی پکار رائیگاں نہ گئی، لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ جب ہم فرشتے کی آواز سنتے ہی نہیں تو اس کے پکارنے سے کیا فائدہ، بادشاہ کے فرمان عوام تک اخبارات، حکام وغیرہ کے ذریعے پہنچا کرتے ہیں۔ تسبیح کرنے سے مراد یا تو مطلق کوئی سی تسبیح پڑھ لینا ہے یا یہ پڑھنا ہے سبحان الملک القدوس یا یہ پڑھنا ہے سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ یا یہ پڑھنا ہے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم (مرقات) ۳؎ لا الہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ شریف ہے یعنی مع محمد رسول اللہ کے، ورنہ صرف لا الہ الا اللہ تو بہت سے مشرکین کفار بلکہ ابلیس بھی پڑھتا ہے، وہ مشرک نہیں موحد ہے، جس چیز سے لوگ مومن بنتے ہیں وہ ہے محمد رسول اللہ، چونکہ کلمہ شریف سے کوئی گندگی دور

وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَه ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَمْدُ رَأْسُ الشُّكْرِ مَا شَكَرَ اللّٰهَ عَبْدٌ لَا يَحْمَدُهٗ ؛ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَنْ يُّدْعٰى اِلَى الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ؛ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا رَبِّ عَلِّمْنِيْ شَيْئًا اَذْكُرُكَ بِهٖ اَوْ اَدْعُوْكَ بِهٖ فَقَالَ يَا مُوْسٰى قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ يَا رَبِّ كُلُّ عِبَادِكَ

اور بزرگ ترین دعا الحمد للہ ہے (ترمذی و ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد شکر کا سر ہے جس بندے نے خدا کی حمد نہ کی اس نے رب کا شکر ہی نہ کیا۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنہیں قیامت کے دن سب سے پہلے جنت کی طرف بلایا جائیگا وہ وہ ہونگے جو خوشی و غم میں اللہ کی حمد کرتے ہیں یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں۔ روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تھا یارب مجھے کوئی چیز سکھا جس سے تجھے یاد کیا کروں یا جس کے ذریعہ تجھ سے دعا کروں رب نے فرمایا اے موسیٰ کہو لا الہ الا اللہ پھر عرض کیا یارب یہ تو تیرے سارے بندے ہی

ہوتی ہے۔ اسے پڑھ کر کافر مومن ہوتا ہے، اس سے دل کی زنگ دور ہوتی ہے، اس سے غفلت جاتی ہے دل میں بیداری آتی ہے یہ عبادات مطلقہ کا مجموعہ ہے، اس لئے یہ افضل الذکر ہوا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ صفائی دل کے لئے کلمہ طیبہ اکسیر ہے۔ ۲؎ دعا میں کریم کی تعریف اور اپنی عرض حاجت ہوتی ہے۔ الحمد شریف میں یہ دونوں چیزیں موجود ہیں اس لئے الحمد کو بہترین دعا فرمایا گیا جب مسکین سخی کے دروازے پر کھڑے ہو کر اس کی تعریف کرنے لگے تو سمجھو کچھ مانگ رہا ہے، یہاں بھی یہی ہے۔ ہم فقیر رب کریم کے دروازے پر اس کی حمد و ثنا کریں، تو در پردہ اس سے مانگتے ہی ہیں۔ سورہ فاتحہ کو ام القرآن کہتے ہیں، کیونکہ یہ، الحمد للہ سے شروع ہوتی ہے۔ ۳؎ لہذا جو شکر حمد کے بغیر ہو وہ شکر صحیح نہیں جیسے بغیر سر کے جسم درحقیقت جسم ہی نہیں۔ ۴؎ بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ شکر کی اصل جگہ دل و اعضاء ظاہری ہیں، دل سے رب کی نعمتوں کا اقرار، اعضاء سے عبادت شکر ہے۔ اور حمد کی اصل جگہ زبان ہے اور دل وغیرہ دوسروں سے مخفی ہیں، زبان دوسروں پر ظاہر اور شکر میں اظہار اصل مقصود ہے۔ اس لئے حمد کو شکر کا سر قرار دیا گیا کہ مقصود شکر حمد سے ادا ہوتا ہے (مرقات) سبحان اللہ نہایت نفیس تحقیق ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو، یہ ہے کامل شکر، اور چرچا زبان سے ہوتا ہے۔ ۵؎ اس طرح کہ ہر حال میں رب کی حمد کرتے رہتے ہیں، تبدیلی حالات ان کو نہیں بدلتی ہمیشہ رضا پر رہتے ہیں، چونکہ یہ لوگ رب سے راضی رہے لہذا رب بھی ان سے راضی رہا، وہ رب کے تھوڑے رزق سے راضی، تو رب ان کی تھوڑی عبادت سے راضی، وہ رب کے بھیجے ہوئے رنج و غم پر راضی تو رب ان سے گناہ سرزد ہونے پر بھی راضی۔ فرماتا ہے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔ اللہ تعالیٰ یہ درجہ نصیب کرے۔ ۶؎ یعنی اے مولیٰ مجھے خصوصی ذکر و دعا بذریعہ وحی یا الہام سکھا، عمومی ذکر و دعائیں تو تو نے مجھے بہت عطا فرمائی ہیں، لہذا حدیث پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ کیا اب تک موسیٰ علیہ السلام کو ذکر و دعا بھی معلوم نہ تھی، اس کی تائید اگلے مضمون سے ہو رہی ہے۔

يَقُوْلُ هٰذَا اِنَّمَا اُرِيْدُ شَيْئًا تَخُصُّنِيْ بِهٖ قَالَ يَا مُوْسٰى لَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَعَامِرَهُنَّ غَيْرِيْ وَالْاَرَضِيْنَ السَّبْعَ وُضِعْنَ فِيْ كِفَّةٍ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِيْ كِفَّةٍ لَمَالَتْ بِهِنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ صَدَّقَهٗ رَبُّهٗ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا اَكْبَرُ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ يَقُوْلُ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَحْدِيْ لَا شَرِيْكَ لِيْ وَاِذَا قَالَ لَا

کہتے ہیں میں تو کوئی ایسی خاص چیز چاہتا ہوں جس سے تو مجھے خاص کرے[1] فرمایا اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور میرے سوا ان کی آبادی اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لا الٰہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں تو ان سب پر لا الٰہ الا اللہ بھاری ہوگا[2] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابو سعید و حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر تو رب تعالیٰ اس کی تصدیق کرتا ہے کہتا ہے کہ واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں بہت بڑا ہوں اور جب بندہ کہتا ہے کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں تو رب فرماتا ہے واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں میں اکیلا ہوں میرا کوئی شریک نہیں[3] اور جب کہتا ہے۔

[1] چونکہ فطرت بشری ہے کہ عام نعمت کے مقابل میں خاص نعمت سے زیادہ خوش ہوتے ہیں اگرچہ عام نعمت کا نفع زیادہ ہی ہو، دیکھو ہوا پانی نمک وغیرہ کے مقابل سونے چاندی جواہر سے زیادہ خوش ہوتے ہیں، نماز پنجگانہ سے زیادہ نماز عید کی خوشی مناتے ہیں، اسی لیے آپ نے یہ سوال فرمایا۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلمہ سے خوش نہ ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سوال موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خود ہی ڈالا تھا تاکہ اس کا جواب ملے اور لوگوں کو کلمہ طیبہ کے فضائل کا پتہ چلے۔ خیال رہے کہ یہاں لا الٰہ الا اللہ سے مراد صرف یہی الفاظ ہیں کیونکہ شریعت موسوی میں کلمہ میں محمد رسول اللہ داخل نہ تھا، یہ جزو تو دین محمدی کی خصوصیات سے ہے۔
[2] خلاصہ جواب یہ ہے کہ اے موسیٰ تم کوئی خاص عمل و وظیفہ ایسا چاہتے ہو جو لا الٰہ الا اللہ سے افضل ہو ایسا کوئی وظیفہ نہیں، تمام سے بہتر افضل یہی کلمہ ہے۔ ساتوں زمین و آسمان اور ان کے باشندے یعنی انسان حیوانات اور ان کے ساتھ عرش و فرش ہیں لہذا تمام وظیفے اور ذکر و عبادات سے یہ کلمہ طیبہ افضل ہوا کیونکہ رب کا نام مخلوق سے افضل و بہتر ہے۔ ہاں اس کلمہ سے مختلف لوگ مختلف فائدے اٹھاتے ہیں جہاں تک اس کی فہم و عقل زیادہ وہاں تک اس کا فیض زیادہ، ہاں اگر کچھ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنا کہیں افضل و بہتر ہے: یہی حال ساری عبادات کا ہے (از مرقات) [3] یعنی اس کلمہ کا مضمون اور اس کا ثواب تمام مخلوقات سے زیادہ وزنی ہے بشرطیکہ اخلاص سے پڑھا جائے ورنہ منافقین بھی کلمہ پڑھتے تھے اب بھی بعض مشرکین کلمہ پڑھ لیتے ہیں ان کا کلمہ نہ وزن ہے نہ ثواب۔ وزن صرف الفاظ کا نہیں اس کا مضمون کیا ہے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت یہ تمام صفات الہیہ سے اعلیٰ صفت ہے یقینًا ساری خلق سے اعلیٰ ہے۔ فقیر کی اس تقریر سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ انبیائے کرام خصوصًا حضور سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم تو اشرف الخلق افضل الخلق ہیں اور یہ الفاظ لا الٰہ الا اللہ بھی خلق ہی میں داخل ہیں، تو نبی ان سے افضل ہونے چاہئیں کیونکہ یہ الفاظ خلق ہیں مگر ان کا مضمون یعنی رب کی وحدانیت خلق نہیں رب کی صفت ہے جیسے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کے الفاظ سے افضل ہیں مگر قرآن کلام الٰہی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل ہے کہ وہ صفت الٰہی ہے اسی طرح الفاظ قرآن حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم عربی ہیں تو قرآن بھی عربی، جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مکی تھے تو آیات مکی ہوئیں، جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم مدنی ہو گئے تو آیات قرآنیہ بھی مدنیہ ہو گئیں، مگر مضمون قرآن کی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم

اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا لِيَ الْمُلْكُ وَلِيَ الْحَمْدُ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِي وَكَانَ يَقُولُ مَنْ قَالَهَا فِي مَرَضِهٖ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمْهُ النَّارُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَاَةٍ وَبَيْنَ يَدَيْهَا نَوًى اَوْ حَصًى تُسَبِّحُ بِهٖ فَقَالَ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کا ملک ہے اسی کی تعریف ہے تو رب فرماتا ہے واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں میرا ہی ملک ہے میری ہی تعریف ہے جب بندہ کہتا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ کے بغیر نہ طاقت ہے نہ قوت تو رب فرماتا ہے واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں میرے بغیر نہ قوت ہے نہ طاقت حضور فرماتے تھے کہ جو یہ کلمات اپنے مرض میں کہے پھر مرجائے تو اسے آگ نہ جلائے گی (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک بی بی کے پاس گئے جن کے سامنے گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں تب حضور نے فرمایا

اتباع کرتے ہیں ؎ یعنی رب تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرا فلاں بندہ یہ پڑھ رہا ہے اور وہ سچا ہے ٹھیک کہہ رہا ہے۔ سبحان اللہ بندے کی خوش نصیبی ہے کہ اسی کی معمولی سی لب کی حرکت سے اس کا ذکر بارگاہ رب العالمین میں فرشتوں کے سامنے ہوتا ہے اور ساتھ میں خود رب تعالیٰ تصدیق بھی فرماتا ہے۔ ؎ یعنی یہ بندہ وہ گواہی دے رہا ہے جس کی میں اللہ اور میرے فرشتے اور میری تمام خلق گواہی دیتے ہیں۔ خیال رہے کہ ساری نیکیاں صرف بندے کرتے ہیں مگر گواہی توحید حضور پر درود صلے اللہ علیہ وسلم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی میلاد خوانی وہ اعمال ہیں جو رب تعالیٰ فرشتوں اور تمام خلق کے عمل ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ۔ اللہ تعالیٰ نے کسی نیکی کے حکم میں اپنا اور اپنے فرشتوں کا ذکر نہ فرمایا سوا درود شریف کے سبحان اللہ کلمہ توحید ایسی پاکیزہ نعمت ہے کہ رب تعالیٰ بھی کہنے میں شرکت فرماتا ہے۔ ؎ ملک و ملکوت کا فرق پہلے بیان ہوچکا ہے ملک زمین و بادشاہ کا بھی ہوجاتا ہے مگر ملکوت وہ چیز ہے جو رب تعالیٰ کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں۔ یہاں لی الملک میں حصر حقیقت کے لحاظ سے ہے یعنی حقیقۃً ملک میرا ہی ہے عارضی طور پر مجازاً جسے ملک دو میری عطا سے ملا شعر

در حقیقت مالک ہر شئے خدا است	ایں امانت چند روزہ نزد ما است

؎ حول و قوت کے نفیس فرق ابھی کچھ پہلے بیان ہوچکے۔ اسلام حول شریف کے فوائد ہم نے کے بعد بچے نہ وہ رب سے کٹ کر کچھ نہیں نہ اس میں حول رہتی ہے نہ قوت مگر رب سے واصل ہوکر سب کچھ بن جاتا ہے کہ اس میں حول بھی آجاتی ہے اور قوت بھی۔ قطرہ دریا سے الگ ہو تو کچھ نہیں مگر دریا میں جاتے ہی اس میں طغیانی، روانی سب کچھ آجاتی ہے، شیشہ سایہ میں رہے تو کچھ نہیں مگر آفتاب کے مقابل ہوکر اس میں شعاعیں، روشنی تیزی، دھوپ سب کچھ آجاتی ہے۔ الا باللہ میں ب الصاق کی ہے یعنی اللہ سے مل کر بندے میں حول و قوت سب کچھ آجاتا ہے۔ ؎ یعنی اسے قبر حشر اور حشر سے فارغ ہونے کے بعد کیسی آگ کا عذاب ہوگا اور جب وہ پل صراط سے گزرے گا تو آگ کا اس پر اثر نہ ہوگا۔ سبحان اللہ یہ کلمات ایسا روحانی مسالہ ہیں جس کے لگ جانے سے جہنم کی آگ اثر نہیں کرتی۔ ؎ یہ بی بی صاحبہ یا تو حضرت سعد کی محرمات میں سے ہیں یا یہ واقعہ پردہ فرض ہونے سے پہلے کا ہے یا جانے سے مراد صرف ان کے پاس پہنچنا ہے نہ کہ انہیں بے پردہ دیکھنا۔ شیخ نے لمعات اور اشعۃ میں فرمایا کہ یہ بی بی صاحبہ جناب ام المؤمنین جویریہ تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ؎ یعنی تسبیحیں ان دانوں پر شمار کر رہی تھیں۔ یہ حدیث مروجہ دھاگے والی تسبیح کی اصل ہے کہ کھجور کے دانوں اور دھاگے میں پروئے ہوئے دانوں میں کوئی فرق نہیں

اَلَا اُخْبِرُكَ بِمَا هُوَ اَيْسَرُ عَلَيْكِ مِنْ هٰذَا اَوْ اَفْضَلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَآءِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْاَرْضِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاؤدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ حَجَّ مِائَةَ حَجَّةٍ وَمَنْ حَمِدَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَ

کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو تم پر اس سے آسان ہو یا بہتر ہو اللہ کی پاکی بولتا ہوں اس کی برابر جسے آسمان میں پیدا فرمایا اور اللہ کی پاکی بولتا ہوں اس کی برابر جسے زمین میں پیدا فرمایا اور اللہ کی پاکی بولتا ہوں اس کی برابر جو ان کے درمیان ہے اور اللہ کی پاکی بولتا ہوں اس کی برابر جسے وہ پیدا فرمانے والا ہے اور اللہ بہت بڑا ہے (اسی قدر) تمام تعریفیں اللہ کی ہیں (اسی قدر) اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (اسی قدر) اور اللہ کے بغیر نہ قوت (اسی قدر) (ترمذی، ابوداؤد) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کے لیے صبح کو سو بار سبحان اللہ پڑھے اور سو بار شام کو تو اس کی طرح ہوگا جو سو حج کرے اور جو صبح کو سو بار الحمد للہ پڑھے اور

حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تسبیح کبھی استعمال نہ کی، آپ ہمیشہ بطریق انگلیوں پر شمار فرماتے تھے مگر ایک صحابی کو یہ کرتے دیکھا منع نہ فرمایا لہذا تسبیح صحابی کی سنت ہے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت سکوتی۔ مرقات نے فرمایا جن لوگوں نے اس تسبیح کو بدعت کہا غلط کہا، مشائخ فرماتے ہیں کہ تسبیح شیطان کا کوڑا ہے حضرت جنید بغدادی کی ہاتھ میں تسبیح رہا کرتی تھی کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اسی کے ذریعہ ہم خدا تک پہنچے ہیں اسے ہم کیسے چھوڑیں (مرقات) بعض بزرگ ختم آیت کریمہ کے لیے گٹھلیاں یا کنکریاں بادام یا گٹھلیاں جمع کر رکھتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے ۲؎ یہ او بمعنی واؤ ہے مطلب یہ ہے کہ اس دعا میں تمہارا وقت بھی کم خرچ ہوگا اور تمہیں ان تکلفات کی ضرورت بھی نہ پڑے گی اور ان کلمات کا ثواب تمہاری ان سے زیادہ ہوگا یا او شک کا ہے تب تو مطلب ظاہر ہے

۳؎ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ رب کی تسبیح میری گنتی شمار سے زیادہ ہے، کیونکہ آسمان و زمین کی ہر چیز بے شمار و بے حد ہیں سب کی تعداد ہمارے شمار سے باہر ہیں، تو اس کی تسبیح بھی ہماری شمار سے باہر ہونا چاہیے ۴؎ یعنی گزشتہ اور آئندہ مخلوقات کی بقدر اللہ اکبر بھی کہتا ہوں اور اسی قدر الحمد للہ بھی اور اسی قدر لا الہ الا اللہ بھی اور اسی قدر لاحول بھی، اس طرح یہ کلمات میرے پڑھنے میں تو ایک ہیں لیکن رب کے فضل سے ثواب میں ان چیزوں کی تعداد کے برابر

۵؎ یعنی ہر روز دن میں سو بار سبحان اللہ کہے اور ہر رات میں بھی سو بار تو اسے نفلی سو حجوں کی برابر ثواب ملے گا، یہاں مرقات نے فرمایا کہ تسبیح سے مراد حضور دل کے ساتھ تسبیح پڑھنا ہے اور حج سے مراد وہ حج ہیں جو نفلی کیے جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ حضور قلبی کے ساتھ آسان نیکی مشکل اعمال سے افضل ہوتی ہے، خیال رہے کہ حج کا ثواب علیحدہ ہے یہاں ثواب کا ذکر ہے نہ کہ ادائے حج کا، جیسے کہا کرتے ہیں کہ ایک گرم کیے ہوئے فقیر میں ایک روٹی کی طاقت ہے، مگر پیٹ روٹی ہی سے بھرتا ہے کوئی شخص دو چھٹانک چنے کھا کر زندگی نہیں گزار سکتا، واقعی ان تسبیحوں میں اتنا ہی ثواب ہے، مگر حج ادا کرنے ہی سے ہوگا جو

مِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ حَمَلَ عَلٰى مِائَةِ فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَنْ هَلَّلَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ اَعْتَقَ مِائَةَ رَقَبَةٍ مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِيْلَ وَمَنْ كَبَّرَ اللّٰهَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ لَمْ يَاْتِ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ اَحَدٌ بِاَكْثَرَ مِمَّا اَتٰى بِهٖ اِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ اَوْ زَادَ عَلٰى مَا قَالَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلتَّسْبِيْحُ نِصْفُ الْمِيْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ يَمْلَأُهٗ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَيْسَ لَهَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰهِ حَتّٰى تَخْلُصَ اِلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا

سو بار شام کو تو اس جیسا ہوگا جو اللہ کی راہ میں سو گھوڑے خیرات کرے اور جو صبح کو سو بار لا الہ الا اللہ پڑھے اور سو بار شام کو تو اس کی طرح ہوگا جو اولاد حضرت اسمٰعیل سے سو غلام آزاد کرے اور جو صبح کو سو بار اللہ اکبر پڑھے اور سو بار شام کو تو کوئی اس سے زیادہ نیکیاں اس دن نہ کر سکے گا بجز اس کے جو اتنی ہی بار یہ کلمات کہہ لے یا اس سے زیادہ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے غریب بھی۞ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سبحان اللہ آدھی میزان ہے اور الحمد للہ اسے بھر دے گی اور لا الہ الا اللہ کیلئے رب کے سوا کوئی آڑ نہیں حتی کہ اس تک پہنچتا ہے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ

یا جو سے کے ایک دانہ سے پانچ سات بالیاں اُگ سکتی ہے جن کے دانے ہماری شمار میں نہیں ہوسکتے اور وہ سب تسبیحوں پر اتنا ثواب بھی دے سکتا ہے، اس قسم کے ثواب کا وعدہ قرآن کریم میں بھی کیا گیا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ یعنی جو لوگ راہ خدا میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال اس دانہ کی طرح ہے جس سے سات بالیاں پیدا ہوں ہر بالی سے سو دانے اور اللہ جسے چاہے اس سے بھی کہیں زیادہ عطا فرمائیگا، اس قسم کی احادیث اور آیتوں کو مبالغہ یا محض ترغیب سمجھنا بے دینی ہے رب تعالیٰ کا دین ہمارے خیال سے وراء ہے، اسے عقل کے ترازو میں تولنا بے وقوفی ہے۔ یعنی سو غازیوں کو جہاد کرنے کے لئے سو گھوڑے جو ان پر سوار ہو کر جہاد کریں خیال رہے کہ جہاد وغیرہ کا اصلی مقصد ذکر اللہ کی اشاعت ہے مومن ملک گیری کے لئے نہیں لڑتا بلکہ ذکر کے رکاوٹیں دور کرنے کے لئے لڑتا ہے اور ذکر الٰہی یقیناً سو جہادوں سے افضل ہے کہ جہاد مقصود بغیرہ ہے اور یہ مقصود بعینہٖ۔ کہ دیگر غلاموں سے اولاد اسماعیل علیہ السلام کا آزاد کرنا افضل ہے: مرقات نے فرمایا کہ اولاد اسماعیل سے مراد اہل عرب ہیں کہ وہ سب ان کی اولاد ہیں، چونکہ عرب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے قریب رکھتے ہیں اس لئے ان پر احسان کرنا افضل، اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی اولاد خصوصًا سادات کرام سے سلوک کرنا بہتر ہے۔ یہ حدیث تسبیح قادری کی اصل ہے، سلسلہ قادریہ میں روزانہ صبح شام سبحان اللہ سو بار، الحمد للہ سو بار، لا الہ الا اللہ سو بار، اللہ اکبر سو بار پڑھا جاتا ہے: یہ وظیفہ اس حدیث سے لیا گیا۔ یعنی میزان کی نیکی کا پلہ آدھا سبحان اللہ سے بھر جائے گا اور آدھا الحمد للہ سے یہ دونوں کلمے ملکر اسے پورا بھر دینگے، کیونکہ اللہ کے ذکر دو قسم کے ہیں تنزیہ اور تحمید، سبحان اللہ میں تنزیہ ہے یعنی رب تعالیٰ کو سارے عیوب سے پاک جاننا، اور الحمد للہ میں تحمید یعنی اسے تمام کمالات سے موصوف ماننا، میزان ان دو کلموں سے ہی بھر جائیگی، باقی نیکیاں زیادہ بچیں جن کا ثواب علاوہ ہوگا؛ خلاصہ یہ ہے کہ ان دو کلموں نے سارے گناہوں کو ختم کردیا کہ سب گناہوں کے مقابلہ میں تو یہ دو کلمے ہی کافی ہو گئے باقی نیکیاں نفع میں بچیں۔ اس میں اشارۃً فرمایا کہ لا الہ الا اللہ اتنا بڑا

حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَا قَالَ عَبْدٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا قَطُّ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ حَتّٰى يُفْضِيَ إِلَى
الْعَرْشِ مَا اجْتُنِبَ الْكَبَائِرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيتُ إِبْرَاهِيمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَقْرِئْ
أُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَأَنَّهَا قِيعَانٌ وَأَنَّ

حدیث غریب ہے اس کی اسناد قوی نہیں۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ کبھی خلوص دل سے لا الٰہ الا اللہ نہیں کہتا مگر اس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں حتی کہ وہ کلمہ عرش تک پہنچ جاتا ہے جب تک کہ بندہ کبیرہ گناہوں سے بچا رہے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شب معراج میں ہماری ملاقات ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ اپنی امت کو میرا سلام فرمادینا
اور انہیں بتادیں کہ جنت کی زمین بہت زرخیز ہے وہاں کا پانی بہت شیریں جنت میں سفیدہ زمین بہت ہے وہاں کے

کلموں سے بھی افضل ہے کیونکہ یہ مرکب ہے ساری توحید و تمجید کو شامل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کلمہ طیبہ بہت جلد قبول ہوتا ہے براہ راست رب تعالٰی تک پہنچتا ہے جس قدر ہمارا اخلاص زیادہ اسی قدر کلمے کی قبولیت اعلیٰ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کلمہ تو منافقین بھی پڑھتے تھے تو کیا وہ مقبول ہوگا دیکھو۔ ۲؎ مرقات نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد واقعی ضعیف ہے مگر چونکہ اس میں حرام و حلال کے احکام مذکور نہیں، صرف کلمہ طیبہ کے فضائل کا بیان ہے، اس لئے مقبول ہے۔ ۳؎ گناہ کبیرہ سے بچنے کی شرط کمال ثواب یا کمال قبولیت کے لیے ہے یعنی متقی مسلمان کا کلمہ اعلیٰ درجہ کا مقبول ہوتا ہے، اور فاسق و فاجر کا کلمہ قبول تو ہوتا ہے لیکن اس درجہ کا نہیں، تمام ذکر عمل کا ثمر ہیں، اور فاجر کی زبان اس عمل کے کرنے کا اقرار کرتا ہے، مگر بافعل کی طاقت سے قلب کا اخلاص گویا بارود ہے کہ شکار گولی سے ہوگا مگر بارود کی امداد سے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ گناہ نیکی کو نہیں مٹاتا بلکہ نیکی گناہوں کو مٹا دیتی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں، متقی کی نیکی فاسق کی نیکی سے افضل ہے کہ جیسا عامل ویسا ہی اس کے عمل کا ثواب، صحابہ کا ساڑھے سیر جو خیرات کرنا ہمارے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل، کیوں؟ اس لیے کہ وہ عامل افضل ہیں۔ ۴؎ خصوصی ملاقات چھٹے آسمان پر وہاں ہی گفتگو ہوئی، عمومی ملاقات تو سارے انبیاء سے بیت المقدس میں ہو چکی تھی، مگر وہاں یہ گفتگو نہ ہوئی، وہاں کی گفتگو کچھ اور تھی جو ان شاء اللہ حدیث معراج کی شرح میں عرض کی جائے گی۔ ۵؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ کے مقبول بندے بعد وفات بھی ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور زندہ مقبول بندوں سے بھی۔ دوسرے یہ کہ وہ حضرات زندوں کا سلام سنتے بھی ہیں اور انہیں سلام کہلواتے بھی ہیں، تیسرے یہ کہ وفات یافتہ بزرگ اور جو ابھی پیدا نہ ہوئے ہوں ان کو بھی سلام کہلوانا جائز ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے قیامت تک کے مسلمانوں کو سلام کہلایا جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم لوگوں تک پہنچ گیا۔ سلطان العارفین بایزید بسطامی خرقان پہنچے تو لوگوں کو خبر دی کہ اس سرزمین میں سو برس کے بعد خواجہ ابوالحسن خرقانی پیدا ہوں گے جو انہیں یا ہمیں سلام پہنچائے مولانا فرماتے ہیں شعر

آں شنیدی داستان بایزید   کہ ز حال بوالحسن از پیش دید

غِرَاسُهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ
حَسَنٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادًا ۔ وَعَنْ يُسَيْرَةَ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُنَّ بِالتَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّقْدِيْسِ وَاعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ فَاِنَّهُنَّ
مَسْئُوْلَاتٌ مُسْتَنْطَقَاتٌ وَلَا تَغْفُلْنَ فَتَنْسَيْنَ الرَّحْمَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ
اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

درخت یہ کلمات ہیں اللہ پاک ہے اسی کی تعریف ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ بہت بڑا ہے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث اسناد سے حسن و غریب ہے، روایت ہے حضرت یسیرہ سے آپ مہاجر بیویوں میں سے ہیں فرماتی ہیں ہم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے بیبیو تسبیح و تہلیل اور رب کی پاکی بولنے کو لازم کرو انگلیوں پر گنا کرو (عقد انامل) کہ انگلیوں سے سوال ہوگا انہیں گویائی بخشی جائے گی اور کبھی غافل نہ ہونا ورنہ تم رحمت سے بھلادی جاؤ گی (ترمذی و ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بدوی

آخر میں مولانا فرماتے ہیں: شعر [illegible] ؛ مر ترا داند بجملہ حالہا

صحابہ کرام قریب الوفات صحابہ سے فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہمارا سلام عرض کرنا۔ جس سے پتہ لگا کہ ہم کو بھی چاہیے کہ ابراہیم علیہ السلام کو بھی سلام کیا کریں کہ سلام کا جواب دینا ضروری ہے۔ ۲ یعنی جنت کی بعض زمین درختوں سے بھری ہوئی ہے اور وہ درخت پھلوں سے لدے ہوئے ہیں، اسی جنت میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رکھا گیا تھا اور بعض زمین سفید ہے جس میں تمہارے وظیفوں و اعمال سے درخت لگیں گے جب تم یہاں آؤ گے تو دونوں قسم کے باغ پاؤ گے، لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اگر وہاں کی زمین سفید ہے تو اسے جنت کیوں کہتے ہیں، جنت کے معنی تو ہیں باغ، اور نہ یہ اعتراض ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج میں وہاں باغ اور پھل سب کچھ ملاحظہ فرمائے۔ ۳ آپ کا نام یسیرہ بنت یاسر مشہور صحابیہ ہیں۔ ۴ اس طرح کہ کسی حال میں سبوح قدوس ربنا ورب الملٰئکۃ والروح یا سبحان الملک القدوس یا دیگر تسبیحیں اسی قسم کی کبھی نہ چھوڑو، اپنا منہ ان ذکروں سے تر رکھو۔ ۵ اس طرح کہ ان کا شمار انگلیوں کے پوروں پر کیا کرو یا عقد انامل کے ذریعہ پوری انگلیوں پر کیا کرو۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیبیاں عقد انامل جانتی ہوں گی، اسی لیے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں عقد انامل کا حکم تو دیا مگر اس کا طریقہ نہ بتایا۔ ۶ اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہے یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ الخ اور اس آیت سے ہے وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ۔ اس سے معلوم ہوا کہ بمقابلہ دانوں پر شمار کرنے کے انگلیوں پر شمار کرنا افضل ہے، اور یہ کہ اعضاء کو اچھے کاموں میں لگانا چاہیے ورنہ یہ ہمارے خلاف گواہی دیں گے۔ ۷ یعنی اگر تم خدا کو بھول گئیں تو رب تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دور کردے گا، اگر اس کی رحمت چاہتی ہو تو اسے یاد رکھو رب تعالیٰ بھول چوک سے پاک ہے، اس لیے بھلادی جاؤ گی، کے وہ ہی معنی ہیں جو عرض کیے گئے یعنی رحمت سے دوری، رب تعالیٰ فرماتا ہے فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ تم مجھے یاد کرو میرے ذکر سے میں تمہیں یاد کروں گا اپنی رحمت سے، مولانا فرماتے ہیں شعر گر تو خواہی زیستن باآبرو ؛ ذکر او کن ذکر او کن ذکر او

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلِّمْنِي كَلَامًا أَقُولُهُ قَالَ قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ فَقَالَ فَهٰؤُلَاءِ لِرَبِّي فَمَا لِي فَقَالَ قُلْ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي شَكَّ الرَّاوِي فِي عَافِنِي رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى شَجَرَةٍ يَابِسَةِ الْوَرَقِ فَضَرَبَهَا بِعَصَاهُ فَتَنَاثَرَ الْوَرَقُ فَقَالَ إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ تُسَاقِطُ ذُنُوبَ الْعَبْدِ كَمَا تَسَاقَطَ وَرَقُ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

حاضر ہوئے بولے مجھے کوئی وظیفہ سکھا دیجئے جو میں پڑھا کروں[1] فرمایا کہو ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اللہ بہت ہی بڑا ہے اللہ کی بہت حمد ہے اللہ پاک ہے جہانوں کا پالنے والا اللہ غالب حکمت والے کے بغیر نہ طاقت ہے نہ قوت وہ بولے یہ تو رب کے لئے ہوئے میرے لئے کیا ہے[2] فرمایا یوں کہو الٰہی مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما مجھے ہدایت دے مجھے روزی دے[3] مجھے امن نصیب کر[4] راوی کو عافنی میں کچھ شک ہے[5] (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک خشک پتوں والے درخت سے گزرے[6] تو اس میں اپنی لاٹھی شریف ماری پتے جھڑ گئے فرمایا الحمد للہ سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر بندے کے گناہوں کو جھاڑ دیتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ گئے[7] (ترمذی)

---

1 بطور وظیفہ نمازوں کے بعد یا جیسے ہی دن رات مقرر ہوں۔ معلوم ہوا کہ مشائخ سے وظیفے پوچھنا اور ان کی اجازت حاصل کرنا سنت ہے کہ اجازت شیخ سے خاص تاثیر پیدا ہو جاتی ہے ثواب حاصل کرنے کیلئے کسی اجازت وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ علاوہ نماز و تلاوت قرآن کے اور ورد وظیفے بھی کرنے چاہئیں۔ نماز و تلاوت تو روحانی غذائیں ہیں اور یہ وظیفے روحانی میوے۔ غذا اور میوے دونوں ہی فائدہ مند ہیں۔ 2 سبحان اللہ کیسے مزے کا سوال ہے یعنی یا حبیب ان الفاظ میں رب تعالیٰ کی حمد تو ہو گئی کچھ دعائیہ کلمے بتائیے میں اس کی حمد بھی کرنا چاہتا ہوں اور اس سے بھیک مانگنی بھی۔ 3 یعنی میرے گناہ بخش دے آخرت فرما مجھ پر رحم کر کہ مجھے اعمال کی توفیق دے اچھی زندگی گزارنے کی توفیق دے ہدایت دے مجھے حلال روزی عطا فرما۔ 4 یعنی مجھے ایسی مصیبت میں گرفتار نہ کر جس کا انجام میرے لئے برا ہو (مرقات) عافیت کے یہ معنی نہایت نفیس ہیں اصل عافیت مصیبت سے امن ہے۔ 5 غالب راوی سے مراد صحابی ہیں یعنی اسناد کے آخری راوی ہو سکتا ہے کہ کل راوی مراد ہوں انہیں یہ شک ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عافنی فرمایا یا نہیں بہتر یہ ہے کہ عافنی بھی پڑھا جائے ممکن ہے کہ یہ بھی دعا کا جزو ہو۔ عافیت میں دین و دنیا کی ساری اچھی چیزیں داخل ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے معصیت کے مقابل مصیبت اختیار فرمائی کہ عرض کیا رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ کیونکہ معصیت کے مقابلے میں مصیبت عافیت ہے۔ 6 ظاہر یہ ہے کہ وہ درخت جنگلی تھا جس کا کوئی مالک نہیں، اس کے پھل پھول لے لینے ہر شخص لے سکتا ہے اور ممکن ہے کسی کے گھر یا باغ کا درخت ہو، چونکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی جان و مال کے مالک ہیں اسلئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بغیر اجازت درخت کے پتے جھاڑ دیئے ورنہ کسی کے مملوک درخت پر پتھر پھینکنا، لاٹھی سے اس کے پتے جھاڑنا ہمارے واسطے ممنوع ہے کہ یہ دوسرے کی ملک میں تصرف ہے۔ 7 سبحان اللہ کیا نفیس تشبیہ ہے یعنی گناہوں میں گرفتار انسان سوکھے ہوئے درخت کی طرح ہے اور اس کے گناہ مثل پتوں کے، اور یہ کلمات گویا

وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرْ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ قَالَ مَكْحُوْلٌ فَمَنْ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَنْجَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ كَشَفَ اللّٰهُ عَنْهُ سَبْعِيْنَ بَابًا مِنَ الضُّرِّ اَدْنَاهَا الْفَقْرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ وَمَكْحُوْلٌ لَمْ يَسْمَعْ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ دَوَاءٌ مِنْ تِسْعَةٍ وَّتِسْعِيْنَ دَاءً اَيْسَرُهَا الْهَمُّ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت مکحول سے[1] وہ حضرت ابوہریرہ سے راوی فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ زیادہ پڑھا کرو کہ یہ جنت کے خزانہ سے ہے[2] مکحول فرماتے ہیں کہ جو کوئی پڑھا کرے لاحول ولاقوۃ الا باللہ اور لامنجا من اللہ الا الیہ تو اللہ تعالٰی اس سے ستر مصیبتوں کے دروازے بند کردیگا جن میں سے ادنیٰ مصیبت فقیری ہے[3] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد متصل نہیں مکحول نے حضرت ابوہریرہ سے سنا نہیں[4] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ننانوے بیماریوں کی دوا ہے[5] جن میں ادنیٰ بیماری غم ہے[6] روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے

عصائے موسوی ہیں جس سے وہ گناہ جھڑتے رہتے ہیں۔ اس میں صوفیانہ اشارہ اس طرف بھی ہے کہ یہ کلمات گویا بیج ہیں، ان سے درخت تب پاک کرینگے جب یہ کسی کامل کے ذریعہ کے جائیں گے کیونکہ گرچہ درخت میں لگی لاٹھی ہی تھی مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک سے۔ ۱؎ آپ جلیل القدر تابعی ہیں، حبشی النسل ہیں، شام کے مفتی ہیں: امام زہری فرماتے ہیں کہ چار علماء بڑے کامل ہیں، مدینہ منورہ میں ابن مسیب اور کوفہ میں امام شعبی، بصرہ میں خواجہ حسن بصری، شام میں مکحول۔ ۲؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی یعنی یہ جنت کی نفیس نعمتوں میں سے ہے جو اس دن کام آئیں گی جب مال و اولاد کچھ کام نہ آئیں، کہ محفوظ خزانے خاص ضرورت کے وقت ہی کھولے جاتے ہیں۔ ۳؎ مرقات نے فرمایا کہ یہاں فقیری سے مراد دل اور مال دونوں کی فقیری ہے یعنی اس کا عامل مال کا بھی غنی ہوگا اور دل کا بھی، کیونکہ جو اپنے کو رب کے سپرد کر دیتا ہے وہ یقیناً غیر سے مستغنی ہو جاتا ہے اس شخص پر اگر کبھی مال کی غریبی آبھی گئی، تو وہ دل کا فقیر نہ بنے گا۔ ۴؎ کیونکہ جناب مکحول نے حضرت انس ابن مالک، واثلہ ابن اسقع اور ہند ابن ... سے ملاقات کی ہے لیکن اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مکحول جیسے جلیل القدر تابعی کا ایک راوی کا چھوڑ دینا کوئی مضر نہیں، صحاح امام بخاری کی تعلیق میں بھی جگہ ایک راوی کا ذکر بھی نہیں ہوتا، ویسے حضرت مکحول کا ایک راوی چھوڑ دینا کیوں مضر ہوگا۔ ۵؎ بیماریوں سے مراد جسمانی، روحانی، دنیاوی، اخروی بیماریاں ہیں کہ لاحول شریف ان سب کا مکمل علاج ہے۔ ۶؎ غم دنیاوی ہو یا دینی و اخروی لاحول شریف کی برکت سے ہر طرح کا غم دور ہوتا ہے، معاش و معاد کی فکر سے بندہ آزاد ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ غم سے آزادی حق تعالٰی کی بڑی نعمت ہے کہ حق تعالٰی نے یونس علیہ السلام پر بڑا کرم یہ فرمایا کہ مچھلی کے شکم سے انہیں غم سے نجات دی، فرماتا ہے فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ۔ خیال رہے کہ غم آخرت رحمت بھی اور عذاب بھی، یہاں غم سے مراد دوسری قسم کا غم ہے شیطان کو بھی رب سے خوف ہے وہ کہتا ہے اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اور مومن کو بھی مگر شیطان

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی کَلِمَۃٍ مِّنْ تَحْتِ الْعَرْشِ مِنْ کَنْزِ الْجَنَّۃِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ
یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَسْلَمَ عَبْدِیْ وَاسْتَسْلَمَ رَوَاھُمَا الْبَیْہَقِیُّ فِیْ دَعْوَاتِ الْکَبِیْرِ وَعَنْ اِبْنِ
عُمَرَ اَنَّہٗ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ ھِیَ صَلٰوۃُ الْخَلَائِقِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَلِمَۃُ الشُّکْرِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کَلِمَۃُ
الْاِخْلَاصِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ تَمْلَاُ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ
قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَسْلَمَ وَاسْتَسْلَمَ رَوَاہُ رَزِیْنٌ۔ بَابُ الْاِسْتِغْفَارِ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔

اللہ علیہ وسلم نے کیا میں تمہیں وہ کلمہ نہ بتادوں جو عرش کے نیچے سے آیا جنت کے خزانوں سے ہے وہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ فرمانبردار ہوگیا اور اس نے اپنے کو میرے سپرد کردیا یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کیں۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ آپ نے فرمایا سبحان اللہ ساری مخلوق کی عبادت ہے اور الحمد للہ کلمہ شکر ہے اور لا الہ الا اللہ اخلاص کا کلمہ ہے اور اللہ اکبر آسمان و زمین کے درمیان کی فضا بھر دیتا ہے اور جب بندہ کہتا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ تو رب تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ مطیع ہوگیا اور اپنے کو میرے سپرد کردیا (رزین) بخشش مانگنے اور توبہ کرنے کا باب پہلی فصل۔

کا خوف عذاب جیسے مجرم کو حاکم سے ڈر لگتا ہے اور مومن کا یہ ہم رنگ ہے جیسے مطیع غلام کو آقا سے ہیبت ہوتی ہے۔ [1] یہ ترجمہ بہت بہتر ہے کیونکہ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ میں لفظ مِنْ بیانیہ ہے، رزق کے خزانے آسمان میں ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ مگر خاص رحمت کا خزانہ عرش اعظم کے نیچے ہے، اسی خزانہ سے سورۂ بقرہ کی آخری آیات آئیں اور اسی خزانہ سے لاحول شریف آئی معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ نے تمام خزانوں کی خبر دی تب ہی تو فرماتے ہیں کہ یہ فلاں خزانہ کا موتی ہے۔ [2] یعنی لاحول شریف بھی عرش کے نیچے ہی ہے کہ اس کا خزانہ تکوینی و تخلیقی زیر عرش ہے خزانہ لذت جنت کے جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیل و فرات جنت کی نہریں ہیں۔ [3] یعنی جو بندہ لاحول شریف کی کثرت کرے تو رب تعالیٰ اسکے متعلق خوشنودی فرماتا ہے کہ اس بندے نے اپنے کو بالکل میرے سپرد کردیا، اب میں اس کی ہر بات کا والی وارث ہوگیا۔ بلاتشبیہ جیسے بچہ اپنے کو ماں کے حوالے کردیتا ہے تو اس کی ساری فکریں ماں اٹھاتی ہے اور بچہ ہر فکر سے آزاد ہو جاتا ہے یہ رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے کسی کسی کو میسر ہوتی ہے۔ [4] یعنی ہر مخلوق رب تعالیٰ کی تسبیح بزبان حال کرتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ اور دوسری جگہ فرماتا ہے کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ حق یہ ہے کہ ہر چیز کو رب تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے اور وہ بزبان قال مگر خفا حال سے تسبیح کرتی ہیں لہذا پہاڑ اللہ اس تسبیح کو سنتے ہیں صحابہ کرام کھانے وقت کھانے کی تسبیح سنتے تھے حتٰی کہ سبزہ کی تسبیح کی برکت سے عذاب قبر میں تخفیف ہوتی ہے۔ [5] یعنی شکر کا ستون ہے یا شکر کی چوٹی ہے جس کے بغیر شکر کامل نہیں ہوتا (از مرقات)۔ [6] لا الہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ ہے اخلاص سے مراد ہے چھٹکارا رہائی یعنی اس کلمہ طیبہ کی برکت سے بندہ دنیا میں کفر سے اور آخرت میں دوزخ سے رہائی پاتا ہے، یا اخلاص ریا کا مقابل ہے یعنی خلوص نیت یعنی یہ کلمہ اگر خلوص نیت سے پڑھا جائے تو مفید ہے۔ [7] کہ اس کا ثواب و اس کی عظمت ان تمام چیزوں کو بھر دیتی ہے یہ ہمیں سمجھانے کے لئے ہے کہ ہماری آنکھ و نظر میں آسمان زمین تک ہی محدود ہیں ورنہ رب تعالیٰ کی کبریائی کے مقابل آسمان و زمین کی کیا حقیقت ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا عَرْضُہَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ حالانکہ اس کی وسعت آسمان و زمین میں محدود نہیں۔ [8] استغفار کے معنی ہیں گزشتہ گناہوں کی معافی مانگنا اور توبہ کی حقیقت ہے آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرلینا یا زبان سے مگر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ. وَعَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِی الْیَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ فَاِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کی قسم میں ایک دن میں ستر بار سے زیادہ رب سے مغفرت مانگتا ہوں اور اسکی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں[1] (بخاری) روایت ہے حضرت اغر مزنی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے دل پر پردہ[2] آ جاتا ہے حالانکہ میں دن میں سو بار استغفار پڑھتا ہوں[3] (مسلم) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے لوگو اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو کیونکہ میں دن میں سو بار توبہ کرتا ہوں[4] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

نہ کرنے کا عہد استغفار ہے اور دل سے عہد توبہ۔ استغفار غفر سے بنا بمعنی چھپانا یا چھلکا و پوست، چونکہ استغفار کی برکت سے گناہ ڈھک جاتے ہیں اس لئے اسے استغفار کہتے ہیں۔ توبہ کے معنی رجوع کرنا، اگر یہ حق تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں ارادۂ عذاب سے رجوع فرما لینا، اور اگر یہ بندے کی صفت ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں گناہ سے اطاعت کی طرف، غفلت سے ذکر کی طرف، غیبت سے حضور کی طرف لوٹ جانا۔ توبہ صحیح یہ ہے کہ بندہ گزشتہ گناہوں پر نادم ہو، آئندہ نہ کرنے کا عہد کرے، اور جس قدر ہو سکے اسی قدر گزشتہ گناہوں کا عوض ادا کرے، گزشتہ نمازیں ہوں تو قضا کرے، کسی کا قرض رہ گیا ہے تو ادا کرے۔ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ توبہ کا کمال یہ ہے کہ دل لذت گناہ بلکہ گناہ بھول جائے۔

[1] توبہ و استغفار روزے نماز کی طرح عبادت بھی ہے، اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عامل تھے یا یہ عمل ہم گنہگاروں کی تعلیم کے لئے ہے ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں گناہ آپ کے قریب بھی نہیں آتا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہم لوگ گناہ کرکے توبہ کرتے ہیں اور وہ حضرات عبادت کرکے توبہ کرتے ہیں۔ شعر

زاہداں از گناہ توبہ کنند ... عارفاں از عبادت استغفار

سیدنا علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کے لئے دنیا میں دو امانیں ہیں، ایک نے پردہ فرمایا اور دوسری قیامت تک ہمارے پاس ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور استغفار۔ [2] یُغَانُ غین سے بنا بمعنی پردہ، اسی لئے سفید بادل کو غین کہا جاتا ہے۔ اس پردے کے متعلق شارحین نے بہت خامہ فرسائی کی ہے، بعض کے نزدیک اس سے مراد حضور کی دنیا میں مشغولیت ہے، بعض نے فرمایا کہ اس سے سونا مراد ہے، بعض کے خیال میں اس سے مراد اجتہادی خطائیں ہیں، مگر حق یہ ہے کہ یہاں غین سے مراد اپنی امت کے گناہوں کو دیکھ کر غم فرمانا ہے: لہذا استغفار سے مراد ان گنہگاروں کے لئے استغفار کرنا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تا قیامت اپنی امت کے سارے حالات پر مطلع ہیں، ان گناہوں کو دیکھتے ہیں، دل کو صدمہ ہوتا ہے، اس صدمہ کے جوش میں انہیں دعائیں دیتے ہیں (لمعات، مرقات، اشعہ وغیرہ) اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ، اے مسلمانو تمہاری تکلیفیں ان پر گراں ہیں: شعر

آنچہ تو کردی کسے باخود نہ کرد ... روح پاک مصطفیٰ آمد بدرد

وسلم فیما یروی عن اللّٰه تبارک وتعالٰی انه قال یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی
وجعلته بینکم محرما فلا تظالموا یا عبادی کلکم ضال الا من هدیته فاستهدونی
اهدکم یا عبادی کلکم جائع الا من اطعمته فاستطعمونی اطعمکم یا عبادی کلکم عار
الا من کسوته فاستکسونی اکسکم یا عبادی انکم تخطئون باللیل والنهار وانا اغفر الذنوب

وسلم نے ان روایتوں میں جو حضور اپنے رب تبارک وتعالٰی سے روایت فرماتے ہیں کہ رب نے فرمایا اے میرے بندو میں نے ظلم اپنے نفس پر حرام فرمالیا ہے اور تمہارے آپس میں بھی ظلم کو حرام فرمادیا لہذا ظلم نہ کرو اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو بجز اس کے جسے میں ہدایت دے دوں لہذا مجھ سے ہدایت مانگو ہدایت دوں گا اے میرے بندو تم سب بھوکے ہو بجز اس کے جسے میں غذا دوں لہذا مجھ سے کھانا مانگو تمہیں کھلاؤں گا اے میرے بندو تم سب ننگے ہو بجز اس کے جسے میں پہنادوں لہذا مجھ سے لباس مانگو میں پہناؤں گا اے میرے بندو تم دن رات خطا کرتے ہو اور میں سارے گناہ بخشتا رہتا ہوں۔

بد ہیں جن تم ان کی خاطر ٭ رات بھر روؤ کراہو
بد کریں ہر دم برائی ٭ تم کہو ان کا بھلا ہو

۳؎ ظاہر یہ ہے کہ لوگوں سے مراد مسلمان ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ اور ہوسکتا ہے کہ سارے انسانوں سے خطاب ہو یعنی اے کافرو کفر سے توبہ کرو اے گنہگار مسلمانو گناہوں سے باز آجاؤ، اے نیک کارو اپنی نیکی کو کم جانو اور توبہ کرو، معلوم ہوا کہ ہر شخص توبہ کا حاجتمند ہے۔ ۴؎ جو پہلے عرض کیا گیا تھا اس کی تائید اس جملے سے ہوگئی، یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری تعلیم کے لئے توبہ کرتے تھے، مطلب یہ ہے کہ جب ہم معصوم ہو کر روزانہ سو بار توبہ کرتے ہیں تو تم کو چاہیئے کہ تم ہزاروں بار توبہ کیا کرو۔ ۵؎ یہاں حرمت سے مراد شرعی حرمت نہیں، کیونکہ حق تعالٰی پر نہ کوئی حاکم ہے اور نہ اس پر شرعی احکام جاری ہیں بلکہ اس سے مراد ہے برتر ہونا، منزہ ہونا، پاک ہونا، رب تعالٰی کے لئے کوئی شے ظلم ہوسکتی ہی نہیں، کیونکہ ظلم کے معنی ہیں دوسرے کی ملک میں زیادتی کرنا، یا کسی چیز کو بے محل استعمال کرنا، ان دونوں سے پروردگار پاک ہے، کیونکہ ہر چیز اس کی ملک ہے اور جس کے استعمال کے لئے جو جگہ مقرر فرمادے وہی اس کا صحیح مصرف ہے اس کے افعال یا عدل ہیں یا فضل، اس کے معنی یہ ہیں کہ میں ظلم سے منزہ ہوں پاک ہوں میرا کوئی کام ظلم نہیں ہوسکتا، بعض نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد ہے بے قصور کو سزا دینا ہے، واللہ اعلم۔ ۶؎ لہذا تم کسی پر جانی، مالی یا آبروریزی کا ظلم نہ کرو، یہ تمام جرموں سے بڑا جرم ہے کہ حق العباد ہے توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا۔ ۷؎ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری پیدائش تاریکی میں ہوئی، پھر ہم پر نور کا چھینٹا دیا گیا، اگر ہم کو ہمارے نفسوں پر چھوڑ دیا جائے تو ہم عقیدۃً عملاً بدی ہی کریں گے اگر وہ اپنا فضل کرے تو ہم نیکی کریں، ہم ببول کا درخت ہیں ہمارے پاس سوا کانٹوں کے اور کیا ہے، ہماری صفت ہے اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ بچہ فطرت یعنی توحید پر پیدا ہوتا ہے کہ وہاں دنیا میں آنے کا ذکر ہے اور یہاں ہماری اصل پیدائش کا، خیال رہے کہ حضرات انبیاء و اولیاء بھی رب تعالٰی ہی کی ہدایت سے ہدایت یافتہ ہیں، مگر وہ ہمارے لئے ہدایت کا مرکز ہیں کہ ہم ان سے ہی ہدایت لے سکتے ہیں، جیسے سورج کو نور رب تعالٰی نے دیا ہے مگر چاند تارے اور زمین اس سے ہی نور لیتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ ۸؎ یعنی تم روحانی و جسمانی غذاؤں میں میرے محتاج ہو اسی طرح قلب و قالب، روح کے لباس میں میرے حاجتمند ہو، غذا کا ہر حیوان حاجتمند ہے اور لباس کا صرف انسان، خیال

جَمِيْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِيْ أَغْفِرْ لَكُمْ يَا عِبَادِيْ إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّيْ فَتَضُرُّوْنِيْ وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِيْ فَتَنْفَعُوْنِيْ يَا عِبَادِيْ لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى أَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذٰلِكَ فِيْ مُلْكِيْ شَيْئًا يَا عِبَادِيْ لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِيْ شَيْئًا يَا عِبَادِيْ لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوْا فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُوْنِيْ فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهٗ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِيْ إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ يَا عِبَادِيْ

مجھ سے مغفرت مانگو میں تمہیں بخش دوں گا اے میرے بندو تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نقصان پہنچا دو اور نہ میرے نفع تک تمہاری رسائی ہے کہ مجھے نفع دے دو میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن اپنے میں سے کسی بڑے پرہیزگار کے دل پر متفق ہو جائیں تو تمہارا یہ متفقہ تقویٰ میرے ملک میں کچھ بڑھا نہیں سکتا اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن اپنے میں سے کسی بڑے بدکار کے دل پر متفق ہو جائیں تو تمہاری یہ متفقہ بدکاری میرے ملک میں کچھ کمی نہ کر سکے گی اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن ایک میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے بھیک مانگیں پھر میں ہر انسان کا سوال پورا کر دوں تو یہ میرے خزانوں کے مقابل ایسا حقیر ہو گا جیسے سوئی کی تری جب دریا میں ڈبوئی جائے اے میرے بندو

جس کہ تمام انبیاء اولیاء اور بادشاہ رب تعالیٰ کے حاجتمند ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے اللہ غنی وانتم الفقراء مگر اس کے محبوب بندے مخلوق کے حاجت روا ہیں باذن پروردگار، رب تعالیٰ فرماتا ہے اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ بادل بھی رب کا محتاج اور زمین بھی، مگر بادل زمین کا محتاج ایسے کہ ہر وقت زمین کو بادل کی ضرورت ہے۔ ۲ خطا کے معنی ہیں غلط راستہ پر چلنا بھول کر ہو یا جان بوجھ کر لہٰذا اس میں خطائیں، بھول چوک، عمداً گناہ سب داخل ہیں علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہاں سے خطاب عام بندوں سے ہے معصوم حضرات جیسے فرشتے، انبیاء اس حکم سے خارج ہیں کہ اگرچہ بعض انبیاء سے خطائیں سرزد ہوئیں مگر عمر بھر میں ایک دو نہ کہ دن رات اور ہر وقت: نیز ان کی وہ خطائیں بھی ان کی شان کے لائق ہیں ہماری عبادتوں سے افضل ہیں، سارے عالم کا وجود حضرت آدم کی ایک خطا کی برکت سے ہے، لہٰذا اس سے عصمت انبیاء پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ۳ اس کی شرح اگلے جملے سے ہو رہی ہے کہ تمہاری عبادتوں سے میرا نفع نہیں، گناہوں سے میرا نقصان نہیں بلکہ ان میں نفع نقصان خود تمہارا ہے۔ ۴ یعنی سب کے سب کسی بڑے پرہیزگار کے دل پر ہو جاویں اگر تمام جہان کا دل اس پرہیزگار کا سا ہو جائے اور ساری دنیا اس نیک صالح کی طرح نیکیاں ہمیشہ کیا کرے: اس ترجمہ سے حدیث کا مطلب واضح ہو گیا، اس پر کوئی اعتراض نہ رہا۔ ۵ لہٰذا کوئی شخص یہ سمجھ کر عبادت نہ کرے کہ میری عبادت سے رب تعالیٰ کے خزانے بڑھ جائیں گے بلکہ اس کا احسان مانے کہ اس نے اپنا آستانہ بتلایا۔ ۶ اس کا مطلب بھی وہی ہے جو پہلے جملے میں عرض کیا گیا کہ دنیا کے بادشاہوں کا رعایا کے بگڑ جانے سے نقصان ہوتا ہے، آمدنی میں کمی ہو جاتی ہے خزانہ خالی رہ جاتا ہے مگر رب تعالیٰ وہ بے نیاز ہے کہ ساری خلق کی بدکاری سے اس کا کوئی نقصان نہیں، خیال رہے کہ یہ مضمون ایسا ہی ہے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر رب کی اولاد ہوتی تو پہلے میں ہی اسے پوجتا، رب کی اولاد ناممکن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے پوجنا ناممکن ایسے ہی تمام بندوں کا گنہگار ہو جانا غیر ممکن ہے فرشتے انبیاء معصوم اور اولیاء محفوظ بفضلہ تعالیٰ گناہ کرتے ہی نہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ

إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا عَلَيْكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ إِنْسَانًا ثُمَّ خَرَجَ يَسْأَلُ فَأَتَى رَاهِبًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ أَلَهُ تَوْبَةٌ قَالَ لَا فَقَتَلَهُ وَجَعَلَ يَسْأَلُ فَقَالَ لَهُ

یہ تمہارے اعمال شمار میں رکھ رہا ہوں پھر ان کا بدلہ تمہیں پورا پورا دونگا لہذا جو نیکی پائے تو وہ اللہ کی حمد کرے اور جو اس کے علاوہ پائے وہ صرف اپنے کو ہی ملامت کرے [۱] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے آدمی مار ڈالے تھے [۲] پھر مسئلہ پوچھنے نکلا تو ایک پادری کے پاس پہنچا اس سے پوچھا کہ کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے وہ بولا نہیں [۳] اس نے اسے بھی مار دیا اور مسئلہ پوچھتا پھرا اسے کسی نے ....

غرضکہ اس جملے سے عصمت انبیاء کے خلاف دلیل نہیں پکڑی جا سکتی۔ ۵ اس جملے کا یہ ترجمہ درست ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میری یہ عطا میرے خزانوں کو سوئی کی تری کی بقدر کم کر دیں گے وہاں کمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا سورج ہزار ہا سال سے دنیا کو روشنی دے رہا ہے، مگر اس کی روشنی میں مطلق کمی نہ ہوئی جب رب تعالیٰ کی مخلوق کا یہ حال ہے، تو اس کے خزانوں کا کیا حال ہوگا۔ اور یہ نسبت بھی فقط سمجھانے کے لیے ہے، ورنہ رب تعالیٰ کے خزانے غیر محدود ہیں، اور اس کی عطائیں محدود، کیونکہ لینے والے محدود، اور محدود کی غیر محدود سے نسبت کیسی!۔

۱ اس طرح کہ نیک کار کی جزا میں کمی نہ کرونگا، اور بدکار کی سزا میں زیادتی نہ کرونگا: اس کا مطلب یہ نہیں کہ نیک کار کو زیادہ نہ دوں، اور گنہگار کو معاف نہ کروں، یہاں عدل کا ذکر ہے، عدل فضل کے خلاف نہیں، لہذا حدیث واضح ہے، نہ آیات قرآنیہ کے خلاف ہے، اور نہ دیگر احادیث کے مخالف۔ ۲ خلاصہ یہ ہے کہ بندہ نیکیوں کو رب تعالیٰ کی توفیق سے سمجھے، اور گناہوں کو اپنی شامت نفس سے جانے بلکہ ہر نقص کو اپنی طرف منسوب کرے، اور کمال کو رب تعالیٰ کی طرف، ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ، بیمار میں ہوتا ہوں، شفا وہ دیتا ہے، ورنہ ہر خیر و شر کا خالق و مالک رب تعالیٰ ہی ہے، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں وَالْقَدَرُ خَيْرُهُ وَشَرُّهُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ ۳ ظلماً، ڈکیتی سے یا کسی اور طرح۔ ۴ یعنی جب اس کی موت قریب آئی، تو رحمت خداوندی نے دستگیری کی اپنے کئے پر پشیمان ہوا، اور اس گنہگاروں کے شہر سے نکل کھڑا ہوا، مسئلہ پوچھنے عالم وقت کے پاس گیا راہب بمعنی خوف اصطلاح میں راہب وہ پادری جوگی کہلاتے تھے، جو خوف خدا سے تارک الدنیا ہو جاتے تھے، گوشہ میں بیٹھ کر اللہ اللہ ہی کرتے تھے ان میں سے اکثر عالم بھی ہوتے تھے یہود و نصاریٰ کے ہاں ترک دنیا بہترین عبادت تھی، ہمارے اسلام میں ممنوع ہے۔ ۵ یا تو وہ راہب توبہ کے مسئلے سے جاہل تھا، اور یا اس کا مطلب یہ تھا کہ قتل حق العباد ہے، مقتول کے ورثاء سے اس میں معافی مانگنا ضروری ہے، اتنے بہت سے مقتولوں کے وارثوں کے پاس یہ کیسے پہنچے گا اور انہیں کیسے راضی کرے گا: بہرحال اس راہب نے مسئلہ غلط بتایا۔

۶ بخشش سے مایوسی کی وجہ سے وہ گناہ پر دلیر ہو گیا: مایوسی گناہ پر جری کر دیتی ہے: اسی لئے اسلام نے بڑے سے بڑے مجرم کو بھی بخشش سے مایوس نہ کیا پھانسی والے مجرم کو تمام قیدیوں سے الگ کال کوٹھری میں رکھتے ہیں کیونکہ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو کر اور دو چار کو قتل نہ کر دے۔ آریوں کے ہاں توبہ کوئی چیز نہیں، ان کے نزدیک گناہ ہو ہو کر رہتا ہے۔

رَجُلٌ ائْتِ قَرْيَةَ كَذَا وَكَذَا فَاَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهٖ نَحْوَهَا فَاخْتَصَمَتْ فِيْهِ مَلٰٓئِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلٰٓئِكَةُ الْعَذَابِ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى هٰذِهٖٓ اَنْ تَقَرَّبِيْ وَاِلٰى هٰذِهٖٓ اَنْ تَبَاعَدِيْ فَقَالَ قِيْسُوْا مَا بَيْنَهُمَا فَوُجِدَ اِلٰى هٰذِهٖٓ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ وَلَجَآءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ

بتایا کہ فلاں بستی میں جا[1] اسی حال میں اسے موت آگئی تو اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف کردیا[2] اس کے متعلق رحمت و عذاب کے فرشتوں نے جھگڑا کیا[3] رب نے اس بستی کی طرف حکم بھیجا کہ قریب ہو جا اور اس بستی کی طرف کہ دور ہو جا پھر فرمایا ان دونوں بستیوں کے درمیان ناپو پھر وہ اس بستی کی طرف ایک بالشت قریب پایا گیا چنانچہ اس کی مغفرت کردی گئی[4] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تمہیں لے جاتا اور ایسی قوم لاتا جو گناہ کریں پھر معافی مانگیں تو اللہ انہیں بخشے[5] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا

[1] پہلا کذا نام بتانے کے لئے ہے اور دوسرا کذا بیان اوصاف کے لئے یعنی فلاں نام کی بستی جو فلاں طرف ہے جس میں اللہ کے بہت نیک بندے رہتے ہیں تو وہاں جا اور فلاں سے مسئلہ پوچھ۔ [2] یعنی اس طرح گر کر مرا کہ اس کا چہرہ اور سینہ تو اس عالم کی بستی کی طرف تھا جہاں جارہا تھا اور پیٹھ اس گناہوں کی بستی کی طرف جہاں سے آیا تھا اللہ تعالٰی کو اس کی یہ ادا پسند آگئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ پوچھنے کے لئے عالموں کے پاس جانا عبادت ہے۔ نیز عالم کے شہر کی تعظیم اور اس طرف منہ کرکے سونا یا مرنا بھی رب تعالٰی کو پسند ہے۔ سنت یہ ہے کہ مومن کعبہ کو منہ اور سینہ کرکے سوئے، میت کو کعبہ کے رخ دفن کرو۔ بعض عشاق مدینہ منورہ یا بغداد شریف کی طرف منہ کرکے دعائیں مانگتے ہیں، نماز غوثیہ میں بعد نماز گیارہ قدم بغداد شریف کی طرف منہ کرکے چلتے ہیں، وہ ادھر ہی منہ کرکے دعا مانگتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث ہے، دیکھو اس شہر میں کعبہ یا بیت المقدس نہ تھا، صرف ایک عالم کی بستی تھی جس کے ادب کی برکت سے بخشا گیا، رب تعالٰی نے توبہ کرنے والے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا "اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ" اس نبیوں کے شہر میں سجدہ کرتے جاؤ اور وہاں ہم سے معافی مانگو۔ [3] یعنی یہ شخص بالکل بیچ میں تھا کہ اسے موت آگئی، اس کی روح کو لینے کے لئے رحمت کے فرشتے بھی آگئے اور عذاب کے بھی، عذاب والے فرشتے کہتے تھے کہ یہ بدکار ہے بڑے گناہ کرکے آیا ہے، رحمت کے فرشتے کہتے تھے کہ یہ بھلا ہے توبہ کرنے جارہا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کے لئے رب تعالٰی کی طرف سے قانون مقرر کردیا گیا ہے کہ کس قسم کی میت کو عذاب کے فرشتے لیں اور کس کو رحمت کے، وہ اسی قانون کے تحت ہر میت تک پہنچ جاتے ہیں۔ لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو خدا کے حکم کے منتظر ہیں، یہاں رب تعالٰی نے دونوں قسم کے فرشتے بھیجے ہی کیوں، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں "وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ" کیونکہ وہاں امر سے مراد کلی امر ہے جیسے رب تعالٰی نے ہم کو نماز روزہ وغیرہ کا کلی امر دے رکھا ہے۔ [4] یعنی اس کی موت بالکل درمیان میں واقع ہوئی تھی، رب تعالٰی غفار نے توبہ کی وجہ سے اس کا اتنا احترام فرمایا کہ اس کی لاش کو اس بستی کی طرف نہ سرکایا بلکہ دونوں بستیوں کو حرکت دی کہ اس کو پیچھے ہٹایا اس کو آگے بڑھایا۔ خیال رہے کہ رب تعالٰی جب بندے سے راضی ہو جائے تو اپنے حقوق تو خود معاف کردیتا ہے اور بندوں کے حقوق حق والوں سے معاف کرا دیتا ہے، اس موقعہ پر بھی رب تعالٰی نے مقتولوں کو کچھ دے کر معاف کرا دیا لہذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ ظلم قتل حق العباد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یبسط یدہ باللیل لیتوب مسیء النہار ویبسط یدہ بالنہار لیتوب مسیء اللیل حتی تطلع الشمس من مغربہا رواہ مسلم۔ وعن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب اللہ علیہ متفق علیہ۔ وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تاب قبل ان تطلع الشمس من مغربہا تاب اللہ علیہ رواہ مسلم۔ وعن انس قال قال رسول اللہ صلی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالیٰ اپنا دست کرم رات کو پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرے اور دن کو پھیلاتا ہے کہ رات کا گنہگار توبہ کرے۱؎ یہ کرم نوازی اس وقت تک ہو گی جبکہ سورج پچھم سے نکلے۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ جب اقرار گناہ کر لیتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو سورج کے مغرب سے نکلنے سے پہلے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا۴؎ (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے

تھے بغیر شفاعت کے معاف کئے، اس کی بخشش کیسے ہو گئی، اور نہ یہ کہ دوستیوں کو کیوں ہٹایا، لاش کو کیوں نہ سرکا دیا۔ ۱؎ اس حدیث کا مقصد لوگوں کو گناہ پر دلیر کرنا نہیں بلکہ توبہ کی طرف مائل کرنا ہے یعنی اے انسانو اگر تم بھی فرشتوں کی طرح سارے ہی معصوم گناہ سے ہوتے تو کوئی قوم ایسی پیدا کی جاتی جو غلطی وخطا سے گناہ کر لیا کرتی پھر توبہ کر لیتی اسے رب تعالیٰ معاف کرتا کیونکہ خلقت رب تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے اور جیسے رب کی صفت رزاق ہے ایسے ہی اس کی صفت غفار بھی ہے رزاقیت کا ظہور رزق و مرزوق سے ہوتا ہے مغفاریت کی جلوہ گری گناہ اور گنہگار سے ہوتی ہے یہ حدیث ایسی ہے کہ گناہ پر دلیر ہو اور پھر گناہ کرکے توبہ کا فرحا۔ اور یہاں ذکر گناہ کا ہے نہ کہ کفر کا، خلاصہ یہ ہے کہ اے گنہگارو رب کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ توبہ کر لو وہ غفور رحیم ہے گناہ کا صدور تقاضائے حکمت الٰہی ہے تم سے کوئی گناہ نہ ہو یہ ناممکن ہے یہاں سے چالے سے مراد بےشک گناہ نہیں ہے بلکہ نیز آسمانوں پر پہنچا دینا فرشتوں کیا تم عکس تھا اور زمین پر دوسری قوم قابل گناہ کو بسانا ارادہ ہے ۲؎ ہاتھ پھیلانے سے مراد عفو وکرم کا دروازہ کھول دینا، پھیلا دینا ہے مقصد یہ ہے کہ رب کا کرم ہیت ابدیت ہے گنہگار کو ہر وقت کرم سے دینے کو طلب ہے کوئی آئے مانگے۔ ۳؎ اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا رب تعالیٰ فرماتا ہے یَوۡمَ یَاۡتِیۡ بَعۡضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ لَا یَنۡفَعُ نَفۡسًا اِیۡمَانُہَا الخ مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ اس وقت سے ان لوگوں کی توبہ قبول نہ ہو گی جو سورج کو پچھم سے نکلتے دیکھیں لیکن جو لوگ اس واقعہ کے بعد پیدا ہوں ان کی توبہ کفر بھی قبول ہو گی اور توبہ گناہ بھی مگر ظاہر نے یہ علامات قیامت کبھی ہی نہیں حضرت شاہ عبدالعزیز فاضل رحمۃ اللہ علیہ بارہا فرماتے تھے کہ اس وقت کے بعد انسان کی پیدائش ہی بند ہو جائیگی، غرضکہ آیت وحدیث میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو پہلے گناہ کرتے رہے توبہ نہ کی یہ علامت دیکھ کر توبہ کریں گے، ان کی توبہ قبول نہیں کہ غیب کھل جانے کے بعد توبہ کیسی، ۳؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبول توبہ کی دو شرطیں ہیں ایک اپنے گناہ کا اقرار دوسرے توبہ یعنی آئندہ نہ کرنے کا عہد اور کئے ہوئے گناہ کے بدلے کی کوشش، اعتراف اور توبہ میں یہ فرق ہے ۴؎ شاید یہاں توبہ سے مراد کفر سے توبہ ہے یعنی آفتاب کے پچھم سے نکلنے پر سارے کفار ایمان قبول کریں گے مگر اس وقت کا ایمان قبول نہ ہو گا کیونکہ ایمان بالغیب نہ رہا گناہوں سے توبہ اس وقت بھی قبول ہو گی، جیسے نزع کی حالت میں کفر سے توبہ قبول نہیں۔

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ حِيْنَ يَتُوْبُ اِلَيْهِ مِنْ اَحَدِكُمْ كَانَ رَاحِلَتُهٗ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاَيِسَ مِنْهَا فَاَتٰى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِيْ ظِلِّهَا قَدْ اَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهٗ فَاَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِيْ وَاَنَا رَبُّكَ اَخْطَاَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عَبْدًا اَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ

اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالٰی اس کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری چٹیل زمین میں ہو وہ سواری بھاگ جائے اس پر اس کا کھانا پانی ہو پھر اس سواری سے مایوس ہو کر کسی درخت تک پہنچے اپنی سواری سے مایوس ہو کر درخت کے سایہ میں لیٹ رہے وہ اس حال میں ہو کہ ناگاہ اس کی سواری اس کے پاس آ کھڑی ہو وہ اس کی مہار پکڑ لے پھر انتہائی خوشی میں یوں کہہ بیٹھے الٰہی تو میرا بندہ اور میں تیرا رب بہت خوشی سے چوک گیا (مسلم)۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ جب کوئی گناہ کر لیتا ہے پھر کہتا ہے مولٰی

گناہوں سے توبہ قبول ہے۔ بعض کے ہاں حدیث اپنے اطلاق پر ہے کہ اس وقت نہ کفر سے توبہ قبول ہے نہ گناہوں سے، وہ فرماتے ہیں کہ اس وقت کا ایمان قبول نہ ہونا تو قرآن کریم سے ثابت ہے اور توبہ قبول نہ ہونا حدیث سے ثابت، دونوں برحق ہیں واللہ ورسولہ اعلم (لمعات و مرقات)۔ لے ایسے مقامات پر خوشی سے مراد رضا ہوتی ہے، کیونکہ اصطلاحی فرحت و خوشی سے رب تعالٰی پاک ہے۔ خیال رہے کہ رضا اور ہے ارادہ اور، مگر ارادہ کچھ اور، اللہ تعالٰی ہر بندے کے ایمان و شکر سے راضی ہے، فرماتا ہے اِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ، اور ہر شخص کو اس نے ایمان کا حکم بھی دیا ہے، کہ فرمایا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لیکن ہر شخص کے ایمان کا ارادہ نہیں کیا، ورنہ دنیا میں کوئی کافر نہ ہوتا، بعض کے کفر کا ارادہ کیا ہے اور بعض کے ایمان کا، ان کا فرق اور ان میں صدہا حکمتیں ہیں جو علم کلام میں مذکور ہیں، دیکھو ذبح اسمٰعیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا حکم تھا ارادہ نہ تھا، یہاں اس کی رضا و کا ذکر ہے نہ کہ ارادے کا۔ ملے یعنی جیسے اس شخص کو یاس کے بعد آس سے انتہائی خوشی ہوتی ہے جو بیان میں نہیں آ سکتی، کیونکہ اس بندے کو یاس بھی انتہائی جان سے ہو چکی تھی، ایسے ہی رب تعالٰی کی یہ رضا ہم بیان نہیں کر سکتے، یہ تشبیہ مرکب ہے: جس میں پورے واقعہ کو پورے واقعہ سے تشبیہ دی جاتی ہے نہ کہ ہر حال کو ہر حال سے۔ لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ رب تعالٰی مایوس بھی ہوا ہو، اور بعد میں اس کی آس بندھی ہو، مقصد یہ ہے کہ رب تعالٰی ہم پر خود ہم سے زیادہ مہربان ہے، جتنی خوشی ہم کو اپنی جان بچنے سے ہوتی ہے اس سے زیادہ خوشی اللہ تعالٰی کو بندے کے ایمان بچنے سے ہوتی ہے۔ سے یہ کلام بھی انتہائی خوشی بیان فرمانے کے لئے ہے، نہ کہ تشبیہ کے لئے، کیونکہ رب تعالٰی غلطیوں اور خطا سے پاک ہے، یعنی بندہ کی خوشی سے مت کٹ گئی، وہ کہنا چاہتا تھا یا معبود تو میرا رب میں تیرا بندہ، لیکن اُلٹا کہہ گیا، اس سے معلوم ہوا کہ خطاءً منہ سے کفر نکل جانے پر بندہ کافر نہیں ہوتا نہ اس سے اس خطاکار کی بیوی نکاح سے خارج ہو، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حکم کفر نہ فرمایا، مگر یہ جب ہے جبکہ بندے کو اس خطا پر اطلاع نہ ہو اطلاع ہونے پر فوراً توبہ کرے، طلاق کا یہ حکم نہیں، لہٰذا اس حدیث سے وہ حضرات دلیل نہیں پکڑ سکتے جو کلمہ یوں پڑھ لیتے ہیں لا الٰہ الا اللہ چشتی رسول اللہ، اور پھر بے اختیاری زبان کا بہانہ کر دیتے ہیں۔

أَذْنَبْتُ فَاغْفِرْهُ فَقَالَ رَبُّهُ أَعَلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ غَفَرْتُ لِعَبْدِي
ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ أَذْنَبَ ذَنْبًا قَالَ رَبِّ أَذْنَبْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْهُ فَقَالَ أَعَلِمَ عَبْدِي
أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ غَفَرْتُ لِعَبْدِي ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ أَذْنَبَ ذَنْبًا
قَالَ رَبِّ أَذْنَبْتُ ذَنْبًا آخَرَ فَاغْفِرْهُ لِي فَقَالَ أَعَلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ
بِهِ غَفَرْتُ لِعَبْدِي فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جُنْدُبٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللهِ لَا يَغْفِرُ اللهُ لِفُلَانٍ وَأَنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ مَنْ ذَا الَّذِي

میں نے گناہ کر لیا مجھے معافی دیدے تو رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا[1] پھر جتنا رب چاہے بندہ ٹھہرا رہتا ہے پھر کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے کہتا ہے یا رب میں نے گناہ کر لیا مجھے بخش دے تو رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا پھر بندہ ٹھہرا رہتا ہے جتنا رب چاہے پھر گناہ کر بیٹھتا ہے عرض کرتا ہے یا رب میں نے گناہ کر لیا مجھے معافی دے تو رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور پکڑ بھی لیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا جو چاہے کرے[3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جندب سے[4] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ایک آدمی نے کہا رب کی قسم اللہ تعالیٰ فلاں کو نہ بخشے گا[5] اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ کون ہے

۱؎ یعنی زبان سے بھی کہتا ہے اور دل سے بھی، کہ گزشتہ پر نادم ہوتا ہے اور آئندہ کے نہ کرنے کا عہد کرتا ہے اور بقدر طاقت گزشتہ گناہ کا کفارہ بھی ادا کر دیتا ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ صرف زبانی استغفار کر لینے سے معافی ہو گئی۔ ۲؎ یہ کلام فرشتوں سے ہوتا ہے اظہار کرم کے لئے، مقصد یہ ہے کہ چونکہ بندہ سمجھ گیا کہ گنہگار اور بخشنے والا رب ہے اس لئے معافی مانگتا ہوا آیا، میں نے اسے معاف کر دیا۔ ۳؎ یعنی توبہ کے وقت تو اس کا ارادہ یہی تھا کہ کبھی گناہ نہ کرے گا مگر پھر کر بیٹھا، لہٰذا حدیث قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف نہیں وَلَمْ يُصِرُّوا عَلٰى مَا فَعَلُوْا، گناہ پر اصرار اور ہے اور بار بار گناہ ہو جانا اور توبہ کرتے رہنا اور۔ یعنی جیسے تم گناہ کرنے کے عادی ہو میں بخشنے کا عادی ہوں جب تک گناہ سے باز نہیں آتا، تو میں اپنے بخشنے کی عادت کیوں چھوڑوں، تو کرتا رہ میں بخشتا جاؤں۔ یہ فرمان گناہ کی اجازت دینے کے لئے نہیں بلکہ وسعت مغفرت کے اظہار کے لئے ہے، یعنی اس طرح بندہ اگر لاکھوں بار گناہ کرے گا میں بخش دوں گا کہ ہر توبہ کے وقت آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد ہو، اگر پھر کر بیٹھے، لہٰذا حدیث بالکل ظاہر ہے اور توبہ کے راستے گناہ کرنا کفر ہے کہ جو گناہ میں حرج ہی کیا ہے کل توبہ کر لیں گے یہ توبہ نہیں بلکہ شریعت کا مذاق اڑانا ہے اور خدائے تعالیٰ پر امن، یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ ایسے توبہ کرنے والے کو رب تعالیٰ اپنی امان میں لیتا ہے کہ پھر اس سے گناہ ہوتے ہی نہیں۔ پھر فرمایا جاتا ہے کہ جو چاہے کرے جیسے بدر والوں کے لئے کہ ان سے پھر گناہ ہوتا ہی نہیں۔ ۴؎ جندب حضرت ابوذر غفاری کا نام بھی ہے جو مشہور صحابی ہیں، اور دوسرے صحابہ کا بھی، یہاں غالبًا دوسرے کوئی صحابی مراد ہیں، کیونکہ محدثین حضرت ابوذر کو جندب کے نام سے بیان نہیں کیا کرتے اور ہو سکتا ہے کہ ابوذر غفاری ہی مراد ہوں مرقات نے دوسری توجیہ کو ترجیح دی۔ ۵؎ یا اس لئے نہ بخشے گا کہ اس شخص کا گناہ بہت ہی بڑا ہے یا اس لئے کہ اس شخص نے مجھ پر زیادتی کی ہے اور میں بڑا مقبول بندہ ہوں، مجھ پر ظلم کرنا لائق بخشش نہیں پہلی صورت میں یہ کلام صرف غیبت ہے دوسری صورت میں غیبت بھی ہے اور اپنی شیخی بھی۔

يَتَأَلّٰى عَلَيَّ أَنْ لَّا أَغْفِرَ لِفُلَانٍ فَإِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ وَأَحْبَطْتُ عَمَلَكَ أَوْ كَمَا قَالَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ أَنْ تَقُوْلَ
اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ
أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَإِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ

جو مجھ پر قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو نہ بخشوں گا میں نے فلاں کو تو بخش دیا اور تیرے عمل ضبط کرلئے[۲] یا جیسے حضور انور نے فرمایا[۳] (مسلم) روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار کا سردار یہ ہے[۴] کہ تم کہو الٰہی تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھے پیدا کیا میں تیرا بندہ ہوں[۵] اور بقدر طاقت تیرے عہد و پیمان پر قائم ہوں[۶] میں اپنے کئے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں[۷] تیری نعمت کا جو مجھ پر ہے اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقراری ہوں مجھے بخش دے تیرے سوا

۱؎ یتالی تالی سے بنا بمعنی قسم کھانا، اسی سے ایلاء ہے، یہ دونوں شخص مصر کے باشندے تھے، پہلا فاسق تھا اور دوسرا متقی، مگر اپنے کو گنہگار جانتا تھا اور یہ عابد اپنے زہد و تقویٰ پر نازاں تھا (از اشعہ) اس بارگاہ بے نیاز میں کسی کو ناز کرنے کا حق ہی نہیں، وہاں نیاز دیکھا جاتا ہے۔ شعر

او گنہاریاں عجز دکھا کر قرب حضوری پاون — عملاں والیاں ناز دکھاون دوری کھا لیاں جاون

۲؎ یعنی اس شخص کی شیخی کی وجہ سے میری غیرت کا دریا جوش میں آگیا، اس فاسق کو میں نے نیک بننے کی توفیق دے دی جس سے اس کے سارے گناہ بخشے گئے اور اس متکبر زاہد کی توفیق سلب کرلی جس سے یہ کافر ہو کر مرا اور اس کی تمام نیکیاں ضبط ہو گئیں، اس شرح کی بناء پر حدیث بالکل واضح ہوگئی، نہ آیات قرآنیہ کے خلاف ہے نہ دیگر احادیث کے جن میں عمل کفر سے ہی ضبط ہونا معلوم ہوتا ہے، مرقات نے فرمایا کہ یہاں ظاہر یہ ہے کہ عمل ضبط ہونے سے مراد اس کی اس قسم کا جھوٹا کردینا ہے کہ فاسق کو بخش دیا اور اس کی قسم کو جھوٹا کردیا، اس صورت میں بھی یہ حدیث مذہب اہلسنت کے خلاف نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص کسی کے انجام کے متعلق اپنی طرف سے فیصلہ نہیں کرسکتا کہ فلاں جنتی ہے فلاں دوزخی، اللہ تعالٰی انجام بخیر کرے، آمین۔ ہر شخص کہتا ہے شعر

باقی عمر بند زباں سنگ در تے گزرے — عمر یا اس کا جانئے جس کا توڑ چڑھے

۳؎ یہ شک راوی کی طرف سے ہے یعنی الفاظ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی تھے یا کچھ اور مگر معنی یہی تھا: معلوم ہوا روایت بالمعنی جائز ہے۔ ۴؎ عربی میں سید وہ ہے جس کی طرف لوگ اپنی حاجتوں میں رجوع کریں یعنی استغفار کے الفاظ بہت ہیں مگر یہ استغفار ان تمام کی جامع ہے، کیونکہ اس میں گزشتہ پر ندامت آئندہ کے لئے عہد، رب تعالٰی کے انعامات اپنی احسان فراموشی، یہ وہ کافی سب کچھ ہی ہے۔ ۵؎ معلوم ہوا کہ استغفار توبہ بلکہ تمام دعاؤں میں رب تعالٰی کی حمد اپنی بے کسی بیان کرنا بہتر ہے پھر جیسی بھی ہو، ہر دعا کی حمد جانئے دیکھو یہاں توبہ کرتا ہے تو پہلے اللہ کی ربوبیت اپنی بندگی کا اقرار کیا یعنی تو پالنے والا ہم پلنے والے، پلنے والے قصور کیا ہی کرتے ہیں پالنے والے بخشا ہی کرتے ہیں، بچے کپڑے اور بستر گندے کیا ہی کرتے ہیں ماں انہیں پاک صاف کیا ہی کرتی ہے حالانکہ وہ غضب نہیں بلکہ رحم ہے۔ ۶؎ یعنی جہاں تک مجھ سے بن پڑے گا میں تیرے عہد پر رہوں گا جو میثاق کے دن تجھ سے کیا ہے یا اسلام لاتے وقت تجھ سے کیا ہے یا جیسے جتنے وقت تجھ سے کئی بار کیے، کیونکہ یہ سارے عہد تجھ سے ہی ہیں، بقدر طاقت کی اسی لئے قید لگائی کہ طاقت سے زیادہ کی پروردگار بھی تکلیف نہیں دیتا۔ ۷؎ شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ کئے سے مراد گناہ بھی ہیں اور نیکیاں بھی، گناہ کی شر یہ ہے کہ اس سے توبہ کی توفیق سلب

الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ قَالَ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوقِنًا بِهَا فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ قَبْلَ أَنْ يُمْسِيَ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِي: عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ فِيكَ وَلَا أُبَالِي يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ وَلَا أُبَالِي يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوْ لَقِيتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ

گناہ کوئی نہیں بخش سکتا ۱؎ حضور نے فرمایا کہ جو یقین قلبی کے ساتھ دن میں یہ کہہ لے پھر اسی دن شام سے پہلے مرجائے تو وہ جنتی ہوگا اور جو یقین دل کے ساتھ رات میں یہ کہہ لے پھر صبح سے پہلے مرجائے تو وہ جنتی ہوگا ۲؎ (بخاری) دوسری فصل: روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رب تعالٰی فرماتا ہے اے اولادِ آدم جب تک تو مجھ سے دعا مانگے اور مجھ سے آس لگائے تو میں تجھے تیرے عیوب کے باوجود بخشتا رہوں گا ۱؎ میں بے پرواہ ہوں ۲؎ اے ابن آدم اگر تیرے گناہ کنارۂ آسمان تک پہنچ جائیں ۳؎ پھر تو مجھ سے معافی مانگے تو میں تجھے بخش دوں گا مجھے پرواہ نہیں ۴؎ اے اولادِ آدم اگر تو زمین بھر کر خطاؤں کے ساتھ ملے مگر ایسے ملے کہ کسی کو میرا شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں زمین بھر

۱؎ نیکی کی شرط یہ ہے کہ اس پر تکبر و غرور نہ ہو جائے۔ خیال رہے کہ وہ گناہ جس کے بعد گریہ وزاری، عجز و نیاز و توبہ نصیب ہو اس نیکی سے بہتر ہے جس کے بعد تکبر و غرور ہو۔ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا خطاءً گندم کھالینا شیطان کے سجدوں سے افضل ہے۔ سبحان اللہ کیسی پیاری عرض معروض ہے یعنی میں اقراری ہوں کہ گناہ میرے پاس ہیں پھر لطیف ہے یہ ہے، خطائیں میری طرف سے عطائیں تیری طرف سے، بحکم قرآن پاک ظلوم جہول میں ہوں، غفور رحیم تو ہے، جس لائق میں تھا وہ میں نے کرلیا، جو تیری شان کے لائق ہے وہ تو کر، بدکاری میں نے کرلی، ستاری تو کر، گنہگاری میں نے کرلی غفاری تو کر، میرا ایک جیسے پیارا لگتا ہے۔ شعر

مائیم بگناہ تو دریائے رحمتی — آنجا کہ فضل تست چہ باشد گناہ ما

۲؎ یقین کی یہ نشانی ہے کہ معلوم ہوکر یہ دعا اور توبہ کے وقت اس کے فضل کا یقین کرکے یہ سمجھے کہ مجھے رب تعالٰی نے اپنے دروازے پر بلایا ہے تو آیا ہوں اپنے آپ نہیں آیا اور کریم بھکاری کو بلا کر یاری کرتے ہیں، خالی نہیں پھیرتے جسے یہ یقین ہوگا ان شاء اللہ بخشا ہی جائے گا۔ ۳؎ علمائے کرام علیٰ ما کے معنی باوجود کرتے ہیں یعنی تیرے کیسے ہی گناہ ہوں میں بخش دوں گا، میں آنے والے کو نہیں دیکھتا بلکہ اپنے دروازے کو دیکھتا ہوں کہ کس دروازے پر آیا۔ صوفیائے کرام اس کے معنی کرتے ہیں مطابق یعنی تجھے تیرے گناہ کے مطابق بخشوں گا، چھوٹے گناہ کی چھوٹی بخشش، بڑے گناہ کی بڑی بخشش، لاکھوں گناہوں کی لاکھوں بخششیں، بلکہ حقیقت تو یہ ہے۔ شعر

گو رضا کا حساب کیا وہ اگرچہ لاکھوں سے ہیں سوا — مگر اے کریم تیرے عفو کا نہ حساب ہے نہ شمار ہے

۳؎ عنان عین کے فتح سے بمعنی بادل، اور عین کے زیر سے بمعنی لگام اور اعنان عین کی جمع بمعنی کنارہ، بعض نسخوں میں اعنان بھی ہے مطلب یہ

بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ عَلِمَ اَنِّيْ ذُوْ قُدْرَةٍ عَلٰى مَغْفِرَةِ الذُّنُوْبِ غَفَرْتُ لَهٗ وَلَا اُبَالِيْ مَا لَمْ يُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَخْرَجًا وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ رَوَاهُ

بخشش کے ساتھ تیرے پاس آؤں گا (ترمذی احمد دارمی عن ابی ذر) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں فرمایا اللہ تعالٰی نے جو جانتا ہے کہ میں گناہ بخش دینے پر قادر ہوں تو میں اسے بخش دونگا بے پرواہ ہوکر جب تک کہ وہ میرا کسی کو شریک نہ ٹھہرائے (شرح سنہ) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو استغفار کو اپنے پر لازم کرلے تو اللہ اس کے لئے ہر تنگی سے چھٹکارا اور ہر غم سے نجات دیگا اور وہاں سے اُسے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو

ہے کہ اگر تو گناہوں سے ایسا بھر جائے جیسے زمین آسمان سے بھری ہوئی ہے کہ ہر طرف تیرے گناہ ہوں، پھر تو مجھ سے معافی مانگے، تو میں تیرے سارے گناہ بخش دونگا، بلکہ آسمان زمین کی چکی سب کو پیس دیتی ہے، الا کے سوا جو رب سے لگ جائے، کسی ہندی شاعر نے کیا خوب کہا شعر

چکیا چکیا سب کہیں اور کلیا کہے نہ کوئے — جو کلیا سے لاگا اس کا بال نہ بیکا ہوئے

۱ قراب قاف کے زیر یا پیش سے بمعنی قریبا المقدار مشارق میں فرمایا کہ قراب کسرہ سے تلوار کی میان اور سوار کا بچا توشہ، اور ضمہ سے بمعنی قرب جیسا بولتے ہیں کہ جیسے رازق ہر بندے کو بقدر حاجت روٹی دیتا ہے ہاتھی کو من اور چیونٹی کو کن دیتا ہے ایسے ہی وہ غفار بقدر گناہ مغفرت عطا فرمائیگا، مگر شرط یہ ہے کہ گنہگار مومن ہو اسی لئے شرط لگائی گئی کہ میرا شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ خیال رہے کہ جیسے مقامات پر شرک بمعنی کفر ہوتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ اور نبی یا کتاب یا اسلامی احکام میں سے کسی کا انکار درحقیقت رب تعالٰی کا ہی انکار ہے۔ لہذا حدیث بالکل واضح ہے۔ اور اس میں کفار کی مغفرت کا وعدہ نہیں، کفر و مغفرت میں تضاد ہے۔ ۲ سبحان اللہ بہت ایمان افروز حدیث ہے یعنی جو مومن رب تعالٰی کو عذاب و مغفرت پر قادر مانے پھر اس سے گناہ سرزد ہو جائے رب تعالٰی اپنے فضل سے اُسے بخش دے گا، ما لم یشرک پہلے جملہ کی تاکید ہے، کیونکہ جو رب تعالٰی کو نبی کے بتانے سے ہر چیز پر قادر مانے وہ مومن ہی ہوگا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کی بخشش توبہ پر موقوف نہیں، اسی طرح حقوق العباد کی معافی خود حق والے سے معاف کرانے پر موقوف نہیں کہ رب تعالٰی اسکے بغیر بخش ہی نہ سکے قانون اور ہے قدرت کچھ اور، قانون کے ہم پابند ہیں رب تعالٰی پابند نہیں، اس حدیث میں رب تعالٰی کی قدرت کا ذکر ہے اور حقوق العباد والی حدیث میں قانون کا ذکر۔ لہذا احادیث میں تعارض نہیں اور نہ اس میں بندوں کو گناہوں پر دلیر کرنا ہے ۳ اس طرح کہ روزانہ استغفار کے کلمے زبان سے ادا کیا کرے اگرچہ گناہ کئے بغیر ہو بہتر یہ ہے کہ نماز فجر کے وقت سنت فجر کے بعد فرض سے پہلے ستر بار پڑھا کرے کہ یہ وقت استغفار کیلئے بہت ہی موزوں ہے رب تعالٰی فرماتا ہے۔ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ یہ عمل بہت ہی مجرب ہے، روزی سے مراد مال، اولاد، عزت سب ہی ہے۔ استغفار کرنے والے کو رب تعالٰی یہ تمام نعمتیں غیبی خزانہ سے بخشتا ہے۔

أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ ❁ وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَا أَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَإِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ ❁
وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ
التَّوَّابُونَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَالدَّارِمِيُّ ❁ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهِ فَإِنْ تَابَ وَاسْتَغْفَرَ
صُقِلَ قَلْبُهُ وَإِنْ زَادَ زَادَتْ حَتّٰى تَعْلُوَ قَلْبَهُ فَذٰلِكُمُ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى كَلَّا بَلْ

(احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ معافی مانگ لینے والا گناہ پر اڑا ہوا نہیں اگرچہ دن میں ستر بار گناہ کرے (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر انسان خطاکار ہے اور بہترین خطاکار توبہ کر لینے والے ہیں (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ داغ لگ جاتا ہے اگر توبہ کرے اور معافی مانگے تو اس کا دل صیقل ہو جاتا ہے اور اگر گناہ زیادہ کرے تو سیاہی زیادہ ہوتی ہے حتی کہ دل پر چھا جاتی ہے یہ ہی وہ زنگ ہے جس کا رب تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ ان کے

قرآن کریم فرماتا ہے فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا ۱ قرآن کریم میں استغفار پر پانچ نعمتوں کا ذکر فرمایا، اور اس حدیث نے ان نعمتوں کا ... اس قسم سے وہ پانچوں نعمتیں ذیل میں آگئیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔ یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے۔ ۲ یعنی وہ جو قرآن شریف میں فرمایا گیا ولم یصروا علی ما فعلوا، کہ وہ اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتے اڑتے نہیں، وہاں اڑنے سے مراد یہ ہے کہ گناہ بار بار کرے اور توبہ کبھی نہ کرے، جو توبہ کرتا ہے وہ اڑیل نہیں۔ توبہ کے معنے پہلے عرض کئے جا چکے ہیں کہ بوقت توبہ گناہ سے باز رہنے کا پورا ارادہ ہو اور اگر توبہ کے وقت ہی یہ خیال ہے کہ گناہ کرتا ہی رہوں گا، تو یہ توبہ نہیں بلکہ اسلام کا مذاق ہے۔ ۳ یہاں کل مجموعی ہے نہ کہ کل افرادی یعنی تمام انسان گنہگار ہیں نہ کہ ہر انسان، کیونکہ حضرات انبیاء گناہوں سے معصوم ہیں بلکہ گناہ کر سکتے ہی نہیں، اور بعض اولیاء محفوظ کہ گناہ کرتے نہیں اور اگر کل افرادی ہو تو خطا میں لغزشیں بھی داخل ہو سکیں گی یا یہ عام مخصوص البعض ہے جس سے وہ پاک حضرات مستثنیٰ ہیں لہذا یہ حدیث نہ تو قرآنی آیات کے خلاف ہے نہ ان احادیث کے جن میں ان حضوروں کی عصمت کا ذکر ہے اور نہ اس حدیث کی بنا پر حضرات انبیاء کو گنہگار کہا جا سکتا ہے۔ عصمت انبیاء کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق کے تتمہ میں ملاحظہ کیجئے۔ ۴ یعنی لوٹنے والے گناہ سے نیکی کی طرف، خطاء سے صواب کی طرف، غفلت سے بیداری کی طرف، خلق سے خالق کی طرف، غیبت سے حضور کی طرف، نفس سے رب غفور کی طرف، غرضکہ جیسی خطا ویسی توبہ، یہ حدیث توبہ کی تمام اقسام کو جامع ہے۔ رب تعالیٰ توبہ کی توفیق دے۔ ۵ خیال رہے کہ انسان کا دل صاف شفاف آئینہ کی طرح ہے اور اسے خطاء سے دھندلا ہو جاتا ہے؛ گناہ دل کے غبار ہیں اور کفر دل کا زنگ، قلب کا قالب سے گہرا تعلق ہے جیسے جڑ کا شاخوں سے، اس لئے گناہ جسم کرتا ہے اور سیاہ دل ہوتا، دیکھو ہم و فکر دل کو ہوتا ہے اور بدن دبلا پڑ جاتا ہے، جسم کو صاف ستھرے غسل کر لینے، اچھی بو لینے سے دل کو شفا ہوتی ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ جیسے گناہ بہت آہستگی سے

رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ وَعِزَّتِكَ يَا رَبِّ لَا اَبْرَحُ اُغْوِيْ عِبَادَكَ مَا دَامَتْ اَرْوَاحُهُمْ فِيْ اَجْسَادِهِمْ فَقَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِيْ

اعمال نے ان کے دلوں پر زنگ لگا دی (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی بندہ کی توبہ قبول فرماتا ہے غرغرہ سے پہلے[۱] (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان نے عرض کیا یا رب تیری عزت کی قسم میں تیرے بندوں کو اس وقت تک بہکاتا رہوں گا جب تک ان کی جانیں ان کے جسموں میں رہیں[۲] رب عزوجل نے فرمایا مجھے اپنی عزت و جلالت اور بلندی درجات کی قسم

دل کو میلا کرتے ہیں، ایسے ہی توبہ اور نیک اعمال بہت آہستگی سے ہی دل کو صاف کرتے ہیں مگر نبی کی عداوت یکدم شفاف دل کو میلا نہیں بلکہ زنگ آلود کر دیتی ہے جیسے شیطان کا حال ہوا کہ لاکھوں سال کی عبادت ایک سیکنڈ میں برباد ہو کر اس کا دل ناقابل علاج زنگ آلود ہو گیا، اور مقبول بندے کی نگاہ کرم ایک آن میں زنگ آلود دل کو صاف کرکے اس پر پالش کر دیتی ہے، موسیٰ علیہ السلام کی نظر سے برسوں کے مجرم جادوگر مومن، صحابی، صابر اور شہید ہو گئے، حضور غوث پاک کی ایک نظر سے چور قطب ہو گئے، اسی لئے صوفیاء فرماتے ہیں شعر

یک زمانہ صحبتے با اولیاء ۔ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا ۔ یک زمانہ صحبتے با انبیاء ۔ بہتر از ہزار سالہ طاعت بے ریا ۔ یک زمانہ صحبتے با مصطفٰی ۔ بہتر از لکھو سالہ طاعت بے ریا

[۱] مسلسل گناہ بغیر توبہ کی وجہ سے دل میں زنگ بلکہ کٹھ لگ جاتی ہے جو صرف نیکیوں سے صاف نہیں ہوتی بلکہ نگاہ کامل سے صاف ہوتی ہے، اسی لئے رب تعالٰی نے عرب جیسے کٹھ لگے ہوئے ملکوں میں ایسے شاندار رسول کو بھیجا، اندھے شیشوں میں کوئی خاص چمک والا ہی چمک سکتا ہے، وہاں چمکنا ہر ایک کا کام نہیں سان دینے سے بنتے کٹھ یا بہت میلی تو دلا پڑے۔

[۲] نزع کی حالت کو جبکہ موت کے فرشتے نظر آجائیں غرغرہ کہتے ہیں، اس وقت کفر سے توبہ قبول نہیں کیونکہ ایمان کے لئے ایمان بالغیب ضروری ہے، اب غیب مشاہدہ میں آگیا، اسی لئے ڈوبتے وقت فرعون کی توبہ قبول نہ ہوئی، مگر گناہوں سے توبہ اس وقت بھی قبول ہے اگر توبہ کا خیال آجائے اور الفاظ توبہ پڑھیں، اسی لئے مرقات نے یوں فرمایا کہ عبد سے مراد بندۂ کافر ہے، کہ غرغرہ کے وقت اس کی توبہ قبول نہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ الخ، بعض علماء نے فرمایا کہ ملک الموت ہر مرنے والے کو نظر آتے ہیں مومن ہو یا کافر، خیال رہے کہ قبض روح پاؤں کی طرف سے شروع ہوتا ہے، تاکہ بندہ کی اس حالت میں دل و زبان چلتے رہیں گنہگار توبہ کرلیں، کہا سنا معاف کرالیں، کوئی وصیت کرنی ہو کرلیں، یہ بھی خیال رہے کہ غرغرہ کے وقت گناہوں سے توبہ کے معنی ہیں گزشتہ گناہوں پر شرمندہ ہو جانا، اب آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد بیکار ہے کہ اب تو دنیا سے جارہا ہے گناہ کا وقت ہی نہ پاسکے گا، مگر یہ توبہ اس وقت بھی قبول ہے کہ رب تعالٰی غفار ہے۔

[۳] شیطان سے مراد ابلیس ہے اور بہکانے سے مراد اچھے عقیدوں یا اچھے اعمال سے الگ کر دینا ہے، یعنی میں بندوں کے مرتے وقت

لَا أَزَالُ أَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُونِي رَوَاهُ أَحْمَدُ ۞ وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ تَعَالَى جَعَلَ بِالْمَغْرِبِ بَابًا عَرْضُهُ مَسِيرَةُ سَبْعِينَ عَامًا لِلتَّوْبَةِ لَا يُغْلَقُ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ مِنْ قِبَلِهِ وَذَلِكَ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

میں انہیں بخشتا ہی رہوں گا جب تک وہ مجھ سے معافی مانگتے رہیں[1] (احمد) روایت ہے حضرت صفوان ابن عسال سے[2] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نے توبہ کیلئے مغرب میں ایک دروازہ بنایا ہے جس کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے[3] وہ اس وقت تک بند نہ ہوگا جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو[4] یہ ہی عزوجل کا فرمان عالی شان ہے جس دن تمہارے رب کی بعض نشانیاں آئیں گی تو کسی ایسے نفس کو ایمان مفید نہ ہوگا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو[5] (ترمذی، ابن ماجہ)

تک کوشش کرتا ہے کہ وہ بدعقیدہ ہو جائیں، اگر یہ نہ کر سکا تو کم از کم ان سے گناہ ہی کرا دونگا، اگر یہ بھی نہ ہو سکا تو اچھی نیکی سے روک دونگا، اگر یہ بھی نہ ہو سکا تو بڑی نیکی سے روک کر چھوٹی نیکی میں مشغول کر دونگا۔ ابلیس کی یہ کوشش بندے کے مرتے وقت تک رہتی ہے، بعد موت یہ کوشش تو ختم ہو جاتی ہے اب قبر کے سوالات کے جوابات میں بہکاتا ہے، اسی لئے بعد دفن میت کو تلقین کرنے کا حکم ہے۔ لہذا یہ حدیث نہ تو اس حدیث کے خلاف ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد دفن میت کے لئے شیطان سے حفاظت کی دعا فرمائی، اور نہ اس آیت کے خلاف ہے کہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ بہر حال کوئی شخص کسی حال میں اپنے کو شیطان سے محفوظ نہ جانے اللہ کی پناہ مانگے، آدم علیہ الصلوۃ والسلام معصوم تھے، اور جنت میں تھے جو جگہ محفوظ تھی، مگر پھر بھی شیطان نے وہاں پہنچ کر بہکا دیا، تو ہم نہ معصوم ہیں نہ دنیا جگہ محفوظ، پھر ہم کس چیز پر بے فکر ہیں، رب یا اللہ تیری پناہ۔ [1] یعنی اگر جان نکلنے سے پہلے بندہ توبہ کرے تو معافی ہو جائے گی، معلوم ہوا کہ غرغرہ کی توبہ گناہ قبول ہے جیسا پہلے عرض کیا گیا۔ [2] آپ مشہور صحابی ہیں کوفہ میں قیام رہا، بارہ غزوات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، حضرت عبداللہ ابن مسعود نے آپ سے احادیث روایت کیں۔ [3] یعنی آسمانوں میں بہت دروازے ہیں۔ بعض دروازے فرشتوں کے اترنے کیلئے، بعض رزق و حیا دنیا نازل ہونے کے لیے، بعض اعمال عباد چڑھنے کے لیے، ایک دروازہ وہ ہے جس سے بندوں کی توبہ جاتی ہے اور بارگاہ الہی میں پیش ہوتی ہے، یہ دروازہ مدینہ منورہ سے جانب مغرب آسمان میں واقع ہے اس کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے، تو اس کی لمبائی اور اونچائی کتنی ہوگی یہ رب ہی جانے۔ حدیث بالکل اپنے ظاہری معنی پر ہے کسی قسم کی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں، آسمان کے دروازے قرآن کریم سے ثابت ہیں وفتحت السماء فکانت ابوابا الخ۔ [4] یعنے آسمان کے اور دروازے تو بعض اوقات میں بند ہو جاتے ہیں جیسے بندے کے مر جانے پر اس کی روزی و اعمال کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، مگر توبہ کا دروازہ قریب قیامت ہی بند ہوگا۔ [5] اس کی تحقیق پہلے ہو چکی کہ جو شخص پہلے دنیا میں موجود ہو اور کافر ہو اور اب سورج کو پچھم سے نکلتے دیکھ کر ایمان لائے تو اس کا یہ ایمان قبول نہ ہوگا کیونکہ ایمان بالغیب ایمان معتبر ہے، اور یہ ایمان بالشہادۃ ہو گیا جیسے کہ غرغرہ کی حالت میں یا دریا کا غاری عذاب دیکھ کر ایمان لانا قبول نہیں۔ جو اس کے بعد پیدا ہوا اس کا ایمان معتبر ہوگا، یونہی گنہگار مسلمان کی توبہ قبول ہوگی، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت میں بعض آیات سے مراد آفتاب کا پچھم سے نکلنا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کے بعد گناہوں سے توبہ بھی قبول نہ ہوگی، کیونکہ یہاں فرمایا اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ حَتّٰى تَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ وَلَا تَنْقَطِعُ التَّوْبَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَجُلَيْنِ كَانَا فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ مُتَحَابَّيْنِ اَحَدُهُمَا مُجْتَهِدٌ فِي الْعِبَادَةِ وَالْاٰخَرُ يَقُوْلُ مُذْنِبٌ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اَقْصِرْ عَمَّا اَنْتَ فِيْهِ فَيَقُوْلُ خَلِّنِيْ وَرَبِّيْ حَتّٰى وَجَدَهٗ يَوْمًا عَلٰى ذَنْبٍ اسْتَعْظَمَهٗ فَقَالَ اَقْصِرْ فَقَالَ خَلِّنِيْ وَرَبِّيْ اَبُعِثْتَ عَلَيَّ رَقِيْبًا فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ اَبَدًا وَلَا يُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ

روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت بند نہ ہوگی حتی کہ توبہ بند ہو اور توبہ بند نہ ہوگی حتی کہ سورج اپنے مغرب کی طرف سے نکلے (احمد، ابوداؤد، دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بنی اسرائیل میں دو محبت والے دوست تھے جن میں سے ایک تو عبادت میں کوشاں تھا اور دوسرا کہتے ہیں گنہگار تھا عابد کہنے لگا کہ ان کاموں سے باز آ جن میں تو ہے وہ کہتا مجھے میرے رب پر چھوڑ دے حتی کہ ایک دن عابد نے اسے ایسے گناہ پر پایا جسے اس نے بہت ہی بڑا جانا تو بولا باز آجا وہ بولا مجھے میرے رب پر چھوڑ کیا تو مجھ پر داروغہ مقرر ہوا ہے بولا اللہ کی قسم تجھے رب تو کبھی بخشے گا اور نہ جنت میں داخل کرے گا

لے یعنی ہجرت کے معنی ہیں چھوڑنا یا منتقل ہونا یہاں اس سے مراد کفر سے ایمان کی طرف، دار شرک سے دار اسلام کی طرف، گناہوں سے توبہ کی طرف، غفلت سے بیداری کی طرف، کفران سے غفران کی طرف منتقل ہونا ہے، یہ ہجرتیں قریب قیامت تک جاری رہیں گی، مکہ معظمہ سے ہجرت فتح مکہ کی بنا پر ختم ہوچکی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ اور حضرت عباس کو خاتم المہاجرین قرار دیا گیا یعنی مکہ معظمہ سے آخری مہاجر، لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ۲ خلاصہ یہ ہے کہ توبہ اور ہجرتوں کا سلسلہ قریب قیامت تک قائم رہے گا۔ خیال رہے کہ اسلام میں نہ زمین گھومتی ہے نہ آسمان بلکہ چاند سورج اور تارے آسمان پر تیر رہے ہیں جیسے سمندر میں کشتیاں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ، تو رب انہیں ہمیشہ مشرق سے مغرب کی طرف تیرانے پر قادر ہے وہ اس کے برعکس بھی تیرا سکتا ہے۔ ۳ جن کی محبت رشتہ داری یا شرکت کاروباری کی وجہ سے تھی نہ کہ دین و تقویٰ کی بنا پر کیونکہ مومن کافر فاسق فاجر میں یہ محبت نہیں ہوسکتی، رب تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّوْنَ الخ ۴ حق یہ ہے کہ یقول کا فاعل یا تو خود وہ بندہ ہے یعنی وہ بندہ کہتا تھا میں گنہگار ہوں یا اس زمانہ کے لوگ ایسی ہی کہتے تھے کہ وہ گنہگار ہے، اس کے فاعل حضور نہیں کیونکہ حضور کو ان دونوں کے انجام کی خبر تھی کہ گنہگار سعید ہے اور وہ عابد شقی اسی لیے حضور انور نے اس عابد کو صالح نہ فرمایا بلکہ مجتہد فی العبادۃ فرمایا یعنی عبادت میں کوشاں (مرقات) بعض کے خیال میں یقول کا فاعل حضور ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ حضور فرماتے ہیں اس وقت وہ گنہگار تھا۔ ۵ یعنی تو میری فکر نہ کر اپنی کر میرا معاملہ میرے رب کے ساتھ ہے، اس کا یہ کلام رب سے امید کی بنا پر ہے نہ کہ بے خوفی سے، ورنہ کفر ہوجاتا۔ ۶ غالبًا عابد نے اسے بہت جھڑکا ہوگا اور ذلیل و خوار اور لوگوں میں بدنام کیا ہوگا، اس لیے یہ جل کر یہ کہا۔ خیال رہے کہ تبلیغ بہت اچھی چیز ہے مگر دوسرے میں ضد پیدا کردینا اور اسے بدنام کرنا برا کہ اس سے سامنے والا گناہ چھوڑے گا نہیں بلکہ

فَبَعَثَ اللّٰهُ اِلَيْهِمَا مَلَكًا فَقَبَضَ رُوْحَهُمَا فَاجْتَمَعَا عِنْدَهٗ فَقَالَ لِلْمُذْنِبِ اُدْخُلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِيْ وَقَالَ لِلْاٰخَرِ اَتَسْتَطِيْعُ اَنْ تَحْظُرَ عَلٰى عَبْدِيْ رَحْمَتِيْ فَقَالَ لَا يَا رَبِّ قَالَ اذْهَبُوْا بِهٖ اِلَى النَّارِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا وَّلَا يُبَالِيْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَفِيْ

اللہ نے ان دونوں کے پاس فرشتہ بھیجا جس نے ان دونوں کی روحیں قبض کیں یہ دونوں رب کے پاس جمع ہوئے تو رب نے گنہگار سے فرمایا تو میری جنت میں داخل ہو جا اور دوسرے سے فرمایا کیا تو میرے بندے پر میری رحمت روک سکتا ہے عرض کیا نہیں یارب فرمایا اسے آگ میں لے جاؤ (احمد) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے سنا کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اللہ تمام گناہ بخش دیگا اور بے پرواہ ہے (احمد، ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور

ضد میں آکر زبان گندی کریگا رب تعالٰی فرماتا ہے وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ لہٰذا اس کا یہ جواب بھی کفر نہ ہوگا۔ ٢ یہ وہ کلام ہے جو اس عابد پر عتاب کا باعث ہوا یعنی کسی گنہگار کے متعلق دائمی جہنمی ہونے کا فیصلہ کیونکہ مغفرت یا عذاب اللہ کے قبضہ میں ہے۔ نیز کوئی گنہگار دائمی جہنمی نہیں، اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ تجھے خدا نہ بخشے گا مجھے ضرور بخشے گا کہ میں نیک کار ہوں، غرضکہ اس کلام میں دو جرم ہوئے۔ ٣ یہ فرشتہ حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں جو ہر مرنے والے کے پاس مع اپنے خدام کے پہنچتے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں کی ایک وقت روحیں قبض کی گئیں گنہگار اپنی خطاؤں پر نادم ہوکر مرا اور عابد اس پرانے تکبر پر کہ میں بڑا عابد ہوں میری ضرور بخشش ہوگی۔ ٤ عرش اعظم کے نیچے (مرقات) رب تعالٰی بعض بندوں سے رب ہی کلام فرماتا ہے یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ ٥ اس طرح کہ میں نے اپنے فضل سے تجھے زندگی میں توبہ کی توفیق بخشی اور تیری توبہ قبول کی اور اگر بغیر توبہ بھی مر گیا تھا تو تیرے گناہ محض اپنے فضل سے معاف کردیئے۔ خیال رہے کہ جنت میں داخلہ بغیر نیک اعمال ہو سکتا ہے جیسے فوت شدہ بچے، دیوانے جنتی ہیں بغیر عمل مگر دوزخ میں داخلہ بغیر جرم نہ ہوگا، اسی لئے دیوانہ کفار کی اولاد جہنمی نہیں۔ ٦ یہ اقرار اس وقت کر رہا ہے جب اقرار کرنا مفید نہیں ہوتا اس کی جگہ دنیا تھی اس لئے قبول نہ ہوا اور سزا دی گئی۔ ٧ یعنی اسے کچھ روز کے لئے دوزخ میں لے جاؤ تاکہ یہ اپنے غرور و تکبر کی سزا بھگتے یہ شخص کافر نہ تھا متکبر تھا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ وہ گناہ جو انسان میں ندامت عجز و انکسار پیدا کردے اس عبادت سے بہتر ہے جو عبادت تکبر و غرور پیدا کردے، اس کا ماخذ یہ حدیث ہے (مرقات) دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کا خطاءً گندم کھا لینا شیطان کی ہزار ہا سال کی عبادت سے افضل ہوا کہ اس خطا سے آپ بہت عرصہ تک توبہ کرتے رہے اور شیطان اس عبادت سے مغرور ہوگیا، اسی لئے حضرت آدم کے سر پر خلافت کا تاج رکھا گیا اور شیطان کے گلے میں لعنت کا طوق پڑا۔

٨ آپ مشہور صحابیہ انصاریہ ہیں، یزید ابن سکن کی بیٹی ہیں، بڑی عاقلہ عابدہ تھیں غزوہ تبوک میں حاضر تھیں، اپنے خیمہ کے ستون سے نو کفار کو قتل کیا، آپ کے حالات زندگی پہلی جلد میں بیان ہوئے (اشعہ) ٩ ظاہر یہ ہے کہ یہ قول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ہے اور عباد سے مراد غلام امتی ہیں (اشعہ) یعنی اے میرے غلامو اب تو جنہوں نے گناہ کرکے رب کی رحمت سے ناامید ہو رب تمام گناہ بخش دے گا کیونکہ تم مسلمان ہو۔ یہاں يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا کا مفعول ہے جیسا کہ شرح

شرح السنۃ یقول بدل یقدر۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى إِلَّا اللَّمَمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ تَغْفِرِ اللّٰهُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا وَأَيُّ عَبْدٍ لَكَ لَا أَلَمَّا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ۔ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُ فَاسْئَلُوْنِي الْهُدٰى أَهْدِكُمْ وَكُلُّكُمْ فُقَرَاءُ إِلَّا مَنْ أَغْنَيْتُ فَاسْئَلُوْنِي أَرْزُقْكُمْ وَكُلُّكُمْ مُذْنِبٌ إِلَّا مَنْ عَافَيْتُ

شرح سنہ میں یغفر کی بجائے یقدر ہے۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے اللہ تعالٰی کے اس قول کے متعلق کہ الا اللمم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الٰہی اگر تو بخشے تو سارے گناہ بخش دے گا صغیرہ کس بندے سے نہیں ہوئے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو سوا اس کے جسے میں ہدایت دوں لہذا مجھ سے ہدایت مانگو میں ہدایت دوں گا اور تم سب فقیر ہو سوا اس کے جسے میں غنی کروں لہذا مجھ سے مانگو میں تمہیں روزی دوں گا اور تم سب مجرم ہو سوا اس کے جسے میں سلامت

سند کی روایت سے ثابت ہے کہ وہاں یقدر ہے۔ آیت کریمہ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا الخ میں بھی محققین علماء کا یہی قول ہے کہ وہاں بھی عبادی سے حضور کے بندے یعنی غلام مراد ہیں، کیونکہ کفار کے گناہ ناقابل معافی ہیں اور وہ رحمت الٰہی سے ناامید کر دیئے گئے ہیں ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔

مولانا فرماتے ہیں شعر
بندہ خود خواند احمد در رشد ۔ جزو عالم را بخواں قل یا عباد

اس سے معلوم ہوا کہ عبدالرسول، عبدالنبی کہہ سکتے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ۔ ۲؎ لا ابالی سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ یہ کلام حدیث ہے قرآنی آیت نہیں، قرآن کریم میں لا ابالی نہیں ہے (مرقات) یعنی تمام گنہگار مسلمانوں کو بخش دینے میں رب کو پرواہ بھی نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ و حقوق العباد بھی لائق بخشش ہیں بجز کفر ہر گناہ کی مغفرت ہو سکتی ہے۔

۱؎ آیت کریمہ یہ ہے وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ یعنی جو لوگ گناہ کبیرہ اور بے حیائیوں سے بچے رہتے ہیں بجز چھوٹے گناہوں کے۔ علماء فرماتے ہیں کہ جن گناہوں پر حد شرعی مقرر ہے وہ کبیرہ ہیں اور جن پر کوئی وعید نازل ہوئی وہ فاحشہ ہے اور جن پر ان دونوں میں سے کچھ نہیں وارد ہوا صرف ممانعت ہے وہ لمم یعنی گناہ صغیرہ ہے۔ ۲؎ یہ شعر امیہ ابن ابی الصلت کا ہے اگرچہ امیہ زمانہ جاہلیت کے شعراء میں سے ہے مگر اس کے اشعار بہت حکمت و معرفت کے ہیں، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اشعار سنتے بھی تھے اور خود پڑھتے بھی تھے چنانچہ یہ شعر حضور انور نے بطور دعا پڑھا مطلب یہ ہے کہ مولیٰ تو کریم ہے، اپنی بخشش میں گناہ صغیرہ کی قید نہ لگا، تو چاہے تو بڑے بڑے گناہ بھی بخش دے۔ گناہ صغیرہ تو سارے ہی لوگ کرتے رہتے ہیں مولیٰ صغیرہ بھی بخش اور کبیرہ بھی، تاکہ گناہ کبیرہ والے کس دروازہ پر جائیں، ان کا ٹھکانہ بھی تیرا ہی دروازہ ہے۔

۳؎ یعنی یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے جن میں سے بعض اسنادیں صحیح ہیں، بعض غریب، لہذا متن حدیث صحیح بھی ہے حسن بھی اور غریب بھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعر سنتے اور پسند کرتے بھی تھے اور خود بھی پڑھتے تھے۔ رب جو فرماتا ہے وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وہاں شعر بنانا اور شعر گا کر پڑھنا مراد ہے (مرقات) یا شعر سے مراد جھوٹا کلام ہے اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق میں ملاحظہ فرمائیے۔

فَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ أَنِّي ذُو قُدْرَةٍ عَلَى الْمَغْفِرَةِ فَاسْتَغْفَرَنِي غَفَرْتُ لَهُ وَلَا أُبَالِي وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ
وَآخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِي
مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي جَنَاحَ بَعُوضَةٍ وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ
وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَشْقَى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِي مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي جَنَاحَ
بَعُوضَةٍ وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوا فِي صَعِيدٍ
وَاحِدٍ فَسَأَلَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْكُمْ مَا بَلَغَتْ أُمْنِيَّتُهُ فَأَعْطَيْتُ كُلَّ سَائِلٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ

رکھوں تو تم میں سے جو یہ جان لے کہ میں بخش دینے پر قادر ہوں پھر مجھ سے معافی مانگے تو میں اسے بخش دوں گا اور پرواہ بھی نہ کروں گا اور اگر تمہارے اگلے پچھلے زندے مُردے تر و خشک میرے بندوں میں نیک ترین بندے کے دل پر ہو جائیں تو ان کی نیکی میرے ملک میں مچھر کے پر برابر بڑھائے گی نہیں اور اگر تمہارے اگلے پچھلے زندے مرے تر و خشک میرے بندوں میں سے بدبخت ترین دل پر متفق ہو جائیں تو ان کے یہ جرم میرے ملک سے مچھر کے پر برابر کم نہ کریں گے اور اگر تمہارے پچھلے زندے مرے تر و خشک ایک میدان میں جمع ہوں اور پھر تم میں سے ہر شخص اپنی انتہائی تمنا و آرزو مجھ سے مانگے پھر میں ہر منگتے کو دے دوں تو یہ میرے ملک سے .....

۱؎ یہ حدیث قدسی اس آیت کی شرح ہے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ اس حدیث میں بتایا گیا رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہدایت ہے جسے چاہے، انسان کو چاہیے کہ ہدایت کی دعا ضرور مانگے، ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ انبیاء و اولیاء نے بھی رب تعالیٰ ہی سے ہدایت لی ہے مگر وہ حضرات بحکم الٰہی ہمیں ہدایت دیتے ہیں، سورج نے رب ہی سے نور لیا، مگر زمین کو نور دیتا ہے، لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اے محبوب تم سیدھی راہ کی ہدایت دیتے ہو۔ ۲؎ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے بعض بندوں کو غنی فرمایا، ایسا غنی کہ وہ دوسروں کو بھی بحکم پروردگار غنی کر دیتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ؛

۱؎ سبحان اللہ کیا بہت افزا امید افزا کلام ہے، بندہ اپنے گناہ سے رب کی رحمت کو زیادہ جانے اور اپنے آپ کو اپنے اعمال کو رب کی قدرت میں مانے استغفار اللہ بخشا جائیگا۔ ۲؎ کسی نہایت نیک پرہیزگار متقی بندے کی طرح یعنی غور کرو کہ اگر سارے انسان اس نیک آدمی کی طرح ہو جائیں کہ کوئی شخص کوئی گناہ ہی نہ کرے، تو اس سے میرے خزانے بڑھتے نہیں۔ ۳؎ یعنی دنیاوی بادشاہوں کے خزانے رعایا کی نیکی سے بھرتے ہیں، اگر رعایا باغی ہو کر ٹیکس دینے سے انکاری ہو جائے تو بادشاہ کے خزانے خالی رہ جائیں۔ ہمارے خزانوں کا یہ حال نہیں، تمام جہان کی نیکیوں سے ہمارے خزانے میں مچھر کے پر برابر زیادتی نہیں ہوتی، مخلوق کی نیکی سے خود ان کا اپنا بھلا ہے، ہم بے پرواہ ہیں۔ ۴؎ یعنی تم کسی بدترین شخص کو سوچو جیسے ابلیس، اور غور کرو کہ اگر تمام مخلوق اس فاسق ابلیس کی طرح فاسق و فاجر و گنہگار ہو جائے تو ان کے گناہوں سے میرا کچھ بگڑتا نہیں خود ان کا اپنا بگڑتا ہے، خیال رہے کہ یہ تمام فرضی صورتیں ہیں جو سمجھانے کے لیے پیش کی گئی ہیں، ورنہ فرشتے، انبیاء اور بعض اولیاء وہ ہیں جن سے گناہ سرزد ہو سکتے ہی نہیں، لہٰذا حدیث عصمت انبیاء کے خلاف نہیں جیسے رب تعالیٰ نے فرماتا ہے کہ اے محبوب فرمادو اگر خدا کے بیٹا ہوتا تو پہلے اسے میں پوجتا، نہ خدا کے بیٹا ہو سکتا

ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِيْ اِلَّا كَمَا لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ مَرَّ بِالْبَحْرِ فَغَمَسَ فِيْهِ اِبْرَةً ثُمَّ رَفَعَهَا ذٰلِكَ بِاَنِّيْ جَوَادٌ مَاجِدٌ اَفْعَلُ مَا اُرِيْدُ عَطَائِيْ كَلَامٌ وَعَذَابِيْ كَلَامٌ اِنَّمَا اَمْرِيْ لِشَيْءٍ اِذَا اَرَدْتُ اَنْ اَقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَرَاَ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ قَالَ قَالَ رَبُّكُمْ اَنَا اَهْلٌ اَنْ اُتَّقٰى فَمَنِ اتَّقَانِيْ فَاَنَا اَهْلٌ اَنْ اَغْفِرَ لَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ

مقابل ایسا ہی کم و تھوڑا ہوگا جیسے تم میں سے کوئی دریا پر گزرے اس میں سوئی ڈبوئے پھر اسے اٹھالے ۶ اس لئے ہے کہ میں کریم آقا ہوں ۷ بہت دینے والا جو چاہتا ہوں کرتا ہوں ۸ میری عطا صرف فرما دینا ہے اور میرا عذاب صرف فرما دینا ہے میرا حکم کسی شے کے متعلق یہ ہے کہ جب کچھ چاہتا ہوں فرما دیتا ہوں ہو جا وہ ہو جاتی ہے ۹ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور انور نے تلاوت فرمایا وہ تقویٰ والا اور بخشش والا ہے حضور نے فرمایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ میں اس لائق ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے ۱۰ تو جو مجھ سے ڈرے گا تو میں اس لائق ہوں کہ اسے بخش دوں ۱۱ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے

ہے۔ حضور اس کی پرواہ کر سکتے ہیں۔ ۵ اُمْنِیَّۃ ہمزہ کے پیش اور ی کے شد سے ہے بمعنی خواہش و آرزو، اس کی جمع منی یا امانی ہے یہاں ممکن و جائز آرزو مراد ہے کبھی ناجائز و نفسانی خواہش کو امنیہ کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ۔ ۶ یہاں نقص بمعنی کم ہونا ہے نہ کہ بمعنی کم کرنا۔ یہ ترجمہ نہایت عجیب ہے۔ یعنی اگر تمام مخلوق کی خواہشات پوری کر دی جائیں اور ان کی تمنائیں دے دی جائیں تو یہ عطیہ خزانہ الٰہیہ کے سامنے ایسا ہوگا جیسے بھیگی سوئی کی تری سمندر کے مقابل، رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں ہم اندازے سے ہی اتارتے ہیں۔ یہ نسبت بھی سمجھانے کیلئے ہے ورنہ محدود و متناہی کو غیر محدود لامتناہی سے نسبت ہی کیسی۔ ۷ خیال رہے کہ سخی وہ جو خود بھی کھائے دوسروں کو بھی کھلائے مگر جواد وہ ہے جو دوسروں کو کھلائے خود نہ کھائے۔ سخی کا مقابل بخیل ہے اور جواد کا مقابل ممسک۔ ماجد بمعنی بہت بزرگ وسیع العطا جس کی عطا مخلوق کی وہم و گمان سے وراء ہو۔ ۸ یعنی جو چاہتا ہوں وہ کرتا ہوں جو مخلوق چاہتی ہے وہ نہیں کرتا کیونکہ خلق تو میرے تابع ہے میں مخلوق کے تابع نہیں۔ خیال رہے کہ جن بندوں نے اپنی مرضی رب کی مرضی میں گم کر دی پھر وہ جو چاہتے ہیں اللہ وہ کرتا ہے کیونکہ وہ چاہتے ہی وہ ہیں جو رب چاہے اور رب چاہتا وہ ہے جو بندہ چاہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ رب تعالیٰ حدیث کی فہم نصیب کرے۔ ۹ یہاں ہو جا فرمانے سے مراد ہے اس کا ارادہ کر لینا یعنی جس چیز کا ارادہ فرما لیتا ہوں وہ ہو جاتی ہے، ارادہ کے سوا کسی اور عمل کی کچھ ضرورت نہیں، لہذا اس پر آریوں کا یہ اعتراض نہیں کہ معدوم چیز سے کہنا کہ ہو جا عقل کے خلاف ہے معدوم چیز سننے کے قابل نہیں پھر ہو جا کس سے فرمایا جاتا ہے۔ ۱۰ یعنی تقویٰ مصدر مجہول ہے اور اپنے مفعول کی طرف منسوب۔ معنی یہ ہیں کہ میں اس لائق ہوں کہ ساری خلق مجھ سے ڈرے۔ خیال رہے کہ ڈر یعنی ہیبت ساری مخلوق کو ہے انبیائے کرام اولیاء اللہ عام مومنین خاص صالحین کے دل کو رب تعالیٰ کی ہیبت بقدر قرب ہے جس قدر رب سے قرب زیادہ اسی قدر اس کی ہیبت زیادہ مگر خوف عذاب صرف گنہگاروں کو ہے۔ اور خوف بے کفاروں کو۔ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کہ وہاں خوف عذاب کی نفی ہے اور یہاں ہیبت الٰہی

قَالَ اِنْ كُنَّا لَنَعُدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ يَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ مِائَةَ مَرَّةٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ بِلَالِ بْنِ يَسَارِ بْنِ زَيْدٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ غُفِرَ لَهٗ وَاِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ لٰكِنَّهٗ

فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو ایک مجلس میں سو بار شمار کر لیتے تھے کہ آپ عرض کرتے تھے یارب مجھے بخش دے میری توبہ قبول فرما یقینًا تو توبہ قبول فرمانے والا بخشنے والا ہے (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت بلال ابن یسار ابن زید سے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے میرے دادا سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو یہ پڑھا کرے میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں اس اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہے قائم رکھنے والا ہے اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں تو اس کی بخشش کردی جائے گی اگرچہ وہ جہاد سے بھاگا ہو (ترمذی، ابوداؤد) لیکن

کا شمار ہے۔ ۱؎ خلاصہ یہ ہے کہ خوف خدا بہت بڑی نیکی ہے جس سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ان الحسنات یذھبن السیئات لہذا بڑے سے بڑا مجرم بھی میرے خوف کی وجہ سے بخش دیا جائے گا۔ ۲؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جگہ کسی سے تشریف فرما ہوتے تو تشریف لے جاتے وقت یہ کلمات پڑھتے تھے اور اس کثرت سے پڑھتے تھے کہ اٹھنے سے پہلے سو بار تک فرما لیتے تھے یہ تو عام مجلس پاک کا ذکر ہے، حضور کی عبادات کی جلسوں کا کیا پوچھنا مغفرت و توبہ کا فرق پہلے عرض کیا گیا، نیز یہ بھی کہ یہ کلمات ہماری تعلیم کے لئے ہیں، نیز ان کا پڑھنا عبادت، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اعلٰے درجہ کے عابد ہیں لہذا یہ حدیث عصمت انبیاء کے خلاف نہیں۔ ۳؎ غلام رسول اللہ ہونا حضرت زید کی صفت ہے نہ کہ بلال کی، اور یہ زید ابن حارثہ نہیں ہیں بلکہ یہ زید ابن بولی ہیں جن کی کنیت ابو یسار ہے، زید تو صحابی ہیں مگر ان کے بیٹے یسار اور پوتے بلال دونوں تابعی ہیں، ان بلال سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے جیسا کہ ابن حجر نے تقریب میں اور ملا علی قاری نے مرقات میں فرمایا۔
۴؎ یعنی جہاد میں کفار کے مقابلہ سے بزدلی کی بنا پر بھاگ جانا بدترین گناہ ہے مگر اس استغفار کی برکت سے ان شاء اللہ وہ بھی معاف ہو جائے گا جیسے ماؤں کی جڑی بوٹیاں مختلف تاثیریں رکھتی ہیں، کوئی معمولی بیماری میں مفید ہوتی ہے کوئی سخت خطرناک بیماری میں ایسے ہی روحانی بیماریوں کے لئے دعاؤں کے الفاظ مختلف تاثیر رکھتے ہیں، یہ استغفار بدترین گناہوں کی بخشش کے لئے مفید ہے۔ مگر وہ تاثیریں طبیب کو معلوم ہوتی ہیں، اور یہ تاثیریں حبیب کو معلوم ہیں ہم ان سے بے خبر ہیں مگر علماء فرماتے ہیں کہ توبہ سچے دل سے ہو تب اس کی یہ تاثیریں ہیں، کہ توبہ کے وقت آئندہ گناہ سے بچنے کا پورا ارادہ ہو گناہ پر قائم رہتے ہوئے صرف زبان سے توبہ توبہ بول دینا ایک طرح کا مذاق ہے (مرقات) خیال رہے کہ بعض وقت جہاد سے بھاگ جانا جائز بھی ہوتا ہے جبکہ کفار کی تعداد بہت ہی زیادہ ہو جائے اور اب ٹھہرنا ہلاکت ہی ہو، اس صورت میں مقابلہ میں جان دے دینا بہت ثواب ہے مگر بھاگ جانا بھی گناہ نہیں، اور کبھی بھاگنا جنگی چال ہوتی ہے کہ یہاں سے ہٹ کر مضبوط مرکز پر پہنچیں، پھر وہاں جم کر جنگ کریں، رب تعالٰی فرماتا ہے "اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ" یہ بھاگنا ثواب ہے نہ بھاگنا گناہ اور

سُنَنِ اَبِیْ دَاوٗدَ هِلَالُ بْنُ یَسَارٍ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَیَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِی الْجَنَّةِ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنّٰی لِیْ هٰذِهٖ فَیَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ رَوَاهُ اَحْمَدُ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا الْمَیِّتُ فِی الْقَبْرِ اِلَّا كَالْغَرِیْقِ الْمُتَغَوِّثِ یَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ

ابو داؤد کے نزدیک راوی بلال ابن یسار ہیں اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے[۵] تیسری فصل: روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نیک بندے کے جنت میں درجے بلند فرماتا ہے[۱] تو بندہ عرض کرتا ہے الٰہی مجھے یہ بلندی درجہ کہاں سے ملی[۲] رب فرماتا ہے تیرے بچے کے تیرے لیے دعائے مغفرت کرنے کی وجہ سے[۳] (احمد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریادی کی طرح ہی ہوتی ہے[۴] کہ ماں باپ بھائی یا دوست کی دعائے خیر کے پہنچنے کی منتظر رہتی ہے[۵]

بلا وجہ بزدلی سے چھوڑ کر بھاگ جانا سخت گناہ، وہ ہی یہاں مراد ہے۔ لہذا یہ حدیث بالکل واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۵؎ یعنی بلال کے نام میں اختلاف ہوگیا بعض محدثین بلال، سے فرماتے ہیں بعض ہلال ہ سے، مگر ب سے ہی زیادہ مشہور ہے۔ حافظ منذری نے فرمایا کہ یہ حدیث بہت جید ہے اس کی اسناد متصل ہیں اور اس میں کوئی راوی ضعیف نہیں اور بہت طرق سے مروی ہے واللہ اعلم۔ ۱؎ اس طرح کہ پہلے تو اس کی قبر میں معمولی درجے کی جنت کی کھڑکی کھلتی ہے پھر اعلیٰ درجہ کی، پھر اس سے اعلیٰ، یا اس طرح کہ اسے خبر دی جاتی ہے کہ تیرا درجہ بلند ہورہا ہے۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جنت تو قیامت کے بعد ملے گی، وہ ابھی قبر میں کیسے بلند ہو رہے ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں عبد صالح سے مراد گنہگار مسلمان ہے جو بخشش کی صلاحیت و قابلیت رکھتا ہے پہلے وہ عذاب قبر میں گرفتار ہوتا ہے کہ اچانک عذاب موقوف ہوکر جنت کی کھڑکی قبر میں کھل جاتی ہے۔ لہذا یہ حدیث صرف نیکوں سے مخصوص نہیں۔ ۲؎ میں تو قبر میں سو رہا ہوں اعمال کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، پھر یہ تبدیلی حال بغیر اعمال کیسے ہورہی ہے۔ سبحان اللہ رب کی عطائیں بندے کے وہم و گمان سے وراء ہیں۔ ۳؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نیک اولاد جو ماں باپ کو ان کے مرنے کے بعد دعائے ایصال ثواب استغفار وغیرہ سے یاد رکھے صدقہ جاریہ ہے اور رب تعالٰی کی رحمت ہے جس کے ذریعہ مردہ کو قبر میں فائدہ پہنچتا رہتا ہے۔ دوسرے یہ کہ شفاعت برحق ہے جس کا فائدہ میت کو پہنچتا ہے پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا تو کہنا ہی کیا۔ تیسرے یہ کہ اولاد کو چاہیے کہ ماں باپ کو دعائے خیر میں یاد رکھے، حتی کہ نماز میں سلام پھیرتے وقت رب اغفرلی ولوالدی پڑھے۔ ایسا پڑھ کر نیکی کا سلسلہ شمار ہوگا۔ خیال رہے کہ ولد یعنی بچہ میں بیٹا بیٹی اور ان کی اولاد در اولاد سب شامل ہے کبھی ساتویں پشت کی اولاد ساتویں دادا کے کام آجاتی ہے۔ ۴؎ عام گنہگار مسلمان تو اپنے گناہوں کی وجہ سے خاص نیک مسلمان اپنی تنہائی کی وجہ سے کہ وہ بہت زیادہ اکیلے ہیں، مگر اولیاء محبوبین اپنے چھوڑے ہوئے پیاروں کی وجہ سے ایسے ہوتے ہیں، تازہ میت برزخ میں ایسی ہوتی ہے جیسے نئی دلہن سسرال میں کہ اگرچہ وہاں لاکھ طرح کا عیش و آرام ہوتا ہے مگر اس کا دل میکہ میں پڑا رہتا ہے جب کوئی سوغات یا کوئی آدمی میکے سے پہنچتا ہے تو اس کی خوشی کی حد نہیں رہتی، پھر دل لگتے

صَدِيقٍ فَإِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيُدْخِلُ عَلٰى أَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ أَمْثَالَ الْجِبَالِ وَإِنَّ هَدِيَّةَ الْأَحْيَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُوْبٰى لِمَنْ وَجَدَ فِيْ صَحِيْفَتِهٖ اِسْتِغْفَارًا كَثِيْرًا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ فِيْ عَمَلِ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

پھر جب اسے دعا پہنچ جاتی ہے تو اسے یہ دعا دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ پیاری ہوتی ہے [۱] اور اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعا سے قبر والوں کو ثواب کے پہاڑ دیتا ہے [۲] اور یقینا زندوں کا مردوں کے لئے تحفہ ان کے لئے دعائے مغفرت ہے [۳] (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے بہت خوبیاں ہیں جو اپنے نامۂ اعمال میں بہت استغفار پائے [۴] (ابن ماجہ) اور نسائی نے ایک دن رات کے عمل میں روایت کیا۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم یوں

کہتے لگ جاتا ہے، ظاہر یہ ہے کہ یہاں میت سے تازہ میت مراد ہے کہ اسے زندوں کے تحفے کا بہت انتظار رہتا ہے، اسی لئے نئی میت کو جلد اور جلد تیجا، دسواں، بیسواں، چالیسواں وغیرہ سے یاد کرتے ہیں۔ فقیر کی اس شرح سے معلوم ہو گیا کہ یہ فقط گنہگار کا ہی حال نہیں۔ [۱] دوست سے مراد خاص دوست بھی ہے اور عام دوست یعنی ہر مسلمان بھی۔ مسلمان کو چاہئے کہ مردوں کو اپنی دعاؤں وغیرہ میں یاد رکھیں تاکہ کل انہیں دوسرے مسلمان یاد کریں۔ اس حدیث سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیئے جو نیاز فاتحہ ایصال ثواب سے لوگوں کو طرح طرح کے بہانوں سے روکتے ہیں کل انہیں بھی مرنا ہے شعر

نام نیک رفتگاں ضائع مکن　　تابماند نام نیکت برقرار

[۲] اس لئے کہ یہ مدد بہت سخت حاجت کے وقت پہنچی ہے، نیز یہ پرانے وطن کا تحفہ و ہدیہ ہوتا ہے، پردیس میں دیس کا خط بھی پیارا معلوم ہوتا ہے۔ [۳] صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہر نیک عمل کا ثواب اسی شکل میں یا اذن کریم سے پہنچتا ہے، اگر روٹی خیرات کی گئی، تو وہ روٹی کی شکل میں اس کا ثواب میت کو ملے گا، اور کپڑے کی خیرات کا ثواب کپڑے کی شکل میں، مگر اس میں رب کی طرف سے بہت برکت ہوتی ہے۔ [۴] خواہ دعائے مغفرت صراحۃً ہو جیسے رب اغفرلی ولوالدی ولجمیع المسلمین، خواہ ضمنا جیسے ان کی طرف سے صدقہ وخیرات، کہ یہ چیزیں بھی میت کی بخشش کا ذریعہ ہیں۔ غرضکہ یہ حدیث قولی وعملی دونوں استغفاروں کو شامل ہے۔ خیال رہے کہ یہ احادیث ان آیات کے خلاف نہیں لیس للانسان الا ما سعی اور لہا ما کسبت وغیرہ کہ ان آیتوں میں بدنی عمل مراد ہیں یعنی کوئی کسی کی طرف سے فرض نماز روزہ نہیں رکھ سکتا، اپنا فرض اپنے ہی کرنے سے ادا ہوگا، اور یہ احادیث ثواب پہنچانے کے متعلق ہیں، ثواب پہنچانا اور ہے ادائے فرض اور، یا آیتیں ملکیت کی نفی ہے اور حدیث میں بخشش کا ثبوت یعنی انسان کی ملک صرف اپنے ہی اعمال ہیں دوسروں کا کیا بھروسہ کوئی دے یا نہ دے، بغل میں توشہ منزل کا بھروسہ ہے۔ شعر

توشۂ اعمال اپنا ساتھ لے جاؤ ابھی　　کون دیکھے قبر میں بھیجے گا سرو ترسی
بعد مرنے کے نہیں اپنا پرایا بھول جائے　　فاتحہ کو قبر پر پھر کوئی نہ یاد آئے

يَقُولُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ إِذَا أَحْسَنُوا اسْتَبْشَرُوا وَإِذَا أَسَاءُوا اسْتَغْفَرُوا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرِ ۔ وَعَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ حَدِيثَيْنِ أَحَدُهُمَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْآخَرُ عَنْ نَفْسِهِ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ وَإِنَّ الْفَاجِرَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلَى أَنْفِهِ فَقَالَ بِهِ هٰكَذَا أَيْ بِيَدِهِ فَذَبَّهُ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَلّٰهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنْ رَجُلٍ نَزَلَ فِي أَرْضٍ

عرض کرتے تھے الٰہی مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو نیکیاں کریں اور خوش ہو جائیں اور گناہ کریں تو معافی مانگ لیں[۱] (ابن ماجہ اور بیہقی نے دعوات کبیر میں) روایت ہے حضرت حارث ابن سوید سے[۲] فرماتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ ابن مسعود نے دو حدیثیں سنائیں ایک تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور دوسری اپنی طرف سے[۳] فرمایا کہ مومن اپنے گناہوں کو یوں سمجھتا ہے گویا کہ وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ڈرتا ہے کہ اس پر گر جائے[۴] اور بدکار اپنے گناہوں کو اس مکھی کی طرح سمجھتا ہے جو اس کی ناک پر گذرے تو یوں کرے یعنی اپنے ہاتھ سے اسے اڑا دے[۵] پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالٰی اپنے مومن بندے کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے[۶] جو کسی

[۱] یعنی اس لیے مقبول استغفار بہت کرے ہوں جو اس کے نامہ اعمال میں لکھے جا چکے ہوں۔ اسی لیے یہاں بہت استغفار کرنے کا ذکر نہ فرمایا بلکہ نامہ اعمال میں اپنے کا ذکر کیا مقبول استغفار وہ ہے جو دل کے درد آنکھوں کے آنسو اور اخلاص سے کی جائے صرف اخلاص بھی کافی ہے۔ [۲] سبحان اللہ کیسی پیاری دعا ہے یعنی مجھے اس جماعت سے بنا جو اپنی نیکی پر فخر نہیں کرتے بلکہ توفیق خیر ملنے پر تیرا شکر کرتے ہیں اور گناہ ہو جانے پر بے پرواہی نہیں کرتے بلکہ اس میل کو فوراً توبہ کے پانی سے دھو ڈالتے ہیں حق تعالٰی حضور کے صدقے سے یہ صفتیں ہم کو بھی نصیب کرے آمین۔ فخر کی خوشی گناہ ہے رب تعالٰی فرماتا ہے لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ اور شکر کی خوشی عبادت، رب تعالٰی فرماتا ہے فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا یہاں شکر کی خوشی مراد ہے۔ [۳] آپ جلیل القدر تابعی ہیں اعلٰی درجے کے ہیں کسی نے حضرت امام احمد ابن حنبل سے آپ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ان کی خوبیاں بیان سے بالا ہیں حضرت عبداللہ ابن زبیر کے زمانہ میں وفات پائی۔ [۴] یعنی ایک حدیث مرفوع اور دوسری حدیث موقوف جو خود ان کا اپنا قول ہے۔ [۵] یعنی مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ گناہ صغیرہ کو بھی ہلکا نہیں جانتا وہ سمجھتا ہے کہ چھوٹی چنگاری بھی گھر جلا سکتی ہے اس لیے وہ ان کے کرلینے پر بھی جرأت نہیں کرتا اور اگر ہو جائیں تو فوراً توبہ کر لیتا ہے گناہوں سے خوف کمال ایمان کی علامت ہے۔ [۶] یعنی چھوٹے کیا بڑے گناہوں کو بھی ہلکا جانتا ہے کہتا ہے کہ میں نے گناہ کر لیا تو کیا ہوا رب غفور رحیم ہے بخش دے گا یہ خیال امید نہیں بلکہ خدا تعالٰی سے بے خوفی ہے جو کفر تک پہنچا دیتی ہے انسان پہلے چھوٹے گناہ کو ہلکا جانتا ہے پھر بڑے گناہوں کو پھر کفر و شرک کو بھی معمولی چیز سمجھنے لگتا ہے۔ [۷] یہاں خوشی سے مراد رضا ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا حضرت ابن مسعود نے پہلے تو گناہ کو ہلکا جاننے کی برائی بیان فرمائی پھر یہ حدیث سنائی تاکہ بندہ ہر چھوٹے گناہ پر بھی توبہ کرے اسے حقیر نہ جانے رب تعالٰی بندے کی ہر توبہ خواہ گناہ صغیرہ سے ہو یا کبیرہ سے بہت ہی راضی و خوش ہوتا ہے رب تعالٰی

وَدَوِيَّةٍ مُهْلِكَةٍ مَعَهٗ رَاحِلَتُهٗ عَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَوَضَعَ رَأْسَهٗ فَنَامَ نَوْمَةً فَاسْتَيْقَظَ وَقَدْ ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهٗ فَطَلَبَهَا حَتّٰی إِذَا اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ أَوْمَا شَاءَ اللّٰهُ قَالَ أَرْجِعُ إِلٰی مَكَانِي الَّذِي كُنْتُ فِيهِ فَأَنَامُ حَتّٰی أَمُوتَ فَوَضَعَ رَأْسَهٗ عَلٰی سَاعِدِهٖ لِيَمُوتَ فَاسْتَيْقَظَ فَإِذَا رَاحِلَتُهٗ عِنْدَهٗ عَلَيْهَا زَادُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاللّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ هٰذَا بِرَاحِلَتِهٖ وَزَادِهٖ رَوٰی مُسْلِمٌ الْمَرْفُوعَ إِلٰی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ

جانوروں والی ہلاکت کی زمین میں اترے اس کے ساتھ سواری ہے جس پر اس کا کھانا پانی ہے اس نے سر رکھا کچھ سو گیا جاگا تو اس کی سواری جا چکی تھی اسے بہت ڈھونڈ رہا تھا حتے کہ جب اس پر دھوپ یا پیاس یا جو اللہ نے چاہا غالب آ گئی تو بولا کہ میں اپنی اسی جگہ لوٹ جاؤں جہاں تھا وہاں سو جاؤں حتی کہ مر جاؤں اپنے بازوؤں پر مرنے کے لئے سر رکھ دیا پھر جاگا تو اس کی سواری اس کے پاس تھی جس پر اس کا توشہ پانی تھا اللہ تعالٰی مومن بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو یہ سواری سے خوش ہوا مسلم نے صرف وہ ہی روایت نقل کی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک ابن مسعود سے مرفوعًا ہے اور

کو اپنی کن نابادت ہے، تو ہرگناہ سے توبہ کرنا بھی اعلٰے درجہ کی عبادت ہے۔ ؎۱ یعنی بہت معمولی سا بھی یا سواری کی بھی تکر تھی اور جنگلی درندوں کا بھی اندیشہ دنیا درندوں والا جنگل ہے نفس سواری جس پر ہمارا ہر طرح کا روحانی سامان ہے، یہاں غافل ہو کر سونا خطرناک ہے یہ عملی تمثیل ہے۔ ؎۲ اوماشاء اللہ یا تو راوی کا قول ہے اور او تردد و شک کے لئے ہے یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یا تو گرمی و پیاس کا ذکر فرمایا اور یا ماشاء اللہ فرمایا اور یا خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اور او بمعنی بل ہے یعنی صرف بھوک پیاس ہی غالب نہ آئی بلکہ تمام وہ مصیبتیں، فکریں، خوف و غم بھی غالب آ گئے جو رب نے چاہے۔ ؎۳ شاید وہاں سواری لوٹ آئی ہو یا لوٹ آئے کیونکہ وہ جگہ اس نے جانی پہچانی ہے اگر نہ آئی تو موت تو آ ہی جائے گی خلاصہ یہ کہ یا سواری پاؤں گا یا مر جاؤں گا۔ ؎۴ اب بھی اہل عرب جب ریگستان میں پھنس جاتے ہیں، تو زندگی سے ناامید ہو کر اس طرح موت کی انتظار میں بیٹھ جاتے ہیں اور وہاں ہی جان نکل جاتی ہے، یہاں وہ ہی نقشہ کھینچا جا رہا ہے۔ ؎۵ یہاں جاگنے سے مراد سر اٹھا کر دیکھنا ہے ورنہ ایسی حالت میں نیند کہاں آتی ہے اور ممکن ہے کہ جاگنے سے حقیقۃً جاگنا ہی مراد ہو اور اتفاقًا اونگھ آ گئی ہو، بہر حال یہ ایک تمثیل ہے جس میں یاس کے بعد آس کا نہایت بہترین نقشہ کھینچ کر پیش کیا گیا ہے۔ ؎۶ یعنے جیسی خوشی اس مایوس بندے کو اس آس پوری ہونے پر ہو سکتی ہے جس نے جان و مال سب کچھ کھو کر سب کچھ پا لیا، اس سے زیادہ خوشی رب تعالٰی کو اپنے کھوئے ہوئے بندے کے واپس آنے پر ہوتی ہے، صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ انسان مسافر ہے بدن اس کی سواری جس پر اس کے اعمال کا سامان ہے، دنیا خطرناک جنگل ہے یہاں کی غفلت اس مسافر کا سو جانا ہے جب روح غافل ہو کر جاگی تو دیکھا کہ بدن نفسانی خواہشات میں گم ہو چکا تھا اور روح کے قبضہ سے نکل چکا تھا روح نے بہت مشقت سے اسے واپس کرنا چاہا مگر وہ نہ ملا تو مایوس ہو کر سمجھ گیا کہ اپنی موت کا یقین ہو گا، اور اس نے سمجھ لیا کہ اب میں عذاب الٰہی میں گرفتار ہوتی ہوں کہ اچانک رحمت الٰہی نے دستگیری کی اور گم شدہ نفس کی توفیق خداوندی نے دستگیری کی اس نے اپنا مقصود پا لیا، یا اس کے بعد اس کی آس پوری ہو گئی، ایسی سوچ بہت مبارک ہے (مرقات)

مُحْتَسِبٌ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ الْمَوْقُوْفَ عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَيْضًا ۞ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفَتَّنَ التَّوَّابَ ۞ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِيَ الدُّنْيَا بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ يَا عِبَادِيَ
الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا الْاٰيَةَ فَقَالَ رَجُلٌ فَمَنْ اَشْرَكَ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اَلَا وَمَنْ اَشْرَكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ۞ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اور بخاری نے ابن مسعود پر موقوف حدیث بھی روایت کی[1] روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ
اس مومن کو پسند فرماتا ہے جو فتنوں میں گرفتار ہو توبہ کرتا رہے[2][3] روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو
فرماتے سنا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ مجھے اس آیت کے عوض ساری دنیا مل جائے[4] اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ناامید نہ
ہو[5] تو ایک شخص بولا تو جو شرک کرے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر فرمایا یقیناً جو شرک کرے تین بار فرمایا یعنی اس کی توبہ
بھی قبول ہوگی[6] روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے

[1] مرقات اس حدیث کا جزو مرفوع تو متفق علیہ ہے اور جزو موقوف مفردات بخاری سے ہے، پوری حدیث صحیح ہے۔ [2] گناہ و غفلتیں اس پر طاری ہوتی رہتی ہیں،
ہمیشہ نیکیاں ہی کرتا ہو کیونکہ ہمیشہ نیکیاں کرنے والا کبھی تکبر و شیخی میں پھنس جاتا ہے اور گناہ میں پھنسا ہوا اکثر شرمندہ رہتا ہے، اس شرح سے معلوم ہوا کہ اس تائب
سے زیادہ حضرات انبیاء و خاص اولیاء اللہ ہیں کیونکہ ان میں کبھی غرور پیدا ہوتا ہی نہیں۔ لہذا حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ گنہگار بندے انبیاء و اولیاء سے زیادہ
پیارے ہوں، یہاں ان سے مقابلہ ہے جو نیکیوں پر اتراتے ہیں، عجز پیدا کرنے والا گناہ، فخر پیدا کرنے والی نیکی سے افضل ہے۔ [3] ہر طرح کی توبہ گناہ سے طاعت
کی طرف، غفلت سے بیداری کی طرف، غیبت سے حضور کی طرف اور معصیت سے معیت کی طرف لوٹنا ہے، صوفیاء فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ گنہگاروں سے ناراض ہے
نہ کہ گنہگاری سے، گنہگار سے توبہ کرنے پر بہت راضی ہوجاتا ہے، عشاق کہتے ہیں کہ بمقابلہ نیکوکاروں کے گنہگاروں پر زیادہ کرم ہے، ماں بیمار لاچار بچہ پر زیادہ مہربان
ہوتی ہے تندرست بیٹے کے لئے کھانا بیٹے سے لیتی رہتی ہے اور بیمار کو اپنے سے کھلاتی رہتی ہے، ہم گندے بندے یہاں بہانے سے اپنے حبیب فرماتا ہے واما السائل
فلا تنھر، محبوب اپنی کمائی سے ان لکڑوں کو کچھ دیتے رہو انہیں جھڑکو نہیں۔ [4] یعنی میں اس دنیا سے لذت وغیرہ سب کچھ حاصل کرتا۔ [5] اس
آیت میں عبادی سے مراد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بندے غلام ہیں اور زیادتی سے مراد گناہ کرتے رہنا ہے، انہیں سے مغفرت کا وعدہ ہے کہ شرک و
کفر کی معافی نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ [6] یعنی شرک و کفر بھی بخش دیا جائیگا بشرطیکہ بندہ اس سے توبہ کرکے
مسلمان ہوجائے، جو کفر پر مرگیا اس کی مغفرت نہیں، مگر مومن گنہگار اگر بغیر توبہ بھی مرجائے، تب بھی بخشا جاسکتا ہے، لہذا یہ حدیث مذکورہ آیت کے خلاف نہیں۔
حکایت: حضرت وحشی نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ اسلام میں شرک، قتل، زنا بہت بڑے بڑے گناہ ہیں اور مجھ سے یہ تینوں سرزد ہوچکے ہیں،
میری بخشش کیسے ہوگی تب یہ آیت کریمہ آئی اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا، وحشی بولے کہ مغفرت کی یہ شرطیں بہت سخت ہیں،
توبہ نیک اعمال وغیرہ مجھ سے کیسے ہوسکیں گے تب یہ آیت سنائی گئی وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ، وحشی بولے اب بھی میری تسلی نہیں ہوئی، معلوم

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَغْفِرُ لِعَبْدِہٖ مَا لَمْ یَقَعِ الْحِجَابُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الْحِجَابُ قَالَ اَنْ تَمُوْتَ النَّفْسُ وَھِیَ مُشْرِکَۃٌ رَوَی الْاَحَادِیْثَ الثَّلٰثَۃَ اَحْمَدُ وَرَوَی الْبَیْھَقِیُّ الْاَخِیْرَ فِیْ کِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّقِیَ اللّٰہَ لَا یَعْدِلُ بِہٖ شَیْئًا فِی الدُّنْیَا ثُمَّ کَانَ عَلَیْہِ مِثْلُ جِبَالٍ ذُنُوْبٌ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ کِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ

اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی اپنے بندے کو بخشتا ہے جب تک کہ آڑ نہ واقع ہو[۱] لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آڑ کیا ہے فرمایا یہ کہ کوئی شخص شرک کرتے ہوئے مر جائے[۲] ان تینوں حدیثوں کو احمد نے روایت کیا اور بیہقی نے آخری حدیث کتاب البعث والنشور میں روایت کی، روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ تعالٰی سے اس طرح ملے[۳] کہ دنیا میں کسی چیز کو اس کے برابر نہ جانتا ہو پھر اس پر گناہوں کے پہاڑ ہوں تو اللہ اسے بخش دے گا[۴] (بیہقی کتاب البعث والنشور) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے جیسے اس کا گناہ تھا ہی نہیں[۵] (ابن ماجہ، بیہقی، شعب الایمان)

میری بخشش ہوگی یا نہیں، تب یہ آیت نازل ہوئی قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا الخ تب وحشی بولے بس بس مجھے کافی ہے کافی ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ بشارتیں صرف وحشی کے لئے ہیں، فرمایا نہیں بلکہ میری ساری امت کے لئے (تفسیر معالم التنزیل و مرقات) غرضکہ یہ آیت بہت ہی امید افزا ہے۔ [۱] یعنی وہ واقعہ ہو جائے جو بندہ اور رب تعالٰی کی رحمت کے درمیان آڑ ہے وہ دوئی کی آڑ، رب تعالٰی فرماتا ہے لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰھَیْنِ اثْنَیْنِ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ۔ [۲] شرک سے مراد کفر ہے کہ کفر پر موت واقع ہو جانا رحمت الٰہی سے بڑی مضبوط آڑ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافر کی ہر توبہ موقوف رہتی ہے، اگر ایمان لا کر مرا تمام گزشتہ توبہ قبول ہو گئیں، اگر کفر پر ہی مر گیا تو ساری توبہ بیکار گئیں، حق یہ ہے کہ کفار کی بعض دعائیں قبول ہو جاتی ہیں، شیطان نے درازی عمر کی دعا مانگی جو کچھ ترمیم سے قبول ہو گئی۔ [۳] یعنی اس حال میں مرے، یہاں اللہ سے ملنے سے مراد دنیا سے جانا ہے نہ کہ قیامت میں اللہ کو دیکھنا، کیونکہ وہاں تو سب ہی ایمان لے آتے ہیں، پھر قیامت میں مشرک کون ہوگا، چونکہ بعد موت دنیا کے سارے تعلقات ختم ہو جاتے ہیں بندہ کا تعلق صرف رب تعالٰی سے رہ جاتا ہے، اسی لئے موت کو اللہ سے ملنا فرمایا گیا۔ [۴] اس طرح کہ کسی کو خدا کا شریک نہ مانتا ہو، چونکہ عرب میں عام طور پر کفار مشرکین ہی تھے اس لئے شرک کا ذکر فرمایا ورنہ دہریہ کافر کا بھی یہ ہی حال ہے۔ خیال رہے کہ مشرک اپنے معبودوں کو خدا کے برابر ضرور مانتے ہیں کسی کو خدا کی اولاد کسی کو خدا کا مددگار، کسی کو خدا کے مقابل اپنا کارساز مانتے ہیں، اسی لئے وہ قیامت میں اپنے شرکاء سے کہیں گے اِذْ نُسَوِّیْکُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب علم القرآن میں ملاحظہ فرمائیے، رب تعالٰی فرماتا ہے بِرَبِّھِمْ یَعْدِلُوْنَ۔ [۵] اگر چاہے تو بخش دے یا تو بالکل ہی بخش دے یا کچھ تنبیہ فرما کر یا کچھ سزا دے کر، رب تعالٰی فرماتا ہے وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ لہذا یہ حدیث نہ تو قرآنی آیات کے مخالف ہے نہ عذاب کی حدیثوں کے، ورنہ اس میں مومن کو گناہ پر دلیر کیا گیا ہے۔ [۶] توبہ سے مراد کامل اور مقبول توبہ ہے جس میں تمام شرائط جواز و شرائط قبول جمع ہوں کہ حقوق العباد اور حقوق

وَقَالَ تَفَرَّدَ بِهِ النَّهْرَانِيُّ وَهُوَ مَجْهُولٌ وَفِي شَرْحِ السُّنَّةِ رَوَى عَنْهُ مَوْقُوفًا قَالَ النَّدَمُ تَوْبَةٌ وَالتَّائِبُ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ ❊ بَابٌ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ❊ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَضَى اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ كِتَابًا فَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ عَرْشِهٖ اِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي وَفِي رِوَايَةٍ غَلَبَتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

اور بیہقی نے فرمایا کہ اس حدیث میں نہرانی اکیلا ہے اور وہ مجہول الحال ہے[1] اور شرح سنہ میں ابن مسعود سے موقوفًا روایت کی آپ نے فرمایا نادم ہونا توبہ ہے اور توبہ والا ایسا ہے کہ گویا گناہ کیا ہی نہیں[2] ❊ باب[3] ❊ پہلی فصل ❊ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ نے مخلوق پیدا فرمانے کا فیصلہ کیا[4] تو ایک تحریر لکھی جو رب کے پاس عرش کے اوپر ہے[5] کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اور ایک روایت میں غلبت ہے[6] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

شریعت ادا کر دیئے جائیں، پھر گذشتہ کوتاہی پر ندامت ہو اور آئندہ نہ کرنے کا عہد۔ اس توبہ سے گناہ پر مطلقًا پکڑ نہ ہوگی بلکہ بعض صورتوں میں تو گناہ نیکیوں سے بدل جائیں گے: حضرت رابعہ بصریہ، سفیان ثوری اور فضیل ابن عیاض سے فرمایا کرتی تھیں کہ میرے گناہ تمہاری نیکیوں سے کہیں زیادہ ہیں، اگر میری توبہ سے یہ گناہ نیکیاں بن گئے، تو پھر میری نیکیاں تمہاری نیکیوں سے بہت بڑھ جائیں گی (مرقات) خیال رہے کہ یہاں كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ سے انبیاء اولیاء، ملائکہ خارج نہیں ہیں، کیونکہ گنہگار توبہ کرکے ان جیسا نہیں ہو جاتا، اگرچہ اسے عذاب بھی نہ ہو مگر خجالت و شرمندگی تو ہوگی وہ حضرات ان سے بھی پاک ہیں: یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو نہ معصوم ہیں نہ محفوظ مگر گناہ نہ کریں، جیسے چھوٹے بچے اور دیوانہ مسلمان، کہ تائب گنہگار توبہ کی برکت سے ان بے گناہوں کی طرح ہو جاتا ہے بے گناہی میں۔

[1] یعنی نہرانی کا پتہ نہیں کہ ثقہ تھا یا ضعیف، لہذا یہ حدیث درجہ صحت کو نہ پہنچی، امام ابن حجر اور ملا علی قاری نے فرمایا کہ چونکہ یہ حدیث فضائل وعدہ و توبہ میں ہے لہذا اگر ضعیف بھی ہو تب بھی قبول ہے (مرقات)۔ [2] چونکہ گذشتہ پر ندامت توبہ کا رکن اعظم ہے کہ اس پر باقی سارے ارکان مبنی ہیں اس لئے صرف ندامت کا ذکر فرمایا جو کسی کا حق مارنے پر نادم ہوگا تو حق ادا بھی کرے گا جو بے نمازی ہونے پر شرمندہ ہوگا وہ گذشتہ چھوٹی نمازیں قضا بھی کرے گا لہذا حدیث بالکل واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں، اگرچہ یہ حدیث موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے کہ یہ بات محض قیاس سے نہیں کہی جا سکتی۔ [3] یعنی گذشتہ بابوں کے متعلقات و لواحق کا باب جس میں مختلف مضامین کی احادیث ہیں اکثر حدیثیں اللہ کی رحمت اور بندے کے مایوس نہ ہونے کے متعلق ہیں۔ [4] اس طرح کہ مخلوق کو پیدا فرما دیا یا پیدا فرمانے کی ابتداء کی یا موجودات کے ظہور کا ارادہ قریب کیا یا جب میثاق کے دن تمام روحوں کو پیدا کیا۔ [5] کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے اور لکھنے سے مراد لکھنے کا حکم دینا ہے فرشتوں کو یا قلم کو، عرش کے اوپر سے مراد جو مرتبہ میں اوپر ہے نہ کہ جگہ میں، کیونکہ لوح محفوظ عرش کے نیچے ہے نہ کہ اس کے اوپر، بعض علماء نے فرمایا کہ لوح محفوظ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی ہے کہ اس میں سارے حالات درج ہیں، اور حضرت اسرافیل حاملین عرش فرشتوں کے سردار ہیں اس کے متعلق اور بہت سے قول ہیں (مرقات وغیرہ)۔

[6] اس طرح کہ آثار غضب پر آثار رحمت غالب بھی ہیں اور زیادہ بھی، ورنہ خود رحمت و غضب رب تعالٰی کی صفتیں ہیں، وہاں زیادتی کمی اور غالبیت مغلوبیت ناممکن ہے، مطلب یہ ہے کہ میری رحمت کا ظہور میرے غضب سے بہت زیادہ ہوگا، چنانچہ رب تعالٰی کی رحمت تمام مخلوق کو پہنچتی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ اَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَّاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ فَبِهَا يَتَعَاطَفُوْنَ وَبِهَا يَتَرَاحَمُوْنَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰى وَلَدِهَا وَاَخَّرَ اللّٰهُ تِسْعًا وَّتِسْعِيْنَ رَحْمَةً يَّرْحَمُ بِهَا عِبَادَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ سَلْمَانَ نَحْوُهٗ وَفِيْ اٰخِرِهٖ قَالَ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ اَكْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهٖ اَحَدٌ وَّلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنِطَ مِنْ جَنَّتِهٖ اَحَدٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی سو رحمتیں ہیں جن میں سے ایک رحمت جن، انسان، جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کے درمیان اتاری جس کے ذریعہ آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی اور رحم کرتے ہیں اسی رحمت سے وحشی جانور اپنے بچے پر مہربان ہوتے ہیں اور ننانوے رحمتیں محفوظ رکھ چھوڑی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائیگا (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں حضرت سلمان سے اسی کی مثل ہے اس کے آخر میں ہے کہ فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ اس رحمت کو اس سے کامل فرمادیگا روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر مومن جان لیتا کہ اللہ کے پاس کتنا عذاب ہے، تو کوئی بھی اس کی جنت کی امید نہ رکھتا اور اگر کافر جان لیتا کہ اللہ کے پاس کتنی رحمت ہے تو اس کی جنت سے کوئی ناامید نہ ہوتا (مسلم بخاری)

ہے اور غضب کسی کسی پر، کفار بھی رب کی رحمت ہی سے غذا پاتے ہیں، بلاؤں سے محفوظ رہتے ہیں، جناب رحمت کے بارے میں خود فرماتا ہے وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ اور عذاب کے بارے میں فرماتا ہے عَذَابِيْ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَاءُ (لمعات مع زیادت) ۱؎ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سو قسم کی ہے یا سینکڑوں قسم کی پھر ان میں سے ہر قسم کے ماتحت ہزارہا انواع ہیں ہر نوع کے نیچے ہزاروں صنفیں ہیں اور ہر صنف کے تحت ہزارہا افراد، غرضکہ یہ حدیث حد بندی و تحدید کے لئے نہیں بلکہ تکثیر یعنی زیادتی بیان کرنے کے لئے ہے ۲؎ یعنی ان سینکڑوں اقسام میں سے ایک قسم یا کروڑوں افراد میں سے ایک فرد دنیا میں بندوں میں بانٹ دی گئی ہے جس کے صدقے ماں باپ بہن بھائی زوجین دوستوں کے ۳؎ وحشی جانوروں کا ذکر خصوصیت سے اس لئے فرمایا کہ ان میں بظاہر رحمت کم ہے نفرت و غضب زیادہ یعنی وحشی درندے بھی اس رحمت کے صدقے سے اپنے بچوں پر مہربان ہیں اگر رب تعالیٰ ماں کے دل میں محبت پیدا نہ کرے تو وہ اپنے بچوں پر ہرگز مہربان نہ ہو جیسے ناگن اور مچھلی، کہ ناگن تو اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے مچھلی اپنے بچوں کو پہچانتی بھی نہیں، اور اگر رب محبت پیدا فرمائے تو پتھر اور درخت محبت کرنے لگیں، دیکھو احد پہاڑ حضور سے محبت کرتا ہے درخت گھاس پر حضور پر نثار ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) ۴؎ عددوں سے مراد معین عدد نہیں اور ننانوے کا عدد تحدید کے لئے نہیں بلکہ زیادتی کے لئے ہے یا مقصد یہ ہے کہ ایک قسم کی رحمت کا ظہور تو دنیا میں ہو رہا ہے اور ننانوے قسم کی رحمت کی جلوہ گری آخرت میں ہوگی، لہٰذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ روزانہ کعبہ معظمہ پر ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں جن سے ساٹھ طواف کرنے والوں پر چالیس وہاں نماز پڑھنے والوں پر اور بیس رحمتیں کعبہ کو دیکھنے والوں پر (از مرقات) ۵؎ یعنی قیامت کے دن ان ننانوے رحمتوں کو اس دنیا کی ایک رحمت سے ملا کر پورے سو فرمائیگا معلوم ہوا کہ وہاں دنیوی رحمت بھی ہوگی مگر صرف مسلمانوں پر، کفار تو عذاب میں گرفتار اپنی اولاد ماں باپ سے بھی بیزار ہوں گے ۶؎ ایسے رب تعالیٰ کی انتہا (

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَجُلٌ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ لِاَهْلِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَسْرَفَ رَجُلٌ عَلٰى نَفْسِهٖ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ اَوْصٰى بَنِيْهِ اِذَا مَاتَ فَحَرِّقُوْهُ ثُمَّ اذْرُوْا نِصْفَهٗ فِي الْبَرِّ وَنِصْفَهٗ فِي الْبَحْرِ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ لَيُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا لَا يُعَذِّبُهٗ اَحَدًا مِنَ الْعَالَمِيْنَ فَلَمَّا مَاتَ فَعَلُوْا مَا اَمَرَهُمْ

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت تم سے تمہارے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور آگ بھی ایسی ہی ہے (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص جس نے کبھی کوئی نیکی نہ کی تھی اس نے اپنے گھر والوں سے کہا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص نے اپنی جان پر زیادتی کی تھی جب اسے موت آئی تو اس نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ جب مر جائے تو اسے جلا دو پھر اس کو آدھا جنگل میں اور آدھا دریا میں اڑا دو رب کی قسم اگر اللہ نے اس پر تنگی کی تو اسے وہ عذاب دیگا جو جہانوں میں کسی کو نہ دے گا پھر جب وہ مر گیا جو اس نے کہا تھا وہ ان لوگوں نے کیا

رحمت و عذاب کا ذکر ہے یعنی اس قدر بیان کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت و عذاب کسی کے خیال میں نہیں آسکتی۔ اگر ان کی حقیقت معلوم ہو جائے تو عذاب دیکھ کر مومن کی آس ٹوٹ جائے اور اس کی رحمت میں غور کرکے کافر کے پاس جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نیک کار کو بے پرواہ نہ چاہیے کیونکہ اللہ جبار و قہار ہے اور گنہگار کو مایوس نہ ہونا چاہیے کیونکہ اللہ ستار و غفار ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اگر قیامت میں یہ اعلان ہو جائے کہ صرف ایک ہی بندہ جنتی ہے تو مجھے امید ہوگی کہ شاید میں ہی ہونگا اور اگر اعلان ہو جائے کہ صرف ایک ہی بندہ دوزخی ہے تو مجھے خطرہ ہوگا کہ وہ میں ہی ہوں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ بندہ پر زندگی میں خوف غالب چاہیے اور مرتے وقت امید۔ ٢ اسطرح کہ کبھی منہ سے ایک بری بات نکل جاتی ہے تو ساری عمر کی نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں اور بندہ دوزخی ہو جاتا ہے اور کبھی منہ سے ایک بات اچھی نکل جاتی ہے جو رب کو پسند ہو اس سے بندے کے عمر بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ جنتی ہو جاتا ہے (مرقاۃ) ایک لفظ میں جنت و دوزخ ہے۔ چونکہ جوتے کے تسمے پاؤں سے ملے رہتے ہیں اور ان کے ساتھ پاؤں کے قدموں سے ملتے ہیں اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرب کو جوتے کے تسمے سے تشبیہ دی یعنی ایک قدم میں جنت ہے اور ایک قدم میں دوزخ۔ ٣ غالب یہ ہے کہ یہ شخص کوئی اسرائیلی تھا کیونکہ نبی اسرائیل نے بارہا خوف الٰہی میں بڑی بڑی سختیاں جھیلی ہیں اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب انبیاء کرام کی تعلیم دنیا سے گم ہو چکی تھی لوگ رب تعالیٰ کی صفات سے بے خبر ہو گئے تھے۔ لہذا اگلے لفظ قدر پر کوئی اعتراض نہیں۔ ٤ اگرچہ اس زمانہ میں دفن کا رواج تھا مگر اس نادان نے خیال کیا کہ دفن ہونے کی صورت میں میری لاش ایک ہی جگہ ہوگی جسے رب دوبارہ زندگی بخش دے گا اور اگر میری مٹی کے ذرے دریا اور خشکی میں بکھر گئے تو رب انہیں جمع نہ کریگا یا جمع نہ کرسکے گا۔ اس کا یہ خیال قدرت الٰہی سے بے خبری کی بنا پر تھا اور یہ بے خبری دعوت نبوت نہ پہنچنے کی وجہ سے تھی، لہذا یہ بندہ معذور تھا اور اسے اس بنا پر کافر نہیں کہہ سکتے کیونکہ ایسے زمانے میں نجات کے لئے صرف عقیدہ توحید کافی ہوتا ہے ٥ یہ معنی بہت نفیس ہیں کہ قَدَرَ قَدْرٌ سے بنا نہ کہ قُدْرَۃ سے، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ اور یونس علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ، اگر یہ قُدْرَۃ سے ہوتا تو اس میں خدا کی قدرت کا انکار ہوتا جو کفر ہے۔ یہی معنی مرقات نے کئے بعض

فَاَمَرَ اللّٰهُ الْبَحْرَ فَجَمَعَ مَا فِيْهِ وَاَمَرَ الْبَرَّ فَجَمَعَ مَا فِيْهِ ثُمَّ قَالَ لَهٗ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ مِنْ خَشْيَتِكَ يَا رَبِّ وَاَنْتَ اَعْلَمُ فَغَفَرَ لَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيٌ فَاِذَا امْرَاَةٌ مِّنَ السَّبْيِ قَدْ تَحَلَّبَ ثَدْيُهَا تَسْعٰى اِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ اَخَذَتْهُ فَاَلْصَقَتْهُ بِبَطْنِهَا وَاَرْضَعَتْهُ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَرَوْنَ هٰذِهٖ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ فَقُلْنَا لَا وَهِيَ تَقْدِرُ عَلٰى اَنْ لَّا تَطْرَحَهٗ فَقَالَ اللّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اللہ نے دریا کو حکم دیا تو اس نے اپنے اندر کا سب جمع کر دیا اور جنگل کو حکم دیا تو اس نے اپنے اندر کا جمع کر دیا پھر اس سے فرمایا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی وہ بولا یا رب تیرے ڈر سے تجھے تو خود خبر ہے[1] رب نے بخش دیا (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر کچھ قیدی آئے تو قیدیوں میں ایک عورت کی چھاتیاں دودھ سے چھلک رہی تھیں[2] وہ دوڑ رہی تھی جب قیدیوں میں کوئی بچہ پاتی اسے پکڑتی اپنے پیٹ سے چپٹا لیتی اور اسے دودھ پلا دیتی[3] تب ہم سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں پھینک دے ہم نے عرض کیا اگر وہ پھینکنے پر قادر ہو تو کبھی نہ پھینکے فرمایا اللہ تعالٰی اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی یہ اپنے بچے پر[4] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

اگر رب نے مجھ پر تنگی کی، اور میرا حساب لیا تو مجھے عذاب دے گا، خلاصہ یہ ہے کہ تم میری میت کو خود عذاب دے دینا، جلا کر اڑا کر، تاکہ رب تعالٰی مجھ پر عذاب نہ کرے اور اگر قدرت سے مراد حساب ہو جیسا کہ بعض شارحین نے فرمایا تو یہی کہا جائے گا کہ یہ بندہ صفات الٰہی سے بے خبر یا وارفتہ تھا۔ [1] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مردہ کو جلا ڈالنے اور اس کی راکھ اڑا دینے سے مردہ حساب و عذاب سے نہیں بچ سکتا، رب تعالٰی ایک آن میں اس کے تمام ذرے جمع فرما کر حساب بھی لے لیتا ہے اور عذاب و ثواب بھی دے دیتا ہے، جیسا کہ عذاب قبر کے باب میں عرض کر چکے ہیں۔ دوسرے یہ کہ زمانہ فترت کے لوگ صرف عقیدۂ توحید پر بخشے جائیں گے، صفات الٰہی سے غفلت اور گناہوں پر ان کی پکڑ نہ ہوگی سوائے حقوق العباد اور ظلم کے، کہ ظلم کی سزا تو جانوروں کو بھی ملے گی۔ تیسرے یہ کہ خوف خدا رب تعالٰی کی بڑی ہی نعمت ہے جس سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، دیکھو یہ بندہ عمر بھر کا گنہگار رہا صرف خوف الٰہی سے بخشا گیا، چوتھے یہ کہ عذاب و ثواب کا حکم تو مرتے ہی ہو جاتا ہے، اس کا ظہور قیامت میں ہوگا۔ [2] کیونکہ اس کا بچہ اس سے جدا ہو چکا تھا اور یہ نئی والدہ تھی، تحلب حلب سے بنا جس کے معنے ہیں دودھ دوہنا، یہاں دودھ کی وہ کثرت مراد ہے جسے پستان نہ سنبھال سکیں اور دودھ ٹپکنے لگے۔ [3] تاکہ دودھ کا جوش کچھ کم ہو جائے، نیز وہ اپنے بچہ کو یاد کر کے دوسرے بچوں پر مہربانی کر رہی تھی (مرقات)۔ [4] جیسے ماں نہیں چاہتی کہ میرا بچہ آگ میں جلے، ایسے ہی رب تعالٰی نہیں چاہتا کہ میرا بندہ آگ میں جلے، وہ تو ماں سے زیادہ مہربان ہے۔ خیال رہے کہ یہاں چاہنا بمعنی راضی ہونا ہے نہ کہ بمعنی ارادہ کرنا: رب تعالٰی نہ کفر سے راضی ہے نہ فسق سے، دنیا کا ہر جرم رب تعالٰی کے ارادے سے ہے نہ کہ اس کی رضا سے، لوگ اپنی حرکتوں سے دوزخ میں جاتے ہیں رب تعالٰی انکے اس جانے سے راضی نہیں، لہذا حدیث صاف ہے اس پر مسئلہ تقدیر کے اعتراضات نہیں پڑ سکتے۔

صلی اللہ علیہ وسلم لن ینجی احدا منکم عملہ قالوا ولا انت یا رسول اللہ قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ منہ برحمتہ فسددوا وقاربوا واغدوا وروحوا وشیء من الدلجۃ والقصد القصد تبلغوا متفق علیہ وعن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل احدا منکم عملہ الجنۃ ولا یجیرہ من النار ولا انا الا برحمۃ اللہ رواہ مسلم وعن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اسلم العبد فحسن اسلامہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اس کا عمل نجات نہیں دے سکے گا[1] لوگوں نے عرض کیا نہ آپ کو یا رسول اللہ[2] فرمایا نہ مجھے مگر یہ کہ اللہ مجھے مہربانی سے اپنی رحمت میں چھپا لے[3] لہذا ٹھیک ٹھیک رہو اور میانہ رو رہو اور صبح شام اور کچھ اندھیری رات میں نیکیاں کیا کرو میانہ روی میانہ روی سے پہنچ جاؤ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کسی کو اس کا عمل نہ تو جنت میں پہنچا سکے گا نہ آگ سے بچا سکے گا اور نہ مجھے مگر اللہ کی رحمت سے (مسلم) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بندہ مسلمان ہو اور اس کا اسلام اچھا ہو[1]

۱؎ یعنی نیک اعمال دوزخ سے بچنے، جنت میں داخل ہونے کے اسباب تو ہیں مگر علت تامہ نہیں بہت سے لوگ بغیر نیک عمل جنتی ہیں جیسے مسلمانوں کے نابالغ بچے یا دیوانے یا وہ جو مسلمان ہوتے ہی فوت ہو جائیں اور بعض لوگ نیکیوں کے باوجود دوزخی ہیں جیسے نیکیاں کرنے والے کفار یا جن کی نیکیاں مردود ہو گئیں، جنت ملنے کی علت تامہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جیسے تخم درخت کی علت تامہ نہیں، بہت بار تخم ضائع ہو جاتا ہے۔ اس فرمان کا مقصد لوگوں کو نیکیوں سے روکنا نہیں ہے بلکہ نیکوں کو اپنے اعمال پر ناز کرنے سے بچانا ہے کہ اے پرہیزگارو اپنے اعمال پر غرور نہ کرو، رب تعالیٰ کا فضل مانگو، شیطان کے اعمال سے اس کے انجام سے سبق لو۔ ۲؎ یعنی آپ کی نیکیاں تو قبولیت کی انتہائی منزل پر ہیں، کیا یہ بھی حصول جنت کے لیے کافی وافی نہیں، کیا آپ کو بھی اللہ کی رحمت درکار ہے۔ صحابہ سمجھ رہے تھے کہ ایسے موقعہ پر متکلم مستثنیٰ ہوتا ہے، شاید حضور یہ ہمارے لیے فرما رہے ہیں اس لیے یہ سوال کیا۔ اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حضور کو قیاس نہ کرتے تھے۔ ۳؎ یتغمدنی غمد سے بنا بمعنی غلاف تلوار جو ہر طرف سے تلوار کو چھپائے ہوتا ہے یعنی میں بھی محض عمل سے بلا فضل الٰہی جنت کا حقدار نہیں، ہاں رب تعالیٰ کی رحمت ہر طرف سے مجھے گھیرے ہے تو جنت میری ہے خیال رہے کہ تمام دنیا کے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ، اور رحمت الٰہی جنت ملنے کا ذریعہ ہے، تو ہماری جنت کا وسیلہ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر خود رب تعالیٰ کا فضل بالی ہے وکان فضل اللہ علیک عظیما لہذا ہم اور رحمت کے محتاج ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رحمت کے، یعنی چاند سورج کو نور بخشا گیا چاند کو سورج کے ذریعہ سے اور سورج کو بلاواسطہ اپنی طرف سے لہذا یہ حدیث حضور کا ہماری مثل ہونا ثابت نہیں کرتی ۴؎ اس طرح کہ عقائد درست رکھو عبادات میں درمیانی روش چلو کہ بقدر طاقت نوافل شروع کرو پھر ہمیشہ نبھاؤ اور صرف فرائض پر کفایت نہ کرو بلکہ نوافل بھی ادا کیا کرو خصوصاً آخری رات میں عبادت کیا کرو کہ یہ چیزیں رحمت الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ جنت کا ذریعہ رحمت الٰہی ہے اور رحمت کا ذریعہ نیک اعمال ہیں لہذا اعمال سے غافل نہ ۵؎ یعنی منزل قریب ہے۔ خیال رہے کہ رات میں سفر زیادہ طے ہو جاتا ہے، ایسے ہی مسافر آخرت کے لیے رات کی عبادت سے جلد منزل

يُكَفِّرُ اللّٰهُ عَنْهُ كُلَّ سَيِّئَةٍ كَانَ زَلَفَهَا وَكَانَ بَعْدُ الْقِصَاصُ اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ
مِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا اِلَّا اَنْ يَّتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهَا رَوَاهُ
الْبُخَارِيُّ ؛ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ
الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً
فَاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ
كَثِيْرَةٍ وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً فَاِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا

تو اللہ تعالیٰ اسکے سارے پچھلے ہوئے گناہ مٹا دیتا ہے، اسکے بعد قصاص ہوتا رہتا ہے کہ نیکی دس گنے سے سات سو گنا بلکہ بہت
زیادہ گنی تک ہے اور گناہ اسکے برابر مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ معافی دیدے (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور گناہ تحریر فرمادیئے ہیں تو جو نیکی کا ارادہ کرے مگر کرے نہیں تو اسے اللہ تعالیٰ اپنے ہاں ایک
پوری نیکی لکھتا ہے پھر اگر قصد کرے اور نیکی کرے تو اسے ہاں دس سے سات سو گنا تک بلکہ بہت زیادہ گنی تک لکھ لیتا ہے اور جو گناہ کا ارادہ
کرے پھر کرے نہیں تو اس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے پھر اگر گناہ کا ارادہ کرے

مقصود درجہ پہنچ جاتا ہے ؛ ؎ علماء فرماتے ہیں کہ دخول جنت اللہ کے فضل سے ہے اور وہاں کے درجات کا حصول اعمال کے وسیلہ سے ہے خواہ خود
اپنے عمل ہوں یا اپنے ماں باپ یا اولاد کے عمل، اس حدیث کا یہی مطلب ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال اللہ کے فضل سے جنت کا باعث بنے
تو ہم کس شمار میں ہیں ؛ ؎ اس طرح کہ اخلاص کے ساتھ دل سے مسلمان ہو منافقت سے کلمہ نہ پڑھے ؛ ؎ تمام کفر کے سارے گناہ اسلام سے
ختم ہو جاتے ہیں حقوق العباد معاف نہیں ہوتے، لہٰذا زمانہ کفر کے قرض ظلم قتل وغیرہ اس کے ذمہ رہیں گے اسی لئے بیشتر فرمایا گیا معلوم ہوا کہ زمانہ کفر کی
نیکیاں برباد نہیں ہوتیں بلکہ اسلام کے بعد وہ قبول ہو جاتی ہیں ؛ ؎ یعنی مسلمان ہو چکنے کے بعد بدلہ ہوا کریگا، اس بدلہ کی تفصیل آگے آرہی ہے ؛ ؎
یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اور مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ الخ ؛ ؎ یہ رب تعالیٰ کا فضل ہے کہ ایک
نیکی پر سات سو بلکہ اس سے زیادہ تک جزاء اور ایک گناہ کی جزاء صرف ایک، مگر خیال رہے کہ جیسا گناہ ویسی جزاء بعض گناہ وہ ہیں جن سے
نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں غرضکہ گناہ کی سزا مقدار میں نہ بڑھے گی، رہی کیفیت اس میں فرق ہوگا ؛ پھر رب کی معافی کی دو صورتیں ہیں، یا تو بندہ
کو توبہ کی توفیق دے دی جائے یا بغیر توبہ ویسے ہی بخش دیا جائے ؛ ؎ اس طرح کہ رب کے حکم سے فرشتوں نے لوح محفوظ میں یا بندے کی تقدیر میں
تحریر فرما دیئے یا نامہ اعمال لکھنے والا فرشتہ لکھتا ہے، خیال رہے کہ نیکی ہر وہ عمل ہے جو ثواب کا باعث ہو اور گناہ ہر وہ عمل ہے جو
عذاب کا سبب ہے، لہٰذا ممنوعہ وقتوں میں نماز پڑھنا گناہ ہے اور حضور پر نماز میں جان فدا کر دینا ثواب ہے کبھی قضا نیکی ہو جاتی ہے اور ادا گناہ ؛
؎ معلوم ہوا کہ نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے اس پر بھی ثواب ہے، مگر ثواب اور چیز ہے اور فرض ادا اور چیز، لہٰذا صرف ارادہ سے فرض ادا نہ ہوگا ؛
؎ یہ ثوابوں کا فرق کہ کسی کو ایک نیکی کا ثواب دس گنا کسی کو سات سو گنا کسی کو اس سے بھی زیادہ عامل کی نیت عمل کے رتبے

فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ: عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مَثَلَ الَّذِيْ يَعْمَلُ السَّيِّئَاتِ ثُمَّ يَعْمَلُ الْحَسَنَاتِ كَمَثَلِ رَجُلٍ كَانَتْ عَلَيْهِ دِرْعٌ ضَيِّقَةٌ قَدْ خَنَقَتْهُ ثُمَّ عَمِلَ حَسَنَةً فَانْفَكَّتْ حَلْقَةٌ ثُمَّ عَمِلَ اُخْرٰى فَانْفَكَّتْ اُخْرٰى حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَى الْاَرْضِ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ۔ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُصُّ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُوْلُ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ الثَّانِيَةَ وَلِمَنْ خَافَ

پھر کر بھی لے تو اسے اللہ تعالیٰ ایک گناہ لکھتا ہے (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی مثال جو پہلے گناہ کرتا ہو پھر نیکیاں کرنے لگے[۱] اس کی سی ہے جس پر تنگ زرہ تھی جو اس کا گلا گھونٹ رہی تھی پھر اس نے ایک نیکی کی تو ایک حلقہ کھل گیا پھر دوسری نیکی کی تو دوسرا کھل گیا حتی کہ وہ زرہ زمین پر گر گئی[۲] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابی الدرداء سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برسر منبر وعظ فرماتے سنا کہ حضور فرماتے تھے کہ اس کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے دو جنتیں ہیں میں نے کہا کہ اگرچہ زنا کرے اگرچہ چوری کرے[۳] یا رسول اللہ حضور نے پھر دوبارہ یہی فرمایا کہ اس کے لیے جو

دگنا ہے یا اکیلے نماز کا اور ثواب ہے با جماعت نماز کا۔ ۵ خیال رہے کہ یہاں گناہ سے مراد گناہ کا پکا ارادہ ہے اور پختہ ارادہ کر لینے پر انسان گنہگار ہو جاتا ہے، یہاں خیالی گناہ کا ذکر ہے۔ لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ جب دو مسلمان لڑیں اور ایک مارا جائے تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی کیونکہ مقتول نے بھی قتل کا ارادہ کیا تھا اگرچہ پورا نہ کر سکا کہ وہاں گناہ کا عزم بالجزم مراد ہے ایسے ہی جو چوری کرنے کا پورا ارادہ کرلے مگر موقعہ نہ پائے وہ بھی گنہگار ہوگا، جو کفر کا ارادہ کرے وہ کافر ہو گیا، لہذا حدیث واضح ہے خیالی گناہ تو گناہ نہیں بلکہ بعد میں اس خیال سے توبہ کر لینا نیکی ہے۔

۱ اس سے معلوم ہوا کہ بغیر ارادہ گناہ صادر ہو جانا گناہ نہیں۔ گناہ میں قصد و ارادہ عذاب کا باعث ہے اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل اور ارادہ دونوں کا ذکر فرمایا۔ ۲ گناہ چھوڑ کر یا گناہ کے ساتھ ساتھ بعض لوگ پہلے صرف گناہ کرتے ہیں، بعد میں گناہ چھوڑ کر صرف نیکیاں کرنے لگتے ہیں یہ تو اعلیٰ درجہ کے ہیں اور بعض لوگ پھر بعد میں اگرچہ گناہ کرتے رہیں مگر نیکیاں بھی کرنے لگتے ہیں یہ بھی غنیمت ہیں۔ غالب یہ ہے کہ یہاں پہلی جماعت مراد ہے۔ ۳ یہ بہت نفیس مثال ہے کہ جیسے زرہ سارے جسم کو گھیر لیتی ہے اور اگر تنگ ہو تو تمام بدن کو تکلیف دیتی ہے ایسے ہی گناہوں میں گھرا ہوا ہر طرح برا ہوتا ہے۔ اللہ کے نزدیک بھی اور بندوں کی نگاہ میں بھی اس کو تنگی کلفت بھی رہتی ہے، نیکی سے دل کو خوشی ہوتی ہے، گناہ سے دل کو رنج اگرچہ کبھی یہ خوشی و غم بعض اوقات محسوس نہ ہو۔ ۴ اس میں اشارہ فرمایا گیا کہ نیکیوں کی برکت سے گناہ معاف ہوتے ہیں رب فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ۔ یہ بھی پتہ لگا کہ اولاً انسان بتکلف نیکی کرتا ہے پھر آہستہ آہستہ اس کا عادی بن جاتا ہے اور تدریجی طور پر گناہوں سے نفرت ہو جاتی ہے قرآن کریم فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ۔ رب تعالیٰ ایسی نیکیاں نصیب فرمائے۔ مطلب یہ کہ نیکیوں کے ذریعے آخر کار گناہوں کی زرہ بالکل کھل کر زمین پر گر جاتی ہے ہم سے دور ہو جاتی ہے ۵ یعنی جو کوئی اس خوف سے گناہ

مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ فَقُلْتُ الثَّانِيَةَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ الثَّالِثَةَ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ فَقُلْتُ الثَّالِثَةَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاِنْ رَغِمَ اَنْفُ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنْ عَامِرِ الرَّامِ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهٗ يَعْنِيْ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ كِسَاءٌ وَفِيْ يَدِهٖ شَيْءٌ قَدِ الْتَفَّ عَلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَرَرْتُ بِغَيْضَةِ شَجَرٍ فَسَمِعْتُ فِيْهَا اَصْوَاتَ فِرَاخِ طَيْرٍ فَاَخَذْتُهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ

اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے دو جنتیں ہیں میں نے دوبارہ کہا یارسول اللہ اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے حضور نے پھر یہ فرمایا کہ اس کے لئے جو اپنے رب کے سامنے جانے سے ڈرے دو جنتیں ہیں تیسری بار عرض کیا گیا کہ اگرچہ زنا و چوری کرے یارسول اللہ تو فرمایا اگرچہ ابو الدرداء کی ناک گرد آلود ہو جائے (احمد) روایت ہے حضرت عامر الرام سے فرماتے ہیں کہ ہم ان کے یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ ناگہاں ایک شخص آیا جس پر کمبل تھا اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پر کمبل لپیٹا تھا عرض کیا یارسول اللہ میں درخت کی جھاڑی پر گذرا تو میں نے اس جھاڑی میں چڑیا کے چوزوں کی آواز سنی تو میں نے انہیں پکڑ لیا اور اپنے کمبل میں رکھ لیا

چھوڑ دے یا توبہ کرتا ہے کہ کل مجھے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے اعمال کا حساب دینا ہے اسے دو جنتیں عطا ہوں گی، ایک جنت خوف خدا کے عوض اور دوسری گناہ چھوڑ دینے کے عوض یا ایک جنت عدل کی دوسری جنت رب کے فضل کی یا ایک جنت جسمانی، دوسری جنت جنانی یا روحانی یا ایک جنت دنیا میں کہ اسے ہمیشہ قرب الٰہی میسر ہوگا جس سے وہ خوش و خرم رہے گا۔ دوسری جنت آخرت میں۔ ان دو جنتوں کی بہت تفسیریں ہیں مگر صرف زبانی طور پر خوف الٰہی کا محض دعویٰ نہ ہو بلکہ عمل بھی ہو رب تعالیٰ ہم کو اپنا یہ خوف نصیب کرے جو گناہ چھڑا دے یہ وہ گوہر ہے جو بادشاہوں کے خزانوں میں نہیں۔ ۲ یعنی اس سے پہلے اگرچہ چوری و زنا کر چکا ہو اگرچہ اس خوف کے بعد زنا و چوری کر بیٹھے تب بھی دو جنتوں کا مستحق ہے۔ ۳ یعنی اے ابو الدرداء اگر تم سوال کرتے کرتے اپنی ناک بھی رگڑ دو تب بھی حکم یہی رہے گا کہ اللہ سے ڈرنے والا دو جنتوں کا مستحق ہے خواہ اس سے قبل کتنے ہی بڑے گناہ کیوں نہ کر چکا ہو اور اگرچہ اس کے بعد بھی غلطی سے گناہ کر بیٹھے خوف الٰہی وہ صابن ہے جو دل کے سارے میل دھو ڈالتا ہے یا وہ دھوپ ہے جس کی گرمی گندی سے گندی زمین کو خشک کر دیتی ہے حتی کہ اگر موت کے وقت بھی خوف خدا نصیب ہو جاوے اور اسی حال میں مر جاوے تو ان شاء اللہ وہ بھی ان دو جنتوں کا مستحق ہوگا۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ خائف سے مراد مومن ہے مطلب یہ ہے کہ مومن کتنا ہی بڑا گنہگار کیوں نہ ہو مگر وہ دو جنتوں کا مستحق ہوگا ایک اپنے ایمان کی جنت دوسرے رب کی عطا یا کافر کی میراث کی معافی پا کر وہاں پہنچے یا سزا پاکر۔ ۴ عامر اصل میں رامی تھا یعنی تیر انداز چونکہ یہ فن تیر اندازی میں یکتا تھے اس لئے ان کا نام عامر رام پڑ گیا۔ ۵ غیضہ وہ جنگل ہے جہاں بہت گھنے درخت ہوں جیسے اردو میں جھاڑی کہتے ہیں کبھی اس درخت کو بھی غیضہ کہہ دیتے ہیں جس کی جڑ ایک ہو تنے اور شاخیں بہت ہوں اور گھنی ہوں جن سے دھوپ نہ چھن سکے۔ یہاں دوسرے معنی ظاہر ہیں۔ یہ حضرت چرواہے تھے جو جانوروں کو چرانے کے لئے دور دور نکل جاتے ہیں، ایسے واقعات ان کو زیادہ در پیش آتے ہیں۔ فراخ جمع فرخ کی ہے، فرخ چڑیا کا وہ بچہ ہے جو ابھی اڑ نہ سکے اور اس کی ماں اسے دانہ دے۔ ۶ معلوم ہوا کہ جنگل کی چڑیاں اور ان کے بچے کسی کی ملک نہیں ہر شخص انہیں پکڑ سکتا ہے، کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فعل پر انہیں تنبیہ نہ فرمائی، وہاں ایسے بچوں کو

فِي كِسَائِي فَجَاءَتْ أُمُّهُنَّ فَاسْتَدَارَتْ عَلَى رَأْسِي فَكَشَفْتُ لَهَا عَنْهُنَّ فَوَقَعَتْ عَلَيْهِنَّ فَلَفَفْتُهُنَّ بِكِسَائِي فَهُنَّ أُولَاءِ مَعِي قَالَ ضَعْهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ وَأَبَتْ أُمُّهُنَّ إِلَّا لُزُومَهُنَّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَعْجَبُونَ لِرُحْمِ أُمِّ الْأَفْرَاخِ فِرَاخَهَا فَوَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ لَلَّهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ أُمِّ الْأَفْرَاخِ بِفِرَاخِهَا اِرْجِعْ بِهِنَّ حَتَّى تَضَعَهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتَهُنَّ وَأُمُّهُنَّ مَعَهُنَّ فَرَجَعَ بِهِنَّ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ٭ الْفَصْلُ الثَّالِثُ ٭ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ غَزَوَاتِهِ فَمَرَّ بِقَوْمٍ فَقَالَ

اتنے میں ان کی ماں آ گئی وہ میرے سر پر چکر لگانے لگی میں نے اس کے سامنے وہ بچے کھول دیئے وہ ان پر گر پڑی میں نے ان سب کو اپنے کمبل میں لپیٹ لیا وہ سب یہ میرے ساتھ ہیں فرمایا انہیں رکھو میں نے انہیں رکھ دیا ان کی ماں انہیں چمٹی رہی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ان چوزوں کی ماں کی اپنے بچوں سے اتنی مامتا پر تعجب کرتے ہو اس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی بچوں کی ماں چوزوں پر انہیں واپس لے جاؤ حتی کہ انہیں وہاں ہی رکھو جہاں سے پکڑا ہے اور ان کی ماں ان کے ساتھ رہی وہ انہیں واپس لے گئے (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں ہم بعض جہادوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حضور انور ایک قوم پر گزرے پوچھا

حالت سے جدا نہ کیا جائے بلکہ انہیں مع ماں کے اپنے گھر میں پال لے یا ان کی جگہ پہنچا دے، مگر کسی کا پالتو جانور اس کے بچے دوسرا آدمی نہیں پکڑ سکتا اگر پکڑے گا تو مجرم ہوگا۔ ۴ صوفیاء فرماتے ہیں کہ عشق بے خوفی پیدا کرتا ہے، اسی عشق سے دل میں قوت، بدن میں طاقت، طبیعت میں ہمت و جرأت پیدا ہوتی ہے دیکھو چڑیا انسان سے ڈرتی ہے مگر بچوں کے عشق نے اس کے دل سے ڈر، نفرت سب نکال دی، ایسی چڑیا انسان پر حملہ کر دیتی ہے جب بچوں کے عشق کا یہ حال ہے تو جسے اللہ تعالیٰ عشق مصطفیٰ نصیب کرے اس میں دلیری کیوں نہ پیدا ہو جائے۔ کربلا میں حسینی قافلہ بہتر آدمیوں پر مشتمل تھا اور مقابلہ میں بائیس ہزار یزیدی لشکر حسینی قافلہ کی ہمت، شجاعت، دلیری آج تک مشہور ہے، یہ دلیری کہاں سے آئی اسی حضرت عشق کی کرشمہ سازی تھی۔ ۵ یعنی اپنا کمبل زمین پر رکھ کر انہیں کھول دو تاکہ یہ نظارہ ہم سب بھی دیکھیں، معلوم ہوا کہ جانوروں کی حرکات کا تماشہ دیکھنا اگر لہو و لعب کی نیت سے نہ ہو بلکہ عبرت حاصل کرنے کی نیت سے ہو تو جائز ہے، حرکتوں سے مراد ان کا ناچ کود نہیں، جیسے وہ اس نے کر کے دکھا دی ہے۔ ۶ یعنی ڈر کر اتنا بھی دیکھ کر بھی اپنے بچوں سے نہ بھاگی بلکہ اپنی جان پر کھیل کر انہیں اپنے پروں میں چھپائے رہی۔ ۷ یعنی بندوں سے مراد سارے بندے ہیں مومن ہوں یا کافر متقی ہوں یا فاجر رحمت کی جا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں گنہگار بڑے گر فرشتے نہ بھگائے اسی رحمت کی بنا پر رب تعالیٰ نے بندوں میں انبیاء و اولیاء بھیجے کافر و مجرم خود اپنے کو مستحق کر لیتے ہیں رب تعالیٰ ان کے جہنم میں جانے سے راضی نہیں مولانا فرماتے ہیں شعر

خلق تر جدا از تو جز تو بکرم زخود　　　کر تو نگی وہ ام قد خواہش

۵ اس عبارت کی دو قرأتیں ہیں اُمُّهُنَّ کا رفع اور نصب مرقات اور اشعۃ اللمعات نے پہلی قرأت اختیار کی اور اس جملہ کو حال قرار دیا یعنی ان چوزوں کی ماں ان چوزوں کے ساتھ رہی، دوسری قرأت کی بنا پر معنی یہ ہوں گے کہ ان بچوں کے ساتھ ان کی ماں کو بھی رکھ آؤ، اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں کے

مَنِ الْقَوْمُ قَالُوْا نَحْنُ الْمُسْلِمُوْنَ وَامْرَأَةٌ تَحْصِبُ بِقِدْرِهَا وَمَعَهَا ابْنٌ لَّهَا فَإِذَا ارْتَفَعَ وَهَجٌ تَنَحَّتْ بِهٖ فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ أَلَيْسَ اللّٰهُ أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ قَالَ بَلٰى قَالَتْ أَلَيْسَ اللّٰهُ أَرْحَمَ بِعِبَادِهٖ مِنَ الْأُمِّ بِوَلَدِهَا قَالَ بَلٰى قَالَتْ إِنَّ الْأُمَّ لَا تُلْقِيْ وَلَدَهَا فِي النَّارِ فَأَكَبَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِيْ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ إِلَيْهَا فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِهٖ إِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِيْ يَتَمَرَّدُ عَلَى اللّٰهِ وَأَبٰى أَنْ يَّقُوْلَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

تم کون قوم ہو؟ وہ بولے ہم لوگ مسلمان ہیں ایک عورت ہنڈی کے نیچے آگ جلا رہی تھی جس کے ساتھ اس کا بچہ تھا جب آگ بھڑک کر اونچی ہوتی تو عورت بچہ کو دور ہٹا دیتی وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی بولی کیا آپ رسول اللہ ہیں؟[ع] فرمایا ہاں بولی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا اللہ تمام رحم والوں سے بڑھ کر رحیم نہیں؟[ف] فرمایا ہاں بولی کیا اللہ اپنے بندوں پر ماں کے اپنے بچہ سے زیادہ مہربان نہیں؟ فرمایا ہاں[ش] تو بولی کہ ماں تو اپنے بچہ کو آگ میں نہیں ڈالتی اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سر جھکا لیا بہت روئے[ث] پھر سر مبارک اس کی طرف اٹھا کر فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں صرف سرکش متکبر ہی کو عذاب دیگا جو اللہ تعالیٰ پر سرکشی کرے اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکاری ہو[ف] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ثوبان سے وہ نبی کریم صلے

چھوٹے بچوں کو ان کی ماں سے الگ نہ کیا جائے۔ اسلام نے جانوروں پر بھی رحم کرنے کا حکم دیا۔ ل مسلمان ہیں یا کفار رضا یا ان پر کوئی علامت موجود نہ تھی، اسی لئے ان لوگوں نے جواب میں مسلمون فرمایا یہ نہ کہا کہ ہم قریشی یا انصاری ہیں۔ خیال رہے کہ پوچھنا بے علمی کی دلیل نہیں۔ اس پوچھنے میں درپردہ بہت سی مصلحتیں ہوتی ہیں رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔ ع تحصب حصب سے بنا حصب آگ روشن کرنے کو بھی کہتے ہیں اور ان تیلیوں و ایندھن کو بھی جس سے آگ سلگائی جائے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ تم اور تمہارے جھوٹے معبود دوزخ کا ایندھن ہیں۔ ۳ یعنی اس عورت کا ایک بچہ جو گھٹنوں چلتا تھا بار بار آگ کو کھلونا سمجھ کر دیگچی کے پاس جاتا اور آگ کو پکڑنا چاہتا مگر عورت بار بار ہٹا آتی۔ ۴ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس سے پہلے کبھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کی تھی اور آج حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے انوار خوشبو وغیرہ دیکھ کر پہچان گئی، اسی لئے کسی دوسرے سے یہ سوال نہ کیا۔ ۵ یعنی مخلوق میں بہت رحم کرنے والے ہیں ماں باپ، استاد، سلاطین، مگر رب تعالیٰ تمام سے زیادہ مہربان ہے یہ اگلے سوال کی تمہید ہے۔ ۶ چونکہ ماں سب سے زیادہ مہربان ہے، اسی لئے اگلی ماں کے متعلق خصوصیت سے سوال کیا ورنہ یہ سوال بھی پچھلے سوال میں آ گیا تھا اور راحمین میں ماں بھی شامل تھی۔ ۷ چنانچہ ملاحظہ فرما لیجئے کہ میں بچہ کی وجہ سے بار بار چولہا چھوڑتی ہوں اور بچے کو دور ہٹا آتی ہوں پھر رب تعالیٰ اپنے بندوں کو دوزخ میں کیوں بھیجے گا سبحان اللہ کیا پیارا سوال ہے۔ ۸ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا اس عورت کی ممتا دیکھ کر اور پھر رب کی رحمت یاد فرما کر تھا اور رونا کبھی خوف سے ہوتا ہے، کبھی شوق سے کبھی ذوق سے کبھی جوش سے یہ رونا جوش سے تھا جو اللہ کی رحمت یاد کر کے پیدا ہوا اور اس پاک دو عورت کے حال کا ملاحظہ فرمانا تھا، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ رونا کیوں تھا۔ ۹ خلاصہ یہ ہے کہ عذاب صرف کفار کو ہوگا وہ بھی ان

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَلْتَمِسُ مَرْضَاۃَ اللّٰہِ فَلَا یَزَالُ بِذٰلِكَ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ لِجِبْرِیْلَ اِنَّ فُلَانًا عَبْدِیْ یَلْتَمِسُ اَنْ یُّرْضِیَنِیْ اَلَا وَاِنَّ رَحْمَتِیْ عَلَیْہِ فَیَقُوْلُ جِبْرِیْلُ رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلٰی فُلَانٍ وَیَقُوْلُھَا حَمَلَةُ الْعَرْشِ وَیَقُوْلُھَا مَنْ حَوْلَھُمْ حَتّٰی یَقُوْلُھَا اَھْلُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ ثُمَّ تَھْبِطُ لَہٗ اِلَی الْاَرْضِ رَوَاہُ اَحْمَدُ۔ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَمِنْھُمْ

اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا بندہ اللہ کی رضا تلاش کرتا رہتا ہے اسی جستجو میں رہتا ہے¹ تو اللہ تعالیٰ حضرت جبریل سے فرماتا ہے کہ فلاں میرا بندہ راضی کرنا چاہتا ہے مطلع رہو کہ اس پر میری رحمت ہے² تب حضرت جبریل کہتے ہیں فلاں پر اللہ کی رحمت ہو³ یہی بات حاملین عرش فرشتے کہتے ہیں یہی ان کے اردگرد کے فرشتے کہتے ہیں حتی کہ ساتوں آسمان والے یہ کہنے لگتے ہیں⁴ پھر یہ رحمت اس کے لیے زمین پر نازل ہوتی ہے⁵ (احمد) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی اللہ عزوجل کے اس فرمان کے متعلق کہ بعض لوگ اپنی جانوں پر ظالم ہیں اور بعض

سے اپنے قصور و سرکشی سے جیسے مہربان ماں نالائق و سرکش بیٹے کو عاق کرکے نکال دیتی ہے وہ ہے گنہگار مسلمان، انہیں دوزخ میں کچھ روز کے لیے ڈالنا تعذیب نہیں بلکہ تہذیب ہے یعنی ان کی صفائی کرکے انہیں جنت کے لائق بنانا، جیسے سونے کو آگ میں تپا کر زیور بنا کر محبوب کے گلے کے لائق بنایا جاتا ہے، تو یہ آگ گرمی نالائق کے لیے رحمت ہوگی، ماں گندگی میں بھرے ہوئے بچے کو سخت سردی میں نہلاتی دھلاتی ہے جس سے بچے کو تکلیف ہوتی ہے مگر اس سے اسے صفائی میسر ہو جاتی ہے۔ ۱؎ اس طرح کہ اپنے ہر دینی و دنیاوی کاموں سے رب تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے کہ کھاتا پیتا، سوتا جاگتا بھی ہے تو رضائے الٰہی کے لیے، نماز روزہ تو بہت ہی بڑی چیز ہے، خدا تعالیٰ اس کی توفیق نصیب دے۔ ۲؎ یعنی اس پر میری کامل رحمت ہے اس طرح کہ میں اس سے راضی ہوگیا، خیال رہے کہ اللہ کی رضا تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے جب رب تعالیٰ بندے سے راضی ہوگیا تو کونین بندے کے ہوگئے، رب تعالیٰ فرماتا ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ پھر بندے پر وہ وقت آتا ہے کہ رب تعالیٰ بندے کو راضی کرتا ہے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتا ہے وَلَسَوْفَ یَرْضٰی، اللہ تعالیٰ صدیق کو اتنا دے گا کہ وہ راضی ہو جائیں گے۔ ۳؎ غرضکہ آسمانوں میں اس کے نام کی دھوم مچ جاتی شور مچ جاتا ہے کہ رحمۃ اللہ علیہ یہ کلمہ دعائیہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے، یہ دعا یا تو فرشتوں کی محبت کی وجہ سے ہوتی ہے یا خود وہ فرشتے اپنا قرب الٰہی بڑھانے کے لیے یہ دعائیں دیتے ہیں، اچھوں کی دعائیں دینا قرب الٰہی کا ذریعہ ہے جیسے ہمارا درود شریف پڑھنا۔ شعر

قلب کی حالت غیر بستہ، اس کو کرم سے کردو شگفتہ
شے دعائیں جاں نیاز خستہ، صلے اللہ علیہ وسلم

۴؎ اس طرح کہ قدرتی طور پر انسانوں کے منہ سے اس کے لیے نکلنے لگتا ہے رحمۃ اللہ علیہ یا رضی اللہ عنہ اور لوگوں کے دل خود بخود اس کی طرف کھنچنے لگتے ہیں، دلوں کی قدرتی کشش محبوبیت الٰہی کی دلیل ہے، دیکھئے حضور غوث پاک خواجہ اجمیری جیسے بزرگوں کو ہم لوگوں نے دیکھا نہیں مگر سب کو ان سے دلی محبت ہے، مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل سے کہتا ہے میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، حضرت جبریل آسمانوں میں اعلان کر دیتے ہیں کہ فلاں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔

مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ قَالَ كُلُّهُمْ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُورِ

میانہ رو ہیں اور بعض بھلائیوں میں سبقت لے جانے والے ۱ے حضور نے فرمایا یہ سب جنتی ہیں ۲ے (بیہقی کتاب البعث والنشور)

۱ے یہ حدیث اس کے قریب ہی قریب ہے، یہ ظنی و مقدر کی بحث ہے اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کی تین جماعتوں کا ذکر فرمایا، ظالمین، میانہ رو، سابقین۔ ظالمین وہ جن کے گناہ نیکیوں پر غالب ہوں، میانہ رو وہ جن کے دونوں عمل برابر ہوں، سابقین وہ جن کی نیکیاں گناہوں پر غالب ہوں یا نیکیوں نے گناہ مٹا دیئے ہوں، ان تین کلمات کی اور بھی شرحیں کی گئی ہیں ۲ے اس طرح کہ سابقین تو بغیر حساب جنتی ہیں اور مقتصدین حساب یسیر کے بعد جنتی، اور ظالمین یا تو صرف سخت حساب کے بعد یا کچھ سزا پا کر جنتی ہیں، بیہقی اور ابن مردویہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کی کہ سابق تو سابق ہیں ہی اور مقتصد ناجی ہیں اور ظالم مغفور، امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ رب تعالٰی نے ان تینوں فرقوں کو عباد نا فرمایا اپنے فضل و کرم سے اللہ تعالٰی اپنے سابقین بندوں کے طفیل سے ہم ظالمین پر رحم فرمائے ہمارے گناہ معاف کرے آمین آمین یارب العٰلمین

بجاہ نبیہ الکریم وصلے اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم اٰمین یارب العٰلمین

الحمد للہ الکریم

کہ مرآت شرح مشکوٰۃ جلد سوم ۱۶ جمادی الاوّل سنہ ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۶ نومبر سنہ ۱۹۵۹ء بروز دوشنبہ کو شروع ہو کر آج ۲۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۵ ستمبر سنہ ۱۹۶۰ء پنجشنبہ کو ختم ہوئی، جو اس سے فائدہ اٹھائے، وہ مجھ گنہگار کے لئے دعائے مغفرت کرے قبولیت فرمائے رب تعالیٰ اسے جزائے خیر دیگا۔

ناچیز احمد یار خاں نعیمی اشرفی مقیم گجرات پاکستان

چند بہترین دینی کتابیں

جن کا آپ کے گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے

تفسیر نعیمی: نہایت سلیس اُردو زبان میں تفسیر ہے۔ آیات کا ربط، شان نزول تفسیر فوائد اور اعتراضات کے جوابات۔
پارہ اوّل ...... دوئم ...... سوئم ...... چہارم ...... پنجم ...... ششم ...... ہفتم ...... ہشتم ...... نہم ...... دہم ...... یازدہم ...... دوازدہم

مرآۃ جلد چہارم

احسن القصص: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ یوسف کی جو تفسیر کی ہے اس کا اُردو ترجمہ ہے۔

ناشر: صاحبزادہ اقتدار احمد خان نعیمی بدایونی۔

ملنے کا پتہ: نعیمی کتب خانہ مفتی احمد یار خان روڈ گجرات (پاکستان)

فہرست مضامین مرآت جلد سوم (۳)

مضمون	صفحہ
کتاب الزکوٰۃ	
فصل اوّل	۳
زکوٰۃ کی تعداد و شرائط	〃
زکوٰۃ دوسری جگہ منتقل کرنا جائز ہے	۴
زکوٰۃ میں درمیانی مال لیا جائے	〃
عامل اور رب کے درمیان کوئی آڑ نہ ہو	〃
بغیر زکوٰۃ مالوں کا گھیرا جمع کر کے اُن کے مالک کی پیشانی داغی جائے گی	۵
جن اونٹوں سے زکوٰۃ نہ دی تو وہ اپنے مالکوں کو قیامت میں روندیں گے	۶
بے زکوٰۃ گائے بکری اپنے مالکوں کو سینگوں سے ماریں گی	۷
گھوڑا باعث ثواب	〃
گھوڑے کی زکوٰۃ کا حکم	۸
آلات جہاد جمع کرنا موجب ثواب ہے	۹
قیامت میں ہر نیکی اور بدی کو دیکھے گا	〃
بے زکوٰۃ مال گنجے سانپ کی شکل میں ظاہر ہو کر اپنے مالک کو کاٹے گا	۱۰
قیامت میں جن و انس کی طرح جانور بھی زندہ ہوں گے	۱۱
عامل سے مال چھپا کر زکوٰۃ بچانا حرام ہے	〃
صحابہ صدقہ حضور علیہ السلام کے ہاتھ سے دلواتے اور حضور دعائیں دیتے	۱۲
اللہ و رسول مالدار غنی کرتے ہیں	〃
مسئلہ وقف	۱۳
عامل کو رشوت وغیرہ لینا حرام ہے	۱۴
عامل کا بطور ہدیہ سوال لینا بھی حرام ہے	۱۶
ذخیرہ کرنا حرام ہے	〃
سب سے بہتر ذخیرہ نیک اور فرمانبردار بیوی ہے	۱۷
مالکوں کو راضی کرو ظلم کے وہ خود ذمہ دار ہوں گے	〃

مضمون	صفحہ
عامل صادق مجاہد ہے	۱۹
عامل کو اجرت و ثواب دونوں ملتے ہیں	〃
زکوٰۃ گھر جا کر مال دیکھ کر وصول کی جائے	〃
سال گذرنے پر زکوٰۃ واجب ہے۔	۲۰
سال پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ دے سکتے ہیں	〃
حضرت صدیق کا زکوٰۃ نہ دینے والوں پر لشکر کشی و جنگ	۲۱
مال گنجا سانپ بن کر مالک کی کانکھیاں چبائے گا	۲۳
مال بشکل سانپ گلے کا ہار بنے گا	〃
عالم دین جو علم دین میں بخل کرے وہ مالی بخیل سے زیادہ مجرم ہے	〃
مال حرام حلال کو بھی برباد کر دیتا ہے	۲۴
باب ما یجب فیہ الزکوٰۃ	
کس چیز میں زکوٰۃ واجب ہے	۲۵
جانور، سونا چاندی اور تجارتی مال میں زکوٰۃ ہے۔	۸
وسق، صاع، رطل کی صحیح تحقیق	〃
اختلاف دو اقوال امام شوافع در بارہ عشر	〃
اوقیہ، درہم اور مثقال کا وزن	۲۶
اپنے خدمتی غلام و جانور میں زکوٰۃ نہیں	〃
غلام کا صدقہ فطر دیا جائیگا، زکوٰۃ نہیں	〃
ظالم حاکم کی اطاعت واجب نہیں	۲۷
اونٹوں کی زکوٰۃ کے تفصیلی مسائل	〃
بکریوں کی زکوٰۃ کے تفصیلی مسائل	۳۰
زکوٰۃ میں بے عیب درمیانی حالت کا جانور دیا جائے گا۔	۳۱
نہ عامل زیادہ وصول کرنے کی کوشش کرے اور نہ مالک ادائیگی میں حجت کرے	〃
چاندی میں چالیسواں حصہ ہے	۳۲
غلوں وغیرہ میں دسویں اور بیسویں کے احکام	〃
جانور کے زخمی کرنے یا کنویں یا کان میں گر کر مرے تو مالک پر تاوان نہیں	۳۳

مضمون	صفحہ
کان میں پانچواں حصہ لیا جائے گا اور کان کے احکام	۳۳
حنفیوں اور شافعیوں کا اختلاف	〃
چاندی سونے کی زکوٰۃ و نصاب کے مسائل	۳۴
گھر کا استعمالی سامان اور جانوروں میں زکوٰۃ نہیں۔	۳۴
بکری، گائے، بھینس اور اونٹ کا نصاب و زکوٰۃ	۳۵
زکوٰۃ میں مثل یا ناقص مال دینے والا نہ دینے والے کی طرح ہے۔	۳۶
پیداوار گندم، جو، کھجور اور کشمش میں زکوٰۃ	〃
شہد کی زکوٰۃ کے مسائل	۳۸
سونے چاندی کے زیورات میں بشرط نصاب زکوٰۃ فرض ہے۔	۳۹
زیورات کی زکوٰۃ نہ دینے والوں کو جہنم میں آگ کے زیور پہننے پڑیں گے۔	〃
زکوٰۃ ادا کرنے سے مال حکم کنز میں نہیں	۴۰
تجارتی مال و اسباب میں زکوٰۃ لازمی ادا کرنا ہے	〃
زکوٰۃ واجب نہ ہونے کی صورت	۴۱
باب صدقہ فطر	۴۲
صاع کے شرعی وزن کی تحقیق	〃
صدقہ فطر کس پر واجب ہے	۴۳
صدقہ کس وقت اور کتنا نکالے	〃
جو، چھوارا صاع، گندم نصف صاع، یا ان اناج اور ان کی قیمت کے برابر	۴۵
باب کس کو صدقہ حلال نہیں	〃
صدقہ، ہدیہ، نذرانہ، عطیہ وغیرہ کا فرق	۴۶
سادات و آل ہاشم کو زکوٰۃ و صدقہ لینا حرام ہے	۴۷
صدقہ مال کا میل ہے	〃
حضور علیہ السلام ہدیہ استعمال اور صدقہ	

تقسیم فرما دیجئے ۴۷
حیلہ کا جواز صدقہ لینے والے پر ختم ہو جاتے ہدیہ ہے ۴۹
بنی ہاشم کے غلاموں کو زکوٰۃ لینا حرام ہے ۵۱
کس قسم کے لوگ زکوٰۃ لے سکتے ہیں ۵۳
صدقہ کے بارے میں حضرت عمرؓ کی احتیاط ۵۴
باب، مانگنا کسے حلال نہیں 〃
صرف تین شخص سوال کر سکتے ہیں، اور دوسروں کو حرام ہے۔ ۵۵
بلا ضرورت شدید سوال کرنا دوزخ میں لے جائیگا۔ ۵۶
قیامت کے دن بھکاری کے منہ پر گوشت نہ ہوگا۔ ۵۷
سوال میں ضد کرنا اور چمٹنا حرام ہے ۵۸
سوالی سے سوالی کا باعث عزت اور سوال سبب لعنت ہے۔ 〃
اوپر کا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے۔ ۵۸
قول حکیم حضور آپ کے سوا کسی سے سوال نہ کروں گا۔ ۵۹
اونچا ہاتھ دینے والا نیچا لینے والا ہے 〃
جو سوال سے بچنا چاہے اللہ اسے سوال سے بچاتا ہے، صبر سب سے بہتر ۶۰
خادم عمر رضی اللہ عنہ 〃
جو بغیر سوال و طلب ملے لے لو ۶۱
مجبوراً سوال جائز ہے۔ 〃
بھکاریوں کے منہ قیامت میں ٹکڑے اور زخمی ہوں گے۔ ۶۲
آدمی غنی کتنی رقم سے بنتا ہے 〃
غنا صبح شام کا کھانا ہے ۶۳
غریب انصاری کو طریقہ تجارت کی تعلیم و ممانعت سوال ۶۴
اظہار غربت سے غربت دور نہ ہوگی ۶۶
اظہار غنا سے اللہ اسے غنی کر دے گا 〃
جو بغیر مانگے ملے لے لو، اقوال علماء قاضی مدرس مسجد کا تنخواہ لینا جائز ۶۸
حضرت علیؓ نے سوغات میں ایک بھکاری کو کوڑے لگائے 〃

جو سوال ترک کرے حضور علیہ السلام اس کے ضامن ہیں ۶۹
باب سخاوت اور بخل میں ۷۰
اگر احد سونے کا ہو تو تین دن میں صدقہ کردوں 〃
فرشتے سخی کو دعا اور بخیل کو بد دعا دیتے ہیں 〃
جتنا خرچ کرو گے اللہ بھی اتنا ہی دے گا ۷۱
فرمان رب خرچ کرو میں دونگا 〃
بچا مال خرچ کر، روکنا برا ہے ۷۱
سخی اور کنجوس کی بہترین تمثیل ۷۲
کنجوسی حلال کو حرام بنا دیتی ہے ۷۳
بخل و شح کا فرق و تعریف 〃
قرب قیامت زکوٰۃ لینے والا میسر نہ ہوگا 〃
جب غربت کا خوف ہو تو صدقہ زیادہ کرنا چاہئیے۔ ۷۴
بے خوف آگے پیچھے ہر طرف دونوں ہاتھوں سے خیرات کرے ۷۵
سخی اللہ و جنتی لوگوں کے قریب اور دوزخ سے دور، بخیل اس کے برعکس 〃
جاہل سخی کنجوس عابد سے بہتر ہے 〃
صحت کا ایک درہم مرض الموت کے سو درہم خیرات کرنے سے بہتر ہے ۷۶
مومن بخیل و بد خلق نہیں ہوتا 〃
دھوکہ باز، کنجوس، احسان جتانے والا جنت میں نہیں جائے گا ۷۷
بدترین خصلت کنجوسی و بزدلی ہے 〃
حضور علیہ السلام سے امہات المومنین کا موت کے متعلق سوال و جواب ۷۸
ایک اسرائیلی کے صدقہ کا واقعہ ۷۹
ایک شخص کے کھیت کے لئے مخصوص بارش کا واقعہ ۸۱
اندھے، گنجے اور کوڑھی کا قصہ، امتحان ۸۲
فیض ملائکہ ۸۳
اللہ کے بندے دافع البلاء ہیں ۸۴
ضرورت مند فقیر کو کچھ نہ کچھ ضرور دینا چاہیئے ۸۶
سائل کو گوشت نہ دینے سے گوشت پتھر بن گیا۔ ۸۸

جو اللہ کے نام پر نہ دے وہ بدترین انسان ہے ۸۸
آدمی مرتے وقت کچھ نہ چھوڑے، پہلے ہی تقسیم کردے ۸۹
جو چیز اللہ کی راہ میں حائل ہو اس کو فوراً دور کرنا چاہئیے۔ ۹۰
خرچ کرو، جمع نہ کرو، اللہ دے گا ۹۱
سخاوت جنت میں درخت ہے ۹۲
صدقے سے بلا دفع ہوتی ہے 〃
باب فضیلت صدقہ 〃
خیرات حلال کمائی سے کرنی چاہئیے، وہی قبول ہوتی ہے۔ ۹۳
صدقہ کو اللہ پرورش کرتا ہے اور پہاڑ جیسا ہو جاتا ہے۔ 〃
خیرات سے مال کم نہیں ہوتا 〃
معاف کرنے اور انکساری کرنے والے کو اللہ سربلند کرتا ہے ۹۴
جنتی جنت میں ان دروازوں سے داخل ہوں گے جس عمل کی کثرت کریں 〃
حضرت صدیق کو تمام دروازوں سے جنت کے دربان پکاریں گے۔ ۹۵
حضرت صدیق تمام خوبیوں کے مالک ہیں ۹۶
اپنے پڑوسی کے تھوڑے ہدیہ کو حقیر نہ سمجھو 〃
ہر نیکی صدقہ ہے۔ 〃
چھوٹی نیکی حقیر سمجھ کر نہ چھوڑو ۹۷
امداد مظلوم، نیکی کی ترغیب، بدی کی تردید صدقہ ہے 〃
تین سو ساٹھ جوڑ ہیں، اور ہر جوڑ کا صدقہ ایک نیکی ہے ۹۸
انصاف، گھوڑے پر سوار، اچھی بات، نماز کی طرف ہر قدم، راستے سے تکلیف دہ اشیاء کا ہٹانا وغیرہ صدقہ ہے 〃
حمد، تکبیر، تہلیل، صدقہ ہے ۹۹
صحبت حلال، ثواب و صدقہ ہے 〃
باغ، کھیت سے آدمی یا جانور یا پرندے کچھ کھائیں صدقہ ہے ۱۰۰
کتے کی جان بچانے سے ایک زانیہ کی مغفرت ۱۰۱

مضمون	صفحہ
ایک عورت بلی باندھنے کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوئی	۱۰۱
راستے کی لکڑی ہٹانے سے جنتی	۱۰۲
حسن خلق موجب جنت ہے	٠
عبداللہ ابن سلام سرکار کا چہرہ دیکھ کر ایمان لائے	۱۰۳
سلام کرو، رشتے جوڑو اور تہجد پڑھو جنتی ہو	٠
ہر بھلائی صدقہ ہے، رب کے غضب اور بری موت سے بچاتا ہے	۱۰۴
بھائی کو دیکھ کر مسکرانا صدقہ ہے	۱۰۵
راستہ بتانا، پانی پلانا صدقہ ہے	٠
بئر ام سعد (سعد کی ماں کا کنواں)	٠
غیر اللہ کی طرف منسوب کرنے سے حلال حرام نہیں ہوتا	۱۰۶
مسلمان کو کپڑا پہنانے سے جنتی لباس اور کھلانے سے کھانا ملے گا	٠
مسلمان کو پانی پلانے سے جنت میں شراب ملے گی	۱۰۷
مال میں علاوہ زکوٰۃ دوسرے حقوق بھی ہیں	٠
پانی و نمک کو منع کرنا سخت بے مروتی ہے	٠
بنجر زمین کو آباد کرنا ثواب ہے	۱۰۸
قرض دینا غلام آزاد کرنے کے برابر ہے	٠
چھینک، سلام کا جواب دینا واجب	۱۰۹
صدقے کی دعا سے مصائب دور ہوتے ہیں	٠
انسان بلکہ جانوروں کو بھی کبھی گالی نہ دو	۱۱۰
پائجامہ، تہبند ٹخنوں سے اونچا	٠
عیب جوئی نہ کرو	٠
صدقہ باقی رہتا ہے	۱۱۱
جو ننگے کو کپڑا دیتا ہے، اللہ اس کی حفاظت اور عیب چھپاتا ہے	٠
تین شخص اللہ کو محبوب ہیں	٠
صدقہ چھپا کر دینا افضل ہے	٠
تین شخص اللہ کو مبغوض ہیں	۱۱۳
خیرات کرنے والا تمام عالم پر بھاری ہے	۱۱۴
سخاوت مال سے سخاوت حال و کمال بہتر ہے	۱۱۵
ایک قسم کی دو چیز لینے سے جز وا دینا بہتر ہے	۱۱۵
صدقہ قیامت کے دن دینے والے پر سایہ فگن ہوگا	۱۱۶
دسویں محرم کا صدقہ پورا سال فراخی کر دیتا ہے	٠
باب افضل الصدقہ (بہترین صدقہ)	۱۱۷
بنیت ثواب اپنے گھر کا خرچ بھی موجب اجر ہے	٠
صلہ رحمی میں دوگنا ثواب ہے	۱۱۸
حضور کی تسلی بحیثیت طلب پر	۱۲۰
صدقہ نافلہ خاوند و اولاد کو دینے میں دوگنا ثواب ہیں	٠
بھائی بہن ایک دوسرے کو آپس میں زکوٰۃ نہیں دے سکتے	۱۲۱
غلام آزاد کرنے سے صلہ رحمی افضل ہے	٠
ہدیہ کا زیادہ مستحق قریب کے دروازے والا ہے	۱۲۲
پڑوس کا خیال بہت ضروری ہے	٠
کن لوگوں کو دینا بہتر ہے کی تفصیل	۱۲۳
جس سے اللہ کے نام پر مانگا جائے اور نہ دے وہ بدتر ہے	۱۲۴
سائل کو کچھ دو چاہے جلا ہوا کھر ہو	٠
پناہ مانگنے والے کو پناہ اور داعی کی دعوت قبول کرو	۱۲۵
بھلائی کا بدلہ بھلائی دو	٠
اللہ کے نام پر صرف جنت مانگو	۱۲۶
اللہ سے اللہ کو مانگو	٠
حضرت طلحہ انصاری کے باغ کا قصہ (لن تنالوا البر)	٠
وقف کا اعلان ضروری ہے	۱۲۷
وقف کو واقف، عزیز اور مستحق استعمال کر سکتے ہیں	٠
بہترین صدقہ بھوکے جاندار کو کھلانا ہے	٠
باب خاوند کے مال سے بیوی کا خیرات	۱۲۸
بہ نیت خیر خیرات کا ثواب مرد و عورت اور خزانچی کو ہے	٠
عورت کو خاوند کے مال کی خیرات کرنے سے نصف ثواب ملتا ہے	۱۲۹
مسکین امین خزانچی بھی ثواب کا مستحق ہے	٠
زندوں کی خیرات سے مردوں کو ثواب ملتا ہے	۱۲۹
بدنی عبادت کا ثواب بھی مردوں کو پہنچتا ہے	۱۳۰
خیرات میں عورت کو مرد کی اجازت ضروری ہے	٠
ہر وقت علیحدہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں	۱۳۱
غلام آقا کے مال سے خیرات کر سکتا ہے	٠
باب من لا یعود فی الصدقہ	۱۳۲
صدقہ دے کر واپس لینا اپنی قے چاٹنے کے برابر ہے	۱۳۳
عبادت بدنی و مالی میں نیابت کی تفصیل و تحریر	٠
کتاب الصوم رمضان کے معنے و فوائد	۱۳۳
رمضان میں دوزخ کے دروازے بند اور شیاطین مقید ہوتے ہیں	۱۳۴
باب الریان کے معنے	٠
روزہ میں عشق کا نشہ ہے	۱۳۶
روزہ کا بدلہ خود رب ہے	٠
اجری اجزی کا فرق	٠
روزہ دار کے منہ کی بو مشک سے بہتر ہے	٠
روزہ دار جنگ وغیرہ نہ کرے	۱۳۸
رمضان میں شیاطین کو مقید کر دیا جاتا ہے	۱۳۹
شب قدر ستائیسویں رات ہے	٠
روزے اور قرآن شفیع ہوں گے	٠
شب قدر سے بدنصیب ہی محروم رہتا ہے	۱۴۰
رمضان میں نفل فرض کے برابر اور فرض ستر فرضوں کے مثل	۱۴۱
ماہ رمضان کے نام	٠
روزہ دار کو افطار کرانے سے آزادی نار اور روزہ کا ثواب ملتا ہے	٠
اول عشرہ رحمت، دوم مغفرت، سوم آزادی دوزخ	۱۴۲
رمضان میں قیدی آزاد کرنے کا حکم	۱۴۳
حوریں روزہ داروں سے نکاح کی تمنا کرتی ہیں	۱۴۴
رمضان کی آخری رات کو بخشش ہوتی ہے	٠
باب رویۃ الہلال	٠
چاند کے اسماء اور کن سے ماہ کے چاند احترام سے دیکھنے چاہئیں	٠

مضمون	صفحہ
شریعت میں چاند کا اعتبار ہے، جنتری کا حساب غیر معتبر ہے	۱۴۵
چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور دیکھ کر کھولو	〃
رویت ہلال کا اعلان	
ماہ رمضان والفطر و عید دونوں انتیس تیس کے ہونے کی تحقیق	۱۴۶
انتیس شعبان کے روزے کا حکم	۱۴۷
شعبان کا چاند دیکھنا ضروری ہے	〃
شک کے دن روزہ نہ رکھے	۱۴۸
رمضان کے لئے ایک مسلمان گواہ کافی ہے	〃
	۱۴۹
مطلع صاف نہ ہو تو دو گواہ ضروری ہیں	۱۵۰
چاند کے چھوٹا بڑا ہونے کا اعتبار نہیں	۱۵۱
سحری کھانے میں برکت اور اہل کتاب سے فرق ہے	۱۵۲
افطار میں جلدی کرنا بہتر ہے	〃
صوم وصال منع ہے	۱۵۳
تم میں میرے مثل کون ہے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے	۱۵۴
روزہ کی نیت کب کرنی چاہئے	〃
افطار میں جلدی کرنے والا اللہ کا محبوب ہے	۱۵۵
کھجور سے روزہ افطار نے میں برکت ہے	〃
افطار قبل نماز سنت ہے	۱۵۶
روزہ دار کو افطار، غازی کو سامان دینے میں ان کے مثل ثواب ہے	۱۵۷
روزہ افطار نے کی دعا	〃
جلدی افطار سے دین غالب رہیگا	۱۵۸
اسلام کا استحکام کفار کی مخالفت ہے	〃
سحری و افطار میں چھوہارے کھانا سنت ہے	۱۵۹
باب تنزیہ الصوم	〃
جو برائی نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کا کھانا پینا چھوڑنے کی پرواہ نہیں	〃
روزہ ہر عضو کا ہوتا ہے	۱۶۰
روزہ کے بعض حصہ میں جنبی رہنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا	〃
احتلام سے روزہ فاسد نہیں	۱۶۰
غسل سے روزہ نہیں ٹوٹتا	
بھول کر کھانے پینے وغیرہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا	۱۶۱
قصداً روزہ توڑنے پر کفارہ، غلام آزاد یا دو ماہ کے روزے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینا ہے	۱۶۲
حیلہ شرعی درست ہے	۱۶۳
اس کا کفارہ اسی کو جائز فرما دیا	〃
بوڑھا اور متقی جو اپنے نفس پر قادر ہو بوس و کنار کر سکتا ہے جوان کو جائز نہیں	۱۶۴
بلا ارادہ قے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، عمداً قے سے جاتا رہتا ہے	〃
مسواک روزہ میں بلا کراہت جائز ہے	۱۶۵
بحالت روزہ آنکھ میں دوا اور سر میں تیل ڈالنا جائز ہے	۱۶۶
سر پر تیل کی مالش یا پانی بہانا بلا کراہت درست ہے	۱۶۷
رمضان کے ایک روزہ کا بدلہ عمر بھر کے روزے نہیں ہو سکتے	۱۶۸
جو لوگ روزہ اور شب بیداری میں احتیاط نہیں کرتے وہ ثواب سے محروم رہتے ہیں	۱۶۹
تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا	۱۷۰
نمک اور مصطگی چبانے کا حکم	〃
باب صوم المسافر	〃
سفر میں روزہ رکھنا بہتر، نہ رکھنے کی اجازت ہے	
بحالت سفر بے سروسامانی کا روزہ برا ہے موجب ہلاکت ہے	۱۷۱
مسافر، دودھ پلانے والی، حاملہ کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے	۱۷۲
باب القضاء	۱۷۳
حضور کی خدمت دیگر عبادات سے افضل ہے	〃
عورت کو اپنے خاوند سے اجازت لے کر روزہ رکھنا چاہئے	〃
رمضان کے روزوں کی قضا دوسرے رمضان آنے سے پہلے کرے	۱۷۴
دوران حیض کے روزہ کی قضا کرے	〃
میت کے روزوں کا فدیہ اس کے ولی یا وارث دیں	〃
روزہ کے فدیہ کا حکم	۱۷۵
کوئی شخص کسی کی طرف سے بدنی عبادت ادا نہیں کر سکتا	۱۷۸
باب صیام التطوع	۱۷۹
حضور علیہ السلام ماہ شعبان میں اکثر روزے رکھتے تھے	〃
حضور علیہ السلام ہر ماہ کچھ دنوں کے روزے رکھتے تھے	۱۸۰
عاشورہ کا روزہ اور اس کے خصوصیات	〃
نماز تہجد کے فضائل	۱۸۱
عاشورہ کے روزہ کی فضیلت	〃
بخوف مشابہت دسویں کے ساتھ نویں محرم کا روزہ بھی رکھیں	۱۸۲
بقر عید کے پہلے عشرہ کا ہر روزہ سال کے برابر ہے	۱۸۳
طریقہ سوال	〃
صوم دوام و صوم داؤدی	۱۸۴
ہر ماہ میں تین دنوں کے روزے ہمیشہ کے مثل ہیں	۱۸۵
عرفہ کا روزہ سال گذشتہ و آئندہ کا کفارہ ہے	〃
پیر کے دن کا روزہ	〃
ولادت شریف و نزول قرآن	〃
رمضان و شوال کے چھ روزے پورے سال کے برابر ہیں	۱۸۶
سال میں پانچ دن روزے حرام ہیں	۱۸۷
صرف جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے آگے پیچھے کا دن ملائے	〃
ایک دن کا روزہ دوزخ سے ستر سال کی دوری کا موجب ہے	۱۸۸
ہمیشہ روزوں کی بجائے ہر ماہ تین روزے رکھو	۱۸۹
تیس پاروں کا ثبوت	〃
پیشی اعمال بحالت روزہ پیر و جمعرات کو بہتر ہے	۱۹۰
ہفتہ و سال کی ابتداء کی تحقیق	〃
تیرہ، چودہ، پندرہ کا روزہ	۱۹۱
جمعہ کے دن روزے کا حکم	〃

مضمون	صفحہ
ایک ماہ ہفتہ، اتوار، پیر، دوسرے ماہ منگل، بدھ، جمعرات کا روزہ	۱۹۱
روزہ رکھنے والے اور دوزخ کے درمیان زمین و آسمان کے مثل خندق ہوگی	۱۹۳
سردی کے روزے غنیمت بلا مشقت ہیں	〃
اسلامی یادگاریں منانے کا ثبوت	۱۹۵
تین قسم کے روزے حضور ہمیشہ رکھتے تھے	۱۹۶
ایام بیض کے روزوں سے آدم علیہ السلام کا جسم نورانی ہوا	〃
روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے	۱۹۷
پیر و جمعرات کے روزوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بخش دیتا ہے	〃
باب متفرقات	۱۹۸
صیام دہر کی ترکیب و تحقیق	〃
نفل روزہ رکھ کر توڑنے سے قضا واجب ہے۔	۱۹۹
مہمان کو نفل روزہ نہ توڑنا افضل ہے	
توڑنا جائز ہے، قضا واجب	〃
تقسیم داہنی طرف سے ہونی چاہیے	۲۰۰
اگر مہمان ناراض نہ ہو تو نفل روزہ نہ توڑے	۲۰۲
نفل روزہ دار کو دکھا کر کھانا، اس کا ثواب بڑھانا اور فرشتوں کی دعا کا موجب ہے	۲۰۳
کھانے کے وقت کھانے کے لئے بلانا سنت ہے	〃
روزہ دار کی مسرت روزہ کی جنت میں ہے	〃
کسی کو کھاتا دیکھ کر روزہ دار کی ہر ہڈی دعا و تسبیح کرتے ہیں	〃
باب لیلۃ القدر (شب قدر)	۲۰۴
شب قدر کی خصوصیت، وجہ تسمیہ اور تاریخ کی تحقیق	〃
شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے	〃
صحابہ کا شب قدر کو خواب میں دیکھنا	〃
شب قدر کی تلاش میں سرکار کا اعتکاف کرنا	۲۰۵
سرکار کا شب قدر کو دیکھ کر بھولنے کی حکمتیں	۲۰۶
حضرت ابی ابن کعب نے قسم کھائی کہ شب قدر ستائیسویں رات ہے۔	۲۰۷

مضمون	صفحہ
شب قدر کی صبح سورج بغیر شعاع طلوع ہوتا ہے	۲۰۸
ستائیس کی مناسبت ابن عباس کی زبان سے	〃
حضور رمضان کے آخری عشرہ میں شب بیداری و عبادت زیادہ فرماتے	〃
شب قدر کو اگر پالے، تو اس کی دعا	۲۰۹
جھگڑے کی وجہ سے شب قدر کی تاریخ تعین بھلادی گئی	۲۱۱
شب قدر میں جبریل امین کا نزول ذاکرین کو دعائیں	〃
اللہ عید کے دن فرشتوں کے سامنے اپنے نیک عابد بندوں پر فخر کرتا ہے	۲۱۲
روزہ، جہاد، اشاعت دین، شہادت صرف انسانوں کے ساتھ خاص ہے	〃
نماز عید کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، اور گناہوں کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں	〃
روزہ دار نماز عید پڑھ کر بخشش شدہ واپس ہوتے ہیں	〃
باب الاعتکاف	۲۱۳
اعتکاف کے روزوں کی تعداد اور سنت مؤکدہ کفایہ	〃
رمضان میں سرکار بہت سخاوت فرماتے تھے	〃
حضور علیہ السلام جبریل کو پورا قرآن کریم سناتے تھے	۲۱۴
وفات کے سال دو مرتبہ قرآن کریم کا دور	〃
بیس دن کا اعتکاف	〃
اعتکاف میں قضائے حاجت کیلئے جانا	۲۱۵
حضرت عمر کو نذر کے پورا کرنے کا حکم	〃
اعتکاف کو عصر کی نماز سے شروع کیا جاتا ہے	۲۱۶
معتکف ضرورت کو جائے، نہ نماز جنازہ کو جائے	۲۱۷
اعتکاف کے لئے روزہ اور جامع مسجد شرط ہے	〃
معتکف مسجد میں بیمار پرسی کر سکتا ہے	〃
اعتکاف کن چیزوں سے باز رکھتا ہے	۲۱۸

مضمون	صفحہ
کتاب باب فضائل قرآن	۲۱۹
قرآن کے معنی کی لغوی تحقیق	〃
قرآن سیکھنے سکھانے والا افضل ہے	〃
ماہر قرآن فرشتوں اور نبیوں کے ساتھ ہوگا	۲۲۰
دو شخصوں پر حسد اور رشک جائز ہے	۲۲۱
قرآن پڑھنے، نہ پڑھنے والے کا فرق و مثل	〃
بذریعہ قرآن قوموں کو سربلند یا ذلیل کیا جاتا ہے	۲۲۲
حضرت اسید کا قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے فرشتوں کو دیکھنا	۲۲۳
ایک صحابی پر سورۂ کہف کی تلاوت کے وقت سکینہ رحمت کا سایہ کرنا	۲۲۴
حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہونے سے نماز نہیں ٹوٹتی	۲۲۵
سورۂ فاتحہ (الحمد) اعظم سورۃ ہے	۲۲۶
جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے، وہاں سے شیطان بھاگتا ہے	〃
قرآن قیامت میں اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریگا	۲۲۷
سورۂ بقرہ و آل عمران رب تعالیٰ سے اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑیں گی	〃
سورۂ بقرہ و آل عمران اپنے پڑھنے والوں پر سایہ کریں گی	۲۲۸
اعظم آیت آیۃ الکرسی ہے	〃
حضرت ابوہریرہ کا شیطان کو چوری کرتے پکڑنا	۲۲۹
حضور کا علم غیب سے فرمانا کہ وہ آج پھر آئے گا	۲۳۰
ابوہریرہ کو شیطان نے آیۃ الکرسی اور اس کے فوائد بتائے	۲۳۱
حدیث ابوہریرہ پر اعتراضات و جوابات	۲۳۲
سورۂ بقرہ کی آخری آیات بہت افضل ہیں	۲۳۳
سورۂ کہف کے شروع کی دس آیتوں کی	۲۳۴
سورۂ اخلاص دس پاروں کی مثل ہے	〃
سورۂ اخلاص کا دس پاروں کی مثل ہونے کا سبب	〃

پیر واستاد و سلطان سے شکایت غلیظ نہیں ۲۲۴
قل ھو اللہ کو ہمیشہ پڑھنے اور پسند کرنے
والے کو اللہ دوست رکھتا ہے ۲۲۵
معوذتین کے مثل تعوذ پناہ کی کوئی سورۃ
نہیں ۲۲۶
سوتے وقت اخلاص و معوذتین کو پڑھ کر
ہاتھوں پر پھونک کر جسم پر ملنا سنت ہے ٭
اور آسیب سے حفاظت ٭
قرآن کریم ارحم اور امانت شفیع ہوں گے ۲۲۷
جنت کے درجہ قرآن کی آیات کے برابر ہر
آیت کی تلاوت پر ایک درجہ ۲۲۸
جسے بالکل قرآن یاد نہ ہو اس کا دل ویران
گھر کی طرح ہے ٭
کلام الٰہی مثل ذات الٰہی تمام مخلوق کے کلام
پر افضل ہے ۲۲۹
قرآن کریم کے ہر حرف کی تلاوت پر دس نیکیوں
کا ثواب ہے ٭
دنیوی گفتگو مسجد میں حرام ہے ۲۳۰
قرآن کریم فیصلہ کن کتاب ہے ٭
جو قرآن پاک کے خلاف چلیگا، اللہ تعالیٰ
اسے گمراہ کر دے گا ۲۳۱
قرآن کریم دافع اور نرم اور بے مثل ہے اس
سے سیری نہیں ہوتی سرشار رہتا ہے ٭
قاری، عامل، مصنف، داعی قرآن کی
فضیلت ۲۳۲
عالم باعمل کے والدین کو نورانی تاج پہنایا
جائیگا ٭
قرآن پاک کے آگ میں نہ جلنے کی بہترین توجیہ ۲۳۳
عالم قرآن اپنے گھر کے دس آدمیوں کی شفاعت
کریں گے۔ ٭
الحمد کا مثل توریت، انجیل، زبور بلکہ قرآن
میں بھی نہیں ۲۳۴
بقدر ضرورت قرآن پاک یاد کرنا فرض، اور
پورا یاد کرنا فرض کفایہ ٭
عالم وقاری کا سینہ مشک کے تھیلے کی طرح ہے ۲۳۵
جو عالم وقاری عمل و تلاوت نہ کرے۔ وہ
سر بمہر تھیلہ ہے ٭

صبح وشام حم اور آیۃ الکرسی کا پڑھنے والا ۲۴۵
تمام آفات سے محفوظ رہے گا ٭
سورۂ کہف کے شروع کی آیات پڑھنے والا
دجال سے محفوظ رہے گا ۲۴۶
سورۂ یٰس قرآن کا دل، اور دس بار قرآن
ختم کرنے کا ثواب ۲۴۷
طٰہٰ اور یٰس کو سن کر فرشتے بولے، خوب
ہیں وہ سینے اور زبان اور امت ٭
سورۂ دخان پڑھنے والے کے لئے ستر ہزار
فرشتے دعاء مغفرت کرتے ہیں ۲۴۸
جمعہ کی رات میں دخان پڑھنے والے کی
مغفرت یقینی ہے ٭
تسبیح والی آیات غیر تسبیح والی ہزار آیتوں
سے بہتر ہیں ٭
سورۂ تبارک الذی بیدہ الملک اپنے
پڑھنے والے کی شفاعت کرتی ہے ۲۴۹
ایک صحابی کا قبر میں سورۂ تبارک پڑھنا ٭
قبر پر چلنا پھرنا اور لیٹنا منع ہے ٭
سورۂ تبارک کا پڑھنے والا خرابی خاتمہ اور
تنگی گور و عذاب آخرت سے محفوظ رہے گا ۲۵۰
حضور ہمیشہ سونے سے پہلے الم تنزیل اور
تبارک تلاوت فرماتے ٭
اذا زلزلت نصف، قل ھو اللہ تہائی اور قل
یاایھا الکفرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے ٭
سوتے وقت سورۂ کافرون پڑھنے والے کا
خاتمہ ایمان پر ہوگا ۲۵۰
صبح شام اعوذ باللہ اور سورۂ حشر کی آخری
تین آیات پڑھنے والے کو شہید کا درجہ اور ستر ہزار
فرشتے دعا کریں۔ ۲۵۱
دو سو بار سورۂ اخلاص پڑھنے سے قرض کے
سوا پچاس سال کے گناہ معاف ٭
سونے کا طریقہ ۲۵۲
سوتے وقت سو بار سورۂ اخلاص پڑھنے والے
کو اللہ قیامت میں اسکو داہنی طرف سے
جنت میں داخل کریگا ٭
اخلاص کی تلاوت سے جنت واجب ہو جاتی ہے ٭
آندھی کے وقت سورۂ فلق و ناس پڑھنا ٭

دافع آندھی ہے ۲۵۳
اخلاص و معوذتین ہر چیز کے لئے کافی ہیں ٭
قرآن کریم کا پرچار اور فضائل و نکات کا
اظہار کرو۔ ۲۵۴
نماز میں قرآن پڑھنا علاوہ نماز سے بہتر ہے ٭
تلاوت قرآن تسبیح و تکبیر سے بہتر ہے ٭
تسبیح خیرات سے، خیرات روزہ سے، روزہ
آگ سے ڈھال ہے ٭
بغیر دیکھے تلاوت ہزار درجہ، دیکھ کر دو ہزار۔ ۲۵۵
کن چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے ٭
قرآن پاک کی تلاوت اور موت کی یاد دل
کی صفائی کا موجب ہے ۲۵۶
روزانہ موت کے یاد کرنے والے کو شہادت
کا درجہ ملے گا۔ ٭
اعظم سورۃ اخلاص و آیت آیۃ الکرسی ہے ٭
سورۂ بقرہ کی آخری آیات اللہ کی رحمت کے
خزانے ہیں اور کل بھلائی کو جامع ٭
سورۂ فاتحہ تمام بیماریوں کا علاج ہے ۲۵۷
آخر سورۂ آل عمران کی تلاوت سے تمام رات
عبادت کا ثواب اور جمعہ کے دن پڑھنے پر
فرشتے دعائیں کرتے ہیں ٭
بقرہ کی دو آخری آیتیں سیکھو دوسروں کو سکھاؤ ٭
جمعہ کے دن سورۂ ھود پڑھنا باعث برکت
کہف دافع بلاء اور ایمان کو منور کرنے والی ۲۵۸
الم تنزیل نجات دینے والی ہے ٭
الم تنزیل کی مداومت کرنیوالے کا قصہ ۲۵۹
حضرت عطاء کے متعلق امام اعظم کا فرمان ۲۶۰
ابتدائے دن میں تلاوت یٰس سے قضائے
حاجات و بخشش گناہ ٭
مرنے والے کے پاس یٰس پڑھنے کا حکم ٭
سورۂ الرحمٰن عروس قرآن، اور جنت میں
اللہ اس کو پڑھ کر سنائے گا ۲۶۱
سورۂ واقعہ پڑھنے والا کبھی فاقہ کش نہ ہوگا ٭
سرکار کو سبح اسم ربک الاعلیٰ بہت
محبوب ٭
سورۂ اذا زلزلت کے پڑھنے سے دین و
دنیا میں کامیابی، اور ایک صحابی کا قصہ ۲۶۲

مضمون	صفحہ
بالکل اختصار ثواب میں ہزار آسیوں کی مثل ہے اس کی مختصر تشریح	۲۶۳
ہر دس بار اخلاص پڑھنے میں ایک جنتی محل بنیگا	•
سورۂ حشر عمروہ ہمزہ ترہم کافی محل تیار کرالیں گے	•
روزانہ کی تلاوت کا ثواب	۲۶۴
باب آداب تلاوت	•
قرآن کی نگرانی عالم و حافظ قاری صاحب کریں ورنہ بھول جائیں گے	•
قرآن کو نہیں بھولتے بلکہ وہ بھلا دیا جاتا ہے	۲۶۵
حافظ کو کتب بینی کے لئے چھٹی دینی چاہئے	•
تلاوت قرآن دل لگا کر کرو اور دل اکتائے تو ختم کر دو	۲۶۶
حضور علیہ السلام کی تلاوت کیسی تھی	•
قرآن خوش الحانی سے پڑھا جائے	•
جو قرآن خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں	۲۶۷
قرآن سننا سنانا دونوں سنت	•
قرآن پڑھتے یا سنتے رونا سنت ہے	۲۶۸
سرکار کا خصوصیت سے ابی ابن کعب کو لم یکن کا سنانا	•
قرآن کے دشمن سے قرآن کی حفاظت کرو	•
حضور کو دیکھ کر تعظیما کھڑا ہونا سنت صحابہ ہے	۲۶۹
علاوہ نماز و صف جہاد و حلقہ یا دعا ہر جگہ سنت ہے	۲۷۰
قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو	•
حضرت عبداللہ ابن مسعود کا ایک گروہ کو کہ اسلام	۲۷۱
جو قرآن کو پڑھ کر بھلائے وہ قیامت میں کوڑھی اٹھے گا	•
قرآن کریم کتنے دنوں میں ختم کرنا چاہئے اور بزرگوں نے کس طریقے سے ختم کئے	•
آہستہ اور بلند آواز سے پڑھنے کے احکام و ثواب اور حلال و حرام کا بیان	۲۷۲
دکھلانے دنیا کیلئے قرآن پڑھنے والے آخرت میں	۲۷۳
قرآن کا لہجہ آواز دل سے پڑھو راگ موسیقی کے ساتھ نہ پڑھو	•
قرآن کو تکیہ نہ بنا لیجئے عمل و تلاوت میں سستی نہ کرو	۲۷۵
قرآن کا تکیہ لگانا اسکی طرف پاؤں کرنا، دوسری کتاب اس پر رکھنا، فال وغیرہ کا حکم	۲۷۶
مخرجات تلاوت	
سجدۂ تلاوت اور اس کے احکام و فوائد	۲۷۷
سات قرأت کے بارے میں جھگڑا مت کرو پہلے لوگ بھی اسی میں ہلاک ہو گئے	۲۷۸
مختلف قرأت میں حضرت ابی کا تردد اور حضور کا ان کے سینہ پر ہاتھ مارنا اور پورا قصہ بیان فرمایا	۲۷۸
سبعہ احرف کی توضیحات میں علماء اصول و نحو و معانی اور صوفیاء کا اختلاف	۲۸۰
قرآن سنا کر سوال کرنا منع ہے، قیامت میں اسکے منہ پر گوشت نہ ہوگا	۲۸۲
بسم اللہ فصل سورۃ کیلئے ہے اسکے دیگر مسائل	۲۸۳
ایک قرأت کا ایک قرأت سے انکار دونوں کو صدمہ گا	•
قرآن کتابی شکل میں جمع کرنیکا واقعہ اور شرح بدعت حسنہ	۲۸۴
کاتب وحی حضرات کے نام پاک	۲۸۵
قرآن کی تبلیغ پر اتفاق صدیق و عثمان کے وقت میں	۲۸۶
حضرت عثمان کے قرآن جمع کرنیکا واقعہ	۲۸۸
حضرت ابن عباس کا حضرت عثمان سے سورۂ توبہ میں بسم اللہ نہ لکھنے کے متعلق سوال	۲۸۹
آیات کی ترتیب توقیفی ہے عقلی نہیں	۲۹۰
جمع صدیقی و عثمانی کا فرق	۲۹۱
باب الدعوات کا بیان	•
دعا بہتر ہے یا رضا بالقضاء دونوں پر عمل کی صورت	•
سب نبیوں نے دنیا ہی میں اپنی دعائیں استعمال کر لیں میں نے شفاعت کے لئے محفوظ رکھی ہے	۲۹۲
میری بد دعا کو بھی امت کے حق میں رحمت کر	•
پر جامع و بیدوام سے مانگو وہ سب کچھ دے سکتا ہے	۲۹۳
جائز دعا ضرور قبول ہوتی ہے جلد بازی نہ کرے دعا کرنا ہے	۲۹۴
دوست کیلئے اسکی عدم موجودگی میں، دعا پر فرشتہ آمین کہتا ہے اس کا مثل اسے بھی ملے گا	•
دینی جان مال اولاد دوست وغیرہ کے حق میں بددعا نہ کرو ممکن ہے وقت اجابت ہو	•
دعا مانگو میں قبول کرونگا	۲۹۵
دعا عبادت کا مغز ہے	•
اللہ کو دعا بہت پیاری ہے	۲۹۶
دعا قضا کو ٹال دیتی ہے اچھا سلوک عمر بڑھا دیتا ہے	•
دعا کو مضبوطی سے پکڑو	•
دعا کرو بندہ مانگی دیتا ہے، ورنہ کوئی آفت ٹالتا ہے	۲۹۷
اللہ سے فضل مانگو، مانگنا اسکو پسند ہے صبر کا پیدا ہے	
دعا نہ کرنے سے اللہ ناراض ہوتا ہے	•
جب اللہ دینا چاہتا ہے تو دعا کی توفیق دیتا ہے	•
اللہ سے دین و دنیا کی عافیت مانگو	۲۹۸
بوقت ابتلاء دعا ضرور کرنی، ہر وقت مانگنے والے	۲۹۸
بے پرواہ و غافل دل کی دعا قبول نہیں	۲۹۹
دعا میں ہاتھ کس طرح اٹھائے اور کہاں تک اٹھائے، پھر منہ پر پھیر لے	•
اللہ خالی ہاتھ لوٹانے سے حیا فرماتا ہے	•
حضور دعا کے بعد ہاتھ منہ پر ضرور پھیرتے تھے	۳۰۰
غائب کی دعا غائب کیلئے بہت جلد قبول ہوتی ہے	•
عجلت سے دعا کو کھونا، تکرار دعا کرنا سنت ہے	۳۰۱
دعا بوقت افطار، حاکم عادل و مظلوم کی دعا رد نہیں ہوتی	۳۰۱
اللہ قسم کے ساتھ فرماتا ہے اے مظلوم تیری مدد ضرور کرونگا	•
تین دعائیں بلاشبہ مقبول، باپ، مسافر، مظلوم کی	۳۰۲
ہر چیز یہاں تک کہ جوتی کا تسمہ بھی اللہ سے مانگو	•
حضور دعا میں ہاتھ کہاں کہاں تک اٹھاتے تھے	•
طریقہ دعا و استغفار و عاجزی و ابتہال و زاری	۳۰۳
اجابت دعا یا ذخیرہ آخرت یا دفع بلا	۳۰۴
پانچ دعائیں بہت مقبول ہوتی ہیں	•
باب ذکر اللہ	۳۰۵
ذاکرین کو وقت ذکر فرشتے و رحمت ڈھانپتی ہے	•
ان پر سکینہ آتا ہے، اللہ ان کا ذکر کرتا ہے	•
جس جگہ ذکر کیا جائے وہ جگہ گواہ ہے اور فخر کرتی ہے	۳۰۶
تجرید خلوت دنیا سے، ذکر اللہ اس کا مونس	•
ذاکر زندہ غافل مردہ	۳۰۷
حی کا ذکر حیات ابدی بخشتا ہے	•
اللہ بندے کے گمان کے نزدیک جیسا گمان کرے وقت یاد بندے کے ساتھ	•
بندہ اگر ذکر خفی کرتا ہے تو اللہ بھی تنہائی میں اسے یاد کرتا ہے	•
اگر بندہ مجلس میں بلند آواز سے اسے یاد کرے تو وہ محفل میں اس کا ذکر کرتا ہے	•
نیکی کا بدلہ دس گنا، گناہ ایک کا ایک، یا وہ بھی معاف	۳۰۸
جب بندہ نزدیک ہوتا ہے تو اللہ اس سے بہت نزدیک ہو جاتا ہے	•
علاوہ شرک سب کچھ بخشا جائے گا	•
ولی سے دشمنی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اعلان جنگ فرماتا ہے	۳۰۹
ولی سے عداوت و اختلاف والے کا حکم	•

مضمون	صفحہ
بغیر ادائے فرائض نوافل مقبول نہیں	۳۰۹
کثرت نوافل سے بندہ اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے	〃
جب بندہ محبوب ہو جاتا ہے تو اس کے کان آنکھ اللہ باذن مشیت ایزدی کے خلاف عمل نہیں کرتے	〃
اللہ اس کے ہر سوال کو پورا کرتا ہے	〃
ناری اور نوری طاقت کا فرق	۳۱۰
اللہ مومن کی موت پر ایسی کرتا ہے کہ کسی دوسری چیز میں تامل نہیں کرتا	〃
فرشتے ذاکرین کی مجلسوں کو تلاش کرتے ہیں	〃
مجلس ذکر کو فرشتے آسمان اول تک ڈھانپ لیتے ہیں	۳۱۱
اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے سوال و جواب	〃
اللہ کا فرشتوں کو گواہ بنا کر اعلان بخشش کرنا	۳۱۲
ذکر سننے والے بھی بخشے جاتے ہیں	۳۱۳
فوائد ہم نشینی	〃
دلیل ذکر بالجہر	〃
ذاکرین کے متعلق خدا سے عرض و معروض	۳۱۴
ذاکرین کے طفیل گنہگار بندہ کی بخشش	〃
اقرار گناہ و خوف خدا عین تقویٰ ہے	۳۱۵
حضور کی صحبت سے علم عین الیقین نصیب ہوتا ہے	〃
حال ہمیشہ یکساں نہیں رہتا	〃
دوسری فصل	۳۱۶
سونا چاندی کی خیرات و جہاد سے ذکر بہتر ہے	۳۱۷
حدیث قدسی میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں	〃
ذکر اللہ جہاد اکبر ہے	〃
ہر وقت زبان ذکر سے تر ہونی چاہیے	۳۱۸
ذکر کے حلقے جنت کی کیاریاں ہیں	〃
مجلس بغیر ذکر کے حسرت اور بغیر ذکر کے سونا ندامت ہے	〃
مجلس بغیر ذکر مردار گدھا کھانے والوں کی مجلس ہے	〃
کوئی مجلس بغیر ذکر کے وبال و حسرت ہے	۳۱۹
علاوہ امور الٰہی و ذکر ہر گفتگو وبال ہے	〃
زیادہ گفتگو سے دل سخت ہوتا ہے	۳۲۰
زیادہ ہنسنے سے دل سخت ہوتا ہے	〃
سخت دل والا اللہ سے دور، مومن کامل شعار و متقی ہو سکتا ہے	〃
بہتر مال ذاکر زبان شاکر دل مومنہ بیوی ہے	〃
عالم بننا فرض کفایہ ہے	۳۲۱
جو شخص عالم دین نہ ہو سکے وہ ہمیشہ ذکر کرے	〃
قیامت کے دن ذاکر کا مرتبہ بہت بلند ہوگا	〃
غازی و شہید سے ذاکر درجہ میں بلند ہے	۳۲۲

مضمون	صفحہ
شیطان دل کو چھوڑتا ہے ذکر سے ہٹ جاتا ہے	۳۲۲
بے ذکر کا دل ابلیس کا گھر ہے	۳۲۳
ذکر اللہ وسوسوں کا علاج ہے	〃
ذکر نور و روشنی ہے	〃
غافلوں میں ذاکر اندھیرے گھر میں چراغ کی طرح ہے	۳۲۴
بوقت موت ذاکر جنت و عاشق رویت کرتے ہیں	〃
ذکر غافل بجانوروں کی خدمت کے برابر ثواب پاتا ہے	
ذکر عذاب کو دفع فرماتا ہے	〃
بارہ ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر بخشنے سے مردے کو عذاب سے رہائی ملتی ہے	〃
ہر وقت ذکر اللہ ذاکر کے ساتھ ہوتا ہے	۳۲۵
ذاکر کی مصاحبت خدا کی مصاحبت ہے	〃
دل کی صیقل و ریگمال اللہ کا ذکر ہے	〃
غازی و شہید بھی ذاکر کے مرتبہ کو نہیں پاتا	〃
باب اسماء اللہ تعالیٰ	۳۲۶
ننانوے نام پڑھنے والا جنتی ہے	〃
اللہ طاق ہے طاق کو پسند کرتا ہے	〃
فصل ثانی (دوسری فصل)	〃
جتنے نام اللہ کے آئے ہیں مقصود کے ہیں	〃
ننانوے اسمائے الٰہی کے مطالب و معانی	۳۲۷
بے مثل و بے مثال	۳۳۲
اسم اعظم کیا ہے جس کے وسیلے سے جب دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے	۳۳۳
اسم اعظم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم یا اللہ الذی لا الہ الا ھو رب العرش العظیم ہے	۳۳۴
اللہ کا جو نام خلوص دل سے لیا جائے وہی اسم اعظم ہے	۳۳۵
قصہ یونس علیہ السلام، آیت کریمہ اسم اعظم ہے اور باعث نجات ہے	〃
ہر روز بیچا پڑھنے والا اور یاد نہیں	۳۳۶
ذکر بالجہر سنت ہے	
لا الہ الا انت احد صمد اسم اعظم ہے	〃
اس کے توسل سے دعا قبول ہے	〃
یہودیوں و علماء سے محبت بہتر نفرت لعنت	〃
باب التسبیح والتحمید والتہلیل	۳۳۷
چار کلمے باعث ثواب عظیم ہیں اور اللہ کو پیارے ہیں	〃
سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھنے سے	

مضمون	صفحہ
گناہ معاف اگرچہ سمندر کے جھاگ برابر ہوں	۳۳۸
دو کلمے زبان پر ہلکے میزان میں بھاری، اللہ کو پیارے ہیں	۳۳۸
سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھنے سے ہزار نیکیاں ثبت اور ہزار گناہ معاف	۳۳۹
سو مرتبہ کلمہ توحید کے منافع و فضائل	۳۴۱
ذکر بالجہر کے فوائد و جواز	۳۴۲
لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم جنتی خزانوں میں کا ایک خزانہ ہے	〃
خدا کی دین و کرم سے ظاہری باطنی خطائیں مٹتی ہیں	۳۴۳
ہر صبح ایک فرشتہ تسبیح پڑھنے کا اعلان کرتا ہے	〃
لا الہ الا اللہ افضل الذکر ہے، اور دل کی جلاء کے لئے اکسیر ہے	〃
دعاؤں میں افضل دعا الحمد ہے الحمد و شکر	۳۴۴
کرنے والے جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے	〃
دعائے موسیٰ کے جواب کلمہ طیبہ دنیا و مافیہا سے افضل ہے اور سب سے بھاری	۳۴۵
کلمہ طیبہ اور لاحول پڑھنے والے کو جہنم کی آگ نہیں جلاتی	۳۴۶
تسبیح و گٹھلیاں شمار کے لئے استعمال کرنا جائز ہے	۳۴۷
وہ کلمے جو تمام مخلوق کی شمار کے برابر ثواب رکھتے ہیں	〃
جو چار کلمے سو بار پڑھے، اسے سو حج اور سو گھوڑے اور غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے	۳۴۸
دو کلمے میزان کو پُر کرنے والے ہیں	〃
کلمہ طیبہ براہ راست خدا تک پہنچتا ہے	〃
مخلص کا کلمہ عرش تک پہنچتا ہے	۳۴۹
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امت کو سلام اور جنت میں باغ لگانے والے کلموں کی تلقین	〃
انگلیوں پر شمار کرنا، اور وہ گواہ ہوں گی	۳۵۰
خدا کو یاد نہ کرنے والا اس کی رحمت سے محروم ہے	〃
وظائف کی اجازت حاصل کرنا سنت ہے، یہ روحانی میوے ہیں	۳۵۱
وظائف کے بعد حمد و کرم اور فضل و مغفرت بھی طلب کیجیے	〃
اسم خزاں میں پتوں کی طرح چار کلمے گناہ جھاڑ دیتے ہیں	〃
ستر مصیبتوں کو ٹالنے والی دعا	۳۵۲

لاحول ننانوے بیماریوں کا علاج ہے	۳۵۲
لاحول پڑھنے والے کا اجر والی وراثت ہے	۳۵۲
تمام مخلوق کی عبادت تسبیح ہے	〃
باب، توبہ کرنا اور بخشش مانگنا	〃
توبہ و استغفار کے لغوی معنے	۳۵۴
توبہ و استغفار کے متعلق فرمان حضرت علی رضؓ	〃
ایمان و یقین کی بہترین شرح	〃
میں روزانہ سو بار توبہ کرتا ہوں اے لوگو تم بھی توبہ کیا کرو	〃
اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا تم بھی آپس میں ظلم نہ کرو	۳۵۵
مجھ سے ہدایت مانگو، ایسا ہی مجھ سے بخشش مانگو میں دوں گا	〃
نیکی و بدی کا ضرر ہمارا ہی فائدہ و نقصان ہے	۳۵۶
دیکھو خبردار غیر محدود ہیں، لوگو نیکی نہیں ہوتی	〃
نیکی پر حمد و شکر، بدی پر اپنے نفس کو ملامت کرو	۳۵۷
ننانوے قتل کرنے والے بنی اسرائیل کی حکایت	〃
بزرگ مقام بزرگان دین کی طرف رخ کرنے و متوجہ ہونے سے مغفرت ہوتی ہے و عبادت ہے	۳۵۸
اگر تم گناہ بالکل نہ کرو تو تم کو اٹھا کر دوسری گناہ کر کے معافی مانگنے والی قوم پیدا کر دیگا	〃
در توبہ بند ہونے سے پہلے جب بھی توبہ کی جائے اللہ قبول فرماتا ہے	۳۵۹
پشیمانی و توبہ، وعدہ و اجتناب شرائط قبولیت ہیں	〃
گنہگار کی حقیقی توبہ سے اللہ خوش ہوتا ہے	۳۶۰
بار بار گناہ و توبہ کرنے والے کو اللہ اپنی امان میں لے کر اس کا محافظ ہو جاتا ہے	۳۶۱
اس سید الاستغفار کا پڑھنے والا جنتی ہے	۳۶۲
بندہ جب اس گناہ کا تائب ہوتا ہے، تو وہ مستحق مغفرت ہے	۳۶۳
شرک کے سوا تمام گناہ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں	〃
فرمان خدا، جو مجھے غفار جانتے ہیں ان سے ضرور بخشوں گا	۳۶۴
برکت فجر استغفار کرنے والے کو تنگی و غم سے نجات اور روزی کا بے حساب دیگا	〃
وہ گنہگار بہتر ہے جو توبہ کرے، توبہ سے دل صاف ہو جاتا ہے	۳۶۵
گناہ سے دل پر سیاہ داغ، کفر سے زنگ اور عداوت نبی سے دل لاعلاج ہو جاتا ہے	〃
گنہگار کرم و صحبت انبیاء و اولیاء کے فوائد	۳۶۶
اندھے شیشوں میں خاص خاص ہی چمکتے ہیں	〃
غرغرہ موت سے پہلے تک توبہ قبول ہے، روح کے پاؤں کی طرف سے قبض ہونے کے فوائد	〃
شیطان کی کوشش ہر وقت جاری ہے	〃
اللہ سے پناہ مانگتا رہے	۳۶۷
توبہ کا دروازہ ستر سال کی راہ چوڑا، اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک کھلا رہیگا	〃
ہجرت و توبہ سورج کے مغرب سے نکلنے تک ہوگی	۳۶۸
ایک عابد و گنہگار کا قصہ، گنہگار جنتی اور عابد دوزخی	〃
کافر و دیانت، کفار کی نابالغ اولاد جہنمی نہیں	۳۶۹
جو گناہ و ذلت عجز و انکسار پیدا کرے، وہ تکبر والی عبادت سے بہتر ہے	〃
عبدالنبی، عبدالرسول نام رکھنا جائز ہے	۳۷۰
بندوں کی نیکی و گناہ سے رب تعالیٰ کا فائدہ یا نقصان نہیں	۳۷۱
اللہ سے ڈرنے والے کی بخشش لازمی ہے	۳۷۲
استغفار کے وہ الفاظ جو بدترین گناہوں کی بخشش کے لئے مفید ہیں	۳۷۳
اولاد کی دعاء استغفار سے میت کو فائدہ ہوتا ہے	۳۷۴
مردے قبر میں پسماندگان کی دعا کے منتظر رہتے ہیں	〃
زندوں کی دعاء و صدقہ قبر والوں کو مثل پہاڑ پیش ہوتا ہے	۳۷۵
خوبی والے وہ ہیں جو کثرت سے استغفار کرتے ہوں	〃
چھوٹے گناہ کو بھی حقیر نہ جانو	۳۷۶
رب بندے کی توبہ سے بہت خوش ہوتا ہے	۳۷۷
روح، نفس، بدن کی بہترین مثال	〃
حضرت وحشی کا بارگاہ رسالت میں عرض و معروض کا ایک قصہ	۳۷۸
شرک بندے اور رب کے درمیان آڑ ہے	۳۷۹
گناہ سے سچی توبہ کرنے والا بے گناہ کے مثل ہے	〃
گناہ پر ندامت بھی توبہ ہے	۳۸۰
باب، متفرقات استغفار	〃
لوح محفوظ کے متعلق مختلف روایات	〃
رحمت غضب پر غالب ہے	〃
اللہ نے اپنی ایک رحمت سے دنیا آباد کی باقی قیامت کے لئے رکھی ہیں	۳۸۱
ایک لفظ و قدم میں جنت و دوزخ ہے	۳۸۲
ایک گنہگار کی اپنی اولاد کو وصیت جلانے کا قصہ	〃
اللہ اپنے بندوں پر شفیق ماں سے زیادہ مہربان ہے	۳۸۳
جنت اللہ کے فضل سے ہے عمل سے نہیں	۳۸۴
شک دور ہو، پچھلی رات زیادہ نیکی کرو	〃
نیکی کے ارادے پر ایک نیکی کرنے کے بعد دس سے سات سو گنے تک	۳۸۵
گناہ کا ارادہ ترک کرنے پر ایک نیکی اور گناہ کرنے پر ایک گناہ لکھا جاتا ہے	〃
جو گنہگار اللہ سے خوف کرے وہ جنتی ہے	۳۸۶
چڑیا کے بچوں کی حکایت	۳۸۷
حضور سراپا رحمت و جرأت اور شجاعت ہے	۳۸۸
ایک عورت کا سرکار کی خدمت میں حاضر ہونا اس کے سوال پر رونا اور فرمانا، اللہ تعالیٰ عورت مشرک کو جہنم میں بھیجے گا	۳۸۹
جو بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا اعلان فرماتا ہے۔	۳۹۰
آسمان و زمین کے فرشتے دعائیں دیتے ہیں	〃
انسانوں میں اس کی بزرگی کا چرچا ہوتا ہے	〃
تمام مسلمان جنتی ہیں	۳۹۱
فہرست مضامین	۳۹۲